کا بیڑا اور کار تھا شائستگی اور فصاحت ایسی ہی عبارت سے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ کیا وقت کی بہادری اور حکمت ہوتی
ہے کہ مقام پر غور کر کے ہمکو احمد علی لکھدیا۔ اور دہشت سے آخر کو یہ کہدیا۔ کا اوسکا یزید ہے۔ اس لئے یہ روپن اور آسمان
کی کتاب ہے۔ بسم اللہ یہ اچھی کتاب ہے کہ تین کتاب کا اختصار ہے اور طول طویل بھی ہے کہ جس سے شخص کا دل
لگا تار کے پہلو میں مزے کرے۔ آج جنازہ ہے اور منظور احمد کا پھاٹک ہے۔ یہ نہ دیکھا کہ
ملاقات میں مصافحہ کے وقت یغفر اللہ کے پڑھنے میں ڈاڑھی ہلایا۔ دائم الصومی کی شہوات نے
جگہ پر مصالحہ لگایا۔ حالانکہ قسم ہے خدائے کی کہ اُلٹا اُسے مرید ہونا چاہیئے۔ کیا ہمارا روپ تھا کہ محمد یوسف
... نے کو چلا گیا۔ اور یہ حجرہ سے باہر نکل آیا اور نیری اولادسے اُس نے خاطر خواہ بُرا
... گری کرنی تھی اور پیٹ پر پتھر باندھنے کی شہوات تھی اور کیا ...
... ہے ہمارا موں کالا کیا۔ اور بیوقوفی کا نام لکھوادیا ...
... میں انگریز کرے۔ انجیل کا شخص فوزن فوزا کھا ...
اور فارغیط کی راہ ... لی شہادت جانے لہذا جھگڑا مٹا دا اور وہ لقب ...
... تو مثنوی مولوی روم صاحب علیہ التحیات والصلوٰۃ ...
... اکل کے ... ور یچ یچ کہو کہ پیشاب بھی دلوادیا۔ خدانخواستہ اگر ہمارا ... ہوتا
... کا باعث تھا کہ جان آفت میں پڑی مشکل سے نکلیگی ...
... فرزند باقرابت دار آپ کا ہم عزیز ہے کہ جس نے قطب ...
... ہمارا ... اور کوئی ... نہ نکلا۔ جو اس واقعہ کی تعزیر دیتا۔ اللہ کے سوائے کوئی نہیں
محمد عبدالقیوم صاحب نے دروازہ کی دراز سے کیا ہمکو دیکھ لیا کہ عبداللہ مدرسہ کا خر ہو گیا اور شومی سے ...
ہمیں نہ ملا۔ وہ شوخ اور سورما جنات کا لڑکا تھا جو اصل بھاگ کر گیا اور بانکا اور چنا پالعل ہی ...

جواب طلب بیت

یتیمی کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانۂ چند ملت بشست

المرقوم ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۲۱ ہجری

عرضہ

احمد علی کو مومن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شریف عالیجناب سیدنا و مولانا بخش الحسین صاحب دام اقبالہٗ

بصد تسلیم و تعظیم کے بعد گذارش ہے کہ میری بندش کے لئے اور تکلیف دور ہونے کے لئے ... ہی کوئی صورت نہیں ہے کہ لالٹین کی عمدگی کے بعد اُس مقام کو اختیار کروں۔ وحشت کے بعد واللہ ... بالصواب راحت ہو اس لئے اسلام سے دعا کی امداد کا خواستگار ہوں۔ پھر ہماری کم نصیبی ... سلوک میں بھول ہوئی اور آپ سے کیا عرض کرے۔ فقط المرقوم ۱۴ ربیع الاول ... ہجری

سید محمد ...

تمہید

عرفان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی۔ بسم اللہ [illegible] سلام اینک۔ الا یا ایہا الناس ! خاموش !! خاموش !!! ذرا سنبھلکر ادب سے بیٹھو۔ اور بکمالِ ہوشِ بگدوش۔ گوشِ سخن بنوش سے۔ ہمارا ارشادِ پاک۔ مملو بجوش و خروش کو سنتے جاؤ۔ پھر جی ادھر دھیان دو۔ کہ ماجناب اعلحضرت اسرار مآب اپنی زبانِ فیض ترجمان سے کیا فرما گئے ف؟ کچھ تم نے سُنا بھی یا نہیں ؟ اگر سُنا تو کیا سُنا ؟ کچھ سمجھا بھی یا نہیں ؟ اگر نہیں سمجھا تو لو اب سمجھو۔ ہم سمجھاتے ہیں = مگر قبل از فہمائش بشمولِ فہمائش۔ جُملِ سامعین اور ناظرینِ معارکِ مناظرہ۔ وکلِ صائمین اور حاضرینِ مدارکِ محاضرہ پر حکمِ عالی نافذ فرمایا جاتا ہے۔ کہ مراسمِ زمانہ کے مطابق کسی سے ملاقات پیدا کرنے میں تیسرے آدمی کے وسیلہ سے تعرف و تعارف کی ضرورت ہے۔ جس کا مطلب یہ تصوّر کیا جاتا ہے کہ وہ تیسرا شخص ہر دو متعارفین کے خوش پیکر ہونے کا ایک حد تک کفیل ہو چکا ہے کہ تم دونوں کے تعرفات و تانسات سے بایکدگر مضرت نہیں پہونچ سکتی۔ بصورتِ مضرت رسی۔ یہ بات علیٰ ریبِ المنون محوّل کئے جانے کی سزاوار سمجھی جائیگی = کیونکہ اسی ریب المنون سے اس طرح رنگا رنگ انقلابات پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ ہر چیز میں صورۃً اور سیرۃً خواصًا اور اثارًا فرقِ عظیم نمایاں ہونے لگتا ہے + لہذا ضامنِ مومی الیہ کے طرف سے بایکدگر محتاط رہنے کی ہدایت بھی اُسی انٹروڈیوس کئے جانے کی ضمانت میں بجیدہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ شخص ضامن کی عزت ریزی نہ ہو۔ کہ تینوں ایک دوسرے کے مجرم ثابت ہوں +

حوادثاتِ زمانہ ؎

بنا بریں ضامنِ منسوب الیہ کی طرف سے تعرفات کئے جاتے ہیں مفہوم میں یہی تحریک شامل حال ہے کہ تم دونوں میں دیدہ و دانستہ از ارتکاب افعالِ ناشائستہ خواہ ناشائستہ بہ اعمال ناپسندیدہ سرزد ہونا جرم توانستہ متصور ہوگا = جس سے ضامنِ مذکور الیہ بری الذمہ سمجھا جا سکتا ہے + پس اس جگہ سے تینوں کی باہمی ضمانت خلاص ہوئی۔ چلو ما بخیر شما بسلامت + چنانچہ اسی بنا پر شادی بیاہ میں مشاطگی کا بھی رواج پڑا ہے۔ جس کے ذریعہ سے بچہ خفیۃً منجانب اللہ اپنی وجود سے ضرورت کے مطابق منصرف ہو کر والدین سے متانس ہوتا ہے + رفتہ رفتہ بوسیلۂ فطرت صفات خاطر سے انٹروڈیوس ہوتا ہوا کچھ سے کچھ ہونے کی امید پر خیال کیا جا سکتا ہے + فقط

تو اب رسمِ تعرف ایک اعلےٰ درجہ کا رسم قرار پایا۔ مگر چونکہ ہر قاعدہ میں بے قاعدگی کا ہونا یہ بھی ایک قاعدہ ہے جس کا نام استثنا ہے۔ اس لئے اس قاعدۂ تعرف میں بھی کہیں نہ کہیں استثنا ہونا چاہیئے۔ تو گویا استثنا بھی داخل در قواعد ٹھیرا جس سبب سے اس میں بھی کچھ نہ کچھ بے قاعدگی کی ضرور رقم لگا دینی چاہیئے کہ استثنا کا عمل کسی جگہ ساقط نہ ہو۔ تاکہ یہ دور و تسلسل میں پیچ و خم کھاتا ہوا نامتناہی چلا جائے جس وجہ کر قاعدہ استثنا داخل در قواعد اور خارج از قواعد سمجھے جانے کے لائق ٹھیرے جس سے طباق بالاضداد کا ہونا ثابت ہو جو شق نقیض چاہتا ہے۔ اور یہاں شقِ نقیض ہی مُحال بالامکان ہو رہا ہے = پس یہ صیغہ نفی سے اس قاعدہ کے کسی دوسرے میں نہیں۔ اس واسطے قاعدہ استثنا ہر قاعدہ سے مستثنیٰ ہوا ہے اور یہ بات ثابت ہوگی کہ ہر قاعدہ میں استثنا کا ہونا ضرور ہے = جیسا کہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ سنگھوں میں شاخ نہیں ہوتا۔ بشرط شاخدار ہونے کے دوسرے سنگھوں سے مستثنیٰ سمجھا جائیگا = کذالک الامر ایسے متعدد اقسام کے جانور ہیں جنکے سنگھ میں شاخ ہوا کرتا ہے۔ منجملہ اُن کے ایک بارہ سنگھا ہے۔ یا پنج شاخ در انگشت نہیں ہوا کرتا۔ مگر اُس کے بھی خلاف دیکھا جاتا ہے۔ جو داخل در استثنا ہوا + از ایں رو ہر موقع و محل پہ اسی امر کا منتظر نہیں رہنا چاہیئے کہ تا وقتیکہ کوئی کسی سے انٹروڈیوس نہ کرا دے تو اس وقت تک تم اُس سے بات ہی چیت نہ کرو تمہیں ایسا نہیں چاہیئے بلکہ شعر

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جا ہا سپر بایدٗ انداختن

پس مخفی مباد کہ اکثر موقع ایسا ہی ہوتا ہے کہ از خود انٹروڈیوس ہونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اصحاب صنعت و حرفت سے۔ ارباب کسب و تجارت سے۔ اہل زراعت و فلاحت سے۔ اور امیر التعلیم و غیرھم و غیرھم سے۔ گویا جمیع طبقۂ خلائق بہ استثنائے منسوبینِ بحکومت۔ کسی سے بھی انٹروڈیوس کئے جانے کی ضرورت نہیں = کیونکہ تمہاری ضرورت خود شخص مطلوب سے تعرف کرا دیگی = اور اکثر

توشخص مطلوب خود اس بات کا محتاج ہوا کرتا ہے کہ کوئی شیخ الاحتیاج اس سے متعارف ہو کہ اُس کی کاربراری کا توسط ہو۔ خواہ اور کسی قسم سے ہو۔ گویا ہر دو شخص باہم طالب تعرف ہوئے۔ مگر وہ زمرۃ النّاس من وحدت مآب جس سے خالص تمہاری ضرورت انٹروڈیوس ہو کر تم کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ وہ علی الاکثر ہادی دایمہ۔ پیشوا و رہنما اور رہبر ہیں۔ کہ اگر تم راستہ چلتے چلتے کسی جگہ بھول گئے۔ تو بغیر تعرف اُن سے راہ پرسی و رہنمائی کے لئے مخاطب ہو سکتے ہو۔ بحالت عدم دریافت اگر وہ تم کو گمراہ دیکھیں تو علیٰ ہذا القیاس وہ بھی بلا تعرف راہنمائی کے لئے پیشقدمی کر سکتے ہیں۔ ورنہ ؎

اگر بیند کہ نابینا و چاہ است ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ دلے خاموش میباشد گناہ است

کا مضمون [illegible] ہے۔ پس پیاسا بلا تعرف چاہ و سید چاہ سے پانی طلب کر سکتا ہے۔ ورنہ اگر انٹروڈیوس [illegible] منتظر رہتا ہے۔ تو تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود کا مصداق ہو جاتا ہے۔ پس [illegible] رہنما سے انٹروڈیوس ہونا چاہ و رئیسِ چاہ اور تشنہ لب کے مثال سے متمثل ہونے کے علاوہ۔ اُس [illegible] سے اس طرح بیچ میں بیچ سود و زیاں پہنچنے کا گمان کیا جا سکتا ہے جس طرح خواب میں خوابندہ کو اپنے خوابیدہ کر اندرون خواب جاندار و بے جان۔ مُردہ و زندہ دونوں سے اضطراراً از خود انٹروڈیوس ہوتا ہے۔ کہ ظاہراً خوابندۂ و خوابیدہ دو میں سے کسی کا بھی نفع و نقصان متصور نہیں ہوتا۔ نہ اُس سے انٹروڈیوس ہونے میں بکثرتِ ملاقات۔ باہم بے تکلف ہونے کے سبب سے ایک دوسرے کی و نحت سالقہ میں جو پہلی ملاقات میں قائم ہوئی تھی اُس میں فرق آنے کا گمان کیا جا سکتا ہے۔ بایں جہت باہم انٹروڈیوس ہونے میں کچھ قباحت نہیں۔ بالفرض اگر بلحاظِ ضیق فراہم بھی ہو تو یہ فعلِ ہدایت ہادی کی طرح محض غیر اختیاری ہے جس کا وقوع اُس کے اعمال جو روحانی و جسمانی کے درمیان کفیلاً حائل ہیں۔ اُن کے سبب سے صادر ہوتا ہے۔ کہ بعد از وقوعۂ واقعہ شخصِ مذکور اس ضامنِ اعمال کو اپنے خیال کے چپراسی سے گرفتار کر کے تحقیق کر سکتا ہے کہ تم نے کیوں ایسے مہمل و خرافات خواب سے انٹروڈیوس کرایا جس سے میرا خسارہ ہوا۔ مگر وہ گرفتار ہوتے ہی معقول طور سے اظہارِ مقدمہ کی طرف رجوع ہوگا۔ کہ یہ تمہاری ہی رُوح و جسم کا قصور ہے جنہوں نے اپنی نپٹ کرتوت سے مجھکو ضامن قرار دیکر تمکو مضرت پہنچائی ورنہ اگر یہ اچھے اچھے کام کرتے تو بجائے اس کے کہ روحانی و جسمانی کے درمیان بداعمالی نے ضمانت کا کام کر کے خوابہائے بد سے انٹروڈیوس کرایا تھا۔ خوش اعمالی ضامن ہو کر تم کو اچھے اچھے رویا سے انٹروڈیوس کراتی کہ معراج کا دم بھرنے لگتے جس کا بہت ہی اچھا نتیجہ نکلتا۔ گرفتہ گرفتہ وحی و الہام سے انٹروڈیوس کرا دیتی۔ مگر یہ تمہاری بداعمالی ہی وہ چیز ہے جو بیچ میں آڑ ہو کر بڑا زبردست پہرا دے رہی ہے۔ کہ تم کسی اچھی روح

واشیا سے مناما بھی انٹروڈیوس نہ کئے جاؤ = بلکہ بموجب اینکہ بلی کے خواب میں چھیچھڑا ۔ بھنگی کے خواب میں خرا ۔ ڈاکو کے خواب میں پولس کا پہرا ۔ کہ یہ سب اپنے اعمال و پیشہ کے مطابق اس قسم کے نتیجہ خواب سے انٹروڈیوس ہوتے رہتے ہیں ۔ اسی طرح تم بھی اپنے اپنے خواب میں انٹروڈیوس ہوتے گئے = پس جیسی کرنی ویسی بھرنی ۔ ازیں علت ضامن اپنی ضمانت سے بری ہوگیا = اب اگر خلاف انصاف اُس سے پرسش ہے ۔ تو گویا ایک قسم کا ظلم ہے = لیکن اگر بری الذمہ ہو سکے تو البتہ واجب التعزیر ہے ۔ چنانچہ فرض کرو کہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جو کسی گونہ بھی کسی حاکم سے انٹروڈیوس کئے جانے کے لائق نہ ہو اور اُس کا پرائیویٹ سکرٹری بلا قیافہ شناسی و معلومات ستری وجہری اُس کے حاکم محتشم الیہ سے انٹروڈیوس کئے جانے کے لئے متحرک ہو ۔ تو انٹروڈیوس کرانے والا اور انٹروڈیوس کئے جانے کی خواہش رکھنے والا ۔ دونوں موت خواہ سزائے سخت سے انٹروڈیوس کئے جانے کے سزاوار سمجھے جا سکتے ہیں = پھر آئندہ اوس حاکم کی جیسی مرضی + تو راہی و منزل کے بیچ میں رہبر مذکور ۔ انٹروڈیوس کرانے والا شخص [illegible] کہا جا سکتا ہے جس کی ضمانت بالشرط اس طرح پر بھی جا سکتی ہے کہ جب تک راہی موصوف [illegible] مقصود سے انٹروڈیوس کئے جانے کے لائق نہ ہوگا ۔ اُس وقت تک ہرگز تذکرہ خواہ پروانہ و براٗت دئے جانیکا حقدار نہیں سمجھا جا سکیگا = تو رہبر ممدوح الیہ کو چاہیئے کہ جس دم راہی بٹوہی کو گمراہ پاکر خود سے انٹروڈیوس کرنے لگے تو قبل از انٹروڈیوس ہونیکے اُسکو یہ ثبوت پیش کر دینی چاہیئے ۔ کہ رہبر معزی الیہ راہی بٹوہی کا سچا خیر اندیش ہے ۔ کہ یہ ثبوت رہبر و راہی کے حق میں انٹروڈیوس کرانے والا شخص قرار دیدی جائے ۔ تو جہاں تک غور کیا جاتا ہے صاف معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ثبوت ہذا کے لئے ایک مدتِ مدیدہ درکار ہے جو باطفنا ظاہر ہو چکا ہے ۔ مگر ظاہراً اُسکے لئے ایک حیاۃِ طولی بائد ۔ اس لئے ان سب مدتِ مدیدہ کی خیرخواہی کا معاہدہ ایک ہی وقت میں + خلقاً مع دُعا و ثنا ہونا چاہیئے ۔ جس سے راہی کو اطمینانِ کلی ہو جائے ۔ کہ اس کی ہدایت کے مطابق رہگرائے منزلِ مقصود ہو سکے ۔ تو اس معاہدہ کے لئے زیادہ چنیں و چناں کی ضرورت نہیں ۔ صرف کوئی ایسا لفظ جس سے حسبِ دلخواہ معانی سمجھے جا سکتے ہوں ۔ اس کو انٹروڈیوس کرانے والا شخص قرار دیکے استعمال کر دینا چاہیئے ۔ کہ قاعدہ تعرفات کی تعمیل سمجھی جا سکے ۔ جیسے السلام علیک یا السلام علیکم خواہ سلامٌ علیٰ مَنِ اتَّبَعَ الھُدیٰ جس سے وہی معنے مذکورہ سمجھے جا سکتے ہیں ۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ۔ اما اینکہ مکرر بالتفریج کہدیا جاتا ہے کہ اُس کے یہ معنی ہوئے کہ چونکہ جملہ بنی آدم بھائی بھائی ہیں ۔ اس لئے بھائیوں میں انٹروڈیوس ہونے کی ضرورت نہیں ۔ لیکن چونکہ بہتیرے ایسے نکلینگے کہ بھائی کے لباس میں قصائی ہیں اس واسطے ازراہِ امتیاز کہا جاتا ہے ۔ اے ہمارے پاک پروردگار جسقدر کائینات بھر میں

دینی و دنیاوی طریقہ سے سلامتی کے مدارج رکھے گئے ہیں۔ ہم حلفاً خلوص دل سے مستدعی ہیں کہ ہمارے
جمیع ابناءِ جنس جو دینی و دنیاوی ہر دو طور سے بھائی ہونے والے ہوں۔ یا نہ ہونے والے ہوں۔
یا ہو کر دھوکا دینے والے ہوں۔ جو معنیٰ سلامتی کے مخالف ہوتا ہے ان سب آفات سے اُن کو صحیح و
سلامت رکھ کر ساری سلامتی کا خاتمہ اون پر کردے خاصکر جس سے مخاطب ہوں + اب اس دُعاء
کو وہ قبول کرے یا نہ کرے۔ یا بعض کے لئے قبول کرے اور بعض کے لئے نہیں۔ یا تھوڑی مُدت
کے لئے سب کے واسطے قبول کرے۔ یا بعد از مدت قبول کرے۔ خواہ قبول کر کے تردید کردے یا
ان سب کا وقوع آنِ واحد میں کرے ÷ یہ سب اوس کی مرضی پر منحصر ہے ؛ اوس میں اختیارات بشریہ
کو سرِ مو دخل نہیں ؛ جہاں تک علیٰ حسبِ طاقتِ بشریہ فریضہ تھا وہ ادا کیا گیا۔ اب اگر اس ایجاب کا جواب
بہمیں اخلاص فریق کے طرف سے بھی وعلیک السلام یا وعلیکم السلام ادا کیا گیا۔ تو گویا منجانبین درجۂ قبول
کو پہنچ گیا۔ جس سے تعرفت آمیز۔ معاہدۂ پُر برادری من طرفین قائم ہو چکا۔ اب اگر معاہدۂ شکنی رونما ہو کر
باہم بخلاف نفع رسانی جبرِ نقصان کا فعل وارد ہونا شروع ہو جائے۔ تو اس جملۂ متکلفہ کی یہ سزا ہے
کہ جو اس میں اصلی ولغوی روح معانی پھونکی گئی ہے وہ قبض کر کے اوس کے ضد میں اوس کا معنی
قرار دیدیا جائے۔ کہ السام علیکم بلکہ کیفراً وجزاءً بے معنی لایعنی کہ کے اس جملہ کی کم وقعتی کی جائے تو
بیجا نہ ہوگا = کیونکہ اس سے راہی بٹوہی اپنی منزل مقصود تک پہونچنے میں لوٹے مارے گئے۔
اور نیلِ مرام کو نہ پہونچے۔ اس واسطے نفی کا حاصل بھی نفی ہونا چاہیئے۔ کہ جب اوس نے سلامتی کا
پورا مفہوم نہیں ظاہر کیا۔ تو خود کی سلامتی میں رخنہ ڈالا۔ تو اب یہاں سے یہ تصور کر لینا چاہیئے کہ اگر کسی
ہادی کی طرف سے یہ جملہ تملوگ کے درمیان حمایتہً انٹروڈیوس کرانے کے لئے پیش کیا گیا ہو۔
جس کے جواب میں تم نے بھی علیٰ حسبِ بیانِ مقدم الذکر پیش کیا ہو۔ مگر اوس رہبری کے مطابق
عملدرآمد نہ ہونے کے سبب سے اوس کی دل شکنی کا باعث ہوا ہو کہ گویا وہ دل شکنی کے آفات وبلیات
سے سلامت ومحفوظ نہیں رہنے کی وجہ سے۔ دُعاء ہذا خاتمۂ سلامتی کی قید سے خارج ہو گئی ہو۔ کہ جملۂ
مبیّنہ کی سزاء کے موافق معاینِ معنیٰ مخالف بھی سزا بھگتتے ہوئے چلے جا رہے ہوں کہ یہ یک سخت بلائے سخت
گمراہی ہوئی کہ باوجود بریں معاہدۂ شدیدہ پھر بھی گمراہ رہتے گئے۔ تو اب ضرور قواعدِ رہبری کے مطابق
پھر کسی رہبر کی ضرورت پڑیگی۔ جو تم سے خود کو انٹروڈیوس کر کے رہبری کی طرف مایل و محرّف ہو کر
سلامت روی کا طریقہ بتلائے = تو اب فرض کرو۔ بلکہ فرض کرنا چہ معنی دارد کہ یقیناً تسلیم کرو۔ کہ وہ رہبر
مطلع الصلاح بالعطا ومرجع الفلاح بالوفا۔ ومجمع الصدق بالصفا۔ ومنبع الخلق بالعفا۔ وموضع الصبر بالرضاء

ومقطع الاخلاص بالسخا حکیم الحکما۔ طبیب الدین والدنیا۔ کہف الفقراء ملاذ الغربا جزیلۃ العزا وجمیلۃ الزہراء
وجلیلۃ الآراء ونبیلۃ القراء شراقۃ الشرفاء رفیع القدر فی الملاء الاعلیٰ۔ امضار اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ماجناب اعلیحضرت
رحمت مآب ہیں۔ جو جملۂ السّلام علیکم کو محفوظ فی الذہن رکھکر اپنے دلی ارادہ کے یہی سب خوبی آمیز معانی
تصور کرکے تمہاری رہبری کی طرف عود فرماتے ہوئے چند گزشتہ واقعات جس کو تم بھولے بھلکو سے
بیٹھے ہو یاد دلاکر خود کو انٹروڈیوس فرمانا چاہتے ہیں = پس ازاں جیسا موقع ومحل ہوگا تمکو منزل مقصود
کی طرف لے چلنیکی کوشش کیجائیگی۔ تواب یاد رہے کہ تمام مخلوق پر بجز خوبی وآیانی اوس پر تمامی زشتی
وبدی قطعی حرام ہے۔ بصورت عدیم الترک ہونے حرام ہذا کے اوس پر اس کی حیات وہستی اکدم حرام
ہے۔ کہ اس حرام کے بھی نہیں چھوڑنے پر کسی نہ کسی گونہ بھی اوس کی سزاءً تلافی ضرور ہوگی۔ پس جو مخلوق
جس جنس کی ہے اپنی خوبی ورشتی کے بموجب اوسی نسبت سے بالکل باخود ہا میں بھائی ہے کہ بھائیوں
میں انٹروڈیوس ہونے کی کچھ حاجت نہیں۔ مگر بوجہ نہ ہونے علم غیب کے ضرور ہر جگہ پر احتیاطاً تعرف
کئے جانے کی ضرورت ہے۔ اِس لئے تمکو پہلے ہمسے انٹروڈیوس ہونا چاہیئے۔ تو سنو ہم خود کو تم سے
بہت اچھی طرح سے انٹروڈیوس کردیتے ہیں۔ کہ ہم اسدم بشکل بنی آدم ضرور ہیں۔ مگر از روئے قواعد استثناء
تم سے بالکل مستثنیٰ ہیں + جسکو تم نہیں جانتے + لاکن بازریں تا انخراق جامۂ بشریہ وحجاب عنصری جنس واحد
ہونے کے سبب سے ظاہراً تمہارے بھائی کہے جاسکتے ہیں۔ اَمّا تعظیماً وادباً تم ہمکو برادری سے منسوب
نہ کرتے جاؤ۔ بہرحال اپنا سرتاج وآقائے نامدار سمجھتے رہو۔ اور یہ صرف ہماری نوازشِ عُلیا سمجھو۔ کہ خود
کو تمھارا آقا ہونا اقرار کیا کہ ایک قسم کی ہمجنسی کی نسبت پائی جاتی ہے۔ جو ظاہراً ایسا ہی نمایاں ہے۔
ورنہ باطناً کچھ نسبت نہیں۔ اور جو کچھ ظاہر میں ہمجنسی کی نسبت محسوس ہوتی ہے وہ بھی کیسی ہے کہ جیسے
جوار۔ مکہ۔ سرکنڈا۔ نرکل۔ بانس اور گنا۔ ان سب کے پھول پتے باہم بہت کچھ متشابہ ہیں۔ مگر لذۃً مزاجاً
خواصاً اور تاثیراً بہت فرق ہے۔ اسی طرح اناناس۔ گیکواڑ۔ اور کیوڑہ تینوں کے پتے متشابہ ہیں مگر فرق ہے
ارنڈ اور پپیا دونوں کے پتے متشابہ ہیں مگر فرق ہے۔ بکاین اور نیب دونوں کے پتے متشابہ ہیں مگر فرق،
رنگی۔ بیگن حنظل اور خربزہ چاروں متشابہ ہیں۔ مگر چاروں میں فرق ہے بہمیں طور بے شمار مثالیں ہیں۔
تم خود نیچر کی چیزوں سے اس قسم کی مثالیں اخذ کرلو کہ صریح فرق معلوم ہونے لگے تو جب اس طرح سے
کھلا کھلا فرق، مایہ، ہے تو پھر کیا سبب ہی کہ سب لوگ ہر امر میں یکساں شمار کئے جائیں ضرور فرق رہیگا
ورنہ سب ایک ہی فرد تسلیم کئے جائینگے۔ پس اگرچہ سب لوگ بشکل انسان ہیں تو ہوا کریں۔ اس سے سب لوگ
مساوی الدرجات نہیں سمجھے جاسکتے = بھلا ناقص کو کامل سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔ ویسی ہی نیک آدمی کو بد سے

کیا مناسبت۔ پھر شیطانی منصب والے کو حقانی منصب والے سے کیا موافقت۔ مملوک کو مالک سے
کیا قرابت۔ بدمنظر کو خوش منظر سے کیا مقارنت۔ حادث کو قدیم سے کیا مرافقت۔ خالق کو مخلوق سے
کیا مشابہت۔ حجام را با امام چہ تعلق۔ عاقل را با احمق چہ علاقہ۔ بینا کو نابینا سے کیا انتساب۔ بے عدد را
با عدد چہ حساب۔ سمی الاثم کو سنی الشم سے کیا لگاؤ۔ گنگ ولال کو سخنور وگویا سے کیا کام بے مثل کی مثال کیا
بے نظیر کی نظیر کیا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک تا وقتیکہ پاک نشود۔ تو پاک وہ ہے کہ جس ناپاک
کو چھو دے تو وہ ناپاک بھی پاک ہو جائے۔ پھر ایسی ذات پاک کب کسی وقت میں ناپاک ہو سکتی ہے
اوس پاک کے لئے تو سب پاک ہی پاک ہے۔ بخلاف اوس ایسے نجس اور ناپاک کے کہ پاک بھی
اوس کے پاس ناپاک ہو جاتا ہو۔ تو ما جناب اعلحضرت سراسر تقدس مآب وہ ذاتِ پاک ہیں کہ روح القدس
اور روح الخبث دونوں سے بری اور سب سے بھرپور اور سب سے الوکھے۔ **شعر**

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ + از گراں جانی وچالاکی ہمہ

پس ہمارا قولِ پر تحکم بالکل شنیدنی وقابلِ عمل ہے۔ یہ سب بیان وکلام ہمارا نہ تذکیر ہے نہ تانیث
نہ قدیم ہے نہ حدیث بلکہ عین متکلم حقیقی کا کلام مصفی الدماغ ہے۔ جو بہت ہی چھوٹے چھوٹے چٹکلے
جملہ میں تمام کیا جا رہا ہے۔ مگر نہایت پُر مغز وسیع ترین معنی میں مستعمل ہے کہ یہ سب کا سب
ہمارا ہے اور سب ہمارا اوس کا اور سب اوس کا ہمارا ہے لہذا سب اوسی کا ہوا۔ اور چونکہ سب
اوس کا ہمارا ہو چکا ہے اس واسطے سب ہمارا ہی ہوا۔ گویا سب بیٹا کے لئے ہے اور بیٹا باپ
کے لئے۔ اس لئے سب باپ ہی کا ہوا۔ کہ باپ ہی خود کو۔ وہ۔ تو۔ میں۔ ہم کر کے مخاطب وملتفت
ہوتا ہے۔ کہ ہر وہ۔ تو اور میں) بنفسہ فرداً فرداً آنا ہونے کا مدعی ہے کہ (وہ۔ تو میں) کے مجموعی
حیثیت ہم کے شکل میں نمودار ہوئی کہ وہ ہم باجناب اعلحضرت کے لقب سے ملقب کیا جا رہا ہے۔
پس ولا ربی سواہ ولا الٰی سواہ ولا انا سواہ۔ انا ہو کما ہو انا۔ سب اس طرح سے ایک ہی بات موٹی جسطرح
سے نعمتیں بہت ہیں مگر روح جسکو روح کہتے ہیں وہ ایک ہی ہے۔ گو وہ ایک بھی خداداد ہے۔
مگر خداوادگی کے ذیل میں جو اخص الخاص بالتخصیص خداداد نعمتِ رمزیہ ہے وہ ازل سے ابد تک
کے لئے ہم نے خود ہی کے لئے وقف کر رکھا ہے کہ اگر لوٹا بھی دیتے ہیں تو ہماری ہی طرف رجوع
ہو جاتی ہے بے اس بناء پر ہم کسی وقت کھاتے پیتے بھی ہیں۔ کسی وقت چلتے پھرتے بھی ہیں کسی وقت
بندہ ہیں۔ کسی وقت آزاد۔ کبھی لی مع اللہ وقت۔ کبھی نفسی عین اللہ۔ کیونکہ ہر لطیف چیزیں مارے لطافت
کے صدہا طرح کے رنگ بدلنے کا مادہ ہے۔ جیسے تاگا خود میں صرف ایک نرمی کی لطافت رکھتا ہے

جس کے زور پر کبھی سیدھی سطر پر مسطور ہو سکتا ہے کبھی ٹیڑھی سطر پر۔ تو ہم تمام کائنات کی سمجھ کے آگے ایک ایسی لطافتِ ناممکن الفہم رکھتے ہیں کہ جب کچھ بھی نہیں تھا تو ہم ضرور تھے۔ ورنہ آج کچھ بھی نہ ہوتے۔ تو گویا اوس وقت بھی ہم ہی تھے جب بطنِ مادر میں تھے تو ہم ہی تھے۔ جب بچّے تھے تو ہم ہی تھے۔ جب جوان ہوئے تو ہم ہی تھے۔ جب رحلت فرمائی تو ہم ہی تھے۔ جب کسی حس سے محسوس نہیں ہونے لگے تو پہلے کی طرح پھر ہم ہی تھے گویا ازل سے ابد تک ہم ہی ہم رہے کہیں ہم میں فرق نہ آیا۔

دوھہ

راما ہم ہیں مریم ہم ہیں رستم ہم ہیں ہم ہی جم — گویا کہ بس ہم ہی ہم ہیں ہم ہی ہم ہیں۔ ہم ہی ہم
یاد رہے تم سب کو اتنا جبتک ہے اس دم میں دم — بولینگے ہم بیشک حق حق لاکھ کرو تم ذم پر ذم
یا اُمی۔ یا اُمّی۔ اُمی۔ اُمی۔ اُمّی۔ اُمیتم — مہدی۔ مہدی۔ مہدی۔ مہدی۔ مہدی۔ مہدی مہدیم
ہم ہی جینی مہدی ہیں گہوارہ میں جو بولے تھے — احمد ہم ہیں موسیٰ ہم ہیں عیسیٰ ہم ہیں یحییٰ ہم
پہلے جو کچھ لائے تھے ہم دیدا کے تم سب کو گئے — تم نے اوس کو ایک نہ مانا سیدھے بہکے ہو گئے خم
اب جو کچھ ہم لائے ہیں سو لیلو بھلے مَنسائی سے — چھوڑو اپنا دھوم دھڑکا چھوڑو اپنا سارا بم
دیکھو کیا ہے شان ہماری سارے احمد حامد ہیں — قال رسول اللہ تعالےٰ اصل اللہ علیہ العم
ایلی۔ ایلی۔ ایلی ولِمَا سبقتنی — اِنَّ اللہ معنا پھر کیا ہے ہمکو اس کا غم
سُبحانک لاعِلمَ لنا اِلّا مَا عَلَّمتنا — اِنَّکَ اَنتَ العَلِیم میں ہوں تیرا خالی فم
قدرت تیری رنگ برنگ کی تو قدرت کا مالی ہے — میں ہی تیرا فوٹو ہوں بس مجھسے ہے عالم الیم
ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ — سارے علم اسی میں بھرے ہیں ظاءِ ظہورِ العالم کم
دیکھو بھاگو بچتے جاؤ چلتی ہے تلوار مری — چھم چھم۔ چھم چھم۔ چھم چھم۔ چھم چھم۔ چھم چھم۔ چھم چھم چھم چھم چھم
خون بہیگا دنیا میں پڑ جائینگے کہرام بڑے — سوکھی ساکھی دھرتی سب ہو جائگی اکدم سے یم
لاتبدیلَ لخلقَ اللہ سَمِعَ اللہ لِمَن حَمِدَہ — نینی تل کے مانس کی ہے دیکھو دونوں نینا نم
سبحان اللہ تعالیٰ ذامن بخش اللہ فیتقہ — جَعَلَ لِکُلِّ شَیءٍ سببا وہ۔ وہ۔ وہ۔ وہ۔ وہ۔ وہ ہیم
ہوالہادی ہوالمہدی لیس الہادی اِلّا ہو — نازل ہوگا کس جا پر؟ امریکہ میں جو ہے لک تھم
خُشّعًا اَبصَارُہم یخرُجونَ من الاجداث — لَیسَ لَہُم مِن دُونِ اللہِ کاشِفَۃٌ مِن ھَمِّ الغَم
ہادی۔ مہدی۔ نر۔ نراین۔ دولھا۔ دولھن ایک ہیں — سب کے سب کنگالی ہیں اور اُتم جوکھم خالی ہم

مگر یہ سب اپنی خودی کا اُتم جوکھم کچھ طلب کرنے سے یا کسی عوض میں نہیں ملا ہے۔ بلکہ بلا سبب از خود

حاصل ہے۔ ماسوائے ذالک +

اشعار

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے دلِ بے مُدعاء دیا اوس نے

بے طلب جو ملا۔ ملا مجھ کو بے کہے جو دیا دیا اوس نے

کہیں مشتاق سے حجاب ہوا کہیں پردہ اُٹھا دیا اوس نے

چنانچہ نہ جمالِ بصارت سے اخفیٰ رہتا ہے نہ کمال بصیرت سے۔ جس کو دونوں حاصل ہے تو وہ نظرو خطر دونوں کو دیکھتا ہے۔ وہی خود کو بھی پہچان سکتا ہے۔ پس جو خود کو پہچان سکتا ہے ہمکو پہچان سکتا ہے۔ جو ہمکو پہچان سکتا ہے اوس کو پہچان سکتا ہے۔ جو اوس کو پہچان سکتا ہے وہ سرِ تسلیم خم کئے ہماری پیشگاہِ معلّٰے بارگاہ میں دست بستہ کھڑا رہ سکتا ہے۔ اور ایسے ہی لوگ ہمیشہ سے دست بستہ کھڑے رہے ہیں اور کھڑے رہینگے بخلاف اُن لوگوں کے جنہوں نے نہ خود کو پہچانا نہ خدا کو پہچانا۔ تو پھر کیا ہم کو پہچانینگے کہ دست بستہ کھڑے ہوں۔ اس لئے غارت ہو چکے ہیں اور ابکی ایکدم سے بالکل غارت ہوجاینگے دیکھو یاد رکھو کہ یہ سب باتیں کچھ قیاساً نہیں کہی جارہی ہیں جیسے مقدماتِ یقینی سے مرکب ہونیکی ضرورت ہو بلکہ یقین ہذا اصدق بالصدق۔ مُدخل فی حق الیقین ہوکر بالکل تہ نشیں ہے۔ معہذا اسکی ثبوت ہمیشہ سے جاری وساری ہے مگر دردا اور دریغا کہ تم ایسے نسلً بعد نسلٍ۔ ابا عنجدٍ۔ عمّو وصمّو۔ الآن کما کانَ ہوتے چلے آرہے ہو۔ جیسے ذالک الحدیث لاجریٰ من قبل + فقط

تو اب بھلا کیا ہی یہ طوطی چشمی ونمک حرامی کی بات ہے کہ سگِ دیوانہ بھی اپنے مالک کی آواز پہچانتا ہے تم تو اوس سے بھی بدتر ہوگئے کہ باجناب اعلیحضرت سراسر وحدت مآب۔ انا ابن انا۔ خلاصۃ الکائنات نے اپنی تشریف آوری ورونق افروزی کے بارہ میں مختلف کارڈ پر کارڈ اور متفرق رقعہ پر رقعہ۔ رنگارنگ فرقان وقرآن۔ جدید وقدیم۔ مجموعۂ ازجز تاکل۔ گوناں گوں طریقہ سے ارسال فرماتے رہے۔ مگر تم نے ایک کو بھی یاد نہ رکھا کہ ہمکو بار بار خود کو انٹروڈیوس کرانے کی ضرورت پڑتی ہے حالانکہ ہم جدید نہیں قدیم ہیں ہمیشہ سے بلاکسی ہم پیشہ کے۔ پیشۂ قدامت اپنی بے اندیشہ رکھتے ہیں۔ اگر ہماری قدامت نہوتی تو کسی قسم کی ہستی بھی تقدم زمانی ومکانی میں آنے کا اقدام نہ کرتی = یہ سب ہماری قدامت کے ساتھ اس طرح مقدمًا وموخرًا لگے ہوئے ہیں جس طرح تارا منڈل میں آتش زنی کرتے وقت جنشِ دست و جنشِ آتش زنی کہ ظاہرًا دونوں کا صدور ایسا آنِ واحد میں محسوس ہوتا ہے کہ دونوں جنشیں بایکدگر متقدم بالطبع ہونیکے مُدعی نہیں ہوسکتیں۔

مگر درحقیقت باطناً اس کے بالکل خلاف ہے۔ جو ذرا فاصلہ سے محسوس ہو سکتا ہے جسکے محسوس کرنے کا طریقہ بہ آسانی یہ ہے کہ جب تار امنڈل کا درختِ آتشیں بسوی بالا پرّاں ہو کر پُر اشعاب ہو جاتا ہے۔ تو اوس کے شاخ دخان میں متلون تار امنڈل کے پھل پھلہری چاروں طرف سے سرازیر ہو کر اس طرح غائب ہو جاتے ہیں کہ جس طرح تھے ہی نہیں اور شاخِ دخان من جمیع جہات سمٹکر بیک نقطۂ مرکز جمیع ہو کر روح کی طرح غائب ہو جاتا ہے کہ غائب کی غائب اور حاضر کی حاضر کہ تمام بدن میں موجود ہے پھر کہیں نہیں کہ اگر اسکو تقدم بالطبع حاصل نہ ہو تو جنبشِ دست و جنبشِ آتش کی کسی کی بھی وجود قائم نہ ہو سکتی۔ پس سب طرح کی جنبشیں۔ خارجی و عارضی ٹھیریں۔ اصلی متقدم بالطبع روح قرار پائی۔ جو با وجود بریں لطافت۔ عناصر کثیفہ سے بلا مناسبت صحبت رکھکر اوس کو زندہ کرتی ہے۔ اسی طرح ہم تم سے بلا ہم پیشہ ہونیکے محض بغیر مناسبت لِلّٰہِ لا اِلاَّ حضوراً و غیبوباً محبت رکھتے ہیں۔ کہ تمہاری درخواست و استدعاء کے منتظر نہیں رہتے بلکہ بار بار عود الی المعاد کی طرف مائل رہتے ہیں کہ خادم وہ نہیں جو کہنے سے خدمت کرے۔ اس لئے ؎

استادہ ام در خدمتت استادگی آمادہ ام در خدمتت آمادگی

من نامِ یحییٰ ضبط خود را نہم آزادہ ام۔ آزاد از آزادگی

اس کے عوض میں تم بلا ہم پیشہ ہونیکے محض بغیر مناسبت تمام زہر مار اور بچھو کا ڈنک اور ساری کڑواہٹ اپنے گندے لفظوں میں بھر کر منہ سے اوگلتے رہتے ہو۔ اس پر ہمارے حلم کا زہر مہرہ اوسکو رفع دفع کرتا رہتا ہے کہ خیرِ محبّت کے رو دگر استخوانم تو تیا گردد + کہ از سائیدن صندل کجا نقصان رسد بورا + تو ہمارے اسقدر کمالِ حلم و بردباری پر بعض تم میں سے جو کسی قدر اچھے ہوتے ہیں۔ وہ کسی قدر منقاد و مطیع ہو کر تھوڑی ہی دیر میں بلا معنی خیز نا محمود طور سے ہم سے خود کو منسوب کرنے لگتے ہیں کہ ہم بھی انہیں کی طرح ایک بشر ہیں۔ لیکن۔ جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے + یاد آئیگی تجھے میری وفا میرے بعد + بھلا دیکھو تو یہ دعوے برابری لعنت ہے اوس پر جو برابری کی نیت سے ایسا کلام کرے۔ اس واسطے تم لوگ کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہمکو پورا اختیار و مجاز ہے۔ کہ ہم خود کو جو چاہیں کہیں۔ ہم خود کو جیسا چاہیں بنالیں اور اوس بننے ہوئے سے جیسا چاہیں کام لیں کوئی اس میں چون و چرا کرنیوالا نہیں۔ چاہے ہم کچھ بات کہیں، یا نہ کہیں خواہ چپ رہیں یا کہکے منسوخ کر دیں۔ یا انکار کر دیں یا بیکدست ان سب کا ارتکاب آنِ واحد میں کریں۔ شعر

---

[1] سر بسوے زیر ۱۲ [2] وجود کو تانیث بولنا فصیح معلوم ہوتا ہے ۱۲

گوسپند از برائے چوپاں نیست بلکہ چوپاں برائے خدمتِ اوست

توسب چیز کا ظہور بلکہ ظہور کا بھی ظہور یہ سب ہم سے ہے نہ کہ ہم اُس سے ہیں کہ اس سے خدمت کئے جانے کے امیدوار ہیں۔ پس جس حکم کی ہم نے جس طرح خدمت کرکے اوس کو قائم کر چھوڑا ہے اُسے چاہیئے کہ تا خدمتِ ثانیہ وہ اپنے حال پر قائم رہے اپنے اختیارات کے مطابق خلاف حکم خدمت ہمارے۔ از جا برکشیدہ نہ ہو۔ بصورتِ نافرمانی البتہ واجب التعزیر متصور ہے۔ تو چونکہ سب لوگ واجب التعزیر ثابت ہو چکے ہیں۔ اس واسطے اون سے رعایتہً و رحمتہً بہت ہی تھوڑا پیشتر تہدید کردی جاتی ہے کہ ہشیار ہو جائیں کیونکہ ابکی سرِ مو صبر و تحمل سے کام نہیں لیا جائیگا۔ پس دیکھو ما جناب اعلیحضرت نبوتِ واحدیت مآب وہی درزی و نجار۔ وہی راعی الرعایا۔ شبان البرایا۔ خارپوش گڈریا ہیں بھیڑی ہو بھیڑیا نہ بنو۔ ہم کچھ تمہارے دشمن نہیں تم خود اپنے دشمن ہو۔ افسوس ہے کہ ؎

دشمنِ خود خویشتن را ساختی مُفتِ خود را در بلا انداختی

لیکن دُشمن وہ نہیں جو جان و مال کا دشمن ہو۔ بلکہ دشمنِ نورِ ایمان ہو جیسے تم بذاتِ خود ہو کہ تم سے بڑھکر تمہارا کوئی دوست نہیں۔ تمسے بڑھ کر تمہارا کوئی دشمن نہیں۔ پہلے خود کو پکڑو۔ خود کو سُدھارو۔ اوسی سُدھار سے پہلا سدھار یہ ہے کہ ہم سے کفر و انکار۔ سرکشی و روتابی نہ کرو تو گویا تم نے اپنے ساتھ اعلیٰ درجہ کی دوستی کرنے کی بناڈالی ورنہ پرلے درجہ کی دشمنی کی۔ پس یہ سب نصیحت بھری باتیں ہماری تمہارے حق میں تریاقِ لاہوتی ہیں۔ جیسا کچھ تم ہماری اطاعت میں ترقی و مرتبہ حاصل کروگے ویسا ہی تمہارے دینی و دُنیاوی اعزازی کا دروازہ کھُلتا جاویگا۔ اوسی کے مطابق عزت کئے جانے کے سزاوار سمجھے جاؤگے پس اس واسطے ابھی سے ایسا نہ سمجھنے لگو۔ کہ ہم سب لوگ کی یکساں رعایت کیوں نہیں کرتے حالانکہ سب کی رعایت اوس کی قابلیت کے مطابق کی جارہی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ ما جناب اعلیحضرت امامت مآب ہمیشہ سے خُردوں کے ساتھ بہ شفقت رہتے ہیں۔ اور درویشوں کے ساتھ با سخاوت۔ دشمنوں کے ساتھ با حلم رہتے ہیں اور دوستوں کے ساتھ با موافقت۔ عالموں کے ساتھ با تواضع رہتے ہیں اور جاہلوں کے ساتھ با نصیحت۔ ذکر اللہ کو حسب نسب بنا رکھا ہے اور معرفت کو اپنا راس المال محبت کو اثاثہ سمجھ رکھا ہے اور شریعت کو اقوال۔ حزن و غم کو رفیق مان لیا ہے اور طریقت کو افعال۔ علم و عقل کو سلاح قرار دیا ہے اور حقیقت کو احوال۔ صبر و شکر کو پوشاک تسلیم کرلیا ہے اور قناعت کو خزانۂ جاہ و جلال۔ فقر کو فخر جان رکھا ہے۔ اور اتقا و تقیہ کو بدر کمال۔ حقگوئی کو کلمہ طیبہ قبول کرلیا ہے صدق و یقین کو اقبال۔ شوق کو شفیع و ماوی مُعیّن کیا ہے اور خیرات کو توشۂ جلال عشق و ہدایت کو پیشہ مقرر کر رکھا ہے

اور توکل کو وصلِ وصال رضاءِ مولیٰ کو اپنا سرتاج کرلیا ہے اور تقدیر کو بہر تقدیر مقدم علیٰ کل حال پھر بھی بے ہمہ وباہمہ اور پاک بہ ہر دو۔ مگر افسوس کہ نورجہاں ہیں اور جہاں نور سے بے خبر۔ وہ اہلِ جہان کے پاس آتا ہے اور جہاں والے قبول نہیں کرتے۔ وہ نور سے معمور اور معموری سے بھرپور۔ نشۂ نورانی سے مخمور۔ اور خمار اوس کا باطنی خمار سے چکناچور لیکن ظلمانی تقدیر والوں کو اوسکی چمک دیکھنی نامنظور۔ کیونکہ نورانی کلمہ ان کو نہیں آتا کہ پردۂ ظلم فاش ہو۔ اس لئے ظلمانی کا دشمن نورانی۔ اور نورانی کا دشمن ظلمانی اما اینکہ ایک صالح المحمود رہا دوسرے طالح المرفود۔ ہائے کمبخت یہ نہیں سمجھتے کہ یہی نورِ مجسم واسطِ جاعل و مجعول و رابط علت و معلول ہے۔ کیسی کیسی نصیحتِ سابغہ وہدایتِ بالغہ اور مواعظِ نازعہ سے بہراندور کرتا رہتا ہے۔ مسافروں کے لئے راستہ کو آراستہ و پیراستہ کرتا ہے۔ قوام ترفع و ترقی کو بالا کرتا ہے۔ نظام مدارج و معالی کو اعلےٰ کرتا ہے۔ انصرام تصفیۂ و تنقیہ کو بڑھاتا ہے۔ انتظامِ تزکیۂ و تنزیہ کو چڑھاتا ہے۔ اہتمام اصلاح و تسویہ کو سدھارتا ہے۔ انجام فلاح و توصیہ کو اُبھارتا ہے گویا یہ سب تجمیل و تحسین بکمالِ تزئینِ پُرتمکین صرف لوگوں کی خوبی و بہی۔ خرمی و خرسندی کے لئے مہیا و فراہم کرنے پر آمادہ رہتا ہے بعدۂ خفیۃ مستضئی بنورہٖ ہوکر مخرج من الظلمات الی النور ہوتا ہے۔ ان سب احسانات نوراللہ کو فراموش کرجانا بڑی سخت محسن کشی کی بات ہے جس سے محسون کشی کا راستہ کھلجاتا ہے۔ اس سے پناہ مانگو۔ عیاذ باللہ کہو۔ جلد [illegible] سے نوراللہ کی طرف متوجہ ہوجاتے جاؤ کہ سب قسم کی سرکشی کی تلافی ہوجائے۔ اور اگر تم اپنی سرکشی ہی کو ایک جزوِ نوراللہ سمجھتے ہو۔ تو خیر کچھ پروا نہیں لیکن اس قسم کا نور۔ الانوار ملعونہ و خبیثہ سے متصور ہے۔ یہ سرکشی سے حاصل ہوتا ہے تو وہ نورِ مالوھہ اطاعت باشی سے اور وہ محسوس بالحواس نہیں کچھ موسس علے الاساس نہیں۔ باقی انوار تو اُس کے عکسِ اثر سے طرح طرح کے انوار متلونہ سے منور ہیں کہ **نظم**

نور کا تڑکا ہوا خاور اوجالا ہوگیا	حجرۂ تاریک میں بستر اوجالا ہوگیا
گھر[1] میں گر بیٹھا کسی کے گھر اوجالا ہوگیا	ایک گھر سمجھا تو لو گھر بھر اوجالا ہوگیا
آنکھ اُٹھا کر مور کو دیکھا جو اوس نے ناز سے	دیکھتے ہی اوس کا ہر اک پر اوجالا ہوگیا
نور آنکھوں کا جدا کب ہے کسی کے نور سے	جس طرف دیکھا وہیں اوس پر اوجالا ہوگیا
زندگانی کیا ہے یہ بھی اِک طرح کا نور ہے	زندگی سے مادۂ و ہر نر اوجالا ہوگیا
موت بھی اک نور ہے خالی نہیں کچھ نور سے	اِک اوجالا بجھ گیا دیگر اوجالا ہوگیا

[1] گھر بمعنے دل ۱۲

نورِ انوار بھی اوسی کی ذات سے پُر نور ہے بلکہ سب ظلمات بھی یکسر اوجالا ہو گیا
گر دخولِ خیر در شر ہو۔ تو سمجھو بالضرور نورِ خیریت سے شر کا شر اوجالا ہو گیا
نور کا پتلا جو خدشہ میں کہیں آکر گرا ڈر بھی دہشت سے وہاں ڈر کر اوجالا ہو گیا
نور زادہ نے کسی خر پر سواری جب سے کی سب خروں کی جنس سے وہ خر اوجالا ہو گیا
نورِ آں معلوم کے صدہا طرح کے نور ہیں نور کرتے کرتے ہر اختر اوجالا ہو گیا
چار عنصر ہی نہیں بلکہ جمیع کائنات عکسِ نورِ غیب سے ششدر اوجالا ہو گیا
آکے جب نورِ انانیت مسلّط ہو گیا پس مسلط ہوتے ہی فر فر اوجالا ہو گیا
میں اوسی کا نام ہے یحییٰ اوسی کا نام ہے نر سے نکلا نور پھر نر پر اوجالا ہو گیا
روزِ محشر ایں ہمہ انوار سب ظلمات ہیں جب برآمد میں ہوا محشر اوجالا ہو گیا
مطلعِ نورِ فناء و مقطعِ نورِ بقا الغرض سب نورِ یحییٰ پر اوجالا ہو گیا

اگر جو نورِ اصلی ہے اوس نور کا ذکر ہے کہ وہی نور۔ خالص نور اللہ و نورِ یحییٰ ہے کہ جس دم لوگ شیش اسپہ گاڑی بنامِ شش جہت پر بیٹھکے اپنے عناصر کے چوکڑے پر سوار ہوکے ناسوت نگر سے لاہوت گڈھ کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں۔ تو اوس وقت اون کو اپنے خیالات کے شارع سے اک ناپیدا کنار میدان لق و دق دکھائی دیتا ہے جس میں بہت سی کٹھن اور بکٹ گھاٹیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ جس سے خیالات کا عبور کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو اون کو وہاں پر اوسی نور منور کی تجلی اوپر جانیکے لئے سہارا دینے لگتی ہے کہ جس کی شکل خارج میں استقلالاً غیر مستقل فی کل آن موجود ہے جو مامور بامرِ مشیتِ خویش ہوکر عہدۂ رنگارنگی پر۔ باختیارِ خودیٔ حقانیٔ ازلی بحال کر کے۔ خود سے خودیٔ مجازی پر مجملاً محیط ہوتا ہوا خودیٔ حقیقی پر مفصلاً بلا امکانِ الفہم مسلط ہو جاتا ہے + اسی سے سب چیزیں اخذ ہوئی ہیں۔ اسکو پورا اختیار ہے کہ جو چاہے خود کو بنا دے۔ ذرہ ذرہ بن کے جدا بھی ایک شخص مجسم بنکر ہر اپنی بنی بنائی ذات کو آزمانے لگے۔ کوئی سی بات نہیں اوس سے جو ناممکن ہو۔ چاہے آپ ہی اگن بنے آپ ہی پون بنے آپ ہی نینا بنے آپ ہی رتن بنے۔ آپ ہی سورج بنے آپ ہی کرن بنے۔ آپ ہی ڈیا بنے آپ ہی ڈاین بنے۔ آپ ہی نر بنے آپ ہی نراین بنے۔ آپ ہی لوگ بنے آپ ہی جوگ بنے۔ آپ ہی روگ بنے آپ ہی سوگ بنے۔ آپ ہی اُتم جوکھم بنے اور آپ ہی رام ناگ[1]۔ آپ ہی بھگوان بنے اور آپ ہی اپنا بھاگ۔ تو جو رام ناگ سے بھاگا۔ بھاگوان سے بھاگا۔ بھاگ اوس ابھاگے سے بھاگا۔ جو نہ بھاگا تو اوسنے ناگ لا۔

[1] رام ناگ یحییٰ ۱۲

ناگمن ملا۔ من ملا۔ منموہن ملا۔ بھاگ ملا بھاگ دسن ملا۔ دھن ملا۔ دھن دھامن ملا۔ رام ملا۔ لچھمن ملا۔ لچھمی ملی لچھمن ملا۔

جان کر انجان ہونا جان کا جنجال ہے — بال ہیں بھی کھال ہے۔ ابن کھال پر بھی جھال ہے
دیکھ اب اوس بھاگنے والے سے بھاگ — ورنہ تیرے بھاگ ہیں لگ جائے آگ
ٹھلی۔ دلیا۔ ستو۔ چڑوا آنک نہیں — دھرتی بھی دیگی نہ پھر بھاجی اور ساگ
اک لنگوٹی میں نہ اپنی مست ہو — کھیلیو اس میں نہ پھر وحشت سے پھاگ
کہتے ہو بھگوان کا بھگوا ہے یہ — بھیس ہیں مانس کے ہو تم لوگ ناگ
کاک بھوشن سب یہی سنسار ہے — اک عدو ہندی ہیں کہلاتا ہے کاگ
من ہی من میں جانچ لے اوس ایک کو — کون ہے وہ ایک بس اُٹھ بیٹھ جاگ
ایک ہوتا ہے سدا سے ایک ہی — ایک کو ہوتا نہیں ہے دوسے لاگ
ایک یکجائی کو اکائی چاہیے — بن دوہائی کے اکائی کی ہے راگ

چنانچہ کیا تم نہیں دیکھتے؟ کہ دستِ تقدیر کی امرمشن کی بنی ہوئی ایک ہی ہتھیلی اپنی انگلی سمیت کہیں طشتری بنتی ہے کہیں چمچہ۔ کہیں گھونسا بنتی ہے کہیں آبخورہ۔ کہیں ہتھیار بنتی ہے کہیں پنجہ۔ کہیں مکا بنتی ہے کہیں دستہ۔ اسی طرح سب کی سب چیزیں ہیں مگر کوئی زود منقلب ہے۔ کوئی دیر منقلب۔ اونمیں سے مثالاً اور بھی چند چیزیں لیکر سمجھ لو کہ جیسے ایک ہوا ہے کہ کبھی نسیم بنتی ہے کہیں خبور۔ کبھی سموم بنتی ہے کبھی خرور۔ کبھی صبا بنتی ہے کبھی دبور۔ کبھی صوف بنتی ہے کبھی عاصف۔ کبھی ھبیف بنتی ہے۔ کبھی قاصف کبھی نفس بنتی ہے کبھی صرصر۔ کبھی تفس[1] بنتی ہے کبھی فرفر۔ کبھی نہاق بنتی ہے کبھی نطاق۔ کبھی ساز بنتی ہے کبھی اور دگر آواز۔ کبھی طوفان بنتی ہے کبھی جریبا۔ کبھی رشان[2] بنتی ہے کبھی نکیبا۔ کبھی برف بنتی ہے کبھی آب۔ کبھی ژالہ بنتی ہے کبھی حباب۔ کبھی شبنم بنتی ہے کبھی سراب۔ کبھی بخار بنتی ہے کبھی ضباب جسکو ریح کہو خواہ روح۔ ریح کہو یا لوح مگر ہے خالص ایک ہی ہوا کہ لوٹ پوٹ کر پھرا ہوا بنجاتی ہے اسی کی کثافت کا نام مٹی ہے کہ اوس میں بھی وہی خاصیت ہے کہ کبھی برتن بنتی ہے کبھی غبار۔ کبھی کیچڑ بنتی ہے کبھی دیوار۔ کبھی پتھر بنجاتی ہے کبھی اشجار۔ کبھی معدن بنتی ہے کبھی تلوار۔ کبھی انسان بنتی ہے کبھی حیوان۔ جیسی طین و طینت ہو ویسی بنکر تیار ہو جاتی ہے۔ ساری خاکی پیداوار اسی سے ہے۔ مگر وہ سب پیداوار اوس خاک سے جدا نہیں ہے آخر میں خود خاک ہو کر خاک سے ملجاتی ہے۔ کہ یہ ملنا اس بات کی ثبوت ہے کہ جب انتہا اسکی خاک ہوئی ہے تو ابتدا بھی خاک ہی ہوگی۔ پس خاک ہی خود ہی ایک مادہ قبول کرکے اوس مادہ کے موافق کوئی چیز بنجاتی ہے۔

[1] گندی ہوا۔ [2] فوارہ آمیز ہوا ۱۲

کہ وہ چیز بنجانے پر۔ اوسی کے اندرونی و بیرونی قانونِ فطرت کے مطابق اپنی وجود کی پابندی میں اوس وقت تک گرفتار رہتی ہے۔ جس وقت تک پھر لوٹ کر خاک ہو جائے۔ کہ یہ سب باتیں ایک مبصر اولوالابصار دیکھ بھالکر اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ فرض کرو کہ اگر کوئی عاشق اپنے معشوق کو اسقدر چاہتا ہو کہ مارے محبت کے یہ چاہئے کہ اوس کا معشوق ذرا سا بھی اپنے پاؤں سے نہ چلے۔ شب و روز یہ خود اپنے کاندے پر ڈھوے پھرے۔ اور اس خواہش میں وہ عاشق اپنے معشوق سے اس بات کی درخواست کرے۔ کہ وہ اوس کے کاندھے پر شب و روز سوار رہنا قبول کرے۔ اور جب درخواست اوس کی یہ بات منظور کر لی جائے۔ تو اوس وقت وہ عاشق جس میں ہر طرح کی قدرت بلا تکلف موجود ہے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے خود کو گھوڑا بنا دے۔ تو ضروری بات ہے کہ گھوڑا بنجانے پر تمام وہ نیچرل قوانین جو گھوڑوں کے لئے بنائے گئے ہیں اوس کی پابندی اوس پر لازمی فرض ہو جائیگی۔ کہ سرِ مو گھوڑوں کی جنس سے جدائی نہ محسوس ہو کہ راز فاش ہو جائے۔ اگر بالعموم جدائی محسوس ہو بھی سکتی ہو تو اسی قدر ہو کہ باعتبار اور دگر گھوڑوں کے چستی و چالاکی۔ دانائی و بینائی میں بخوبی ہوشیار ثابت ہو کہ اپنے سوارِ معشوق کی سواری میں چابک دست و خوشخرام و زیبا قرار پائے۔ کہ وہ اوس کی سواری سے محظوظ رہے۔ لیکن اگر اوس محبوب کو دوسرے لوگ بھی چاہتے ہوں تو ضرور ہے کہ جس حیثیت و انداز سے محبت رکھتے ہونگے۔ اوس محبت کے مطابق اون میں بھی اِسقدر شوخیٔ عقل و دانائی اور نورِ بصیرت ضرور پیدا ہو جائے۔ کہ گھوڑا کو کسی قدر زیادہ پہچان لیں کہ فلاں جنس کا گھوڑا ہے اور کہاں تک اچھا ہے اور کہاں تک بُرا۔ خواہ نام کا گھوڑا یا براق ہے ورنہ چیزے درون است۔ تو جسقدر لوگوں کو اوس محبوب سے محبتہً اور عشقاً قربت ہوگی اوسی قدر جلد اوس گھوڑا کو پہچان سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک ہی چیز کے پہچاننے کے لئے۔ حکومتِ فطرت سے بہتیرے طریقے اور کسوٹیاں بتلا دئی گئی ہیں۔ کہ جو چاہے اپنی خواہش کے مطابق اچھا یا بُرا طریقہ اختیار کرے۔ اوسیکے موافق اوس کو نتیجہ ملا کریگا۔ تو اب اوس گھوڑا کے پہچاننے کے لئے جو جیسا چاہے طریقہ اختیار کرے۔ جیسے جب بھور کا وقت قریب ہوتا ہے تو کوئی اوس وقت کو پرندونکے آواز سے پہچانتا ہے۔ کوئی چرندوں کی آواز سے۔ کوئی گزندوں کے آواز سے پہچانتا ہے۔ کوئی درندوں کے آواز سے۔ کوئی انقطاعِ نجوم سے پہچانتا ہے۔ کوئی انقطاع احلام سے کوئی احساسِ حاجت سے پہچانتا ہے کوئی آمدِ منام سے۔ کوئی نسیم سحری سے پہچانتا ہے۔ کوئی بوئے ریحان سے۔ کوئی اپنے تنفسِ سحری سے پہچانتا ہے۔ کوئی بھیروی اور الحان سے۔ کوئی اپنے القاء و الہامِ دل سے پہچانتا ہے۔ کوئی قدرت و یقین کامل سے سب اپنی اپنی حیثیت کے

سلہ آواز سگ ۱۲۰

کے مطابق پہچانتے ہیں۔ مگر الہام و یقین و قدرت سے شناخت کرنا بدرجہا احسن و اولیٰ ہے اسی طرح سے جو روحِ انانیت ہم پر سوار ہو کر ناطق ہے جو لوگ اُس سے جس حد کی محبت رکھتے ہونگے اوسی انداز سے راکب و مرکوب کی حالت محسوس کر سکینگے ورنہ ؎

چہ دانند مردم کہ در جامہ کیست نویسندہ داند کہ در نامہ چیست

تو چونکہ ہم اوس سے از خود دانا و بینا ہیں اس لئے اوس پر سے تمام ہستی و نیستی سب کو قربان کرتے ہیں اور تم کو یاد دلا کر جتلا دیتے ہیں کہ یہ وہی نور ہے جس کا ذکر پیش ہے۔ کہ جب اوس کی ادنےٰ ادنےٰ مخلوق میں یہ مادۂ تاثیر ہے کہ ہزار شکل سے متشکل ہوا کرے پھر یہ تو نورِ قدیر۔ نورٌ علی النور۔ منور الانوار ہے۔ یہ نہ کیوں ہر رنگ میں تابان و درخشاں ہو سکتا ہوگا۔ ورنہ بموجب اینکہ ؎

جس میں عُلا کی بُو نہیں ہرگز علی نہیں جس میں وَلا کا نام نہ ہو وہ ولی نہیں

لاحول پڑھ کے کہتا ہوں میں اجنبی نہیں میں ہی بنی رہا ہوں اور ابکی بنی نہیں

میں نائبِ خدا ہوں کوئی ایلچی نہیں اور عین میں وُہی ہوں مگر مدعی نہیں

اپنے سے ہم کو جیسے ذری بھی دوئی نہیں ویسے ہی ہم سے اوس سے جدائی ہوئی نہیں

لفظاً جدا معانی میں یکساں ہی وہ اور میں بایکدگر میں فرق کوئی معنوی نہیں

کیونکر خدا کو تم نے بنایا کہ ایک ہے اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ ایک بھی نہیں

یہ کہہ کے پھر جو کہدوں کہ میں نے نہیں کہا ہر بات پر قدیر ہوں مجھ سا کوئی نہیں

اب اس بنا پہ جو کوئی دعویٰ یہی کرے تم سب کو کہدو کیجیٔ کہ دعویٰ قوی نہیں

بلکہ اوس کے ساتھ ثبوتِ مُبرہمہ بھی ہے چنانچہ بہت کچھ گذر چکی ہے اور اب جو کچھ گذرتی جائیگی وہ سب اوسی اجمال کی تفصیل شمار کیجائیگی۔ جیسے اگر یہ کہا جائے کہ جس حیوان کو صہیل[1] لاحق ہے وہ فرس ہے جسے نہاق[2] عارض ہے وہ حمار ہے جسے نعاق[3] حاصل ہے وہ غراب[4] ہے۔ جسے ضحک و نطاق شامل ہے وہ انسان ہے پس ایک حیوانِ صاہل ہوا دوسرے ناہق تیسرے ناعق۔ چوتھے ناطق بس ہڑ ہڑاہٹ اور گڑ گڑاہٹ صہل و نطق سب ایک قسم کے آواز ہوئے جو نفس اور وجود کی طرح دو چیز مختلف مرکب بوحدت ہو رہے ہیں۔ اسی طرح یہ بہ ترکیب معنویہ از روئے طبیعت جوانیہ خارج میں درحقیقت مشترک بہ یکرنگی و یکسانی ہیں جو ظلِ احدیت کے رُتبہ کو پہنچکر باطناً بوحدت اور ظاہراً بکثرت نمایاں ہیں۔ پھر اگرچہ حیوان والانسان صورۃً وسیرۃً قامتہً وقیمتہً عقلاً ونقلاً صوتاً دموتاً ہیکلاً وشکلاً جدا ہو تو ہوا کرے گر

[1] آواز اسپ [2] آواز خر [3] آواز کلاغ [4] زاغ ۱۲

حیوان بشکلِ انسان اور انسان بشکلِ حیوان کہا جا سکتا ہے۔ تو اس جگہ سے یہ بھی جوازاً بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ روح خالص بدایرۂ مخلوقیت نمودار ہوئی کہ اس تقابل و توافق سے سخت بے ادبی ہوتی ہے کہ خالق الرّوح کو بھلا روح کی کیا حاجت ہے بالخصوص اگر ہو بھی سہی تو یہ کیا ضرور ہے کہ بیٹا میں باپ کی روح حلول کر جائے۔ ہاں اگر ایسا ہی کوئی باپ قدیر ہو کہ خود کو بیٹا بنا کر پھر باپ بنا دے یا جو کچھ چاہے خود کو بنا دے تو یہ دوسری بات ہے یہ اوسی قدیر کو زیبا ہے نہ کہ مخلوق کو اس سبب سے اگر مادہ کے معنی میں خالق کا لفظ استعمال کیا جائے تو روحِ خالق بدایرہ مخلوقیت کہنا چنداں مضایقہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمیشہ تعرض صفت سے ایک جدا نام رکھدیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کی تقریر سے ثابت ہو چکا ہے کہ جس میں نطق عارض ہے تو وہ حیوانِ ناطق کہا جائیگا۔ تو اسی طرح اگر کسی میں نور لاحق ہے تو منور کہا جائیگا۔ مگر جس نور نا ممکن الفہم کا بیان ہے وہ بلا آمیزشِ انوار منور ہے۔ اوس کا تو دعویٰ یہ ہے کہ ؎

آن منم کہ بے منم　　اندر منم　　محض آں نورم کہ از خود روشنم

غرض کہ وہ بعید از فہم ہے۔ تو جس میں قدرتِ خلق عارض ہو وہ ضرور خالق کہا جائیگا پس ہر مادہ میں قدرتِ خلق عارض ہے۔ اس واسطے ہر مادہ خالق کہا جائیگا۔ مگر چونکہ سب مادہ صرف ایک ہی مادہ سے ہے اس لئے ایک ہی خالق ٹھیرا۔ اور وہ خالق وہی نور ہے جس میں آفرینش کا عارضہ پایا جا چکا ہے کہ یہ عارضہ بھی اوسی کی تخلیق ہوئی۔ گویا وہی مادہ قطعی طور سے بالکل بدیع المواد و لا طرح ہوا۔ حاصل کلام اینکہ وہ ایک عجیب مادہ ہے کہ ہزار ہا قسم کے مادہ کو بغیر آمیزش کسی اور مادہ کے از خود پیدا کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ خود کو بھی اسی طرح پیدا کر دیا جس سے اوس کا غیر اختیاری فعل ثابت ہوتا ہے کہ یہ عین قصرِ قدرت ہے۔ اور یہ بات اوس مادہ میں نہیں ہونی چاہئے مگر عند الاحتیاج اس کو بھی قائم کر دے تو اُس کو ہر طرح کا اختیار ہے۔ بلکہ اس احتیاج کو بھی خود ہی خلق کریگا۔ اس سبب سے بسبیلِ عقلِ مخلوق۔ اوس کو سمجھنا نہایت دشوار ہو گیا۔ بجز اس کے کہ اوسی عقل کی مدد سے یہ کہدیا جائے کہ جو کچھ کہ سِرِ نا ممکن الفہم کا مفہوم جس میں سرِ نا ممکن الفہمی کا مفہوم بھی نہ عارض ہوتا ہو بلکہ مخلوق کو سمجھانے کے لئے اس قسم کی عبارتِ پُر دلیل قبول کر لی جاتی ہو ورنہ وہ اس سے بھی بری ہے پس اوسی سرِ مفہوم کو خدا کہینگے یا جو دل میں آئے اوس کا نام رکھدو۔ لا رکھو یا الّا اگر اوس کا نام نفی کے معنی د مفہوم میں رکھدیا جائے۔ تو آخر اوس مفہوم و معنی کی بھی کچھ وجود ضرور قرار پائیگی۔ جو اتنے بڑے معنی ظاہر کرنے کو کافی سمجھی جا سکیگی۔ پس اس نیستی کی طرح وہ تمام ہستی کے مفہوم ظاہر کرنے پر موجود بالعدم سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ کسی گونہ انکار نہیں ہو سکتا خاص کر جب انکار ہی اوس کی وجود ہو جایا کرے تو پھر کوئی انکار کا

ذریعہ نہیں باقی رہتا ۔ تو جس قسم کی نیستی سے اوس کو تعبیر کرینگے جب تک خود ہی اوسی نیستی کی طرح اوس
نیستی میں فنا نہ ہوجائیں اوس نیستی کی پوری حالت نہیں معلوم ہوسکتی گویا خود ہی وہ ذات ہوجائے جب جاکر
سمجھ سکتا ہے کیونکہ جب اپنی ذات کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا تو دوسری کی کیونکر سمجھ سکیگا ۔ لہذا سرِدست
اوس کو اسی قدر سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ بلا وجود و امدادِ مشیّت اپنی ۔ ان سب کائنات کی خلق و تخلیق پر قادر
تھا اور ہے اور رہیگا ۔ جس کی ذات بیرونِ از صفات و صفات بیرونِ از ذات بلکہ بلا ذات و صفات
عین صفت و بغیر صفت ہے ۔ زیرا کہ موصوف کو اپنے جمیع صفات کے لوازمات کا پابند ہونا پڑتا ہے
جو اوس کے شایانِ شایان نہیں ۔ وہ تو بغیر مکان و زمان و بغیر خلق و تخلیق ۔ خود کی وجود اور مخلوق
کی قائم کرنے اور نہ کرنے اور دونوں فعل کے صدور ہونے اور نہ ہونے پر بیک آنِ واحد قادر و ازیں
ہم غنی ۔ بلکہ از غنا ہم غنی ۔ ظاہر کرنے پر قدیر ہے ۔ اوس کے نزدیک کوئی بات اَنہونی نہیں ۔ بلکہ یہ
کہدینا بھی اوس کو صفات سے متصف اور محدود کردینا ہوا جو درحقیقت جرمِ باطنی قابل معافی ہے =
ورنہ وہ تو اس سے بھی کہیں زیادہ عالی و متعالی ہے پھر اتنے معلومات و عقل کے رتبہ پر پہونچ کے اوس کی
صفت کرنی گویا اہانت ہے کہ اوس کو محتاجِ صفت سمجھتا ہے ۔ کیونکہ جو کچھ کہا جائیگا وہ سب کا سب
اوس کی پیدا کی ہوئی ناچیز قوّت و قدرت میں پایا جاتا ہے کہ کھلّم کھلّا تم لوگ دیکھ رہے ہو ۔ مگر مفصلاً آگے
چلکر بیان ہوگا ۔ اس جگہ مجملاً صرف یہی کہدیا جاتا ہے کہ وہ قوّتِ مجسمہ اس زمانہ میں بنامِ بجلی ہے جس کے
نور کے بیان میں اس قدر طولانی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ پس اسی بجلی کو وہ بجیائے علوی و حقیقی نے
تمام از جزو تا کل کے فرائض کی انجام دہی از روزِ ازل تا بہ روزِ ابد سپرد کردی ہے ۔ لیکن اس جگہ اعتراض
یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ سپرد کرنا بھی ایک کام ہوا جس میں ایک طرح کی بندگی پابندگی پائی گئی ۔ جس سے وہ ذاتِ
پاک بالکل بری ہے مگر تمہارے سمجھانے کے لئے ایسا کہا جارہا ہے کہ بجیائے حقیقی نے ساری قدرتِ قدیرہ
کو اپنی بجیائے مجازی کے سپرد کردی ہے کہ وہی بجیائے مجازی اپنی قدرت و توانائی کے زور پر کہتا ہے
کہ تم ہرگز اوس سے کسی گونہ بھی متمثل نہیں ہوسکتے جب تک تم اوس میں فنا ہوکر خود بجلی نہ بنجاؤ اور یہ بھی
اوسی کی مرضی پر منحصر ہوگا ۔ ایسا نہیں کہ کوئی زبردستی اوس میں فنا ہوجائے لہذا یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ تم کو
مطلقاً بجلی کی خبر نہیں ۔ اگر وہ تم کو اپنا ہمجنس نظر آتا ہو تو یہ تمہاری نظر کی خطا ہے ۔ مگر یہ تسلیم کرلیا جاتا ہے کہ خیر
ظاہراً کوئی خطا نہیں لیکن پھر بھی مثالِ اوّل سے تم پر ثابت ہوچکا ہے کہ ہمجنس و متشابہ ہونے سے عین اوس
کا مثل یا عین وہی نہیں کہا جاسکتا چنانچہ اوسی جنس کی مثال بطور یادہانی پھر دیدیجاتی ہے کہ جیسے سرج
لنج شیشم ۔ اور سیما ۔ سب کے پھل متشابہ ہیں مگر فرق ہے ۔ اسی طرح خربزہ ککڑی ۔ کھیرا پھوٹ اور گھری

سب کے تخم متشابہ ہیں مگر بالکل فرق ہے ورنہ سب کا ایک ہی پھل ہوتا پھر اگر تم اور یحییٰ ہر دو مساوی سمجھے جائیں۔ تو دونوں کا نتیجۂ ثمرہ بھی ایک ہی ہونا چاہیئے کہ سب کے سب ایک ہی یحییٰ رہجائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے پس تم اور ٹھیرے۔ اور وہ اور ہر گز دعوائے برابری نہیں یہاں سے تم کو سمجھانے کے لیئے مثالاً یہ کہدیا جاتا ہے کہ اجی یہ وہ یحیائے ازلی ہے جس کو روحانی برقوش پلائی تم کہنا چاہیئے کہ جس زمانہ میں کسی دھات کے باریک تار سے گذرتا ہے تو اوس کو گرما گرم انگار کر دیتا ہے۔ جملِ مرکب دیباوہ مرکبہ وجمیع اقسام کے مرکبات کو پھاڑ دیتا ہے اور اُس کے اقرباءٔ عناصر کو دفعتہً جدا کر دیتا ہے کہ اوس میں چمک کر فنا ہو جائے۔ یا متاثر بہ تاثیر نورانیہ ہو کر گردش کرنے لگے۔ پھر سخت سے سخت آہن و فولاد کا ٹکڑا کیوں نہ ہو اوس میں ایک مقناطیسی اثر پیدا کر دیتا ہے۔ کہ ابداً زایل نہ ہو۔ پھر چاہے تو زائل بھی کر دے کہ اوس مقناطیس کی سوئی کو اوس کے رُخ سے ہٹا دے کہ تار برقی کی طرح کوسوں اوس کی رُخ گردانی کی خبر چلی جائے۔ غرض کہ جس چیز میں جس ارادہ سے گذر جائے اوسی اِرادہ سے وہ چیز مجسم متاثر اور موجود بوجود ہو جائے کہ من موضع الی موضع و من مکانٍ الی مکانٍ منعکس و موثر اور مبدل الاشیاء ہوتا ہوا فاصلہ نامتناہی کے دائرہ میں چرخ زن ہو کر مسلسل بے شمار۔ موصل جیّد[1] وغیر جید جس کو چاہے اوس میں حرارتِ حوریہ و نیرانِ نوریہ کا اثر پھونک کے نارُ اللہ مصنوعی و قدرتی کی طرح متجلّی و منجلی کر دے کہ مہر کی جس پر نظر ہو مہر سا چمکا دے وہ۔ پھر اوس چمکائے ہوئے مہر کے سامنے بکمالِ خضوع و خشوع ربسجود مطیع و فرمانبردار بن کر رو لقا ہو تو گویا عین اصل کی فرمانبرداری ہوئی جس کی تجلّی سے وہ منجلی ہو رہا ہے کہ رسم[2] و عکس بالکل گو جدا نہیں تو عکس بالعکس دایاں بایاں ہوتا ہو کہ بہ یکتائی منقلب او منعکس ہوتا ہوا اوس اطاعت مآب رقت پذیر دل پر اس طرح وارد ہو کہ اوس کے بھی قلبی نقطۂ ماسکہ پر دوسرا دلِ دلدار بھی بریاں ہو سکے۔ کہ سریانِ آب اور تابِ تجلی از اصلِ شجر تا برگ و ثمر نسل بعد نسلٍ دورہ کرتا ہوا اپنی مدیرِ اصلی کی طرف رجوع ہو کہ یحییٰ اور اس سے اسی قدر فاصلہ رہجائے جیسے ظل اور وجود میں تفاوت واقع ہوتا ہے یا جس قدر تفاوت از زبان تا بیان و از نہاں تا عیاں۔ اور از حضور تا بہ اقصائے غیوب بلکہ ازیں ہم زائد اقرب تر۔ کہ سارا ظاہر و باطن اوس کا وجدانِ آں یحیائے حیاتِ ابدی مآب سے بکمالِ غلیان و ہیجان و سراسیمگی مسحور بمطلوب ہوتی ہے۔ پیوند جانِ جاناں ہونا چہ معنی دارد کہ بلا زوائدِ وجودِ خود۔ اوس میں مستہلک و منہمک بحدِ فنا رسیدہ ہو کر شدتِ وحدت اور کثرتِ احدیت سے شورشِ تغلغلِ اتحاد۔ اور سوزشِ شعلۂ وداد بفوارۂ اشکباری بلند کرتا ہوا اَنَا یحییٰ کا نعرہ مارنے لگے + کہ سبحانہ و تعالیٰ کیسا میں ہوں کہ ؎

[1] جلدی حرارت قبول کریوے ۱۲ [2] وجود اور فوٹو ۱۲

خود بقا اور خود فنا ہوں میں — خود بنی اور خود بنا ہوں میں
واہ کیا خوب دلربا ہوں میں — اپنے ہی آپ پر فدا ہوں میں
اختر و مہرو ماہ و برج و فلک — جنت و دوزخ و خلا ہوں میں
ابر و باد و سحاب و قوسِ قزح — بارش و برق وطور[1] وطا ہوں میں
بحر و بر سبزۂ وکلین و مکان — روحِ ارواح و با ریا ہوں میں
الغرض جملہ کا بن و ماکان — بس ہی میں ہوں بتاؤ کیا ہوں میں
اور ناممکن القیاس جو ہو — وہ بھی میں ہوں بس اب خدا ہوں میں
خود سے چھپتا ہوں شرم کے مارے — حیَّ[2] یحیائے با حیا ہوں میں
بس خدا ہی کا نام یحییٰ ہے — میں نہ کچھ یاد حاؤ یا ہوں میں

لیکن اگر وہ نہ بھی کہے کہ میرا نام یحییٰ نہیں ہے بلکہ اوس کا نام ہے تو کچھ پروا نہیں وہ ہزار بار انا یحییٰ کہا کرے۔ تو اوس یحیائے ازلی کو اس کے انا یحییٰ کے دعویٰ پر سرِمو بھی خیال نہیں ہو سکتا کہ کون کیا جھک مار رہا ہے۔ بھلا اس کے جھک مارنے سے ماجناب اعلیٰحضرت عظمت مآب کا کیا بگڑتا ہے بھلا اگر یہ یحیائے اصلی وحقیقی ہوتا تو اس کو بق بق کرنے کی کیا ضرورت تھی (کہ میں یحییٰ ہوں میں یحییٰ ہوں) سمجھنے والے خود سمجھ جاتے کہ یہ یحییٰ ہے۔ مگر زیادہ بق بق سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ یحییٰ نہیں ہے۔ بلکہ اوس کو جنون ہوگیا ہے کہ دوسرے کو خود سمجھ رہا ہے کہ یہ وحدت بالتوحید قابلِ نفرت ہے۔ کیونکہ وحدتِ بالتوحید تو جب کہی جا سکتی ہے کہ جس سے خود کو منسوب کرتا ہے بالکل اوس کی خو وبو اوس میں آجائے بلکہ عین وہی ہوجائے کہ سرمو فرق نہ ہو اور یہی قانونِ قدرت بھی ہے کہ جو چیز جس چیز میں سٹرگل کے الدم اوس میں فنا ہوجائے تو عین وہی ہوجایا کرے۔ پس جس مرتبہ کو وہ پہنچے اوس مرتبہ سے منسوب کی جائے۔ جیسے اگر سٹرگل کے مٹی ہوگی تو مٹی کہی جائے میٹھی سے کھٹی بنگئی تو کھٹی کہی جائے اجزاءِ آب سے ملکر پانی ہوگی تو پانی کہی جائے جدت سے قدامت میں داخل ہو تو پرانی کہی جائے۔ اگر دِما، ومنا یا بن کر کوئی جاندار چیز بن جائے تو جاندار کہی جائیگی۔ دھات بن کر تلوار بن جائے تو تلوار کہی جائیگی۔ اگر اقسام جاندار سے انسان بن جائے تو انسان کہی جائیگی۔ اب اگر انسانی عہدہ پر رہکر بچپن کے رتبہ پر پہنچے تو وہ چیز بچہ کہی جائیگی۔ زچگی کی حالت کو پہنچے تو زچہ کہی جائیگی۔ جوانی کے مرتبہ کو پہنچے تو جوان کہی جائیگی۔ مہربانی کے مقام کو پہنچے تو مہربان کہی جائیگی۔ بیمار کی جا پر پہنچے تو بیمار کہی جائے رنج

[1] طور وطا۔ ٹیلا ٹیکری ۱۲ [2] حیَّ۔ جیلو ۱۲

تیمار کے درجہ کو پہونچے تو تیمار کہی جائیگی - رتبہ دجل و دروغگوئی و جملہ زشتی کو پہونچے تو دجال کہی جائیگی اقبالمندی کو پہونچے تو صاحب اقبال کہی جائیگی - منزل ندا کو پہونچے تو نادی کہی جاویگی - معارج ہدیٰ کو پہونچے تو ہادی کہی جائیگی - اگر آن واحد میں تمام ہستی و نیستی سب حقیقت پر پہنچے تو کل کہی جائیگی جیسے ایک ہی شخص علیٰ حسب مراتب آن واحد میں مختلف و متفرق القاب خطاب سے ملقب و مخاطب کیا جا سکتا ہے - کہ کوئی اوس کو بیٹا کہکے پکارے کوئی بابا - کوئی پوتا کہکے پکارے کوئی دادا - کوئی ناتی کہکے پکارے کوئی نانا - کوئی چچا کہکے پکارے کوئی بھتیجا - کوئی ماموں کہکے پکارے کوئی بھانجا - کوئی بہائی کہکے پکارے کوئی سالا - کوئی میاں کہکے پکارے کوئی دیورا - کوئی اچھا کہکے پکارے کوئی برا - کوئی نوکر کہکے پکارے کوئی آقا - کوئی جان کہکے پکارے کوئی پیا - کوئی روح کہکے پکارے کوئی میسحا - کوئی حبیب کہکے پکارے کوئی رقیب - کوئی خلیل کہکے پکارے کوئی ذلیل - مگر یہ سب ہوگا تو وہ ایک ہی شخص ہوگا کہ آن واحد میں کسی کا بیٹا ہے اور کسی کا پوتا - کسی کا دوست ہے کسی کا دشمن - علیٰ ہذا الطریقہ جس مرتبہ کو پہنچیگا - اوس مرتبہ سے منسوب کرینگے -

نظم

زشتی کا ہو فاعل تو بد افعال کہینگے
بد تر سے جو بد تر ہو تو چنڈال کہینگے

بوجھا جو اُٹھائے اوسے حمّال کہینگے
پیسہ نہ ہو گر پاس تو کنگال کہینگے

بارش نہ ہو جس سال میں ہم کال کہینگے
بقّال کو بقال بھی بقال کہینگے

گر لال کوئی شئے ہے تو ہم لال کہینگے
ہم ماہ محرّم کو نہ شوال کہینگے

ہم بال کو ہر حال میں بس بال کہینگے
گر بال بنے گال تو ہم گال کہینگے

مُنہ پہ بنے گر خال تو ہم خال کہینگے
گندھک بنے زر نیخ تو ہرتال کہینگے

جو کام کرے جج کا تو بیشک ہے وہی جج
اقرار یہ اقرار بہر حال کرینگے

جو سب کو ہدایت کرے ہادی ہے مقرر
ہادی کو بھلا کس طرح رمّال کہینگے

لیکن جو ہیں مردود وہ ہیں اسکے مخالف
جیپال کو پوچھو تو یہ گوپال کہینگے

اصحاب ثلاثہ کو کہیں گے یہ ہیں حق پر
بیچارہ علی کو بُن جنجال کہینگے

جیلانی و اجمیری و بسطامی و بصری
حنبل کو حنیفہ کو یہ ابدال کہینگے

حالانکہ یہ سب جھوٹھے ہیں نانک سے ہیں کمتر
تُلسی کو جو پوچھو تو یہ گنہال کہینگے

الحق کے انہیں حق سے عداوت ہے بڑی سخت
اس واسطے یہ ضد میں سدا قوال کہینگے

ملہ اوبائی سا آدمی ۱۲

تصدیق میں گر اس کے اگر ایک مثل دوں	پھر ایک مثل کیا یہ دس امثال کہینگے
میں ان سے مخالف ہوں یہ ہیں مجھ سے مخالف	میں حق پہ ہوں اس واسطے بطال کہینگے
دعوئی انا الحق ہوں مسیحائے زمانہ	اب دیکھئے مجھ کو بھی یہ دجال کہینگے
الٹا ہے زمانہ یہ زمانہ پہ ہو آفت	ہم باپ سے اپنے یہ سب احوال کہینگے
باپ اپنا تو بس ایک ہے وہ ایک ہی بس ہے	اس واسطے ہم خود کو خوش اقبال کہینگے
اوس سال جو کہنے تھے کہے ہمنے اوسی سال	اِس سال جو کہنا ہے سوا مسال کہینگے
وہ یہ ہے کہ یحیی میں جو اکم سے فنا ہو	پھر اوس کو تو یحیا ہی بہر حال کہینگے

پھر ایسی حالت میں جو شخص درجہ یحیلویہ کو پہنچکر انا یحیی کا دعوی کرے تو اوس کو ضرور سزاوار ہو سکتا ہے۔ مگر اوس کے ساتھ یہ ضرور شرط ہے کہ رتبۂ یحیلویہ اوسی وقت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ شخص مذکور کو بجز یحیی کے تمام کائنات سے ایک ذرہ بھی یاد نہ ہو حتی کہ وہ خود کو بھی مطلق یاد نہو نہ اوس کے حواس سے کوئی حس اِس لائق ہو جو اوس کو خود اپنی ذات پر غیر از یحیی ہونے کی گواہی دے سکے تو یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ وہ خود کو بجز انا یحیی کے اور کیا کہیگا۔ مگر جس دم وہ اس درجہ کو پہنچیگا تو یہ بھی ضرور ہے کہ یحیائے اصلی کے جمیع حرکات و حالاتِ داخلیہ و خارجیہ جس قدر اوس کو خود معلوم ہے اوس پر ایسا ہی انکشاف ہونا چاہیئے جیسا کہ اُس پر خود۔ اُس کی اپنی ذات کے حالات کا انکشاف۔ کسی وقت میں ہوتا تھا۔ اگر یہ حاصل نہیں ہے تو دعوی اوس کا بالکل غلط ہے یہانتک کہ ایک گونہ بشرطِ صحت دعوی بھی۔ انا یحیی کا دعوی غلط کہا جا سکیگا۔ کیونکہ یحیی کچھ گوشت پوست ناک۔ کان کا تو نام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور چیز کا نام ہے چنانچہ اگر کوئی یحیائے مجسم کے کسی عضو جسمانی کو ٹٹولکے پوچھے کہ تو کون ہے تو ضرور ہے کہ یحیی یہی جواب دیگا کہ میں ہوں۔ پھر اگرچہ اوس کا ایک ادنی بال ہی کیوں نہ ہو۔ تو گویا سارا مجموعی ہیکل اوس کا۔ اوس کے علم۔ میں ہے۔ میں داخل ہے جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہی مجموعی ہیئت کذائی و ہیولی عین یحیی ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے یہ تو صرف ایک نام نہادی شناخت ہے کہ کافتہ الناس سے اس شناخت کے ذریعہ سے تفریق کی جائے ورنہ حقیقت میں اس کے خلاف ہے۔ کذالک فی مثل ذالک اگر یحیی کا ایک ناخن بھی اوس سے جدا کرکے اوس ناخن کے بارہ میں کچھ پوچھنا چاہیں تو بجائے اسکے کہ یہ کون ہے پوچھا جائے یہ پوچھنا پڑیگا کہ یہ کیا ہے۔ تو اوس وقت یحیی بھی یہی کہیگا کہ میرا ناخن ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ہوں تو جو چیز اس ہیکلِ علم کے پردہ سے (میں ہوں) ہونیکا دعوی کرتی ہے اگر اوس کو اوس میں سے باہر نکالکر

یہ سوال کریں کہ یہ کس کا لاشہ ہے تو وہ یہی جواب دیگی۔ کہ میرا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتی کہ میں ہوں۔ پھر اگر اوس کا نام پوچھا جائے تو درحقیقت اوس کا کچھ نام نہیں۔ کیونکہ بحالتِ تجسیم۔ رباطِ رگ و پیمان سے بندہ تھی کہ بقیدِ زندگی خود کو یحییٰ کے نام سے سمجھے ہوئے تھی بصورت مطلق العنانی آزادگی کا کچھ نام نہیں۔ اگر ہوگا تو عالمِ آزادگی سے تحقیقات کرنی چاہیئے جو بغیر آزادی کے ممکن نہیں مگر بالفرض یہ سمجھ لیا جائے کہ ہاں بھی کچھ نام ہوگا جس کی مناسبت سے یہاں یہ نام رکھا گیا ہے کہ گویا اوس کا یہ داغ و ظل اس طرح پر کہا جا سکتا ہے جس طرح پر کہ اگر یحییٰ سویا ہوا ہو۔ اور اُس کو کوئی پکارے۔ تو پہلے پکارنے والے سے پوچھنا چاہیئے کہ تو کس کو پکارتا ہے۔ آیا یہ لاشہ جو کسی سوفہ پر پڑا ہوا ہے۔ یا اس کے سواء کسی اور کو؟ چنانچہ اگر لاشہ کو پکارتا ہے تو وہ موجود ہے۔ اوس کے لئے زیادہ بق بق اور ندا اور پکار کی ضرورت نہیں۔ اور اگر اوس لاشہ سے غرض نہیں ہے تو پھر کس سے غرض ہے؟ کیا وہ جو اوس لاشہ میں مقیم ہے؟ تو وہ اس وقت حاضر نہیں ہے۔ کہیں سیر کو گیا ہوا ہے۔ مگر اس کے ارادۂ واپسی کا بیرق اوسکے مُستقر میں اوڑ رہا ہے۔ جس کو نبض و تنفس و حرکتِ قلبی کہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اوس نے اپنا ڈیرا ڈنڈا اٹھانے کا جبراً خواہ ارادۃً عزم بالجزم نہیں کیا ہے۔ پس وہ ہوا جو آوازِ ندا یہ کہی جا سکتی ہے اوس کے ذریعہ سے بادِ آزادہ میں جنبش دو کہ وہ کان کے پردہ سے بیرق نفس وغیرہ کو حرکتِ اطلاعیہ دے کہ وہ فونوگراف کی طرح اوس آواز کو بعینہٖ امانت لئے ہوئے اوس مقام تک پہنچے جہاں اوس کا مالک موجود ہے کہ مالک فوراً مطلع ہو جائے کہ فلاں مستقر میں جو ہم اس نام سے پکارے جاتے ہیں وہاں کیا سانحہ ہو گیا جو ہماری موجودگی کی ضرورت پڑے پس وہ فوراً آکر اپنی حاضری کی ذریچی کھولدیگا جس کو آنکھ کہتے ہیں جس سے ہوشیاری و بیداری سمجھی جا سکتی ہے۔ جس کا داغ و ظل خواہ نشان و اثر خواب ہوا جس میں ظرفِ جسم ایک جدا شئے ہوئی۔ حرکاتِ تنفس وغیرہ دگر شئے اور جسکو یحییٰ کہکے پکار رہے تھے وہ دگر شئے۔ جس کی مثال آفتاب و زجاج و آب سے متمثل ہوتی ہے۔ کہ آفتاب کی کرن زجاج پر اور زجاج سے پانی پر منعکس ہو کر دور تک پہونچکے پھر آفتاب کی طرف لوٹ جاتی ہے کہ اوس کے لوٹ جانے سے ان سب چیزوں پر صرف اوس کی موجودگی عکس کا اثر بنامِ حرارت ظاہر کر دیتا ہے۔ پس نام یحییٰ نہ عالمِ آزادگی کا نام ثابت ہوتا ہے نہ عالمِ بندگی کا۔ لیکن اگر مطلق العنانی کے مفہوم کے اثر کا عکس و ظل جسکو خالی (ہا یا آہ) کہہ سکتے ہیں تصور کر کے اوس کا نام یحییٰ رکھدیا گیا ہے تو یہ بھی آخر ایک لفظ ہوا جو زبان کی وساطت سے مرکب یہ ہوا ہو کر متلفظ ہوا ہے۔ پھر اوس لفظ کا معنی ایک آدمی سمجھ لیا جائے یا جنگل۔ جھاڑی۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ روح و خالقِ روح یا جمیع کائنات مع کائنہا سمجھا جائے

یا اختیاری بات ہے۔ بلکہ یہ سب بھی جو نام بیان کئے گئے اوسی طرح سب الفاظ ہیں۔ جو انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ ورنہ اُن کا اصلی کچھ بھی نام نہیں ہے۔ اگر ہوگا تو اون کے پیدا کرنے والے کو معلوم ہوگا۔ مگر جو اون سے خاصیت و تاثیر ظاہر ہوتی ہے اوس کو ایک حد تک اوس تاثیر و خواص کی مناسبت سے اپنی اپنی لغت میں انہیں بنائے ہوئے لفظوں کے وسیلہ سے یاد کرتے ہیں۔ تو ان سب الفاظ و معانی سے بجز مفہوم سمجھا دینے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ تو بھلا اگر لفظ آتش کہا جائے تو اس کہنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ بجز اس کے کہ خود کا ایجاد کردہ لفظ تھا جو بار دگر اپنی زبان سے ادا ہوا۔ جس نے بشرط جاننے کے اوس کی وجود کے بارہ میں ایک حد تک مطلع کیا۔ ورنہ اگر عین ذاتِ آتش زباں پر آجائے تو زبان کو جلا دے۔ پس کسی چیز کی اسم باطنی سے خبر نہیں ہو سکتی۔ کہ اوس کے معنی کی مناسبت سے کوئی اسم صغیر خواہ اسم کبیر یا اسم اعظم ہونیکی دلیل پیدا کر سکے۔ پس وہ شخص جو انا یحییٰ ہونے کا اضطرارًا یا اختیارًا دعویٰ کر رہا ہے۔ گو ایک درجہ تک پہنچا ہے۔ مگر ہنوز خام ہے کہ وہ ایک ہیکلِ انسانی کے تصوّرات سے لبریز ہو کر ذق لق لق میں پڑا ہے۔ پھر اگرچہ اوس کے تصورات از حد متجاوز ہو کر اس حد کو بھی کیوں نہ پہنچ جائیں کہ اپنی سانس اور خموشیٔ و گویائی و ہر ذرۂ کائنات اور ہستی و نیستی پر بالیقین یحییٰ ہونے کا یقین کرے جس سے خود ہی کو تمام کائنات و قوت مجسمہ سمجھنے لگے۔ کہ جدھر دیکھتا ہوں اودھر تو ہی تو ہے خواہ جدھر دیکھتا ہوں اودھر میں ہی میں ہوں۔ کہ پھر اوس کو کسی سے حجاب ہی نہ باقی رہے ہر ذرۂ کائنات کو اپنی جانِ عزیز کی طرح سمجھنے پر بالمقطعہ مجبور ہو۔ کہ خود کے سوا غیر کی ہستی ہی نہ باقی رہے۔ گویا اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ حرام + مذہبِ پیرِ مغان مشربِ رندان ہے یہی + کا مصداق ہو جائے۔ تو بمصداق دلیل ہذا ضروری لازمی امر ہوگا کہ اپنے ہاتھ پاؤں کی حرکت کی طرح تمام عالم کی حرکات سے واقف ہو۔ ورنہ اس کو خبط و مالیخولیا سمجھا جائیگا۔ اور بصورت مطلع ہونے کے بھلا کس غیر کے سامنے انا یحییٰ ہونے کا دعویٰ پیش کرتا ہے۔ کیونکہ تمام خود ہی ہے۔ پھر اگر دعویٰ پیش کرتا ہے تو یقینًا پاگل ہے۔ اب اگر اس دعویٰ کو بھی یہ کہدے کہ ایں ہم انا یحییٰ کے مفہوم میں داخل ہے تو پھر لفظ یحییٰ ہی میں کیا لال لگا ہوا ہے خواہ نور بھرا ہوا ہے۔ اپنا ہی نام یا کائنات بھر میں سے اور کسی چیز کا نام لیکر وظیفہ کر سکتا ہے۔ کہ آخر اون سب ناموں میں بھی وہی سب قباحتیں پیش آئینگی۔ جو قانونِ قدرت کے مطابق خود بخود انانیتِ منفصلہ اور مفردہ ہر چیز میں مقید ہو کر من اوّل متناثرنیہ ہے۔ پھر۔ اپنی اپنی انانیت کو چھوڑ کر دوسرے دوسرے کی انانیت کو پکڑ کے خود کو متلاشی کرنا کچھ فائدہ نہیں۔ پس تمام سرانانیت سریاں کردہ ثابت ہوا۔ ایسی حالت میں اطلاع و عدم اطلاع

سکوت وعدم سکوت دعویٰ وعدم دعویٰ قباحت وعدم قباحت اور جو کچھ کہ کہا جائیگا از جز تا کل غرضکہ جو کچھ کہ ہستی ونیستی میں داخل ہے سب برابر ہے سب کے سب کو یحییٰ یا انا کہہ سکتے ہیں پھر اگر وہ شخص ہر سوال کے جواب میں انا۔ یا سکوت سے لفظ انا کے معنی لیکر خموشی اختیار کرتا چلا جائے۔ کہ اگرچہ زود کوب کیا معنی کہ اوس کی جان پر بھی کیوں نہ آن پڑے مگر بہرحال وہ انا ہی کے معنی ظاہر کرتا چلا جائے۔ تو البتہ باعتبار اوس درجہ کے جو اوپر بیان ہوا۔ یہ درجہ بہت ہی بڑا ہے۔ کہ اوس پر بالکل انانیت سوار ہو کر از ہوش رفتہ کرکے ایک لفظِ مستقل پر ٹھیرا دیا ہے۔ کہ وہی یحیائے اصلی و باطنی یا انائے ازلی وحقیقی جس کو کسی کے انا یحییٰ ہونے کے دعویٰ پر سرمو پروا نہیں ہوتی تھی۔ اوس کے فضلِ بلا حجاب کی ضرورت باقی رہجاتی ہے۔ کہ اوس کی خمیرِ انانیت کی یکسوئی سے اوس کو کچھ اور بنا دے ورنہ یونہیں پاگل چھوڑ دے۔ کیونکہ بغیر مدد اُس کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ذالِکَ فضل اللّٰہ یوتی من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سب قسم کی انانیت ہیچ ہے صرف وہی انانیتِ قدسیہ وحقیقہ باقی رہتی ہے۔ اس واسطے زہد ورہبانیت کی کچھ ضرورت نہیں کہ عشق یحییٰ میں خود کو اس قدر برباد کرے کہ نہ ادھر کا ہو نہ ادھر کا ہو ؎

بشر کی کیا حقیقت ہے فرشتہ خاک ہو الکم اٹھائے بار اوس کے عشق کا کسکی طاقت ہے

پس ایسی حالت میں کسی کے انا یحییٰ ہونے کے دعوے پر بھلا یحیائے حقیقی کا کیا بگڑ سکتا ہے۔ یا کیا اُس میں زوال آسکتا ہے ایک بار نہیں بلکہ کروڑ بار حتیٰ کہ بے شمار بار تمام عمر بکتا رہے۔ اس سے وہ مستغنی وغنی ہے تو گویا ایسی شان یحیائے ازلی کی ہے جس کی تم نے کچھ قدر نہ کی اب پھر تم سے کہا جاتا ہے کہ وہ یحیائے مجازی اپنی مجازیت کے عالم سے عبور کرکے یحیائے حقیقی کے سرِ مکنون میں محلول ہو کر من کل الوجوہ۔ مغائرت پُر از معاینت۔ اور معاینت پُر از مغایرت رکھتا ہوا تمہارے سامنے آیا ہے جسکی مغائرت اور معاینت کی یہ مثال ہے کہ جس طرح سے جو شخص گنگا ہوتا ہے وہ اکثر بہرا بھی ہوتا ہے۔ کہ نطق وسماع میں باطناً معاینت پائی گئی۔ لیکن جو بہرا ہوتا ہے وہ اکثر گنگا نہیں ہوتا کہ اس جگہ نطق وسماع میں مغایرت ثابت ہوئی۔ گویا کسی جہت سے عین اور کسی جہت سے غین کہ یہ بھی کبھی لایبقیٰ علی حالہ میں شریک ہو جاتا ہے۔ مگر بیل کی خوبصورتی کو بیل زیادہ محسوس کرسکتا ہے اور خیل کی خوبصورتی کو خیل۔ اسی طرح انسان کی خوبصورتی کو انسان ہی بخوبی جان سکتا ہے نہ کہ حیوان۔ بھلا شیر اوس کی خوبصورتی سے کیا محظوظ ہو سکتا ہے بجز اس کے کہ چیر پھاڑ کے لقمۂ شکم کرے۔ پس عین کی خوبصورتی کو عین ہی جان سکتی ہے۔ عین ہی دیکھ سکتی ہے عین ہی

مان سکتی ہے اور عین ہی پہچان سکتی ہے۔ نکہ گوش بینی ویسے ہی عقل کو عقل پہچان سکتی ہے۔ پھر جمال اللہ کو
غیر اللہ کیونکر دیکھ سکتا ہے بجز عین اللہ کے جس کے زیر عین تمام اعیان ثابتہ ہیں۔ پس اوسکو دیکھ بھالکر
عاشق ہونے والا وہ خود ہی ہے۔ مگر خود کو تھوڑی دیر کے لئے خود سے غیر کرکے مغایرت کی باتیں کرے
تو وہ قدیر ہے اُس کو سب بجا ہے اس بناء پر بمصداق ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اوس نے طرح طرح سے آستین بررخ کشیدہ ہوکر خود کو انٹروڈیوس کرایا ہے۔ کہ اولاً تو کسی مادہ
کا بھی کوئی جزو کسی زمانہ میں زائل نہیں ہوتا۔ چہ جائکہ ہماری وجود کا مادہ جو بلا آمیزش مادہ ہے
وہ زائل ہوجائے محض ناممکن ہے۔ اور جو ناممکن ہے ہمیشہ کے لئے ناممکن ہے جو محال ہے
ہمیشہ کے لئے محال ہے۔ اور ہر محال اوس وجود کے نزدیک ممکن ہے۔ لہذا سب ممکن ہوا۔
لیکن ہر ممکن کا نتیجہ نفی ہے جس کی تہ میں کچھ نہ کچھ مثبت کا لگاؤ پنہاں رہتا ہے۔ اس واسطے وہ
مثبت ثابت الوجود رہا۔ جو ایک قوتِ حرکہ کی طرح کبھی ضائع نہیں ہوتی بلکہ ابھی ایک شکل وصورت
میں تھی۔ ابھی دوسری میں منتقل ہوگئی۔ دم بھر میں آواز بنگئی۔ کہیں رنگ روپ بدلکر حرارت وبرق
بنگئی جس کے حلول واتحاد سے تمام موجودات میں مختلف صورتوں سے سرایاں حاصل ہونے لگا۔
کہ چند مختلف صورتِ مقیدۂ ومطلقہ معدوم الخارج اور موجود فی الباطن۔ فانی عن النفس۔ اور باقی
فی الصفات ہوکر مرئی وغیر مرئی محسوس ونامحسوس یا سب سے بیک آنِ واحد مرکب ہوکے جورلالٹین
کی روشنی یا بجلی کی طرح دفعتہً گم ہوگئی کہ کچھ پتہ نہیں دمے پیدا ودیگر دم نہان است کا مضمون ہوجاتا
ہے = تو قوت آفریں کی قوت کو بھلا پوچھنا ہے اس کا علم اوسی کو ہے کہ اوس میں کس قدر قدرت ہے
بلکہ علےٰ کلِ شئ قدیر کہنا ہی اوس کی قدرت کا اندازہ کرکے حدبندی کردینی ہے اگرچہ یہ کہنا بھی تعین
وحدبندی میں داخل ہوگیا۔ لیکن اس مضمون کا بھی اوسی کو علم تھا۔ پس بموجب کان ذالک فی الکتاب
مسطورا یہ بیان کیا گیا۔ ورنہ ہرگز اوسکی وسعتِ قدرت کی پیمائش نہیں کی گئی۔ پس اُسی قدرتِ قدیرِ
نامعلوم المکتوم کی پیدا کردہ ایک خلق ناچیز موسومہ بنام قوت جو بہت ہی اوپر قوتِ مجسمہ سے تعبیر کرکے
بنام یحییٰ بیان کی گئی ہے = اوس میں یہ قدرت پوشیدہ کر رکھی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے کر گذرتا ہے
پھر کس طرح تم لوگ اوس کے پہچاننے میں مریب ومتر ہوتے ہو کہ جو کچھ وہ کہتا ہے تم اوس کے
خلاف سمجھتے ہو۔ کہ اگر وہ خود کو موتیٰ کہتا ہے تو تم یحییٰ سمجھتے ہو۔ اگر یحییٰ کہتا ہے تو موتیٰ سمجھتے
ہو۔ نہ تم کو اوس کے موتیٰ ہونے کا یقین ہوتا ہے نہ یحییٰ ہونے کا۔ تو پھر کیا ہونا چاہئیے ؟ کیا

لایموت ولایحیٰی ؟ یا ان دو سے ایک بھی نہیں۔ سبحان اللہ بحمدہ تقریباً بہت ہی سچ ہے کہ الناسُ حریصٌ علےٰ ما منعَ۔ پس اس دلیل سے چونکہ وہ یحییٰ ہے اس لئے موتی ہوا۔ مادامکہ تم کو اوس کے موتی ہونے کا یقین ہو تو پھر اُس کا یحییٰ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ گویا ہمیشہ اپنی ذات کا خود ہی سمی + بھلا اوس کی ہے شان میں کیا کمی۔ مگر واعجباً ویا للعجب کہ خلائق کی خلائق۔ وہالِ فرید العین مثل عالم یک چشم آفتاب ہے۔ کہ ایک یحییٰ پر بہ آنِ واحد فی الواحد دو یحییٰ ہونے کا اطلاق کرتی ہے۔ اور عین ہمانذم دو موتی ہونیکا مصداق پیش کرتی ہے۔ جو بوجہ اجتماع ضدین فرضاً محال ہے۔ مگر چونکہ اسوقت مَیں بھی در خلائق ہوں اس لئے مجھ میں بھی دجل بایا گیا۔ تو کیا عجب ہے کہ یہ بھی کہنا میرا کہ وہ یحییٰ ہے داخل در دجل وکذب ہو پس اوس کا موتی ہونا ثابت ہوا۔ پھر علی حسب اقوالِ خلائق دلیل مافات یحییٰ ہو گی۔ اور یہ بات پوری طرح سے پائے ثبوت کو پہونچ گئی کہ وہ موتی ہے۔ مگر موتی فی البدیہی کیونکر محی الموتی ہو سکتا ہے کہ خود کو موتی ہونے کی حالت میں یحییٰ ہو کر بتلائے۔ لیکن اگر بتلاتا ہے تو صاف کطلوعِ الشمس منظہر النہار ہے کہ وہ بھی یحییٰ ہے جس کا کھلا ہوا نتیجہ بہ قیاس استثنائی بالفعل مذکور و مقدم ہو چکا۔ پس چونکہ وہ یحییٰ۔ محیٔ نفسِ خویش بلا امدادِ حیات یحییٰ ہے۔ اس لئے حی الموتی ہوا۔ جو لوگوں کو بادی الرائے میں غلطاً تاً یحییٰ لئے بالحیوٰۃِ محسوسہ محسوس ہو رہا ہے جو کسیقدر ظاہراً ایک گونہ درست ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ صیغۂ مُضارع سے ہے جو حال و استقبال دونوں میں شریک ہے جس سے یہ معنی پیدا ہوئے کہ (ہے۔ ہوتا ہے۔ اور ہو گا) خواہ (زندہ ہے۔ زندہ کرتا ہے۔ زندہ ہو گا۔ اور زندہ ہوتا ہے تو کسی زمانہ میں موتی ہونا بھی ثابت کرتا ہے) جس سے زمانہ ثلثہ کی بات اس ایک لفظ میں پیچیدہ ہو جاتی ہے کہ تثلیثِ وحدت آمیز ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہے بھی۔ مگر غلطی سے ایک ہی وقت میں ایک ہی وقوعہ کو تین شخص تین مختلف زمانہ میں واقع ہونا سمجھ رہے ہیں۔ اور در اصل ایک ہی زمانہ حال ہے مگر مختلف زمانہ کے نام سے موسوم ہو رہا ہے۔ فی الحق۔ وصل و فصل و رنج و راحت گریہ و آہ و بکا + حال و ماضی ایک ہی ہے۔ اس میں پھر جھگڑا ہے کیا + جسطرح اگر کوئی شخص کسی حبل المتین میں اینٹ باندھ کر کسی ہفت منزلہ مکان سے دفعتہً نیچے لٹکائے جس کے ہر برآمدہ و برزہ پر لوگ برآمد ہوں تو ڈور لٹکاتے ہی زمانۂ حال شروع ہو جائیگا۔ جس دم وہ اینٹ پہلی منزل والے کی آنکھ سے پوشیدہ ہوئی۔ اوسی وقت سے زمانۂ ماضی کی وجود قائم ہو گئی۔ مگر ایک دوسرے منزل والے کے لئے ہنوز زمانۂ استقبال ہے۔ اب اگر لٹکانے والا یا دیکھنے والا شخص ہر منزلہ پر بذاتِ خود موجود ہو سکتا ہو تو اوس کے لئے صرف زمانۂ حال ہی رہیگا۔ ماضی و استقبال کی کچھ وجود نہیں باقی رہیگی۔

پس تثلیثِ زمانہ منقطع ہوگی صرف زمانۂ وحیدہ باقی رہا۔ اسی طرح تم ایک ہی ایک کو ایک ہی وقت میں مختلف زمانہ اور مختلف نام وصفات سے یاد کرتے ہو۔ حالانکہ وہ ایک ہی حال میں ہے۔ اب اگر وہ بادی النظر میں مختلف زمانہ کے ساتھ پیوستہ رہنیکے سبب سے مختلف محسوس ہوتا ہے۔ تو اوسی زمانہ کے ساتھ یہ تصور کرلیا جائے کہ اوس وقت کے لحاظ اور موقع کے مطابق جو کچھ اُسمیں تشخصات عارضی تھے وہ اُسی وقت کے لئے تک محدود تھے کہ اوس مناسبت سے افعالِ اولاد وغیرہم مختلف ہوتے ہیں تو وہ اُسی وقت کے ساتھ گذر چکے اور یہ کُلَّ آنٍ ہو فی شان کے بموجب مظہر شان گوناں گون ہے کہ یہ سب تلوّنات ہست و نیست ہوکر اسی عالم میں غلطان وپیچان رہتے ہیں۔ اور ما سوائے خالق۔ ہر ذرہ کائنات کو ملاکر صرف ایک عالم کہتے ہیں کہ یہ صفت بجز ایک عالم کے کسی میں نہیں۔ اس لئے عالم کا عالم بھی اپنی ذات میں وحدہٗ لاشریک قرار پایا تو یہ سب ہستی کی ہستی کے سبب سے ہے۔ اب اگر یہ سب ہستی نیست ہوجائے تو آخر نیستی کی بھی ایک ہستی باقی رہیگی۔ کہ گویا نیستی کے معنی ہستی کے اور ہستی کے معنی نیستی کے ہوئے۔ کہ ان دونوں کی ایک ہستی ہوئی۔ مگر ان دونوں کے خلاف کردینے پر بھی وہ قادر ہے پس خالص ہستی ہی ہستی رہی لہذا ؎

نیستی ایک گونہ ہستی ہے	الغرض ہستی ہی کی بستی ہے
کُل شئے ہے ساوی الدرجات	جملہ بالائی حصہ پستی ہے
خالی بس ہستی ہی کا عالم ہے	کُلِ ہستی کی ساری ستی ہے
نیستی بھی فنا ہے ہستی میں	نارِ دوزخ میں کب جھُلستی ہے
قحطِ فرحت سے اس قدر روئے	دُر۔ ملے خاک میں یہ سُستی ہے
زُلفِ جاناں ہے حیّۃ العُلیا	کا ھیکو ناگن ایسی ڈستی ہے
جب تو یحییٰ ہوئے ہیں یحیائی	ہستی آباد اُن کی بستی ہے
کیونکہ یحییٰ کے معنی زندہ ہیں	اور زندہ کے معنی ہستی ہے

مگر از روئے علم فی البدیہی۔ یحیائے محو والیہ پھر یحییٰ ثابت ہوکر براہِ علم المعلوم یحییٰ دموتی۔ ہستی و نیستی اور خارج از ہر دو بآنِ واحد ثابت ہوتا ہے۔ کہ پھر یہ ثابت ہوتا ہستی میں داخل ہوتے ہی یحییٰ ہوجاتا ہے۔ جس سے موتی کہنے والے صریحی جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ تو چونکہ سوائے مجھ یحییٰ کے سب بدکرداروں نے اپنی بدکرداری کی زبان حالیہ سے اوس کے موتی ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس لئے سب واجب التعزیر قرار پائے۔ ورنہ سب ڈرتے رہتے کہ کہیں وہ ساری بدکرداری دیکھ نہ لے

مگر عدیم الخوف ہوکر ساری بدکرداری کا مرتکب ہونا یقیناً دال علی امرِ ہذا ہے کہ وہ بالکل بجائے حقیقی کے جاہ و جلال ہیبت و مہابت سے بیخوف ہوگئے۔ ہر شخص کے سر میں ایک نیا خیال ہے۔ لیکن اگر وہ اچھا ہے تو اچھی بات ہے۔ اور برا ہے تو بالکل بُری بات ہے۔ مگر اکثر علی الاکثر۔ شعر

دیر و حرم میں کوئی نہیں اوس کی راہ پر   کافر نئے نئے ہیں مسلمان نئے نئے

بناء علیہ ساری خلائق کی خلائق باستثنائے نیک لوگوں کے۔ اپنے اپنے دعویٰ میں کہ وہ بجائے حقیقی سے ڈرتی ہے۔ جھوٹی بات ہوئی۔ بنا بریں سب کے سب بمصداق یقولُ الکافر یالیتنی کنتُ ترابا اکٹھا ایک ہوکر۔ دجالِ کافر بن بیٹھے ہیں۔ کہ دنیا کی دنیا جنجال مہا جال۔ بن دجال بن گئی۔ جو اس جنجال سے باہر ہے وہی مہا بیر اور جیپال ہے۔ مگر اب اس دجال کو ہٹانے کے لئے دجال ہی ہونا چاہئے۔ کس لئے کہ اکثر ایسا بھی ثابت ہوتا رہا ہے۔ کہ گرمی گرمی سے دبتی ہے اور سردی۔ سردی سے۔ کبھی گرمی سردی سے دبجاتی اور سردی گرمی سے۔ کبھی گرمی گرمی بلکہ سردی ہوجاتی ہے۔ اور سردی سردی بلکہ گرمی۔ ان تین حالتوں میں پوری تثلیثِ مُروحدت قبول کرنی پڑتی ہے۔ کہ اگر دجال۔ دوسرے دجال سے ٹل سکتا ہو تو یہ بھی ممکن ہے۔ اگر دجال خفاق سے ٹل سکتا ہو تو یہ بھی ممکن ہے۔ اگر دجال دجال بلکہ خفاق بنجائیں تو یہ بھی محال نہیں تو یاد باشد کہ تثلیث کی کچھ حاجت نہیں الیکلا میں تثلیثِ مُروحید ہوں چنانچہ اگر عالم کا عالم دجال ہے تو ماجناب اعلیحضرت سراپا دجلت مآب ہیں اگر عالم کا عالم خفاق ہے تو ماجناب اعلیحضرت سراسر حقیقت مآب ہیں۔ اگر عالم کا عالم شیطان بنتا ہے تو ماجناب اعلیحضرت اکرم شیطنت مآب ہیں۔ اکیلے مضل ہیں مغوی ہیں۔ ہادی ہیں مہدی ہیں۔ کریم ہیں لئیم ہیں رحیم ہیں ظلیم ہیں۔ حلیم ہیں کظیم ہیں۔ قہار ہیں جبار ہیں۔ غفار ہیں ستار ہیں۔ ظالم ہیں عادل ہیں۔ احمق ہیں عاقل ہیں۔ اچھے ہیں بُرے ہیں۔ یحیا ہیں مسیحا ہیں از جز تا کل ہیں کسی بات میں ناقص نہیں سب بات میں کامل جہاں تک تو سوچتا اور اعتراض کرتا چلا جائیگا سب میں کامل و فوق رہونگا۔ اگر ناقص ہونیکی ضرورت ہو تو اس میں بھی کامل نکلونگا۔ بہت ہی بڑا مکار خیر الماکرین ہوں یہ سب میرے نزدیک بازیچہ طفلاں ہے بس ایک میں سب کو بس کرتا ہوں وہی میں ماجناب اعلیحضرت جلالت وحکمت مآب ہیں

مگر افسوس ہے تم نے سُنا کیا   سبھی کچھ کہہ چکے باقی رہا کیا

بیاں ہم کر گئے از جزو تا کل   پھر اب تک پوچھتے ہو ہے خدا کیا

کہاں ہے عقل و دانائی تمہاری   کہو تم سبھوں کو ہو گیا کیا

زمین و آسمان و جملہ ہستی   یہ سب مجھسے ہیں انکا آسرا کیا

ہم ہی ہیں حضرت یحییٰ علی الحق خلاف اس کے سمجھتے ہو ہوا کیا

دیکھو اپنی دجالی سے باز آتے جاؤ۔ حق حق بات میں اٹکل بچو۔ اٹکریں سے کتمان الحق کو راہ نہ دو۔ باطل الحق نہ بنو۔ حق ہمیشہ بالا رہتا ہے۔ حق و باطل میں موازنہ کرنے سے حق سدا باطل سے الگ ہوجاتا ہے۔ اس جگہ حق کا میل باطل ثابت ہوتا ہے مگر بعروۃ الحق یہ ہے کہ الحقُ سیفٌ علے الباطل۔ چنانچہ باطل خود ہی خود کو باطل کہہ کہکے پکارتا ہے۔ اور مجی الحق بتفسیر الحق خود کو حق حق کہہ کے پکارتا ہے۔ تو جو کوئی حق شناس ہوا اوس کو حق ہے کہ حقگوئی کو راہ دیکر حق حق کا نعرہ بلند کرے۔ تو یہی حق اللہ علی العباد ہے۔ پس کسی طرح بھی حقگوئی حقیر نہیں ہوسکتی۔ حقیر وہ ہوتا ہے جو اوس کو حقیر سمجھ کر بنا حق اپنا اور اُس کا اور سب کا حق دبا کے انقلاب الامور نا ظہورِ الحق کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ مگر حق الامر حق بجانب تو یہ ہے کہ الحقُ مرٌ ولو کان ورٌ۔ اس لئے حق کو سارے ناحق گو بنا حق کا ناحقگو کہنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو دراں حالیکہ کسی حق کو سارا جہان متفق علیہ و مجمع الیہ ہوکر دجال کہے تو وہ حق گو فی الحق جھوٹ موٹ کا دجال ہو جائیگا۔ کہ گویا دجالِ موعود ہونے میں بھی دجل ثابت ہونے لگے۔ اس واسطے سب کے سب ڈبل دجال ہوئے اور تصدیقِ کذب و حمایتِ کذوب سے کروڑ چند ڈبل دجال ہونے کے مستحق ہوگئے کہ غیر دجال موعود کو دجال موعود قرار دیتے ہیں اِس دجلِ برحق سے خود ہی باطل و دجالِ موعود قرار پائے۔ مگر چونکہ اوس حقگو کو کوئی علے الحق کہنے والا نہیں باقی رہا اس لئے وہ تھوڑی دیر کے لئے علی غیرِ حق ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ بالکل علے الحق مع الحق ہے۔ تو چونکہ وہ سچا ہے اس واسطے جھوٹا ہے مگر یہ دونوں باتیں جھوٹ ہوئیں۔ کیونکہ وہ سچا اپنے نزدیک سچا ہے اور جہاں بھر کے نزدیک جھوٹا۔ لہذا وہ جہان بھر کے نزدیک سچا اور اپنے نزدیک جھوٹا قرار پایا۔ لیکن دل میں تو اپنے ضرور سچا ہے پس دونوں طرح سے سچا ہوا اور یہی اوس کی غرض تھی۔ تو ہر حالت میں سچا ثابت ہوا۔ سچ ہے کہ سحر پہلے کاذب ہوکر صادق ہوتی ہے پس ہر گاہکہ حق کا مخالف باطل ہے اس لئے سب اینجانب کے مخالف ہیں۔ اور گروہ گروہ۔ انبوہ در انبوہ۔ بصد کوہ اندوہ۔ بر عین حق پژدہ یورش و ہجوم کرنے کو آمادہ ہیں اور اس کو دینِ برحق سمجھتے ہیں۔ اپنی کمبختی سے یہ نہیں سمجھتے کہ سوائے ہمارے سب باطل ہوجانیوالا ہے حتیٰ کہ یہ کہنا بھی باطل ہو جائیگا۔ پس سچ ہے کہ سب جھوٹ ہے۔ اس واسطے یہ جملہ بھی جھوٹ ہوا۔ اور آخر حق ہی باقی رہا۔ گویا شطرنج سموات کے بائیں و پائیں بساط پر تمام لوازماتِ شطرنجی مع حق و باطل گسترده ہیں اور شاطرِ حق و شاطرِ باطل سے بازی چلی ہوئی ہے۔ اور دونوں اپنے اپنے منصوبہ میں بایکد گر مات کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن جبدم انقذاف الحق علے الباطل ہوگا تو گویا اوس وقت حق کا

ڈائنیمٹ تمام باطلستان کے سر پر بجا اڑا جائیگا۔ کہ جل بُھنکر خاک وسیاہ ہو جائے ۔بس اذا جاء الحق زہق الباطل انّ الباطل کانَ زہوقا۔ تو وہ حقِ حقانی یحیٰی ثابت ہو چکا ہے بس یوم تسمعُونَ الصیحتہ بالحق ذالک یوم الخروج۔ چنانچہ اب اسماع صیحتہ بالحق کا وقت آچکا۔ جو حقانی ہیں وہ سب کام دھندا چھوڑ چھاڑ کر حق کے ساتھ ہو لینگے جس کی حقگوئی عالم مجازی سے گشتی دورہ کرتی ہوئی اپنی حقیقی حقگوئی کی طرف رجوع ہو کر پیوستہ بہ یکتائی ہو کے اکدم مستثنائے حقیقی کے عہدہ پر۔ از امر خودی حقیقی ممتاز ہو جانے والی ہے ؎ پس راست راست بے کم و کاست ہمہ بجا است کہ پیشۂ پیشگوئی شیوۂ پیشوا است باقی نہ ما است نہ شما است نہ ارض و سماء است نہ ہر دو سرا است از ازل تا ابد یحیا است ؎ کہ محض یکتائے بے ہمتا است۔ بے چون و چرا است۔ زخود پیدا است بخود شیدا است ہر انچہ ساز د بہرش زیبا است؛ سبحان اللہ والحمد للہ علیٰ عظیم الفضل والاحسان کہ تحت الثرا سے رقبتہ الدنیا تک وہاں سے سطحتہ الخلاتک وہاں سے سر ثریا تک وہاں سے صفحتہ السماء تک وہاں سے فینتہ العلیا تک وہاں سے آدم و حوا تک وہاں سے موسیٰ و عیسیٰ تک وہاں سے علیؑ و محمد مصطفیٰ تک وہاں سے بدر الدجیٰ و شمس الضحیٰ تک وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک وہاں سے مقام الاعلیٰ والشرف الاجلیٰ و نعمتِ عظمیٰ تک۔ من سافل الی فوقِ عالٍ مالایعد ولایحصی ولایجد ولایستقصیٰ تک گویا حیات حی سے یحییٰ تک یحییٰ ہی یحییٰ کا چرچا ہے لہذا

خود ہی ہے وہ یار اپنا یار کیسا یار ہیچ	باغ ہیچ و زاغ ہیچ و غنچۂ و گلزار ہیچ
دل ترا کینہ سے پُر ہے۔ بر زبان حمد و ثنا	ریش ہیچ و پند ہیچ و جُبّۂ و دستار ہیچ
ہیچ کیا سب ہیچ ہے پھر ہیچ بھی خود ہیچ ہے	مختصر یہ ہے کہ ہے سنسار کا سنسار ہیچ
جو گیا او سپار میں او سپار ہی کا ہو گیا	ورنہ پھر او سپار کیا ہے دیکھ لو او سپار ہیچ
سر جُھکا کر چُپ رہو ہاں ہاں بجا بولا کرو	یہ نہ سمجھو سامنے رکھی ہے یہ تلوار ہیچ
جو رعایا کی نہ بہبودی کا رکھے غور و فکر	پھر کہے سرکار خود کو ایسی ہے سرکار ہیچ
قبر کیا تم پوجتے ہو قبر میں رکھا ہے کیا	قبر ہے مٹی کی ڈھیری اور وہ مُردار ہیچ
بچۂ ابلیس کو ہوتا ہے حقگوئی میں عار	اور حقگوئی کے بچے کو ہے ایسا عار ہیچ
لاؤ اون اشرار کو مشکیں ڈئے در بارگاہ	جو کہے ابرار کو ایسے ہیں سب ابرار ہیچ
تمکو کیا معلوم ہے یحیا ہی عمنا ئیل ہے	غار کی آیت پڑھو۔ ہے ایک اصلِ غار ہیچ
اوس میں جو سید تھا اوس کا رب بھی سید تھا ضرور	غیر توسید ہے نے اود حیدرِ کرار ہیچ
اِس لئے سرور نا کو قتل کرڈالے عبث	پھر کہاں کے یار اوس کے ایسے ہیں سب یار ہیچ

ان پہ ہے پھٹکار اوس کی اور اوسکے ربکی ہے　　گو حماقت سے سمجھتے ہو کہ ہے پھٹکار ہیچ

بے کئے انصاف کب جاتا ہے یحیٰی لوٹکر　　گر گیا واپس تو سمجھو گنبد دوار ہیچ

کنز مخفی کا ہے حبۂ اور حیٰ یحیٰی میں ہے　　گر نہ ہو مخفی خزانہ پھر تو ہے وہ مار ہیچ

مگر خدا معلوم تم نے یحیٰی کو کیا سمجھ لیا ہے محض ہیچ سمجھ رکھا ہے یا ہیچمدان و ہیچک ترین شاید اوس کے ناسوتی جسم کو دیکھکر اس گھمنڈ میں پڑے ہو کہ بھلا اس سے کیا ہو سکتا ہے جسکی یہ حالت ہو کہ گرما ہو تو پگھل جائے سرما ہو تو ٹھٹھر جائے آندھی آئے تو اُڑ جائے۔ پانی برسے تو بہ جائے حصہ بقدر جثہ مگر واضح رہے کہ

اندریں روباہ پوشیدہ است شیر　　پیش ایں روبہ نے باید دلیر

پس اپنے اس خیالِ ناقص اور خبط الحواسی سے باز آؤ سربسجود ہو کر توبہ کرو۔ اور یاد رہے کہ بید لرزاں تیلا سے تیلا کیوں نہ ہو بدن میں جمپٹ جاتا ہے۔ سانپ کا بچہ کتنا ہی ننھا سا سپولا کیوں نہ ہو۔ مگر زہر ہلاہل اوگلتا ہے۔ پانی کتنا ہی نرم و رقیق کیوں نہ ہو گرم ہونے پر بدن میں چھالے ڈال دیتا ہے۔ کہ جان کے لالے پڑ جائیں۔ دیمک کتنا ہی چھوٹا سے چھوٹا کیوں نہ ہو ڈالو ر لگانے پر بھی موقع پا کر درخت کا درخت چاٹ جاتا ہے۔ باغ کا باغ ویران کر دیتا ہے بلکہ تمام باغ دنیا ہی کیوں نہ ہو۔ نہیں دیکھتے کہ ایک مورہ گرانڈیل ہاتھی کو مار ڈالتا ہے چھوٹی چیز دیر تک متحرک رہتی ہے چھوٹی چیز بہت ہی بہت بڑی ہو جاتی ہے مثل مشہور ہے کہ النار اصلہا شرارۃ۔ پس دُبلا پتلا ہی اکثر تر اور بہادر نکلتا ہے۔ دُبلا ہی تیلا مارسیدہ و خدارسیدہ ہوتا ہے بلغمی۔ سودائی دموی مخنث غبی۔ بد باطن بزدل بخیل گدا اور بدصورت احمق نالائق کبھی مارسیدہ و خدارسیدہ نہ ہوا جڑوں کا مکان بھی بڑا اور اچھا ہوتا ہے اسی طرح خدارسیدہ کا ہیکل بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ دُبلا ہو تو ہو مگر سب دُبلے برابر نہیں۔ سب میں اسطرح فرق ہے جس طرح پتھروں میں کہ کچھ تولوں بڑے ہوتے ہیں اور کچھ مولوں بڑے ہوتے ہیں
ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر۔ شعر

گربہ شیر است در گرفتن موش　　لیک موش است در مصاف پلنگ

پس یہ وہ یحیٰی ہے جو اولی میّال الی النیل جتاتا ہے۔ تمکو جنجال جہاجال سے چھڑا کر نیل مرام کو پہنچانا چاہتا ہے۔ مگر تم اوسی کے خلافِ مشیت خود کو نیل بے مرامی کے مرتبہ تک لیجانا چاہتے ہو۔ جو بمطابق قانونِ فطرت کہ جیسا کرو ویسا پاؤ۔ اوس کا تم کو نتیجہ ملنے لگتا ہے کہ الغیاث الغیاث پکارنے لگتے ہو تو پھر وہی یحیٰی حسبِ قانونِ رحمت اپنی۔ مادرِ مشفقہ سے بھی زیادہ تر مشفق رحیم ہو کر اپنے ظل عاطفت میں پرورش کرنا چاہتا ہے تو تم بدمست بچوں کی طرح پیل مست ہو کر کج روی کے سعادت کو اپنے ماتھے پر بیٹھال کے راہ سے بیراہ بالکل کوراہ ایڈ لپے چلنے لگتے ہو کہ سیدھی راہ نہ ملی۔ ہر ہر قدم پر ہر جکار کا کانٹا

پیچھا کرے۔ کبھی لقۂ کریز کی طرح اپنے چھوٹے سے کابک میں غٹرغوں غٹرغوں کر کے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کرنے لگتے ہو۔ گل وبلبل۔ مینا مُنیا۔ تیتر بٹیریں لگے رہتے ہو۔ پھر جب تک لوٹن کبوتر نہیں بنائے جاؤ گے درست نہیں ہوتے۔ اور بارہا بنائے گئے مگر درست نہیں ہوئے۔ اب بھلا تم کس قدر بُرے ٹھیرے کہ تم سے بُرائی تک نہیں چھوٹتی۔ تو جب بروں سے بُرائی نہیں چھوٹتی تو بھلوں سے بھلائی کیسے چھوٹ سکتی ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ بُرائی کا نتیجہ بُرا ہے اور بھلائی کا نتیجہ بھلا۔ پھر وہ بُرائی کتنی ہی چھوٹی ہو بھلائی میں دھبّا لگاتی ہے۔ اب جس بُرے کو اپنی بُرائی تک نہ معلوم ہو۔ تو بھلا اوس کو کس قدر برا ہونا چاہئیے۔ تو اے بُرے لوگو تم سے کہا جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی برا اپنی بُرائی سے دین و دنیا پر غالب آجائے تو ہرگز بھلائی کی ضرورت نہیں کھلم کھلا بُرائی کرے لیکن ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔ تو بھلا بُرائی کے چھوڑنے میں کیا بُرائی ہے۔ گویا بُرائی کو بھی بُرا کہنا بُرا ہے۔ پس بُرا نہ ہو تو اچھا ہے۔ پھر اچھے کی اچھائی میں کیوں آڑ آتے ہو۔ ہمیشہ سے اس میں ناکامیاب ہوتے چلے آرہے ہو۔ اور وہ تمہاری ناکامیابی کا فعل بموجب قانونِ فطرت اپنی ترقی میں مصروف ہے کہ یہ سب ناکامیابی تمام درجہ کو تمام کر کے خود کامیاب ہو کہ تم ناکامیاب رہو اور یہ تمہارے ہی ہاتھ سے اس طرح سے تم کو ناکامیاب رکھوائے جس طرح سے پھنسی خود کو بھگندر کے درجہ تک پہنچانے کے لئے۔ اُسی پھنسی والے کو مجبور کرتی ہے۔ کہ اوس کو اوسی کے ہاتھ سے کھجلوا کھجلوا کے بھگندر کے عہدہ پر پہنچائے کہ اوس پھنسی کو معراجِ ترقی حاصل ہو اور یہ واصلِ جہنم ہو۔ ایسی حالت میں کبھی یہ خیال میں بات آسکتی ہے؟ کہ بُروں کے مزاحم ہونے سے بھلوں کی بھلائی رُک جائے؟ پھر تو بُرا ہی بُرا رہیگا۔ اور یہ ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ پس ہزار کوئی مزاحم و مصادم ہو مگر جو چیز اُوپر جانے والی ہے نیچے نہیں رُکتی۔ کیا نہیں دیکھتے کہ اگرچہ کوئی ہزار سائبان میں درخت بالا رو کو نصب کر دے کہ اُوپر نہ جانے پائے مگر وہ کبھی اس تدبیر کے جال میں نہیں پھنستا کسی نہ کسی طرح ٹیڑھا بنگا ہو کر بھی اپنی بلندی کا راستہ نکال لیتا ہے پھر اگرچہ قامت اوس کی طلبِ راستی میں پیچ و خم کیوں نہ کھا جائے لیکن وہ اپنے اس حسنِ ظاہری کے خراب ہونے کا مطلق پروا نہیں کرتا اور اوپر نکلجاتا ہے۔ اور باز برین پیچ و خم کھا جانے کے بھی بکمال تسلیم و رضا دوست و دشمن سب پر یکساں سایہ فگن ہوتا ہے کہ ہر چند لوگوں نے اوسے ٹیڑھا بنگا بھی کروا دیا اور اُس کے پاؤں میں کوھاڑی بھی مار رہے ہیں مگر وہ ظلِ گستری سے باز نہیں آتا پھر وہ بھلائی کرنے والا عنقائے بلند پرواز جس کا شاخ درختِ لاہوت۔ آڈہ ہو وہ کسی کے شہپر توڑ دینے سے بھی نہیں رُکتا۔ پھر اگرچہ اوسی کے دئے ہوئے ہتھیار

جو کسی زمانہ میں۔ اوس زمانہ کے مطابق بنام سُرتی سَمرتی یعنی آیت وحدیث دیر کھا ہو اوس سے۔ اوس پروار
کیا جائے یا اون سب ہتھیاروں کا پنجرہ بناکر اوس کو ہزار بندش سے بند کرنے کا خیال ہو تو وہ بندہ یعنی
ازاد ازلی و بندہ حقیقی جو سب کا کام کرتا رہتا ہے بند بند پٹ کے چور کر دیگا۔ کہ یہ بھی ایک کام ہے اور عُدہ ہرگز
بند نہیں ہو سکتا۔ چھلانگ مار کے باہر نکلجائیگا۔ اگرچہ اُس کے نکلنے میں جسم ناسوتی کی ساخت وپرداخت
وحسن ظاہری میں فرق عظیم کیوں نہ پڑ جائے یا حیاتِ صوریہ وسفلیہ میں بل کیوں نہ آجائے۔ مگر وہ اپنی اصلیت
کی طرف رجوع ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہمیشہ یہی کہیگا کہ ؎

بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ گفت حالا کرا دماغ کہ پرسد زباغباں

پس جس بلبل ہزار داستان نے علی قدر عقول الناس کسی زمانہ میں تکلم وچہچہ زنی کی ہو اوس کو تا آمد بلبل واحد
بہ شکلِ ثانی اوسی زمانہ تک محدود رہنے دینا چاہئے اوس چہچہ نامہ کا بے محل حوالہ دیکر مزاحم نہ بنتے
جاؤ۔ مگر افسوس کہ مزاحم ہونے سے باز نہیں آتے۔ روز بروز گستاخ ہوتے چلے جاتے ہو۔ بلکہ گستاخ ہونا تو
درکنار رہیاں تو گستاخی کو بھی اس درجہ تک پہنچایا کہ ہر فرد بشر مردود یار خاں۔ ابلیس نواز جنگ خبیث الدولہ
شیطان الملک خنّاس الامرا۔ عزازیل جاہ بہادر۔ فرعون شاہ بن بیٹھا ہے۔ گویا پورا اقشخچیپلغرنگ ہے۔
اور پھر برابری کا دعویٰ کہ (ع۔غ) دونوں ہمشکل ہیں فقط نقطہ کا فرق ہے۔ تو نقطہ کو تم لوگوں نے
کیا سمجھا ہے نقطہ ہی سے (ع غ) کی قیمت میں فرق آگیا ہے۔ پھر اوسی ایک نقطہ کے ایر پھیر میں
خدا سے جدا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کہو کہ جس پر پھٹکار ہوتی ہے اوس کو اوندھی سوجھتی ہے رفتہ رفتہ ثانیٔ
ابلیس کیا معنی کہ عین ابلیس ہی ہو جاتا ہے کہ اوس کی احدیتِ ملعونہ میں فرق نہ آئے چنانچہ پیشتر تو ؎

سارے عالم میں فقط فرعون ہی ابلیس تھا خبثِ نفسی میں جو تھا سردار بر جملہ خبیث
اب تو دُنیا میں ہر اک فرد بشر ابلیس ہے اور ان ابلیسوں کے پاس ہیں صد ہا حدیث
ان کے آگے سو کروڑ ابلیس بھی ناچیز ہیں نسبتہً ابلیس کو اس واسطے کہتا ہوں شیث
باعثِ تکوینِ عالم مہدئ موعود ہیں پس وہی مبعوث باعث حرج زن ہیں در بعیث
مہدئ موعود کو کہتے ہیں سب دجال ہے مدعائے مدعی سمجھیں بھلا کیا یہ خنیث
مہدئ موعود ہیں یحییٰ مسیح العالمین اب تمہارے ظلم سے آگے ہے اوسکے مستغیث

وہ استغاثہ۔ اپنی خودئ حقیقی بنام پاک پروردگار سے یہ ہے کہ اے میرے یحیائے تعالیٰ م یہ لوگ تو
بجائے اطاعت کرنے کے نہایت درپے آزار ہیں۔ سارے احسانات نخستین متواتر کو فراموش کر گئے اور
الکرم بقلیل امرار السنون والعوام ما جناب اعلیحضرت احدیت مآب کو بھی عمداً بھول گئے اور اب یہ تجاہل ہے

کہ ہم پہچانتے تک نہیں کہ تو کیسی - لیجئے - شعر

سلسلہ الفت کا جو دل میں بندھا تھا گھٹ گیا جو محبّت کا قدم آگے بڑھا تھا ہٹ گیا

اور بجائے تقاضائے پھر ثبوت کے لئے طالب معجزہ ہونے لگے اور تو جانتا ہے کہ تیری عین ذات سے میری ایسی ذاتِ انانیت مآب پیدا ہوئی ہے کہ دائرۂ انانیت سے نہ خارج ہوتی ہے نہ داخل اور آنِ واحد میں خلافِ عقل و قیاس کہ یہ بھی تجھی سے ہے ہر دو فعل سے مرتکب ہو کر اوسی آن میں دونوں فعل سے بری بھی رہ سکتی ہے اور رہ چکی ہے اور ان پر بہتیری قدرتیں ہماری وقت بے وقت ہمہ آن ثابت ہو چکی ہیں - اور ابھی تک ثابت ہوتی چلی آ رہی ہیں - کہ بعد از ثبوت یہ تکتے ہی رہجاتے ہیں - کہ افسوس ہم اس انانیتِ تقدس مآب کو نہیں پہونچ سکے ¹ بس انا بشر مثلہ بھی نہیں ہو سکے + مگر باوجود برّیں ثبوتِ متواترہ بھی باز نہیں آتے + تو اب دیکھ ابکی میری ذاتِ الوہیت مآب سے یہی صدٗر ہونا چاہتا ہے کہ

ہر آں کہتر کہ با مہتر ستیزد چناں اُفتد کہ ہرگز بر نخیزد

تو اب اس بارہ میں تو مجھسے کیا کہتا ہے؟ غالباً تُو تو یہی کہتا ہے کہ جو کچھ میں چاہوں کروں - میرا سارا کرنا تیرا ہی کرنا ہوگا = تو اب میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں تجھ پر خوب روشن ہے اور اس تجھ پر کے معنی عین مجھ پر کے ہیں تو گویا عین مجھ پر روشن ہے = تو جو کچھ مجھ پر روشن ہے اوس کے مطابق کہتا ہوں - کہ اے وہ لوگ م اڑیل ٹٹو کی طرح منقلب علی الاعقاب ہونے والو! اور اے وہ لوگو منہ زور گھوڑے کی طرح کو راہ بھاگنے والو!! دیکھو اس استغاثہ کا نتیجہ بہت جلد نکلتا ہے - وہ وقت مقررہ بالکل قریب آ گیا - تم نے حفیظ اللہ منشی علم الجبرِو ما اخفیٰ کے ہاں علے تسلسل نائرۂ بداعمالی بھیج بھیجکر اوس وقت معینہ کو بہت جلد برآمد ہونے کی دعوت دی لیکن کُلٌ امرٍ مستقرٌ الیٰ اجلٍ مسمّٰی ¹ کے مطابق پھر بھی وہ وقت ابھی وقتِ مقررہ برآمد ہونیکے لئے اپنی مختلف مقدمۃ الجیش کو یکے بادیگرے ڈیرہ ڈنڈا خیمہ طنبو - راؤٹی وغیرہ وغیرہ لئے ہوئے بھیجتا رہا کہ لوگ خبردار ہوتے رہیں کہ وہ عنقریب میں برآمد ہونے والا ہے - یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا - اور وقابُ الظلم من جمیعِ الجہات ² ہو چکا - بس اب مالا اجَلَ لہ ³ کا وقت ہے اور اگر ہے تو یہی ہے کہ اسرع من لمحِ البصر ⁴ میں وہ یوم الحقام علی حینِ غفلۃٍ آنا چاہتا ہے - تو اب لو خبردار ہو جاؤ کہ وہ عذاب فوق العذابِ غیر مردود کا سامنا ہونے والا ہے - اے افسوس لولی لہم فاولی ثم اولی لہم فاولی ⁵ جن کو یا حسرتنا علی ما فرّطنا کہنے کی نوبت پہونچنے والی ہے اوس وقت لا لہم من محیص ⁶ کا مضمون پیش آئیگا پس لا بشریٰ یومئذٍ ⁷

---

¹ ہر بات کے لئے وقت مقرر ہے ۱۲ ² چاروں طرف ظلمات پھیل گیا ۱۲ ³ وقت نہیں ہے ۱۲ ⁴ چشم زدن سے بھی جلد ۱۲
⁵ لعنت پہ لعنت ہے ۱۲ ⁶ امن کی جگہ نہیں ۱۲ ⁷ گنہگار کی اوس دن خیر نہیں ۱۲

للمجرمین۔ لیکن تم لوگ ان سب سے آگاہ نہیں انی اعلم منی اے من اللہ مالا تعلمون تو اب دیکھو ہم سے
تم سے یہ فرق ہے۔ مگر خیر تھوڑی دیر کے لئے اچھی طرح مجھ سے برابری کا دعویٰ کر لو کہ اشجار کثیرۃ الاوراق
ذوات الاشواک وبے برگ وبرادر بیوہ دار شیرہ دار سب اپنے نباتات ہونیکے مدعی ہیں اگرچہ کسی قدر
عارضی فرق ہو تو ہوا کرے۔ اسی طرح ہم لوگ بھی یکساں بشر ہونیکے مدعی ہیں تو بہت خوب اوسی وقت
شہباز وغلیواز کا فرق معلوم ہو جائیگا کہ البتہ ننھا سا شہباز چاروں طرف چوکڑی بھر کے اپنا شکار دبوچ کر
خون چوس لیتا ہے باقی زاغ وزغن۔ مردار خوار کے لئے چھوڑ دیتا ہے کہ ایک ماکول کو نسبت جنت
سے ہوئی دوسرے کو جہنم سے بس ایک ماکول النور ہوا دوسرے ماکول النار۔ دونوں بندۂ قانون خالق
ہوئے مگر مقبول ومخذول کا فرق ہوا۔ تو یہ ایسا فرق مع الفاروق ہے جیسا کہ خالق کو علم اپنے
مخلوق کا ہے اور باذنہٖ چند مخلوق کو علم اپنے خالق کا جس سے دونوں علم کا وصال ثابت ہوتا ہے
مگر ان دونوں علم کا وصل اوسی کے علم وحکم سے ہوا۔ لہذا خالی اوسی کا علم رہا۔ وصالِ علمین نہیں کہہ سکتے
کہ اس میل ملاپ کا نام وصالِ الٰہی رکھا جائے۔ ورنہ اس جہت سے تو سب واصل باللہ ٹھیرینگے۔
حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ۔ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سب قرونِ اولیٰ کے لوگ پھر وہ پیغمبر سے ہوں
یا کسے باشند۔ سبھوں نے بحدِ بصارت اپنی سموات ومافیہا سب کو دیکھا ہے اور وہ سب دیکھی بھالی
ہوئی چیزیں قرونِ مابعد کے لوگوں سے ممسوس بالنظر ہوتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔ کہ ایک متباعد الزمان
خواہ متقارب الزمان پر بہت سے انظار کا وصال ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر تمہاری نظر بھی ان
سے واصل ہو چکی۔ تو چاہئے تھا کہ تم کو اس کی خبر ہو۔ اور کہہ سکتے ہو کہ خبر ہے کیونکہ ظاہراً سب
انظار ایک نقطۂ مرکز پر پہونچکر مارے لطافت کے سب ایک ہو جاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جس کا
یہ مطلب ہوا کہ اگرچہ کوئی اچھا ہو خواہ برا لیکن جسدم وہ دونوں ایک چیز پر نظر ڈالیں اور اوس دم اون
دونوں کی چادرِ نگاہ اونکی آنکھوں سے معلق ہٹا کر ایک جگہ ملادی جائے تو وہ سب نورِ چشم ایک جگہ ٹھکے اسطرح سے
یکساں ہو جائینگے جسطرح اوس مرکز نگاہ پر تھے کہ نیک وبد کے انظار واعمال یکساں ثابت ہوئے تو یہ ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ وہ بعینہٖ یکساں ہو جائینگے لیکن جب تم باطنی نورانی عقل حاصل ہونے پر موازنہ کروگے تو ضرور
معلوم ہوگا کہ کوئی چیز لطیف سے لطیف بھی کیوں نہ ہو مگر جس وقت اوس لطیف چیز میں اوسی
جنس کی دوسری لطیف چیز ملائی جائیگی تو ضرور اوس کی مقدار بڑھتی جائیگی چنانچہ حتی الوسع اسکو
آزما کے دیکھ لو۔ بلکہ بہت ہی موٹی سی بات یہ ہے کہ سیر بھر سادہ کاغذ کو جس دم بالکل لکھ کر دیکھوگے
تو کچھ نہ کچھ اوس کا وزن بڑھ جائیگا۔ اسی موٹی مثال سے اوس نورِ چشم کے لئے بھی نتیجہ اخذ کر لو بس یہ تو

اوس کی افزائش مقدار کی بحث ہوئی دوسری بحث یہ ہے کہ کسی چیز کی پوری حالت نہیں معلوم ہوسکتی جب تک دریافت کرنے والا وہی چیز نہ بن جائے اور یہ ایک حد تک بہت ہی جلدی ہوجانا ناممکن ہے مگر بغرضِ محال اوسی جنس کی چیز بن جانے پر اوس جنسیت میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قانونِ فطرت کے مطابق جس حد تک توئی کا اطلاق تجھ تک عاید ہوتا ہے اوس توئی کا پورا انحصار کرکے پہلے تو اپنے میں پنچے سے کماحقہ آگاہی پیدا کرے جب جاکر دوسرے کی حالت سے آگاہی حاصل کرنی پھر اوس دوسرے کے بعد اوسی جنس کے تیسرے سے = کہ مسلسل نامتناہی اجناس چلے جاتے ہیں۔ جن کا انحصار ناممکن معلوم ہوگا جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز بن جانے کے بعد بھی اوس چیز کے اندرونی و بیرونی قانون کے موافق یقینی طور سے اوسکو برائی بھلائی جزاء وسزا حشرونشر ثواب وعذاب بھگتنا پڑتا ہے کہ بالکل اکائی نہیں ثابت ہوتی پس نورِ چشم جو کسی نقطۂ مرکز پر بعینہٖ ایک محسوس ہوئے تھے۔ وہ ہرگز ایک نہیں ہوئے اون میں ہنوز جدائی باقی رہجاتی ہے چنانچہ اگر اوس کی آزمائش منظور ہو تو بصورت اینک اگر خود سراپا نورِ نظر بن سکتے ہو تو بن کے آزمائش کرلو کہ جنس دو وجودِ انظار میں ضرور فرق رہیگا۔ اگر یقین نہ ہو تو تاروں کی حالت دیکھ لو ہرگز سب یکساں نہیں اس کے علاوہ اپنی اپنی نظروں کو جانچ کے دیکھ لو ہرگز یکساں نہیں اسی طرح۔ ہر جگہ کی آب وہوا کو دیکھ لو ہرگز یکساں نہیں۔ لہٰذا برابری کا دعوی ملعونیت کی نشانی ہے۔ جو کسی طرح سے بھی ہو مگر ملعون کا ملعون ہی رہا۔ تو اب دیکھو مؤذنِ حقیقی علیٰ منارۃِ اللحم موسومہ بہ اسم یحییائے مجازی اعلانِ واجب الاذعان بہ اذانِ حقیقی دیکر منادی کر رہا ہے۔ کہ ہم صرف مسافرانہ و مسیحانہ طور سے عالمِ قیام وسیاحت و جمیع عوالم میں مساحتِ سیاحت کرتے ہوئے حمّالِ بیت اللحم مشابہ بساکنانِ بیت اللحم ہیں ورنہ ہمارا ودیعت گاہ و مستقر اندرونِ الوہیت ہے۔ ہم ہرگز بیت اللحم میں آنے جانے والوں سے کسی طرح سے بھی مشابہ و متمثل نہیں ہوسکتے۔ کہ وہ کان پہ ہاتھ دھر کے چیخ مار مار کے پکارا کرے کہ گویا وہ ماجنابِ اعلحضرت الوہیت مآب کو کذباً و تکذیباً بڑا بہرا سمجھتا ہے تو لعنتنا علے الکاذبین۔ مگر ؎

تو نمیدانی مرا من کیستم — توکہ میدانی مرا من نیستم
کسوتِ ناسوت راپوشیدہ ام — خویشتن را درخودی پیچیدہ ام
آں منم کہ بے منم خالص منم — بے وجودِ نور از خود روشنم

جس نورِ ذاتی کے آگے سارے انوار کند و مات ہیں اور ؎

کلیمیکہ چرخِ فلک طور اوست — ہمہ نورہا پرتوِ نور اوست

کا جو مصداق ہے وہ نور بھی میرا ہی عکس نور کا موہوماً ایک اثر ہے۔ اوس اثر کے **نورانی لاہوت**
کے گرداب میں جو پہنچیگا وہی اسطوانۂ ورطہ کے تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ ورنہ ؎

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار	کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار

کا مضمون ہوگا کیونکہ یہ صرف ایک ہی کے لئے ہے کہ وہ ایک از خود ایک ہو کر اپنی اکائی کو کھینچ
لیتا ہے وہ ہرگز غیر متجانس چیز کو نہیں کھینچتا چنانچہ کیا نہیں دیکھتے ؟ کہ مقناطیس و لوہا دونوں
فی الظاہر بالکل غیر متجانس معلوم ہوتے ہیں اور باطناً سخت یکجہتی و یک لختگی رکھتے ہیں جو اون کے
حرکات سے صاف نمایاں ہو جاتا ہے کہ بلاشک باطناً اکائی رکھتے ہیں جبھی باہم معانقہ کو رجوع
ہوتے ہیں ورنہ ہرگز نہیں ہوتے ؛ اسی طرح قوتِ الوہیت صرف اوتار کو کھینچتی ہے مگر اوتار و اوتار
آفریں ہرگز دو نہیں ورنہ دو مساوی المقدار زبردست قوتیں نامتناہی زمانہ تک خالی خاموش نہیں بیٹھ سکتیں
جس سے عالم کا عالم تباہ ہو جاتا۔ بس وہی ایک جبّار و قہّار زبردست قوت ہے کہ ہر ذرہ ذرہ کو
ایسی ہی جبّار و قہّار و زبردست و مخالف و موافق قوت بنا کے پھر سب کو نیست کر دینے پر قادر ہے
جو نہ کرے سو تھوڑا ہے = اسی کو علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر کہتے ہیں ؛ تو وہ اثر جو خاص مجھ سے ہے اور وہ میں
میں ہی ہوں اس بیت اللحم میں برآمد ہو کر متکلم بکلام گوناں ہوں اس لئے اس **منارۂ بیت اللحم**
یہ ہیکل انسانی منزلگاہِ جانِ جاناں و روح القدس سے گستاخانہ برابری کا دعویٰ کرنیوالا
روح الخبث۔ البتہ بے چون و چرا راندۂ درگاہ ہے + اس کو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے اور پہاڑوں
سے نسبتہً طور کسی سبب سے افضل کہا جاتا ہے ویسے ہی یہ بیت اللحم سراپا ہیکل اللہ۔ مہاراج دھراج
سوستی سری اُپما جوگ دھرم باپ۔ دھرم ٹھاکر۔ دھرم اوتار۔ دھرم مورت۔ دھرم وہ قبلۂ و کعبہ
بنایا گیا ہے۔ جنم سے ایک ہی ہے جو آوا جائی میں لگا رہتا ہے۔ جس کے دھرم راج کے دھرم
کھاتے میں رائی بھر ایرپھیر نہیں۔ کسی بات میں بھی اوس کے ذرا دیر سویر نہیں۔ اس کے نیٹ سنسار
نگری میں اندھا اُودھار اندھیر نہیں۔ بھلائی بُرائی دونوں بہت ہیں۔ جینا جو ہے سو ڈھیر نہیں۔
بھلائی کا بدلہ بھلائی مل جاتا ہے۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی ۔ **کبت**

بیوپار میں بھرتی کرو گاہک بنو دھن ہاتھ لو	جیسا کرو ویسا بھرو من ہاتھ دو من ہاتھ لو

جس پر تم مہا کرو اوس پر وہ دیا کرے ۔ تم اوپائے کرو اوس پر وہ نیاے کرے ۔ کرم ہین کوڑی کے
تین کے بھی کرم ریکھا کو پلٹ دینے ہارا۔ دُکھیا سے سُکھیا کر دینے ہارا۔ تمہاری ہی طرح دنیا میں آتا ہے۔
مگر بالکل بے خبر۔ جس کو وہ اپنے ایامِ طفلی میں اپنے حرکاتِ بے غرضانہ سے بیغرضی ثابت کرتا ہوا رام ہتھیلی پہ

لہو ولعب کے اشارہ سے مومنین کو کنایتہً آگاہ کرتا رہتا ہے کہ میں کون ہوں۔ کیا ہوں۔ اور کیسا ہوں۔ پھر کاھیکو ہم تمہارے ہمرنگ ہوکر آئے ہیں کچھ سمجھتے بھی ہو یا نہیں۔ دانا را اشارہ بس است۔ پس من فہم فقد فہم + فی الواقع ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

تو خودزادہ غیب زادہ بھی اپنی خودزائی وخودرائی کی طرف ھی مائل ہوگا + پس الحمد للہ علی فضیلاتہ الوفورہ کہ یوماً فیوماً اوس کی انانیت قدسیہ میں ترقی شروع ہوجاتی ہے ہر حال میں بولتا ہے کہ انی فی غایت مایکون گذشتہ گذشتہ عمیق الطبع گرفتار سر معلوم المکتوم ہوتا ہوا اپنے درج خودی کا در مکنوں ہوکر خود ہی شکار گاہ نار اللہ ہوکے پارۂ دم کرفش کے طرح سیماب وار کسی پہلو قرار نہیں پکڑتا ہمہ آن مستہلم الجسم تا جاتا ہے جسمانی ساخت میں بڈھا تو نہیں پر بڈھاسے بیشتر بڈھا ہوجاتا ہے۔ مگر چونکہ پیر نابالغ ہے بیان کرنے تو آتا نہیں۔ لفظ ڈھونڈھتا ہے تو معلوم نہیں۔ اشارہ سے معلوم کرنا چاہتا ہے تو آگاہ نہیں۔ گاہے چنیں گاہے چناں تلوین وتلون میں گھٹا ہوا بےچین ہو ہو کے حرارت حوریہ اور نیران نوریہ کا مفہوم دنیاوی زبان میں گرمی کے لفظ سے ادا کرتا ہے کہ اُف اُف گرمی بہت محسوس ہوتی ہے سچ ہے کہ ؎

آتش عشق وہ ہے جس سے سمندر جلجائے آگ پتھر میں بھی لگ جائے تو پتھر جلجائے
تن بدن پھونک دیا ہے تپ فرقت نے مری کیا عجب ہے جو مرے جسم سے بستر جلجائے

پس اسی حال میں بے حال ہوکر باذنہٖ مکین لامکان وموجود فی کل مکان وزمان بغیر مکان وزمان ہوتا ہوا اپنے لئے بیخود ہوجاتا ہے اور تمہارے لئے ہوشیار۔ جھوٹوں کے مانند معلوم ہوتا ہے پر سچا ہے۔ برا معلوم ہوتا ہے مگر اچھا ہے۔ بے عزت معلوم ہوتا ہے ولے عزت دار ہے۔ تابعدار معلوم ہوتا ہے لیکن سرکار ہے۔ مدبر معلوم ہوتا ہے اما مقبل ہے۔ ناقص معلوم ہوتا ہے مگر کامل ہے۔ خودی تک مقیم معلوم ہوتا ہے۔ الا تمام عوالم میں خودی سے لیکر خدا تک سیح المحمود ہے۔ مشئوم نہیں سراسر مسعود ہے اکیلا معلوم ہوتا ہے پر اکیلا نہیں۔ فی احد بغیر احدٍ نرالا اکلوا ہے۔ وھر کا دھر ادھر چھوڑ کے چلا جاتا ہے اکدم گمنام ہوجاتا ہے۔ مگر گمنامی میں بھی اوس کا شہرہ رہتا ہے۔ جب نام لیکر آتا ہے اور اوس زمانہ کے مطابق اپنا اسم اعظم ظاہر کرتا ہے تو ستایا جاتا ہے۔ مگر چپ چاپ رہتا ہے۔ ہر طرف سے مصیبت کے شکنجہ میں دبوچا جاتا ہے پھر بھی مصیبت کی غیبت نہیں کرتا کیونکہ عمداً بے نہایت وغیر متناہی نامبادی کے لئے مصائب گوناں گوں وعقائب بوقلموں اور صعاب

زنگار رنگ و عقابِ بید رنگ کے متناہی ہونے سے۔ منافی کی صورت میں بے نہایت نہیں ہوگا۔
اس لئے قتل تک کیا جاتا ہے مگر مرتا نہیں بلکہ لیہلک من ہلک عن بیّنۃ و یحییٰ من حیّ عن بیّنۃ کا مصداق
بنا رہتا ہے گویا فنا میں بویا جاتا ہے بقا میں اُٹھایا جاتا ہے۔ جس کو بجز ہمارے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن
اتنا تو ضرور سب کو معلوم رہتا ہے کہ قرنہا قرن تک اوس کا خمیازہ اُٹھاتے رہتے ہیں۔ عذاب الھون اور
مصائب میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں۔ ہر ایک ذرّہ بدلہ لینے کو تیار رہتا ہے۔ تو یاد رہے کہ یہی وہ ہے
جو خدا کا ہم خدمت ہو کر خدمت کرتا رہتا ہے اور خادم القوم سیدھم ہوتا ہے۔

نظم

خاقان ہے امام ہے عالی جناب ہے　　سبطِ رسُول و ابنِ علی بوتراب ہے
والا خطاب اور گرامی نصاب ہے　　سرتاپا شریفِ شرافت مآب ہے
سارے سوال ہیں یہ اکیلا جواب ہے　　بے حد ہے بے شمار ہے یہ بحیاب ہے
جب تک ہے چپ تو چُپ ہے بڑا بُردبار ہے　　گر غیظ آگیا تو شدید العقاب ہے
سارے جہاں میں آگ لگا دے نہ چپ رہے　　ہر بات میں اسی کی قسم لاجواب ہے
خالی اسی سے کھلتے ہیں رازِ درونِ ہیچ　　بس یہ کلیدِ عنصر و باب الکتاب ہے
یحییٰ ہے یہ بفضلِ خداوندِ ذوالجلال　　مانند چترِ خاورِ گردوں قباب ہے
واقف ہے اور عارفِ جملہ وقوف ہے　　یحییٰ ہی فیلسوف ہے لُبُ اللباب ہے

مگر جو شخص بہ طریقۂ دُنیا لوگوں سے واقف ہے ہوشیار ہے۔ جو خود سے براہِ دُنیا واقف ہے دانا ہے
جو سب سے بہ سبیلِ دین و دُنیا واقف ہے فیلسوف ہے۔ جو کسی سے واقف نہیں محض بیوقوف
ہے۔ بس عالم باذنہٖ۔ عالم منجانبِ نفسہٖ ہوتا ہے اور عارف منجانب اللہ۔ تو جو عارف منجانب اللہ لذات
خود علیٰ قدر ضرورت تعرف کرایا جاتا ہے اوس کی عبادت ریاضت ہے۔ جو خدا سے عارف ہوتا ہے
اوس کی عبادت سکوت ہے۔ جو خود اور خدا از جز تا کل سب سے واقفِ بالعرفان و عارفِ بالوقوف
ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ اور سب کچھ ہے۔ پھر ان سب سے پاک بھی ہے۔ پس وہی ہم خدمتِ خدا ہو کر
خود پر اپنی عبادت ہدایت و ریاست از بہرِ انتظام دینی و دُنیاوی بے غمی کے ساتھ فی سبیل اللہ فرض
و وقف کر لیتا ہے۔ سارے اجمال کی تفصیل مجملاً اور مفصلاً بشمولِ ذخیرۂ نصائح جو مبنی علیٰ فراید الاثیرہ
و فوائد الکثیرہ ہوتے ہیں بیان کر دیتا ہے۔ اس کی تشہیر کرنے میں جو کچھ اوس کے پاس علمی و عقلی ہستی
نیستی کا اثاثہ و سرمایہ ہوتا ہے فی سبیل اللہ خلقِ خدا پر نچھاور کر کے دیوالیہ بنجاتا ہے۔ کسی طرح تونگری
میں غافل نہیں۔ فقیری میں آمل نہیں تو بمصداق ھل جزاء الاحسان الا الاحسان از جز تا کل کا اوس کو

بدلہ از جزتا کل ملجا تا ہے = تو جب اوس نے خود کو خدا پر حلال کیا۔ تو خدا نے بھی خود کو اوس پر حلال کیا۔ اپنے مھدِ مجید میں لیکر اوس کے مشاہدہ سے خود کی پرورش کی اور اپنی رویتِ سبیحہ سے اوس کی پرورش۔ پھر اوس کو زیبا ہے کہ بے تکلّف یہ کہے کہ رُباعی

نازم بچشمِ خود کہ جمالش بدیدہ است افتم بپائے خود کہ بکویش رسیدہ است

ہردم ہزار بوسہ دہم دستِ خویش را کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

مگر مجال نہیں کہ کوئی فاعلِ مجازی بلامرضیٔ فاعلِ حقیقی کسی فعل کے صدور کرنے کرانے پر قادر ہوویں یہ بھی اوسی کے بالتخصیص فضل وعنایت کا باعث ہوا کہ ساکنِ مھدِ مجید ہو کر مھدی بنا ہوا ب سے مستشنائے حقیقی کی طرح مستشنیٰ بنایا جائے۔ لہذا کسی بندہ کی مجال نہیں کہ اپنے فعل سے نجات پائے جب تک دستگیریٔ حجاب اللہ نہ اختیار کرے۔ تو پھر بتلاؤ کہ ایسی رُوحِ مجسم سے بڑھ کر اور کون ہوگا جو حق الناس اور حریمۃ اللہ و عزمیۃ اللہ کا پورا پورا ارکان ادا کرنے کرانے پر قادر ہو۔ تو جو ایکبار قادر ہو چکا ہے۔ ازل سے ابد تک کے لئے اوسی کے واسطے یہ ترکہ ھبہ کر دیا گیا ہے پس وہ ایک ہی اوتار ثابت ہوا جس کے بارہ میں یہ سب کنایۃً کہا جا رہا ہے۔ بنابریں اوسی مفیض سے استفاضہ ممکن ہے اور اوسی مفید سے استفادہ بہتر ہے۔ کہ مُطرف الایام اور اوایل عاشوریات[1] سے بکمالِ دلیل ابو الدلیل اور برہانِ ابن برہان افضل من جمیع الموجودات والمفقودات سرورِ کائنات ثابت ہوتا چلا آرہا ہے۔ پھر بھی من ذالک الحین[2] الی ہذا الحین تم نے اوس کو نہیں پہچانا۔ کہ انٹر ڈیوس کرانے کی ضرورت ہے۔ گویا تم کو نہیں پہچاننے کا مرض پیدا ہو گیا ہے۔ بحرانِ روی کے زور سے اُدّروہ۔ بُدّوہ۔ سُدّروہ۔ جدّوہ[3] کے چکّر میں پڑتے ہو۔ تو لو اب دیکھو۔ مریض سمجھکر دوائے پند بکرات ومرات دی جاتی ہے اوسی ذیل میں بطور تعلیج و علاج کہدیا جاتا ہے کہ مریض کے حق میں مریض کی رائے بھی مریض ہے۔ اپنے بارہ میں کچھ رائے زنی نہ کرو۔ مگر جو مریض باوجود مریض ہونے کے خود کو مریض نہ سمجھے تو پہلے یہ دوا دینی چاہئے کہ وہ مریض خود کو مریض سمجھے تو وہ دوائے اطریفل مرکب بسہ حروف بنام پند دی جا رہی ہے یہ کچھ لیپ نہیں کہ مالش کی ضرورت ہو۔ نفوخ ولخلخہ نہیں کہ ناک سے متعلق ہو۔ معجون وجوارش نہیں کہ دہن سے وابستہ ہو۔ یہ تو وہ دوا ہے کہ رہِ گوش سے مستعمل ہوتی ہے بقول شخصیکہ ؎

جانور فربہ شود از نا دو نوش آدمی فربہ شود از راہِ گوش

تو اب دیکھو اس دوائے پند کو کھا کر قے نہ کردو۔ جو کھا کر قے کر دیتا ہے کُتّا ہے پھر اگر اوس کو

[1] پیغمبر سے ۱۲
[2] سے وقت سے اس وقت تک
[3] اِدھر اُدھر کدھر جدھر تدھر

کہا جاتا ہے تو سور ہے لہذا چاہئیے کہ کتا۔ سور بننے کی نوبت نہ پہنچے۔ اگرچہ بہت بار اپنی کفران و سرکشی
سے سور۔ بندر۔ کبوتر۔ چوہا۔ بلی اور دیگر مخلوقات سے بنا دئے گئے ہو کہ پھر اوس میں سے مدتہا مدت کے
بعد اس شکل میں یکے بادیگرے نمایاں کئے جاتے ہو۔ اب بھی باز آجاؤ۔ جلدی سے اس دوائے مؤثرہ
کو اپنے رگ و پیمان میں اثر کر جانے دو۔ کہ تم یحییٰ کے پہچاننے میں دھوکا نہ کھاؤ۔ دیکھو موبہ دہی کھلائے
عالی الکعب۔ فرید المعاصر۔ رجل الرشید۔ نسیب الزمان علی الاطلاق و ادیب الدوران علی الاذواق۔
ثابت القدم۔ سالم البنیۃ ہے جس نے خود کو نیست کرکے تم کو ہست کیا ہے۔ خود کو پست کرکے تم کو بلند
کیا ہے پھر رہبری کرکے اپنے جسمانی عالم پر مصیبت ڈلوا کے تمہارا فائدہ چاہتا ہے۔ ابر بہار کی طرح
سمندر سے کھارا پانی لیکے میٹھا پانی دیتا ہے۔ تو کیا یہ سب احسان کرنا اوس کا گناہ میں داخل
ہے۔ تو عیناً و نفساً نہ ہے یہ گناہ ہے اوس کو اس کی بھی ذرہ پروا نہیں نہ اوس کا کوئی ساتھی ہے نہ
سنگھاتی نہ اپنے میں ہے نہ دوسرے میں خود ہی خود میں ہے۔ خود ہی حقیقی جاذب مجذوب
اندر سلوک ہے اور خود ہی مجذوب جاذب اندر جذب۔ جس کو تم مجنوں کہتے آرہے ہو۔ صدیق
اصدق اور رفیق ارفق کے پیرایہ میں دھوکا دیتے ہو۔ مگر یہ وہ مجنوں بالفنون مصئون من الجنون
ہے۔ کہ جھوٹے کو کہا کہ سچا ہو جا اور وہ ہو گیا سچا کو کہا کہ جھوٹا ہو جا اور وہ ہو گیا۔ جو کچھ کہتا گیا باذنہ
وہ سچا ہوتا گیا۔ اوس کے ایام معتدلات و زمانہ ملامتگری میں جو لوگ سرشت دون و رزیل الاصل
در عوام النفس و مصدر الاشرار و اصل الشرور ہیں قدم بقدم بخطوات الشیطان چلنے والے ہوتے ہیں۔
وہ برسر فساد آمادہ ہو کر اور بھی چند زمرۂ اخوان الشیطان و ذریات النجشی کو اپنے ساتھ آمادہ کرکے
من کل النواحی للبغاوۃ ہو جاتے ہیں کہ یہ بیچارہ صدوق اللسان متاذی و گزند رسیدہ ہو کر جاں
بحق تسلیم ہو جائے کبھی از آں جملہ اون میں سے بعض اس کے اخلاق سے دھیمے پڑ جاتے ہیں۔ بعض اس کے
اشفاق سے بعض اس کے حلم و صبر سے بعض تحمل بالجبر سے۔ بعض اس کی سخاوت سے بعض خوش بیانی
و فصاحت سے بعض خوش طبعی سے بعض اپنی غرض برآری کے سبب سے۔ بے شمار تعداد معجزہ
نمائی سے۔ بہت ہی شاذ و نادر جو صاحب ایمان و ایقان ہیں بلا سبب فقط اس کے طیب العناصر اور
جمیل الفطرت و خوشخوئی سے۔ جو بالکل کافر ملعون ہیں وہ اس کو ضرب و شلاق پہنچانے کے بعد اس کی
بردباری دیکھ کے۔ جو بالکل راندۂ درگاہ ہیں وہ خود بعد از زدوکوب کئے جانے کے۔ جو اس سے بھی
زیادہ بدتر ہیں وہ تہ تیغ بیدریغ ہو کے جہنم واصل ہونیکے بعد ایمان آوری کی تمنا کرتے ہیں۔ پھر ان سب
جماعتوں میں سے بعض دلی طور سے بطی الرجوع رہتا ہے۔ بعض مذبذب الحال بین ذالک رہتا ہے

کوئی تغیر الاحوال بین حالین ہتا ہے ۔ کوئی مرتد ہو جاتا ہے ۔ آخیر ہیں اس کا موید فی جمیع الاحوال وہی
رہجاتا ہے جو اُس کے ساتھ اس کا قوت بازو علی الاکثر رہا کیا ہے اور جو ازلی وابدی مومن ہیں ورنہ
جو جہنمی ہیں وہ جہنم میں چلے جاتے ہیں ۔ جو جنتی ہیں وہ جنت میں جس کا مقصود یہ ہے کہ ایک کا مآل
اچھا ہوا دوسرے کا برا ۔ پس یہ سب واقعات غیر کذوب وامر مافات کی یاددہانی صرف اسی واسطے
ہو رہی ہے کہ اب بھی کچھ تمہاری آنکھیں کھلیں کہ بلاشک کچھ نہ کچھ اس میں اسرار الٰہیہ ضرور ہیں ۔ کہ ہر زمانہ
کے مطابق ایک معلم تمہاری تعلیم کے لئے مقرر کر کے بھیجدیا جاتا ہے کہ یہ سب بچے نادان کسی قدر دانا
بنتے جائیں ۔ تو اب تم پر واضح رہے کہ ہر تعلیم کے اوپر ایک تعلیم ہے جو درجہ بدرجہ اعلیٰ درجہ تک
پہونچتی ہے جس کے علو کی کچھ انتہا نہیں ۔ پھر اگرچہ لوگ اوس کو مقام علیئین کہکے کیوں نہ محدود کر دیں ۔
مگر وہ بلا مفہوم نامحدودیت سے نامحدود ہے تو جو کوئی اس درجۂ نامحدودیت تک نہیں پہنچتا ۔ ہنوز درجۂ
تعرف و معرفت کو نہیں پہنچا ۔ وہ کب کسی سے انٹرڈیوس کئے جانے کا سزاوار ہو سکتا ہے چنانچہ ابھی
تک ناشناسائی معرفت کی شکایت سُنی جارہی ہے ۔ اس پر بھی مبتدی ہونے تک کی خواہش نہیں کرتے
منتہیٔ بلا انتہا کیا ہونگے ۔ کیونکہ جو منتہی ہوتا ہے اوس کی بزرگی کی انتہا نہیں اور نہ مصیبت کی انتہا ہے
بلکہ اوس کی مصیبت کی ابتدا اُس پیدائش تو عین اوسی روز سے شروع ہو جاتی ہے جس روز سے وہ خود دنیا میں
پیدا ہوتا ہے ۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑنے لگتے ہیں ابناء الوطن پہلے ہی حسد کرنا شروع کر دیتے
ہیں ۔ کوئی دل میں جھٹکنے نہیں دیتا ۔ اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا ۔ کوئی کچھ کہتا ہے ۔ کوئی کچھ کہتا
ہے کہ سخت اُپاہج ہو گے ۔ وطن سے بے وطن ہونے کو ترجیح دیتا ہے ۔ لیکن کہیں بھی جائے
وہی حالت رہتی ہے ۔ پھر بھی مرکزِ نگاہِ خلائق رہتا ہے ۔ جب وہ پورے شبابِ باطنی میں آکر اس
یونیورسٹی اور سر رشتۂ تعلیم کی باتیں کرنے لگتا ہے تو اوس زمانہ کے نام نہادی اسقف و راہب ۔ بطارق
واحبار علمائے بے علوم ۔ جاہل عالم نما ۔ پنڈت اور بھیدا تا ۔ جو اوپر دنی الاصل وغیرہ کے لفظوں سے یاد کئے گئے ہیں
اوس سے بلا وجہ ناراض ہونے لگتے ہیں ہدایت پر اور ناراض ہوتے ہیں ۔ تو چونکہ اسماعِ ضلالت کے عادی
ہیں اس لئے ہدایتِ ہادی پر اون کو بواسیرِ خونی و بادی ہو جاتی ہے ۔ نیم پر کریلا چڑھ جاتا ہے بحث و مباحثہ
مخاصمہ و مناظرہ ۔ مباہلہ و مناقشہ ۔ سخرہ و مضحکہ ۔ بذلہ و استہزا کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے ۔ چاروں طرف سے
لعن و لعان تشنیع و طعن اُف اُف تفاً تکم فضیحتی ۔ گالی گلوچ ۔ گہم گھاسی لٹھم لٹھی ۔ فساد و ہنگامہ ۔ جوتی پیزار ۔
لڑائی دنگہ ہونا شروع ہو جاتا ہے ۔ اپنے نرم و نازک رخسار پر تھپیڑ کھاتا ہے ۔ گاڑھی چپت رسید ہوتی ہے
فرمائشی چانٹے لگائے جاتے ہیں ۔ لات جوتے سے مزاج پرسی ہوتی ہے کانٹوں میں گھسیٹا جاتا ہے ۔

چھچھوندر سے بڑھکے چھچھورا بنایا جاتا ہے۔ بڑی ذلت سے لُلوایا جاتا ہے۔ گھر میں سے نکالکر موت میں اور موت میں سے نکالکر گھر میں ڈالا جاتا ہے۔ تمام گٹھر۔ سنڈاس اور بچہ بچوں میں دھکیلا جاتا ہے اچھی طرح سے لٹو کا ٹھٹھا یا جاتا ہے۔ لوہا کی پٹڑی اور دھوبی کا پاٹ بنایا جاتا ہے۔ گویا فولاد کی تلوار تیار ہوتی ہے۔ ان تمام مصائب سے بے اختیار اوس بیچارہ کی نینا بنگھٹ میں آنکھوں کی پُتلی مچھوا بنجاتی ہے۔ اس پر بھی کفایت نہیں کیجاتی۔ طوق بگردن۔ پا بزنجیر۔ قید سخت میں ڈالا جاتا ہے۔ گویا یہ سب اوس کا زیور تیار ہوتا ہے۔ کہ اس زیور کے استعمال سے پہلے ہی اوس کا الماسئ و نورانی رنگ و روغن اَلَم غلم ہو کے مسان کا بُھتنا بنجاتا ہے۔ بریں ہم کذالک کبھی تتھراؤ کیا جاتا ہے۔ کبھی مجدھار میں ڈبویا جاتا ہے۔ کبھی انگار میں پھینکا جاتا ہے۔ کبھی سولی اور دار پر چڑھایا جاتا ہے۔ کہ لو یہ باد ہوائی معراج ہے۔ بیچارہ کا چہرہ افسردہ جگر افسردہ۔ دل پژمُردہ۔ تپانچہ ازدستِ زمانہ خوردہ۔ بلا حلب و بلا جلب۔ اصحاب الصلب اور اطراف الرجُل۔ رباط و اقربا سے دور۔ ذوی الارحام و اعزو عاشق سب سے مہجور۔ وطن سے بے وطن۔ دیس سے پردیس۔ آتمہ سے پرآتمہ تمامی ادیم الارض کو زیرِ قدم اپنے قدمبوس کراتا ہوا گُزرنا طوق بن کے مساحت و پیمائیش کرتے کراتے ملک بہ ملک شہر بشہر جابجا عالم خودی سے خدا تک میسجا ہو کر بھیڑ بکری کے کھال۔ خواہ درختوں کے پتے۔ درختوں کے چھال۔ باگھمبیں اور کملی ایا پاٹ کا اوڑھنا بچھونا بنائے پھرتا ہے بلکہ اوڑھنا بچھونا تو درکنار پُرانا دھرانا کپڑا تک کیا معنی کہ ایک ہاتھ بھر بٹی لنگوٹی تک نہیں۔ سر سے پاوں تک تو من خاک دھول کا بھبھوت لگائے بموجب مفہوم شعر ہذا کہ ؎

تن عریانی سے بڑھکر نہیں دنیا میں لباس یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا

گویا اسکا مصداق بنا ہوا ننگ دھڑنگ اس حال میں مدتوں بن باس سدا اوداس۔ بے مونس و غمخوار بے یار و مددگار۔ اکیلے دوکیلے مارا پھرتا ہے۔ غرض کہ ؎

چین دیتی نہیں بس گردشِ ایام کہیں دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

اِسی طرح بے روب و شُوب۔ بھوکا پیاسا۔ فاقہ مست۔ بڑی غمگین ٹیڑھی کھیر کھاتا ہے۔ فولاد کا چنا چبا تا ہے۔ خونِ جگر پیتا ہے۔ سید حصور ہو کر دولھا بنایا جاتا ہے۔ خون کے چھاپے لگتے ہیں۔ سراپا خون سے رنگا جاتا ہے۔ زمانہ کے سرد و گرم چپقلش سے دل ہی دل میں مسوس مسوس کے چپ چاپ ہو جاتا ہے۔ اُف تک نہیں کہتا۔ کسی بات سے ناامید نہیں ہوتا۔ ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہے۔ کسی سے ڈرتا نہیں۔ دبتا نہیں ہٹتا نہیں۔ کسی کی خوشامد نہیں کرتا۔ پروا نہیں کرنا کہ تو کیستی۔ بس ؎

لئے پھرتا ہے اوس کی خاک کو عشق بگولے کی طرح برباد ہے یہ

مگر بہر حال بہر کیف ہمہ تن متوکل اللہ رہتا ہے فقیری کو تونگری جانتا ہے بلا کو بلائے حقیقی ہاں کہ نعمت حقیقیہ سے تعبیر کرتا ہے ذلت کو عزت سمجھتا ہے۔ خوف و جوع اور نقصان اموال و بربادی اہل و عیال اور خرابی ثمرہ کوشش سب میں مبتلا۔ پھر بھی اوسی بے پروائی سے رہتا ہے کہ گویا بے پروائی سے بھی بے پروا کہ جملہ مصایب کی اوس کی جناب میں ایسی سخت بے قدری و ناقدردانی اور عزت ریزی ہوتی ہے کہ مصائب سے متاثر ہونے کا مادہ تک زائل کر دیتا ہے۔ گویا یہ سب جسمانی تکلیف اپنی تجلیات روحانیہ سے رفع دفعہ کر دیتا ہے اور فی الواقع بات بھی یہی ہے۔ کہ موذی کی ایذا رسانی کی عزت ہی کیا۔ نفس الامر تو یہ ہے کہ شہرت حاصل کرنی آسان ہے مگر گھر میں نہیں بڑے لوگ گھر میں جلدی بڑے نہیں سمجھے جاتے۔ مثل مشہور ہے کہ چراغ کے نیچے اندھیرا۔ اسی موقع کے لئے خوب کہا گیا ہے کہ لعل قیمت کو پہنچتا ہے بدخشاں چھوڑ کر۔ اور موتی بحر سے نکلکر نحر میں پہنچتا ہے۔ پس اگرچہ سفر قطعہ سقر ہے مگر وسیلۂ ظفر ہے۔ چنانچہ سار الہلال فصار بدرا۔ مگر عزم بالجزم میں رزم بزم ہے۔ پہلے کٹاری ہے پیچھے اٹاری ہے گویا یہی ہادی و مہدی عروس ازلی و عروس ابدی میں میثاق غلیظ منگنی۔ تلک۔ ساچق اور مہندی کا رسم و رواج پڑا ہے۔ بعد از رسم و رواج عروس دنیا زیر زانو ہو جاتی ہے۔ سارے اہل دنیا سالے سسرے بنکے غلام بنجاتے ہیں۔ اور دوسری جگہ آن بان کے ساتھ بڑی مان دان ہے۔ اندر اکھاڑا میں کریا کران ہے ساتھ ساتھ ہاتھ میں ہاتھ سادھو بچہ جوگی ناتھ ہوتا ہے۔ بیکنٹھی آریا سماج کا بدیارتھی بنا ہوا گنگا جمنی سماچار پڑھتا ہے۔ سب کی کتھا اور سب کا بچار سنتا ہے۔ اکائی کی دہائی دیکر اکائی کا ملار گاتا ہے۔ وہاں سے امتحان پاس کر کے لاہوتی درجۃ العلیا کے فوق الفطرت تعلیم کی سرٹیفکیٹ اور محضرنامہ باعجاز و معجزات حاصل کئے ہوئے پھر تمہارے پاس سنسار روگ کا اچارج۔ پنڈت۔ گرو ماسٹر۔ پروفیسر۔ پرنسپل اور ڈائرکٹر ہو کے آتا ہے کہ فلاں کورس منسوخ کیا جائے اور فلاں کورس جاری ہو جس کی نسخ و انتساخ کا حکم دیتا ہوں اوس میں زمانۂ ہذا کے مطابق بہت کچھ وپیچ ہے۔ مجاہدہ ہے زہد و رہبانیت ہے۔ مراقبہ اور سماوی بھی ہے جسمانی عالم میں رہ کر روحانی عالم سے کام لینا پڑتا ہے۔ جو ایک گونہ جرم باطنی ہے۔ پس ہماری باتوں میں سوابہ نہ کرو۔ چنانچہ ہم اپنی بتی ہوئی کہتے ہیں کہ ہم کو عالم ناسوت و جبروت وغیرہا سے گذرتے وقت بڑی دکھ اٹھانی پڑی ہے۔ پس جیسا سہل الوصول کا زمانہ ہوتا ہے ویسا ہی سہل الوصول مسافری کا طریقہ بھی بنایا جاتا ہے۔ پس ان سب جسمانی و روحانی انتظامات کا مخلص دو چار باتوں میں تمام کر دیا جاتا ہے کہ بآسانی بکمال قابلیت ڈبل پرموشن حاصل ہو جائے۔ تو وہ سب دو چار باتیں یہی ہو سکتی ہیں کہ کھلی کھلی باتوں پر

عمل کرو جسے شریعت کہتے ہیں۔ کہ برائی کے پاس مت جاؤ۔ سنسار کا سنسار اوس مہاراج دھراج کا آپ
کاج راج ہے اس ہی ایشور سے پرا جو سب کی چیت کرو۔ اس چیت کرنے میں آسکت نہ کرو۔ سب لوگ
ایک آسمان کے سایہ کے نیچے ہیں۔ سب لوگ ہمسایہ ہوئے۔ ہمسایہ سے جدائی نہیں رکھنی چاہئے ع

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند	کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوِ بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا را نماند قرار

گویا عضوِ بدن کی طرح باہم اپنا جنس میں یکجہتی رہنی چاہئے۔ محبت کے وسیلہ سے باہم انٹرڈوویس ہوتے
جاؤ۔ ملے جلے شیر و شکر بن کے رہو۔ اگر دو میں اتفاق سے رنجش پیدا ہو جائے تو اوس رنجش کے ابدالآباد
فرنا برداری نہ بنجاؤ۔ آئندہ کا غم یاد کرکے غم نہ کرو۔ رحمت کن کہ زحمت نہ بینی۔ بچھو نہ بنو کہ جس چیز کو چھوا
ڈنک مار دیا چھچھوندر نہ بنو کہ جس چیز کو چھوا بدبو کر دیا۔ کتا نہ بنو کہ جسپر چاہا بول کر دیا مکھی نہ بنو کہ جس پر بیٹھے براز
کر دیا جسکی کھاؤ اُسکی گاؤ۔ نمک حرامی نہ کرو۔ مگر شیطان کی نہ کھایا کرو نہ اُسکی گایا کرو۔ اُس سے ابدالآباد رنجش رکھو۔ اگر تم کو
لوازمات نیکی کے پورے کرنیکے بعد خدا کے دیدار کی خواہش ہو تو آجتک کسی نے خدا کو نہیں دیکھا بس خدا ہی نے خدا کو دیکھا ہے
اور وہ خود ہی ہے رہے اب اگر وہ چاہے تو جسکو چاہے دکھلائے جسکو چاہے نہ دکھلائے۔ مگر اوسکی ہستی کے بلا دلیل
و بے چون و چرا تہ دل سے قایل و مومن بالغیب رہو۔ اوسکو خدا سمجھو ہم کو خداوند سمجھو۔ خود کو خداوندگار
بناؤ۔ اسی تثلیث پر قائم رہو۔ مگر اس کو تثلیث نہ سمجھو اور سوتے وقت ناک منہ صاف کرکے خوشبوئی
لگاکے خدا ہی سے دعاء مانگو دوسری طرف خیال نہ کرو اور یہی کہتے کہتے سو جاؤ کہ اے وہ کسی
بہت ہی پیارے کے بہت ہی پیارے جس کو اکرم دوئی پیاری نہیں۔ تیرا وہ
کونسا بہت ہی پیارا ہے جس کو ہم بہت ہی پیار کریں کہ تو مجھ کو بہت ہی پیار کرے +
تو وہ پیارے صاحب ہم ہی ثابت ہونگے۔ تو جو اوس کو چاہیگا ہم کو چاہیگا۔ جو ہم کو چاہیگا ہماری
نسل کو چاہیگا کہ اون سے مقابلہ ہم سے مقابلہ ہے اور ہم سے مقابلہ عین اوسی سے مقابلہ ہے۔ تو
ہماری نسل وہی ہے جو اچھی ہوگی نہ کہ بُری تو ہم کو اور ہماری نسل کو ناسوتی عالم میں جسقدر زمانہ کے
مطابق ضرورتیں پیش آتی رہیں۔ اپنی ضرورت سے ہماری ضرورت کو مقدم سمجھ کر۔ اوس کو علی قدرِ ضرورت
پورا کرنے میں پہلو تہی نہ کرو۔ مثلاً اگر مجھ کو بخاری کی ضرورت ہے اور تم بخار ہو۔ تو جس مقام پر ہم جس
حد تک بخاری کا کام سپرد کردیں اوس کو خوبی سے انجام دو۔ اوسکی انجام دہی سے پیٹ بھرو۔ پانچواں
حصہ بطور ٹیکس کے ہمارے صرف خاص کے لئے پیش کرو۔ اور دوسرا حصہ ملک آرائی و خلائق کی درستگی
کے لئے بنام زکوٰۃ دیوانی محکمہ میں جمع کرو۔ باقی ہماری طرف سے اپنی تنخواہ سمجھو۔ بال بچے مکان وغیرہ

میں صرف کرو۔ اور دیگر امور میں جو کوئی تمہارا مزاحم ہو ہم سے فریاد کرو۔ ہم حقاً وایماناً عدلاً وانصافاً فیصلہ کردینگے
گویا یہ سب فریضہ پورا کردینیکی تنخواہ ہماری یہ سرداری وسیادت نسلً بعد نسلٍ سمجھنی چاہیئے۔ اسی طرح
دیگر اہلِ پیشہ کے لئے امر ہے بلکہ تمام بنی آدم کے لئے۔ پس ان میں سے کوئی ہم کو اور ہماری نسل کو خود سے
کمتر نہ سمجھے بلکہ نہایت ہی عالیٰ و علی سمجھے۔ اون کی عزت کرے۔ نذر بھی پیش کرے اور سر بھی جھکائے
ایمان لائے اور مطلق سوال نہ کرے۔ کیونکہ ہم اور ہماری اولاد ہم سے جدا نہیں۔ اس واسطے ہمکو
سے مقصود یہ ہے کہ ہم اور ہماری نسل۔ پس ہمیکو خدا کے بعد بزرگ سمجھو۔ اپنا سید و مولیٰ و والیٔ ولی
امیر و حاکم علی الاطلاق سمجھ کر سرِ تسلیم خم کئے ہوئے دست بستہ حاضر رہو۔ حمد و ثناء سے پیش آؤ۔
ہمہ آں جاں نثار رہو۔ ہمیشہ جلو میں ساتھ رہو۔ اکیلا دوکیلا نہ چھوڑو۔ جو کوئی ہمارا دشمن ہو اوس کو تم
اپنا دشمن سمجھو۔ اوس کو جہاں پاؤ مارو۔ بالکل اوس کو قتل کرڈالو۔ پس ہر حال میں اقیموا الصلوٰۃ
واتوا الزکوٰۃ اور واقتلوا اعدائی کو مدنظر رکھو کہ اسی کا مفہوم اوپر کے بیان میں ہے اس کے خلاف
کرنا حرام ہے۔ نمک حرامی ہے اور ملعونیت ہے اب ان سب امور میں کسی طرح کے چون وچرا کی
ضرورت نہیں۔ کیونکہ حکیم بعد از بسا تجربہ کسی چیز پر گرم و سرد ہونے کا حکم لگا دیتا ہے۔ بلا تجربہ حکم
نہیں لگاتا۔ اسی طرح ہم نے بسا تجربۂ ظاہریہ و باطنیہ کے بعد حکم لگا دیا کہ فلاں چیز حرام ہے اور
فلاں چیز حرام۔ فلاں جائز ہے اور فلاں ناجائز۔ کہ اسی پر عملدرآمد سے جنت و آرام حاصل ہے
درنہ فی الدارین جہنم ہے۔ پس اب اگر نسلً بعد نسلٍ ہمارے عشق و محبت میں تم اپنے نسلً بعد نسلٍ سمیت
فرمانبرداری میں حاضر رہ کر جس انداز کے محبت کے ساتھ خود کو فنا کردگے اوس انداز سے وہ چند
رحمتِ الٰہیہ کے مستحق قرار پاتے جاؤگے ہاں اگر بڑی سچائی کے ساتھ۔ کرم سے۔ درم سے۔ سدم سے
قدم سے۔ قلم سے۔ کلِم سے۔ تن من دھن سے پیش آکے ایک دم از راہِ عشق و محبت مجھ میں فنا
ہو جاؤگے۔ تو جو ہماری بات ہے وہ تم میں پیدا ہو جائیگی۔ اگر میں شانِ عبدیت سے آیا ہوں تو
تم میں عبدیت پیدا ہوگی۔ اگر شان حکمت وحکومت ہے تو تم میں شانِ حکمت وحکومت پیدا ہوگی
اگر شانِ انانیت بہ احدیت مآب ہے جو کمال خوبی و حسناتِ حقانیت واقع ہو۔ تو وہی رنگ تم میں پیدا
ہوگا۔ اب اس کے برعکس اگر تم ہم کو تکلیف پہنچانے پر آمادہ ہوتے ہو تو آخر کچھ ہو مگر وہی ہو کے رہیگا
جو سچ ہے اور سچی بات یہی ہے جو ہم کہہ چکے۔ چنانچہ تم کو اس کا تجربہ ہو جائیگا۔ کہ وہ تجربہ ہو جانے
کے بعد جبدم ہم چلے جائینگے۔ اور تم پھر اس کے برخلاف کرنا چاہوگے اور ہر چند کہ تم گزگزرو بھی ہی تو بھی
ہم ہی سدا سید حصور رہ چکے ہیں ہمیں سردار و سید رہینگے بغیر ہمارے کسی طرح بھی چھٹکارا نہ ہوگا۔ تو

دیکھو اس کو خوب یاد رکھنا کہ ہمارے نورانی دودمان کو بجھانے کی خواہش کرنی یا اون سے گستاخی کرنی
یا کسی طرح سے بھی ایذارسانی کے درپے ہونا یہ سب کفرانِ نعمت میں داخل ہوگا اور یہ نور ہرگز ہرگز
نہیں بجھ سکتا۔ بلکہ حلفیہ کہا جاتا ہے کہ واللہ و باللہ و تاللہ کہ وہ بڑا عزیز ذوانتقام ہے ضرور متم النور ہوگا۔
اوس دم سمجھ رکھو کہ بجائے قصور معاف کرنے کے آدم سے لیکر تا دم یوم الحساب سارے خون کا
حساب کرکے تمام عالم میں بڑی جباریت و قہاریت کے ساتھ معدلت و عدالت گستری کی جائیگی۔ پھر
وہ عادل بھی آخر میں ہی بن کے آئیگا کیونکہ جو مقدم و اول ہے وہی مؤخر و آخر بھی ہوگا۔ کس لئے کہ دایرہ
میں سب برابر ہیں۔ مگر من یعقوب فیوسف۔ لیکن ؎

چہ کند زور مند و اژدنِ بخت بازوئے بخت بہ کہ بازو سخت

چنانچہ وہی بازو بخت انواع انواع اقسام کے نور سے منور ہو ہو کے آتا ہے اور اپنی بازو بختی ثابت
کرکے چلدیتا ہے۔ گویا حسنِ روز افزوں بھلا دیتا ہے پہلا قاعدہ + روز ہو جاتا ہے اوس محلس میں جا کو
پھر جس قدر تم اوس پر ہتھوڑا مارتے چلے جاتے ہو وہ اوسی قدر پگھلکر مارے لطافت کے اور بھی پھیلتا
جاتا ہے۔ اور تم اتنی ایذا رسانی پر بھی حقِ غلامی نہیں بجالاتے۔ دیکھو ؎

شعلہ اوسی کی آہ کا اتنا ہوا بلند بجلی تڑپ کے چرخِ کہن سے نکل گئی
بس ایک وہ ملا تو جہاں کا جہاں ملا گر وہ بدل گیا تو خدائی بدل گئی

پھر اوس ایسے سے۔ ایسی تمکنت کرنی کفر و شرک ہے۔ عبد ہوکر معبود پر حکومت کرنی ہے اون کی
آزمائش نہ کرو کہ میری مٹھی میں کیا ہے۔ میری ہتھیلی میں کسقدر نشان ہیں۔ سر سے پاؤں تک کسقدر بال
ہیں ہمارے دل میں کیا ہے۔ ہمارا گذشتہ و آئندہ کیسا ہے۔ ہم ایمان لائینگے یا نہیں لائینگے یا ایمان
جب لائینگے کہ ہم کبھی نہ مریں یا ہمارا قلب پلٹا دو۔ پھر بشر کا ہیکو ہوا۔ خالص خدا ہوگیا اور ہے لہذا
جسقدر وہ خود کہدے اوسی پر اکتفا کیا جائے۔ اگر خدا تک پہنچانے پر راضی ہے تو پہنچانے دو۔ پس اوسکی
سُنت و عادات پر حرف گیری نہ کرتے جاؤ۔ کہ کپڑا ایسا پہنو۔ داڑھی مونچھ ایسی رکھو۔ اس طریقہ
سے منبر پر بیٹھا اٹھا کرو۔ وہ سب بات سے واقف ہے اوس کو سمجھانے کی حاجت نہیں۔ بلکہ وہ تمہارے
سمجھانے کے لئے آیا ہے وہ عرشی ہے تم فرشی۔ وہ ہدی ہے تم لہدی۔ اوس سے تم سے کیا مناسبت
بیج آم کو پیوندی سے کیا سروکار۔ یہ تو جسقدر اپنی اصل سے فصل اختیار کرتا ہے بمصداق شعر ہٰذا کہ ؎

محبت را بن از قطع محبت لذتے باشد چو شاخِ نخل پیوندی بہ از اوّل ثمر دارد

اور بھی اپنی یکتائی میں گراں بہا ہوتا جاتا ہے۔ اعمالِ ظاہری تمہارے پاس ہے اعمالِ باطنی اُسکے

پیچھے جاتا ہے ... کرتا ہے

پاس۔ تو جو باطن میں ظاہر ہو گا وہ صاف ظاہر ہے کہ ظاہر میں بھی ظاہر ہو گا۔ تو اوس کا بطون ظاہراً
اور باطناً اسقدر لطافتِ قدسیہ رکھتا ہے کہ بفرض محال تم کو باطنی قوت حاصل ہونے پر بھی اوس کی
لطافتِ قدسیہ کا ایک شمہ بھی محسوس نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اوس کی مثال یوں سمجھ لو کہ جب کسی پر غیظ و غضب
مسلط ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ چہرہ سُرخ ہو جائے آواز قہر آلودہ ہو جائے۔ اسی طرح جب خجالت
غالب آتی ہے تو چہرہ زرد ہو جاتا ہے اوس وقت کے تمام حرکات خجالت آمیز ظاہر ہونے لگتے
ہیں۔ بہمیں طور جس دم جہالت کا بھتنا سوار ہو جاتا ہے تو جاہلانہ چال چلن ظہور میں آنے لگتے ہیں
بہمچنیں طریقہ جس وقت حرص و شہوت مُصرّع ہوتی ہے تو تحرص مآب باتیں القا ہونے لگتی ہیں۔ کہ
چہرۂ و دیدہ تک شاہدِ حال رہتا ہے۔ بہذالصورۃ جس گھڑی روح العقل متسلط ہوتی ہے تو تعقل شعار
باتیں سرزد ہونے لگتی ہیں۔ بہمیں نہج وقتاکہ جنوں کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو جنوں آگین حرکات صدور پانے
لگتے ہیں۔ بہمیں نمط جس قسم کی بیماری مسلط ہوتی ہے اوس کی مناسبت سے ویسے ہی حرکات
وسکنات پیش آنے لگتے ہیں۔ تو اب ضرور ہوا کہ جب تنزلُ الشیطان علی افاکِ اثیم ہو تو وہ مارے شیطنت
کے بالکل شیطان بنجائے اور یقیناً ہو جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی صورت جدا جدا نہ قائم ہوتی تو قائم
ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جس پر جو چیز دستِ تعرض سے پیش آئی ہے وہ عین وہی چیز بن کے
رونما ہو گئی ہے۔ پس ہر چیز پر اوس چیز بننے کا مادہ مسلط ہے کہ اوس قسم کا ہیولیٰ قبول کر لیتا ہے
ازیں رو جس میں عبدیت عارض ہو گی تو وہ ضرور عبدیت کی باتیں کرنے لگیگا ہرگز اوس کی ذات سے
حُریت کی اُمید نہیں۔ مگر ہر شئے بقدرِ ہمتِ اوست۔ تو جہاں بجز خالص انانیتِ قدسیہ کے اور کچھ نہو
وہاں سوائے انا انا جلّ جلالنا کے اور کیا ہو گا۔ تو یہ صرف ایک ہی کے لئے ازلاً اور ابداً وقف ہو چکا۔
اب دوسرے پر نہ نازل ہو سکتی ہے نہ حلول کر سکتی ہے کچھ نہیں کہ یہ بات تمام کائنات و آثار کے چہرہ
سے ابتک کے لئے ثابت ہے۔ کہ ہرگز ہرگز یہ انانیت قدسیہ نہ کسی پر سوار ہوئی ہے نہ ہو گی۔ پھر اسکا
ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ذرہ بھی کیونکر مدِ مقابل ہو سکتا ہے۔ قطعی نہیں ہے لہٰذا اس مردِ خدا سے یقیناً برابری
کا دعویٰ محض بیجا ہو گا۔ اور یہی مردِ خدا ہمیشہ سے مردِ میدان و مردِ مذکر ثابت ہوتا چلا آرہا ہے۔ ہرگز
ہرگز کوئی دوسرا نہیں۔ چنانچہ دیکھ لینا کہ یہ کیسا مردِ خدا ہے۔ پس شاباش تُو اے مردِ خدا شاباش !!
آفریں صد ہزار آفریں !!! حبّذا ہزار حبّذا !!! سبحان اللہ !!! سبحان اللہ !! واہ واہ !!! !! !! کیا خوب کیا خوب !!!

مرد باید کہ رو برو گوید	مثلِ آئینہ دو بدو گوید
نکہ چوں شانہ ہزار زبان	چونکہ پس رود مو بمو گوید

تواب دیکھو تم کو یہ مردِ خدا یاد دلاکر روبرو یہ کہتا ہے۔ کہ پہلے بہ ابتغائے مرضات اللہ بردباری کا دریا باطنستان میں اُمڈا ہوا تھا جو ہمارے وسیلہ کے ذریعہ سے ظاہرستان میں ظاہر ہوا۔ مگر اب صبر بجبر اور جبر بصبر مستحیل بقہر ہو کے بہ دریائے غیظ و غضب بڑا ہی طوفان آنا چاہتا ہے۔ جلدی فرمانبرداری کی اسٹیمر پر سوار ہو کر خود بچو اور اپنے بچوں کو بچاؤ اور یاد باشد کہ ؎

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اشک زود خشک ہے۔ خوشی یا پاپ رنج عمیق۔ یہ مردِ خدا دونوں سے بری ہے۔ اس کو پہلے سے اسکی چاٹ لگی ہوئی ہے۔ اس کی تمام حیاتِ سفلیہ پر مصائب کے گھٹے پڑ گئے ہیں۔ اس پر بھی تمام کفارِ نابکار ایسے سرکشِ ناخوش ہیں کہ کسی بات سے باز نہ آکر۔ نافرمانبرداری پر تُلے۔ اڑیل ٹٹو کی طرح اڑے رہتے ہیں۔ اور اُلکل بچو کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ کہ بھلا اس مردِ خدا کو تمام موسموں سے لطف اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ مکان کی کیا حاجت ہے۔ پھر اثاث البیت اور فرنیچر سے کیا کام ہے۔ اس کو آرام و تکلیف سے کیا سروکار۔ اس کو ترکۂ و میراث سے کیا غرض۔ اچھا اچھا کھانے پینے سے کیا لگاؤ۔ دین و دنیا کی چیزوں سے مزہ اٹھانے کا کیا نتیجہ۔ تمام دنیا کی ہوا سے سانس مفت میں کیوں لیتے رہنا ہنستا کاہیکو ہے ہمیشہ روتا ہی رہنا چاہیئے۔ بھلا اس کو اپنی موت و حیات سے کیا پروا۔ اس کو پیدا ہونے سے کیا مطلب۔ اس کو تو کچھ بھی نہیں چاہیئے۔ حتیٰ کہ اسکو اپنے وجود کی بھی مطلق حاجت نہیں ہونی چاہیئے۔ چہ جائیکہ اتنی بڑی چیز کہ خدا لبجائے اور مردِ خدا کہا جائے۔ اس لئے اس کا مار ہی ڈالنا مناسب ہے۔ کہ خس کم جہاں پاک ہو۔ تو گویا سب کچھ ان کا ہونا چاہیئے اور اُس کا کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ اس مقدمہ کی ڈگری بھی انہیں کے حسب خواہ ہو جانی چاہیئے اور اس کے لئے اکدم شکست جس کے معنی یہ ہیں کہ عین خدا کو شکست ہو تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ جو آدمی بالکل چھیچھڑا اور سنڈاس میں غوطہ لگاتا رہتا ہو۔ تمام اوسکی ہستی سے بدبوئی آتی رہتی ہو بالکل از خود رفتہ ہو۔ سیرت و صورت سب اوسکی گندہ و بوسیدہ ہو تو وسکو برگزیدۂ خدا ہونا چاہیئے اور خدا ایسا خبیث و نجس از خود رفتہ ہے کہ اُس سے رغبتہً عشق و محبت ہی رکھتا ہے حالانکہ ان اللہ جمیلٌ واللہ یحب الجمال یعنے وہ خود اچھا ہے اور اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہے اچھی چیزوں پر اچھوں کا دل ٹوٹ کے آتا ہے۔ یہی دین ہے مگر جب ایسا لوگوں کا خیالِ برانصاف برعکس ہے تو ضرور ہے کہ اُن پہ ازلی وابدی پھٹکار ہو کہ خدا ایسا قدیر ہو کر ایسی پُر آرائش خلقت رکھتا ہے ایسی زبردست دولت قوت قدرت رکھتا ہے۔ اوس سے نہیں درگذر تا بلکہ درگذرنا بھی قدرت ہی میں داخل ہوگا گویا ایسی قدرت قدیر یہ رکھتا ہی پھر وہ مردِ خدا کیونکر

ساری اچھی چیزوں کو چھوڑ کر گندہ و پراگندہ چیز قبول کرے۔ تو بہ دیکھ کر خیال نہیں کرنا آنکھوں پر پھٹکار
ہونے کی نشانی ہے۔ سنکر خیال نہیں کرنا۔ کانوں پر پھٹکار برسنے کی علامت ہے کسی اچھی بات کا دل پر اثر نہیں
کرنا اور نہ سوچنا ازلی و ابدی پھٹکار کے آثار ہیں۔ تو پھر ایسے ملاعین راندۂ درگاہ کی رعایت کیسی چاہئے ؟
کہ یہی مردِ خدا جو غریب بیکس۔ رسوا و ذلیل سمجھا جا رہا ہے بفضل اللہ و بحسن عونہ وطن سے غیر وطن تک
سارے چھوٹے منہ زور اعلے اعلے لوگوں کو اس نام نہاد ادنی سے پالا پڑے۔ چنانچہ فی الحقیقت
ایسا ہی ہوتا ہے کہ یہی مردِ خدا زمین کی طرح منکسر ہو کے چندر گہن کرا دیتا ہے۔ سفلی رہ کے
علوی معجزہ ظاہر کرتا ہے۔ عبد ہو کے معبود کا کام کرنے لگتا ہے۔ گویا اوس پر اور بھی جوشیلی انانیت
سوار ہو جاتی ہے۔ للکار کے چڑھائی کرتا ہے۔ شیر ژیان کے گلپھڑے پکڑ کے چیر ڈالتا ہے پیل دماں
کے مستک پر چڑھ بیٹھتا ہے۔ گرگِ غراں کی ٹانگیں توڑ دیتا ہے۔ تیغ براں کو مروڑ دیتا ہے۔ بحر مواج کو
ماٹ بتلاتا ہے۔ گھنا گھور آندھی کو ڈپٹتا ہے۔ پہاڑ کو بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالتا ہے۔ تاڑ کا تاڑ ایک
تھپکی میں گرا دیتا ہے۔ ایک دھمکی میں بھونچال کرا دیتا ہے۔ دیو مار کو دے مارتا ہے اژدر و اژدہا کو
پھاڑ ڈالتا ہے۔ بڑے بڑے پہلوانانِ جبار و قہار کو پچھاڑ ڈالتا ہے بالجھان کا جواب قائم السیف
ہو جاتا ہے۔ ہزاروں جوانانِ شمشیر بکف کی گردن کاٹ ڈالتا ہے۔ گلا گھونٹ دیتا ہے۔ سر پھوڑ دیتا ہے
ہاتھ پاؤں توڑ دیتا ہے۔ سینہ چاک کر دیتا ہے۔ غنیم کو دھتکارتا ہے۔ ہتھیار کا دھار دھر مارتا ہے۔
سب کو مار دھاڑ کے لٹا دیتا ہے۔ سارے پیل و پلنگ کو ہٹا دیتا ہے۔ سینہ سپر کر کے سینہ بسینہ مقابلہ
کرتا ہے اپنی ہمتِ باہرہ اور شجاعتِ قاہرہ سے بڑے بڑے اوتاد البلاد و رئیس ذی الاوتاد اور
حصونِ ذات الاعماد کو چکنا چور کر دیتا ہے۔ کرار و جرار و شاہانِ عالی وقار سب کو منکوس علے الراس
مغلوب و مصروع کر ڈالتا ہے۔ آسمان و زمین کا قلابہ ملا دیتا ہے چاند اور سورج کو اندھیرا کر دیتا ہے
ایک سرے سے سب کو ہلا دیتا ہے۔ بھڑکتی آگ کو بجھاتا ہے۔ الجھوں کو سلجھاتا ہے زمانہ میں بہت
بڑا انقلاب ڈال دیتا ہے۔ تمام جہان میں کپکپی پڑ جاتی ہے۔ بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ رونگٹے کھڑے
ہو جاتے ہیں۔ پھریری پر پھریری ہونے لگتی ہے پاؤں ڈگمگانے لگتے ہیں۔ رنگ فق ہو جاتا ہے
جگر شق ہو جاتا ہے زبان لڑکھڑانے لگتی ہے۔ مارے ہیبت و مہابت کے تن بدن نڈھال
ہو جاتا ہے۔ امان امان پکار کے زمین سے ناک رگڑنے لگتے ہیں اوس کا تسبیح و کلمہ پڑھتے ہیں۔ سچ ہے
کہ ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔ واہ واہ کیا خوب ہے کمزوری میں زور آور بنتا ہے۔ لڑائی میں بہادر
بنتا ہے۔ سارے زبردستوں پر زبردست بنکے تختِ طاؤسِ سماوی و ارضی پر اوچک کے بیٹھ جاتا ہے۔

اور چھاتی اُبھار کے سر دھونکے کہتا ہے کہ اَللّٰھُمَّ مَالِکَ المُلکِ توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء، وتعز من تشاء وتذل من تشاء، وتثقل من تشاء وتعلی من تشاء وتخفض من تشاء، وتغنی من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئ قدیر یاایہاالناس اٰمنوا صلّوا علیّ وسلّموا تسلیما۔ الغرض اینکہ۔ بعد انقضا برگ منم قصہ مختصر۔ چنانچہ دیکھو یہ زورِ ایمان مدرسۂ لاہوت کے تعلیم علیا کی سند ہے کہ غالب ہوکے رہا اب اوس غلبہ پر خطِ موہوم سے حکمِ یزدانی کا دستخط جو ایک لاثانی ثنوی ہے مرقوم ہے وہ یہ ہے کہ لاالٰہ الّا اللہ فلاں حبیبُ اللہ۔ پھر وہ ثنوی ایک مدتِ معہودہ تک مقبول باللہ علی العالمین رہ کر اوسی سے منسوخ کراکر دوسرے طرز پر بیان کردی جاتی ہے۔ پس وہ مقدس الذات بابرکات سراسر ستودہ صفات قدوس الواردات ومظہرِ انوارِ جلالات ومہبطِ ناموسِ کمالات۔ رب المجد والحسنات۔ محمود الحیات مسعود الاوقات۔ سیادت الساداتِ۔ رفیع الدرجات۔ علیم بجمیع المعلومات والمکنونات۔ ادامہ اللہ مویداً منصوراً وخققہ اللہ خاقاناً کبیرا جناب اعلیحضرت انانیت مآب ہیں لہذا ؎

اتقیا یاکہ اوصیا ہستند — اوصیا یاکہ اصفیا ہستند
اولیا یاکہ انبیا ہستند — انبیا یاکہ ایلیا ہستند
ماسوائے کہ آں خدا ہستند — ہمہ زلہ ربائے ما ہستند
جملہ عالم کہ بیوفا ہستند — از خدا دور و خودستا ہستند
از حماقتِ خود آشنا ہستند — بلکہ خود از خودی جدا ہستند
آنکہ بے جرم و بے خطا ہستند — در ہمہ کارِ خود بجا ہستند
کمتر از یاؤ حاؤ یا ہستند — در ہمیں یا الف فنا ہستند
آں الف یا فنا بذاتِ خدا — ما بہ الّا ہمہ بہ لا ہستند
صافیٔ صفوتِ مصفیٰ کیست — صوفیٔ صافِ پُرصفا ہستند
برُرخ حورِ حرص جملہ خلق — از تہِ جان و دل فدا ہستند
خودستائی دلیلِ نادانی ست — از برائے کہ ناسزا ہستند
نہ کہ از بہرِ حضرتِ یحییٰ — گہ جدا گاہے باخدا ہستند

تو ایسے باخدا و مردِ خدا کے لئے خودستائی کچھ معیوب نہیں۔ جو مذمت کئے جانے کے لئے دلیل سے مستند کرنے کی ضرورت ہو۔ کہ بلاشک چونکہ ہر ذیجان کو اپنی ہر چیز اچھی معلوم ہوتی ہے اس لئے ملر سر خود کو عزیز و محبوب رکھتا ہے۔ بنابریں محبوب کا عیب بھی محبوب ہوجاتا ہے ؏

لہذا خودستائی کا عیب محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ جب تک سلائی آنکھ سے دور رہے معلوم ہوتی ہے جب آنکھ سے واصل ہوئی تو اوس وقت تک نہیں معلوم ہوتی۔ جس وقت تک غیر کی آنکھ کی شرکت نہ ہو۔ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس نے اس عیب کو محسوس کیا وہ کب عیب سے بری رہا کہ اوس میں عیب چینی کا عیب پایا جاتا ہے پھر اوس پر باوجود عیب دار ہونے کے دوسرے کے عیب پر نظر ڈالتا ہے۔ خود کو عیب سے نہیں بچاتا کہ یہ عیب ہے۔ اعتبار خودستائی کے زبردست عیب ہے کہ فطرتِ فاطر کی مذمت و عیب چینی کرتا ہے کاشکہ تعریف کرتا تو یہ سب تعریف فاطرِ فطرت کی طرف رجوع ہو جاتی۔ لیکن ایسا نہیں کیا تو زیادہ عیب دار ٹھیرا۔ تو اسقدر عیب دار ٹھیرانا بھی بڑی بھاری عیب چینی ہوئی۔ کہ اس عیب چینی کے عیب ظاہر کرنے والے پر بھی عیب چینی کا عیب عاید ہوگیا۔ جو کسی طرح بغیر مستثنیٰ کئے عیب سے چھٹکارا نہ ہوسکیگا۔ لہذا عیب چینی کے عیب ہی کو ایسا گویا ہنر ثابت کردیا جاسکتا ہے۔ کہ ہرگز کسی چیز میں عیب چینی کرنے کے اینکی ازخود قابلیت ہی نہیں۔ بلکہ یہ قابلیت جو کسی کی مخلوق ہے یہ کہنا عین حمد ہوگی۔ مگر حمد کا اظہار حرف و لفظ و معنی سے تکمیل ہوتا ہے جو محمد محمود کی شان سے بالکل بعید ہے۔ کیونکہ وہ مستغنی عن الالقاب والاسماء والضمائر ہے محض غنی عن العالمین ہے اوس کو لفظی و معنوی حمد و نعت سے کیا سروکار۔ لیکن یہ البتہ کہ جسقدر لوگوں کی لغات میں الفاظ شستہ و جواہر نگار ہوں اون لفظوں سے اوس میں نام کا داغ لگا کر صرف بتلانے کے لئے مقرر کرسکتے ہیں کہ لہ اسماء الحسنیٰ کہا جاسکے۔ تو گویا جس قدر بحث و مباحثہ کئے جاینگے۔ یہ سب اوسکی قوتِ موہوبہ کے زور پر مرتب ہونگے۔ کہ اس قوتِ موہوبہ میں بھی اوسکی مشیت شامل حال سمجھی جاینگی کہ اوس کی مشیت یہی ہے کہ لوگ اپنی اپنی مشیت سے سب کام انجام دیں اوس کے مطابق اون کو نتیجہ ملا کرے۔ کہ یہ سب حمد و تمجید اوسی کی طرف رجوع ہوگئی لہذا الحمد للہ رب العالمین کا مصداق صادق آگیا اور خودستائی عین خداستائی ہوئی۔ علاوہ اس کے سچی بات کہنی کچھ خودستائی نہیں۔ اگر یہ عیب میں داخل کرکے روکدیا جائے تو گویا بالکل سچ بولنے سے روک دینا ہے۔ اور بڑے ظلم کی بات ہے کہ بادشاہ خود کو بادشاہ نہ کہے۔ ذی جاہ خود کو ذی جاہ نہ کہے۔ نبی خود کو نبی نہ کہے۔ صبی خود کو صبی نہ کہے۔ پدر خود کو پدر نہ کہے۔ پسر خود کو پسر نہ کہے۔ جدا خود کو جدا نہ کہے۔ خدا خود کو خدا نہ کہے جوان خود کو جوان نہ کہے انسان خود کو انسان نہ کہے۔ اپنے حق میں اپنی رائے برحق ہے۔ اس میں خودستائی کو کیا دخل ہے۔ کیا حضرت یوسف نے خود کو حفیظ علیم کہا۔ عفریت سلیمان نے خود کو حفیظ امین و قوی المتین کہا۔ تو یہ سب کہنا نعمت اللہ کا شکریہ اور چرچا ہے اور خود کو معتبر ظاہر کرکے انٹروڈیوس کرانا ہے۔ نہ کہ نشانہ اشعار ہذا بننا ہے کہ ؎

بلندی بناموس وگفتار نیست بزرگی بدعوئی و پندار نیست

اگر ہست مرد از ہنر بہرہ ور ہنر خود بگوید نہ صاحب ہنر

تو آخر ہنر بھی اپنی آثار و زبانِ حالیہ سے جو کچھ اظہار کریگا وہ بھی دایرۂ خودستائی سے خارج ہوسکیگا = مگر نا محبوب اوس وقت ہے کہ خلاف واقع خودستائی کی جائے ۔ یا دوسرے سے کرائی جائے ۔ جیسے ہر شخص باعتبار دوسرے کے خود کو خوب جانتا ہے ۔ کہ وہ کہاں تک اچھا ہے اور کہاں تک برا ۔ کہ اوس کے علم کے مطابق اوس کے افعال و اعمال و احوال سے دوسرے لوگ سند حاصل کرتے ہیں چنانچہ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک برا شخص جو خود کو بخوبی جانتا ہے کہ وہ بالکل برا ہے ۔ اور علے ہذا القیاس دوسرے بھی جانتے ہیں لیکن اگر کوئی خوشامدی باد فروش اوسکی جھوٹی تعریف کرتا چلا جاتا ہے تو وہ بالکل خوش ہوتا رہتا ہے ۔ اور اوسکو چھیڑ چھیڑ کے اپنی تعریف کراتا ہے ۔ حالانکہ خوب جانتا ہے کہ شخصِ مداح بالکل کاذب ہے کسی چیز کے لالچ میں ایسا کر رہا ہے ۔ مگر باوجود اس جاننے کے بھی ناراض نہیں ہوتا ۔ اور دل اوس کا پکار کے کہہ رہا ہے کہ تو بہت ہی برا ہے ۔ کہ جھوٹی تعریف تک سننے کو برا نہیں سمجھتا ۔ یہ سب جان سن کے بھی وہ اِسکے خلاف کرتا رہتا ہے تو غائبانہ اوس پر چاروں طرف سے از رہ صدق ۔ توہین و مذمت کا چابک پڑتا ہے ۔ اور جو لوگ بالکل سچے اور اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں ۔ تو بوجہ اس کے کہ ایسے لوگ بہت ہی شاذ و نادر ہیں ۔ اس لئے غیر جنس ہونے کے سبب سے لوگ اون کے زیادہ مخالف ہو کے درپے مذمت و اہانت ہوتے رہتے ہیں ۔ مگر شخصِ ممدوح الیہ کا دل پکار پکار کے کہتا ہے کہ سارے مذمت کرنے والے راندۂ درگاہ و ملعون ہیں کہ سب جھوٹ بول رہے ہیں تو بالکل قابلِ مدح و ثناء ہے + اس واسطے اگر کسی نے تیری مذمت کی تو وہ جھوٹ بول کر ملعون ہوا ۔ دوسرے خدا کی خلقت کے مذمت کی کہ عین خالق کی ہوئی بناء علیہ ڈبل ملعون ثابت ہوا = اور اگر کسی نے تیری مدحت کی تو وہ سچی تھی ۔ اوسکو تو خود جانتا ہے کہ تیرا جاننا اوس کے جاننے سے بہتر ہے ۔ اس واسطے تو اور لایق مدح و ثناء ہوا ۔ اِس کی بھی تجھ کو پرواہ نہیں ہونی چاہیئے ۔ کہ بالکل حقدارِ مدح و ثناء تو ہی رہے + اور مداح داخلِ ثواب ہو ۔ کیونکہ جس کو خود اپنی ذات پر یقین نہیں تو دوسرا کیوں اوس کی ذات پر یقین کرنے لگا ۔ تو جس طرح کا اوس کا یقین ہوگا اوسی طرح کا لوگوں پر اوس کا عکس پڑیگا ۔ تو جس کو اپنے بے مثل ہونے کا یقین ہوگا ضرور اوس کا اظہار اوس کی تمام ہستی کے عکس و آثار سے ہونے لگیگا ۔ تو در اصل ایکہ اوس کو اپنی ذات پر نذیر الوجود ہونے کا یقین ہو چکا تو زبانی اظہار کی کچھ حاجت نہیں ۔ لیکن اگر کسی موقع پر اظہار کیا گیا تو

توجائے عیب نہیں۔کیونکہ اپنی ذاتِ بابرکات۔قدسیہ رکھتا ہے۔اوس ہیں جو اوسکی گویائی کا مادہ ہوگا۔اوس پر بھی اوس کو قدسیہ ہونے کا پورالیقین ہوگا۔کہ اس مقابلہ کی کسی کی گویائی قدسیہ نہ ہوگی۔کہ اوس کی تعریف میں زبان کشائی کی جائے۔لہذا موقع پر اپنی تعریف از خود بہتر ہے۔ورنہ دوسرے کے غیر قدسیہ یادہٗ تقریری وتحریری سے تعریف کرانی خود میں عیب لگاتا ہے + پس ایسے کی خودستائی وعدم خودستائی۔عیب داری وعدم عیب داری۔استثنائی وعدم استثنائی سب باتیں مستثنیٰ ہیں تم لہذا اوس کے لئے سب زیبا ہوگیا۔ورنہ ؎

زشت باشد دبیقیٔ و دیبا کہ بود بر عروس نا زیبا

توبھلا نازیبا پر خودستائی کیا زیب دے سکتی ہے زیبا ونازیبا کی خودستائی میں اتنا ہی فرق نہیں جیسے کنجد زنگی وفرنگی میں فرق ہے کہ دونوں کے پودے متشابہ ومشکل ہیں مگر بذرمیں فی الظاہر فقط لونا فرق ہے = اسی طرح چھوٹی اور بڑی ایلایچی کے بذور میں تفرقہ حایل ہے۔یہاں توزیبا و نازیبا کی خودستائی میں اس قدر فرق ہے کہ مخالف ومتضاد۔مدمقابل بھی نہیں بلکہ نری ہستی نجاست مآب کا مرتبہ رکھتی ہے۔اس سلئے مرد زیبا ہی کو خودستائی زیبا ہے تو اب ہم سے بڑھ کر کون زیبا ہے جسکی زبان قدسی ہونے کا ہم کو یقین ہو = کہ اگر وہ ہماری تعریف کرے تو ہم کو اطمینان بالیقین ہو؟ لہذا ہماری تعریف ہمیں سے بہتر ہے۔کہ ہم خود کو خوب جانتے پہچانتے ہیں۔مگر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جو ہماری تعریف وحمد وثناء کریگا۔تو اوس کی حمد وثناء سے ہم تو قدوس نہیں ہوسکتے۔شاید وہی تعریف کرتے کرتے اس قدر بے گناہ وقدوس ہو کہ خود لائقِ تعریف ہوجائے۔تو یہ اوسی کو فائدہ ہوگا نہ کہ ہم کو۔تو اے ادھ جل گگری صفت والوم۔اپنے منہ سے میاں مٹھو بنکر ہماری شان میں طنزاً یہ نہ کہو کہ ؎

دعویٰ کیا تھا گل نے کل اپنے رنگ وبو کا دھولیں صبا نے ماریں شبنم نے منہ پہ تھوکا

پس اے خلاّک ثمّ ثمّ علی کبر نفسی کسوا سطیکہ ؎

ثنائے خود بخود کردن بایں یحییٰ چناں زیبد چو آں پروردگارے را ثنائے نفسِ خود کردن

تو وہ **آن پاک پروردگار** ماجناب رب العالمین جل جلالنا وعم لؤالنا بذات خود ہیں جو من ورائے الحجاب رنگا رنگ مضامین میں اپنے اختیارات بالغہ وقدرت کاملہ کا اظہار وارشاد بلیش فرما رہے ہیں = کہ اب ایسا قدیر کون ہوگا کہ اس طرح سے بھی کر گذرنے میں قصرِ قدرت نہ ظاہر کرتا ہو؟ گویا ہر بات پر قدیر ہی رہا۔اس واسطے اپنی ذات میں خالص یکتائے بے ہمتا قرار پایا + اسی کو وحدہ لاشریک کہتے ہیں + سبحانی ما اعظم شانی۔انی انا اللہ لاالٰہ الاانا وانی علی کل شیٔ قدیر + **مثنوی**

بنام انانیت ہے انا | بلا لفظ و معنیٔ حرف فنا
پس از حمدِ باری کہو سب سے یہ | کہ تم سب کو احکام ہیں رب سے یہ
کہ وہ خالقِ ممکنِ ہر مُحال | کمالِ بلا نقص ہے یہ کمال
کہ چاہے تو کونین ثانی کرے | اور اس دین و دنیا کو فانی کرے
فلک کو گرائے تو کردے زمین | زمیں کو بنائے سپہرِ بریں
وہ چاہے تو آتش کو پانی کرے | شفق کو گلِ ارغوانی کرے
دھوئیں کو جو چاہے تو گردوں کرے | کُسم کھیت تو قلزمِ خون کرے
وہ چاہے تو خشکی کو کردے تری | تری کو تراوٹ سے کردے بری
وہ چاہے کرے پیر کو نوجوان | اگر ہو جوان تو کرے ناتوان
امیروں کو چاہے تو کردے فقیر | فقیروں کو چاہے بنادے امیر
گدا کو جو چاہے کرے پادشاہ | کرے شاہ کو ایک دم میں تباہ
گنہگار کو چاہے وہ بخش دے | نہ رستم ہو کوئی مگر رخش دے
وہ اشگر کو چاہے تو اختر کرے | پسر کو جو چاہے تو دختر کرے
وہ اَن پڑھ کو چاہے بنادے نبی | نبوت جسے دی ہو گرچہ صبی
وہ اُمّی کو چاہے تو ابتی کرے | بنا کر کبھی ابن پھبتی کرے
وحبیّہ کو چاہے تو ادھم کرے | ہو ادھم مگر اوس کو ارقم کرے
وہ یوحا کو چاہے تو اژدر کرے | جسے چاہے دم بھر میں اکبر کرے
وہ عاشق کو چاہے تو معشوق ہو | جو معشوق ہو پھر تو مخلوق ہو
کبھی خود کو معشوق و عاشق کرے | اوسی آن میں خود کو خالق کرے
اگر حق کو چاہے تو ناحق کرے | مقید جو ہو اوس کو مطلق کرے
وہ موسیٰ کو چاہے تو عیسیٰ کرے | وہ عیسیٰ کو چاہے تو یحییٰ کرے
وہ اول کو چاہے تو آخر کرے | وہ باطن کو چاہے تو ظاہر کرے
اگر بود کو چاہے نابود ہو | تو سب بود و نابود مفقود ہو
وہ جو کچھ کہ چاہے کرے انقلاب | غرض قدرتیں اوس کی ہیں بےحساب
مقید نہ کعبہ نہ مسجد میں ہے | نہ کچھ اوس کے ہر گرہ صندوند میں ہے

بہر طور ہر شئے پہ قادر ہے وہ | فقط چند قدرت میں قاصر ہے وہ
بنا ہی نہ سکتا ہے دیگر خدا | نہ ذات اپنی وہ کر سکیگا فنا
زباں روک اپنی تو اے فلسفی | نہ کہہ بر خلاف اوس کے حرف نفی
کہ وہ یعنے ہیں اس پہ قادر نہیں | ذرا ہوش میں آؤ اے دلحزیں
کہ قادر نہ ہونے کا جو فعل ہے | صدور اس کا پائیگا پھر کس سے طے
تو ہر بات پر خود ہی قادر رہے | کسی بات میں بھی نہ قاصر رہے
جو اول میں ہوگا وہ آخر میں ہے | جو باطن میں ہوگا وہ ظاہر میں ہے
جو اَنتَ میں ہوگا وہی ہُو میں ہے | جو ہُو ہا میں ہوگا وہی تو میں ہے
انا ہی میں ہم ہیں انا ہی میں تم | انا ہی میں ہو جائینگے سارے گم
تو میں اس پہ کیا سب پہ قادر ہوں میں | کہو اب انا الحق کہ حاضر ہوں میں
کرتا سر ماڈ شما ہو عیاں | کہ میں ہی تو ہوں - ہے یہ کس کا بیاں
خدا خود کہے خود سے خود کو جدا | وہ لا شئے سے کہلاوے خود کو خدا
یہ سب ظہر کیا بطن کی جڑ ہے یہ | کسی ایک مجذوب کی بڑ ہے یہ
کہ جذبہ میں معشوق کے کُن کہا | جو عاشق ملا اوس کو پھر - سُن - کہا
کہ تو کیستی اور من کیستم | یہ پُوچھو کہ اے جان و تن کیستم
تو دیکھو کہ یہ دونوں کہتے ہیں کیا | وہی جو کہیں اوس کو سمجھو انا
بجز کچھ انا کے نہ بولینگے وہ | مگر رازِ اصلی نہ کھولینگے وہ
فریمیش اس کا نمونہ ہے ایک | نہ کہتا ہے اس کو کوئی زشت و نیک
تو وہ ہے طلسماۃِ ہاردتیہ | کہو اوس کو ظلماۃِ ماروتیہ
یہ سب حکم سے تیرے تڑوائینگے | اور اپنی طرف سب کو جڑوائینگے
جو ظاہر میں آیا تو بولیگا ہُو | جو باطن میں پہنچا تو بولیگا تو
جو آکر انا ہی میں ہوگا فنا | تو بے ساختہ بول اُٹھیگا انا
جو دم مارنے کا بھی یارا نہیں | تو ثابت ہوا دم تمہارا نہیں
یہ دم پر کسی کا اجارہ نہیں | بجز اب انا الحق کے چارہ نہیں
انا الحق کا سب بھید میں ہی تو ہوں | اور اوس بھید کا بھید میں ہی تو ہوں

شریعت میں ہے کون میں ہی تو ہوں
حقیقت میں ہے کون میں ہی تو ہوں

نبوت میں ہے کون میں ہی تو ہوں
شہادت میں ہے کون میں ہی تو ہوں

دمِ عیسوی کیا ہے میں ہی تو ہوں
یدِ موسوی کیا ہے میں ہی تو ہوں

تو یحییٰ میں ہے کون میں ہی تو ہوں
پھر عیسیٰ میں ہے کون میں ہی تو ہوں

انا الحق میں ہے کون؟ میں ہے تو ہوں
یہ سب کون کا کون میں ہی تو ہوں

یہ سب عرش و کرسی و باغِ اِرَم
یہ رضوان و غلمان و حور و حرم

یہ نار و نبور و ملوک و ملک
یہ نور و نطور و فلوک و فلک

بروق و رعود و سحاب و مطر
خلاؤ ہواؤ موا دو اثر

زمین و زمان و نباتات و روح
جبال و تلال و طیور و طروح

حیات و ممات و بقاؤ فناء
صباح و رواح و عناؤ غناء

بجملہ مکان و بجملہ زمان
بجملہ زبان و بجملہ بیان

یہ ظفر و بہ جلد و بخون و عظام
بمغزِ عظام و بجملہ نظام

انا اب انا اُم انا ابن ہوں
انا رب انا گم انا تبن ہوں

یہ سب حرف و الفاظ و معنی ہیں کیا؟
یہ سب کچھ سمجھنے ہو یعنی میں کیا؟

یہ سب ہیں ہی میں ہوں نہیں دوسرا
انا الحق انا الحق ہے میری رضا

الٓمٓ میں ہوں میں ہی چھپا
تو یحییٰ میں پھر کون ہوگا بھلا

یہ سب ہو کے پھر الباقا در ہوں میں
کہ سب سے جدا ہو کے حاضر ہوں میں

پھر اس پر بھی باقی خدا ہی ہوں میں
خدا ہو کے خود سے جدا ہی ہوں میں

نہ ہو میں ہوں میں نہ انت میں ہوں
نہ قیدِ انا ہوں تو پھر کیا ہوں میں

مثال و مثل سے مبرا ہوں میں
مبرا سے بھی پھر مُعرّا ہوں میں

نہ کچھ ابتدا ہے نہ کچھ انتہا
یہ رمزِ خدا ہے خدا کے سوا

سوا اوس کے جو کچھ ہے سب ہے فنا
فنا بھی فنا ہے انا بے انا

انا الحق کہے جاؤ چپ مت رہو
ہر اک حال میں تم انا الحق کہو

جو واقف ہو اسرارِ معلوم سے
کہے پھر انا الحق بڑی دھوم سے

وگرنہ یہ کلمہ ہے سب پر حرام
رہے اوس پہ قہرِ الٰہی مدام

یہ کلمہ انا الحق کا پڑھتا ہے کون
نہ پڑھتا ہے فرعون پڑھتا ہے عون

ہے اسم گرامی انا الحق مرا
یہ سُننے سے چہرہ ہے کیوں فق ترا

نہ ہو گر تجھے اس کا کچھ اعتبار
تو لکھ بھیج خط مجھ کو صدہا ہزار

جہاں سے ترے دل میں ہو بھیجدے
یقین ہے کہ فی الفور پہنچے مجھے

لفافہ اتنا ہی لکھدے فقط
حضورِ انا الحق میں پہنچے یہ خط

تو یہ خط ہے اوس کا جو گمنام ہے
وہ گمنامئ خویش میں عام ہے

اوسی کو ہے زیبا انا الحق کہے
ملیگا اوسی کو جو ہر جا رہے

بس اتنا ہی کافی ہے لکھنا ترا
ملیگا اوسی کو انا الحق مرا

یہی فضلِ حق ہے انا الحق مرا
زیادہ نہ ہے اور بق بق مرا

عجب کیا ملے آکے وہ خواب میں
جو کچھ پوچھنا ہو کسی باب میں

یہ پوچھو خدا یا کہ یہ کون ہے
یہ منصور ہے یا کہ فرعون ہے

یہ موسیٰ ہے یا کوئی موعود ہے
یہ مردود ہے یا کہ محمود ہے

عجب کیا کہ محمود آئے وہیں
کہیگا یحییا ہی ہے ہر کہیں

کہ شرقی بھی یہ اور غربی بھی یہ
یہ عیسیٰ محمدِ عربی بھی یہ

ہے یحییٰ یہی اور عیسےٰ یہی
محمّد بھی اور موسیٰ یہی

کہ وہ عبد تھا اور یہ روح ہے
جو ذرّہ تھا وہ پھر تو یہ لوح ہے

خوش اخلاقیت اس کی خلقت میں ہے
بہت سادگی اس کی فطرت میں ہے

کوئی اس کا مونس نہ غمخوار ہے
خدا صرف اس کا مددگار ہے

اگرچہ بلندی سے گرتا رہا
ولیکن توکل پہ پھرتا رہا

کیا اس نے یاں تک سفر پر سفر
کہ حاصل ہوئی اس کو آخر ظفر

سیاحت سے اپنی ہوا ہے مسیح
یہی ہے وہی بس یہی ہے صحیح

خدا نے دِئے ہیں ایسے مُعجزات
کہ دن حکم سے اس کے ہو جائے رات

قمر بھی نکِل آئیں تارے بھی ہوں
ہو شبنم بھر اوس پر پھوہارے بھی ہوں

اگر کہدیا اُس نے ہو جائے ناس
تو سمجھو کہ سارا سمندر گیا سس

کہ ملجائیں سب کوگ اس نار سے
کہیں زہر نکلا جو اس مار سے

ابھی انکار ہے عاصی سے اور اوس پر گماں + کہ اکرم ہے عیسیٰ مہرباں ہے کہ ناس

جو بندہ ہے بھی ہوں اور ابھی ہوں + نہاں تا بہ آں گمرہ علیٰ غنا ارزاں ہوں

کرے گا یہی فتح عالم تمام　　فرشتوں کی ہے فوج با ازدحام
بس اب اوس نے بھیجا اسے حق کے ساتھ　　کہاں لوگ ہیں پکڑیں اب اس کا ہاتھ
اگرچہ کبھی ہاتھ آتا نہیں　　کبھی عہدِ مقدس سے جاتا نہیں
یہی ہے یہی ہے کہ اتریگا اب　　تو توبہ کا دروازہ ہے بند سب
نہ ہے سورۂ توبہ میں بسملہ　　مگر اک زیادہ ہے درِ غسملہ
اگرچہ بہت اس میں تحریف ہے　　ولیکن مراد اس میں تلفیف ہے
اشارے یہ سب ہیں پئے عاقلاں　　مگر اور جھگڑے ہیں در ناقلاں
اگر ہے تمہیں کچھ بھی خوفِ خدا　　تو سمجھو نہ اِس کو خدا سے جدا
اگر قتل اس کو کرے گا کوئی　　تو سمجھو قیامت ہی برپا ہوئی
کہ نکلیگا دُمدار تارہ زعم　　اور آیاتِ تہلیک ہونگے رقم
بہت قتل تم نے کئے مرسلین　　حساب اس کا اب لیگا وہ بالیقین
نہ دے ساتھ گر کوئی اس کا تو کیا　　نہیں جانتا ہے کہ ہے وہ خدا
پس از قتل اس کو اُتارے گا وہ　　مگر پہلے سب کو اُبھارے گا وہ
یہ سب توپ و بندوق بیکار ہے　　اکیلے وہ اس کا مددگار ہے
کہ دولھا ہے یہ اور دولھن ہے وہ　　اگر بت ہے یہ تو برہمن ہے وہ
وہ کب رات آئے گی تریس کی　　کہ جب عمر ہو اس کی چھتیس کی
غرض ایں ہمہ کائیناتِ خدا　　یہ تمہیدِ مہدی ہیں عند القضاء
جب آئینگے مہدی تو تم سب کے سب　　بدل جاؤگے اے مسئی الادب
جو کرتے ہیں وہ نثر میں بات چیت　　وہ سب نظم کا نظم ہے ایک گیت
کہ معشوق کا نثر بھی نظم ہے　　کلاموں کی عظمت سے اک عظم ہے
جو کرتے ہیں بے سوچے سمجھے کلام　　تو ہوتا ہے منظومِ نظمِ نظام
ہر اک کام اون کا خدا داد ہے　　معلم کی منت سے آزاد ہے
غرض سچ تو ہے اون کی وہ شان ہے　　کہ وہ شان بھی اُن میں حیران ہے
صدا اُن کی سُن لے جو مُردہ کہیں　　تو اُٹھ بیٹھے وہ تھرتھرا کے وہیں
تو وہ کون ہے معشوقِ عالم ہیں وہ　　اور اس دم بیک شکلِ آدم ہیں وہ

مہمل
۳؎ یہلک من ہلک
ن بینۃ و
یحیی من حیّ
ن بینۃ

ز سرتا پا روحِ اقدس ہیں وہ — مسیحا کے بیت المقدس ہیں وہ
قسم خود کی وہ نور ہی نور ہیں — جو دولھا بنے اوس کی وہ حور ہیں
مگر حور کیا خالقِ حور ہیں — تو پھر نور کیا خالقِ نور ہیں
تصوّر میں پہونچا نہ جن کا جمال — کہ مخلوق ہے اون کی ادنٰی کمال
تو یحیٰی نہیں یہ کوئی اور ہے — کہ مخلوقیت کا یہ کب طور ہے
خدا ہی خدا ہے نہ غیر از خدا — تو پھر کب رہا وہ خدا سے جدا
مہینہ میں رمضان کے پیدا ہوا — سہ شنبہ کے دن وقت تھا صبح کا
بچھا چادرِ لاجوردی کا فرش — چمک جس کی پہونچی بہ بالائے عرش
کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ہجوم — ہوئی آہے آہے مبارک کی دھوم
نہ پا میں تھا جوتا نہ سر پر کلاہ — برہنہ بدن چوں رُخِ مہر و ماہ
لگا پوچھنے یہ زخرد و کلاں — کہاں ہوں کہاں ہوں کہاں ہوں کہاں
بہت نرم سے نرم پہالی بنی — اور اک ہاتھ بھر کی ہنسانی بنی
گلا میں پڑا ہار تعویذ کا — نزاکت سے تھا بار تعویذ کا
کبھی گورے گالوں پہ مٹی پڑی — کبھی آنکھ میں اپنی اُنگلی گڑی
بہانہ سے منت کے طوقِ جنوں — لڑکپن سے گردن کے ہے اندروں
سبھوں نے کھلائیں اُنہیں لوریاں — ہلائی ہیں گہوارہ کی ڈوریاں
دَہن سے لگا تار جاری تھا رال — اور اوس رال کے ساتھ حق حق مقال
ہوئی عمر جب ہشت وہ سال کی — تو صورت دِکھی ایک جنجال کی
وطن میں تھے سب لوگ ازحد خراب — کہ جل بھُن کے اون سے ہوا یہ کباب
یہاں تک کہ گھبرا گیا گھر سے یہ — وطن چھوڑ نکلا اسی ڈر سے یہ
تہی پائے رفتن بہ از کفشِ تنگ — بلائے سفر بہ کہ در خانہ جنگ
منغص بود عیشِ آں تندرست — کہ باشد بہ پہلوئے بیمارِ سست
مگر اس قدر یہ نہ معلوم تھا — کہ ہے اس کی دنیا نہ دولت سرا
ہر اک جا پہ پہونچیگا اس کو گزند — نہ سنسار آئیگا اس کو پسند
بزرگوں سے اپنے کیا یہ بیاں — کہ اے قبلۂ و کعبۂ دو جہاں

بس اب آپ رخصت مجھے کیجئے
جہاں تک ہو ممکن دُعاء دیجئے

رہوں حشر تک تاکہ ممنون میں
رہوں قیدِ منّت سے مرہون میں

کہا خیر جاؤ خدا ساتھ ہے
یہی بس دُعاء میری دن رات ہے

چلا گھر سے یہ اب بسوئے سفر
سفر کے لئے اس نے باندھی کمر

ہوا ریل گاڑی پہ جس دم سوار
پسِ پشت چھوڑا جوار و دیار

نہ بارش نہ گرمی نہ سردی سے ڈر
اوڑی پھرتی ہے ریل آٹھوں پہر

غرض ریل نے لاکے پہونچا دیا
جہاں اس کا مقصود آنے کا تھا

پِلِ رنج و راحت پلا ساقیا
ذرا مُنہ سے مُنہ کو ملا ساقیا

ذرا خوابِ غفلت سے بیدار ہو
بس اب جلد اُٹھ بیٹھ ہشیار ہو

بتاریخِ پندرہ سہ شنبہ کے دن
بماہِ صفر اس پہ آئی کٹھن

پڑا ایک جنجال میں ناگہاں
کروں اوس کو ظاہر کہ رکھوں نہاں

اگرچہ یہ کہنا مناسب نہیں
کوئی اس حکایت کا طالب نہیں

سُن اب گر کہانی تو کھولوں زباں
جو اس پر بتی ہے کروں میں بیاں

لے ہم اپنے سخنور کا سُن لے سُخن
رکھ اب طاق پر مثنوئ کہن

سُن احوالِ یحییائے نورالہدیٰ
رفیع المعانئِ شمس الضحیٰ

یہ بھولا سا چہرہ بھبھوکا سا رنگ
کہ جو دیکھلے حسن ہو جائے دنگ

رُخِ پاک مانندِ برگِ گلاب
کہ شیشہ میں ہو جس طرح سے شہاب

جو پوشش تھی وہ لاجوردی کی تھی
بناوٹ میں پلٹن کے وردی کی تھی

مشابہ بہ پوشاکِ شاہنشہی
نہ تھی بے خودی سے زخود آگہی

کسی نے کسی روز ایسا کیا
بہانہ سے اک جا پہ بُلوا لیا

جب اوس جا پہ یہ جلکے واصل ہوا
تو اک واقعۂ اور حاصل ہوا

بُلاکر جو لایا تھا چھن ہو گیا
زمین ہو گیا یا پَون ہو گیا

اور اک شخص بر اسپِ اَدھم سوار
مشابہ بہ یحییائے عالی وقار

جو برقِ جہاں آکے حاضر ہوا
برفتارِ اَدھم محاصر ہوا

جو پاپوش تھے انکے دو پاؤں میں
چمکتے تھے وہ دھوپ اور چھاؤں میں

صدا جس کے مچ مچ کی ہو اس قدر ۔ کہ مشغول لوگوں کا اٹھ جائے سر
کہ یہ کون ہوگا بایں فروشاں ۔ کہ ہے جس کے چہرہ سے شوکت عیاں
انگوٹھی بھرے ہاتھ میں تھی چھڑی ۔ چمکتی ہوئی جیب میں تھی گھڑی
اتر کر کیا صد صلواۃ و سلام ۔ حضورِ خداوندِ عالی مقام
کہا یہہ کہ حضرت کو احمد علی ۔ بلاتے ہیں اونکو ہے بس بیکلی
کہا اِس نے وہ کون احمد علی ۔ کہا رازدارِ خفیؑ و جلیؑ
کہا اس نے بتلاؤ ہیں وہ کہاں ۔ کہا آپ لیجائیگا ہوں جہاں
چلیں آپ جلدی سے ہوں اب سوار ۔ کہ ہیں مدتوں سے بہت بے قرار
یہ سنتے ہی یحییٰ ہوا جب سوار ۔ وہ ادھم جو تھا اوڑ گیا ایک بار
خدا جانے کب اور کہاں لے گیا ۔ اوسے لے گیا اور کیا دے گیا
نہ ارض و سما تھے نہ ہر دو سرا ۔ فقط خود ہی خود تھا نہیں دوسرا
کہ اتنے میں آیا کوئی ناگہاں ۔ بعرشِ بریں چوں شہ نے مکاں
مثلث نشیں تھے بڑے ناز سے ۔ عجب اک ادا اور انداز سے
بس اب پاس ہی آ گئے بے حجاب ۔ سوا نیزہ پر آ گیا آفتاب
کہ یحییٰ کا اک دم ہوا رنگ فق ۔ جگر پھٹ گیا اور دل پر قلق
کروں اوس کی تعریف کیا میں رقم ۔ ہے عاجز زبان اور قاصر قلم
حقیقت میں اُس کا عجب رنگ تھا ۔ کسی مصحفِ رُخ کا فرہنگ تھا
سرِ زلفِ جاناں سحابِ کرم ۔ ز سر تا بپا سروِ باغِ ارم
غضب تو یہ ہے وقت ہے رات کا ۔ ہوا سامنا اس کو ظلمات کا
گھٹا ٹوپ بادل گرا چارسو ۔ ہوا عالمِ غیب سے ہائے ہُو
گھنا گھور بدلی گری جھوم کر ۔ زمیں کو اُٹھی ڈالیاں چوم کر
ہو اُس زُلف پر چترِ عنبر نثار ۔ سرش گرد ہو اوس کی ابرِ بہار
دھواندھار سر پر تھی کالی گھٹا ۔ کہ دالے کے نیچے سے بادل پھٹا
کہیں اوس کا جوڑا کہ سوسن کا پھول ۔ کہیں گال اوس کا کہ گلشن کا پھول
کہیں اوسکی چوٹی ہو اتنی بڑی ۔ کہ ہو دم کے بل جیسے ناگن کھڑی

وہ سلمہ ستارہ کی تاج و کلاہ
جھلا جھل کرے چوں رخِ مہر و ماہ

عجب کیا کہ ہو تاج خورشید کی
اور اوس پر سے کلغی ہو ناہید کی

تھے رخسارِ دو پھولے پھولے ہوئے
کہ گلشن میں تھے پھول پھولے ہوئے

بہت خوبصورت خط و خال تھے
علیقہ بلورج جبیں بال تھے

زبس سرخئ نور سے ہونٹ لال
مقید تھی سرخی بحسن و جمال

تبسم کیا بھی تو منہ موڑ کر
نقاب اپنا آگے ذرا چھوڑ کر

ثریا و ثروی لگے جھانکنے
ماکھانا لگا کہکشاں پھانکنے

گلِ آسماں سب شگفتہ ہوئے
گلِ باغ ارضی نہفتہ ہوئے

جہاں شوخ دنداں ہوئیں کہکشاں
تبسم نہ پھر کیوں ہو برقِ جہاں

نہ دیکھی کہیں ایسی پتلی کمر
کہ مٹھی میں آجائے جس کی کمر

قدِ سروِ بالا نہ شمشاد تھا
صنوبر نہ طوبیٰ نہ آزاد تھا

نہ معلوم کیا تھا کہ حیران ہوں
اسی میں ابھی تک پریشان ہوں

صنوبر بیک پا ستادہ ہوا
سرافگن ہوا پھر فتادہ ہوا

خطِ کہکشاں کی تھی بدھی مگر
چکا چوند ہوتی تھی جس سے نظر

معطر معنبر ز سر تا بپا
ضیاء آفریں اور خالی ضیا

کہا اوس سے یحییٰ نے اے جانمن
اور اے میری روح اور عضوِ بدن

جو فرمانِ سرکار صادر ہو!
تو دربارِ عالی میں حاضر ہوا

بہت سر جھکا کر مؤدب ہوں میں
بفرمانِ عالی مقرب ہوں میں

یہ ذرّہ یہ پرتو نگن آپ ہوں
اگر گل ہوں ہم تو چمن آپ ہوں

مگر آپ فرمائیے کون ہیں؟
کہا اوس نے ہم کوکبِ کون ہیں

جہاں تک یہ ہے حدِ کون و مکاں
سو سب کا ستارہ ہوں میں ہی نہاں

عذارا و زہراء و غرّا ہوں میں
بتول و فطوم و مبترا ہوں میں

ز سر تا بپا نازہی ناز ہوں
مسیحا سے بڑھ کر خوش آواز ہوں

براہِ کرم مجھ سے فرمائیے
نہ اظہار کرنے میں شرمائیے

عکس کوکب کون یا نجم الکونین

کہا گر کروں نام اوس کا بیان — چمٹ جائے تالو سے اپنی زبان
یہ کیوں؟ چونکہ اوس میں ہے ازحد مٹھاس — مگر اوس کی فرقت سے ہے دل اُداس
سُنو نام ہوتا ہے اوس کا بیاں — خوشی سے اوچھلتی ہے اپنی زباں
کہ نام اوس کا یحییٰ ہے درعین عین — کہیں تم نہ ہو اے مرے نورِعین
پھر اوس کے ستارہ کی اوسکو خبر — نہ معلوم آگے مرے اے جگر
تو پھر اس نے پوچھا کہ اسمِ شریف — کہا اوس نے اُس کو بلفظِ ظریف
کہ ہے نام میرا انیسُ النساء — نساؤں میں اچھی نفیس النساء
نہ احمد علی ہوں مگر سب ہوں میں — اُم و ابن ہوں اور خود اب ہوں میں ۵
مرا نام علیاء و دنیا بھی ہے — کہ اس نام میں ہرّہ و غنیا بھی ہے
انیس النساء سے ہے مقصود کیا — کہ ہم نے جو یہ نام اپنا رکھا
بُھلادے جو ہر ایک نسیان کو — ملادے کسی سے وہ اِنسان کو
یہاں تک کہ نسیاں بھی نسیان ہو — کہ آخر میں پھر نام انسان ہو
بُھلادے غرض بھولنے کو بھی بس — نہ باقی رہے پھر نہ حرص و ہوس
تو کہتے ہیں اوس کو انیس النساء — نساؤں میں بہتر نفیس النساء
تلاش اپنے جوڑا کی کرتی ہوئیں — ازل سے اسی دُھن میں مرتی ہوئیں

۵ جو کہتا ہوں میں تجھکو تو میری ماں + کہ اوسکی آماں اور میری اماں +

نامہ از طرف عاشق

جو میرا ستارہ ہے یحییٰ بنام — لکھا میں نے اوس کو بعجز و سلام
بروگی سے اپنے بروگن ہوں میں — کسی ایک جوگی کی جوگن ہوں میں
مگر دیکھنا چاہتی ہوں تجھے — اور اِس کے عوض دیکھ لے تو مجھے
مرے پاس کیا ہے کہ دوں میں تجھے — کہ جس کے عوض گود لوں میں تجھے
اگر جان دوں بھی تو میری نہیں — کہ تو ہی ہے جان و جہان آفریں
تو کیا دوں تجھے؟ سخت حیران ہوں — اسی میں ازل سے پریشان ہوں

عکسِ یحییٰ نورُ السمٰوات والارض

اجی ہیں مری۔ لو مری اب خبر
پس از مرگ کیا رُخ کروگے ادھر

کہ جب میں نہیں پھر محبت کہاں
کہو ہاتھ جوڑوں کہ دوں اپنی جاں

اگر پاؤں مِل جائے سجدہ کروں
کبھی چوم کر اپنے سر پر دھروں

کبھی دیکھ کر اوس کو رویا کروں
اور آنسو سے تلوے کو دھویا کروں

کبھی پائے اقدس میں مہندی ملوں
مگر اوس کے شعلہ سے خود میں جلوں

یہاں تک کہ خود میں ہی مہندی بنوں
سفوف ہو کے کپڑا سے تیرے چھنوں

جو مہندی کے شعلہ سے جلجاؤں میں
دھواں بن کے مجھ نے نکلجاؤں میں

شب و روز جوتے کو دیکھا کروں
بہ ماتھے پہ رکھ رکھ کے ریکھا کروں

جوانی ہماری وہ حسن و جمال
ترے عشق میں ہو گیا پائمال

بس اب بُرجِ وحدت میں اقران ہو
جمیعِ محالات امکان ہو

کہ دُولھا ہو تم اور دُلھن ہوں میں
اگر بُت ہو تم تو برہمن ہوں میں

یہی ایک حلوائے بے دود ہے
یہی من و سلوائے محمود ہے

پس اب آؤ تو مجھ میں گر بود و باش
اور ہم تیرے اندر رہیں ذی فراش

تجھے دیکھتی ہی ہوں تجھ میں فنا
لگوں پھر تو بکنے اَنا ہی اَنا

جو مُردے کے پہونچے صدا کان میں
تو گھبرا کے اُٹھ بیٹھے اِک آن میں

تو یحییٰ نے جھنجھلا کے ایسا کہا
کہ سُن سُن کے سب بات میں چپ رہا

جوابِ نامہ

لو یہ خط ہے میں کچھ نہیں جانتا
خودی کے سوا کچھ نہیں مانتا

زمین و فلک کیا ہے نامہ ہے یہ
ہمارے ہی دم کا دمامہ ہے یہ

ہماری ہی جاں سے ہے عالم کی جاں
ہوں میں جانِ عالم کجا این و آں

مصفا معطر معنبر ہوں میں
مجلیٰ مطیب منور ہوں میں

مرا ہاتھ کیا بیضۂ نور ہے
کنیز ادنیٰ۔ ادنیٰ مری حُور ہے

کہ سورج سے بڑھ بڑھ کے سندر سروپ
کہ دھڑ جسکی جھلکی سے ہوجائے دُھوپ

کوئی مہ رتن ہے کوئی کامروپ
کوئی چت لگن ہے کوئی سامروپ



لجالو کے جیسی لجائے ہوئے ہر اک بات میں شرم کھائے ہوئے
نہ چھیلا نہ بالم نہ پیتم ہیں وہ پہتر اور اُتم نہ میتم ہیں وہ
گھٹا گھور چھائی ہے سرپر گھٹا کہ سٹی تو پھر نور کا پو پھٹا
گھٹا کالی کالی دھنک لال لال کنہیّا کے ابرو پہ جیسے گلال
گھٹا اور بجلی میں ہے روز چوٹ ہے آبی دوپٹہ پہ لچکے کی گوٹ
گلستانِ عالم میں چھائی گھٹ وہ آئی وہ آئی وہ آئی گھٹا
اگر ابر زلفوں کا لکّہ بنے فلک مور پنکھی دوپٹّہ بنے
یہ تارے کہ مانند نینا رتن ہر اک تارِ کاکل ہے سورج کرن
یہ قمرین کیا ہیں کرن پھول ہیں یہ سرّ ادن سے پوچھو جو مجہول ہیں
جو یہ سب ہوں حاصل بنی جان کو بھلا پوچھنا ہے مری شان کو
مرے سارے انداز اعجاز ہیں زسرتا بہ پا ناز ہی ناز ہیں
نہ جتنا کہ تم خود ہو خود سے قریب ہوں میں تم سے اقرب یہ طرہ عجیب
مگر تم کو اس کی کہاں ہے خبر کہ جب تم ہو خود تم سے بس دور تر
نہ کھاتا نہ پیتا نہ سوتا ہوں میں نہ ہنستا ہوں ہرگز نہ روتا ہوں میں
نہ کھاتا نہ پیتا نہ جنیا ہوں میں نہ ماتا نہ پتیا نہ سیتا ہوں میں
بہت ہی بڑا ایک جوکھم ہوں میں زخود رام ناگ اور اُتم ہوں میں
بلا اُستخواں و بلا گوشت و پوست ہوں بے جنس کیونکر بنے کوئی دوست
کہاں صورتِ جن کہاں شکلِ انس غرض قہر ہے صحبتِ غیر جنس
عبث ہم سے کیوں جی لگائے کوئی بھلے چنگے جی کو جلائے کوئی
نہ صورت مری ہے نہ سیرت مری نہ ہوں اک جگہ تا ہو تیرت مری
نہ گنجائش اپنی بہ فہم و خیال یہ دیکھو تو کیسا ہے میرا کمال
دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نشد تختۂ برکنار
اگر لاشریکی سے دو گے مثال کہو مجھ کو بے مثل و یا بے مثال
یہ کہنا بھی آخر تو ہے اک مثال تو ایسا بھی کہنا نہ ہے اب حلال
مگر خیر سمجھو کہ ہوں لاشریک ہوا ہے ۔ نہ ہے ۔ یا نہ ہو گا شریک

سنی یہ تو تم نے تعلّی مری — نہ دیکھی ہے اب تک تجلی مری
مقید نہ میں سنگِ اسود میں ہوں — نہ بے ابتدا ہیں نہ بے حد میں ہوں
بلا ابتدا ہوں بلا انتہا، — نہ ہے کوئی ہرگز ہمارے سواء
بلا ابتدائی بھی ہے ابتداء — بلا انتہائی بھی ہے انتہائ
لہٰذا یہ سب چھوڑ کر چپ رہو — تفکر کرو اور کچھ مت کہو
غرض یہ کہ مرنے سے پہلے مرد — جو کرنا ہو کچھ زندگی میں کرو
کسی کو دیا میں نے حسن و جمال — کسی کو دیا مال و اہل و عیال
کسی کو دیا میں نے جاہ و جلال — کسی کو دیا میں نے غنج و دلال
کسی کو دیا میں نے ذہنِ رسا — کسی کو بنایا بڑا پارسا
کسی کو بنایا رسولِ کریم — کسی کو بنایا نبیٔ عمیم ؑ
کسی کو دیا علم و عقل و فنون — کسی کو دیا رنج و عشق و جنون
جو چاہا اوسے بس وہی دے دیا — جسے دل میں آیا اوسے لے لیا
تو اب ذات خود اپنی دیدی تجھے — دیا آئنہ اپنا اور جی تجھے
دیا تھا تجھے۔ تجھ کو خود لے لیا — اور اپنے کو لے تجھے دیدیا
حسد اس کا ہوگا ہر اک چیز کو — مگر اس کا غم خود کو ہونے نہ دو
غنی ذات ہے فکر و غم سے مری — بڑی شان ہے ذکر وہم سے مری
مری شان گویا تری شان ہے — مری جان گویا تری جان ہے
ملے گر نہ پاپوش میری تجھے — مبارک ہو پاپوش تیری تجھے
مرا ہاتھ کیا بس ترا ہاتھ ہے — ترا ساتھ جو دے مرا ساتھ ہے
تو خود ہی کو پہلے پکڑ زور سے — پھر آخر میں اے تُو! پکڑنا مجھے
توئی جس نے پکڑا انا ہوگیا — انا ہوتے ہی بس فنا ہوگیا
ازل سے ابد تک ہے خالی انا — زہُوزانۃ ہے عالی انا
جو دیکھو تو ہر دو طرف سے انا — انا کے سوا اور سب ہے فنا
مرا کوئی عاشق نہ میرے سوا — مرے بعد کوئی نہ تیرے سوا
جدھر دیکھتا ہوں میں ہے تُو ہی تُو — نہ تجھ میں تُوئی ہے توئی میں ہے ہُو

تمہیں ڈھونڈھتا ہوں میں کیوں جابجا
تمہیں میری دنیا تمہیں میرے دین
تمہیں باغ و رضواں و حور و قصور
تمہیں ابر و باد و جبال و تلال
تمہیں باپ میرے تمہیں میری ماں
تمہیں ہو ہمارے ہراک بال بال
تمہیں سر ہو میرے تمہیں میرے پا
بس اب ہم نہیں ہیں تمہیں ہم بنو
ہم اب ہو کے بتلاؤ کیا ہم کریں
کوئی تم کو کہتا ہے بھگوان ہو
کوئی تم کو کہتا ہے اللہ و رب
تو ہم کیا کہیں تم کو اے نازنیں
جلا جو مری آتشِ عشق سے
نہ وہ خاک د اکسیر اعظم ہے وہ
ہوا میری اُلفت میں سب کچھ حلال
ولیکن یہ کرتے ہو کیا بات تم
جو سمجھے ہمارے اشارات کو
مرے اصطلاحات ہیں بے شمار
کبھی فصل ہوں ہیں کبھی وصل ہوں
بنے اب تو خود ہم انیس النسا
جو نقطہ خدا کا خدا سے پھرے
جو باقی رہے اس سے از باقیات
اوسی جا سے نکلے ہیں سب زیر و زبر
یہ فطرت مرے فعل کا نام ہے
جو باطن میں سب چیز پیدا ہوئی

کہاں ہو مری تم انیس النسا
تمہیں آسماں ہو تمہیں ہو زمین
تمہیں مہر و مہ انجم و نار و نور
تمہیں پارۂ دل ہو اے میرے لال
تمہیں میرے دلبر تمہیں میری جاں
تمہیں فکر میری تمہیں ہو خیال
سوا تیرے یحیٰی نہ دیگر رہا
اور ہم ہو کے خود آپ ہم کو جنو
جو ہم ہے وہ کہتا ہے کس پر مریں
کوئی تم کو کہتا ہے یزداں ہو
کوئی تم کو کہتا ہے اُم کوئی اب
تو خود آفرین و ہمہ آفریں
کہاں آگ پھر جو جلائے اُسے
تو پھر کیا ہے واللہ اعلم ہے وہ
یہاں تک کہ خود تم بنے ذوالجلال
یہ دن کو سمجھتے ہو کیا رات تم
تو سمجھیگا اس دن کو اور رات کو
کہیں رام ہوئے کہیں گنج د مار
کبھی شاخ ہوں ہیں کبھی اصل ہوں
کہاں ہو تم اب ہم سے یحیٰی جدا
جُدا ہو کے قعرِ فنا میں گرے
وہی عین سمجھو خدا کی ہے ذات
اوسی جا سے پیدا ہوئے گاؤ خر
ہراک فعل میرا خوش انجام ہے
تو ظاہر میں آکر ہویدا ہوئی

نہ باقی رہا کچھ ہمارا ذرا + تمہارا ہے سب کچھ ہمارا کجا

تو باطن ہی کیا ہے بُرائی کا جڑ
تو ۔ لوم حکم دیتا ہوں یاں سے اوکھڑ!

ہراک فعل پہ چونکہ قادر ہوں نہیں
تو ایسا بھی کرنے پہ نادر ہوں میں

یہ سب فعل میرا ہے کیا ناسزا
جو ہوں ناسزا کیا ہے میری جزا؟

اگر عیب میں نے ہی پیدا کیا
تو اس عیب میں کیا ہوں خود مبتلا؟

تو بے عیب ہونا بھی اک عیب ہے
کہ تکمیلِ قدرت میں اک ریب ہے

یہ سب فعل آخر مرا ہی تو ہے
یہ محبوب آخر ترا ہی تو ہے ۔

نہ محبوب کا کام محبوب ہو
تو پھر ایسا محبوب کب خوب ہو

تو جب میں نہیں دلبرِ خوب ہوں
تو پھر جاؤ اب میں نہ محبوب ہوں

تو بہتر ہے مجھ کو نہ کہہ عیب دار
وگرنہ ملونگا نہ میں زینہار

غرض اینکہ سب سے عجائب ہوں میں
بری از مشائن معائب ہوں میں

ہراک فعل کی میرے توصیف کر
ہراک چیز کی میری تعریف کر

اگر تو کہیگا کسی کو بُرا
تو اس پر بھی میری طرف سے ہُرا[1]

کہ میں اُس سے لونگا یہاں یہ مُراد
کہ تو مجھ کو کرتا ہے اس میں بھی یاد

جو ایسا بُرا اس کو پیدا کیا
تو اس میں بھی قدرت ہویدا کیا

کہ ہرگز کسی میں یہ طاقت نہیں
بُرا بھی بنائے یہ قدرت نہیں

بُرا بھی بنانے کا خالق ہے وہ
ہراک ذرہ ذرہ پہ عاشق ہے وہ

غرض تجھ کو سب کچھ سزاوار ہے
کہ تو ہی مرے بعد سرکار ہے

بس اب خود کو کہہ سب سے اچھا ہوں میں
اچھائی برائی کا لچھا ہوں میں

یہاں تک کہ سب چیز کو چوم کر
پرستش طواف اوس کا کر جھوم کر

پرستش ہراک چیز کی میری کر
یہ سب میں ہی میں ہوں برنگِ دگر

تو تم خود بھی اک چیز ہو میری جاں
تمہاری ہے کیا یہ زبان و بیاں

یہ سب ہے ہمارا اسے چوم لو
بس اب وجد میں آکے خود جھوم لو

بس اب خود ہی اپنی پرستش کرو
پرستش کی بھی اب نہ پُرسش کرو

مگر ہیچ کرنے کو کب ہے دوئی
کہ ایسا بھی کرنا پرستش ہوئی

تو ہر حال میں تم پرستار ہو
کہ بندہ ہو آزاد و سرکار ہو

[1] ہُرا بمعنے شاباش

ولیکن اگر جان دیتے ہو تم — تو ہو جاؤ خود جانِ جاناں میں گم
اگر جان دیتے ہو دو جان کو — نکالو بس اب جان سے ارمان کو
ترا کام کیا ہے مرا کام ہے — ہر اک کام کا رب ہی انجام ہے
ترا ہی تو ہوں میں ہوں اپنا نہیں — یہ اپنا پنا۔ بھی تو میرا نہیں
ترا ہی ہے سب اور تو ہے ترا — یہ ہے کون جو بولتا ہے مرا تو
مرا کہنے والا بھی ہے تو ہی تو — توئی میں ہے اَنت اور اَنت میں ہو
نہ معلوم ہونے کا جو راز ہے — ترا ہی ہے سب کچھ مگر ناز ہے
بس اب میں نہیں ہوں تم ہی تم ہو بس — کہ بس ہو تمہیں اور باقی ہوس
ہوس بھی تو ہی ہے نہ غیراز توئی — غرض ایک ہی ہے نہیں ہے دوئی
مگر جھوٹ کا کچھ ٹھکانا بھی ہے — کہ معشوق خود پھر بہانا بھی ہے
ارے یار م تم نے نہ چھیڑا ہے مجھے — مرے عشق نے خود ادھیڑا مجھے
نہ ہوتے اگر ہیں مرے معشوق تم ہا — تو رہجاتی سب کائنات اپنی گم
ولیکن تجھے چونکہ پیدا کیا — تو ارض و سماء کو ہویدا کیا
ہمہ ہستئ و نیستی آن و این — ہوئے ختم از بہرِ فرزندِ[له] دیں
کھو کس پہ عاشق ہو اے جانِ من — مری آرزو اور ارمانِ من
جو کہتے ہو عاشق ہوں میں ایک پر — نہ ہر نیک و بد بلکہ اک نیک پر
تو وہ کون ہے مجھ کو بتلائیے — جتانا ہو اوس کو تو جتلائیے
جو خود کو نہ دکھلائے خود سے عیاں — تو دکھلائیگا وہ خدا کو کہاں
تو تم خود پہ عاشق ہو مجھ پر نہیں — یہ سستے کا احساں سنا ہے کہیں
تو معشوق جس پر کہ عاشق ہو تم — مجھ ایسے صنم میں کرو اوس کو گم
تو سمجھوں گا عاشق ہو میرے ضرور — کہ معشوق کو اپنے پھینکا ہے دور
پھر اوس پر جو ہو آرزوئے جدید — کہ معشوقِ ثانی ملیگا وحید
تو یہ آرزو بھی تو معشوق ہے — کہ مخلوقِ بالائے مخلوق ہے
یہاں تک تو بھولو نہ کچھ یاد ہو — تو پھر برجِ وحدت میں آباد ہو
دوئی ایک دم سے نہ باقی رہے — نہ مے ہو نہ کاسہ نہ ساقی رہے

[له] دھرم بیٹا"

یکایک بس اتنے میں ایسا ہوا — کہ یحییٰ بنا خود انیس النساء
مُصیبت جدائی کی گرچہ سہی — ولیکن بہرحال خود ہی رہی
تو اب دیکھتی تھی کہ خالی ہوں میں — اور اس واسطے سب سے عالی ہوں میں
مگر ایک شب میں نے دیکھا یہ خواب — کہ ہے اک صبی مہد میں بے نقاب
یہی لیلۃ القدر مذکور ہے — جدھر دیکھتی ہوں اُدھر نور ہے
مرے مہد میں بچّہ نور ہے — کہ جس کی فدائی ہر اک حور ہے
حفاظت سے گرچہ درآغوش ہے — ہے آنچل کے نیچے نہ روپوش ہے
ولیکن بظاہر ہے سویا ہوا — مگر اوس کا چہرہ تھا رویا ہوا
اگرچہ حقیقت میں سویا نہ تھا — بہانہ تھا رونے کا رویا نہ تھا
کھلی آنکھ اوس کی بصد اضطراب — اٹھا چونک کر گود میں با حجاب
اور انگڑائی لیکر اِک انداز سے — یہ بولا جی ہاں - کیا ہوا - ناز سے
تو پوچھا کہ کچھ جانتے بھی ہو - اوں — تو پھر زیر لب اوسپہ بولا اوہوں
بہت پیار پر پیار کرتی ہوں میں — ہر اک ناز پر اوس کے مرتی ہوں میں
خوشی سے ہوں میں بے خود و بے خبر — کہ چوٹی نہ آنچل کا اپنے خبر
لیا پیار اوس کا بہت پیار سے — لگا کھیلنے وہ چنن ہار سے
تو کہتی ہوں میں میرے راجا ہو جی — کھلونا ہو یا میرے باجا ہو جی
گھروندا ہو یا میری گڑیا ہو جی — اجی میری سونے کی چڑیا ہو جی
مرے دونوں کانوں کے بالا ہو جی — ایا میرے موتی کے مالا ہو جی
تجھے گود لینے میں کیا باز ہو — سراپا گلا کے مرے ہار ہو
مرے سر ہو یا میرے بھیجا ہو جی — جگر ہو مرے یا کلیجا ہو جی
ذرا کھل کھلا کر ہنسو میری جاں — کہ دل تیری اماں کا ہو شادماں
ہو زانو پہ اک پاؤں اک ہاتھ میں — رہیں رات دن ابن وام ساتھ میں
گلا میں ہو اک ہاتھ مونڈھا پہ ایک — ہو رُخسار میرا برخسارِ نیک

عکسِ جنابِ ابن وام


SAB

کہ دو جان ہوں ایک ہی جان ہیں　　ہو وصل اور فصل ایک ہی آن ہیں
مری جان ہیں میرے پیارے ہیں یہ　　نہ معلوم کیا ہونے ہارے ہیں یہ
حیات اس کی اللہ زائد کرے　　کہ ہاتھ اپنا یہ باپ کے سر دھرے
کبھی گد گدایا کبھی ہنس دیا　　کبھی اپنے آغوش میں لے لیا
کبھی رُوٹھ کر لیٹ جانا مرا　　غلط نیند کا تھا بہانا مرا
تو کہتا ہے بچہ اُٹھو میری ماں　　نکلتی ہے اس رُوٹھ جانے سے جاں
بھلا جان کو اپنی تم بھول گئے　　اور اس جان سے روٹھ کے چھو لگئے
بس اپنے گلا سے لگا لو مجھے　　اور آنچل سے اپنے چھپا لو مجھے
کہ جی کو ذرا سا مرے کل پڑے　　اگرچہ تری راہ میں بل پڑے
پچھڑتا ہوں رو رو کے لے آہ آہ　　ہوئی سانس ٹھنڈی جگر یاہ یاہ
نہ پلیا نہ کوڑی نہ گندم نہ جو　　نہ داعی پئے دولتِ نو بہ نو
بس اب اپنے آنچل سے دیدو ہوا　　کہ بچ جاؤں میں مرتے مرتے دلا
خوشی سے نہ جامہ میں اپنے رہوں　　نِل بے خودی سے انا الحق کہوں
اجی میری عزت اجی میری شان　　اجی میری اماں اجی میری جان
اجی عشق میرے اجی جان و تن　　کہاں ہو خودی میں تم اپنے مگن
اجی میرے جانی کلیجا مرے　　اجی سر مرے اور بھیجا مرے
اجی گرہِ انگشت و ناخن مرے　　اجی گیان میرے اجی گُن مرے
اجی میرے دو دوست دہر موئے جسم　　اجی میرے ہیکل اجی میرے اسم
سراپا مرے تا بہ زُلفِ دوتا　　سرِ مو ورگ رگ ز سر تا پا
انا انک انتَ - انتَ انا　　بیک دیگرے شد فناءُ الفناء
یہ فطرت دکھا کر رُجھایا سب مجھے　　مدور . بھوّل . بجھایا مجھے
جو فاطر کی فطرت ہو یوں بے مثال　　تو فاطر کا کیا پوچھنا ہے کمال
مجھے ذات سے اپنی پیدا کیا　　پھر اب ذات پہ اپنی شیدا کیا
تمنا ہے اُنگلی پکڑ کر چلوں　　کبھی نرم بازو سے آنکھیں ملوں
کبھی دوڑ کر پیچھے پیچھے چلوں　　اوچھل کر کبھی گود سے پا ملوں

لہ "پارہ پارہ"
مہ بازگشت بہ غیر ہر دو جائز ہے

چمٹ جاؤں چھاتی سے ڈٹ کر کبھی | لگوں کھیلنے پھر اُتر کر کبھی
یہ پاپوشِ اقدس کو سر پر رکھوں | اُتاروں جو سر سے تو بر پر رکھوں
کبھی پاء کو چوموں کبھی ہاتھ مُنہ | ملائے رکھوں رات دن ساتھ مُنہ
غلامی میں دن رات حاضر رہوں | نہ خدمت گذاری میں قاصر رہوں
غلاموں سے زاید کروں کام دام | ہر اک جا پہ لیتا رہوں ماں کا نام
شب و روز تعریف کرتا رہوں | ہر اک فعل پر دل سے مرتا رہوں
کبھی چار جانب سے گھوما کروں | کبھی پا کبھی ہاتھ چوُما کروں
رہے رات دن مجھ کو اماں کا فکر | کروں میں جہاں جاؤں اماں کا ذکر
اگر مُنہ پھُلائیں تو سب چھوڑ دوں | نہ مانیں تو پھر اپنا سر پھوڑ دوں
کہ خوں دیکھ دل اون کا ہو بیقرار | کہ ہونے لگیں خود بخود پھر نثار
مرے باپ کہہ کر پکڑ لیں مجھے | اور آغوش میں پھر جکڑ لیں مجھے
کہ روٹھی نہیں تجھ سے اے میرے لال | لے۔ اب چاٹنے دے ذرا مُنہ کا رال
بہانہ سے میں دیکھتی تھی تجھے | کہ تُو چاہتا ہے کہاں تک مجھے
مگر ہے بھری تجھ میں اُلفت مری | سراپا بھری ہے محبت مری
تصدق ہوں تجھ پر سے ہم بار بار | کہ زندہ ہوں پھر اور پھر ہوں نثار
اگرچہ نہ دُنیائے فانی رہے | تری ذات بس جاودانی رہے
ہمیشہ تری ذات یکجا رہے | اور اوس میں ہمیشہ مسیحا رہے
ہمہ زیرِ فرمانِ یکجا رہیں | ہمہ تبعدارِ مسیحا رہیں
جو تختِ سلیماں ہوا پر رہے | تو اورنگ تیرا سما[ط] پر رہے
وہیں تخت تیرا محقق رہے | اگرچہ نہ بحرِ معلّق رہے
یہ تعریف کیا جو ہوا پر چلے | ہوا خود تو ہے آسماں کے تلے
ہوا پر ترا تخت حاوی پڑے | کہ جس سے ہوا کی ہوائی اُڑے
یہ سب کچھ کہا پھر بھی چپ چاپ ہو | میں کیسا ہوں ابن اور اُم آپ ہو
نہ سُنتی ہو کیا آہ وزاری مری | نہ ظاہر ہے کیا بیقراری مری
خدا کے لئے اب اِدھر دیکھئے | اور اِس دیکھنے کا اثر دیکھئے

[ط] آسماں

کہ ہو جاؤں مجنوں وحشرہا ویں | محبت میں ہو جاؤں برباد میں
جنوں سے سمجھتا ہوں پاک اپنی ذات | مگر اک مثالاً کہی میں نے بات
یہ سنتے ہی ماں ہوگئی بدحواس | کہا کون تم ہو؟ بخوف و ہراس
کہاں بھاگ جاؤں زخوفِ خدا | ہراساں ہوں اس سے بخوف و رجا
خدا بھی نہ مجھ کو ملا حسبِ خواہ | ملیگا کب انسان خدا کی پناہ
کرو واقعہ اپنا مجھ سے بیاں | ٹپکتا ہے باتوں سے سرِ نہاں
تو کہتا ہے بچہ کہ میں کیا کہوں | کہوں یا کہ چپ چاپ چپکا رہوں
مگر بے کہے اب تو چارہ نہیں | بس از حکم سکتہ کا بارہ نہیں ہو
کرو یاد اون سب بیاں کو یہاں | کہ جو کچھ کیا میں نے اوپر بیاں
مگر بھول گئے ہو دلاتا ہوں یاد | زہے بخت گر ہمقریں مراد
بنامِ سہ اسمِ ضمیرِ خفیؔ | بظاہر جلیؔ و بباطن نفی
پلا ساقیا لا کے جامِ سرور | کہ سرمست ہو جاؤں اب میں ضرور
نہ باقی رہے تا کہ ہوش و حواس | بہت روز تک رہ چکا ہوں اداس
کہ مستی میں آکر حقائق کہوں | سیاحت کی حالت لقائق کہوں
خداپور خود اور خود رام پور | زخود مریم آباد وخود عام پور
عدم تھا وہاں اک محلہ کا نام | کہ تھا جس محلہ میں میرا مقام
عدم تھا کہ نہ خانۂ لامکاں | کہ جس کا کسی جا نہ نام و نشاں
کہ ہے جس طرح سے سخن در عدم | ہے عزلت گزیں در دماغِ قلم
نہ ہے ایک کو دوسرے کا سراغ | اگرچہ مقید ہیں اندر دماغ ہو
نہ خیر اور شر کا وہاں نام تھا | وہاں کا نہ آغاز و انجام تھا
نہ تھا عبد کوئی نہ معبود تھا | عدم تھا نہ کوئی نہ موجود تھا
خلائق اگرچہ تھی موجود سب | برابر مگر بود و نابود سب
نہ آباد ہی تھا نہ ویران تھا | ازل ہی کے پہلے سے سنسان تھا
وہاں پر تھے موجود ہم کس طرح | کیا میں نے وصفِ عدم جس طرح
نہیں تو سمجھ لو اسے اس طرح | کہ رہتے ہوں ہم خواب میں جس طرح

ہر اک بات سے گو مبرا تھا وہ
نہ علم خدا سے معرا تھا وہ

مسلط تھا اُس پر بھی علمِ خدا
نہ ہے علم سے اُس کے کچھ بھی جُدا

نہ زنہار تھا میں کسی کا پسر
نہ ہرگز کسی شخص کا تھا پدر

زہے مستقر وہ خیے وہ مقام
ہمارے سوا سب پہ ہے وہ حرام

وطن تھا مرا عینِ ذاتِ خدا
چھٹی ذات اپنی جو خود کُن کہا

کہا یہ کہ ہم ابن ہوں آپ کے
نہیں باپ ہم اپنے خود باپ کے

اگر پا کو اُلٹو تو ہو جائے آپ
اُلٹ کر ہر اک پاپ ہوتا ہے پاپ

ملی ایک مطلق سے مجھ کو طلاق
طلاق اور مطلق میں کب تک فراق

کہ ہادی ہے وہ اور مہدی ہوں میں
ہمیشہ سے مہدئ عہدی ہوں میں

کہ ہیں چونکہ قادر ہر اک چیز پر
یہ ہونا بھی مجھ سے نہیں دُور تر

مرا دین اللہ کا دین ہے
مرا نام طٰہٰ و یٰسین ہے

ورے ہُوَ اَنتَ سے میں پاک ہوں
بغیرِ انا پاک ادراک ہوں

مبرا ہوں ہوں میں ہیکل و رُوح سے
نہ ملتا ہوں میں نور یا لوح سے

کسی کو کہا۔ ہو۔ وہ عاشق مرا
کہ مخلوق ہم ہوں وہ خالق مرا

جسے جو کہا بس وہی ہو گیا
نہ کچھ بے کہے جاگتا سو گیا

غرض اک سُخن میں یہ سب ہو گیا
مرا میں پنا مجھ سے خود کھو گیا

اُسی پھر سخن سے ملا میں پنا
ہر اک حال میں خود بخود میں بنا

مقامِ سخن علم اللہ تھا
کہ جس سے خدا خود بھی آگاہ تھا

سُخن کی حقیقت میں کیا ذات ہے
نہ کچھ پوچھئے اُس کی کیا بات ہے

سخن ہی سے کرتا ہوں وصفِ سُخن
سخن ہی سے ہے یہ ہمہ ما و من

سخن ہی میں داخل ہوا امرِ کُن
ہوا سب سے پہلے ہویدا سخن

مدحرج[۱] ہوا جس گھڑی امرِ کُن
ہوا گوئے کونین خود ہی سُخن

سخن کی بدولت یہ سب کچھ بنا
سخن ہی سے پھر سب کا سب ہے فنا

سخن ہی نے ناقل کو سحباں کیا
سخن ہی نے باقل کو سحباں کیا

سخن جس کو چاہے کرے تیز و تند
سُخن جس کو چاہے کرے گنگ و کند

[۱] لڑھکا

خدا تک جب اس کی رسائی ہوئی — تو ظاہر خدا کی خدائی ہوئی
خدا کو کیا اس نے مشہور عام — اسی کی بدولت خدا کا ہے نام
خدا خود سخن خود سخنور ہے وہ — سخن ہی میں پہچان منور ہے وہ
ہوا میں سخن پھر سخن میں ہوا — سخن خود ہوا پھر ہوا کے سوا
کہ خود اس کو پیدا کیا پھر جدا — معانی میں پہچان پھر اس کے سوا
سخن جس کو چاہے کرے مشتہر — سخن جس کو چاہے کرے نامور
جسے چاہے مشہور کر دے تمام — یہ کرتا ہے بدنام کو نیکنام
غرض اے سخن تو ہی اُستاد ہے — زمینِ کتب تجھ سے آباد ہے
زباں کو پہنایا جو موتی کا ہار — سخن ہو گیا تو لوئے شاہوار
عدو ہو گیا جب ہمارا سُخن — تو ہم سے چھڑایا ہمارا وطن
غرض اینکہ نوبت باینجا رسید — سُخن ہی سے عاشق ہوا وہ وحید
وہ غنچہ تھا بُو اس کی تھی درکتام — جو پھولا تو بُو اس کی پھیلی تمام
جو غُنچہ سے گل ہو کے پھولیگا پھول — تو بُو اس کی پھیلے گی در عرض و طول
یہاں تک تو پھیلی کہ ہم سونگھ کر — ہوئے عشق میں ہم ز خود رفتہ سر
جھروکے سے خود کو دکھایا مجھے — اور اپنے پہ از حد رجھایا مجھے
وہ مفتاحِ گیسو پئے قفلِ جعد — کھُلے گا یہ سربستہ خود حسبِ وعد
ہوا حُکم اُس کا جو بر دودِ آہ — کہ بن جائے سقفِ سما سدِّ راہ
اُسی دم ہوا چترِ گردوں محیط — ہوا عکسِ کاکل سحابِ بسیط
لگی آگ بس تن بدن میں مرے — وبا کر کہا دانت اپنا ارے
شرابِ مشیت پلا ساقیا — ذرا مُنہ سے مُنہ کو ملا ساقیا
کہا دل نے اپنے کہ اے جانِ من — بنا لو خودی کا مرے پیرہن
خلاف از مشیّت ہے ممکن کہاں — کہ کھولے کوئی شخص اپنی زبان
تو اُس کو سمجھ لو کہ سچ مچ کہا — مشیّت سے بولا و لو چپ رہا
مطابق مشیّت کے ہوگا صدور — تو کہنا وغیرہ ہے پھر کیا ضرور
دل و جان سے ان پہ لٹّو بنا — لگایا بھبھوت اور جٹّو بنا

سله پوشیده
سله آز حد

دل و جان حاضر ہیں تیرے لئے عنایت کسی کی ہے میرے لئے
اگر جانتے ہو کوئی تم علاج کرو اب براہِ ترحم علاج
اُٹھاؤ نہ ہر سو سے طوفان تم نہ مجھ کو کرو مفت حیران تم
اُبھارو نہ تم اپنی مخلوق کو کہ دُکھ آکے دیں تیرے معشوق کو
کہ یہ عشق بھی تیری مخلوق ہے تری عشقبازی ہی معشوق ہے
کہ جس نے یکایک دبوچا مجھے یقیناً شکار اپنا سوچا مجھے
اگرچہ یہ سب نازو انداز ہیں بظاہر یہ دُشنام طناز ہیں
زدو کوب و دشنام اکرام ہیں یہی عشقبازی کے انعام ہیں
سمجھتا ہوں ٹونہ شہانہ ہے یہ ملاقات کا اک بہانہ ہے یہ
اگرچہ بنے پیٹھ دھوبی کا پاٹ بنے نینیا تال پانی کا گھاٹ
مرے چرم کی تیری جوتی بنے مراخوں ترے پا کی مہندی بنے
مگر اس سے ہرگز نہ ٹلتا ہوں میں نہ اپنے سخن سے بدلتا ہوں میں
یہ سب ظلم پر مجھ سے لو یہ دعا بھلا ہو ترا رہے بھلا ہو بھلا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے مگر ہاں رہے تو نیکوئی رہے
مری شان سب تم کو معلوم ہے سرِ مو نہ کچھ حال مکتوم ہے
براہِ کرم گر کرم کیجئے تو داخل بباغ ارم کیجئے
ولیکن محبت کا بھوکھا ہوں میں اسی بھوک سے خوب سوکھا ہوں میں
بنا بر یہ ہے آپ سے التماس نہ کرنا کبھی مجھ کو مایوس و یاس
تمہیں سب بنو اب نہ میں کچھ رہوں بجز اس کے اب اور کیا میں کہوں
بس اپنے کو لے جان دیدے مجھے کہوں کیا کہ بدلے ہیں لے لے مجھے
تو بولیں کہ بے شک کرونگا کرم لو بشرطیکہ میرا رکھو سب بھرم
بھرم یہ ہے تم پر کرم کر چکے اور اپنے کو اک دم حرم کر چکے
رہو تھوڑے دن تک جدا ہم سے تم کہ بایکدگر دونوں ہو جائیں گم
اور اُس پہ سے پھر شرط بالشرط ہے کہ تفریط و افراط بالفرط ہے
فنا پہلے پہنچے کے طبقہ میں جا وہاں سے فنا جا کے اخبار لا

یہ دنیا نہیں کوئے جاناں ہے یہ — یقیناً رہ سوئے جاناں ہے یہ
یہ سب شش جہت ششدر شاب ہیں — ثلاثی مجرد کے چھ باب ہیں
اب و ابن و ام کے یہ ششدر بنے — بنے صاحب آئیں تو اندر بنے
تو ہیکل مرا ہے تو خود ہی کو چوم — مرے عشق میں خوب گا گا کے جھوم
کہ حامد بنے اور احمد بنے — کہ میری طرف سے محمد بنے
شریعت حقیقت کی اک شاخ ہے — کہ یہ خاک ہے اور وہ کاخ ہے
یغوث و یعوق و سُواع و نسر — یہ لات و منات و نعیم و حجر
اور عزّیٰ و ودّا و جبت و صنم — تماثیل و طاغوت و وثن و شم
قبور و لحود و نجوم و نفر — امیر و فقیر و تمامی بشر
ہمہ ہستی و نیستی ہر دو چیز — وجود و عدم اور وہ اک عمیز
پرستش کسی کی نہ کرنی کبھی — نہ یہ بات ہرگز کترنی کبھی
سلامٌ علیٰ نوحٍ فی العالمین — کہ جس کا خدا پر تھا از حد یقین
وجاءَ و نقصّ علیہم قصص — بنایا مگر حصّہ از حصص
جو ایسے ہیں بیشک وہ ہیں با خدا — کرے گا خدا اون کا ہر دم بھلا
لَہُم لیسَ خوفٌ ولا یحزنون — کہ قربِ خدا ہیں زخیرِ القرون
خدا کے یہاں دین حق بالیقیں — بجز دینِ یحییٰ کے دیگر نہیں
ویسوا سواءً من اہلِ الکتاب — عجب کیا کہ پہونچے خدا کا عذاب
و یحیائے معروف لا ینصرف — جو یحییٰ سے ہرگز نہ ہے منحرف
بچو جس میں ہو خوئی منّ و اذی — مگر من و سلویٰ ہے جس جا ہدی
بُرے کی بُرائی جو رہبر ہوئی — وجود اُس کی آتش کے اندر ہوئی
من النّاس وہ لوگ سفہا جو ہیں — اَلا کون سفہا؟ وہ فقہا جو ہیں
جلے جا کے فی النّارِ ذاتِ الوقود — رہا اپنے مالک سے خود ہی ردود
بعلمِ خدا ہو چکا سب کا سب — بس اب جائیے پہنچے بہ احکامِ رب
جعلنا لکلِّ نبیٍّ عدوّ — عدو کون ہوتا ہے اکثر بدو
ہُوَ اللّٰہ ینجیک من کلِّ کرب — بچا لیگا میداں میں از حرب و ضرب

بیاں کر دیا ہم نے سب حق بحق
فہٰذا من انبآءِ ما قد سبق

حقیقی محبت کا مبنت ہے دل
محبت کو نسبت نہ با آب و گل

بس اب جاؤ سب کی ہدایت کرو
یہ دلبر پر اپنے عنایت کرو

دُعا، کر- کہ ان کی ہدایت کروں
کہ اِن نابکاروں پہ رحمت کروں

کہو سب ہماری اطاعت کریں
کہ باضابطہ ہم حکومت کریں

دُعا رہے ہماری بہر صبح و شام
کہ راحت ہو یکساں بہر خاص و عام

اُسی وقت سُن کر روانہ ہوا[1]
مسافر بلا آب و دانہ ہوا

شرابِ سیاحت پلا ساقیا
مگر اوس کو لِلّٰہ دھو دھا کے لا

کہوں تاکہ اوس کو صراحت سے میں
یہ ترتیب ڈالوں وضاحت سے میں

کیا میں نے جس جس جگہ کا سفر
وہاں کی ہر اک چیز پر کی نظر

کہ حد چار جانب کی اُسکے ہے کیا
لباس اور احوالِ خلقِ خدا

وہاں کی خلائق کی ملت کا حال
وہاں کی خوراک و معیشت کا حال

سفر میں مجھے تجربہ ہو چکا
بہت یار جاں اپنی میں کھو چکا

مگر پھر کیا تجربہ کے خلاف
کسی سے نہ کرتا رہا انحراف

برا بھی جو ہوتا تھا کوئی اگر
سمجھتا رہا اوس کو میں معتبر

بصد خلق میں اُس پہ مرتا رہا
بہت اُس سے اخلاق کرتا رہا

قیافہ سے عالم کے واقف ہوا
ز تاثیر و آثار کاشف ہوا

سفر ذرہ ذرہ میں کرتا رہا
جمیعِ عوالم میں مرتا رہا

مرا اذر میچی ہوا بار بار
سفر کا لگا تار جاری ہے تار

کہ در کہ بہ در کہ ز تحتِ الثرا
یہاں تک تو پہنچا نہ اب تک مرا

بیاں میں کروں گا وہ سب واقعات
یہاں صرف کہتا ہوں میں چند بات

کہ دنیا میں پہنچا تو میں تھک گیا
سبھوں کا مری ذات پر شک گیا

حلالی ہوں میں یا حرامی ہوں میں
کہ گمنام ہوں یا کہ نامی ہوں میں

کہا میں نے یہ عکسِ ناز و ادا
اور عکسِ مشیت برمزِ خدا

ہوا منعکس در ہمہ شکلِ نو
کہا لفظِ آ-- کو بلفظِ برو

[1] گذشتہ تجربوں میں سے یہ بھی ایک تجربہ ہے ۱۲

منی میں ہوں خود اپنی سمٹا ہوا
وطن ہے مرا اس میں چمٹا ہوا

جو ہوتے کہیں پشتِ آدم میں ہم
تو ہوتا عزازیل سجدہ میں خم

پے عبد سجدہ نہ جایز کیا
پۓ ذات خود سب کو عاجز کیا

کہ میں صلبِ آدم سے ہرگز نہیں
بظاہر ہوں باطن میں جائز نہیں

معلق مشیت سے پیدا ہوا
نہ اس امر کُن سے ہویدا ہوا

کہ جس کُن سے کونین مقہور ہے
زمین و فلک ہر دو منشور ہے

کہ خاطر ہے اس نور کے نور باف
کرے جُرمِ مقہوریت کو مُعاف

حلالی ہوں میں مجھ پہ ہو سب حلال
حرامی کے ہے واسطے قیل و قال

خداوندِ بے والد و بے ولد
ہوں بے عیب میں ابنِ غیب احد

مرے لُطف سے گردنِ آسماں
مطوق ہے باطوقِ ایں کہکشاں

یہ سب سُنّت اللہ میں فرض ہوں
مسبح السموات والارض ہوں

نہ مطلع ہوں میں یا نہ مقطع ہوں میں
ہر اک شئے کا منبع ہوں مرجع ہوں میں

مگر پھر بھی ہے ظاہراً مجھ کو شوق
بشر بن کے ہوں فوقِ بالائے فوق

یہ ہے جی میں کشورستانی کروں
ہر اک ملک میں حکمرانی کروں

رہوں مسند آرائے فرماں دہی
رہے سر پہ میرے کلاہِ بہی

بہر طور ہوں لائقِ سروری
سزا وار و شائستۂ برتری

بصد شوکت و فرِّ شاہنشہی
بہر ملک میری ہو فرماں دہی

سپہرِ خلافت کا نیّر ہوں میں
سزا وارِ اورنگ و افسر ہوں میں

بتائیدِ اقبال و نیروئے بخت
خدا مجھ کو بخشیگا خود تاج و تخت

اگر اس طرح کامرانی نہ ہو
مری ہستیٔ و زندگانی نہ ہو

نہ ہو گر مرا رتبۂ بے ممات
تو چاٹوں گا کیا لیکے ایسی حیات

تو یہ سُن کے چڑیوں نے چوں چوں کیا
یہ لقّوں نے باہم غٹرغوں کیا

غرض یہ کہ بگڑا ہر اک خاص و عام
کہا اے حرامی و ابنِ حرام

کہ ہم سب ہیں اعلیٰ و ادنیٰ ہے تو
یہ کیا بات کرتا ہے تُو رُو برو

ہم اوستاد ہیں اور تو بدنہاد
ہم عالی نسب اور تُو بدنژاد

یہ اوستاد ایسے تھے بد روزگار | بد اطوار و بدکار و بداعتبار

نہ کیوں اون کی تعلیم کا ہو اثر | کہ ہوں طالب العلم سب بدگہر

پڑھائے بُرائی کے وہ وہ سبق | کہ اعوذُ باللہ رَبِّ العَلَق

کہ باپ اور ماں کا تو مت کام کر | خلائق میں تو اُن کو بدنام کر

اطاعت نہ ماں کی نہ کر باپ کی | اطاعت مگر کیجئے آپ کی

لڑائی کرو اپنے بھائی سے تم | نہ اُن سے ملو پھر صفائی سے تم

بزرگوں سے حالت ہے یہ خرد کی | عداوت ہے باہم زدا برد کی

نہ اوستادِ شاگرد پر مہربان | نہ شاگرد اوستاد کا قدرداں

سنو اُن کی استادیاں مو بمو | عداوت کے اوستاد۔ خالی عدو

عداوت سے دیکھو تو کرتے ہیں کیا | بلا قہر کے یہ سدھرتے ہیں کیا

زا اورنگِ شاہی اوتارا مجھے | پھر اوس پر بڑی مار مارا مجھے

کسی نے کہا خیر چارہ نہیں | چلے آؤ اپنی بزرفرشِ زمیں

ہنر ور۔ چنیں زندگانی کند | جفا بیند و مہربانی کند

تو لوگوں نے سولی پہ لٹکا دیا | اور اوپر سے اِک اور جھٹکا دیا

کہا حلم سے خیر پچتاؤ گے | اور اک دن بڑی مار تم کھاؤ گے

وہ کس دن کہ جب عبدیت میں ہوں ہم | تو دکھلائینگے تن بدن دم بہ دم

کہ نفروں کو گویا نفر چاہیئے | پُر از عبدیت ہی بشر چاہیئے

مناسب ہے اوس دم لڑائی کروں | اور اچھی طرح پھر لڑائی کروں

غرض ہمدگر خوب کشتی رہے | اِدھر اور اودھر سے درشتی رہے

تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی | بملکِ انا جان واصل ہوئی

چھپا جا کے در دشتِ کوہِ عدم | دبک کر لگا جھانکنے نیم خم

نہ از خوف تا کوئی پکڑے مجھے | پکڑ کر بزنجیر جکڑے مجھے

ولیکن چھپا مصلحت سے وہاں | نہاں ہو کے سب دیکھتا تھا عیاں

بخوفِ خدا سب سنے کی معذرت | کہ بندہ ہوں مسجونِ درشش جہت

کہ جب از پئے آدمی زادگاں | ہراقبیل ہے دشمنِ دوجہاں

۱ خوں بجوں
۲ نفس اللہ ویدی بہ

تو پہلے سے مقہور ہے دوسرا　　کہیں پھر نہ ہو قہر زیں ماجرا
محب کوئی اب اِک بشر چاہیئے　　پئے رہبری راہبر چاہیئے
تو میں نے کیا عبدیت میں سفر　　کہ پہونچا یکایک بہ احمد نگر
وہ عبدیت میں یہ تاثیر تھی　　شجاعت فصاحت کی تشہیر تھی
پہنکر وہیں عبدیت کا لباس　　کیا بدمعاشوں کا منکوس راس
اکیلے کھڑا ہو کے سب سے کہا　　کہ پہلے جو آیا تھا میں چپ رہا
اگر اب نہ مانو گے ماروں گا میں　　یہ شمشیر سے سر اُتاروں گا میں
وہ گویندۂ اُم بہ اُمّی لقب　　ہمیں ہیں نہ ہے اس میں ہرگز عجب
سبھی جانتے ہو کہ اُمّی ہوں میں　　جو کہتا تھا قُم بس وہ قُمی ہوں میں
مرا علم سارا خدا داد ہے　　معلّم کی منت سے آزاد ہے
سمجھتے تھے تم خود کو استاد ہو　　نہ بنتے تھے بندے وہ آزاد ہو
تو اب نے پڑھے سب کا اوستاد ہوں　　اب اس وقت تمسا بنی زاد ہوں
سرِ غافلاں از ترقی تہی　　حرامش بود تاجِ شاہنشہی
کہ سردار جب برسرِ دار ہو　　تو پھر ایسی اُمّت نہ سرکار ہو
مری پہلی اُمّت رہے پادشاہ　　رہو اوس کی تم عبدیت میں تباہ
کرو واسطے اوس کے زیب و نگار　　کہ سرکار بن کے کرے وہ سنگار
کہ دینِ مبارک کا ڈنکا بجے　　مقدّس جگہ نشتروں سے سجے
یہ ویران گر جا سر افراز ہو　　اذانِ مؤذّن کی آواز ہو
کہ البتہ اللہ اکبر رہا　　کہ مصلوبیت سے بھی برتر رہا
زمیں سے چلو ناک رگڑا کرو　　مسیحا ہوں بس اب نہ جھگڑا کرو
علی الرغم ہو بیخ وقتہ کمود　　جبیں پر ہو قشقہ من اثر السجود
نہ جب تک آکائی کا آدڑ بھرے　　رہو لوگ دُنیا میں کچھ سر پھرے
پھر آؤں گا چوں احکم الحاکمین　　پئے عدل و انصافِ کل عالمین
ویاتیکم الساعۃُ بغتۃً　　چو آید ہمہ مرضہا وفتۃً
یہ کونین ہے سیلِ ارض و سما　　کہ ہے جس پہ ہووائے عرشِ علا

خدا اوس پہ راکب ہے میں پلپیاں — کھند ھلوا ہی دونگا جو کھولی زبان
امیروں پہ افسر ہے گویا وزیر — شہنشہ وزیروں کا بدرِ منیر
شہنشاہ پر کچھ نہیں پس ازیں — یہاں ابتدا ہی سے کچھ بھی نہیں
خدا جیسے اوس پر ہے مجھ پر بھی ہے — فقیری سے بہتر نہیں کوئی شے
اگرچہ یہ بندہ حوالہ میں ہے — تمر جس طرح قید ہالہ میں ہے
ز اشکِ یتیم و زنِ بیوگاں — مرے قرۃ العین تر ہیں یہاں
یہ تقدیر پر سب کے رونا نہیں — کہ موتی ہیں دھاگا پروتا ہوں نہیں
لڑائی میں اللہ بھیجے اگر — تو در آؤں میداں میں چوں شیرِ نر
بس اب آؤ میداں میں حاضر ہوں میں — خدا کہہ چکا ہے کہ ناصر ہوں میں
بفضلِ خداوند ہوں تندرست — تنومند و زور آور و چاق و چست
تنومند کیسا کہ ہوں ناتواں — مگر ہوں خدا کی قسم پہلواں
نزاکت میں ہوں مثلِ برگِ شجر — جو پڑ جائے سختی تو ہوں میں حجر
کہ ہندی ہوں میں اور ہوں در عرب — یہ ہندی سے دنیا بسی سب کی سب
اگرچہ نہ ہوں ہند میں آجکل — مگر جب زمانہ ہو پولیٹیکل تو
مترس از جوانانِ شمشیر زن — حذر کن ز پیرانِ بسیار فن
اگرچہ یہ کیاد ہوں کید زن — تو کیاد ہوں میں عظیم الفِتَن
بہ تدبیر و فرزانگی فرد ہوں — دلیر و بہادر جوانمرد ہوں
کہ خوبی بشر کی ہے مردانگی — ہنر مندیٔ و خُلق فرزانگی
جو میداں میں آکر ستیزہ کروں — تو صد کوہِ آہن کو ریزہ کروں
اگرچہ دمِ جنگ مرجاؤں میں — مگر نام دُنیا میں کرجاؤں میں
اگر بچ گیا تو زہے زورِ بخت — کہ ہاتھ آئے نا چیز کو تاج و تخت
نہ وہ مرد جو کچھ زباں سے کہے — کہے اور اوس پر نہ قائم رہے
بھلا کون دیتا ہے بندہ کا ساتھ — ملائے تو آکر ذرا مجھ سے ہاتھ
سوا پاک پروردگار نصیر — نہیں کوئی ہرگز مرادستگیر
وہ چاہے تو بر لادے میرا مراد — کرونگا وہی ہو جو اوس کا مراد

ٔه تنومند سے یہ مطلب نہیں کہ بالکل مٹا ×

ہمارا خدا ہی پہ ہے اعتقاد — اوسی ذاتِ واحد پہ ہے اعتماد
محرک جو ہے میرے آہنگ کا — دیا دل میں وسواس سب جنگ کا
کہ جو لوگ عیسے پہ ہوں طعنہ زن — تہِ خاک و خوں کریں اوس کا بدن
مناسب ہے جلدی چڑھائی کروں — نہ پیچھے پھروں پھر جیوں یا مروں
خدا کی قسم سخت جلّاد ہوں — نہ خود زاد الّا لئی زاد ہوں
فقط میں زبانی نہ طرّار ہوں — حقیقت میں دیکھو تو جرار ہوں
عدو سوز ہیں میرے تیغ و سناں — جہانگیر ہے میرا گرزِ گراں
لبِ تیغ تیزِ شرّر بار ہوں — غرض تیغ فولاد کی دھار ہوں
دمکتی ہوئی آہنی سیخ ہوں — نہیں یہ نہیں بلکہ مرّیخ ہوں
مقابل اگر آکے ہو مجھ سے گیو — اُٹھا کر پٹکدوں اوسے مثلِ دیو
مرا نام رستم بھی سُن لے کہیں — تو دہشت سے پیشاب کردے وہیں
عدو کو پکڑنا نہیں جانتا — پکڑ کر چکڑنا نہیں جانتا
فریب و دغا کارِ مرداں نہیں — جو ایسا کرے صف نوروان نہیں
کہ شائستۂ جنگِ شیراں ہو نہیں — سزاوارِ رزمِ دلیراں ہوں میں
کسی نے جو دھوکا سے مارا مجھے — تو ہرگز نہیں یہ گوارا مجھے
لڑو مجھ سے جسدم کہ ہوں ہوشیار — جو دھوکا سے مارے تو ہے نابکار
یہ طنز اور تشنیع سے تنگ آگیا — رگ و پے میں اکدم سے زنگ آگیا
کہ باہم ہو گفتار میں یہ سخن — کہ بزدل تھے عیسیٰ نہ شمشیر زن
خدا و رسولِ خدا کی قسم — مجھے اپنے ہر دو سرا کی قسم
وطن کی قسم اپنی جاں کی قسم — قسم ہے مجھے باپ ماں کی قسم
کہ شمشیر پکڑونگا میں ایک روز — وہ شمشیر کیسی جو عالم فروز
کہ غازی بنوں یا کروں جان تلف — کہ ہے ہر دو حالت میں مجھ کو شرف
سنوگے اوسی دن کہ کرتا ہوں کیا — دغا باز مردک سے ڈرتا ہوں کیا
دکھاؤں کا اہلِ تہور ہوں میں — کہ سچ مچ میں کیسا بہادر ہوں میں
بہادر کو کہتے ہیں جاہلِ تمام — درندہ صفت ہے دلیروں کا نام

ہے نام ایک شخص الخ سعفی اللہ ۱۲

دلیری دکھاتا ہوں اس دم قلیل ۔ دکھاؤں گا پھر جب ہو دنیا نبیل[۱]
سمجھنا اوسی دن کو یوم الحدید ۔ کہ ہو آتشیں جنگ ہرسُو شدید
عدالت کروں گا بشدت مآب ۔ تحکّم کروں گا بھر شیخ و شاب
نہ ان دو پہ خالی ۔ ہر اک چیز پر ۔ کہ سید ہوں کرتا ہوں میں سب کو سر
شیاطین و فرعون و نمرود سے ۔ نہ ڈرتا ہوں شداد مردود سے
مجھے جز خداوند یزدانِ پاک ۔ ذرا بھی کسی سے نہ کچھ خوف و باک
غرض یہ کہ بے خوف و بے باک ہوں ۔ ہر اک بیم و دہشت سے میں پاک ہوں
اسے بھائی میرا ہم ذرا ۔ آؤ تو ہم ۔ یہ کہہ جا کے دشمن سے خود رو برو
کہ جلدی سے آکر اطاعت کریں ۔ نہ اسلام عیسیٰ[۲] میں حجت کریں
کہا آکے بھائی نے بھائی سے یہ ۔ کہ بھائی ادنہیں ۔ ان بھائی سے یہ
کہا جا کے پھر کہہ مرے نام سے ۔ تو کہہ دشمنِ دینِ اسلام[۳] سے
چو دست از ہمہ حیلتے در گسست ۔ حلال است بردن بہ شمشیر دست
یہ سنتے ہی کفّار گرم ہوگئے ۔ جو مومن تھے پہلے سے نرم ہوگئے
کھڑے ہو کے بھائی نے ایسا کہا ۔ کہ سب گالیاں سن کے میں چپ رہا
بس اب بھی زباں بند کرلو شتاب ۔ وگرنہ غضب سے ہوا دل کباب
نہیں جانتا ہے کہ میں کون ہوں ۔ علی ہوں بظاہر مگر عون ہوں
کسی جا کا سالارِ لشکر ہوں میں ۔ بہت ہی بڑا اک دلاور ہوں میں
اگرچہ نہ قامت کی قیمت مری ۔ فقط جوشِ اسلام[۴] و ہمت مری
جو دینی ہے ۔ پھر کیوں نہ دوں جان کو ۔ نہ دوں گا کبھی اپنے ایمان کو
قیامت اگر آئے آنی تو ہے ۔ چلی جائے گر جان جانی تو ہے
ارادہ میں جب ترکتازی ہوں میں ۔ تو پھر کیوں نہ سمجھوں کہ غازی ہوں میں
جوانانِ جنگ آوراں تیر ہوں ۔ کمانِ مدبّر ہر اک پیر ہوں
مگر میں وہ ہوں تیغ پُر آب و تاب ۔ کہ لغزش میں ہو دیکھ کر آفتاب
بہت ہی بڑا صاحبِ قہر ہوں ۔ زسرتا بپا زہر ہی زہر ہوں
کہ باطن میں خود رام و یحییٰ ہوں میں ۔ سرِ نام از عینِ عیسیٰ ہوں میں

۱؎ ترقی یافتہ ۔ ۲؎ فرمانبردار عیسیٰ ۔ ۳؎ یسوع فرمانبرداری بیٹے ۔ ۴؎ فرمانبرداری عیسیٰ

خدا کی قسم سخت دلدار ہوں مجسم حسامِ شرر بار ہوں
شجاعت میں لاثانی و فرد ہوں جوانمرد ہوں میں جوانمرد ہوں
دلاور وہ ہے جو دلیری کرے وہ ہے شیرِ غرّاں جو شیری کرے
اگر آزمانا ہو میداں میں آؤ مجھے جوہرِ جنگ اپنا دکھاؤ
پیاسا ہوں میں خونِ کُفّار کا نہ کُفّار کا بلکہ خونخوار کا
جو کفّار ہونگے وہ خونخوار ہیں ازل سے ابد تک وہ کفّار ہیں
پئے اہلِ اسلام ہوں بُرد بار پئے قومِ دیگر ہوں شمشیر دار
غمِ اہلِ اسلام سے ہوں اُداس شکستہ دل و پُر الم بے حواس
لڑائی ہوئی پھر گھنا گھور کی لڑائی بھی کیسی عجب طور کی
تو آیا وہیں رام لچھمن کے پاس کہ ہارونِ موسیٰ ہوا بے ہراس
اگرچہ وہ پہلے سے تھا بے ہراس مگر اور اب ہوگیا خوش حواس
اولٹ پنکھ ہوکر سبھی اوڑ گئے اِدھر آتے آتے اُدھر مڑ گئے
لیا چھین سب مال و آل و عیال کہ ایسا نہ تھا کافروں کا خیال
بایں طور صدہا لڑائی ہوئی کہ ہر جا علی کی بڑائی ہوئی
جو قیدی ہوئے درمیانِ جدال پکڑ لائے اون کو بعزّ و جلال
کسی نے خوشامد سے بیٹی کو دی لڑائی میں جاکر نہ بیٹی کو دی
بنے سالے سُسرے کوئی خوف سے دغا دینگے آخر میں اک جوف سے
کہ دُختر کشی سے ہے بہتر یہی کہ آئے یہ دم میں کوئی دم سہی
وہ اکثر اِسی دُھن میں سرشار تھے مگر رُوبرو حکم بردار تھے
مگر پھر بھی دیتے تھے اکثر دغا اُٹھاتے تھے سب کو پئے از دغا
کسی اک لڑائی میں ایسا ہوا کہ تھا جبل پر بندۂ با خدا
کفِ دستِ گردوں تھا مشعل فروز جسے لوگ کہتے ہیں خورشید روز
ہوا اوس کو محسوس اس طور پر کہ قندیلِ عیسیٰ ہے زیر و زبر
یہاں تک کہ پہنچا اُسی کے قریب ہوا اوس کو معلوم غایت عجیب
مقرب ہوا قابِ قوسین تک سنی کان سے پھر کسی کی بھنک

اولٹ کر جو دیکھا بسوئے عقب — تو دیکھا کھڑے ہیں علی باادب
اور اک ساتھ کم عمر دختر بھی ہے — کہ جو دیکھلے اوس کو ہوجائے قَے
ولیکن زاُفقِ العلا تا علی — مسلسل نظر پھر کے اوس پر چلی
کہ جس سے وہ افق العلا کی جھلک — چمک کر نکل گئی بہت دُور تک
کہ برکت سے اوس کے ہوئی کچھ حسیں — ولیکن خبیثہ تھی یہ در کمیں
ہوا بندۂ باخدا فکر مند — غنیمت کی دختر کروں کس میں بند
جو پوچھا کسی نے کہ کیا نام ہے — تو ہنسکر کہا نام اسلام ہے
کھڑے تھے جو سب لوگ درحاشیہ — اونہوں نے کہا نام ہے عاشیہ
پھر اس نام سے اور یہ شک گیا — کہ عیسٰی سے یہ نام لڑ تک گیا
ادب اس کا لازم ہے کرنا ضرور — کہ تھا اس پہ قندیلِ عیسٰی کا نور
کہ اب یہ کسی کے نہ لائق رہی — جو لے لیں علی پھر تو فائق رہی
مگر وہ علی سے کشیدہ ہوئی — بصد غیظ ابرو خمیدہ ہوئی
کہ تھی وہ بہت ہی پڑھائی ہوئی — دمِ جنگ جسدم چڑھائی ہوئی
کہ گر کوئی لڑکی پھنسے دام میں — چلی جائے وہ دینِ اسلام میں
کہے روکے از بندۂ باخدا — کہ مجھ کو نہ خود سے رکھو اب جدا
تہِ دل سے اسلام لائی ہوں میں — مگر آپ ہی پر فدائی ہوں میں
کہ جب زوجیت میں لے آئے اُسے — تو دھوکا نہ دینے سے وہ چپ رہے
اوسی کے مطابق وہ زوجہ بنی — نہ سمجھا کسی نے کہ ہے یہ دنی
چلا یاں سے اب دورۂ سلطنت — ملی خاک میں کفر کی تمکنت
سنو قصۂ بندہ باخدا — کہ وہ بندۂ عاشیہ ہوگیا
دلے عاشیہ ایک عیاشہ تھی — وہ در پردہ اک سخت فحاشہ تھی
مگر اپنے افعال سے ناکرہ — دو بارہ بنائی گئی باکرہ
وامرات نوح وَ امرات لوط — انہیں دو کے مانند تھی وہ بطوط
ولا تسمعُوا فیہا۔ من لاغیہ — علی سے کبھی ہوگی یہ باغیہ
مگر بندۂ باخدا یعنے ہم — ہوئے اوس پہ عاشق بجان ودم

ف۱ پڑھنا دیو
ف۲ دو ہم پایہ نہیں جو صحیفہ میں ہے

نہ چوں بت پرست عاشقِ برصنم
بلے مثلِ عشقِ وجودِ منم

کہ سفلی کو سفلوں سے نسبت رہے
اور علوی کو علوی سے راحت رہے

کہ ہے عبدیت شاں از سفلگی
کہ سفلہ کو سفلہ سے ہے دل لگی

رہا مدتوں عشق میں مبتلا
جو نزدیک جائیں تو ہو وہ خفا

کہا میں نے اوس سے کہ اے جانِ من
مری جان و تن اور ارمانِ من

تمہیں نخل و طوبیٔ جنان و نخیل
ثمر ایک دینے میں اتنا بخیل

ہے گرمی و پیچش بصد اضطراب
پلا دو مجھے اسپغولی لعاب

لہالوٹ ہوں تیری ہر بات پر
بس اب میرے حق میں بحالت نہ کر

مجھے رو برو اپنے آنے دو
ذرا بابعالی میں جانے تو دو

بیک دیگرے دست ملنے تو دو
ذرا سانپ کو من اوگلنے تو دو

تو اتنا کہا اوس نے مجھ سے مگر
کروں گی کرم تیرے احوال پر

پھر آپس میں اتنا ہوا گنج رنج
کہ بس دل میں آیا نہ ہوں بادہ سنج

دغا دے کے اک دن بلایا مجھے
ہنساتے ہنساتے رولایا مجھے

چٹا چٹ مرے گال کو چوم کر
لگی بات کرنے بہت جھوم کر

اسے گرمجوشی میں چل ہو گیا
مرا گال سرخی سے گل ہو گیا

اگر پیشتر ہی سے تھا گال گل
تو مرجھا گیا اب مرا لال گل

بلا نیک و بد بات سوچے ہوئے
رہی مجھ کو گھنٹوں دبوچے ہوئے

عجب کشمکش اور شکنجہ میں تھا
مگر اس مصیبت کے پنجہ میں تھا

ہر اک حال میں ہم تو چپ چاپ تھے
مگر اینکہ بیخود سے بے آپ تھے

کہا میں نے چھوڑو مجھے واہ واہ
پسینہ پسینہ ہوں حالت تباہ

تو کہتی تھی مجھ کو کہ کچھ ڈر نہیں
یہاں ضیق کا نام تل بھر نہیں

چمٹ کر کہا مجھ کو جلدی چلو
مرے پاؤں سے اپنی آنکھیں ملو

تو میں نے کہا خیر چلتا ہوں میں
جو ہے رازِ دل سب اوگلتا ہوں میں

مگر پہلے میرا بدن چھوڑ دو
اگر بھاگ جائیں تو سر پھوڑ دو

کہا اوس نے میری قسم کھائیے
نہیں تو شکنجہ میں دم کھائیے

تو میں نے کہا ٹھیک کہتا ہوں میں — نہ جاتا ہوں واللہ رہتا ہوں میں
جو دیگر خواصوں کو معلوم ہو — تو آپس میں ہلچل بڑی دھوم ہو
کہا مجھ سے مجھ پر اگر ہو فدا — تو سب کو بجز میرے رکھو جُدا
کہا میں نے سب پر ہے میری نظر — کہ جیسی ادھر بس ہے ویسی ادھر
تو اُوس نے کہا تم کو کیا ہو گیا — جو پہلے تھا دل وہ جُدا ہو گیا
سنو تو تمہیں کیا ہے تم مرد ہو — یہ گرمی جوانی کی کیوں سرد ہو
سُنینگی اگر وہ تو سُنتی رہیں — وہ اپنے یہاں سر کو دُھنتی رہیں
نہ رکھو کبھی دل میں ایسا خیال — اگرچہ مجھے بھی ہے اس کا خیال
مگر اس کو کرتی ہوں بالائے طاق — نکالوں گی میں دل سے اپنے مذاق
کہ بارہ برس یا ہے تیرہ کا سن — جوانیٔ کی راتیں مُرادوں کے دن
شراب و کباب و بہار و نگار — جوانیٔ و مستیٔ و بوس و کنار
غنیمت شمُر صحبتِ دوستاں — کہ گل پنج روز است در بوستاں
یہ اولٹا زمانہ ذرا دیکھئے — کہ حالِ صنم ہے مرا دیکھئے
یہ داؤد و یوسف کا قصہ ہوا — کہ اون میں سے میرا بھی حصّہ ہوا
مگر خیر اب تو جو کچھ ہو سو ہو — نہ گھٹنے سے مُنہ اب چھپائے رہو
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس — حیا نے جھجھکر کہا اوس کو بس
بہت قیل و قال اور اصرار سے — جو چھوڑا تو بولی خبردار سے
لیا ہاتھ میں اوس نے فوراً گلاس — رکھا عسل بھر کر مرے مُنہ کے پاس
کہا ہاتھ سے خود پلاؤنگی میں — پھر اب مُنہ کو مُنہ سے ملاؤنگی میں
پلاؤنگی ہرگز نہ چھوڑونگی میں تو — نہ اصرار سے مُنہ کو موڑونگی میں
تو اب کس کو سمجھائیں کسکو کہیں — مناسب تو یہ ہے کہ چپ ہی رہیں
پلایا مجھے اور خود بھی پیا لو — خدا جانے پھر اوس نے کیا کیا-کیا
کیا اوس نے مجھ کو بہت دھر پچھاڑ — کھُلے خانۂ راز کے دو کیواڑ
ضرورت نہ اس میں وضاحت کی ہے — نہ حاجت یہاں کچھ صراحت کی ہے
کہا مجھ کو سر اس طرح سے رکھو م — ارے تو یہ مگر اس طرح سے رکھو م

بہ اطرافِ معروف موتی کا ہار   ہو چاندی کے کونڈے ہیں جیسے انار

مری بشریت مجھ پہ غالب پڑی   مگر عبدیت کے مناسب پڑی

نہ معلوم کیوں تھا مجھے خوف پہ ڈر   کہ میں سو رہا اپنا دم سادھ کر

مگر خوف سے خاک آتی ہے نیند   تردد میں سب بھاگ جاتی ہے نیند

یہ سب تھا اشارہ کہ دشمن ہے یہ   کہ در پردہ زہریلی ناگن ہے یہ

کسی دن یہ ماریگی ہم کو ضرور   اور اس دم دکھاتی ہے اپنا سرور

مثل بھی ہے مشہور در ہر مکان   کہ جب جان ہے تو ہے سارا جہاں

یہ ہوگی مری جاں کی دشمن کبھی   ولیکن دکھاتی ہے الفت ابھی

جو دیکھا کہ یہ بھی ہے سوئی ہوئی   اور ہے نیند میں خود کو کھوئی ہوئی

اُٹھا چپکے میں آنکھ ملتا ہوا   بچھونے سے اترا سنبھلتا ہوا

تو اوس کی بھی آنکھیں کھلیں ناگہاں   پکڑ کر کہا مجھ کو اے مہربان

کہ تشریف لے جائیگا کہاں   براہِ کرم کیجئے یہ بیاں

کہا مسکرا کر کہ اللہ رے   بلا میری مرضی چلے واہ رے

بڑے اپنے وعدہ کے سچے ہیں آپ   محبت میں افسوس کچے ہیں آپ

کہا میں نے ہنسکر بھلا کیا ہوا   اگر میں گیا تو برا کیا ہوا

لیا مسکرا کر ہمارا بلائے   لیا اور بھی کچھ بلا کے سوائے

کہا میں نے اُن سے کہ جانیدو اب   تو پوچھا کہ بولو پھر آؤ گے کب

یہ کہکر کہا خیر مختار رہو   ہر اک بات سے خود خبردار ہو

چلے آئیے گھر ہے یہ آپ کا   کسی کے سسر کا مرے باپ کا

ولیکن صد افسوس یہ کیا ہوا   ہوا میں گرفتارِ رنج و بلا

بیابان و صحرا میں مثلِ غبار   گیا با خواص اپنے بہرِ شکار

کہ ایسی کنیزک پہ عاشق ہوا   کہ جیسے عذارا پہ وامق ہوا

بنا صید خود عشق کے دام میں   خلل پڑ گیا میرے آرام میں

پڑی اب عبادت میں میری خلل   لگی کھینچنے یہ بساز و دَکَل

یہ کہتی ہے مجھ سے بھی بار بار   کرو مجھ پہ سب بال بچے نثار

تو سمجھوں گی سچ مچ میں عاشق ہو تم — وگرنہ یہ سمجھونگی فاسق ہو تم
بہرکیف آگے جو ہو اب سو ہو — اب اس وقت چپ چاپ چپکے رہو
مگر اب تو دل کو ہوا اضطراب — پریشان گھر اپنے آیا شتاب
پکارا کہ لالا کیواڑی کو کھول — اگر جاگتا ہے تو جلدی سے بول
ملازم مرا کون ہے بول کر — لگا دیکھنے مجھ کو منہ کھول کر
کہا میں نے اُس سے بصوتِ حزیں — کہ بندہ ہوں میں اور کوئی نہیں
کہا اوس نے میں جاگتا ہوں میاں — کہاں تھے پریشان ہیں سب یہاں
کہا میں نے چپ چاپ رہ کچھ نہ بول — نہ گستاخ ہوکر زبان اپنی کھول
ذرا۔ آپ سرگرم تیار کر — جو سوئے ہیں اون کو نہ بیدار کر
اوسی دم نہا دھوکے فارغ ہوا — بہت روز پر اوس سے بالغ ہوا
بس اب سب خواصوں سے دل پھر گیا — اوسی کی محبت سے دل گھر گیا
کہ اب کام مجھ سے نہ ہونے لگا — سدا کھیت میں تخم بونے لگا
بنایا ولیعہد داماد کو — کہا۔ مانو سب اُس کے ارشاد کو
چلا کام دھندا اوسی پر تمام — ہوا اوس کے آگے صلواۃ وسلام
کہ اتنے میں یہ عاشیہ نے کیا — کہیں سنکھیا آب میں دیدیا
زنا پاک زادہ بباید رسید — کہ زنگی بہ شستن نگردد سپید
پرستار زادہ نیاید بہ کار — اگرچہ بود زادہ شہریار
وصیت جو کرنے لگا ہیں کہیں — تو مکار ومردو بولے نہیں
عجب کیا یہ سب تم کو بحران ہو — مرض کے سبب سے پریشان ہو
یہ بیوی نہ تھی بلکہ دشمن تھی یہ — یہ کتیا پہ پھٹکار۔ پُرفن تھی یہ
دوا لانے بھائی کو بھیجا کہیں — جو بھائی گیا پھر تو بھائی نہیں
کسی بات کی کچھ نہ مُہلت ملی — مری جاں کو جانے کی فرصت ملی
کسی کو نہ معلوم کب مرگیا — یہاں سے کہاں میں سفر کرگیا
کہ انداز پر سب نے روزِ ممات — رکھا متفق ہو کے بارہ وفات
اس عالم کی بھی اب سیاحت ہوئی — اور اس تجربہ سے ندامت ہوئی

۱ه واقف ۱۲ ۲ه مغرور کم حرف ۳ه سچ مچ تنہا ۱۲ ۴ه یہاں پرستار کے معنی لونڈی بچہ

۴ کتیا لونڈی [illegible] + و [illegible] عشق [illegible] سازش کر

ولیکن ہوا تجربہ پوختہ — کسی وقت ہونگے ہم افروختہ
مگر اوس کو دو دن سے معلوم تھا — قرابت سے میرے یہ جاکر کہا
بلایا ہے صاحب نے دو دن کے بعد — لینگے ہر اک فرد سے حسب وعد
اور اپنے پدر سے یہ آکر کہا — کہ وہ مرگئے اب یہ ہے مدعا
کہ فرمایئے جاکے سب لوگ سے — نہ ہو مضمحل اون کے کچھ روگ سے
وہ کہتے ہیں میری کرو اقتدار — کہ یہ اقتداءِ عین ہے اہتداء
یہی عاشیہ آکے بولی مجھے — کہ صاحب نے بخشی امامت تجھے
غرض ہو گئے سب کے سب مقتدی — سبھوں نے بعجز و ادب نذر[1] دی
ذرا دیکھیے اوس کی قدرت کا کھیل — چھچھوندر کے سر میں چمیلی کا تیل
یکے بچۂ گرگ مے پرورید — چو پروردہ شد خواجہ را بردرید
اور اتنے میں واپس جو آئے علی — تو دیکھا کہ جمگھٹ سے ہے پُر گلی
کسی نے نہ اچھی طرح کی خبر — تو گھبرا کے پہونچے وہ دہلیز پر
تو دیکھا کہ بھائی سفر کر گئے — نہ معلوم کے دن ہوئے مرگئے
کہ لاشہ اُٹھانے کے قابل نہیں — بس اب غسل سے کچھ بھی حاصل نہیں
اوسی جا مرے[2] اوس نے تدفین کی — وہاں سے نکل سب پہ نفرین کی
مدینہ میں رہ کر مُتمدن نہیں — تمدّن ہو کیونکر جہاں دُھن نہیں
تو نفرین اب اوس کی سُنتا ہے کون — یہاں تو ہے بگڑا ہوا سب کا لون
یہ سب دیکھکر وہ تو چُپ ہو رہا — وہیں میری لڑکی سے سب کچھ کہا
کہا اوس نے چپ چاپ بیٹھے رہو — کرو صبر اون سب سے کچھ مت کہو
الا انّ ربی رحیمٌ ودود — یہ دیکھو کہ ہے غیب سے کیا ورود
یہ سب ہے نتیجہ کسی بات کا — کہ آئیگا اک وقت آفات کا
مری آل و اولاد قایم رہے — سلامت رہے اور دایم رہے
بجھائینگے جتنا وہ بھڑکیگی اور — دکھائے گی اکدن تمام اپنا طور
کہ یہ نور ہوگا متم تمام — بنائیگا دنیا کو اک دم غلام
نقد ہلک عنہ سلطانیہ — چلا وارو دورہ یہ عثمانیہ

[1] تانیث ہے
[2] یعنی مرے علاقہ کی جگہ

ملی جب امارت امامت مآب | کیا خاندانِ نبوّت خراب
چو خواہد کہ ویراں کند عالمے | نہد مُلک در پنجۂ ظالمے
غرض وہ امانت ٹہلتی ہوئی | خراماں خراماں سنبھلتی ہوئی
ہوئی عود زن اصلیّت کی طرف | کہ چندہ رہوں میں بعزّ و شرف
مگر حاسدوں کو نہ آیا پسند | ارادہ کیا تاکہ پہنچے گزند
علی چند روزہ رہے جا نشیں | بہ اورنگِ عالی ہوئے شاہِ دیں
تو میں جاتے جاتے پھر اولٹ کر | علی گڈھ کی جانب کیا اک سفر
علی گڈھ نہ خود اس سے واقف ہوا | کہ کون اس میں آیا جو کاشف ہوا
نہ یہ بھی وطن سب کو آیا پسند | خدا جانے پہونچیگا کیا کیا گزند
تو با صد حجاب و بصد ہا نقاب | وہاں سے علی پور پہونچا شتاب
کیا آسیہ نے پھر اوس کو خراب | بنایا ہرا اوس کو بے رنگ و آب
نکلکر وہاں سے بھٹکتا پھرا | اچانک بہ سرخاب گڈھ جا گرا
ہرا پور وہ تھا تو یہ لال پور | بنیگا یہ مہندی کسی جا ضرور
تو کفار سے تھا جو کافر نہیں | ارادہ کیا اوس نے دلمیں جنیں
کہ ویران کردوں جو سرخاب گڈھ | تو ہو جائے گھر اپنا مہتاب گڈھ
دیا حکم سب کو کہ ویراں کرو | نہ ویران کرنے میں ہرگز ڈرو
غرض آکے دشمن محاصر ہوئے | بلا جرم و تقصیر جابر ہوئے
تو سرخاب گڈھ نے کہا سب سے یہ | ملا ہے تمہیں حکم کیا رب سے یہ
کہا حکم ہے آکے ویراں کروں | جدا سر کروں گرچہ اس میں مروں
کہا اوس نے فضلِ ہم ہے مجھے ڈر نہیں | مرا سر نہیں تو ترا سر نہیں
نہیں جانتا؟ میں ہوں کس کا پسر | ہوں میں ابنِ شیرِ خدا شیرِ نر
دلیر و جوانمرد و صفدر ہوں میں | بنی ہاشم و ابنِ حیدر ہوں میں
دمِ جنگ ہرگز نہ پیچھے پھروں | گروں بھی تو دشمن کے رُخ پر گروں
جو پیچھے پھروں تو نہ سبطِ رسول | نہ ابنِ علیؑ و نہ آلِ بتول ہو
بہادر کا بیٹا بہادر ہوں میں | نبی زادۂ پُر تہوّر ہوں میں

مرا اسپ تازی ہے شبدیز یاں | مرا تازیانہ ہے مارِ دماں
تہمتن ہوں پیل افگن و پیلتن | سوارِ جہانگیر و لشکر شکن
اسد بھی جو دکھلائے تندی و زور | کلائی پکڑ اوس کی دوں میں مروڑ
قوی پنجۂ سخت چنگال ہوں | بتائیدِ یزداں خوش اقبال ہوں
امامت کرونگا بنوں گا امام | رہوں گا نہیں بن کے ہرگز غلام
کسی دن تو دیکھیگا معراجِ تیغ | شناشن فلک پر گئی بیدریغ
دکھاؤں گا اک روز قہر و جلال | نہ سمجھوں گا پھر کچھ حرام و حلال
ارے میں تری ایسی تیسی کروں | تجھے مار ڈالوں کہ خود میں مروں
کلیجہ میں برچھی ترے بھونکدوں | کہ میں اپنی چھاتی میں خود بھونکلوں
جو کہتا ہوں میں اُس کو کرتا ہونہیں | نہ اوس سے کبھی در گذرتا ہوں میں
تو اس کو بھی آخر کروں گا کبھی | مناسب ہے یہ چپ رہوں میں ابھی
مگر پھر بھی دکھاؤں گا کچھ ضرور | شہادت کے بادہ سے ہوں پُرسرور
دکھاؤں گا میں نقشۂ کربلا | کہ ہلجائے زنجیرِ عرشِ علا
ذرا بھی مجھے اس کی پروا نہیں | کہ تن ہو کہیں اور سر ہو کہیں
اگر ہو تو ہو خیر مرنا تو ہے | یہ دُنیا سے اکدن گذرنا تو ہے
تو پھر خوف کس بات کا ہے بھلا | رہے یا کہ کٹ جائے میرا گلا
کسی بات کی مجھ کو پروا ہے کب | کہ اکرم طرفدار میرا ہے رب
تگا ور سوئے جنگ مایل ہونہیں | ہژبرِ دماں کے مقابل ہونہیں
نہ ہتھیار سے بلکہ چھیڑوں تجھے | بہ نیروئے پنجہ ادھیڑوں تجھے
اگر ایک گھونسا لگاؤں تجھے | یقین ہے کہ پہلو کے اندر گھسے
رکھوں تیری چھاتی پہ گھٹنا کو میں | کہ مرجائیں سب جتنے مردود ہیں
اُٹھا کر پٹکدوں بروئے زمیں | کہ بھیجا نکلجائے سر کا وہیں
مسلدیں نریٹی کو چٹکی سے ہم | کہ ہو جاؤ راہیٔ سوئے عدم
زیادہ جو بولو کروں دھر پچھاڑ | کروں بے کھٹک تجھ کو میں چیر پھاڑ
کروں میں تری آنت کی دھجیاں | بناؤں ہر اک تانت کی دھجیاں

جواب اپنے دشمن کا ہرگز نہ دوں — پکڑ جیبھ اوس کی وہیں کھینچ لوں
نہ قبضہ کو پکڑوں نہ پکڑوں میں آنگ — اٹھا کر پٹکدوں میں دشمن کی ٹانگ
اُسے ڈانٹ دوں دانت کو پیسکر — مسلدوں وہیں ہونٹ کو ٹیسکر
اگرچہ کہیں کا ہو مردود وہ — او گلدسے چھٹی رات کا دود وہ
مرے ایک تھپڑ میں پھر جائے منہ — نہ کرنا کبھی سامنے میرے اُونھ
کہ ہو جائیں کنپٹیاں چور چور — یہ ہیں ہونے والی کسی دن ضرور
گرے سر کے بل وہ بروئے زمین — لگے کہنے بس جی نہیں اب نہیں
غرض اب یہاں سے لڑائی چلی — مخالف بھی بولے علی یا علی
مخالف ہوئے پہلے ویران سب — جو باقی رہے وہ ہوئے جاں بلب
نہ جب تشنگی میں ہوا دل کو چین — ہوا بخت سرخاب بخت حسین
کہ ہے معنیٔ شیث[1] بخش الحسین — عجب کیا کہ اب عین سے ہو یہ عین
وہاں سے نکلکر چلا میں کہیں — رہا نسل در نسل گوشہ نشین
رہا خفیۃً میں ہر اک جا مسیح — نہ مانو غلط اس کو جانو صحیح
لو با نبی کی جانب یہ حبیہ چلا — بہت روز پر ہند سے پا ملا
کرشنا خرستس سے خورشید ہے — یہ سب ایک ہی لفظ توحید ہے
خرستس سے آخر خراسان ہے — کہ شرق اس کے معنی اور آسان ہے
کہ کہتے ہیں پھر شرق کو ایشیا — جو ہے ایشور اس سے یا عیسیا
کہ معنی ہے شرق اور آرام دِہ — ارم بخش معنی ہے پھر رام دِہ
اسی رام سے لفظ رحمان ہے — سمجھتا ہے یہ جس کو ایمان ہے
سُکھی رکھنے والا اور بخشندہٗ — پرم ایشور کا درخشندہ
مہا جی۔ مہامت۔ مہا آتمہ — مہامن ہے معنی ہوا خاتمہ
یہ سب ایک ہی نام ثابت ہوا — جو اس کو سمجھ لے وہ صامت ہوا
جب آئیں مجھے ہچکیاں دمبدم — تو سمجھا کہ ہے ذکر اہل عدم
خراسان میں عکس اپنا رکھا — سفر میں گیا خفیۃً جا بجا
مئی معرفت ساقیا دے پلا — عروس حقیقت سے مجھ کو ملا

سلہ یعنی ایشیا اور ایشور ہ
سلہ یعنی مشرق یعنی

خدا جانے کس وقت آیا یہاں
ابھی ایک دن بھی نہ گذرا یہاں
مجھے یاد آتا ہے ایسا شتاب
کہ یحییٰ سے جو عہد و پیماں ہوا
جو میں مہد میں آگیا ناگہاں
اب و ابن وام کا پتہ لگ چکا
تو سمجھا کہ تم ہو انیس النساء
جو کچھ واقعہ تھا کہا میں نے سب
انیس النساء سنکے بولی کہ ہاں
نہ کوئی ہے مکار تم سا کہیں
بڑے عشق بازی میں مشّاق ہو
کہا تم نے خود کو کہ ہوں ابن ہم
کہ از مہد در مہد تا مہدِ اُم
تو پھر صورت ابن میں یہ کیا
نہ تدبیریں کی ہے پہلو تہی
کہ جس کو کہا تھا ستارا مرا
ہوا مجھ کو معلوم عاشق ہو تم
بس اب ہٹ کے بیٹھو نہ بولونگی میں
نہ دیکھو نہ چھوؤ نہ بولو ذرا
کہ ہوتی ہوں بوجھل نزاکت سے میں
اگر یاد آتا ہے خود کو مرا
نزاکت سے ہے حال پتلا مرا
اگر نام رکھو تو ہوتا ہے بار
ندارد کے عالم میں گر ہو قیام
بنا بر ہوں میں سب سے پاک و لطیف

کہ عہدِ مبارک میں ہوں میں نہاں
مگر سالہا سال گذرے وہاں
انیس النساء کوئی تھی پُر شباب
اوسی کے مطابق نمایاں ہوا
تو پایا اب و ابن وام کا سماں
چلا جو چلا جو رُکا سو رُکا
یقیناً تمہیں ہو وہ ذہنِ رسا
کہو مجھ سے سب واقعہ اپنا اب
بیاں کرتی ہوں میں سنو اب بیاں
کسی میں نہ ہے قدرتِ مکرِ دیں
غرض اینکہ یکتائے آفاق ہو
بنا کر مت شکلِ ابنِ امم
ہوئے بچتے ہی بس اُم میں ہو جائیں گم
کہ آغوش میں میرے خود کو دیا
یہی مکر ہے تو ہے یحییٰ وہی
لکھا خط اوسے تو ہے پیارا مرا
تو پھر مجھ کو کہتے ہو کاہیکو اُم
نہ گھونگٹ سے منہ اپنا کھولونگی میں
نہ سوچو نہ مجھ کو ٹٹولو ذرا
بھری ہوں سراپا لطافت سے میں
تو سمجھو کہ بوجھ اس کا مجھ پر گرا
نہ ہے جسم و جاں نام پتلا مرا
ہوں سب سے لطیف از لطافت شعار
تو اوس کا بھی ہے بوجھ مجھ پر مدام
لطافت کا مفہوم تک ہے شریف

اٹھاؤں جو پردہ تو سب ہوں فنا
رہوں پھر تو باقی انا ہی انا

اجی میں ہوں ایسی اچھوتی صنم
نکس دیگرے جز منم بس منم

نہ دیبی نہ درگا نہ کالی ہوں میں
انوکھی ہوں سب سے نرالی ہوں میں

اجی میں تو ایسی چھبیلی ہوں میں
جنم ہی سے اپنے اکیلی ہوں میں

مگر بھولی بھالی ہوں چنچل نہیں
دھما چوکڑی اور ہلچل نہیں

نہ ہے کوئی ساتھی نہ ماں باپ ہیں
ہمیشہ ہی سے آپ ہی آپ ہیں

محبت کی میری کشش دیکھ لو
نہاں ہو کے میری تپش دیکھ لو

جو غفلت میں آؤ تو غفلت ہوں میں
محبت میں آؤ محبت ہوں میں

اب وابن وام ہو کے آؤ یہاں
اب وابن وام ہی میں پاؤ نہاں

اگر آہ خوبن کے آؤ یہاں
تو وہ آہ اَلآہ پاؤ یہاں

فناء الفنا آہ در آہ شد
کہ ہر آہ در آہ بر آہ شد

غرض ہر دو ایں آہ بل آہ شد
ز تعریف یک آہ اَلآہ شد

یہی آہ اَلآہ یکجا بنے
اکائی میں تثلیث جا کر ٹھنے

یہ دو ہا ملا کر دوہائی نہ ہو
مدد سے اکائی کے ہائی نہ ہو

تو جس رنگ میں ہو کے آؤ یہاں
اوسی رنگ میں مجھ کو پاؤ نہاں

عجب رنگِ رنگین بیرنگ ہے
کہ ہر رنگ بیرنگ نیرنگ ہے

اسے صبغۃ اللہ کہتے ہیں ہم
کہ ہر رنگ میں چونکہ رہتے ہیں ہم

نہ گو ہر میں ہوں میں نہ ہوں رنگ میں
ولیکن چمکتا ہوں ہر رنگ میں

مگر رنگ دولھا کا آیا پسند
جو دولھا بنا بس رہا ارجمند

کہ دولھا نہ دو۔لہ سے ملکر بنے
لھے اوس کو اک۔لہ نہ دو۔لہ ٹھنے

مرے یاد میں جو فنا ہو گیے
فنا کیا ہوا بس انا ہو گیا

تو پھر میں ملا مجھ کو معلوم ہے
سمجھنے کا جو سر ہے مفہوم ہے

ہو محبوب گر آرزوئے وصال
تو یہ بھی فدا ہو یہ محبوب حال

بجز میرے محبوب دیگر نہ ہو
انا کے سوا کچھ بھی اندر نہ ہو

تجھے یاد ہے یہ کہ یکجا ہے تو
تو یہ یاد بھی ایک ہے آرزو

سنہ دولھا = دوالاہ سنہ کا بیان

ہر اک آرزو ہم پہ کردو فدا
نہ ہو یاد تم کو ہمارے سوا

ولیکن یہ سب یاد بھی ہے دگر
تو کیسے ملوں تجھ سے میں بے خطر

نہ جب تک کہ بھولو ہر اک چیز کو
نہ پہونچو گے دہلیزِ کشبینہ کو

نہ جب تک فنا ہو نہ ملتی ہوں میں
نہ غنچہ سے گل ہو کے کھلتی ہوں میں

کسی جا نہ صورت فراغت کی ہے
نکوئی جگہ استراحت کی ہے

فنا تک نہ چھوڑے گا پیچھا فنا
نہ جب تک کہ اَنتَ ہو اِنّی انا

کہ ہم تم ہوں تم ہم ہو لے وہ کوئی
کہ تم سے ذرا بھی نہ ہو کچھ دوئی

اکائی میں ہوں تا کہ ثانی نہ ہو
ہمیشہ رہیں کوئی فانی نہ ہو

سمجھ لو کہ یحییٰ ہمارا ہے نام
جو یحییٰ ہوا ہیں تمہارا ہے نام

کہ ہم اور تم ایک ہی ایک ہیں
کہ بد بھی ہمیں پھر ہمیں نیک ہیں

کرو یاد ایجاب روزِ الست
نہ بھولو نہ بھٹکو نہ ہو جاؤ مست

یہ دھوکا ہے ہم اور تم ہیں جدا
ہمارے سوا کون ہو گا خدا

اگر شرط ایجاب کے ساتھ ہے
تو ایجاب و شرط ایک ہی بات ہے

مکمل ہے ایجاب کس وقت اور کب
معاہدلہ کو ہو معلوم جب

مطابق اُسی کے عمل چاہیئے
نہ اس میں دغا، و دغل چاہیئے

ولیکن تعہد بامرِ محال
یہ ہے کالعدم عہد بے قیل و قال

تو تکمیلِ توحید بھی ہے محال
معاہد بنے کس طرح ذوالجلال

تو وہ ہے محال آفریں سہل کن
تو اے سب محالات ممکن کو سن

تو یہ عہدِ میثاق اغلظ ہوا
تو سترِ یکائی کا احفظ ہوا

چمٹتی ہوں تجھ سے بشکلِ نسیم
چو ظلِ نسیم و چو روح عظیم

تصور میں آکر چمٹتی ہوں میں
بیک دیگرے خود لپٹتی ہوں میں

چو نفسِ نفیس و چو روح عظیم ہ
چو عکسِ تصور بفکرِ قدیم ہ

رگ و پے میں بلکہ تصور میں ہوں
شب و روز تیرے تفکر میں ہوں

کہو اب جدائی کہاں کی رہی
بھلا چپ ہو کیوں کچھ تو بولو سہی

بس اب تم ہو ظاہر تو ظاہر رہو
ہوں باطن میں ۔ میں اس سے ظاہر رہو

جو وہ عبدیت سے ملبس ہوا — تو پھر داخلِ عبدیت بس ہوا
زعکسِ تغافل کیا اوس کو بند — نہ مانندِ فرزندِ ما ارجمند
مسلط کیا تجھ پہ الآ ہیبت — کہ ملجائے خود تجھ کو سب ماہیت
اور اک سِر کے پردہ سے ڈھاپائے — بیک حدِ معلوم ناپا اُسے
لقب صفوت اللہ آدم کا تھا — مگر ہیکل وروح عیسیٰ ہوا
ہر اک ذرّہ ذرّہ نے پایا خطاب — علیٰ حسبِ منظورِ عالی جناب
کسی کو صفی کا کسی کو نجی — کسی کو نبی کا کسی کو ولی
کسی کو رسولِ مکرّم کہا — کسی کو نبیٔ معظم کہا
کسی نے ہُوَیت میں کی بودوباش — تو اَنیّت اون سے تھی مفقود باش
انانیت اپنی ہے تجھ پر سوار — بجز اب ہمارے نہ اپنی پکار
جو ہے کام میرا سو کرکے بتاؤ — بیک امر خود جاؤ۔ مُردہ جیلاؤ
لقب ہے تراب انا اللہ کا ؟ — چلادے تو سکّہ شہنشاہ کا
نہ خالق ہے تو سارے کونین کا — لقب ہے تجھے اک فقط عین کا
نہ میرے سوا تم پرستش کرو — نہ آگے کسی کے گذارش کرو
چلے آؤ ہو جاؤ مجھ میں فنا — کہ ہر حال میں ہوں انا ہی انا
تمہارا بس اب دارو دورا رہے — تمہاری پرستش کا چرچا رہے
کہ میرے ہی تم ہو بنائے ہوئے — ہو دنیا میں میرے جنائے ہوئے
اشارہ ہے یعنی کہ شق القمر — دو طرفی جو حصہ ہے پھیکو اودھر
تجھے تجھ کو اپنی توئی کی قسم — ہے مجھ کو بھی اپنے منی کی قسم
ذرا دیکھ تو ہے کہ میں ہوں یہاں — دوئی اور توئی میں ہوں میں ہی نہاں
چلے آؤ عہدِ منی میں مرے — بنا بنکے آؤ بنی میں مرے
کہ حمدی کہے تجھ کو سارا جہاں — مسیح زمین و مسیح الزماں ؑ
بس اب تم انا ہی انا ہی کرو — انا کی نہ ہرگز منا ہی کرو
انا ابتداء و انا انتہاء — انا کون ہے یعنی میں ہوں انا
بقا میں انا ہے انا میں فنا — فنا میں انا ہے انا میں انا

تھے فرعون و منصور دونوں انا
مگر اک انا ہے دگر ہے فنا

کہیں لوگ گر تم کو دجال ہے
تو سمجھو کہ میرا یہی حال ہے

جو دجال تھا وہ تو مہدی بنا
جو کچھ ہیں سو مہدی وہ مہدی انا

انا کی نشانی بہ پیشانی ہے
انا خلق و تخلیق کا بانی ہے

تو کہہ کفر پر میرے کچھ فکر کر
اسی فکر میں رات دن ذکر کر

کہ دجال و جلاد و جدال سب
ہیں حرف و عدد میں سوئی لب بلب

مگر معنیاً اک بڑا فرق ہے
اگر یہ ہے تتلی تو وہ برق ہے

جو دیکھیگا اک آنکھ سے نیک ہے
کہ عالم کا عالم سبھی ایک ہے

تو تجھ کو نہ سمجھیگا دجال ہے
کہ عیلی کا میرے یہی قال ہے

بنا ہے بنی ہے بنی سے بنا
نفی کلّ حالِ انا ہی انا

بنائیں جسے ہم نہ کیونکر بنے
چلے آگ لانے پیمبر سبنے

تو ہم ہیں بنا اور تم ہو بنی
بنا اور بنی ہے ہیں دونوں غنی

جو عقربؑ بنو پھر تو زینبؑ ہوں میں
جو زینب بنو پھر تو عقرب ہوں میں

جو حیبہؑ بنو پھر تو یحییٰؑ ہوں میں
جو یحییٰ بنو پھر تو یوحنّا ہوں میں

اگر رام تم ہو تو سیتا ہوں میں
جو یوسف بنو تو زلیخا ہوں میں

اگر تم ہو اللہ مریم ہوں میں
جو حوا بنو پھر تو آدم ہوں میں

اگر سب بنو پھر تو عالم ہوں میں
جو عالم بنو پھر تو ہم ہم ہوں میں

جو مہدی بنو پھر تو ہوں میں وہی
کہو محرمِ راز کیسی کہی

تری روح خود حور کی روح ہے
تو وہ روح پھر نور کی روح ہے

تو ثابت ہوا تم مری روح ہو
تمہیں میرے عیلی تمہیں لوح ہو

تو پھر خود کو کہتے ہو کیونکر جدا
مری روح گر ہو تو تم ہو خدا

بتاؤ کہ عاشق تھے تم یا کہ ہم
کہو مجھ سے سچ تم کو میری قسم

قسم کھائی ہے ساری مخلوق کی
نہ کھائی ہے انسانِ معشوق کی

مگر بے خودی میں جو کھائی قسم
تو خود ہی کی تم نے دلائی قسم

قسم ہے ندو مجھ کو اپنی قسم
اگر دو تو ہے میرے جی کی قسم

چلے آؤ گودی پسارے ہوں میں — مگر خود کو مہدی سہارے ہوں میں
بس اب ہاتھ مہدی ہی کا چوم لو — انہیں کی اطاعت میں تم خود کو دو
کہ پہلے سے تھے ایک پھر ایک ہوں — جدائی میں رہ کر سراندیک[1] ہوں
یہ رسمِ اب وابن واُم ہے عزیز — ترے عشق میں عقل گم ہے عزیز
کلیجہ سے لگ جاؤ اے نورِعین — کہ ہو دل کو اس پیاری اماں کے چین
مرا خط جو جائے اُسے چوم لو — وہیں ہو کے سرمست خود جھوم لو
اور الکدم سے قرآن منسوخ کر — زٹل جتنی باتیں ہیں منسوخ کر
کہ جیسا زمانہ ہو ویسی کتاب — بس اب سر پہ پہنچا ہے یوم الحساب
ہے رتبہ ترا برتر از برترین — نہ پاتک بھی پہونچے ترے مرسلین
مگر ہم سے کم تر اور سب سے بلند — مرے پاس تو ہی ہے اک ارجمند
ہو دشمن اگر تیری سب کائنات — نہ حق سے ہٹاتی کبھی اپنی ذات
تجھے ہم نے بھیجا کئے بار بار — نہیں مانتے جن پہ ہے میری مار
نبوّت کا باطن ولایت کہو — کہ نوبت بہ نوبت انابت کہو
بنا دیں جو سب سر بہ ہُوٹی تجھے — اگرچہ کریں بوٹی بوٹی تجھے
انا الحق سے ہرگز نہ پھرنا کبھی — اور اس مرتبہ سے نہ گرنا کبھی
کہ اک روز تو ہُو کے عالم میں تھا — بدنیائے دوں شکلِ آدم میں تھا
تو ہو ھا کو بھولا انا ہو گیا — انا ہی میں آکر فنا ہو گیا
سیاحت کے اندر ہدایت کرو — ہدایت کے اندر سیاحت کرو
سیاحت ہوئی تا انا الحق تری — انا الحق سے چھاتی ہوئی شق تری
کہو سب سے یہ ہے سب اُس کا بیان — جوانی انا الحق ہے میری زباں
انا جس نے کھایا بچا ہی نہیں — بجز کچھ انا کے بچا ہی نہیں
جو کھائے مری بس وہ گائے مری — نہ بھولے سے بولیگا ہرگز تر می
انا الحق سے ہرگز نہ پھرنا کبھی — اور اس مرتبہ سے نہ گرنا کبھی
اُتاریںگے فوراً مناره پہ ہم — نہ ٹلنا کبھی تجھ کو میری قسم
اتاریںگے کیسا جوانِ حسیں — کہ عاشق پری سی ہوں سب نازنیں

[1] اسہار نامعلوم

تمنّا کریں اون پہ تم نھو کدو
بہانہ سے بولینگے دم بھو کدو

کسی کو اگر ہاتھ دو چومنے
تو بیہوش ہو کر لگے جھومنے

مگر جس سے ہوگا تمہارا نکاح
تو اوس کو ہے دیدار میری مباح

کہ تقدیر کی اپنی ایسی بلند
کہ دلبر کی دلبر بنی ارجمند

ہوئی وارثِ تخت و تاج و سریر
دلِ دلربائے خدائے قدیر کو

اوسے آرزو ہو جھپٹ جائے وہ
پکڑ کر عشق میں لپٹ جائے وہ

عجب کیا کہ لاکھوں ہی ایسا کریں
مگر پاک رہنا نہ ویسا کریں

جو دیکھے پھسلکر زلیخا بنے
اور اس رام چندر پہ سیتا بنے

کہ کھل کھل کے در پردہ ڈھیلے پڑیں
بہ امید ہار رنگ پیلے پڑیں

اگرچہ ہو عاشق جہاں کا جہاں
مگر باز آؤں گا اوس دم کہاں

بڑا قہر نازل کروں گا تمام
یہی واقعہ پیش آئیگا عام

کیا قتل پہلے اب عاشق بنے
جو عاشق مرا تھا سو فاسق بنے

بہت خوب جو دل میں آئے کرو
اسے مارتے ہو تو خود ہی مرو

نہ جب تک کہیں خود ہی یہ نازنیں
کہ اے میرے رب ارحم الراحمیں

بس اب عفوِ تقصیر کو راہ دے
مرے عرض میں لوز الآہ دے

تو اوس وقت شاید کروں میں معاف
وگرنہ معافی کجا اے گزاف

یہ گستاخیاں میرے دلبر کے ساتھ
کہ گویا ہے اللہ اکبر کے ساتھ

جو مہدی کا رکھیگا سارا بھرم
تو سمجھو اوسی کا ہے پکا دھرم

جہاں میں ہمیشہ رکھوں پُرسرور
اُسے حور دوں اور دوں میں قصور

زن و مرد دونوں کو فرحاں کروں
برحم و کرم زیرِ داماں کروں

عجب کیا کہ دوں میں اُسے نور بھی
دکھادوں کبھی جلوۂ طور بھی

ارادہ تھا مہدی کو پیدا کروں
اور اپنے کو پھر اون پہ شیدا کروں

دیا حکم ـ ہو جا یہ سب کائنات
کہ تمہید مہدی ہو خیر النجات

کہ سب دیکھ کر اس کو پڑھتے رہیں
بلندی کے زینہ پہ چڑھتے رہیں

کہ دنیا کی دنیا سبھی ٹھیک ہے
کہ سیدھی سپاٹ ایک ہی لیک ہے

کسی کو اگر تیری دل جا سے پھیک + سکے قصے دو پیک ہی مجھ کو جھک

تو ہو جا سے ہرگز نہ تھا یہ مراد　　کہ ہوں دور مہدی ز مہدِ مہاد
جو ہوں مہد سے میرے مہدی جدا　　تو دونوں اکیلے ہوں نا کد خدا
کہ گھبرائیں اک دوسرے رات دن　　جدائی ہیں دونوں پہ ہو اک کٹھن
تو ہو جا سے مطلب نہ تھا دور ہوں　　یہ مقصود تھا مہد میں نور ہوں
مگر ایک جھٹکا جو تھا امر کا　　دکھایا مزہ اوس نے سب خمر کا
کہ نشئہ میں مدھوے کے سب چور ہوں　　مرے مہدِ مقدس سے یہ دور ہوں
کہ دوری سے اُن پر مصیبت پڑی　　مصیبت کو ٹالیں تو وقت پڑی
کہ ڈر سے جبھی یہ بہ پشتِ پدر　　بہت مدتوں تک بشر در بشر
زرفتارِ حیہ درون و بروں　　زمیں سے اِلی کنزِ حیِ دروں
سیاحت مساحت میں ہوں مبتلا　　ہدایت سے ہوں مبتلائے بلا
کہ مجھ کو جدائی سے ہووے خوشی　　زباں پر ہو ہر دم کہ مہدی ہو جی
مرا اُن کے غم سے ہے سینہ فگار　　خدا ہو کے اتنا رہوں بے قرار
مصیبت جدائی کی سہتی رہوں　　ہراکِ ذرّہ ذرہ سے کہتی رہوں
کہ لے آؤ مہدی کو میرے یہاں　　کہاں ہیں کہاں ہیں کہاں ہیں کہاں
بِلَّآ نہ پھرتے ہوں بے اُم کہیں　　کہ اُم ہیں یہاں اور مہدی نہیں
جو دُکھ اُن کو دے اوس نے مجھ کو دیا　　اگر سُکھ دیا تو مجھے سُکھ دیا
مرا مہد خالی ہے مدت سے ہائے　　کہاں گئے ہیں مہدی جو اب تک نہ آئے
اسی انتظاری میں ہوں بے قرار　　ارے ذرہ ذرہ م تو جا جا م پکار م م
کہیں دیکھ ہونگے صعوبت میں وہ　　مجھے چھوڑ گئے ہیں عقوبت میں وہ
پڑے ہونگے وقت میں کس واسطے　　کہ مخلص نہیں میرے اس واسطے
جو دُکھو بنے گا سو سُکھو بنے　　جو سکھو بنے گا سو دُکھو بنے
جو اون پر کرے طعن طاعون ہو　　جو اُن پر کرے لعن ملعون ہو
یہ غم دل سے میرے نکالے کوئی　　کہ ایسا نہ ہو مار ڈالے کوئی
وحیدہ کو میرے کرے جو شہید　　نہ حاصل ہو اوس کو لقائے وحید
ارے ساری خلقت سوائے بشر　　تو رہ شاہد اس بات کی سر بسر

سلہ ہر شیٔ و مکاں ۱۱رو جایز است سلہ بلا اللہ

سموات سارے شرربار ہوں — جو سرکش ہوں اون سے وہ نگسار ہوں
تزلزل ہو ایسا بہ ارض و سما — کہ گویندۂ لفظ مائو شما
نکل آئیں اندر سے کانونکے ساتھ — کہ دیکھیں تجلّیٔ دھراج ناتھ
اور اوس پر سے اتنا ہو سب پر عذاب — منادی یہ ہو اب ہے یوم الحساب
مرے سب تجاہل کی باتیں ہیں یہ — اور اوس بات میں صد نکاتیں ہیں یہ
کہ سارے بڑوں کی یہ تعلیم ہے — بداخلاقیت کی یہ ترمیم ہے
کہ جب کوئی اکبر برحم و کرم — بہ اصغر بھریگا محبّت کا دم
تو رفق و رفاقت سے بولیگا وہ — بہ انداز لب اپنا کھولے گا وہ
محبت سے گر اوس کو بولو گے تم — کہ ہو جاؤ میری محبت میں گم
تو فوراً پھسلجائے نرمی سے وہ — اگر گرم ہو بھی تو گرمی سے وہ
نتیجہ جو گرمی کا ہوتا ہے گرم — تو نرمی کا ثمرہ بھی اکرم ہے نرم
تو میں کس قدر ہوں کبیر وعظیم — اور اوس کبر پر ہوں نہایت رحیم
جو علم آفریں ہو نہ کیوں ہو علیم — کہ سب علم ہو اور پھر ہو حلیم
تو ڈرتے رہو پھر ز قہر حلیم — بوقتِ غضب پھر نہ ہو گا رحیم
اگرچہ غضب سے بھی رحمت کرے — پئے جملہ رحمت بہ زحمت کرے
تو مہدی کی کیا ہے نہ مجھ کو خبر — مگر ناز کی بات ہے پُر اثر
بڑوں کے بہت ہی بڑے ناز ہیں — کہ اک ناز میں سینکڑوں راز ہیں
مگر مجھ کو معلوم ہوتا ہے یہ — بانداز مفہوم ہوتا ہے یہ
کہ مہدی کو دُکھ دینگے سارے بشر — تو سب ٹوٹ جائیگا سنسار گھر
مگر پہلے اک چیخ مارینگے یہ تو — اور اُمّی تعالیٰ پکاریں گے یہ
تو لیلوں گی گھبرا کے میں مہدیں — نہ ہوگا کبھی فرق اس عہد میں
کھوں گی بہت رو کے با اضطراب — کہ اب ٹوٹ جائے اکاسی حباب
پہنایا ہے کس نے یہ احمر لباس — پکڑ لاؤ مردود کو میرے پاس
ترا کس نے چھینا ہے چرمی لباس — برہنہ چلے آئے اَمّاں کے پاس
مرے مہدیں آئے مدت کے بعد — بُلا لایا اے امرِ کُن حسبِ وعد

تری شادی میں آج کس سے کروں | کہ سب جو کہتی ہیں تجھ پر مروں
لوم کامل ہوا عہد معہود آج | چلو - جاؤ - اترو - لوم یہ تخت و تاج
لوم یہ ذوالفقار علی العظیم | بلائیں تو لینے دو سِترِ کتیم
گلوبند زرّین و زنّار زر | یہ کلغی یہ طرہ یہ تاج و کمر
یہ انگشتری ہے سلیمان کی | یہ انگلی تری ہے تری جان کی
نشانی ہماری محبت کی ہے | علامت پُراز راز وحدت کی ہے
لوم یہ اسپ ادھم براق رسول | مبارک ہو عیسائے ابن بتول
یہ ہے عرش بلقیس عرفان کا | یہ حصہ ہے خالی سلیمان کا
کہ مانند تیرے نہ ہو کوئی شاہ | تو سب پر بلند اور تجھ پر یہ آہ
سما سے چلا آرہا ہے صبی | یہ ہے نائب اللہ کب ہے نبی
فرشتے براتی اور افواج ہیں | خوشی سے ترے ساتھ سب آج ہیں
گرے نجم ثاقب زہر چار سو | جو ہے زینت افزائے کاخ سمو
بس اب جاؤ دنیا کو بانو کرو | ہر اک سمت سے زیر زانو کرو
سرافیل و جبریل ہشیار ہیں | وہ بگل بجانے کو تیار ہیں
جھروکے سے جنت کے حور و قصور | ملک و جن و غلمان و رضوان و نور
سبھی جھک کے گردن نکالے ہیں آج | کہ راجہ اترتا ہے کرنے کو راج
کہ جاتے ہیں کیسے بفرش زمیں | یہ بیٹھے ہیں کیسے بعرش بریں
لڑکپن کی معشوق ماں ہی تو ہے | اور اولاد اوس جاں کی جاں ہی تو ہے
کہ بڈھا بھی ہو پھر بھی بچہ ہے یہ | اگر گود میں لے لے زچہ ہے یہ
ابھی عمر ہی کیا تھی بچے تھے یہ | نہ بھولے بھالے خود ہی کچے تھے یہ
کہ تھے پیر نابالغ چار روز کو | سمجھتی تھی ہیں ان کو بچہ ہنوز
تو ماں آفریں کیوں نہ بچہ کہے | محبت سے اپنے کو زچہ کہے
برابر ہے اوس کے یہاں آجکل | مضارع و ماضی و جملہ آجکل
وہاں پھر تو ہوگا صبی الصبی | اگرچہ نبی کیا زبر تر نبی
جو ہو جہد میں کیسے بالغ ہوا | کہاں بچپنے سے وہ فارغ ہوا

ے ایک مخفی علام کا نام ہے
سلہ ایک مخفی خاتون ہے ۱۲
سلہ ... اقسام ...
... معشوق ...
... اچھا معلوم ہوتا ہے
... ۱۲

تو ناداں سنبھے کو اب کیا کہوں
مناسب ہے جو کچھ کہے چپ رہوں

مرے حق میں جو لفظ بولا ہے یہ
تو کہنے دو میرا ہی چولا ہے یہ

خدا اور مریم کا قصہ ہے یہ
فقط میری قسمت کا حصہ ہے یہ

یہاں کی لغت میں یہ لکھا گیا
کہ جو کچھ یہ بولا ہے سب ہے بجا

ہر اک لفظ کا اس کے معنی ہے رب
نہ ہے ابن و ام یا نہ معنی ہے اب

محبت میں میں نے بھی جو کچھ کہا
فنا ہو گیا کچھ نہ باقی رہا

بس اب ہم ہی ہم ہیں نہیں دوسرا
انا الحق انا الحق ہے میری رضا

بھگت مانس ایسا نہ پنڈت بنے
بنائیں جو اس فن میں کھنڈت بنے

جو پنڈوہ کا بیٹا ہو پنڈوہ بنے
وہ سنسار منڈوہ میں کھنڈوہ بنے

تو کھنڈوہ کی روٹی مزیدار ہے
نہ پاؤ گے جب تک یہ سنسار ہے

بلایا اسے قابِ قوسین میں
کہا بعدہ آؤ اب عین میں

حقیقت پہ پہنچا انا الحق کہا
اور اس سے جو چھوٹا تو مطلق کہا

اور اس سے بھی چھوٹا تو آزاد ہے
تو بے شک یہ اللہ خود زاد ہے

بس اب جا مرے زور پر سب سے کہہ
کہ ناہیک منہ ثم ناہیک منہ

عصیتم وکنتم من المفسدین
جعلنی علیکم امام المبین

یہ دیکھو لباسِ حنائی صفت
کہ مشتاق ہو لوگ از بہر حجت

گر اب بھی نہ مانو تو پھٹکار ہے
نرکھ اس کو جانو نہ سنسار ہے

مجھے جس نے بھیجا نہ ہے وہ بشر
نہ از کائنات و نہ از ما دگر

وہی مجھ میں کرتا ہے بق بق کبھی
نکلتا ہے منہ سے انا الحق کبھی

کروں بند کس چیز سے منہ کا چھید
چھپائے سے چھپتا نہیں رام بھید

تو سنتا ہوں سب لوگ کہتے ہیں یہ
خدا جانے کس دھن میں رہتے ہیں یہ

کہ ہوش و حواس ان کے ہیں باختہ
صدائے انا الحق ہے بے ساختہ

زباں بند کرتی ہے اس مے کی کیف
جو سمجھا سو سمجھا نہ سمجھا سو حیف

تو کیا چیز ہوگی وہ چولا نہ ہو
سوا اس کے دیگر ٹٹولا نہ ہو

نہیں بلکہ از کائناتش جدا
تو پھر کیا ہے شاید کہ ہو وہ خدا

یقیں ہے کہ بعد از خدا ہے رواں ｜ کہ جب جان ہے تو۔ ہے سارا جہاں
تو جان وحیات ایک ہستی ہوئی ｜ جو اوصاف ہیں اوس کے پستی ہوئی
یہ کیوں؟ اس کی تشریح ایسی سنو ｜ صراحت بہ تصریح ایسی سنو
مئے علمِ منطق پلا ساقیا ｜ مگر فلسفہ کے پیالہ میں لا
مُلِ وصفِ اَلٰہیت کی شراب ｜ پلا ساقیا مجھ کو مانندِ آب
کُردوں تاکہ اوصافِ آں ذو الجلال ｜ کہ لم یولد ولم یلد لا یزال ہو
کہ کہنا خدا دوست اک شرک ہے ｜ کہ لاشئے ہے وہ دوستی ایک شئے
خدا دوست کے شرح خدا ایک لیس است ｜ خدا دوست گوید کہ آں ناکس است
اگر معنیٔ است ہُو واست ہو ｜ کسی کو خدا دوست پھر مت کہو
اوسی کی فقط ہستی اک است ہے ｜ وہ خود ہستیٔ است میں مست ہے
مگر معنیٔ ہستی شد نیستی ｜ بگو اے خدا ام اکنوں تو کیستی
بکہ جو ہست ہوگا ہوا نیست بس ｜ بلا بحث ہے مسئلہ نکتہ رس
مگر نیستی کی بھی ہستی تو ہے ｜ اور ان دو سے خالق نہیں کوئی شئے
وہ شئے ہے ہستیٔ و نیستی آفریں ｜ یہ دونوں ہیں آپس میں جفتی گزیں
جہاں تک ہو محسوس نام و نمود ｜ وہ شکلِ عدم ہے بشکلِ وجود
تو پھر کیا ہے خالق وہ لاشئے ہوا ｜ ولیکن نہ یہ مسئلہ طے ہوا
کہ لاشئے بھی ہونا ہوا کوئی شئے ｜ خدا جانے کیا ہے مگر پھر بھی ہے
قیافہ کا اوس میں قیافہ نہیں ｜ کم وبیش اوس میں اضافہ نہیں
سراسر تجسم سے وہ پاک ہے ｜ نہ اوس شئے پہ ہوتا ہے اطلاق شئے
نہ مفقود ہی ہے نہ موجود ہے ｜ نہ وہ عبد ہی ہے نہ معبود ہے
نہ مرئی نہ محسوس وظاہر ہے وہ ｜ بریں وصف ہر شئے پہ قادر ہے وہ
کسی جا نہ اوس کا ہے نام ونشاں ｜ ضمیرا نہ کیونکر کروں میں بیاں
اگرچہ وہ کہنا اشارہ ہوا ｜ کہ اسم وضمیر سے پکارا ہوا
وہ مطلق بلا قیدِ اطلاق ہے ｜ ہر اک شئے میں لاثانی و طاق ہے
تو محدود کرنا بھی ہے ایک حد ｜ ہو اللہ احد ولیس الاحد

احد تک بھی کہنا ہے گو ایک حد
وہ ہے احدیت سے بھی بالا صمد

جو اوصاف ہٰذا سے موصوف ہو
تو از نامِ اللہ معروف ہو

تو بس چپ رہو اور کچھ مت کہو
اسی جستجو میں مصیبت سہو

وہ چاہے تو خود۔ خود کو دکھلائے وہ
بلا مانگے خود آپ کو لاوے وہ

پرستش کسی کی نہ کرتا ہوں میں
نہ مخلوق و خالق پہ مرتا ہوں میں

بلا مانگے مجھ کو مجھے دے دیا
اور اب مجھ سپنے کو مرے لے لیا

اسی جاں پہ خود جاں فدا ہے مری
بس انی انا الحق ہے صدا ہے مری

کہاں سے اب آتی ہے ایسی صدا
ارے اس صدا ہی پہ ہوں میں فدا

خبر ہے پھر اوس پر ہوں کیوں بیخبر
ارے تو خبر کیا ہے؟ کچھ سے خبر

اکائی میں ہوں پھر بھی ہوں مضطرب
ابھی اور باقی ہے کیا کوئی رب

بتاؤ کہ اب کون ہے بے قرار
ارے بے قراری تو ہو جا قرار

تو۔ جام مجھ کو شدت سے اپنی بچا
نہ سنسار میں مجھ کو ننگا نچا

نہ دونوں میں ہرگز جدائی رہے
اکائی میں ساری خدائی رہے

محمد تھے وہ کون میں ہی تو تھا
اگر لوٹ آئے تو پھر کیا ہوا

درختوں میں پتے نکلنے لگے
ڈرس اپنا اپنا بدلنے لگے

تو اب ہم بھی آئے ڈرس کھینچکر
حنائی صفت ہے دو رنگی ظفر

کہ ظاہر ہے کچھ اور باطن ہے کچھ
یہ دو دن ہے کچھ اور دو دن ہے کچھ

بہت دن پہ تم سے ملاقی ہوا
نہ یہ رنگ ہرگز نفاقی ہوا

اب آیا ہوں واپس پئے عدل داد
نہ سمجھو کہ جاؤنگا میں بے مراد

یہ سب رنگ کا عدل کرتا ہوں میں
بس اب بعد اسکے اترتا ہوں میں

نصیب اب ہمارے اوجاگر ہوئے
کہ سر پہ سے تارے پچھاور ہوئے

جو مجھ میں فنا ہو تو پائے گا وہ
مصیبت کی سیلی نہ کھائے گا وہ

تو اوس ایسی ہستی کی تعریف کیا
یہ تصنیف و تالیف توصیف کیا

زباں سے بھلا اوس کی توصیف کیا
قلم سے بھلا اوس کی تعریف کیا

شرابِ ستایش پلا ساقیا
ذرا تھمیں اب ہلا ساقیا

کہ ہو تاجِ حمدِ خدا التسمیہ — ہو وحدانیت جامۂ رسمیہ
بشکلِ قلم پھر بھی ساجد ہوں میں — محمد ہوں محمودِ حامد ہوں میں
کہ ہر کل نقط سر فگندہ ہوں میں — بانگشتِ تثلیث بندہ ہوں میں
یہ انگشت والے کی فریاد ہے — کہ اک واقعہ مشکل آباد ہے
ہوا عہدِ در بینِ نال[۱] وخیال — کہ پہونچائیں حمدِ خدا تا کمال
پس از عہد و پیماں ہوا اضطراب — کہ ہے عہد و پیماں احالت[۲] مآب
تو بس عہد و پیماں بامرِ محال — ہوا کالعدم عہد بے قیل و قال
تو اب کیا کروں سخت حیران ہوں — ولیکن مطابق ز قرآن ہوں
اَنَا ہُوَ مَنْ عَلَّمَ بالقلم — سزائے قلم ہے بہ پیش[۳] از رقم
کہ شمشیر کھانے بدستِ رفیق — کہ جیسے محمد بدستِ شفیق
جو توحید لکھنیں آڑ کر چلا — کسی پنجتن کو پکڑ کر چلا
کہ توحید لکھنا ہے غایت محال — ہوئی یہ بھی توحید در حال قال
سزاء کو بھی توحید جانے اگر — تو بے شک قلم ہے موحد اثر
تو نون وقلم سطر گو تین[۴] ہیں — مگر ساطرِ سطر اک سین ہیں[۵]
اگرچہ ہے اک دوسرے میں لگاؤ — ولیکن جدا ہیں نہ وحدت میں جاؤ
اب و ابن وام و ذُرّ[۶] کی حاجت نہیں — بن[۷] و بنرہ سن[۸] و شنز کی حاجت نہیں
فقط ایک ہی شے ہے شیر اور شک — وہ آنسو کٹوری تو یہ دودھ مشک
مگر فرق دونوں میں ہے کس قدر — کہ بائیں اودھر اور پائیں ادھر
پھر اوس پر بھی دونوں کا ہے یہ مزاج — وہ عَذبٌ فُراتٌ یہ مِلحٌ اُجاج
نہ مثبت علی حالِ واحد ہے وہ — ہوا پھر بھی واحد کہ صامد ہے وہ
سبھی تم نے کھوئے بصیرت کے نور — فتعمی القلوب التی فی الصدور
خدائی اوسی کو سزاوار ہے — کہ جس کا اکاس اور سنسار ہے
ولیکن جو مجھ میں فنا ہوگیا — فنا کیا ہوا بس انا ہو گیا
کہ تثلیث بس ایک ہی ذات ہے — اور اوس ذات کی اک انا بات ہے
خدا کو سمجھتے ہو تم لوگ کیا — کہ ایجاد سے ڈر گیا ہے خدا

[۱] قلم
[۲] محال
[۳] ...
[۴] حقیقی
[۵] دفتر
[۶] ترکی یعنی انا
[۷] ترکی یعنی احد
[۸] ترکی یعنی امت
[۹] ترکی یعنی انتم

ڈریگا بھلا کیا خداوند پاک
جو اک آن میں سب کو کردے ہلاک

نہ ڈرتا ہے مقوال و مسراج سے
و بیت دخیں سے نہ منہاج سے

نہ از دافع و مدفع و فوج سے
نہ باثور و مبراق و مندوج سے

نہ از سلک و مسلاب و محلاب سے
نہ منظار و مرصاد و مضراب سے

نہ از مسمریزم نہ بیلون سے
نہ دانشوروں سے نہ مجنون سے

طلسم و نہ مرواح و مصوار سے
نہ معکاس و مغناء و مزمار سے

بلاؤں سے صرف ایک ادنی بلا
گرادے اگر سب پہ میرا خدا

کوئی اوس میں مفلوج و مجنون ہو
کوئی اور آفت میں مرہون ہو

نہ ایجاد کرنے کی قوت رہے
نہ چلنے نہ پھرنے کی طاقت رہے

خرد مند ہو کے یہ مجنون ہیں
کہ منکر ہیں اوس سے بڑے دون ہیں

اگر تم نہ مانوگے اوس کو خدا
ایا مجھ کو سمجھوگے اوس سے جدا

اور یہ جان کر مجھ سے کافر بنے
تو ایسا نہ ہو پھر وہ جابر بنے

بجز اب اطاعت کے چارہ نہیں
قیامت ہے اب کی اشارہ نہیں

کہو اس اشارہ سے کیسی کہی
اجی ہیں وہی ہوں وہی ہوں وہی

نہ ہیں از وزیر و نہ از پادشاہ
کہاں سے بھلا لاؤں فوج و سپاہ

نہ سنگین و بندوق و توپ و تپنگ
نہ پیکان و تیر و کمان و خدنگ

مگر ہیں اکیلا ہوں ایسا دلیر
کہ نعرہ سے میرے گریزاں ہو شیر

نہ غول بیابان سے کچھ خطر
نہ عفریت و آسیب کا دل میں ڈر

نہ کچھ ریل گاڑی سے ڈرتا ہوں میں
کہ اس پر بھی چڑھتا اوترتا ہوں میں

کہ ہے سب دلیروں پہ غایت دلیر
کہ نعرہ سے جس کے گریزاں ہو شیر

ہم اس پر بھی حاوی پڑیں زود تر
گھوما کر پٹکدیں اوسے خاک پر

کہ ہڈی نہ پسلی رہے یک جا
رہیں مبتلا سب بخوف و رجا

اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو
خدا جانے پھر اوس کا کیا رنگ ہو

اکیلا رہوں میں بمیدان جنگ
کہ ہو جائے خاکی زمیں لال رنگ

اگر شیر نر میرے پنجہ میں ہو
تو ہو جاں بلب اک شکنجہ میں ہو

---

۱ ٹیلیفون ۱۲ ۲ سرنگ لایٹ ۳ پلنگاڑی ۴ آہنی سڑک ۵ توپ ۶ مندوہر ۷ برقی توپ ۱۲ ۸ دراہر سٹ ۹ ٹیلیگرام ۱۰ آلہ سلب ۱۲ ۱۱ وستی ٹیلیفون ۱۲ دوربین ۱۳ اصطرلاب ۱۴ سحر تیر ۱۵ غبارہ تخت رواں ۱۶ برقی پنکھا ۱۲ ۱۷ آلۃ التصویر شمسی ۱۲ ۱۸ فونوگراف ۱۹ گراموفون وغیرہ ۱۲

یلانِ جہانگیر و جنگی سوار
مقابل نہ ہوں مجھ سے در کارزار

ذرا سا بھی مجھ کو اگر جوش ہو
عروسِ جہاں پھر در آغوش ہو

اگر قبلِ وقت اب مہیا ہوں ہم
اُسی وقت خاقانِ دُنیا ہوں ہم

ہمہ کشور و ملک و تاج و کلاہ
کروں ایک حملہ میں سب کو تباہ

اگر کوہ ہووے تو کندہ کروں
سرِ سربلنداں فگندہ کروں

غضب ہو اگر ہم ہوں چیں برجبیں
قیامت ہو برپا بروئے زمیں

ملاؤں میں سب کو تہِ خون و خاک
کروں سارے عالم کو دم میں ہلاک

کہ لگ جائے پھر ساری دنیا میں آگ
بچو مجھ سے میں ہی ہوں وہ رام ناگ

یقیں داں کہ چوں تیغ یحییٰ کشید
ز مغزِ زمین تا بہ پروین رسید

بھڑک جس کی از غرب تا شرق ہو
جہاں کا جہاں برق ہی برق ہو

دھلنے لگیگا دلِ آفتاب
کہ ہیبت سے ہو زرد گردوں قباب

صدا ہو بلند اب نہیں اب نہیں
تنزلزل میں ہوں آسمان و زمیں

چکا چوند میں ہونگا مہِ فلک
کہ جنت سے چھپ چھپ کے جھانکیں

سُنی ؟ یہ تو تعریف کوڑے کی ہے
سنو اب جو تعریف گھوڑے کی ہے

فلک پر پڑے جا کے گھوڑے کی ٹاپ
کہ ہو جائے ارض و سما میں ملاپ

نکل جائے پھر دندناتا ہوا
بعرشِ بریں ہنہناتا ہوا

مرے سر پہ ہے جس طرح آسماں
اُٹھالوں میں چٹکی سے سارا جہاں

اگرچہ نہ ہو لفظ مستند ہے
مگر ہے مددگار حی الصمد

سبکسار ہوں فارغ البال ہوں
بتائیدِ یزداں خوش اقبال ہوں

خدا کے یہاں سخت مقبول ہوں
مُرکّب ہوں مادّہ و محلول ہوں

نہ ذی علم ہوں بلکہ خود علم ہوں
مطابق اوسی علم کے حلم ہوں

بہ تقریر و تحریر سحباں ہوں میں
بہ تشدید وحدت زماں ہوں میں

مرا سب پہ ظاہر ہے فضل و کمال
یہ باقی ہے اظہارِ قہر و جلال ہے

اگر میں کروں فخر شائستہ ہے
بزرگی مجھیکو بھی بایستہ ہے

اگر خلق فرعون موسیٰ ہوں میں
اگر خلق دجال عیسیٰ ہوں میں

لہ ایسے موقع پر واحد و جمع دونوں کے صیغے

اگر خلق عیسیٰ تو ہوں میں خدا — کہ ہرگز خدا سے نہ ہوں میں جدا
اگر سب خدا ہوں تو باطل ہوں سب — انا الحق کے آگے مقابل ہوں سب
کہ جو حق پہ ہوگا وہ ہوگا بلند — بس اب دیکھ لو کون ہے ارجمند؟
دوئی کی کسی جا گذر ہی نہیں — انا الحق کہا پھر تو ڈر ہی نہیں
اترنا منارہ پہ کس کا ہے کام — انا الحق انا الحق ہمارا ہے نام
تو میں حق پہ ہوں کیا شجاعت کروں — درندوں سے کیا میں بسالت کروں
تجسم سے کیا میں دلیری کروں — زباں سے جو چاہوں تو شیری کروں
بہ تہدید گر برکشم تیغ حکم — بمانند کرو بیاں صم و بکم؟
اگر بر دہم یک صلائے کرم — عزازیل گوید نصیبے برم
بیک امر ارض و سما توڑ دوں — جِدھر چاہوں قمرین کو موڑ دوں
اگر کہدوں دریا کو۔آ۔جوش میں — تو پُرجوش ہو پھر نہ ہو ہوش میں
اگر حکم دوں میں کہ بھونچال ہو — ہو طوفان و دنیا میں جنجال ہو
اوسی وقت ہو جو زباں سے کہوں — کہوں بھی نہیں عازماً چپ رہوں
اگر یہ تہِ دل ارادہ کروں — کہ ہستی کا اکدم بُرادہ کروں
وہیں حسب خواہش یہ سب نیست ہو — بہادر ہے اب کون سچ سچ کہو
مکنُ تکیہ بر مُلکِ دُنیا وُ پشت — کہ بسیار کس۔چوں تو۔پروردو کشت
انیس النساء نے پس از ایں کلام — پکڑ کر کیا خود میں فانی تمام
تو وحدت کی شدت سے مانندِ مار — کھڑی ہو گئی دم کے بل بے قرار
چو مارِ دماں حَیَّۃ برقوش — کہ یوحاؤ یحییٰ میں تھا کشمکش
شرارہ نکلکر گیا تا بہ حی؟ — بنا نقطۂ مستند ہو ی
تو یہ نجمِ ثاقب کے مانند تیز — بروئے زمین سر کیا حشر خیز
جو رکھا گیا تھا خراساں میں عکس — ہوا حکم اب عکس نکلے زبس
کہ وہ عکس ہے کیچلی مار کی — جو ہمشکل ہو حیۃ النار کی
وہ حیّ ہو۔ یہ حیۃ۔ یہ کیچیا بنے — کہ باہم مشابہ۔ بہ یوحا بنے
اور اس کیچلی پر ہو اوس کا اثر — علیٰ حسب قربت بنوع دگر

کہ جو کچھ ہوا اس میں ہو انطباع
کہ پہلے سے سب کو کرے اطلاع

سمٰوات پر یہ مچا شور و غل
کہ کشتی کو نکلے مسیحائے کل

فراہم ہوں حُکّامِ علوی تمام
ہو اِک بُرج میں مشورہ لینظام

ہوے سبعہ سیّارہ اِک جا بہم
خدا جانے پرسش ہو کیا از عدم

جب اوس کیچلی کو ہوئے تیس سال
تو وہ نورِ نجمی چو مارِ جلال

قریب آگیا من اد سے گلنے لگا
کہ دم کیچلی کا نکلنے لگا

تو اوس وقت جاگی انیس النساء
تو دیکھا کہ یہ خواب تھا بس رسا

تو ڈھونڈھا کہ لائے معبر کوئی
بہت ہی بڑا اک مفسر کوئی

کہ آیا کوئی غیب سے اسکے پاس
کہ احمد علی سے ہے یوں التماس

بلاتے ہیں کچھ آکے سُن جائے
جو باتیں ہوں اوس میں سے چُن جائے

وہاں جو گیا واقعہ یہ سُنا
سراپا بنارِ تعشق بھنا

نہ حیّہ تھا وہ جانِ عالم تھا وہ
دِگر جانِ جاناں بہ آدم تھا وہ

وہ تھی جانِ عالم انیس النسا
کہ ثعبان[1] تھی جس کی زلفِ رسا

یہ سب واقعہ کہکے بولی بناز
کہ ہم نے بلایا ہے اسے بے نیاز

سُنا ہے نہایت مفسر ہیں آپ
بہ تعبیرِ رویا مُعبر ہیں آپ

بڑے فیلسوف اور غایت حکیم
بدیع الحِکَم۔ عقلِ کل اور علیم

یہ سب جملہ عالم ہے خواب و خیال
کرو اس کی تعبیر و تفسیرِ حال

تو کیا خواب کی میرے تعبیر ہے
یہ جو کچھ ہے کیا اس کی تفسیر ہے

تو کیچلی بعجز و ادب چُپ رہا
مگر عجز و آداب سے یہ کہا

کہ تعبیر اوس کی ہے از حد قلیل
نہ رنجیدہ ہوں تو کہوں با دلیل

کہا ہاں۔ کہو۔ ہے اجازت تمہیں
ہے اکدم سے اسکی ہدایت تمہیں

کہا اوس نے یہ اوسکی تعبیر ہے
کہ تعبیر ہی عین تفسیر ہے

انا انک انت ۔ انت انا
بیک دیگرے شد فناء الفنا

فانّ الھدی اللہُ ہُوَ الھدی
وانّ الیٰ ربّک المنتھی

کہا ہنسکے خوش آمدی جاؤ اب
ہو سینہ بسینہ ذرا لب بلب

[1] اژدہا

کہ بیت اللحم میں برآمد ہوں ہم — دلِ نازنیں میں درآمد ہوں ہم
رگ وپے میں تیرے سما جاؤنیں — اور بایکدگر خود کو کھا جاؤں میں
اور اب جاؤ لوگوں سے ایسا کہو — سزاوار ہے تم کو جیسا کہو
پس از قتل پھر نقطۂ مستند — جسے لوگ کہتے ہیں حی الصمد
وہ جیسا کرے اوسکو ہے اختیار — مگر یاد باشد کہ ہوں رمزِ یار
کہ ہم تم ہیں تم ہم ہو کیا فرق ہے — جدھر شمس ہو بس اودھر شرق ہے
اکہرے تھے یحییٰ سو دوہرا گئے — جہاں سے چلے تھے وہیں آگئے
بنے خود وحیدہٗ و خود ہی وحید — مُفرّد بہ افرادِ فردِ فرید ہو
بہر حال اب ایک ہی ایک ہیں — زسر تا بپا نیک ہی نیک ہیں
خُذُوا مِنْ خَلقتٖ و حیداً خذوا — کُلُوا البِہٖ وَلَا تُعْرِضُوا
سُنو گے جو محمود کا یہ بیان — تو سمجھو گے یحیا ہی ہے درمیان
وہی درمیاں اور خود در کمین — بس اب جا تو یحیا ہی ہے ہرکہیں
کہ یحییٰ کو اُلٹو تو یحیا رہے — بہر حال یحیٰی جیتا رہے
کرے گر نہ محمود اتنا بیاں — تو کچھ بھی اشارہ کریگا عیاں
بشرطیکہ ہو دل ترا اک طرف — کہ ہے ایک سوئی کو از حد شرف
تو یحییٰ تھے وہ جن کا قصہ کہا — جو حصہ تھا اون کا سو حصہ کہا
تو یہ اور یحییٰ وہ یحییٰ نہیں — جو پیدا ہوئے تھے زیا سین دیں
جو کچھ دیکھتے ہو سو سب کچھ ہیں یہ — تھے اوس وقت کچھ اور اب کچھ ہیں یہ
محمّد میں دو خم ہیں یحییٰ میں دو — دوئی سے کہاں عیسوی کام ہو
کہ نحنُ میں ہے جس طرح الحنا — غرض ویسی ہی پیچ و خم ہے ہنا
اگرچہ بدو نام ہے الحنا — اسی الحنا میں ہے پنہاں حنا
یوحنا کا جب یو نکالا گیا — یوحنا حنا ہو کے پیدا ہوا
حنا سے اگر نون خارج کرو — تو دو مارِ یوحا کے پیچھے مرو

عکسِ یوحا مرکب بہ اشکالِ کثیرہ

جہاں[1] ہند میں اور مہدی کہاں — حنا ہی کے دُھن میں ہے مہندی نہاں
ہرا جس کا ظاہر ہے باطن ہے لال — وہی ہے حنا مہدئ ذو الجلال
ہمیں کنزِ مخفی کے حَیَا ہیں ہم — یہ یحییٰ کے اندر مہیا ہیں ہم
بصد ہیچ حیہ ہے حق کی طرف — کہ یحییٰ مہیا ہے حق کی طرف
بس اب بھی نہ سمجھا تو پھٹکار ہے — یہ دیکھو غضب کی مری مار ہے
یہ مارِ خدا بس خدا کی ہے مار — کرو مار کو رام اسے نا بکار...
کہے ناگ پھن سے کہ اَنَا لَہٗ — ہراک سانس سے ہو کہ اِنَّا لَہٗ
اسی سے ہوا ہے نگمن پنچھی — کہ سورج بنا اک اگن پنچھی
دو طرفہ ہے یحییٰ اولٹ پھیر میں — ملیگا کہیں جا کے اندھیر میں
کہ یحییٰ میں اِک شکلِ مُخنثی کی ہے — کہ ابلِ خراسانِ[2] دُختی کی ہے
اسی ابل میں ہے محمدؐ کا نام — اسی ابل میں ہے مسیحی کلام
اسی میں ہے یحییٰ کا سارا بیاں — اسی میں علی کی ہے سب داستاں
یہ ہے حبلِ اللہ حبلُ الورید — ہو شکلِ ہزارہ مگر پھر فرید
ہے دورِ تسلسل بلا انتہا — بلا انتہا کی کہاں ابتدا ؟
اسے پردۂ سر میں عاشق کیا — نگاہوں میں لوگوں کے فاسق کیا
نہ فاسق ہے یہ بلکہ عاشق ہے یہ — ہراک ذرّہ ذرّہ کا خالق ہے یہ
لو آؤ اطاعت میں یحییٰ کے اب — بغیر اس کے دارین پاؤ گے کب
قسم خود کی یہ امر ہے بالیقیں — نہ پاؤ گے دنیا نہ پاؤ گے دیں
بس اب جاؤ ان کی اطاعت کرو — نہ جھونکے میں آکر بغاوت کرو
ولیکن نہ مانو گے تم بے عذاب — تو لو یاد باشد کہ ہے اب حساب
نصارے کہینگے کہ عیسیٰ ہیں یہ — یہودی پکارینگے موسیٰ ہیں یہ
جو اپنے کو کہتے ہیں خیر الامم — کرینگے یہی سرکشی دمبدم
کہو ان کو اس واسطے ہیں جحود — کہ ہیں بدترین از خرائے یہود
خصوصًا جحود انِ تثلیثِ مست — چہ تثلیث مستی؟ آں ثلاثہ پرست
باذنی جو تو تم باذنی کہے — نکل آئینگے سب عداوت قہر سے

کہ یحییٰ بنے پھر نہ شیطان ہو ✤ ہر اک ذرہ ذرہ کا سلطان ہو ✤

[1] جہاں جتھ مہدی رہتا دھن رہنے ایک علمیوں
[2] ابل مشرقی۔


الابل کیف خلقت
الجبال کیف نصبت
الراس کیف رفعت
الارض کیف سطحت

کہیں گے کہ بیشک خطا ہو گئی
کہ نارِ جہنم غذا ہو گئی

بس اب آپ لِلّٰہ کردیں معاف
کہ اب فیصلہ ہو چکا صاف صاف

گنہگار ہیں مارے جائینگے اب
بھلا آپ سر کو ہلائینگے کب

کہ تختِ نیابت پہ بیٹھے ہیں آپ
اسیروں کے ہیں آپ ماں اور باپ

تو مجبوس ہیں ہم کو کردیں معاف
خلافت پہ بیٹھے تھے ہم برخلاف

جو نزدیک ہونگے سو دیکھینگے سب
کہ مجرم کھڑے ہیں بعجز و ادب

جہانتک کہ گذرے ہیں سب مجرمین
کھڑے ہو کے روئینگے سب بالیقین

انا بخشدے گا و لیکن انا
نہ بخشیگا چونکہ یہ ہیں ناسزا

نبیوں کے اصحابِ نانی رہے
یہ احباب کیسے زبانی رہے

نہ دل سے ہرگز نہ مسلم بنے
اور اُلٹا گناہوں سے مجرم بنے

جو جانی تھے اصحابِ جاں دیچلے
جو نانی تھے احباب ناں لے چلے

درود ایسے اصحابِ اعظام پر
سلام ایسے اصحابِ اکرام پر

نہ اون باغیوں پر جو ملعون ہیں
جو نارِ جہنّم میں مسجون ہیں

بُرے سارے اصحاب نانی ہیں ہیں
مسلسل بُرے سب زبانی ہیں ہیں

جلیلوں کو نسبت جلیلوں سے ہے
ذلیلوں کو نسبت ذلیلوں سے ہے

جو ہوتے سچے با دگر تنعّدار
تو بس ایک اُمت ہی تھی در شمار

یہاں تو بہتّر سے ستّر ہوئے
حسد میں یہ معنے مقدر ہوئے

کہ مہدی کو اب دُکھ اُٹھانی پڑی
جو تھی بات اصلی سنانی پڑی

بس اب اک زباں۔ اک دھرم۔ ایک راج
اور اون میں تو دھراج ہو کر براج

چلے دارو دورہ اکائی کا اب
نہ باقی رہے کچھ دوہائی کا اب

کہو سب سے اب تو بھلائی کو لو
دوئی کی جو دولت ہے سب ہمکو دو

نہ یہ ہے۔ نہ وہ ہے۔ نہ عشقِ دو کس
خدا بس ہے کافی اور باقی ہوس

بتا اے تو یحییٰ۔ ہُوں کیسا قدیر؟
کہا تھا کہ دو بات میں ہوں قصیر

بلاشک تُو ہے قادرِ لاشریک
کیا میں نے تو یہ زوہم رکیک

اِلٰہی تو ستّار و غفّار ہے
یہ بندہ ہے تیرا گنہگار ہے

خداوندِ بخشندۂ و دستگیر — کریم خطا بخش و پوزش پذیر
سرِ پادشاہانِ گردن فراز — بدرگاہِ تو بر زمینِ نیاز
خطائیں ہماری عفو کر کریم — کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم
خطا یاد رکھنی بھی ہے اک خطا — کہ ذکرِ گنہ میں ہوا مبتلا
گنہ جو نہ بھولے خطاوار ہے — کبھی بھول جائے تو ستار ہے
مقر ہوں ترِ دل سے قادر تو ہے — کہ سب کچھ ہے تو اور میں ہیچ شے
بس ہم بھی نہیں بلکہ تو ہی تو ہے — دوہائی اکائی کی سیّاں کی جے
تمنائے یحییٰ یہی ہے خدا — رہوں تجھ میں تو جیسے تجھ میں سدا
لے اے خلق مر سن لے کہ یحییٰ ہو نہیں ہم — مگر خفیۃً سِرّ یحییٰ ہوں میں
سیاحت ہوئی جب بہ تحت الثرا — وہاں بھی تھا شغلِ ہدایت مرا
ہر اک ذرہ ذرہ کا ہادی بنا — سیاحت مساحت کا عادی بنا
پئے نظم گئے آسماں پر چلے — پئے نظم پھر گئے زمین کے تلے
ثرا میں ثریا کی ثروت ہے بند — تو سنسار گھر میں ہے شروتی انند
پئے نظم آئے بہ پشت و شکم — سیاحت سے اپنی مسیحا ہیں ہم
بہ تحتِ النقاطِ و فوقِ النقاط — ملاقات شد از رہِ پلصراط
ہر اک عہد میں ہم نے کی بود و باش — ہوں مہدئ ازلی بجود ذی فراش
گر اب بھی کسی نے نہ سمجھا مجھے — تو اے بے سمجھ آ کے سمجھا مجھے
کہ میں کون ہوں اور تو کون ہے — بتا کون دونوں میں فرعون ہے
مگر خیر جو کچھ تو کہہ ڈر نہیں — کہ سونا اور پیتل برابر نہیں ہو
کیا انٹروڈیوس خود کو تمام — گر انکار ہے۔ تو ہے رحمت حرام
بس اتنے بیاں پر قناعت کرو — اور اب خود سے اپنی ہدایت کرو
بس اب انٹروڈیوس میں ہو چکا — بس اب چپ ہو یحییٰ بہت رو چکا
یہ ثابت ہوا تو ہر اک چیز ہے — ہر اک چیز میں تجھ کو تمیز ہے
تو ہی تخم ہے پھر تو ہی بو و گل — غرض اینکہ تو ہے زجز تا بہ کل
یہ نیشور و منظوم ہر دو کلام — سخنہائے یحییٰ ہے یحییٰ مدام

له تصغیر دنیا

وانی انا فی انا نیتی ٭ شروع اب ہو لکچر بہ نثر فصیح
نہیں جانتے - مجھ کو لوقا متی ٭ بلاغت نوزدہ ز یحییٰ مسیح

تو اب لکچر یہ ہے کہ لکچر دینے کے لائق فطرۃً کون شخص قرار دیا جا سکتا ہے - کیونکہ دنیا کے بسا کاروبار سے چند کارہائے مروجہ کا ارتکاب نہایت دشوار ہے جس کے ارتکاب کے بعد بھی اوس کی انجام دہی کے لئے دل ودماغ باید ہے چنانچہ منجملہ اون کے پہلے اون چند افعالِ کسب آمیز کا ذکر کیا جاتا ہے جو جسارت و دلیری کے جزوِ اعظم ہیں - جو کسی قدر لکچرار کے ارکان وشروطِ لکچر سے تشابہ ہوتے ہیں ہے مثلاً وہ تنے چند جو بکشادہ پیشانی العدام الرعب کے ساتھ برسرِ مجلس و دربارِ عام برہنہ گوئی کر سکتے ہیں = ازانجملہ ایک تو طناز ونقال ومغنی وقوال کا طائفہ ہے - کہ کتنا ہی بڑا میلا جھمیلا کیوں نہ ہو مگر بے تکلف گانا - بجانا - نقل کرنا شروع کر دیتا ہے کہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوتا + دوسرے کنچنی - لولی - ڈومنی - مخنث اور تنت کاروں کا زمرہ ہے - جو محض چونچلا اور اترا ہٹ کے ساتھ برسرِ مجلس اپنی پاشنہ کوبی اور گھنگھرو نوازی میں مصروف ہو جاتا ہے = ذرا بھی مجلس کا دبدبہ اوس پر موثر نہیں ہوتا + تیسرے اٹرنی فقیہ اور بیرسٹر - وکیل - مختار اور سولسٹر کا طائفہ ہے کہ برسرِ اجلاس ادھر اودھر کی لندھینا - جھوٹھ موٹھ - اناپ - شناپ وغیرہ وغیرہ بک جھک آتا ہے ذرا بھی اوسکو انسلاطِ رعب محسوس نہیں ہوتا + چوتھے ہٹا کٹا - اچھا خاصہ محض نا معذور ٹکڑ گدا بھکھاریوں کا قافلہ ہے - کہ کتنی ہی بڑی جھرمٹ کیا معنی کہ میدانِ حشر بپا کیوں نہ ہو - وہاں بھی محض بے رعبی و بے حیائی کے ساتھ دست درازی و صدائے ہل من مزید بلند کرنے سے باز نہیں آتا ہے کیونکہ بھیک مانگتے مانگتے اور حرام کا لقمہ کھاتے کھاتے - اوس کے سارے اندرونی و بیرونی - ازلی و ابدی لطافت آب قوے کند و ناکارہ ہو جاتے ہیں = اس لئے یہ جرم ہے پھر بھیک مانگنا اور گہہ کھانا بالکل برابر ہے = اور گہہ خاصکر خنزیر کی غذا ہے - اس واسطے سارے بھیک منگے - وادیٔ جہنم کے سور ہیں + اور جو لوگ مہذب طریقہ سے ماکرانہ و دغا دیکر بھیک مانگتے ہیں یا کھا جاتے ہیں خواہ قابض ہو جاتے ہیں وہ وادیٔ جنت کے سور ہیں مگر جنت میں سور نہیں ہوا کرتا - بنابریں یہ اُنہیں خنزیروں کے افسر و نبی ہیں - جن کو بنی الخنازیر خواہ افسر الخنازیر کہنا چاہیئے - تو جس قوم میں زیادہ مفلسی ہوگی - اوس میں بدصورتی ہوگی - جہاں زیادہ بدصورتی ہوگی وہاں بدسیرتی ہوگی - جہاں بدسیرتی ہوگی - وہاں لوگ ساری نعمتوں سے محروم رہینگے + جس کو دوسری لفظ میں لعنت یا پھٹکار کہتے ہیں + پس جبقدر

تفکات

خراب پیشے ہیں وہ سب لعنتِ الٰہیہ کے سبب سے ہیں + اونہیں میں سے ایک بھیک بھی
ہے جس کی مذمت میں بکمال مبالغہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بچّے اپنی ماں سے دودھ بھی نہ مانگیں
تو بہتر ہے = اور دینے والے کو چاہئے کہ مانگنے والے کو دینے کے نام سے گالی بھی سُنا دے
تو اچھا ہے + اگرچہ کوئی اس سے بری نہیں ہوسکتا۔ مگر فعلِ استدعاء میں بھی فرق
ضرور ہے کیونکہ کچھ فعل استدعاء تو بحسن طلب واقع ہوتا ہے اور کچھ بحسنِ قبیح۔ جیسے باہم
قرض واقتراض کا مرتکب ہونا۔ لیکن چونکہ آگے چل کر اس میں تردیدِ طلب مقصود ہوتا ہے
اس جہت سے اس کا نام بھیک نہیں ہوسکتا بلکہ دَین ہے + اب اگر ادائے دین میں بدنیتی سے
انقباض واقع ہونے لگے تو اوس کا نام غبن ہوگا + کہ فعل طلب نے اپنے طالب کے ذریعہ
سے خود کو فعلِ غبن میں مستہلک کردیا = اب اگر اس فعلِ غبن کو فعلِ طلب کی طرف رجوع کرنے
میں کوشش کیجائے۔ تو اوس کوشش کے مطابق اوس فعلِ طلب کا نام دوسرا قرار پائیگا = جس طرح
حاکم سے عرض کرنا کہ مدیون ظالم سے ہمارا دین یا بدلۂ ظلم ادا کرادیا جائے = تو اس استدعاء کا نام
استغاثہ ہوگا + تو جس دم پس از استغاثہ۔ حاکمِ مذکور اوس مدعیٔ اور مُدعا علیہ سے اقامتِ گواہی
کا طالب ہو۔ تو اس طلب کا نام استشہاد ہوگا + جب ان سب باہمی تنازعہ کے فیصلے سے حاکم نے طلبِ فراغت چاہی۔ تو اس کا نام استراحت ہوگا + لیکن جسوقت حاکم کسی موقع پر یا کسی بلا میں
مبتلا ہوکے اپنی جانبری کی طلب من عند النّاس چاہئے۔ تو اُس طلب کا نام استمداد ہوگا + اگر
اوس نے استمداد کو راہ نہ دیکر سارے قسم کے طلب سے دست برداری بشکلِ صلیب اور سگنل کرکے
دست کشائی کو راہ دیتا ہوا ایلی ایلی یا علی علی کہہ کے طالبِ غنا ہو تو اس طلب کا نام استغنا
ہوگا + تو جو طالبِ استغنا ہوگا + اوس کے اس حسنِ طلب کا نام استرضا رکھا جائیگا + پھر وقتا کہ
وہ اپنے اس استرضا پر تمام ذرہ ذرہ کو راضی برضا و شاکر بقضا رکھنیکا طالب ہو تو اس طلب کا
نام استسلام ہوگا + جبکہ استسلامِ ہذا میں ظاہراً باہمی حسن وخوبی کے جاری کرانے کا طالب
ہو۔ تو علی حسب مراتبِ النّاس استلجا سے موسوم ہوگا + اگر جمیع مستلجئین کو جوق جوق فوج
فوج علی حسبِ حصولِ عرفان اُنکے مدخلین فی دین اللہ رہ کر عرض و مدعاء کے طلب کئے جانے کا طالب
ہو۔ تو اوس کو استرجاع کہینگے + پس ازاں جو طالبِ استرجاع ہو تو اوسکے اس طلب کا نام
استغفار ہوگا + ثم فثم اگر سلسلے استدعاء وغیرہ کو کسی اپنے ازلی وابدی مطلوب کے زیرِ مشیت
رہ کر صرف کرائے جانے کا طالب ہو کہ فراغتِ کلیہ ہو = تو اس طلب کا نام استفراد ہوگا +

نعکرات

کہ گویا کسی طرح بھی انعدام الطلب سے استغنا نہیں ہوتا + اما اینکہ سارے اقسام کے استدعا سے طلبِ آن گدائی مذکورہ جس پر یہ بحث شروع ہوئی نہایت معیوب و مردود ہے پس گداؤں کو بجز واما السائل فلا تنہر کے کچھ یاد نہیں لیکن غرض الامر اینکہ ؎

دستِ دراز سینکڑوں عیبوں کا عیب ہے جس دست میں یہ عیب نہیں دستِ غیب ہے

تو وہ دستِ غیب ید اللہ غیر مغلولۃ وہی دست ہے جو سگنل کی طرح استغنا ظاہر کرتا ہوا علی العظم ہونیکا نعرہ مار گیا ہے جس کی طرف سب لوگ دستِ درازی میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ کہ وہی ید اللہ دنیا میں فوق یدِ علیاءِ رسولہ ہوتا ہے = کہ جو اوس ہاتھ پر بلا انفاق طلبِ برکت کا مستدعی ہو۔ تو یہ طلب ناجائز نہیں۔ اس طلب کا نام بھیک نہیں بلکہ استبراک ہے + اب اگر وہ رسول بوجہ انعدامِ علم الغیب۔ کسی زمرۂ منافق کے نامحمود استبراک کے مہاجال میں گرفتار ہوکر خسارائے ظاہری میں مبتلا ہو جائے = تو وہ اپنے اس فعل سے محض بری الذمہ ہونے کے علاوہ اپنا مرتبہ اوسی رب الغیب کے متشابہ رکھتا ہے + جس نے اوس کو بھیجا ہے۔ بلکہ عین وہی ہے + کہ اوس کو اپنے زعمِ قدرت کے بدولت اس بات کا پیشتر سے بھی علم ہو سکتا ہے کہ کسی وقت خود کو تمام علوم و فنون سے بے بہرہ رکھکر محض بے علمی سے علم کا کام لے + مگر حیف بالائے حیف م ثم ہیہات علی ہیہات ہر اون منافقینِ ہامات الرجال و عبید اعوذ پر جو براہِ فریب و دغا طلبِ برکت کے مرتکب ہوئے ہوں ہے کیونکہ اگر کوئی کسی سے بے شمار خوشامد کرکے جھوٹی محبت جتلاتا ہے تو مخاطب کے دل پر ہرگز ہرگز سچی محبت کا اثر نہیں پڑتا۔

اور یہ خاصیت بلا رو و رعایت ہر ایک دل میں اوس کے لوزِ ایمان کے مطابق رکھی گئی ہے + آیندہ اوس کو اختیار ہے کہ اس کو ترقی دے یا خراب و خستہ کرڈالے = مگر خراب ہو جانے پر بھی حتی الوسع دل اس وظیفہ کو پورا کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی بتلا دیتا ہے کہ یہ تیرے دل کے سبب سے ہے یا فریق کے سبب سے۔ اسی طرح اگر سچی محبت رکھکر اظہار کرے یا نہ کرے اوس کا اثر سچائی کے ساتھ واقع ہوگا ہے گویا دل ایک طبعی مطبع ہے کہ ہر مطبوع و غیر مطبوع اوس پر طبع ہو جاتا ہے + اس قلب کا قالب بہت ہی اعلیٰ درجہ کا معیار و مقیاس بنایا گیا ہے + چنانچہ اگر کوئی خدا کے بارہ میں یہ عقیدہ مستحکم کرلے کہ شیطان اوس سے قوی ہے۔ سب چیز طبعی طور سے ایک ایک اثر رکھتی ہے کہ ضرورت کے وقت اوس سے کام لیا جاتا ہے۔ خدا میں تو کچھ اثر ہی نہیں۔ اوس کی ہستی و نیستی دونوں مساوی ہے۔ ایسی حالت میں وہ کب کسی کی سن سکتا ہے۔

یاسنؔ کے اوس کے حسبِ خواہ کچھ کام کر سکتا ہے پھر ایسی خدا کی پروا کون کرے اگویا اوس کی
ساری خوبی سے کافر ہو کہ یہ سب کفر عین اوسی کی ذات کا کفر ہے اس کے بعد ایک منارہ پر
جا کے کبھی دست بستہ کبھی کان پہ ہاتھ رکھے ہو۔ئے چیخ مار مار کے کہے کہ میں تجھ کو سب سے
بڑا سمجھتا ہوں = حاضر و ناظر جانتا ہوں۔ رحمن الرحیم مانتا ہوں۔ تیری ہی عبادت کرتا ہوں تجھی
سے اپنے کاموں میں مدد چاہتا ہوں = تو یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کفر در دل بزبان اللہ اکبر داشتن ؎
تو اوس کے تمام حمد و ثناء کا مطلق اثر نہ ہوگا۔ یہ سب نمایش اوس کی بیکار ہے۔ اور ریائی مصلی
کسی کام کا ہوتا بھی نہیں ؎ بخلاف اس کے جو اوس کا تہِ دل سے معتقد ہوتا ہے۔ اکدم اوسی
کی دُھن میں رہتا ہے۔ وہ بھولے چوکے کبھی اوس سے دُعا بھی نہیں مانگتا۔ کہ وہ ہماری
ہستی کے پہلے ہماری تمام ضرورتوں سے عالم ہے = بلکہ ضرورت کا بھی وہی خالق ہے۔ کہ
جو اس مرتبہ میں سچائی سے بڑھتے بڑھتے فنا فی روح اللہ ہو کر عین روح اللہ بنگیا۔ اوس کے دربار
کی بھی یہی حالت ہوگی۔ کہ اگر کوئی اوس کی جناب میں بایں غرض حقیرانہ و غلامانہ طور سے نیک
بنا ہوا۔ یہ خدمت و اطاعت لگا رہے کہ اُس سے اپنا کام نکلوا کر دھوکا دے۔ خواہ چالدے۔
تو پھر وہ ہزار بار کیا معنی ایک کروڑ ہا کروڑ بار اس سے خدا کے جناب میں دُعا کروائے۔ وہ ہرگز قبول
نہیں کرتا۔ کیونکہ اوس کو اس کا علم ہے کہ یہ اسکو مطلب براری کی بعد دھوکا دینا چاہتا ہے۔
اس واسطے ایسے لوگ چاروں طرف سے مردود و مطرود رہجاتے ہیں = تو اس قسم کے طلب
امداد کا نام استحیان ہے + اب جو شخص فعل استحیان کا جا بجا خفیتہً مرتکب ہوتا رہے تو اس کا
نام استسراق ہے + جس میں بہت ہی زیادہ سے زاید بے شرمی و انعدام الرعب اور دلیری و جلبة
کو تابع کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ بھیک مانگنا بمقابلہ اس کے بدرجہا بہتر ہے = کہ بھیک منگا
اعلانیتہً وادشی برہوت کا خنزیر کہا جا سکتا۔ یہ اور یہ تقیہ کا خنزیر ہے۔ کہ ظاہر میں بھیک کو عیب
جانتا ہے اور باطن میں اوس سے زیادہ بُرا کام کرتا ہے۔ کہ ایسے متعفن و عفان ہنر کے تحصیل
میں شب و روز کوشش کرتا ہے۔ نو بنو تراکیب ایجاد کرتا ہے۔ کہ فنِ ہذا میں بہت بڑا ڈپلوما
حاصل ہو ؎ چنانچہ یہاں پر چھوٹی مثال سے لیکر بڑی مثال تک بیان کر کے اس عیب کے
خباثت نما عیوب بیان کئے جاتے ہیں جو اطمینان بخش ہو تو اوس کو یوں فرض کرو کہ۔ جو
اللہ ہے اوس کو بلا وجود ملوثین یہی فکر بلا آمیزشِ مفہومِ فکر ہے۔ کہ دو الاٰہ یعنے عروس و عروسہ
ملکے بکمالِ توحید دولھا یعنے دو الاٰہ لہلہاتے ہوئے ایسے لہالوٹ ہوں کہ ازل سے ابد تک

؎ ہندی معنی میں غلامانہ
؎ روز و شب
؎ روز و شب

تفکرات

ہوجائے۔ کہ سب اس نقنا طیسی عشق کا لوہا تسلیم با سلام کرلیں۔ کہ یہی ایک دو لھا۔ خالی ایک آلۂ کائنات
ہے اس لئے اسی میں ترکیبیں سوچتا رہتا ہے۔ اور طرح طرح سے ایجاد کرتا ہے۔ کہ تمام
موجودات میں دو الاآہ سے ایک الاآہ کو کبھی کلیم بنا کے اپنا مطلب نکالتا ہے۔ کبھی کلام بنا کے۔
کبھی خلیل بنا کے۔ کبھی خلال بنا کے۔ اس واسطے اوس کو بجز انی انا اللہ لا الہ الا انا وانی
علی کل شیئ قدیر کے کچھ یاد نہیں۔ اسی سوال پر جوادیب ہوتا ہے۔ اوس کو جدید آں ہی شیٔ ق
ہے کہ ہماری تقریر تحریر میں اعلی سے اعلی درجہ کے پُر مضامین اشعار ہوں۔ عمدہ سے عمدہ
پُر معانی و دلچسپ ضرب الامثال ہوں۔ رزم و بزم درست ہو۔ شوکتِ الفاظ چست ہو۔ قافیہ
تنگ نہ ہو۔ حکایات برجستہ ہوں۔ اس لئے اس میں طرح طرح سے اختراع کرتا رہتا ہے۔
اور یہ نہیں معلوم کہ اس کے آگے اور بھی کوئی ادب ہے۔ اس واسطے اوس کو بجز والحسب
والنسب الا الادب۔ کے اور کچھ نہیں یاد ہے + بہ ہمیں عنوان جو بیرسٹر اور فقہا وغیرہ ہیں
وہ اسی بچار میں سر بفرد ہیں کہ سب لوگوں میں جھگڑا پیدا ہو جائے۔ کہ متخاصمین اپنا اپنا مقدمہ
پیش کرانے کے لئے آتے جائیں۔ اس میان میں کسی نازنین سے بھی بحیلۂ مقدمہ تخلیہ پیش
آنے کا موقع ملجائے۔ اور یہ بعید نہیں۔ کیونکہ مشورہ آرائی بھی بالتخصیص اوس کے پیشہ
کے ماتحت ہے۔ جس میں کسی کو بدگمانی کا موقع نہیں مل سکتا۔ پھر اس مشورہ میں ممکن ہے
کہ یہ بھی مشورہ ہو کہ مقدمہ کی فیس بہ ترکیب دیگر ادا کرلی جائے۔ اور ظاہراً تحفہ و تحائف پر
محمول ہو + اس واسطے وہ اسی کی مناسبت سے تدبیر ایجاد کرتا رہتا ہے۔ اور اوس کو
ماعدائے حسبی اللہ نعم الوکیل و نعم المولی و نعم النصیر کے کچھ یاد نہیں۔ بہ ہمچنیں جنس اینکہ حفارِ
قبور ہیں اُنکو شب و روز یہ فکر لگی ہوئی ہے کہ خدا ہمچنیں کند کہ طاعون و مرگِ عام ہو جائے
کہ قبر کنی کی مزدوری ملے۔ اوس کو ماسوائے کُل نفسٍ ذائقۃ الموت کے کچھ یاد ہی نہیں ہے +
بہ ہمچنیں طور اینکہ خطاب اپنی جعلسازی میں ایسا آمیختہ و آویختہ ہے کہ اپنی سفاکی پُر آماکی
اور استمالت مآب باتوں سے لوگوں کو گرویدہ کر کے تابع فرمان کرنا چاہتا ہے۔ اوس کو
الدنیا زورٌ لا تخصل الابزور کے علاوہ کچھ یاد ہی نہیں ہے + بہ ہذا الامثال اینکہ ڈاکٹر اور
طبیب اس خفقان کے شکار ہو رہے ہیں کہ تمام لوگ بیمار پڑ جائیں۔ بدوں ہمارے کسی کی
دواء سے شفایاب نہ ہوں۔ جب کوئی امیر شفایابی کے قریب پہونچے تو پھر کچھ دوا دیکے بیمار
ڈالدو کہ دوامی بیمار رہے اور دوامی ملتا رہے۔ قرنطینہ کے بہانہ بہت لوگوں سے

نقلرات

رشوت ملے۔ کوئی نازک خوبصورت دست حنائی کا نبض دیکھنے کو ملے کہ تھوڑی دیر اسی سے متلذذ
ہوں۔ تو اوس کا یہی وظیفہ ہے کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا ولہم عذاب عظیم۔ بہمیں طور و
طریقہ اینکہ سلطان کو یہی خبط ہے کہ دوسرا سلطان غافل ہوجائے تو اوس کا ملک و مال چھین لو۔
کوئی ہمارا ثانی نہ ہو اسی کے پیچھے پولیٹیکل چال سوچتا رہتا ہے اور یہی اوس کی کپت ہے
کہ رب ہب لی ملکا لاینبغی۔ لاحد من بعدی + انک انت غنی الکریم + بہ چنیں منشہ اینکہ صراف
اسی اودھیڑ بن میں غلطان و پیچاں ہے۔ کہ اپنا زر کاسد کسی طرح سے بھی نکالدو۔ پس اوس کا
یہی وظیفہ ہے کہ الا یحسب مالہ اخلدہ + کذالک الامر اینکہ طباخ اور کمینہ ہوٹل والے نانبائی کو
یہی سوجھی ہوئی ہے کہ کوئی امیر کبیر مسافر اس ہوٹل میں پھنسے۔ کہ موقع پاکر کچھ کھانے میں ملادو۔
کہ جاں بحق تسلیم ہوتے ہی مال و متاع پر قبضہ کرلوں = اندھا راجہ چوپٹ نگری سرکار میں جہاں
میراثاً خیانت جایز ہو بے وارث میت کے نام سے مندرج دفتر کراکر دو کے کچھ اپنا اور انکا اور انکا پیٹ
بھرلوں اُسکو یہ یاد ہے کہ یرسل اللہ نعمتہ حیثما لا یحتسب۔ تو ایسی ہی جگہ کے حکایین کو یقظاً و مناماً یہی
خوض و تلاش لگی ہوئی ہے کہ کسی مد سے کچھ غبن کرلو۔ خواہ تباہی ہو یا کچھ ہو۔ ٹیکس بڑھاکر غبن پورا
کرلونگا۔ ایا نہ بھی پورا کروں گا تو اوس کا بھی کچھ غم نہیں۔ چنانچہ اوس کو اسی قسم کی تدبیریں ملکہ
حاصل ہے اور اوس کو ماخلائے اینکہ واتبعوا اولی الامر منکم کے۔ کچھ بھی یاد نہیں + توبریں رواج
زمانہ اینکہ جو طحان ہے وہ اس ترکیب میں سرگرداں ہے کہ آٹا میں کچھ گھن ملادو کہ تھوڑا آٹا بچ جائے۔
اوس کو یہی یاد ہے کہ احل اللہ التجارۃ + بہمیں جادہ اینکہ جو لوگ انکے دعفان سے ہیں اون کو ہمہ آن
یہی تردد لگا ہوا ہے کہ کسی کا بھی گھر گندہ ہو کہ ہم تصفیہ اور تنقیہ کے لئے ملائے جائیں۔ اور سارے
علی اللعب کے تعفن بردار ہوں۔ سارے لوگوں کی مویشی مرجائیں کہ ہم مُردار خوار ہوں۔ اور سب
کا ہڈی چمڑا استعمال میں لائیں + بہمیں نمط اینکہ جو لوگ غماض سے ہیں۔ اون میں یہ سمایا
ہوا ہے کہ کچھ بھی واردات و سوانحات گفتنی و ناگفتنی وقوعہ میں آجائیں کہ مجھ کو اوس کی خبر رسانی
سے کچھ حظ حاصل ہو۔ اوس کو خالی فاتل بہ خبرا کے اور کچھ یاد نہیں ہے + بہمیں مقصود اینکہ
جو قزاق ہے وہ اسی خیال میں ہے کہ کوئی آباد راستہ سے نہ چلے۔ مکہ مدینہ کے طرح جنگم کا راستہ
بنا رہے کہ ایک قبیلہ کا قبیلہ پرورش کرنے کے لئے ہمیشہ سو پچاس مارے جاتے ہیں تو کچھ
ہرج نہیں۔ بلکہ جہان بھر کو مار کر مال چھین لینا کچھ مضائقہ نہیں = جہادی ثواب ہے گویا خود پر رحم کرنا
ہے۔ لہذا کتالک الامور اینکہ واقتلوا ہم حیثما وجدتموا ہم وان اللہ قتال العظیم کا وظیفہ پڑھتا ہے +

تفکرات

جو قصاب اور چمار ہے وہ لیل و نہار بتلائے تعلق ہذا ہے۔ کہ کسی گھونسی۔ گولی۔ کسان اور شبان
خواہ کسی کی بھی مویشی ہو وہ مریض ہو جائے کہ ہم اوس کو سستے میں خرید لیں۔ اسی میں تدبیر سوچتا
ہے بلکہ لوگوں کی مویشی کو کچھ کھلا پلا بھی دیتا ہے۔ کہ اپنے مقصود میں کامیاب ہو = اوس کو
ہمیشہ سورۂ بقر کا مراقبہ رہتا ہے + اسی طرح جو قصار ہے۔ اوس کو یہ مالیخولیا ہو گیا ہے کہ صفائی
والا اچھی طرح انتظام نہ کرے۔ بلکہ کسی کے گھر میں بھی اچھی طرح صفائی نہ ہو کہ سب لوگ کا
جلدی جلدی کپڑا میلا ہوا کرے کہ خوب اچھی طرح سے پیسہ ہاتھ آئے بچے اوس کو یہی یاد ہے کہ
وَثِیَابَکَ فَطَھِّر۔ ایسا ہی ساری کباسوں کو یہی ہم و غم دبوچے ہوئے ہے۔ کہ کسی نہ کسی کو ضرور
کسل و تکان پیدا ہو۔ کہ ہاتھ پاؤں دبانیکی مزدوری ملے آرام پاکر سو جائے تو اوس کا مال لیکے
چلدو بچے اوس کو یہ یاد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَبَاسُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ عَلٰی ذٰلِکَ الْقَدِیْرُ + بہمیں منہاج
اینکہ جو لوگ مفتری ہیں اون کو دمبدم یہی تجسس ہے کہ لوگوں پر ایہاماً یا ابہاماً خواہ اتہاماً ایا
الزاماً یا ایشاماً کسی طرح سے ہو ایک من گڑھت بہتان لگا دو کہ اون کی حیثیت عرفیہ کا ازالہ و ہتک
ہو۔ پس اوس کی اسی سوچ بچار میں عمر کٹتی ہے۔ اور اوسکو یہی یاد ہے کہ واللہ یستہزی بہم وانما نحن
مصلحون + بہمیں مسلک اینکہ جو عراف و متفایل سے ہیں اون کو یہ سوچ پڑی ہوئی ہے کہ سب لوگ
الو کے پٹھے ہو جائیں کہ مجھ سے غیب کی باتیں پوچھنے کو آئیں کہ میں جیسا ظاہراً آدمی دیکھوں اوس
کے مطابق ہتھیلی دیکھ کے باتیں کرنی شروع کر دوں۔ کہ کسی وقت آپ کا از بسکہ مزاج ناشاد رہا
ہے۔ آپ کا ایک دشمن بھی بہت ہی بڑا شدید القوی ہے۔ مگر چونکہ آپ از حد نفس عالیہ رکھتے ہیں۔
اس لئے اس کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ آپ دوسرے دوسرے کاموں میں لگا پوئے بے قیاس
فرماتے رہتے ہیں۔ اور دشمن کی دشمنی سے غافل رہتے ہیں اور وہ اُس کو بگاڑ دیتا ہے۔ کیونکہ یہ
تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کائنات بھر میں ایک ذرہ بھی آپ کا دشمن نہ ہو۔ پس آپ کو اپنے دشمن
سے خبردار رہنا چاہیئے۔ کہ آپ کو آلائے بے احصا اور نعمائے بے انتہا ملجائے بچے کہ ناچار
چارہ کار وہ بیچارہ کچھ منکر بہ انکار اور مقر بہ اقرار ہو کر دے لے کی خبر لے۔ تو اوس کو یہی یاد
ہے کہ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمُ الْخَبِیْرِ یعنے جو کچھ ہتھیلی اور ہتھیلی کے پشت
پر انسئی وحشی میں خطوط ہیں اون کے افر کو خدا جانتا ہے وہی بڑا جاننے والا ہے۔ مگر جہانتک
مجھ کو علم تھا اوس کے مطابق کہدیا چلو ما بخیر شما بسلامت ازیں طور جو سبکی اور مرثیہ خواں و
تعزیہ ساز و پرسہ کن ہے اوس کو یہی خیال لگا رہتا ہے۔ کہ تمام عالم میں وبائے آسمانی و بلائے

تفکرات

ناگہانی نازل ہوجائے کہ مجھ کو رونے رولانے کی جد امزدوری ملے اور اسباب مُردہ جدا = اوس کو یہ یاد ہے کہ فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا آیندہ اِن اللہ مع الصابرین علے ہذا القیاس جمیع میاں کو حرص وطمع ستائے ہوئے ہے کہ کہاں دعوت وضیافت کے لئے دیگ ڈھنڈھنا رہا ہو۔ کہ وہاں جان نہ پہچان خالہ اماں سلام کرکے اپنا پیٹ بھر لے۔ اوس کو سوائے کلوا واشربوا اور ربنا انزل علینا مایدہ کے اور کچھ یاد نہیں ہے + ثم جرا اینکہ جو لبان ہے اوس کو ہمہ دم یہی خیال دامنگیر ہے کہ کیا تدبیر کروں جس سے مویشی کو دودھ زیادہ ہو کہ یہ ترکیب سوچتے سوچتے یہی سوچ لیتا ہے۔ کہ دودھ میں کچھ پانی ملا دو تو بہتر ہے۔ پنیر میں چربی ملا دو تو مناسب ہے۔ گھی میں ناریل کا تیل آمیختہ کردو تو انسب ہے پیمانہ چھوٹا کر دو یا اوس میں کچھ بھر دو تو اعلیٰ بات ہے پھر کسی کو معلوم ہو یا نہ معلوم ہو مگر اپنا کام چل جائے۔ قسم کھا کے پار اُتر جائینگے۔ تو اوس نے بھی اسی طرح کچھ دودھ گھی کے بارہ میں چکنی چپڑی باتیں ضرب المثل کی طرح یاد کرلی ہیں اور موقع پاکر تحفۃً پیش کردیتا ہے کہ یخرج اللہ الحلیب من بین الدماء والکثافۃ ازاں قبیل تمام جو اساقفہ و بطارقہ ہیں ہمہ اوقات اس طلحال میں پڑے رہتے ہیں کہ دنیا بھر میں گرانی ہوجائے کہ بچّے فروخت ہوں کہ اون کو

نفلات خرید کر اون کی تعلیم تحت الترقوقینۃ والرقیہ کرکے حمیل حمیل بنا کر اون کی اوقات بسری کا بہ خیریت بندوبست کردیں کہ روح اللہ راضی ہو + اون کو یہ یاد ہے کہ کُلّ حزب بما لدیہم فرحون پس ؎

زاہد بہ نماز زہد ضبطے دارد | میخوار بہ دو سالہ ربطے دارد
معلوم نیست کہ یار مصرف کیست | ہر کس بہ خیال خویش خبطے دارد

اور جو محتکر ہے اوس کو یہ خیال ہے کہ قحط سالی ہو تو گرانی سے غلہ بیچوں + بہ ہمیں الشرح اینکہ جس کو گرامر تصنیف کرنے کا شوق ہے ہمہ آن متکلمین کے کلام کی طرف متوجہ رہتا ہے کہ کچھ بھی نیا محاورہ واصطلاح اور گرامر جو زباندانی کے متعلق ہوں معلوم ہوجائے کہ اپنی نوٹ بک میں درج کرلے + بہ ہمیں تصدیق کلام اینکہ جو مصنّف شیطان وزود مضامین ہوتا ہے وہ ہمہ آن اسی امر میں سرفگندہ ہے کہ جھوٹی کہانیاں۔ افسانے۔ ناول۔ افسوں۔ حصار۔ کھیل کود۔ ناٹک تھیٹر وغیرہ وغیرہ کے لایق مزاحت آمیز مضامین ہاتھ آجائیں کہ بہت ہی مضحکہ خیز ہو کہ سب لوگ اس میں مبتلا ہو کر خریدنا شروع کریں۔ سارے اچھے مضامین کی کتابیں ردّی ہوجائیں۔ سارے مصنّفین کا نام ونشان دنیا سے مٹ جائے اور اس کا دشنام ولعنت نامہ جاری ہو۔ اور اس کا کلمہ پڑھا جائے گویا اس کی خواہش یہ ہے کہ جو کچھ باتیں ہوں سب دجل آمیز ہوں کہ دل بھی ہو تو لوشکل

دجال ہو خلق بھی ہو تو دجال ہو۔ تخلیق بھی ہو تو دجال ہو۔ خیرات وصدقات بھی ہو تو دجال ہو
غرض کہ اوس کے خیال میں ہمہ سموات الارض و مافیہا اپنے خالق سمیت دجالاً از خود پیدا ہوا
ہے۔ اگر کوئی اس کا پیدا کرنے والا بھی ہو تو وہ بھی دجال ہونا چاہیے کہ سب کا سب دجل اللہ
ودین اللہ وبطل اللہ رہے ﷺ پس اس کو بجز الدنیا لعب ولہو اور کل شئ ماخلا اللہ باطل کے کچھ یاد
نہیں ہے ﷺ اسی بات کے ثبوت کے لئے تدبیریں اور دلیلیں سوچتا رہتا ہے + بشمول ہذا الامرانیکہ
جو جاہل عالم بنا نامنگا ہیں انکے گلے میں دوسرا ت ہی پھانسی لگی ہوئی ہے کہ لفظ شفا کو شفا کیوں نہ بولے لفظ ملہوس
کو بوالہوس کیوں لکھا لفظ وجود و نذر کو تانیث کیوں باندھا۔ استغنا و پیشاب۔ حجاب اللہ وسردار۔ سور و فاسق شیشا اور فوٹو
اور یحییٰ خدا وغیرہ وغیرہ کی تشریح وتفسیر اس طرح کیوں کی گئی۔ کہ ایسی زٹل نکتہ چینی پر سالہاسال و مدتہا مدت
تضیع اوقاتی کرتا کراتا ہوا خبیثانہ بحث ومباحثہ میں لگا رہتا ہے ۔ کہ گویا وہ درپردہ حیاتاً و
مماتاً اپنے اثبات الجہل میں مصروف ہے ﷺ اور اپنے مہمل خرافات تصنیفات سے سب
کو بغض وعناد۔ نفاق وشقاق کا سبق دیتا رہتا ہے اور یہ خواہش رکھتا ہے کہ جہان بھر کا
اخبار وجرنال بند ہو جائے صرف اس کا تصنیف وجریدہ جاری رہے۔ کہ اکی یاوہ درائی و
ہرزہ گوئی کو مضامین ناظرین کی آنکھوں سے گذرتے رہیں + تو یہ نیچرل گنوار بنجر۔ نرا اناڑی بھونڈا
اور بھدا۔ الکدم ابہج اور ابدیا مانس خود کو حاضر جواب سمجھکر نیچرل مک کے نیچرل اسٹائل پر جھوٹھ
موٹھ کا اعتراض کر بیٹھنے کو باعث افتخار سمجھتا ہے ﷺ کہ عقلاء شعر ہذا کے مفہوم پر عمل کرنے کو
موجب شرافت سمجھنے لگتے ہیں کہ ؎

تفکرات

تامل کناں برخطا و صواب　　بہ از ژاژ خایان حاضر جواب

عاقبت الامرانیکہ ابنیائے ملتجمت مآب ومشائخین کذابین کے دل ودماغ میں بکوانا ہی بسی ہوئی ہے
کہ سب لوگ ہمارے امت و مرید ہو جائیں مفت میں منصب وجاگیر ملے۔ سوراً سوراً پائے
حکومت کو پہنچ جائیں ۔ کہ کسی اچھی جگہ اپنی مأمرو حکومتگاہ بنائیں ﷺ پس وہ اس میں اپنا خیال
دوڑاتا رہتا ہے۔ کہ کیا ترکیب کریں کہ ہم سے کرامت ومعجزہ سرزد ہو ﷺ اس لئے کچھ نسخۂ شعبدہ
فراہم کرتا ہے + کچھ افسوں وفتیلہ افروزی۔ گنڈہ اور تعویذ کی کتابیں مہیا کرتا ہے + کسر با بانا
اور بھگوا اپہنکر بیراگی بنتا ہے + کبھی اپنے جبہ وقبہ کو آرایش دیتا ہے + اخلاق وسیع کر دیتا ہے
انکساری بڑھا دیتا ہے + افریقاوی بکرا کی طرح ڈیڑھ ہاتھ کی ڈاڑھی بڑھا کے ابو بکر بنا ہوا
بھگل کی ٹٹی بنائے رکھتا ہے + زنجیباری کسو کو کے مانند ادھر ادھر کے دو چار کلمے یاد

کرلیتا ہے کہ وقت بے وقت اوس کو ادا کیا کرے + اپنے مکان میں متعدد والان کے مضراب ومخبار درو دیوار میں منسلک کر رکھتا ہے اور اپنے سکھائے پڑھائے چیلے چینگڑوں کو منزلگاہ پر بٹھا دیتا ہے کہ جو کوئی آئے اوس کے ساتھ چائے۔ قہوہ۔ پان۔ سپاری۔ عطر و گلاب اور دیگر طور کے خاطر و مدارات سے پیش آتے رہیں کہ وہ نہایت گرویدہ ہو جائے پھر حکمتِ عملی سے اوس کا مطلب دریافت کرلیں اب اگر وہ بہ تلاشِ روزگار دربدر خاک بسر تو لال مخبار وبا دیتے جائیں اوس کے بعد یہاں بھجوا دیا جاوے۔ اور ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی آنے والا وہاں آیا۔ تو شیخ صاحب ہزارہ تسبیح پڑھتے پڑھتے گھبرا کے اٹھ بیٹھے۔ اور آنے والے شخص کو مخاطب ہو کے کہا کہ۔ بابا ہم تو فقیر آدمی ہیں۔ ہمارے پاس نہ کسی قسم کا عمل ہے نہ صیغہ ہے نہ محکمہ ہے۔ کہاں سے روزگار ہم سے طلب کرتے ہو؟ کہ اس خبررسانی پر وہ بھوچکا ہو کر یقین کر گیا کہ فی الحق شیخ صاحب خدا رسیدہ ہیں جب اوس نے بہت مدح وثنا کر کے اپنی غلامی و بندگی ظاہر کی تو کاغذ پر کچھ کیڑا مکوڑا لکھ کر دے دیا کہ لو جاؤ ہر روز فجر کو اس کو پڑھا کرو اور وہ یہ ہے کہ یَرزُقُ اللّٰہُ مَن یَّشَاءُ بغیرِ حساب جب وہ واپس گیا تو دو چار آدمیوں سے اون کے انکشافِ ذہنی کا ذکر کیا۔ پھر تو ایک کان دو کان تیسرا کان در بیابان ہونا شروع ہوا۔ بھیڑیا دھسان لوگ آنے لگے۔ شیخ صاحب کے لئے صباحاً و رواحاً بکمالِ آسانی اوقات بسری کی صورت نکلنی شروع ہوئی۔ اس میں اور دس پانچ مُفت خورے۔ دسترخوان کے بلے میں آؤں۔ میں آؤں کرتے ہوئے جمع ہو گئے۔ اونھوں نے اور ادِھر اودھر سے شکار لانا شروع کیا۔ اب اگر کسی کو کسی قیدی کے چھوڑانے کی ضرورت ہے اور وہ منزلگاہ پر پہنچا تو چیلے چیگڑوں نے حسبِ تعلیم اوس کی آنے والے کی اچھی طرح آؤ بھگت کی۔ اور اطلاع معلوم کے بعد پیلی گھنٹی بجا دی۔ اور شیخ صاحب کے پاس روانہ کیا پس شیخ صاحب حسبِ معمول اونہیں تعجب خیز لہجوں سے بول اٹھے کہ بابا ہم نے کسی کو قید نہیں کیا ہے۔ مگر خیر جاؤ جو شخص قید ہے اوس سے کہو کہ اَللّٰھُمَّ اَخرِجنِی مِنَ السِّجن پڑھا کرے + یہ لیجئے اب تو یک نشد دوشد ہو گیا۔ کہ بڑی جمگھٹ ہونے لگی۔ اس عرصہ میں کوئی اپنے مقدمہ کو اپنے حسبِ خواہش فیصل کرانے کی غرض سے آیا۔ تو نیچے والے لخوان الشیاطین نے پوچھ پاچھ کر کالی ٹمنکی بجا دی کہ شیخ صاحب اپنے معمول کے مطابق آنکھ لال پیلی کر کے بول اُٹھے یا آنکھ کو لال پیلی کرنے کے لئے چُپکے سے گانجہ کا دو یک دم لگا لئے۔ اور اچانک بول اوٹھے کہ بابا ہم حاکم نہیں ہیں کہ تمہارا

لفکرات

مقدمہ فیصل کردیں لیکن جاؤ احتیاطاً یہ پڑھا کرو کہ اُفَوِّضُ اَمرِی اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیرٌ بِالعِبَاد + اب تو اور سونا پر سوہاگہ ہو گیا کہ اژدہام کا اژدہام آنے لگا + طبقۂ الدنی والوں نے سمجھ بوجھ کر نیلا مضراب بجادیا کہ شیخ متبنی صاحب نے ہنکار مار کر کہا کہ بچو! میں کچھ قسامِ ازل نہیں ہوں۔ کہ تم ہم سے علم و کشایشِ ذہن کا افسوں طلب کرنے آئے ہو۔ اما جب آئے ہو تو اس آیت کو لکھ لو کہ اَللّٰھُمَّ رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا۔ اس کو روز پڑھا کرو۔ تختیٔ عاج پر لکھ کے چاٹا کرو + اب اگر کسی شابل ساحن یا شابن کا بن نے شرارۃً یہ امتحان لیا کہ میرے دل میں کیا ہے؟ تو وہیں یہ جواب دیدیا کہ اَنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا تُرِیدُ۔ یعنے میں جانتا ہوں کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے، وہ تم جانتے ہو اور یہ خبر کیا پوچھتے ہو بلکہ زمانہ کی خبر پوچھو سو لو میں بتلاتا ہوں کہ کال پڑیگا بھونچال ہوگا۔ گہن ہو گا۔ سو ڈیڑھ سو برس کے بعد سب موجودہ لوگ مرجائینگے بلکہ ہفتہ کے اندر مرجائینگے اس واقعہ سے بچے زیادہ گھبرائے۔ اپنے والدین و سرپرست سے جاکر کہا۔ کہ شیخ صاحب بن کہے لوگوں کے دل کی بات کہدیتے ہیں۔ اور بالکل لوجہ اللہ لوگوں کو دواء و دعاء دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ نوبت بنوبت ایسی قاصرات الطرف۔ اور محدود القذف۔ برقع پوش عورتیں جو ناقص العقل سے ہوتی ہیں وہ سب بھی اوندھے منہ دوڑ پڑیں۔ کہ منزلگاہ پر کے ذریات الشیاطین نے ہری گھنٹی بجائی۔

پھر تو شیخ صاحب اپنی کارروائی کے مطابق بھاری بھاری سانس لیکر مجذوب بے ہوش بنے ہوئے نیچے مونڈی لٹکا کے بول بیٹھے کہ (بیٹا نہ بیٹی) دم بھر کے بعد یہ بولے کہ لو یہ روز پڑھا کرو کہ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً + پھر اسی طرح نیچے مونڈی کئے ہوئے یہ رٹ ہانکنی شروع کی کہ اِنَّ اللّٰہَ رَؤُفٌ الودود پڑھ کر اپنے شوہر کو پانی پلایا کرو، تو وہ تمہاری سوتن سے بیزار رہیگا؛ اور اب جاؤ یہاں عورتوں کو زیادہ بیٹھنے کا حکم نہیں ہے۔ گویا یہ سب باتیں گھنٹی پر موقوف ہیں۔ کہ اگر فلاں رنگ کی گھنٹی بجائی جائے تو فلاں بات سمجھی جائے + کہیں ادھر اودھر سے چھو کرے بھی آکے بولدیا کرتے ہیں۔ غرض کہ اسی طرح آگہی حاصل کرنے کے لئے بہت سے طریقے بنا رکھے ہیں؛ حتی کہ اب لوگوں کے آنے کے پہلے بھی خبر ملجایا کرتی ہے کہ فلاں صاحب اس غرض سے آنے والے ہیں یوماً فیوماً لوگوں کی وہ کثرت ہوئی کہ ہزاروں طرح کے مشارب و مطاعم۔ ملابس و مناعم اور دیگر حوایج کے سامان لگاتار ڈالی پر ڈالی چنگیرہ پر چنگیرا۔ تحفہ پر تحفہ آنا شروع ہوا۔ اور یہاں ریاءً الغیاث پر الغیاث ہو رہے ہے کہ بابا ہم کو کسی چیز سے کچھ کام نہیں ہے؛ ہم تو کھاتے پیتے تک نہیں ہیں؛ مگر جو پیچھے سگِ دربان۔ شکم پرست اور بیٹو لوگ بیٹھے ہیں اون کو دو۔ وہی دنیا کے کتے ہیں۔ کھا پی کے دعاء دینگے +

تفکرات

خدا ہمارے یہاں کے اون کتوں کی بھی دُعا قبول کرلیگا + گویا ایک طرح سے اُن کو دینا ہمینکو دینا ہے۔ کہ وہ بھی خلقِ خدا ہیں ہمارے سر پر بیٹھے ہیں۔ یہاں تو کچھ گدام نہیں ہے اور یہ کسی کو معلوم ہی نہیں کہ وہ اہل واقربا سے ہیں یا ان کے شرکا ہیں لڑکا کے یہا نہ سے لڑکوری جی رہی ہے۔ کبھی شیخ صاحب اس ترکیب کے علاوہ ایسا بھی کرگذرتے ہیں کہ اے بھائیو خوان ادھر لاؤ ہم وہ سب کُتّے تو دن رات کھانے ہی رہتے ہیں۔ اب اس وقت جو حاشیہ نشیں بیٹھے ہیں اون کو تو کھلاؤ ہم کہ جب وہ نزدیک آیا تو نُزلِ ماحضر کہہ کے سب کے سامنے پیش کردیا۔ اور خود چُپ چاپ بیٹھے رہے۔ اگر کسی نے اصرار کیا۔ تو یہ جواب دیا کہ ہم اکثر کچھ کھاتے پیتے نہیں۔ اور اگر کھاتے ہیں تو یہ وقت نہیں۔ اس وقت کھانا اپنے نزدیک بہت دور ہے۔ مگر خیر آپ کی خاطر کردیتا ہوں۔ پھر جو کھانے لگے تو سب سے زیادہ چکھ گئے لیکن ایسی حکمت سے کہ کسی کو نہ معلوم ہو نہ کسی چیز کا چھلکا اون کے سامنے ہو نہ کسی چیز کا بیج۔ یا اور بطریقہ دیگر۔ اوس کے بعد پھر دور دراز تک یہ بھی بات اوڑی کہ شیخ صاحب کچھ کھاتے پیتے تک نہیں۔ چنانچہ فلاں شخص نے اصرار کر کے ذرا سا دودھ پلایا تھا۔ تو دو گھنٹہ تک پیٹ میں درد رہا تھا جس پر تمام اطراف سے جوق جوق فوج فوج لوگ جمع ہونے لگے۔ کوئی کہتا ہے کہ ہاتھ چومنے دیجئے۔ کوئی کہتا ہے کہ پاؤں چومنے دیجئے۔ کوئی کہتا ہے کہ جوتا اٹھانے دیجئے کوئی پاؤں دھوکے پانی پینے کو مانگتا ہے۔ کوئی تبرکا بال وپر مانگتا ہے۔ کوئی گنڈہ تعویذ مانگتا ہے۔ کوئی دم کرنے کو کہتا ہے۔ کوئی نسخہ طلب کرتا ہے۔ کوئی دواء دارو کرنے کہتا ہے کہ فلاں کو قبض ہوگیا ہے کچھ پانی پڑھ کے دیجئے یا رکابی لکھ کے دیجئے۔ پس شیخ صاحب نے جمال گوٹہ ملا ہوا زعفران سے دو چار ٹیڑھی بنگی لکیریں کھینچ دیں کہ اسکو چاٹا دم بجائے قبض کے انبساط ہوجائیگا پھر کیا تھا چاٹنے والے کو دو چار دست آگئے۔ کہ یہ ترکیب ایسی کچھ تیر بہدف ہوئی کہ گھر گھر شیخ صاحب کا تابعِ فرمان ہوگیا۔ تمام شہرت طشت از بام ہوگئی۔ کہ اونکی رکابی چاٹنے سے دست آگیا + اس عرصہ میں اگر شیخ صاحب حجامت کرانے کو بیٹھے۔ اور حجامت کراتے وقت کہیں سے معمولی تحفہ آگیا تو سارا تحفہ حجام ہی کو اٹھا کے دیدیا + کہیں سارا تحفہ اُٹھا کے سقّہ کو دیدیا + کہیں کناس وعقان کو دیدیا + کہیں قصار وغسّال کو دیدیا + اون کو کبھی اُجرت سے زیادہ۔ کبھی کم دیدیا کے رخصت کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کچھ بھی نہیں۔ کہ اب وہ جہاں حجامت وسقائی کے لئے جاتے ہیں۔ شیخ صاحب کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ فلاں جگہ جو آگ لگی تو شیخ صاحب کے کہنے

تکلفات

سے لگی - فلاں جگہ جو ہیضہ ہوا تو شیخ صاحب کے کہنے سے ہوا اسقدر جو مرگِ عام ہے شیخ صاحب
کی بد دعا سے ہے - کہیں اگر لوگوں نے شیخ صاحب کے روبرو یہ کہدیا کہ آپ نے جو کہا تھا کہ فلاں شخص
فلاں دن مرجائیگا دیکھئے سچ مرگیا چنانچہ اگر حقیقت میں کسی کو کہا بھی کہ خدا کرے کہ وہ مرجائے تو جب تک وہ
نہیں مرا ہے اندیشہ ہے کہ میرا کہنا جھوٹ نہ ہو - ایک کی جان جائے تو جائے مگر میرا کہنا سچ ہو پھر
اگر اتفاق سے لیا ہو بھی گیا تو الو مرا اپنی قضا سے کو انے سمجھا کہ میری بد دعا سے بہرحال شیخ صاحب کا
دست آموز الو شکی ہاتھ میں رہا - کہ لوگ مشتاق ہو ہو کر شیخ صاحب کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں کہ
جو آتا ہے کچھ نذر دیکے چلا جاتا ہے + کہ ایک بڑا لنگر خانہ کھل گیا - ٹکڑ گدے جمع ہو گئے +
سب کے سب چاروں طرف تعریف کا ڈنکا بجانے لگے + اسی کو پیراں نمی پرند و مریداں می
پرانند کہتے ہیں + بس اب تو شیخ صاحب بھی یہ جمگھٹ اور حالت دیکھکر - دردِ دنداں کے بہانہ
جبڑا کے پاس کا ایک دانت بھی اوکھڑوا دیا + اوسجگہ نہایت ہی عمدہ عطر بو یا کا پھاہا رکھنا شروع
کیا + کہ جب کوئی پانی دم کرانے آتا ہے تو آپ چھو منتر کرکے کچھ تھوک دیتے ہیں - کہ وہ پانی
خوشبو ہو جاتا ہے کہ جس کی تمام جگہ ایک ڈھنڈھوڑی پٹی جاتی ہے کہ فلاں شیخ صاحب کے تھوک
میں وہ خوشبوئی ہے کہ عطر و گلاب و سلسبیل میں بھی نہ ہوگی - اور کسی کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ دندانِ
منقعر کی جگہ عطر کا پھاہا ہے - بھلا اتنی عقل کہاں سے آئے در آنحالیکہ سب کے حواس و قلوب
پر یزدانی پھٹکار کی مہر ہو - اور شیخ کو جو عقلِ شیطانی حاصل ہے وہ شیطانی عقل کاذب میں فنار
ہونے سے حاصل ہے - کہ سچی بات بولنے سے تو اکثر لوگ نہیں کھلائیں پلائینگے - کیونکہ اکثر
لوگ جھوٹے ہیں - بس اپنی پرورش جھوٹ ہی کے ذریعہ سے لازم کر لینا مناسب ہے -
یہانتک کہ کوئی بڑا شکار گرفتار ہو جائے - کہ اسی خیال میں روزانہ کنجد خوری شروع کردی -
کہ ایک مدت تک اسی ترکیب میں مبتلا رہتے رہتے - آخر کہیں کوئی بہت ہی بڑا امیر کبیر بھی
آگیا کہ وہ اپنے بالا دست کی محکومیت سے چھوٹنا چاہتا ہے یا بمقصود دگر چنیں و چناں چاہتا
ہے - کہ شیخ صاحب نے اوس کو باتوں میں لگا کر شام کر دیا - کہ چراغ بتی کا وقت ہو گیا - اور
افسوس میں آکر بولنے لگے کہ بھائی ہم تو ہمیشہ ظلمات میں نور کا مزہ لوٹتے ہیں - یہاں تو کبھی
روشنی نہیں کی جاتی - اب اندھیرا ہوتا ہے - آپ کب تک ہم فقیر کے پاس بیٹھینگے - کہ ان سب
باتوں سے اور اوس کا اشتیاق بڑھتا جاتا ہے کہ بالآخر شیخ صاحب نے کسی کو پکار کر - اوسی جگہ
کسی برتن میں پیشاب کرکے کہا کہ چراغ جلاؤ + پھر کیا پوچھنا تھا وہ سب تیل تو بالکل پیٹ کے

تفکرات

کو لھو میں فشردہ ہو کر پیشاب کی نلی سے ٹپکتا ہے یقینی خالص تیل ہی تیل ہوگا۔ چنانچہ جس دم آتش زنی کی گئی صاف چراغ روشن ہوگیا۔ کہ فوراً مریدوں نے کانا پھسی شروع کردی۔ کہ دیکھئے جناب حضرت شیخ صاحب گرامی وقار نے تو اپنے پیشاب سے چراغ روشن کر دیا۔ اگر پیشاب پر کہیں شمس و قمر کا عکس پڑ گیا تو مریدوں نے یہ مشہور کر دیا۔ کہ جناب حضرت گردوں رکاب کے پیشاب میں قمرین باوجود بریں کبر و اعظام تیرت اشنان کرنے کو اُتر آئے تھے۔ اور جب تک پیشاب رہا برابر غوطہ ہی لگاتے رہے۔ کہ لوگ بولے کہ لو آفتاب ڈوب گیا۔ تو اوس وقت شیخ صاحب نے ازراہِ رحمت اپنی چھڑی پیشاب کی سطح پر پھیر دی تھی تو اسطرح قمرین کا سر ٹوٹ کر خرق و التیام ہوا جس طرح گینڈے کے پوست میں خرق و التیام ہوتا ہے پھر تو وہ صاحب جو اوس وقت موجود تھے اور نیز دگر ابنائے روزگار۔ شیخ صاحب کے پاؤں پر گر پڑے کہ حضرت خدا کے واسطے آپ مجھ کو مٹی سے کندن بنا دیجئے بھلا آپ کے نزدیک کیا بڑی بات ہے ؎

آنزا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند   وانزا چہ دیر گر رُخ دچشمے بما کنند

لہذا اب میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ مجھ کو فلاں بالا دست کے عذاب سے بچائیے۔ تو یہ سب دولت آپ ہی کی ہے مزہ کیجئے۔ اوس وقت شیخ صاحب نے ہتھیلی اور نبض اور ناخن دیکھکر یہ پھونک مار دیا۔ کہ آپ کی تقدیر کے ماتحت فلاں قسم کا جوہر ہے۔ اوس کی انگوٹھی استعمال کیجئے اور فلاں قسم کے جوہر کا بٹن استعمال کیجئے۔ اور فلاں قسم کا جوہر اپنی چھڑی میں لگوائیے۔ اور فلاں قسم کا جوہر جو وزن میں ایک دو چار تولہ ہو شیر کے چمڑا میں ملفوف کر کے اتوار کو عصر و ظہر کے درمیان بائیں بازو پر باندھئے۔ اور اتنا تولہ موتی ٹوپی کے اندر لگانا چاہئے۔ اور اتنا تولہ ٹوپی کے باہر۔ اور اتنا تولہ موتی اور دگر جواہرات ہونا چاہئے۔ جس کا کشتہ آپ کے لئے تیار ہو۔ اور اتنا تولہ موتی اور دگر جواہرات چاہئے جس سے الوپ اور لنجن کا سرمہ تیار کیا جائے۔ اور فلاں قسم کا جوہر اور دقیانوسی سکہ آپ کی گھڑیال کی چھیڑ امیں ہونا چاہئے۔ اور فلاں رنگ کا مرغا اور دنبہ اور اس قدر گھی اور شکر اور آٹا چاہئے۔ کہ اوس میں سے اتنا فقراء کو تقسیم کیا جائے۔ اس قدر یتیموں کو بخشا جائے۔ اس قدر نہر و بحر میں مچھلیوں کو دیا جائے۔ اور فلاں فلاں چیز روزانہ آپکے تکیہ کے نیچے رکھی جائے تو آپ کا بہت ہی جلد کام نکل جائیگا۔ لیکن آپ اتنا خرچ نہ کیجئے کیونکہ ہمارے آبا و اجداد بہت ہی بڑے امیر کبیر تھے۔ ہم سب لوٹا پٹا کے فقیر ہو گئے۔ مگر اون کی اس قسم کی چند چیزیں ہمارے پاس موجود ہیں میں آپ کو نذر کرتا ہوں تو دو چار چیزیں جو ادھر اُدھر

تلفات

سے پرانی دھانی جھوٹی سچی کم قیمت کی مار رکھا تھا پیش کردیا۔ مگر بازو پر باندھنے کے لئے جو بڑی رقم کا جوہر بتلا رکھا تھا۔ کہا کہ آپ اپنے پاس سے لے آئے۔ یہ اُلّو کے بچے عقل کے دشمن یہ سب فضلہ بنامِ تبرک اٹھا کے لے آئے اور اپنے گھر سے اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی چیزیں تحفۃً پیش کردیں۔ اور شیر کے چمڑہ میں بہت بڑا سا جوہر ملفوف کرکے رکھدیا۔ چلئے۔ شیخ صاحب کی مراد بر آئی کہ اوسی رنگ کی اوتنا بڑا کانچ کا ٹکڑا چمڑا میں بہت اچھی طرح مضبوط باندھ کے مالِ ناداں قوتِ دانا چند بار آہستہ آہستہ پڑھ کے دیدیا کہ جب تک ہم نہ کہیں آپ ہرگز نہ کھولنا پس اس کو بازو پر باندھ کے اوپ کا سرمہ لگا کر اپنے بالادست کے سامنے یا جس کے سامنے جانے کی خواہش ہو جائے۔ فوراً وہ آپ کا مطیع ہو جائیگا + اور یہ امیر کبیر بچہ خر خوش خوش گھر میں آ کے حضرتِ شیخ کا مالا جپنے لگے۔ دوروپیا کو بھی مشتاق کرڈالا اور یہ خبر ہی نہیں کہ یہ شیخ نجدی ہے۔ جب لوگوں نے اتنے بڑے امیر کی زبانی اوسکی جود و سخا۔ خلق و وفا۔ کشف و کرامت اور چراغ از پیشاب روشن کی حالت سنی تو پھر اوس کو وحیٔ آسمانی سمجھ لیا۔ اور اب رئیس الرؤس کی آمد شروع ہونے لگی اون میں سے کسی کو دو چار روز تک خوب گوبی بیگن اور اسی خواص کی چند نشاستہ چیزیں بتلادیں کہ اسی کا سالن بھر پیٹ کھا کر سویا کرو۔ اوس کے بعد جو کچھ خواب دیکھو ہم سے آکے بیان کرو۔ اون سے تمہارے دشمن وغیرہ کی حالت معلوم ہو جائیگی تو یہ یقینی امر ہے کہ اگر کوئی دم۔ ا۔ یہ دم خواب بالینِ زیرِ تکیہ میں استعمال کردہ جوتا رکھدے۔ یا کچا لہسن۔ پیاز۔ ہینگ اور مولی یا اسی قسم کی کوئی خبیث الریح چیز یا گوبی بیگن کی طرح ثقیل چیزیں نوش و خورش میں استعمال کر کے سورہے تو اسکو محض ناگوار احلام آئینگے۔ بھلا اوس سے اوس کے ہم جنس دشمن پر کیا تعبیر کی جا سکتی ہے بجز دشمن کی تاثیرات و غلط کاری وغیرہ کے ہے مگر اون لوگ کو اتنا علم نہیں اوس کے کہنے سے بموجب کھاپی کے سوگئے۔ دہشت ناک خواب دیکھے۔ اور اُس کے پاس دوڑے آئے۔ اوس نے اپنی غرض مدِ نظر رکھ کے تعبیر کردی کہ دفعیہ کے بہانہ کچھ سے مرا کسی کچھ کیڑا مکوڑا لکھ کے بنامِ تعویذ دے دیا کہ چالیس روز کے درمیان تم کو خواب آئیگا۔ اوس کی تعبیر سے ساری حالت معلوم ہو جائیگی تو یہ بھی یقینی ہے کہ چالیس رات کیا معنی کہ ہر جاندار ہر روز خواب دیکھتا ہے۔ اگر اوس کو یاد ہے تو خواب ہونا سمجھتا ہے ورنہ سمجھتا ہے کہ خواب نہیں دیکھا۔ تو یاد رہنے والے خوابوں میں سے چالیس دن میں ایک نہ ایک یاد ہی رہجائیگا۔ پھر ایسی حالت میں کہ سوتے وقت وہ خواب دیکھنے کے ارادہ ہی سے سویا کیا کرتا ہو۔ تو فقرہ در یہ خیال دور کرتا ہو خواب

تفکرات

کی صورت میں نمایاں ہوگا۔ پس اوس نے سمجھ لیا کہ شیخ صاحب کے تعویذ کا اثر ہے کہ خواب کا ظہور ہوا۔ اور اس حماقت میں پڑکر خود کو اوس کا شکار بنادیا۔ جب اوس نے دیکھ لیا کہ لوگ اچھی طرح گرویدہ ہوچکے اور اوس کو جوہری۔ حکیم اور معبر شیریں اور کلجیبا سمجھنے لگے۔ تو کسی رئیس الرؤس سے ہزارہا ارمیٰ واللہ وحرمیٰ واللہ کہہ سن کے یہ کہدیا۔ کہ ہم نے آپ کے بارہ میں ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ اوس کو خواب نہیں کہنا چاہیئے۔ بلکہ بشارت کہنی چاہیئے۔ کہ آپ کی فلاں شاہزادی سے شادی ہونیوالی ہے۔ اور چنین وچنان ہونے والا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ضرور ایسا ہوگا۔ مگر افسوس کہ میرا دل اُچاٹ ہے۔ اب ہم یہاں سے جانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے سامنے کامیاب ہوتے تو بڑی اچھی بات تھی + اس پر وہ صاحب حماقت مآب دلگیر ہونے لگے کہ آپ یہاں سے بالکل نہ جائیے آپ جو کچھ فرمائیں ہم لوگ اوس کی تعمیل کرتے جائیں۔ پھر تو یہ شیخ ملعون نے بیمے ددوں بیمے بروں ہوکر اچانک یہ بول دیا کہ ہاں صاحب ایک صورت ہمارے رہنے کی ضرور ہوسکتی ہے کہ فلاں مقام پر ایک چھوٹا سا معبد بنا دیا جائے۔ جس میں ہم بیٹھ کے اللہ اللہ کرتے رہیں۔ اور جو کچھ خلایق کی خدمت ہوسکے اوس کو بجالائیں۔ تو اب چلئے اس کو صاحبانِ حماقت شعار نے بہت غنیمت سمجھا کہ بہت اچھی بات ہوئی۔ کہ شیخ صاحب کا یہاں رہنا ہوجائیگا سب دینی اور دنیوی کام بنے رہیں گے۔ اور یہ خبر ہی نہیں کہ یہ پکا مخرب دارین ہے جو آگے چلکر معلوم ہوگا۔ لیکن سردست تو اوس نے اپنا یہ کام کرالیا کہ معبد تیار ہونے لگا۔ پانچ کے جگہ پچپنتر بتایا۔ اصرافِ زرِ کثیر کے بعد ایک معمولی سا معبد تیار ہوا۔ پھر اوس میں یتیم خانہ بنایا۔ اوس کے بہانہ کچھ تحصیل وصول شروع کردی۔ اور اب تو ؎

بمکتب می رود طفلِ پریزاد — مبارک باد مرگِ نو بہ اوستاد

کا مصداق شروع ہوا۔ پس اون میں سے چند حسین بچوں کو ولدان مخلدون سے بنایا۔ اور لوگوں سے یہ کہدیا کہ یختص اللہ برحمتہ من یشاء۔ گویا خود ہی خدا ہیں یا خود کو خوبصورت بچوں کو پسند کرنے والا خدا بنایا۔ اور بچوں کو یہ سکھلا دیا کہ ان اللہ جمیلٌ واللہ یحبُّ الجمال۔ اس واسطے شیخ صاحب مجھ کو زیادہ چاہتے ہیں۔ جس وقت تک بچہ موجود ہے اوس سے کام نکالتا ہے اوس کی غیر حاضری میں تنگی وفراخیش بدستِ خویش است پر عمل ہوتا ہے۔ جب کچھ تحتانی مرض پیدا ہوا۔ کلنی پڑنی شروع ہوگئی۔ تو خود کو غنی مشہور کردیا۔ اِدھر اودھر سے ایرے غیرے نتھو خیرے کی کوئی چھوکری منگوا کے اپنی بیٹی بناکر کسی عدیم الاقربا امیر کبیر کی زوجیت میں دیدی۔ رفتہ رفتہ

زعفران میں سنکھیا ملا کے کچھ رکابی پر کیڑا مکوڑا نشان کھینچکر اوس بیچارہ امیر کبیر کو چٹوا دیا کہ لالہ نے ملکِ عدم کی راہ لی اور اپنے رئیس الرؤس دوست سے سفارش کرکے اپنی لیپا لک بیٹی سمیت قابض ہو گئے۔ جب حمل رہا تو دوسرے کی زوجیت میں لگا چھوڑا۔ اس متواتر تزویج وطلاق بنامِ شرعی دیوثی کے بہانہ ایک خفیہ کمائی شروع کردی۔ کہیں اس عرصہ میں وہ سب عورتیں بھی آ پہونچیں۔ جن سے شیخ ملعون نے یہ کہا تھا کہ۔ (بیٹا نہ بیٹی) اون میں سے کسی نے کہا کہ آپ نے کہا تھا کہ بیٹا پیدا ہوگا۔ مگر مجھ کو تو بیٹی پیدا ہوگئی۔ تو ہنسکر کہا کہ بابا جب تم فقیروں کے اصطلاحات سے واقف نہیں۔ تو پھر فقیروں سے کاہے کو ملتی ہو۔ اجی بانی بنائے بنیانِ بنین تو۔ وہ ہے مگر ہم نے تو صاف کہا تھا کہ (بیٹا نہ بیٹی) اگر اوس نے یہ کہا کہ آپ نے بیٹی کہا مجھ کو تو بیٹا پیدا ہوگیا تو اوسی جملہ کی تعبیر یوں کردی کہ ہم نے یہ کہا تھا کہ (بیٹا نہ بیٹی) اگر اوس نے یہ کہا کہ مجھ کو کچھ نہیں ہوا تو یوں کہدیا کہ اوس کو بھی ہم نے صاف کہدیا تھا کہ (بیٹا نہ بیٹی) یعنے نہ بیٹا نہ بیٹی گویا ایک ہی بات میں سب کا جواب موجود ہے کچھ اس پر اگر اوس سے کچھ چون وچرا کیا تو دوسری عورتیں اُس کی تکذیب کرنے لگیں۔ کہ شیخ صاحب نے جیسا ہم کو کہا تھا ویسا ہی ہوا + اور یہ یقینی بات ہے۔ کہ ہزار دو ہزار بات میں ایک نہ ایک بات اتفاق سے سچ نکل ہی آئیگی۔ یا اگر ایک ہی بات لکھوکھا کروڑہا آدمی کو کہی جائے تو کسی نہ کسی کے لئے ضرور سچ ہوگی۔ جیسے اگر کسی شخص نے ہزارہا کو کہا کہ تمہارے نام سے لوٹری آجائیگی۔ تو اون تمام لوگوں میں سے کسی کو ضرور آئیگی جس کو آگئی وہ اوس کا حماقتہً معتقد ہوگیا۔ اور قانونِ فطرت کی طرف ذرا غور نہ کیا ورنہ اس قسم کی غیب دانی سے اوس کو خود اطلاع ہو جاتی۔ تو جب مردوں کی یہ حالت ہو تو عام عورتیں بالعموم مردوں سے عقل و دانائی میں کم فروغ پاتی رہی ہیں یہ تو بہت ہی جلد ایسے مکارِ نابکار کے دامِ تزویر میں آجانیوالی ہیں جیسا کہ یہ سب عورتیں آگئیں + اب اگر اس میں کوئی بڑھیاں سے ٹھیاں۔ گل پھلی کرم کلا۔ سراج الوجہ۔ بعین محیر سیمل[1] کی طرح نرم۔ اُٹھتی جوانی۔ پھبتا جوبن۔ سیّاں گیّاں۔ سکھی سہیلن کے ساتھ کھیل کلیل کرتی کراتی۔ گرگدھنداڑی ٹھمک چال چلتی ہوئی لٹی شیخ صاحب کے قریب پہونچکے کچھ کہا۔ کہ حالاًہی شیخ صاحب کباب در شعلہ وار ہوکر توال اور دامن سے اپنا آگا پیچھا چھپانے لگے۔ اور ٹھنڈی سانس بھر کے اوس گٹھلی وار الھڑ سے دل والی سیانی باتیں کہیں۔ کہ کل شام کو آنا۔ جب وہ شام کو آئی تو شیخ صاحب نے کہا کہ ہیت لک تم سے کچھ بات کہنی ہے

[1] یعنے سیمل کے روئی ۱۲

جب وہ نزدیک ہوئی ۔ تو بابا۔ بیٹیا۔ اماں اور بہو کہتے ہوئے اوس ترک چالاک دست نے
ادھر سے اودھر ہاتھ کا رُخ پھیر دیا۔ اور کہا کہ بابا تمکو معلوم بھی ہے کہ ہمارے یہاں بڑا اندھیر ہے
کہ معبد ہو یا کچھ ہو مگر اپنی رہنے کی جگہ چراغ نہیں جلا کرتا۔ یہ تو سیہ رو پتھر کا حرم ہے۔ تم اندھیرے
میں آئی ہو۔ ہم تم سے کیا بات کریں۔ اگر اوس نے کہا کہ جناب کچھ پروا نہیں۔ بھلا آپ کا مبارک
ہاتھ ہم کو کہاں سے ملیگا؟ تو یہ سُنکر کہا کہ۔ کیا تم کو سچ اس کا یقین ہے یا یونہی۔ بنوری بناتی ہو؟
اگر اوس نے کہا کہ نہیں میں سچ کہتی ہوں تو اس کہنے پر۔ شیخ عمر دراز نے غمزہ کیا اور کہا کہ لو میں
تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارا ایک بچہ ہماری پشت میں امانتہً رکھا گیا ہے۔ اگر تمہارا دل چاہے
تو ہم سے لے لو۔ اگر اوس نے کچھ نیچے دروں بینے بروں ہو کر جواب دیا۔ تو شیخ صاحب نے
اونگلی پکڑ کے پہونچا پکڑا اور کہا کہ لیٹ جاؤ۔ ہم تمہارے پیٹ پر دمِ مسیحا کر دینا چاہتے ہیں۔
چوں نوبت باینجا رسید تو شیخ ملعون نے کہا کہ بارک اللہ فیک۔ اب لو یہ ایک نورانی پچکاری ہے
اپنے ہاتھ سے ظلماتِ ثلاثہ میں رکھدو۔ یہی حجرِ اسود کے معانی ہیں اور یہ وحدانیت آب زمزم
میں جایز ہے مگر غیروں کے لئے نہیں۔ یہ تو اپنے لوگوں کے لئے ہے۔ بس اب جلدی کرو۔
ورنہ اثر جاتا رہیگا۔ ٹانگھن اور کلنگ بچہ نہیں ہوگا۔ غرض کہ آہستہ آہستہ وہ بازھنو بندھا ہوا
ہلکا پھلکا گوبی کے پھول کی طرح ستلون چڑھ۔ پھر چھی پنڈلی تک پہونچایا گیا۔ مُنہ کا رال
رابڑی بنا۔ اور کوئی چیز حرکت۔ پوڑی بنی۔ سانپ کی پھُنکار زیور کی جھنکار کی نور ظلمات
میں بحث و تکرار شروع ہوئی۔ کلجگ نگری میں بعالم خموشی مستانی گیت گاتے ہوئے پینگھ مار
مار کے ہنڈولا ڈھولنے لگے۔ کشتی لنگر انداز ہوئی۔ لوگوں کو سُنا سُنا کے یہ کہنا شروع کر دیا۔
کہ واذکروا اللہ قیاماً وقعوداً ولیلاً ونہاراً ان اللہ بصیرٌ خبیر۔ فحوائے دگر اینکہ روبدا روبدا آ
کلورافارم سونگھ سونگھا کے عہدِ بلجہر کا بھی ارتکاب شروع ہوا۔ نسوان المعطاء گرفتار ہوگئیں
اس کا نام معراج رکھا گیا اور خود کو مہاالدین اور موید الملتہ کہلوانے کا طریقہ نکالا۔ ہر آنے والیکو
نصیحتہً یہ کہا جاتا ہے کہ بقیتہُ اللہ خیرٌ۔ یعنے اے لوگو اطاعت اللہ بہت اچھی بات ہے۔ اور وہ
اطاعت ہماری ہے گویا ہمیں خدا ہیں۔ دیکھو اس شیخ نجدی مردود کی شرارت کو کہ خود کو کہاں
سے کہاں تک پہنچایا۔ اور ایسے تعلق کے ساتھ دوسروں کی مذمت کرتا ہے کہ لوگوں پر ایسا
ظاہر ہو کہ یہ اکدم معصوم ہے۔ اسکو بالکل دُنیاداری معلوم نہیں اور ہر چیز کو ایسی دُزدیدہ نگاہ سے
بچشمِ عمیق دیکھتا ہے کہ اپنے فن میں خود ہی اپنا نظیر ہے۔ ایسی حالت میں چند روزہ کرندۂ خود کو

حقیقت

مریض مشہور کردیا کہ بیت الخلا میں گر پڑا یا چنین و چناں طریقہ سے مین مقام پر چوٹ آگئی ہے۔ حالانکہ
وہ چوٹ اور زخم اس کے کرتب کی نشانی ہے۔ چنانچہ کچھ اوس کے آس پاس کے بھی لوگ سمجھتے
ہیں۔ مگر بہت لوگوں میں سے کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کسی نے کہا کہ اگر احبائے
التماس ہو تو خنکا نصیب ہمارے وہ یہ ہے کہ آں حضرت اکیلے دو کیلے رہتے ہیں۔ اگر کوئی خاص
طور سے ہمدم و ہمنفس بھی ہو تو کیا اچھی بات ہے آخر یہ سبھوں نے ایسا ہی کیا ہے اور پہلے آپ
بھی ایسا کر چکے ہیں۔ کہ ارلاد وجہ ہے اس پر شیخ مُتَنَبّی صاحب بول بیٹھے کہ بابا مجھ بوڈھے کو یا ادھیڑ
کو جس میں اب کچھ باقی بھی نہیں [illegible] ہے کون بیٹی دیتا ہے پھر تو جواب دینے والوں نے فوراً جواب
دیا کہ بابا تز داد تجوال ڈنگا پوے کمال [illegible] سے کیا معنی کہ ہزارہا باکرہ بکر نگاہ مل سکتی ہیں۔
بابا بہت [illegible] لوگ تیار ہیں۔ [illegible] شیخ نے کہا کہ متر ضنی بارضائے الٰہی ہوں۔ اگر اوس کی یہی
مرضی ہے تو خیر کچھ [illegible] الرجال لباس النسوان والنسوان لباس الرجال لیکن اگر جلدی کیجائے
تو زیادہ مناسب ہے گا کیونکہ ہم کو بہت تکلیف ہے۔ مگر [illegible] طور سے نہ کہا کہ خود خدا کہتا ہے یا اپنے مخاطبین کے ان دو
میں سے کسکی رضامندی کو رضائے الٰہی سے منسوب کرتا ہے غالباً خود کی رضامندی کو منسوب کیا ہوگا بہرکیف
بالآخر چناں شد کہ بہتیری حوراء حمراکی طرف سے قطمیر ورطب قبول کرنے کو درخواست کیگئی جو بہت
ہی قابل پیش و تعیش اور بسلکی البدین نظر آئی۔ اوس کو بسٹ [illegible] قبول کر لیا اور طعام ولیمہ کے بہانہ
لوگوں کی بہت سی چیزیں منگوائیں اور ہڑپ کر گے مہمانوں کو کلورا فارم سونگھا کر بہت سی چیزیں لے لیں۔
جب دونوں میاں بیوی ہم مزاج ہوئے تو الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون
للخبیثات کے معنی کمل ہوئے۔ کہ وہ شیخ نجاری ہی کی طرح [illegible] حرافہ نکلی اور اوس کی جا مجری
ہوکر اپنے میکہ کا گھر بھرنا شروع کر دیا۔ اسکے جمیع خطایائے خفایا کو سراً وضراً ظاہر کرنا شروع کیا۔
اوس میں کچھ مراترا اجترار برافتراء کی بھی امیزش کی گئی۔ کہ ای شیخ بچہ ابلیس تو ہلاک اللہ و بلاک واللہ
کرنا شروع کیا۔ مگر وہاں کون سنتا ہے وہاں تو اوس کے سارے پیروکار بدخلق ہیں کہ جو شیخ پر
ایمان نہیں رکھتا لڑنے کو تیار رہتے ہیں۔ جورو جو ملی تو وہ بھی لچی ملی۔ آخر کار علالائے شکیبائی جیکی
میں اختیار کی۔ سب مُتَنَاے مُہنا اور ہمائے مستعذب خوشگوار بھول گئے۔ دمبدم اوس سے مرتجی [illegible]
سنت ہوتے میں وہ پروا نہیں کرتی کہتی ہے کہ میں حبشی پسند ہوں کچھ کبشی پسند نہیں تو وہ تیری ثیبہ جو طاہر ہے اوسی ثیبہ کو
اور ظاہرہ بناؤ کہ ان سب باتوں سے اگر شیخ نجدی پہلے اصحاء سے تھا تو اب ضرور من مرضائے
سبع امعاء ہو گیا۔ غمرات الموت میں مبتلا ہوا۔ رفتہ رفتہ اوس حرافہ نے داروئے بے ہوشی استعمال

کراکے دفعۃً بہت سا اسباب گھر سے نکلوا دیا۔ جب شیخ متنبی صاحب ہوش میں آئے۔ تو اُماں اُماں کرتے ہوئے۔ اوسکو لئے دِئے ساز و سامان کے ساتھ چار ابرو کا صفایا کئے ہوئے کوچ کرنا چاہا۔ تو سارے اولیاء و انسباء۔ اخلاّء۔ احبّاء و صحباء۔ اکفاء۔ الفاءٔ اصدقاء شرکاء اور رفقاء و غیرہم وغیرہم تقسیم اموال کے مستدعی ہوئے شیخ صاحب اپنی چوکڑی بھولے۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اون کے سامنے کچھ تدبیر نہیں چلتی۔ آخر میں مالِ حرام بود بسوئے حرام رفت کا مضمون ہوگیا۔ شیخ صاحب کے بال بچے بس از خرابی بصرہ بیدار ہوئے۔ مگر کچھ ہاتھ نہ آسکا یونہی رہ گئے۔ کوئی اون کا حمایت و احتماء کرنے والا نہیں رہا۔ اوس کے چیلے چنگڑے اوس سے زیادہ اوستاد نکلے کہ ایک تحیہ کے دام میں گرفتار کراکے سب مال و مطاع پر قابض ہوگئے۔ وہ مکّاری میں اس سے بھی زیادہ اعلےٰ نکلے۔ اون کا یہی مقولہ ہے کہ مکر سے زر پھلتا ہے چنانچہ اگر نہ پھلتا۔ تو آج یہ بات نہ حاصل ہوتی دنیا اسی کا نام ہے جو دُنیا میں رہ کر دُنیاداری نہ کرے نرا بے وقوف ہے لو اب اس جگہ اچھی طرح سے دیکھ لو کہ ہر عبد نمونہ ہے اپنے معبود کا۔ ہر بیٹا نمونہ ہے اپنے باپ کا۔ ہر شاگرد نمونہ ہے اپنے اوستاد کا۔ ہر مرید نمونہ ہے اپنے مرشد کا۔ ہر امت نمونہ ہے اپنے نبی کی۔ ہر رعایا نمونہ ہے اپنے راعی کا۔ خدا نمونہ ہے اپنی خودی کا۔ تو خدا کی قسم خدا کے ملنے سے عقل زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ آدمی ہوش میں آجاتا ہے۔ ہرگز ہرگز بے ہوش نہیں ہوتا۔ اگر خدا بے ہوش ہے۔ تو یہ بھی بیہوش ہوگا۔ کیونکہ خدا کے یہاں بے شمار اقسام کے خدا ہیں جو جس قسم کا خدا چاہتا ہے اوس کو اوسی قسم کا ملتا ہے۔ اگر ہوشیار ہے تو ہوشیار خدا چاہتا ہے اگر بیہوش ہے تو بے ہوش خدا چاہتا ہے۔ اگر گنہگار ہے تو گنہگار خدا چاہتا ہے۔ اگر دجال ہے تو دجال خدا چاہتا ہے جو اصلی ہے وہ اصلی خدا چاہتا ہے۔ اصل سے جدا نہیں ہوتا۔ ایسواسطے اَلْقَم کہتے ہیں۔ کہ اون اصلی کا خدا اپنا خدا ہے۔ کیونکہ دوسرے کا خدا خود کو کام نہیں آتا۔ بس دیکھو ہوشیار ہوجاؤ کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

لیکن اب یہ کیونکر معلوم ہو کہ کون بھلا ہے اور کون بُرا تو تم خود اپنے کو دیکھ لو کہ اگر تم اعلیٰ درجہ کے اچھے ہو تو تم کو اعلیٰ درجہ کا اچھا ملیگا۔ اگر اوسط درجہ کے ہو تو اوسط درجہ کا ملیگا۔ اگر ادنےٰ درجہ کے ہو تو ادنیٰ درجہ کا ملیگا۔ اگر کسی درجہ کے لایق نہیں ہو تو کسی درجہ کا نہیں ملیگا۔ اگر سب درجہ کے لایق ہو تو سب درجہ کا ملیگا۔ اگر ان سب درجوں کے علاوہ اخص الخاص درجہ کے لایق ہو تو اخص الخاص درجہ کا ملیگا۔ لیکن اگر ایسے اخص الخاص کو عوام الناس میں ڈھونڈوگے تو البتہ غلطی واقع

ہوگی۔ کیونکہ ؎

زشت پوشیدہ بماند بلباسِ نیکاں　　　تلخ بادام چو در کسوتِ شیریں بادام

اس واسطے تم خود دقیق الفہم صافی العقل۔ اخوان الصفا ہو کر سچے عشق کے ساتھ گھر میں رہو۔ کہ اوس عشق کے زور پر جو آکر گھر میں ملے۔ پھر دل میں ملے وہ بالکل سچا ہے۔ جو در بدر مارا پھرتا ہے وہ ششدر رہتا ہے۔ اوسکو یکدری نہیں ملتی۔ کہ جھوٹے سچے کی تمیز کر سکے۔ اسی کو دوسرے لفظ میں پھٹکار کہتے ہیں۔ کہ اچھے برے نورانی و ظلمانی کے تمیز کی قوت چھین لی گئی۔ کہ اس دوربین کے چھن جانے سے ساری نعمتوں سے محروم ہوگیا۔ کہ دوسرے لفظ میں ملعون کہے جانے کا مستحق ہوگیا۔ تو وہ ایسا شیخ ملعون جسکو دجال کہنا چاہئے اوس کا یہی مقولہ رہتا ہے کہ کُلٌّ شیٍٔ مِن عند اللہ + پس ہم بھی چور اور دجال نہیں ٹھیرے کیونکہ جو خدا کو ٹھیانا چاہتا ہے وہ بڑا چور ہے غرض کہ یہ تو ایسے دجالین کے قوت ایجادیہ کا ذکر ہوا۔ ان پر لعنت بھیجتے ہوئے دوسروں کی قوت ایجادیہ کی حالت سنو کہ جس کو فنِ شاعری کا شوق ہے وہ فطرت کی چیزوں میں سے اپنی ہزل و غزل کے لئے تشبیہات و استعارات ڈھونڈھتا رہتا ہے اوس نے بھی اپنی شاعری کی مناسبت سے کچھ دلیل آمیختہ ضرب الامثال یاد کر رکھے ہیں کہ موقع و محل پر اوس کو پیش کرتا ہے + اسی طرح جس کو علمِ حکمت و نبوت کا لیل و نہار دھن بندھا ہوا ہے وہ شام و پگاہ اس کھلم کھلا کتاب اللہ بنامِ کتاب المبین جسکو جریدۂ روزگار کہتے ہیں اوس کو دیکھتا رہتا ہے۔ کہ سبحان اللہ کیسا وہ مظہرِ آثارِ قدرت۔ باتحاذ الموجودات بلا مواد ہے اور کیسا مظہرِ اطوارِ بدایعت۔ باحداثِ الکائنات بلا استعداد ہے۔ کہ بلا وجود البطائے اوقات۔ املائے قضا سے صحۂ سماء پر اور انشائے رہنما سے سطحِ فضا پر۔ اپنے نیچرل لٹر سے بخطِ طغرا مضامینِ نامتناہیہ مشیتہ رقم زد کر رکھا ہے کہ سب طلبہ کو طالب العلم بننا چاہے کہ یہ ملکوت السموات والارض جو مدرستہ الحکماء اور کتب خانۂ انبیاء اور تصنیفِ مصنفِ حقیقی ہے۔ اوس کو بغور و فکر اور امعانِ عمیق سے مطالعہ کرنے جائیں۔ کہ کیسا اوس فاطرِ مطلق اور قادرِ برحق کی قدرتِ قاہرۂ و سلطنتِ باہرہ کا جلوہ از عرش تا فرش پھیلا ہوا ہے کہ کوئی ذرہ نہیں جو اوسکی خورشیدِ عنایت سے جلوہ افروز نہ ہوتا ہو کوئی قطرہ نہیں جو اوس کے دریائے مرحمت سے پانی پی کے بہرہ اندوز نہ ہوتا ہو۔ ہر پتھر میں اوس کے انوارِ جلال سے شرارہ پیدا ہے۔ ہر رنگ میں اوس کے آثارِ کمال سے فوارہ ہویدا ہے۔ اپنی قدرتِ کاملہ کے زور پر تمام موجودات پر بہ نہایت علیم و خبیر ہے اور اپنی قوت کے شور پر ہمہ مفقودات پر بغایت رحیم و بصیر ہے کہ یہ دیکھتے دیکھتے اونکو یہ پتہ لگے۔ کہ اس

تفکرات

کتاب اللہ کا استفتاحِ کلام کہاں سے ہوا ہے۔ حاشیہ اور نوٹ اس کا کس زاویہ میں مسطور ہے۔
فہرستِ مضامین کیا ہے دیباچہ کا بیّنات میں کیا کیا مضامین مرقوم ہیں۔ اس کا ضمیمہ وتتمہ کیا ہے۔
اس کا لبِ لباب اور مخلص ملخص کیا ہے۔ اسبابِ تصنیف کیا ہیں کہ اس مُسمیٰ الکیان کی طرف متوجہ
رہنے سے قوتِ ایجاد و اختراع لطیف اور صفاتِ خَلق و خُلق پیدا ہو جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے
کہ محتاجی اور بھیک منگی نہ باقی رہے + انتظاماتِ دینیۂ و دنیویہ رُوحانیۂ جسمانیہ میں ترقی ہو + ہر قسم
کے جھگڑے سے نجات ہو۔ خوشی خوشی اوقات بسر ہوں۔ جب اوسکی ہدایت کو لوگ نہیں ماننے
تو زور دیتا ہے کہ سب کو ناگوار ہوتا ہے۔ سب لوگ دشمن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ سب کا مصلح ٹھیرا۔
اس واسطے مخالف ٹھیرا۔ مخالفوں سے دجّال ومجنوں کہا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ سچا ہے وہ اپنی
حکمت ونبوّت کا حھر کر ہی چھوڑتا ہے اسی کو خاتم النبوۃ کہتے ہیں اوس ایسے شخص کو بجز اس
ربانی اور حقانی گیت کے کچھ یاد نہیں وہ یہ ہے کہ سبحان اللہ الذی لا الٰہ الا ہو مالک الملک۔ وحدہٗ
لاشریک لہٗ الملکُ ولہ الحمدُ وہو علی کلّ شئ قدیر۔ نستعیذ باللہ من شرور انفسنا۔ ومن سیّات
اعمالنا۔ ربّنا ولا تاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ ربّنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہٗ علی الذین من قبلنا
تفکرات
ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ۔ واعف عنّا۔ واغفر لنا۔ وارحمنا۔ انت مولنا۔ واثبت اقدامنا۔
وتمم علینا جمیع الحسنات والصالحات واتمم لنا نورنا ولا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا۔ وہب لنا
من لدنک رحمۃً مخصوصۃً وانصرنا علی القوم الکافرین۔ ایاک نعبد وایاک نستعین سبحان ربک
ربّ العزۃ عما یصفون وسلامٌ علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین + تو جو اوس کی ہدایت پر عمل
کرکے عشیاً وبکورا تمامی آسمان وزمین کے البم کی اوراق گردانی کرتا ہوا ایجاد کی طرف لگ جاتا ہے۔ کہ
لوگوں کو فائدہ پہنچے کہ اون لوگوں میں خود بھی ہے خود کو بھی فائدہ پہونچے تو قابلِ مدح وثنا ہو جاتا ہے چنانچہ
اگر وہ چیزوں کے آثار وخواص کی تحقیقات کی طرف رجوع ہو کر اوس میں سچے دل سے منہمک ہو رہا
ہے۔ تو ربّ الاشیاء سے وہ رب جس کو سائحات ومسیحات کہتے ہیں۔ وہ غدوۃً واصیلاً اوس کے
ساتھ لگا رہتا ہے کہ ذری سی چیزوں کی حرکت پر اوسکو متنبہ کرے کہ وہ اوس سے استنباط کرنیکی
طرف متوجہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ خیال تک اوس کا وہی اربابِ سمٰاہون سے بنجاتا ہے کہ خواب
میں بھی اشیا کے آثار وخواص کے مسئلہ پر لکچر دیتا ہوا اوس کو خوش کرتا رہتا ہے کہ بہت سی چیزوں کی
سچی تحقیقات خواب سے معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ جو من میں بستا ہے وہی سپنا دیکھتا ہے تو چونکہ یہ

ملے ذرشتۂ اخبار

حقایق الاشیاء کے پیچھے بڑے سچے دل سے پڑا ہے۔ اس واسطے اسکی روح فانی فی الاشیاء ہوجاتی ہے۔ جس وجہ سے اونکے خواص و آثار کی انیس ہمدم ہو کر چیزوں کی تحقیقات کرتی ہوئی اوسکو اطلاع دیتی ہے کہ یہ ہیکل لحمی اوس کا اوسکے معلومات کو درج دفتر کرے۔ ورنہ بغیر ان میں داخل ہوئے ہرگز روح کسی چیز کی حالت دریافت نہیں کرسکتی تھی بس اسی درک و ادراک سے وہ دفتر تحقیقات اوس کا ڈاکٹری کی ایک کتاب ہوجاتی ہے۔ جس سے کبھی ڈاکٹر بنجاتے ہیں۔ تو اب دیکھو کتنا اوس نے ثواب کا کام کیا کہ ہزارہا کبھی ڈاکٹر بن گئے۔ اون کو دشمن مفلسی سے بچایا۔ ہزارہا ہزار زکات سے بڑھ کے اوس نے زکات بخشی کی۔ کروڑ ہا کروڑ مریضوں کو شفایاب کیا۔ مردہ کو زندہ کیا۔ جب تک اوس کی تحقیقات کردہ دوا رجاری ہے اور لوگوں کو شفا ہو رہی ہے مسیحا کا کام کر رہا ہے۔ تو جس نے ایک کو زندہ کیا۔ اگر اوس کا بس چلتا تو سب کو زندہ کرتا لہذا اوس نے سب کو زندہ کیا۔ سب کے حق میں مسیحا ہوا۔ پھر کیسا مسیحا ہے کہ مرجانے پر بھی لوگوں کو زندہ کر رہا ہے۔ گویا کہ خود زندہ ہے۔ پس موتی ہونے پر بھی یحیی رہا۔ سارے اطبا اور ڈاکٹر کا اوستاد ہے ؎

عبادت بجز خدمت خلق نیست بہ تسبیح و سجادۂ و دلق نیست

تو ایسے مبارک خدمتگار پر جو اپنے ساتھ ایک نسخہ بھی چھپا کے نہ لے گیا ہو۔ اوس پر درود پڑھنا چاہیئے۔ اوس پر سے تمام استخوان قبور و قبور پرستوں کو قربانی دینی چاہیئے۔ نہ کہ اوس کی اس خدمت عالیہ کا بدلہ یہ ہو کہ کافر کہا جائے۔ جہنم واصل ہو۔ پھر تو بخشو بی بی بلائی۔ طوطا لنڈیرا ہو کر جیئے گا۔ ایسے ظالم خدا سے کیا کام جو ہر حال میں ظلم کرے۔ تو اے تو بخس قوم! اپنی جگہ پر سر پٹکے جھک مارنیوالی!! تو اپنی جگہ پر جھک مارا کر!! تیرے جہنمی کہنے سے کوئی جہنمی نہیں ہوتا۔ بلکہ تو اس کہنے سے خود جہنمی ہوگی۔ اور تیرا جہنمی کہا ہوا ہمارے یہاں بالکل مقبول ہے۔ مگر یہ کچھ قید نہیں کہ تو جس کو جہنمی کہا کرے۔ خواہ مخواہ وہ ہمارے یہاں مقبول ہوجایا کرے۔ بلکہ عدلاً و انصافاً جو ہمارے یہاں مقبول ہے ہمیشہ مقبول رہیگا + جو مردود ہوچکا ہے ہمیشہ مردود رہیگا + تو یہ موجد ادویات بالکل مقبول ہے بلکہ جس قدر یہ خدمت خلایق میں چست رہیگا اوسکو فائدہ پہونچاتا رہیگا + ہمارے یہاں مقبول ہوتا جائیگا۔ تو چونکہ خود بھی خلایق میں داخل ہے اس لیئے خود کو بھی فائدہ پہونچاتا رہیگا۔ تو یہ فائدہ ہی ہوا کہ اس سبب سے ہمارے یہاں مقبول پر مقبول ہوتا جارہا ہے۔ تو جو مقبولیت کی کوشش کرے وہ زیادہ مقبول ہے + تو اب اگر ان مقبولین میں سے کسی مقبول نے خدائی

بعدَ خانِ مطحن یعنے آلۂ آرد سائی ایجاد کیا کہ آنِ واحد میں ہزار ہا من آٹا تیار ہو جائے کہ کسی جاندار کو
آسیا گردانی کی محنت نہ پڑے۔ اور آٹا ارزاں ہو جائے تو کیا اوس نے گناہ کیا؟ اگر نفع رساں گنگار ہوا
کرتا ہے تو جسقدر چیزوں سے نفع پہنچتا ہے سب جہنم کے کندے ٹھیرے اور ہادی و رہبر
تو قطعی جہنمی ٹھیرے اور تیرے ہاتھ پاؤں اور زندگانی تو یقیناً جہنمی ہوئے تو سب کام بھلے کے
لئے کیا گیا ہے اس واسطے یہ سب برا ہوا کہ جہنمی ہو گیا + بس تو اے نیکو کاروں کو جہنمی کہنے والا
نطفۂ حرام جہنمی! دیکھ تیری کس قدر خطائیں ثابت کی جاتی ہیں کہ یہ سب خطائیں خطا نہیں بلکہ جرم
ہیں تو اس جگہ صرف تیرے وہ سب جرائم جو اس جرم کے متشابہ ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ
اگر انہیں مقبولین موجدین سے کسی مقبول موجد نے کوئی ایسا آلہ ایجاد کیا جس سے دودھ خالص
اور غیر خالص کی آزمایش کی جائے جس سے پانی پانی الگ دودھ۔ دودھ الگ ہو جائے جس کو
محلابۂ مقیاس الحلیب کہتے ہیں۔ تو گویا اوس نے سارے بدنیت دُکان کی بدنیتی کی تدارک و ہدایت کی
نایب النبی ہوا۔ اس فعلِ بدنیتی کے صدور کو روکا سب کے گھر خالص دودھ گھی پہونچایا۔ تو ثواب
کا کام کیا نہ کہ گناہ کا۔ پھر وہ کیسے گنہگار ہو سکتا ہے؟ اس ایک کام سے اوس کے ہزارہا گناہ
معاف کئے گئے + چنانچہ اب اگر اوس نے یا اوس کے کسی ہمخیال نے شیئاً فشیئاً کر کے صفائی
ارض و بیت الخلا کے لئے کوئی ایسی شئ ایجاد کی جس کو مکناس کہہ سکتے ہوں۔ جس سے
بالا بالا تہ خانہ کے طور سے صفائی کر دی جائے کہ دیکھنے والے کو تکلیف نہ ہو تو کیا اوس نے جرم
کیا؟ پھر وقتً بعدَ وقتٍ۔ احیاناً واقعات کے دریافت کرنے کا آلہ خواہ کوئی ہنر یا علم ایجاد کیا کہ
لوگ آفاتِ آسمانی سے محفوظ رہ سکیں تو کیا اوس نے قصور کیا؟ چنانچہ اونہیں اقسام سے میزانِ
الانہار یعنے واٹر لسٹ اور مقیاس الہوا اور معیار التنزلزل ہے۔ جس سے بچہ بچہ نوح کے مقابلہ کی
نبوت خیز طوفان وغیرہ کے متعلق خبر دیتا ہے رصاد اور مسمریزم جسکو مکاشفہ کہتے ہیں اوس سے
دوسری چیزوں کی خبر دیتا ہے بچہ بچہ نبوت کرتا ہے یہ سب احمق کے آگے عقلی معجزہ ہے
تو کیا اس میں جہنمی ہونے کی بات ہو گئی؟ پھر تو جس نے جنّت و جہنم حشر و نشر و قیامت و عدالت
اور ذاتِ باری کے بارہ میں خبر دی ہو نرا جہنمی مذموم و مدحور ٹھیرا + ازیں قبیل اگر کسی نے غداً بعدَ غدٍ
کر کے منیاطیعنے آلۂ دوزندہ تیار کیا جس سے خیاطوں کی آنکھیں بچیں۔ کپڑا جلد سلکر تیار ہو جائے۔
تضیعِ اوقاتی کو دخل نہ ہو تو کیا اوس نے تقصیر کی؟ آخر کسی نے کسی وقت میں سوزن پہلے ایجاد
ہی کی ہو گی نہ کہ آسمان سے ٹپکی ہو گی + اسی طرح ساعتہً بعدَ ساعتہٍ کسی نے مقیاس الاوقات

ایجادات

بنایا جس سے ہمہ آن اوقات دریافت ہوتے رہیں تو کیا اُسنے خسارا کی بات کی؟ پوسٹ آفس کا انتظام کیا گیا کہ ایک پیسہ میں گھر بیٹھے ہزار ہا کوس سے خبر منگوا کر تسکینِ قلب کر لی جائے۔ جہاں کوئی چاہے ضرورت کے مطابق روپیہ بھیج لے تو اس انتظام و اصلاح اور آرام رسانی پر کیا ظلم کی بات ہو گئی۔ اے محسن کُش لعسان فراموش۔ حرام زادو ہم تم نے انتظام و اصلاح و فلاح کا نام کفر و بے دینی رکھا ہے۔ بہت اچھا ابھی میں سمجھتا ہوں + پھر اسی طرح یونا اور بعض یوم کرتے کراتے کسی نے مطرقہ ایجاد کیا جس سے طریق الواضح بہ آسانی بنا سکیں۔ راہی بٹوہی کے خطرہ کی جگہ نکل جائے صراطِ مستقیم ہو جائے۔ بیچ میں قاطع الطریق۔ لیے۔ شیاطین کے نیچے نہ ہوں۔ تو کیا مردودیت کا کام کیا؟ تمام راستوں پر روشنی کا انتظام کیا گیا کہ کوئی اندھیرے میں ٹھوکر نہ کھائے۔ سانپ بچھو۔ چور۔ چکار کا خوف نہ ہو تو کیا ارتکاب جرم کیا۔ چاروں طرف پولس کا پہرہ کھڑا کروایا گیا کہ کوئی کسی کو نہ ستائے تو کیا اس میں حماقت کی بات ہوئی + مرۃً بعد مرۃٍ کر کے ایک ایسا پیچ وکل ایجاد کیا گیا کہ چشم زدن میں غلبہ رانی ہو جائے بڑا سے بڑا تالاب کھُد جائے + اوس کے ذریعہ سے بہت دُور دراز تک بارش زنی کرائی جا سکے۔ تمام چرند و پرند۔ انسان و حیوان سب کو نفع پہونچے قحط سالی سے مقابلہ نہ کرنا پڑے تو کیا اوس میں گناہ و ملعونیت کا کام کیا گیا؟ جا بجا پُل بنوا دئے گئے۔ نہریں بنوا دی گئیں۔ آبرسانی کا نیچ کھولدیا گیا تو کیا بے جا کام کیا گیا؟ تمام باغ بخشے سبزہ کا انتظام ہوا کہ جاندار کو آرام پہنچے تو کیا تہلکہ کی بات ہوئی؟ الآن ملآن کر کے منفخ ایجاد کیا گیا کہ دم زدن میں ہزاروں من پنبہ منفوش کر دیجائیں تو کیا اس میں ایذا رسانی کی بات ہوئی؟ اگر اس حسد سے تم کو ایذا پہونچے تو یہ تمہاری طرف سے ہے نہ کہ اوسکی طرف سے۔ بہمیں عنوان مرۃً بعد اُخرہ مکینات ایجاد ہو گئے۔ کچھ اون میں سے مبراد بنا کہ آتش زدگی کا عالم اوس سے بارد کیا جائے۔ تو ایجاد کرنیوالے نے کیا تمہاری ہستی میں آگ لگائی؟ بادہوائی پون لوٹ کے جگہ اگن بوٹ بنائی گئی تو کیا خانہ خرابی کی بات ہوئی؟ مراراً بعد مرارٍ مقیاس البول۔ مقیاس النبض مقیاس البطون والارحام مقیاس الحرارۃ مقیاس البرودۃ۔ خردبین و دُوربین۔ قطب نما۔ جہات نما۔ آلۂ گلتراشی و آب پاشی۔ آلہ صابون سازی۔ برقی باد آہنگ۔ بادی آب کش یثقال و مجلاب جس سے وزن اُٹھاتے ہیں اور مطبع جس سے علم کی ارزانی ہے جہالت دفع ہوتی ہے۔ گھر بیٹھے جہان بھر سے بحث ہوتی ہے۔ اسی طرح مقیاس القرطاس۔ برقی روشنی۔ مسراج وطرز عبادت اور لکڑی۔ پتھر اور ہڈی جوڑ دینے کے بہت اچھے اچھے مصالحہ اور دوا نش کہ بالعموم لوگوں کو فائدہ پہنچے

اختراعات

تمام زینت وآرایش سے لوگوں کا دل خوش ہو کہ یہ سب فواید میں داخل ہیں۔ بلکہ حصولِ خوشی کا دوسرا
نام فائدہ ہے۔ تو ان سب چیزوں کے موجد نے کیا سب کا گھر اوجاڑا؟ پھر تو خالق زیادہ گنہگار
قرار پائیگا۔ اگر خالق گنہگار نہیں تو موجد جو اوس کا ظل ہوتا ہے وہ کس طرح گنہگار ہوگا؟ ہرگز گنہگار
نہیں۔ چنانچہ دیکھو اون موجدوں کے احسانات کو غور کرتے جاؤ کہ اونہیں موجدوں میں سے
کسی نے یہ ترکیب ایجاد کی کہ برسوں تک پھل۔ مچھلی۔ روٹی ربسکٹ۔ کاک امانتہً رہ سکتے ہیں
ہر طرح کی غذا۔ دودھ۔ گھی۔ مکھن اور دیگر اشیاء مضبوط ومربوط رہتی ہیں کہ آدمی کو سفر وحضر میں
کام آئے۔ آنکھ میں عیب ہے تو اوس عیب کو نقلی آنکھ سے دفع کر دیا ہے۔ دانت میں عیب ہو یا
الکدم دانت ہی نہ ہو تو وہ بھی بنا کے پیش کر دیا ہے۔ چونٹی کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے مصنوعی
چونٹی بنادی ہے جس کو واصلہ اور کُسمہ کہتے ہیں۔ اسی طرح ڈاڑھی موچھ بنادی ہے۔ صرف
ایک رُوح پھونکنی باقی رہ گئی تھی۔ وہ بھی جزواً کر چکے ہیں کیونکہ جو میڈیم اور معمول بنا کر بے ہوش
کر سکتا ہو وہ ہوش میں بھی لا سکتا ہے تو اسی ہوش اور بیہوشی کا نمونہ موت وحیات ہے کہ وہ بھی
بیضہ کے ذریعہ سے کیا گیا ہے۔ مگر اوس کا اصلی حق ان موجدوں کے آقا کا ہے کہ وہی روح
پھونکا کرتا تھا تو چونکہ لوگ اوسکے لونڈی غلام بنامِ اُمت کہے جاتے ہیں۔ جنہوں نے کبھی
اپنے آقا سے ہرگز ہرگز گستاخی نہ کی اس لئے اوس نے ان لوگ میں حکمت وحکومت عقل ودانائی
کی روح پھُونک رکھی ہے مگر جو سب نعمتوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ اس کفرانِ نعمت سے بیشک
کافر کہے جانیکے مستحق ہیں (ان) میں اقسامِ ارواح سے نسلاً بعد نسلٍ روح خبیثہ منفوخ کرادی
ہے کہ اوندھی سوجھا کرے۔ کہ نجاست وظلمات وبدبوئی میں رہنے کو سجن المومن سے تعبیر کیا کریں
تو بھلا یہ کسقدر صریحی ظلم کی بات ہے کہ اچھی چیز بھی بُری کہی جائے۔ جسکی بہت سی مثالیں گذر چکیں
ازاں جملہ یہ بھی ہے کہ جس نے ٹیلیگرام۔ ریل گاڑی ایجاد کیا اوس نے کس قدر تمام ستور ومطایا اور
انسان کے ساتھ ہمدردی کی ہے کہ وہ بیچارے حمالی سے بچے۔ تکان وپریشانی سے محفوظ رہے
لوٹیروں کا خوف جاتا رہا۔ ہر جگہ کھانا پانی موجود ہے۔ سیر وافی الارض کا راستہ کھولدیا۔ طوائف الملوکی
کو بیخ وبن سے کندہ کیا۔ اب اوس ایجاد کرنے والے کو کوئی برا کہے۔ یا کسی ملک میں جاہی ہونے
کو باعثِ کلفت وضعف ومفلسی سمجھے تو کس قدر راندۂ درگاہ از عقل ودانائی وعقلِ کل ہے۔
وہ اور اس کے سارے ہمخیال اور اُسکی ساری قوم کی قوم مردود ہے۔ کیونکہ ؎

چو از قومے یکے بے دانشی کرد نہ کِہ را منزلت ماند نہ مِہ را

مگر جس قوم نے اس کو ایجاد کیا اور فروغ دیا دنیا کو آراستہ و پیراستہ کیا مصلح العالم ہوی وہ البتہ نایب النبی ہے بمیراث السموات والارض اوسی کے لیئے ہے وہ قید وبندہ وبندہ حماقت نہیں بلکہ مالک ہے بندہ عقل ہے اوس کے طفیل میں اوس کے صدہا پشت کے گناہ معاف کیئے گئے اور کیوں نہ ہو کس لئے کہ اگرچہ کوئی اس کے اس احسان کا بدلہ تشکراً ادا کرے یا نہ کرے مگر اوسکی آسایش خود ہی خفیۃً زبان خموشی سے داعی بہ دعاء خیر ہے جسکی اوسکو اسی طرح خبر نہیں ہے جس طرح اس کو اپنی روح کی خبر نہیں + پس ازیں قبیل ان کفاروں کی کفران نعمت کی بہتیری شکایتیں ہیں اور اون موجدوں کی ایجاد کی بہتیری حکایتیں یہ ممنون ہیں اور وہ ملعون کہ دونوں کی ممنونیت و ملعونیت کی حالت بہت سی جگہ اپنے موقع ومحل پر بیان کی جائیگی + یہاں پر اب یہ کہدیا جاتا ہے کہ اون موجدوں کو یہی یاد ہے کہ اِنَّ فِی ذَالِکَ لَاٰیَاتٍ لِقَوْمٍ یَتَفَکَّرُوْنَ ۔ تو اب اس آیت پر غور وفکر کرنی چاہیئے کہ کس قوم نے غور وفکر کرکے مہمتہً ومکادۃً چیزیں ایجاد کی ہیں وہ قوم کی قوم دوسری صدئی عیسوی سے لیکر چھٹی صدی تک معاف کی گئی ۔ پھر آٹھویں صدئی عیسوی سے لیکر آج ۱۹۰۶ء تک کی معاف کی گئی ۔ آگے کی معافی تعمیل فرمان ہذا پر حصر رہیگی + پس شرف الامم وہی ہے جو مشرف ورُحم ہو ۔ لیکن یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ سب ترقیاں کس اوستاد کی برکتِ قدم سے ہوئی ہیں ۔ تو وہ اوستاد وہی اوستادِ اول ۔ جو محیٔ وممیت خالق السموت والحیات بنامِ علیلی آیا ہوا تھا ۔ اوسی کے قدم کی برکت سے سمجھنا چاہیئے کہ پھر اوسی کے قدم کی برکت سے اوس کا ایک ادنی عبد اُمی لقب بھیجا گیا ۔ جس نے ایک قانون بنا کر نیچر کے مطالعہ کی طرف متوجہ بوجہِ وجوہ ہونے کی ہدایت کی تھی جس سے لوگوں کو اتنا فائدہ پہنچا ۔ تو اب اوس کو ضرور سب کا محسن وحاکم ہونا چاہیئے کہ ایسا وہ رحمۃً للعالمین قرار پایا کہ جس کے آنیکے بعد تمامی مویشی اور انسان کو آرام پہنچا ۔ دنیا میں ایجاد وزینت وآرایش کا بازار کھلا تو عبد یا رسول خواہ رحمتہ للعالمین بننے کی بھی کسی میں قدرت نہیں یہ بھی علیلی ہی کی شان تھی ۔ کہ خود کو ایسا بھی بنا چھوڑا ۔ کیونکہ اوس کی شان کچھ ایک قسم کی تو ہے نہیں وہ تو بالکل زنگارنگ ہے ۔ بلکہ زنگارنگ میں بھی ہمیشہ کے لئے مقید وبندہ نہیں ۔ تو جس محمد کردہ شدہ شان سے اسقدر خلق اللہ کو فواید پہونچیں وہ البتہ ہمارا محبوب عزیز ہے ۔ بلکہ علین ہم ہی بن گیا ہے ۔ پھر اوس ایسے محمد المحمود کرم فرمائے زمانہ کے طفیل میں ہزارہا ہزار نسلِ انسانی کیا معنی کہ کروڑہا کروڑ بخشدی جائے تو بعید از رحمت اللہ نہیں ۔ اور اگر نہ بخشی جائے تو یہ بھی جائے حجت نہیں ؎

اگر بخشوں نہ ہے رحمت نہ بخشوں تو شکایت کیا ۔ سرِ تسلیم خم کر جو ہمارے دل میں آجائے

پس اگر موجدوں پر درود پڑھ کر شکریہ ادا کیا جائے تو اوس کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے جن کو مسلم کہتے ہیں۔ وہ مسلم بن کے شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ لیکن زبانی شکریہ سے دلی شکریہ فضیلت رکھتا ہے اس واسطے مفضول قوم زبانی مسلمین پر سرکوب کیجائیگی۔ اس میں چون وچرا کی گنجایش نہیں۔ لہذا اُن عیسائے محمد المحمود کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہونا چاہئے کہ

نظم

بنامِ حضرتِ یحیائے اعظم — کہ خود را میکند مسعودِ عالم
کہ خود ہی ہو محمدؐ اور محمود — بسا اوقات ساجد اور مسجود
محمد احمدِ محمودِ آدم — محمد سرورِ سردارِ عالم
محمد شافع ہر دو سرا ہے — محمد مالکِ ارض وسما ہے
محمد رہبرِ ملکِ بقا ہے — محمد کا وصی دستِ خدا ہے
محمد تاجِ فخرِ انبیا ہے — محمد خاص محبوبِ خدا ہے
محمد کی ثنا بے انتہا ہے — کریں جتنی وہ سب تھوڑی ثنا ہے
محمد کب خدا سے کچھ جدا ہے — کہ خود ہی عبد ہے خود ہی خدا ہے
محمد کی جو عترت پر فدا ہے — تو البتہ اوسے خوفِ خدا ہے
محمد ہی ہے موسیٰ اور عیسیٰ — محمد ہی ہے یوحا اور یحییٰ
محمد ہی نے توڑا کفر کا سر — محمد ہی نراین اور ہے نر
وہی ہے باعثِ تکوینِ عالم — وہی ہے باعثِ توہینِ عالم
علی جسمِ رسولِ حق کی جاں ہے — علی عرشِ خدا کا خطبہ خواں ہے
زمین اوس کی چہارم آسماں ہے — جہاں قندیلِ عیسیٰ کا مکاں ہے
علی بردوشِ احمد چشم بد دور — عیاں شد معنئ نورٌ علی النور
شہیدِ خنجرِ بیداد ہے وہ — انیسِ محفلِ گمزاد ہے وہ
یہ دونوں درجِ وحدت کے ہیں لولو — یکے اَنتَ دگر ہے اُس میں ہُوہُو
موانس جب ہوا منجانب الطور — تو چمکایا خدا نے اپنا پھر نور

اختراعات

۱؎ عیسیٰ ۱۲

ہوا فرعون حب سرکش سریعًا ‌‌ ‌ — فَاَغْرَقْنَاہُ مَنْ مَعَہٗ جمیعًا

عدو کو اوس کے اتنی کچھ سزا دی — جزا دی پھر سزا دی پھر جزا دی

درختِ حسن اوس کا بارور ہے — جو غرلی شمس ہے صرف اوس کا سر ہے

بُتِ بے مثل شکلِ نقشِ چینی — سہیلِ حسنِ شمعِ مہ جبینی

کزیں مہ پارۂ عابد فریبے — ملائک صورتے طاؤس زیبے

بسا اندر رحم یک قطرۂ آب — شود نہ ماہ را مہرِ جہاں تاب

دو چشمش تا بدانِ روحِ اعلیٰ — چو بر راسِ فلک قندیلِ عیسیٰ[1]

ہمیں قندیل شد مُسکّانِ عالم — نہ مُسکّان است بلکہ جانِ عالم

ہمیں قندیل رب الکائینات است — فروزندہ زعکسِ نورِ ذات است

پئے اوشش جہت چو لانگہِ برق — دلِ ہر ذرہ در جوشِ انا الشرق

بریں اظہارہا اندر حجاب است — حجابش خواجۂ زریں نقاب[2] است

زہے رزم است زنگیں از حسامش — خہے بزم است مشکیں از کلامش

نکور و تاب مستوری ندارد — زہر روزن کہ خواہد سر برآرد

زدریا موجِ گوناں گوں برآمد — زبے چونی برنگِ چوں برآمد

زعشقِ خود شدم شرمندۂ خویش — کہ خود را نام کردم بندۂ خویش

و انزلنا لکم مائً طہورا — اسی سے ہے یہ جنبُسرا اور تو را

دھرم سبھا میں ہے نغمہ سرائی — وان خفت الموالی من ورائی

کروں میں حمد کیا اپنی زباں سے — ولا یحصٰی علی اللہِ من الشئے

تو کریجیٔو بیاں میری زباں سے — بیاں کر تو نے جو سیکھا ہے ماں سے

یہ سیکھا ہے کہ تو ہی ہے وہ اک شاہ — وَمَا کَانَ لَنَا اَنْ نُشْرِکَ اللہ

اگر تو عبد میں معبود ہوتا — تو جتنا تجھ سے میں محمود ہوتا

بس اوتنا ہی سمجھ تعریف اپنی — کہ تو کرتا مری تعریف جتنی

تری تعریف کی کچھ انتہا ہو — تو البتہ ثناء کی ابتدا ہو

جہاں تک خود کو تو خود جانتا ہے — وہاں تک کوئی کب پہچانتا ہے

[1] عیسیٰ - [2] آفتاب ۱۲

سمجھ سے عقل سے باہر ہے جو شئے　اوسی کو لوگ کہتے ہیں خدا ہے
ترے معشوق کا یحییٰ ہے معشوق　اگرچہ تُو ہے خالق میں ہوں مخلوق
ترے محبوب کی اولاد ہیں ہم تو　تو کب اولاد ہے معشوق سے کم
تو ہم محبوبِ اُمّی ہیں مری جاں　مری جاں تُو ہے پھر میں ہوں تری جاں
مری ماں کی بزرگی تجھ کو معلوم　اگرچہ سر میں ہو۔ تو بھی ہے مفہوم
عموماً ماں کی عظمت تو عیاں ہے　مگر مردود لوگوں پر نہاں ہے
بزرگی ماں کی بس بے انتہا ہے　کہ جملہ خلق و خالق سے سوا ہے
بہنگامِ ولادت کیا مصیبت　اُٹھائی ہے مَعَاذَاللہ کلفت
یہاں تک دودھ تازہ تر پلایا　کہ مُنہ کو اوس کے چھاتی سے ملایا
کیا آگاہ پھر سب نیک و بد سے　بچایا بغض و کینہ سے حسد سے
ہر اک کے باپ ماں کو شاد رکھ تو　اونہیں اچھی طرح آباد رکھ تو
خدا کے واسطے ایسا خدا کر　کہ خلق اللہ سے مجھ کو جُدا کر
بہ تیغِ عشق کُن رنگین کفن را　زیارت کُن شہیدِ خویشتن را
کہ ہو اِک آہ سے دوچند آہد　بنے آنسو کا قطرہ عرقِ کا ہو
لئے پھرتی ہے بُلبل چونچ میں گل　شہیدِ ناز کی تربت پہ ہو قل
اُرِیدُ وِصَالَکَ اَتُرِیدُ ہجری　کہاں تک گاؤں میں فرقت کی کجری[1]
وانِ النعمتَ لی فَکَذا مرادی　کہ ہو یحییٰ کی جانی تجھ سے شادی
کہ پوچھو تم کہاں تھے یا حبیبی　کہوں میں انت لتعلم انت ربی
ہمارے پاس اک کوڑی نہیں ہے　ولا اہلی ولا مالی ولا شئے
کہ عاشق را نہ زر باید نہ دینار　اگر باید چہ می باید کہ دیدار
تجھے بھی اس کی کچھ حاجت نہیں ہے　تُو۔ لے لے جان اے جاں تو ہمیں ہے
اجازت سے تجھے اب جانتا ہوں　اجازت ہی سے اب پہچانتا ہوں
ولیکن سرِ مکنوں درکمین است　خدا او ندا خداوندی ہمین است
دلا تا کے دریں کارِ مجازی　کُنی مانندِ طفلاں خاک بازی

[1] ایک قسم کی برساتی گیت ہے ۱۲

ترحم بر پلنگِ تیز دنداں
ستمگاری بود بر گوسپنداں

خلقتَ ہذاہِ الارضَ و ہا ہا ہُو
ربّنا ک لفی یحییٰ اہا۔ ہا

قلوا بالیتنی کنت ترابا
و نحن نشربُ کاسًا شرابا

بترس از کیدِ ابن زالِ سیہ دل
کہ ہستی قید از انسان با گل

یہاں دولھن پہ ہے سہرا نہ مقنا
کلوا من طیباتِ ما رزقنا

چہ خوش وقتیکہ خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصلِ یارے

دریں امید ہائے شاخ در شاخ
کرھائے تو مارا کردہ گستاخ

سرِ سروِ و سرِ طوبا، و شمشاد
سرِ تسلیم خم کردہ پذیرا دہُو

زخم بر خود بذاتِ خود کشیدی
کہ ناداں را بصحبت برگزیدی

بیانِ پادشاہے را شنیدم
کہ دیدہ بارہا گفتا ندیدم

خداوندا بعصیاں شرمسارم
گنہگارم پریشاں روزگارم

زشب تا روز در فسق و فجورم
ز سر تا پا قصورم در قصورم

چگویم بہر خود چوں نیستم شے
گہے عکست شوم گہہ ظل و گہہ فے

تو دانی من ندانم ہیچ خود را
مرا کردی ز بہرِ خویش سترا

فنا فی اللہ میں ہو کر مرا ہوں
بنا بریں سہ شہ ہر دو سرا ہوں

کہا یحییٰ نے از عرشِ معلیٰ
اُٹھو سب از پئے تعظیمِ یحییٰ

اسے اپنی انانیت کی ہے فکر
انہیں افکار کی ہے اس کو اک ذکر

اسی میں سوجھتی ہے اسکو ترکیب
کہ ہر ایجاد ہے اس میں بہ ترتیب

کہ ثابت ہو گیا سب کچھ فنا ہے
انانیت میں خالی اک انا ہے

بیا یحییٰ مسیحائے روانم
عزیزم لختِ جگرم روحِ جانم

اگر اللہ و راز و درکمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

بجز یحییٰ کے جو کچھ ہے فنا ہے
انانیت کا دورہ در انا ہے

تو انانیت قدسیہ میں مستہلک ہونے والا گویا فنا فی الکل ہے وہ ہمیشہ اسی استغنا سے مستغنی ہوتا ہے کہ سب کے سب ایک دم سے نیک ہو جائیں یا سب کے سب ایک دم سے بد ہو جائیں۔ خواہ سب کے سب یک قلم نیست ہو جائیں یا سب کے سب یکسر مختلف ہو جائیں یا یک لخت جملہ

[illegible]

کے جملہ کو جیسا میں چاہوں ویسا کرلوں کہ ہر حال میں یکتائی رہے تاکہ از جز تا کل کے سبب الاسباب ہوں تو ہم ہوں۔ مرجع ہوں تو ہم ہوں علت العلل ہوں تو ہم ہوں منبع ہوں تو ہم ہوں اصل الاصول ہوں تو ہم ہوں جمع الجمع ہوں تو ہم ہوں۔ روحِ روح اللہ ہوں تو ہم ہوں جو ایک محض موہوم المعدوم پردۂ اسرار میں نامعلوم المکتوم ہوکر چھپے رہیں جہاں بجز اپنے کوئی دوسرا برآمد و باریاب نہ ہوسکے۔ جس کو ایک آہِ حسرتناک کہنا چاہئے۔ جو خصوصیت کی حالت میں الآہ کہا جاسکتا ہے۔ اوس کو بجز انی علیٰ کل شیٔ قدیر اور انی غنیٌ عن العالمین کے کچھ یاد نہیں۔ مگر جو حرامزادے۔ نطفۂ نجس کے نیچے۔ شیطانِ ملعون کی اولاد ہیں اون کو صبح و شام یہی سوچ پڑی ہوئی ہے۔ کہ کبھی خالق کی خلق و تخلیق پر اعتراض کرو۔ کبھی موجد کے ایجاد پر کہ فلاں ابنِ فلاں نے آسمان کا کام کرکے بارش باری کا کیوں انتظام کیا؟ اس کے لئے مشین کیوں ایجاد کی؟ دُوربین سے ارحام کی حالت کیوں دریافت کی؟ مریضہ کو مرنے دیتے۔ بینک کا انتظام کیوں کیا۔ لوگوں کا مال غبن ہونے دیتے۔ تجارتِ زرینہ نہ کرتے سڑک کیوں درست کرائی۔ سُنّت کے خلاف ہے لوٹیروں کو لوٹنے دیتے۔ عالم میں انتظام کی کچھ حاجت نہیں۔ حجامت وغیرہ کچھ نہ بناؤ+ اللہ کے کام میں اصلاح دیتا ہے ؎

حلاق ہر دو دست ترا قطع لازم است | اصلاح مے دہی خطِ پروردگار را

غرض کہ کچھ انتظام نہ ہو۔ مکۂ واہلامبول کی طرح بمپولس بنا دینا چاہئے کیونکہ خدا کا مال ہے۔ خدا خود کرلیگا۔ جو دل میں آئے کرو خوب کسبنے اور افیون اُڑاؤ۔ طلاق کے بہانہ عیش کرو۔ دیوثی کو فروغ دو۔ اسی کا نام سرِتسلیم خم کرنا یا اسلام رکھا گیا ہے جو اس کے خلاف ہوگا وہ کافر ہے بس ان مردود حرامزادے کافر کے بچوں کو بجز اس کے کہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ غفور الرحیم کے کچھ یاد نہیں۔ اسی طرح وہ چور جس کے استسراق کا نام اوپر استغصاب رکھا گیا ہے جو اس خیانت و سرقہ کو بھیک مانگنے پر ترجیح دیکے استغصاب کا مرتکب ہوکر فنِ دزدی میں بہت ہی بڑا ڈپلوما حاصل کرنے کی طلب رکھتا ہے وہ تمام مدت العمر اسی تدبیر میں لگا رہتا ہے کہ چوری کرنے کے لئے نو بنو ترکیبات ایجاد کرتے رہو کہ اس میں فروغ حاصل ہو+ تو کہیں اگر ایسے مسلوب العقل سے کسی کو کوئی مردِ کامل ملجاتا ہے تو چوری سے اپنی سیرۃِ اصلیہ کو چھپا کر اوس کے خزانۂ کمال سے کچھ سرقہ کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ کہ اگر اس کمال سے کچھ جزوِ کمال ہاتھ بھی لگ گیا۔ تو بجائے اسکے کہ اچھے محل پر استعمال کرے۔ اوس جزوِ کمال کو فنِ دزدی کا اوزار بنانے لگتا ہے۔ تو پھر اوس کو اختیار رہے۔ جیسے مسلک اور ٹیلیفون

سے ایکنے نوکر کو بلوانیکا کام لیا حیوانوں سے آواز سیکھنے کا کام لیا ایکنے اُس شیخ ملعون کیطرح اوس کو استعمال کیا - ایک نے
کلورا فارم سے ڈاکٹری کا کام لیا دوسرے نے چوری، کا ایک نے روح سے رحمانی کام لیا دوسرے
نے شیطانی - مثلاً اگر کسی مردِ کامل نے ایسے ملاعین سوارق سے یہ کہا کہ تم لوگ کو یاد رہے کہ اخراج النور
من الظلمات ہوتا ہے اور اخراج الظلمات من النور جس کی دلیل تم خود موجود ہو کہ صلبین والدین جو دو
ظلمات ہیں وہاں سے تم کس طرح آدمی بنکے آئے ہو مگر اس پر تم غور نہیں کرتے تو اب لو دوسری طرف
غور کرو کہ تکھی کو بھی سیاہ وسفید کر دینے کا اختیار دیا گیا ہے کہ سفید پر اوسکی غلاظت سے سیاہی ہوتی
ہے اور سیاہ پر سفیدی کہ اخراج النور من الظلمات کا نمونہ ہو جاتا ہے اسی طرح سونا - چاندی اور پیتل وغیرہ
بمقابلہ اپنی کثافت کے نور کہے جا سکتے ہیں مگر اون کی کثافت وخباثت کیسی اون میں سے میلی
کچیلی نکلتی ہے جسکو پورا ظلمات سے نسبت ہے تو اس کے علاوہ مارِ مشکین سے کس طرح کا نونما
سی الحیہ نمایاں ہوتا ہے - کہ اسی مثال کی طرح یہ بھی ہے کہ چہرۂ آتش سے کس طرح کا کل دخاں
سیہ رو نکلتا ہے پھر اوس دخانِ سیہ رو سے آتش کے پرکالے نکلتے ہیں - تمام کائنات نور و ظلمات
کا نمونہ ہے - اسی کو اخراج الظلمات من النور اور اخراج النور من الظلمات کہتے ہیں چنانچہ سُرمہ
اگرچہ کالا اور اندھیرا ہے مگر آنکھوں میں نور پیدا کرتا ہے - حتیٰ کہ تمہاری آنکھوں میں خود نور و
ظلم کی مثال موجود ہے اور تمام کائنات اسی اولٹ پھیر سے بھرا ہوا ہے + جس سے تم بے علم
ہو رہے ہو + اس لئے خیر الاخوان تم وہی ہے جو اپنے اخوان کی بہتری کرے تو جو تم سے محبت کریگا -
وہی تم کو بری باتوں سے بری کریگا - جو بری کرے گا وہی باری ہے - جو بچنے کی کوشش کرتا ہے
وہ ابرار سے ہے بلکہ وہ کوشش خود ہی ایک برِ عظیم ہے پس البر دافع البلیات + اور جو معرض عن
جمیع الامور ہے وہ اور بہتر از بہترین ہے تو جو کچھ ہو گا اپنے کرنے سے ہو گا - نہ کہ دوسرے کے کر دینے
سے - اگر دوسرا کر بھی دیگا تو اوس کے کر دینے کے لئے بھی ایک حد مقرر ہو گی = اگرچہ اوس حد تک
پہنچا دینے کے بعد دگر سازی کی کوئی دوسری حد مقرر کرے تو اوسے اختیار ہے لیکن ظاہراً اکثر خود
ہی کرنا پڑیگا - جب تم خود کے لئے نہیں کرتے تو دوسرا کیوں کر دیگا اپنی مدد خود کرو خود سے سب ہو گا -
اور اپنا کیا ہوا اور ہوتا ہے - دوسرے کا کیا ہوا اور - دونوں میں فرق ہو گا - کوئی خود سے بڑھ کر کسی کا
خیر خواہ نہیں سب خود کے لئے چاہتا ہے چنانچہ ستار - پٹاخہ - پتنگ - گھوڑا سواری - حکومت لذت
اور حیات و غذا وغیرہ وغیرہ کا استعمال جب تک خود نہیں کرتا حظ نہیں حاصل ہوتا اسی واسطے
کہتے ہیں کہ ما حک جلدک مثل ظفرک پس فرداً فرداً تحصیل النور میں مشغول ہو جاتے جاؤ م کہ یہ سنتے

ہی وہ سب چور اوس سے پوچھیں کہ پھر وہ تحصیل النور کیونکر ممکن ہے؟ اوس پر وہ کچھ ترکیبات بتلائے منجملہ اوس کے یہ ہو کہ ہمہ تن خیال ہو کر اپنی قوتِ سامعہ کو ایک طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ ذری ذری آواز سننے کا ملکہ ہو جائے۔ پھر اندھیرے میں بیٹھنا چاہیئے۔ کہ بالکل ظلمۃ اللیل میں دیکھنے کی مہارت پیدا ہو جائے۔ اتنی بات جب پیدا ہو جائیگی تو آگے کی حالت بتلائی جائیگی کہ اس اخراج النور من الظلمات کے مسئلہ پر اون چوروں کو یہ ہتھکنڈا مل جائے کہ چلو اس مہارت کے ذریعہ سے چوری میں اچھی مدد ملیگی۔ اور اسی میں تدبیریں سوچنی شروع کردیں۔ تو جیسے ہر پیشہ والے اپنے پیشہ کے متعلق مقیدانہ یا آزادانہ طور سے تدبیریں سوچا کرتے ہیں اور اوس میں ایجاد کرتے ہیں۔ اونہیں کی طرح ان کو بھی تدبیر سوچنے کا مجاز ہے کہ جس طرح سے دل میں آئے سوچتے جائیں + اب اوس سوچنے کے ذیل میں اون کو اختیار ہے کہ یہ سوچ رکھیں۔ کہ اپنے اپنے بچوں کو بھی پہلے اس میں تعلیم دینی چاہیئے کہ آگے چلکر اس فن میں پورے اوستاد نکلیں۔ جشاء اللیل میں روز تاباں کی طرح دیکھ سکیں۔ اس خیال پر بچہ پیدا ہوتے ہی دن بھر اون کی آنکھوں میں پٹی باندھے رکھیں۔ رات ہوتے ہی پانی اور ظلمات میں دیکھنے والے جانوروں کی آنکھ کا سرمہ بنا کے اُن کی آنکھوں میں لگایا کریں کہ وہ سب اون کے بعد اپنے اپنے والدین کے جانشین ہوتے جائیں۔ پس وہ لوگ اپنی اس کوشش میں لگے ہوئے اوس مردِ کامل کے پیچھے پڑے رہیں جس کو وہ مردِ کامل سمجھکے قصداً چپ ہو + کہ دیکھیں یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ مگر جو عزیز النفس و طلیق الطبع سے ہوں۔ وہ اس اخراج النور من الظلمات کے مسئلہ کو سُنکر اس سے اچھے اچھے کام لینے کا ارادہ کرسکتے ہیں اس واسطے وہ ایسا کریں کہ آئندہ سے جب بچہ پیدا ہو تو اوسکو تھوڑا تھوڑا پانی میں غوطہ دیکے نکالتے رہنا چاہیئے کہ تھوڑے دن کے بعد پانی کا عادی ہو جائے سردی اس میں کم اثر کرے۔ جب اس میں وہ مشاق ہو جائے تو پیاپے اوس کو پانی ہی میں رکھنے لگیں۔ کہ بالآخر وہ پانی کا آدمی بنکر ملاح یا مچھوا کہا جاسکے کہ اوسکی نسل میں پانی باشی کا زیادہ مادہ قائم ہو آخر کار رفتہ رفتہ پانی میں رہنے کا عادی ہو جائے۔ کہ لیل بہیم و اہیم میں پانی کی چیزیں دیکھ سکے۔ بحری دولت پیدا کرے۔ آبی جانوروں کی زبان سیکھ سکے تاکہ دوسرے بنی آدم جو بّرانی ہیں وہ مطلع ہوں کہ قدرتِ الٰہیہ کے کثرتِ ظہور سے عبرت پیدا ہو۔ شوقِ دیدار میں اُس کی غلطاں و پیچاں ہوں۔ اور یہ کچھ بعید از امکان نہیں کیونکہ اور دگر جاندار مانوس بالانسان ہو کر اوسکی باتیں سمجھ سکتے ہیں تو انسان اون سے بدرجہ اولیٰ عقیل ہوتا ہے یہ بھی وحوش و طیور

حکایت در اخراج ظلمات

وتناالارض کی صحبت میں رہ رہ کر اُن کی زبان ورسم ورواج سے آگاہ ہوکے دوسرے کو مطلع کرسکتا ہے کہ دُنیا میں عقل و علم کا بازار گرم ہو۔ بلکہ جو انسان بالکل وحشیوں میں رہتے ہیں تو ضرور اون میں وحشت پائی جاتی ہے تو جب از رہِ تعلیم قصداً ایسا کیا جائیگا تو یقینی کامیابی ہوسکیگی۔ کہ ہزارہا بلاحوش الفواد سلیمان زمانہ بنا ہوا حواش الارض والسموات کی تحقیق میں لگا رہے کہیں تختِ سلیماں وتختِ رواں بنام بیلون وغبارہ پر بیٹھ کے ہوائی تحقیقات میں مشغول ہو۔ تو نوحش للہ بذالک صاف اظہر من شمس النہار ہے کہ قد افلح من تزکی۔ پس اسی طرح دنیا میں بہت سی عبرت انگیز مثالیں ہیں مگر ہر مثال کی شانِ نزول جدا ہے۔ دیکھو یہی امیر وفقیر ظاہراً ایک جوہر سے معلوم ہوتے ہیں جو دونوں اپنی اوقات بسری میں مصروف ہیں مگر ایک بہ تنگی دیگر بہ فراخی۔ حالانکہ دونوں اپنے اپنے وقتِ مقررہ پر مرتے جائینگے۔ مگر ایک امیر کے نام سے مشہور ہے دوسرے فقیر کے نام سے اور دونوں کا ظاہری وباطنی مآل جدا ہے + اسی طرح ایک شاخ میں دو پھول پھولتے ہیں ایک کسی جمیل الصورہ دلبرِ گل اندام کا کرنپھول بنتا ہے کبھی طرۂ ریحان بنتا ہے اور ایک بادِ مخالف کے جھونکے سے پائمال ہو جاتا ہے + پس دیکھو اس ایک جملہ نے کہ نور سے ظلمات ہے اور ظلمات سے نور دو کے دو نتیجے پیدا کردئے کہ ایک اس سے چوری کا سبق سیکھکر ظلمانی بنا۔ دوسرا نوری کا سبق سیکھ کر نورانی بنا۔ لیکن کہنے والے نے عام طور سے کہدیا تھا۔ اوس کے گفتار نامہ میں کچھ قصور نہیں اما جو ارض کہ طیبات سے ہے وہ مخرجِ نباتات خضر یہ ہوتا ہے۔ اور جو اوس کے برعکس ہے وہ منبتِ بہ نباتات نکیدہ ہے

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست   در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

حکایت دزد بدذات

تو وہ خباثت کی طرف چلنے والا چور جس کا ذکر پیش ہے۔ فرض کرو ہم بلکہ یقین کرلو ہم کہ اوس نے فنِ دزدی میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ استدراجاً اوس کو خزانہ بھی منظور ہونے لگا۔ کہ اوس کا راس الدین بالکل علیٰ اساس الیقین ہو گیا کہ یہ بے انتہا نعمت واسعہ ہاتھ آئی۔ کہ اب جہاں سے چاہینگے چوری کرلینگے۔ اب ذرا غور کرو ہم کہ اوس مردِ کامل کی عطاء غیر مجذوذ کی یہ جزا ہوتی ہے کہ اوسی کے مالِ مطاع پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے متعدد ساتھی سنگھاتی کو ملا جلا کے اوستادہی کے گھر نقب زنی کے ارادہ سے نکلا۔ اور اِس مردِ کامل اوستاد کو یہ سمجھ لو کہ وہ بادشاہ بھی تھا۔ کہ اوس نے انتظاماً بہت سے جاسوس بھی چھوڑ رکھے تھے جنھوں نے اوسکو خبر دی کہ امشب چوری ہونے والی ہے۔ جس پر اوس نے اپنے ولی عہد کو آگاہ کیا کہ آج ایسی چوری ہونے والی ہے۔ کہ

جان بھی چوری چلے جانے کا خوف ہے ۔ مگر خیر کچھ پروا نہیں تم ہماری جگہ پر سو رہو ہم باہر جاتے ہیں ۔ اور یہ کہکر اپنا بھیس بدلے ہوئے باہر نکلا تو راستہ میں تین معدوم الحمیت سراق اُنہم اللہ تعالیٰ ملے اون تینوں میں مشورہ و نجویٰ ہونے لگا کہ یہ چوتھا کون شخص آگیا ؟ اور یہ چوتھا جس کے ساتھ سِرِّ علی العظیم شامل تھا جس کو عمنائیل کہتے ہیں گھبرا کر کھڑا ہو گیا ۔ اودسدم باہم سوال و جواب ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہ چوتھا بھی ایک چور ہے ۔ جو درحقیقت اپنی جان چرائے بھاگا جاتا تھا ۔ مگر اُسدم اُس سے سوال کیا گیا کہ اگر تم چور ہو تو چوری میں کیا کمال رکھتے ہو ؟ کون سی ڈگری پاس ہو ؟ تو اوس نے کہا کہ تم لوگ پہلے اپنے اپنے کمالات بیان کرتے جاؤ ، تو پھر میں بیان کروں گا + تو اے سواء علیہم ایک نے اون میں سے یہ کہا ۔ مجھ میں تو یہ کمال ہے کہ جسکو ایک بار دیکھ لوں پھر کبھی نہ بھولوں مگر اس دروغگوئی کا کیا جواب ہے کہ یہ دیکھا ہوا چور ہے لیکن نبوت کرنے یعنے بھیس بدلنے پر ذرا بھی نہ پہچان سکا وجدان اوس کا فقدان و خذلان میں فنا ہو گیا ۔ اوس پر یہ دعویٰ ہے کہ جس کو ایک بار دیکھ لوں پھر کبھی نہ بھولوں + اسی طرح دوسرے بُعْدَ اللہ علیہ نے یہ کہا کہ جہاں خزانہ ہو میں پہچان لیتا ہوں مگر افسوس کہ وہ چوتھا چور جو درحقیقت سلطان ہے کسی نورانی کا ۔ نورانی خزانہ لئے ہوئے سامنے کھڑا ہے ۔ مگر یہ پہچان نہیں سکتا + غرض کہ تیسرے کی نوبت پہنچی تو وہ تیسرا اخزیٰ اللہ علیہ یہ بول اٹھا کہ کتنا ہی خزانۂ ارض و سموات کیوں نہ ہو ۔ سب کو میں لیکر بھاگ جاسکتا ہوں ۔ حالانکہ خود ارض و سموات میں مقید ہے اور اتنے بڑے خزانہ کو لیکے بھاگ جانا چاہتا ہے ۔ اور یہاں خزانۂ ہدایت نہ اُٹھ سکا ۔ مختصر اینکہ اب اس سلطان السلاطین کی نوبت پہنچی جو اس جگہ چوتھا چور تھا ۔ تو اوس نے یہ کہا کہ مجھ میں یہ ہُنر ہے ۔ کہ کوئی کتنا ہی قصور وار کیوں نہ ہو ۔ اگر میں سر ہلا دوں تو بالکل چھوٹ جائے اور ہم آپ لوگ کے اوصاف سنکر بہت خوش ہوئے چنانچہ اگر خدا نہ ہوتا تو میں اول صاحب کو اپنا خدائے جلیل بنا کے خلیل سمجھتا اور اگر ہم نہ ہوتے تو آپ دوسرے صاحب کو عین ہم ہی سمجھ لیتے اور اگر خدا اور ہم دو میں سے ایک بھی نہ ہوتے تو آپ تیسرے صاحب کو یہی دونوں سے مرکب یعنے کل سمجھتے لیکن یہ تینوں بات مشکل ہے اس واسطے اس وقت آپ صاحب کو اپنا صاحب و مصاحب و اصحاب سمجھتا ہوں ۔ پھر تو یہ تینوں دزدِ رکیک الخلق خیش بشیش ہو کر اپنا یارِ غار و اصحاب کہف بنا لیا چلتے چلتے اوس مردِ کامل پادشاہ جو اون کا اُستاد اور یہاں چوتھا چور بنا ہوا ہے ۔ اوسی کے مکان پر جاکے کہا کہ یہاں بہت سا خزانہ ہے چلو سب لوگ چوری کرتے جائیں + اس عرصہ میں پادشاہ نے سب پہرے والوں کو جگا دیا ۔ اور اپنے ولی عہد جو کلو دا لعین

حکایت دزدان اربعہ

وعدیم النوم ہو رہا تھا اوس کو اُن خبیث النفس چوروں میں شریک کر دیا۔ تاکہ وہ چوستے کے گم ہونے سے مضطرب نہ ہونے پائیں + اور حکمتِ عملی سے گرفتار کر لئے جائیں۔ چنانچہ محاصرہ ہو گیا + یہ ماذوراتؔ غیر ماجورات میں مبتلا رہے۔ ان کا نورِ کسبی جو چوری کے لئے تیار کر رکھا تھا وہ بھی سلب ہو گیا۔ مفلوج الدماغ تو تھے ہی اب الکم عدیم العقل ہو گئے + مگر خود کو مستلوہؔ العقل سمجھتے رہے۔ اچھی طرح پھر چھا ہو گیا۔ مگر ہنوز اُن کو ظلماتِ شب ہی دکھتا رہا اور یہی پوچھتے رہے کہ الیس الصبح بقریب؟ اور بادشاہ سلامت جو ثریا محل میں چلے گئے تھے اونہوں نے وہاں سے ایک کٹھل کا چھلکا یمین الطریق پر عین بر صراطِ مستقیم پھینکدیا۔ اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ ان چار چوروں کو اپنی اہٹ اور بھنک سنا دو کہ گھبرانے والے اون میں سے گھبرا کے اس متین الطریق سے گذرتے جائیں + جب ایسا عمل درآمد کیا گیا + تو پہلا چور غضب اللہ علیہ اِدھر اودھر بھاگتا ہوا اتنی زور سے دوڑ کے چلا کہ کٹھل کے چھلکے پر پاؤں پڑتے ہی پھسلکر گرا + چوٹ کھائی۔ کہ اُدھر سے بھی کسی کی اہٹ اور بھنک سنی۔ اور اسی طرح گھبرا کے لوٹا کہ بار دگر ٹھوکر کھائی۔ اور نہ سنبھلا + اوس میں کا دوسرا چور سخنؔ اللہ علیہ وہ بھی اسی کے قدم بقدم چلا۔ اوس نے بھی ٹھوکر کھائی ہاتھ پاؤں توڑے۔ تو کچھ سنبھلتا چلا۔ مگر بالکل نکما۔ کیونکہ پہلے کو اغوا دیکر ہزاروں قسم کی ٹھوکریں کھلائیں تھیں۔ جب تیسرا چور یحعلہ اللہ من قوم بورا جس نے سب کو ورغلا کر ٹھوکریں کھلوائیں تھیں۔ اوس کی نوبت پہنچی تو یہ بھی علی حسب خطواتِ الشیاطین عقابِ مردار خوار کی طرح جھپٹتا ہوا گیا۔ مگر بہت سی ٹھوکریں کھاتا ہوا نکلا = کہ وہ کٹھل کا چھلکا اپنی جگہ سے ہٹ گیا = تو اوس نے اوس چھلکا کو عین صدر الطریق پر پھیلا کے رکھدیا۔ کہ آپ تو گر چکے اب آنے جانے والے جہان بھی گرتے جائیں تو بہتر ہے + گویا تینوں کے تینوں ابارہم اللہ تبا را کبیرا۔ اب تب کرتے کراتے کہاں سے کہاں عدمی خندقِ نجاست آگیں میں گر گئے + کہ اوس عالم میں بھی جو بقر تھا وہ بقر کا بقر ہی رہا جو عقابِ مردار خوار تھا وہ مُردار خوار کا مردار خوار ہی رہا۔ جو موم کی ناک کی طرح سورج مکھی تھا وہ سورج مکھی ہی رہا۔ چوتھا اہل اللہ فی رحمتہ سمیا کی باری آئی تو اوس کو اپنے جی میں کسی خاص خیال کی اہٹ اور بھنک معلوم ہوئی کہ خیال بردم اور نگاہ بر قدم کرکے زمین پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا قلب الطریق سے عبور کرنے لگا۔ تو دیکھا کہ ایک کٹھل کا چھلکا عین نماق الطریق میں گستردہ ہے۔ اب وہ متعجب کھڑا ہو گیا کہ یہ چھلکا پھینکا ہوا نہیں معلوم ہوتا۔ یہ تو سُدھارا ہوا ہے مگر افسوس کہ راستہ پر ہے آنے جانے والے

حکایت دو احمقانہ

۱؎ گناہ بے لذت ۱۲ ۲؎ عقل الوہیت والے ۱۲ ۳؎ لعنت اللہ علیہ ۴؎ اللہ تباہ کرے ۱۲

آندھی اندھیرے رات اور شام میں ٹھوکر کھا کر گرینگے۔ تو اگر اُن کو ٹھوکر سے بچانا چاہتا ہوں۔ تو جس کا یہ مال ہے اوسکی مرضی کے خلاف ہو گا۔ اگر اوسکی مرضی کی پرورش کیجائے تو مسافرین دھوکا کھاتے ہیں۔ ایسے موقع مخمص پر اب کیا کرنا چاہیئے اوس پر طرۂ یہ ہے کہ اِس مکان کے آس پاس نہ کسی کی آہٹ ہے نہ بھنک ہے کہ کسی سے دریافت کرسکیں۔ لیکن ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ عالمِ گم گشتگی سے کچھ اہٹ اور بھنک ضرور محسوس ہو رہی ہے مگر ششدر اس میں ہوں کہ مکانِ ہذا اور سہوب السماءِ اطرافِ بے مسلک میں کہیں سے راستہ نہیں۔ نہ شہ دراہے۔ نہ راج دوارہ کدھر سے جا کر دریافت کروں۔ کہیں خود ہی اعتابِ علیا اور مفتاح الباب تو نہیں ہوں کہ اپنی کوشش سے کسی طرف جا کر کھول لوں۔ تو کھول لینے کی اور کچھ تدبر تو نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ سچی نیت سے جو ارادہ کر کے کسی کام کو کروں اوسی کو مفتاح القفل قرار دوں۔ تو خود کو جانچ کے جو دیکھتا ہوں تو خوش نیت پاتا ہوں۔ لہٰذا یہی باب و مفتاح الباب قرار پا سکتا ہے۔ تو اس بابِ الجناں پر جو کھٹکا دیتا ہوں تو یہی کھٹکا پیدا ہوتا ہے کہ اس چھلکا کو عام ازیں کہ کسی اکاسی تھوکن نے اکاس آدہ سے چبا کر پھینکا ہو۔ یا کسی دھرتی تھوکن نے خواہ بہ ہر دو یک ازاں باشد یا ہر دو باشد ہر چہ بادا باد بوقتِ پُرسش اقرارِ خطا سے ندامت ظاہر کرلوں گا اگر معافی ہوگی تو زہے نصیب ورنہ ہر چہ باشد بگزرد + لیکن اسکو ضرور پھینکدینا چاہیئے + پس اس خیال پر اوس نے اوس چھلکا کو وہاں سے اٹھا کر دور پھینکا پھر وہ کسی دوسرے شاہراہ پر جا گرا۔ تو اوس نے اپنا وقت برباد کیا اور وہاں گیا پھر اُس کو کسی ایسے ضمن الطریق کے کوراہ جگہ پر پھینکا جہاں گذرگاہِ مسافرین کی امید نہ ہو۔ اور جس کا وہ چھلکا ہے اگر ڈھونڈھنا چاہے تو بہ آسانی مل بھی جائے۔ پس اوس کے بعد وہ اُسی شاہراہ پر آکے اپنا راستہ لینا چاہتا تھا کہ شاہِ بالانشین نے ستجا ہلانہ چاروں چور کو بلا کر پوچھا۔ کہ تم کون ہو؟ چوتھا چور احالہ اللہ بحولہ نے جواب دیا کہ میں حضرت کا بندہ ہوں۔ غلام ہوں۔ تابعدار ہوں اور جو کچھ اس کے سوا، آپ کی مرضی ہو اوس کے مطابق ہوں۔ جب ان تین سراقِ ابتلاہم لدفی البلا سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ تو اونہوں نے اوسی چہارم کی اتباع کی کہ ہم بھی تیرے بندے ہیں۔ یلدزِ مبارک میں۔ ملازم ہیں (اور جو دوامی شناخت و عرفان کا مدعی تھا یہ نہ پہچان سکا کہ یہ بادشاہ وہی چور ہے بلکہ یہاں تو وہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ولی عہد ہی کو ابھی تک چوتھا چور سمجھے ہوئے ہے) تو یہ حالت دیکھکر بادشاہِ بالانشین نے چوتھا چور مجدہ اللہ مجداً تمجیداً سے پوچھا کہ تمہارے علاقہ کیا کام سپرد کیا گیا ہے؟ تو اوس نے کہا کہ منقی و مصفی

حکایت در احوال ...

ہوں۔ پھر اسی بات کی اتباع اون تینوں چوروں نے بھی کی ÷ تو پھر بادشاہ نے پوچھا کہ ہم نے صفائی و اصطفا اور صفوت کا جو حکم دے رکھا تھا اوس کے مطابق کس نے سرِ راہ سے کوڑا کرکٹ چھلکا پھلکا اُٹھا کے پھینکا ہے؟ تو یہ تینوں ملاعین وکذاب فرداً فرداً صفائی کے مدعی ہونے لگے۔ مگر جب ڈانٹکے پوچھا گیا کہ سچ کہو کس نے صاف کیا ہے؟ تو سب متفق ہو کر صاف بول اُٹھے۔ کہ اس چوتھے نے پھینکا ہے۔ اسی سے ایسا قصور ہوا ہے۔ تو پھر ڈانٹکے یہ کہا گیا۔ کہ تم تینوں میں سے کسی نے کیوں نہیں صاف کیا؟ تو یہ جواب دیا کہ آپ کی دیوار کے سایہ کے نیچے پناہ گزیں ہو کر کیونکر ایسی گستاخی کر سکتا تھا۔ کہ اوس کے نیچے کی کوئی چیز اٹھا کے پھینکتا = تو بادشاہ چوتھے چور سے مخاطب ہو کے بولا کہ کیا یہ تم نے صاف کیا ہے؟ تو اوس نے بلی و نعم میں جواب دیا۔ تو بادشاہ نے کہا کہ تم نے اُن کی طرح ادب کیوں نہیں کیا؟ تو اوس نے کہا کہ سرکار مجھ کو اتنا نہیں معلوم تھا۔ صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ صفائی کرو۔ تو پھر کس طرح میں گو ہر حکم کو پارہ پارہ کرتا = اور چھلکا کو پاش پاش نہ کرتا مشرکین کا سر نہ توڑتا۔ خار و خس کو خاک و سیاہ نہ کرتا۔ لیکن اس پر بھی بہت سا کوڑا کرکٹ کھاد کی طرح امانۃً کسی کو راہ جگہ پر رکھ چھوڑا ہے۔ کہ مصداق داشتہ آید بکار گرچہ بود سرِ مار اگر مالک کی طرف سے یہ کھاد طلب کیا گیا تو پیش کر دونگا۔ تو وہ موجود ہے لیکن اگر صفائی کرنے پر عتاب ہے تو ضرور قصور وار ہوں۔ اوس وقت بادشاہ شدید المحال کو یہ تسلیم و رضا اوس کی پسند آئی اور کہا کہ میں سب جانتا ہوں کہ البتہ تو ہی الحق مع الحق ہے۔ تو ہی ولی عہد ہے تو ہی مُصَفّٰی و مصطفٰے ہے تیرے ہی ذمہ صفائی رکھی گئی ہے۔ یہ لوگ تو تین میں نہ تیرہ میں تلی کے گرہ میں ہیں انکو نہ یہاں کی خدمت سے تعلق ہے نہ کسی قسم کے رسُوخ سے علاقہ ہے۔ یہ سب چور ہیں مجھ سے حصولِ انوار کا طریقہ سیکھ کر میرے ہی گھر میں ڈاکہ دینے آئے ہیں۔ یہ لفی ضلال المبین ہیں۔ خوب پہچانتے ہیں چور کو تھانے والے۔ مگر یہ کیسے نڈر ہیں کہ بڑی ڈھٹھائی سے خود کو ملازم سرکار و خادم القوم سید ہم ثابت کر رہے ہیں۔ حالانکہ انسان عقل و علم سے مشرف ہے۔ اگر اوس میں عقل و علم نہیں تو سارا عمل اوس کا بغیر علم کے اوس پر بالکل حرام ہے پھر یہ سب بیہودے کیونکر یہ سب اعمال کے مرتکب ہوتے گئے ان کو سر دست آہنی تلی کے گرہ میں لگا کے کسی شیام الارض و خندق میں ڈال رکھو اس وقت رات کا وقت ہے۔ پھر چھپا نہیں ہوا ہے۔ یہ بالکل نکر چاندنی ہے۔ کل فجر کو دیکھا جائیگا۔ اوس وقت یہ سمجھ گئے کہ یہ بادشاہ وہی مرد کامل ہے۔ پس شرما کے چُپ رہ گئے۔ اور وہ چوتھا چور رحمۃ اللہ علیہا جو اصل میں ولیعہد تھا اوس کو بادشاہ نے

بہت پیار سے چوما چاٹا اور کلامِ مہذب جو جنتی میوہ کا نورانی شیرہ ہے اوس کو اوس کے گوش و دہن میں ٹپکا کر کہا کہ ایک بہت ہی بڑا فرمانبردار میرا دوست تھا۔ آخر میں نافرمانبردار یعنی ملعون ہو کر بنامِ شیطانِ ابلیس مشہور ہو گیا وہ تو مجھکو علم ہے کہ مر گیا یا کیا ہوا۔ لیکن اوسکی ذریات بہت سی باقی ہیں جو ہمارے یتیم خانہ میں سب تعلیم پا رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ وہ سب یتامے بچے اپنے بدذات باپ کی چال چلن نہ سیکھیں۔ کہ اوسی کی طرح ہلاکتِ ابدی میں پڑیں بنا بریں اون کی تعلیم کے لئے ایک ایسے اُوستاد کی ضرورت ہے جو شفیقِ اریب ہو۔ صدیقِ ادیب ہو۔ سہل الخلق اور حلیم ہو دافع الجہل اور علیم ہو۔ ماہر فی العلوم اور عارف فی جمیع الامور ہو کہ وہ حاکمِ اعلیٰ و پیامی ہو کر اُدھر کا سفر کرے۔ تو مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ ان سب باتوں سے تم بھرپور ہو۔ اس خدمت کو گوارا کر کے وہاں ڈائرکٹر کی حیثیت سے جاؤ۔ جو کچھ ترمیم و اصلاح کی ضرورت ہو اوس کے مطابق نسخ و تنسیخ۔ پرائمر۔ گرامر اور کورس وغیرہ وغیرہ جاری کرو کہ لوگوں میں زکی العقل و غنی العقل وغیرہ ہونے کی تحریک پیدا ہو۔ کہ جلدی تعلیم پا کر طبقۃ العلیا کی طرف روانہ ہوں۔ مگر واضح رہے کہ یہ سب بچے خلف الاشرار اخنہم اللہ۔ اخوان الجاہلین ذریات الشیطان بچہ ابلیسِ ملعون اور سخت حرامزادے ہیں پھر اُن کی شیطنت کو بھلا پوچھنا ہے۔ لہذا صبر و تحمل سے کام لیتے رہنا۔ جلدی نہ کرنی۔ العجلت من الشیطان و تانی من الرحمن تانی سلامت ہے عجلت ندامت۔ پس من قل کلامہ قلت اثامہ پر عمل کرنا اور سکوت بھی بڑی نعمت ہے سکوت سے بھی کام لینا۔ ربما کہ سکوت ہی عین جواب ہو۔ مگر السکوت کالحوت فیہ قوت لایموت + پھر اس سے اگر نہ باز آئیں تو کچھ غرکی دیکھے ڈرانا۔ کبھی ملامت کر کے ہلکی چھڑی سے بضربِ عقیم و ھول جھٹکنا۔ اگر کسی طرح سے نہ مانیں اور سخت گستاخی سے پیش آئیں تو واللہ حتی تک ان تفعل بما تشاء، تو ایسے وقت میں اگر نام نہادی ہلاکتِ ظاہر بہ کا سامان نظر آئے تو لاباس علیہ جو ہلاک کریگا وہ ہلاک کیا جائیگا۔ پس لیہلک من ہلک عن بینۃ و یحیی من حیّ عن بینۃ کو مد نظر رکھ کے تم فوراً اپنا ڈائرکٹر گون اُتار کے پھینکدینا اور برہنہ ہمارے پاس چلے آنا۔ کہ ان لوگ کو معلوم ہو جائے کہ تم ہم سے فریاد کرنے آئے ہو۔ تو میں اوس وقت خود چلونگا۔ پھر عجب نہیں کہ بہ تعزیر شدید پیش آؤں یا سارا یتیم خانہ کو جلا بھنا کے بھسّم کروں۔ کہ اُس میں نئے نئے پودے نکلتے جائیں۔ تو ولی عہد نے اس کو قبول کیا اور یتیم خانہ کی طرف روانہ ہونے لگا۔ اوس دم پادشاہ نے گلا سے لپٹا کے کہا کہ ؎

تو عزم سفر کردئی و رفتی ز برِ من   بستی کمرِ خویش و شکستی کمرِ من

چنانچہ وہ اوستاد و یتیم خانہ میں آیا اور مطابق ہدایت مذکورہ عمل کرتا رہا۔ آخر میں ان ذریات الشیطان کے

ساتھ حوشی الکلامی کے ساتھ حاطب اللیل ہوا کہ اُن لوگوں نے سخت حملہ کیا کہ وہ اپنی وردی پھیک
پھاک کر اوسی طرح روانہ ہوا جس طرح سے ہدایت کی گئی تھی۔ کہ جریانِ غواش من السماءِ علے وجہ الارض
ہونے لگا۔ اور پادشاہ خود اپنے اوس ڈائرکٹر کی تمام ہستی و قوت سمیت صف بہ صف عزائم الجیش لشکر
کے ساتھ بگل و لواتا ہوا یتیم خانہ میں برآمد ہوا پس بگل پر بگل شروع ہوئی۔ کہ یا نایم قم اور یا قایم نم ثم قوموا
جمیعًا کہ آج یوم النشور ہے۔ پس سارے قیدی و اوساری اعمالہم للہ تعالیٰ اپنے معنق لوحِ محفوظ کے ساتھ
دربارِ عالی میں پیش کئے گئے سب کی سخت سے سخت سزا ہوئی۔ اچھوں کو تیغ و تمغہ اور طرح طرح کی
پرایز ملی وہ تین قیدی سعزول الحناۃ قصیر النظر۔ بعید الفکر کشاں کشاں مکشوف الراس بلائے گئے۔ اوس
وقت اون تین چوروں میں سے جو ایک بار ہنگامی طور سے دیکھ لینے میں دوامی طور سے اپنے
منظورِ نظر کو پہچان لے سکتا تھا۔ اوس نے اوس وقت پادشاہ کو پہچان لیا کہ یہ تو وہی چوتھا چور
ہے جس نے اپنا ہُنر یہ تبلایا تھا کہ کیسا ہی کوئی قصور وار کیوں نہ ہو اگر اوس کے لئے میں اپنا سر ہلادوں
تو فوراً چھوٹ جائے۔ پس اوس وقت اون سبھوں نے ہم آہنگ و ہم زبان ہو کر کہا کہ جناب من حاکمِ
بے عدل نہر ہے آپ ہے۔ آپ خود خیال کر لیجئے کہ ہم خالق الاعمال بلا تقدیر نہیں ہوئے۔ آپ کی
مشیت کی اطاعت کی ہے (اسی تقدیر پر ہیں مگر ے

گنہگار رہیں مارے جائینگے اب ۔ بھلا آپ سر کو ہلائینگے کب

کہ پادشاہ نے یہ سُن کر کسی قدر دُزدیدہ تبسّم سے زیرِ لب متبسّم ہوتا ہوا تصدیقِ کلام بالنعم کر کے کہا کہ آج یوم النفور
اور یوم التغابن ہے غبن کرنے والوں کی نفرت زدہ سزا ہوگی۔ اور سر جنبانی کے بارہ میں جو تم یاد دلاتے
ہو۔ تو ہم نے شرطیہ لفظ (اگر) کے ساتھ کہا تھا۔ مجھے اختیار ہے کہ میں ہلاؤں یا نہ ہلاؤں یہاں بھی
یہی سمجھ لو کہ یہ انکار بھی میں ہی ہوں۔ میری ہی طرف متاب ہوا۔ تو جیسے سب میں نے کیا یہ بھی میں نے
کیا۔ تم کو تو فقط یہی یاد ہے کہ کُلٌّ شیٔ من عندِ اللہ وما علی الرسول الا البلاغ۔ لہٰذا اب کے سب تم ایسے
بدنہاد اور تمہارے جمیع اصحاب الاخدود کہ وہ بھی ضرور بدنہاد ہی ہونگے کیونکہ ظالم کا معاون و دوست
بھی ظالم ہی ہوتا ہے وہ ہرگز ہرگز ہدایت و نعمت یافتہ نہیں ہوتا۔ اس واسطے آؤ سب سمیت اس
حمامِ محموم جس میں گیا سلیٹ اور انگارے ہے اکدم ڈالدئے جاؤ کہ اچھی طرح غسل من نورِ النار کر کے
صاف ستھرے ہو کر خاک ہو جاؤ یا چندن اور کندن ہو کیونکہ آخر ایک کندۂ ناتراش جل بھنکر
کالا کوئلہ بن ہی جاتا ہے اور کالا کوئلہ جلکر سفید ہو جاتا ہے کہ اس سے تمکو پورا اخراج النور من الظلمات
کا سبق حاصل ہو سکتا ہے وہ حاصل ہو جائے جس بنا پر تم چوری کرنے گئے تھے۔ اب ان سب باتوں میں

تم سب کو کیا کلام ہے۔ مگر ہاں یہ البتہ کہ میں آج علانیۃً چونکہ جلوسِ میمنت مانوس سے بہ اورنگ زیب ہو کر برآمد ہوا ہوں۔ اس تصدق میں کلجگ نگری کے صرف ایک ناسوتی مہینہ تک بڑی بحالت سے چار اتواروں میں ایک ایک گھنٹہ حامِ محموم سے خارج کر دینے کا حکم کرتا ہوں اور یہی عدل ہے اور جو کچھ میں کروں وہ سب عدل ہے پس اب تم سب کے سب ہم آہنگ وہم لحن ہو کر ہماری عزیز روح القدس بنامِ یحییٰ کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اوسکی طرف منسوب کر کے یہ ربانی و حقانی گیت گاتے جاؤ کہ

مُسدس

اَلحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالمینَ وَیلٌ یومئذٍ لِلمُکذِّبینَ
اِنَّ اللّٰہَ لایَہدِی قومَ الظّالمینَ اِنّا اَرسلناکَ لِقَومِ المُجرِمینَ

تِلکَ آیاتُ اللّٰہِ نتلوہا علیکَ
تِلکَ مِن اَنباءِ الغیبِ نُوحیہا الیکَ

یُغوِی مَن یَشاءُ ویَہدِی مَن یَشاءُ یُؤتی مَن یَشاءُ لا یُؤتی مَن یَشاءُ
یُغنِی مَن یَشاءُ لا یُغنِی مَن یَشاءُ یُحیِی مَن یَشاءُ لا یُغنِی مَن یَشاءُ

تِلکَ آیاتُ اللّٰہِ نتلوہا علیکَ
تِلکَ مِن اَنباءِ الغیبِ نُوحیہا الیکَ

ما ہٰذا قُبورٌ اَنتم لہا عاکفونَ حَصَبُ جہنّمَ اَنتم لہا وارِدونَ
واتّقوا اللّٰہَ الّذی اَنتم بہٖ مُؤمنونَ واذکُرواہُ ربّکم لعلّکم تُفلِحونَ

تِلکَ آیاتُ اللّٰہِ نتلوہا علیکَ
تِلکَ مِن اَنباءِ الغیبِ نُوحیہا الیکَ

ذٰلکم ازکیٰ لکم اِن کنتم مُحسِنینَ واعبُدواہُ ربّکم حتّیٰ یاتیکم الیقینُ
لاتکونوا کالّذی کانوا مِنَ الفاسقینَ کونوا لہٗ حامدینَ اِن کنتم مؤمنینَ

تِلکَ آیاتُ اللّٰہِ نتلوہا علیکَ
تِلکَ مِن اَنباءِ الغیبِ نُوحیہا الیکَ

یا یحییٰ خُذ ذا الکتابَ دَوّرتُ مُدیرا اِنّا جعلناکَ مسیحاً وّ امیرا
واخاکَ اسمٰعیلَ جعلَ۔ وزیرا واعتدنا مَن کذّبَ بالتاءِ سعیرا

تِلکَ آیاتُ اللّٰہِ نتلوہا علیکَ

حکایات دراحوالِ ہدایات

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ

تو یہ سب بنائے من انباء الغیب فرضاً خواہ راساً و اصلاً کسی چور کے بارہ میں بیان کئے جارہے ہیں کہ بھیک مانگنے اور طلب گدائی کو عیب سمجھا اور فنِ دُزدی میں طالب ترقی ہوا جو سب قسم کے طلب سے یہ طلب بدرجہا نجس اور ملعون ہے جسکی انجام دہی کے لئے بھی جو کسی قدر دلیری کی ضرورت پڑی تھی تو اوس میں بھی دلیری بزدلی آمیز کو بڑی دلیری سے پیش کیا کہ عین ایسے ہی لوگوں کو خوار الغنا کہتے ہیں کہ دخل بیجا میں تو ایسی زبردست دلیری کر دکھائی کہ بے تکلف غیر کے مکان میں گھس پڑے مگر وہاں ایک بچہ کے کھاسنے کھوکھنے پر اپنی لنگوٹی سنبھالتا ہوا پشت نمائی پر پار کا ب۔ ہو ایسے نامسعود فرارِ فرور وجسورِ حذور سے کسی کرار کرور وجرارِ جرور کی دلیری نہیں حاصل ہوسکتی۔ یہ ہمیشہ مارنے والوں کے پیچھے اور بھاگنے والوں کے آگے رہیگا۔ مگر مالِ غنیمت وانفال وغیرہ میں شراکت پہلے ظاہر کریگا۔ اب اگر یہ چوری بالکل دھوکا بازی جو محض عریان من الشجاعتہ ہے اس کے ساتھ عمل میں لائی جائے تو اس کا نام **استغصاب** ہوگا اور اگر یہ استغصاب علانیۃً ایک کافتہ الناس کے ساتھ جبراً عمل میں لایا جائے تو اس کا نام **استجلاب** ہوگا۔ اب اگر شخص متجلب قزاق دائرہ استجلاب سے بدرجہا متجاوز ہوکر باجہ بجاتا ہوا بالعموم اعلان کرکے لوگوں کا ملک ومال جان وایمان سب قرقی وضبطی میں ڈالدے تو اوس کا نام **انتصار** ہوگا اوس میں شریک رہنوالے کو **انصار ونصاریٰ** کہینگے کہ وہ منتصر اور منصور ناصر الدولہ کے اشاعتِ امر میں شریک ہے تو اس انتصار کی پہلی منزل بھیک ہوئی کہ اوس کے عامل کو گدا کہتے ہیں جو مذموم ثابت کیا گیا ہے۔ مگر جب یہ مانگنے کا فعل بند کرکے بغیر مانگے ہوئے چپکے سے لینے کا فعل عمل میں لایا گیا۔ تو اس فعل کا نام **چوری** ہوگیا اور لینے والے کا نام **چور** ہوا جس دم یہ چوری بسینہ زوری عمل میں لائی گئی تو اس کا نام **ڈاکہ** ہوگیا۔ اور ڈاکہ دینے والے کا نام **ڈاکو** اور **بلاکو** ہوا۔ جب ڈکیتی اوسکی حد سے بڑھ گئی۔ تو اوس کا نام **فتح ونصرت** ہوگیا اور ڈاکو کا نام **شہنشاہِ ناصر یا نصاریٰ** ہوگیا۔ اسی کو گدا سے شہنشاہ ہونا کہتے ہیں۔ سبحان اللہ ؎

گدا کو جو چاہے کرے پادشاہ   کرے شاہ کو ایک دم میں تباہ

تو اب یہاں پر وہ **بھیک** ۔ چوری۔ ڈکیتی۔ بے حیائی اور بزدلی سب مرکب ومخلوط ہو کر بستر تناسخ بشکلِ **فتح ونصرت** نمودار ہوکے بر سرِ خلق بجدو فر نزول کرکے جلوہ گر ہوئی۔ پس ادنیٰ بات کا طالب ہونا پست ہمتی کے سبب سے منفوریت اور مردودیت کی علامت ہے اور اعلیٰ سے

اعلیٰ بات کا طالب ہونا منظوریت اور محمودیت کی آیت ہے جیسے چوری مردود ہوئی فتح اور نصرت محمود۔ نحاشی کی عشق بازی مردود ہے اور خدا کے ساتھ عیاشی کی عشق بازی محمود۔ پس جس قدر ادنیٰ بات ہے وہ ادنےٰ ہی ہے اور جس قدر اعلیٰ بات ہے وہ اعلیٰ ہی ہے۔ ادنیٰ کو ادنیٰ سے نسبت ہے۔ اور اعلےٰ کو اعلےٰ سے تو گویا ان سب باتوں کا بانی ہی شہنشاہ ہوتا ہے اور جواز جز تاکل کا بانی ہو تو خدائے شہنشاہ آفریں کہا جا سکتا ہے + تو پھر کیا عجب ہے کہ جسکو علیٰ کُلِّ شَیٍٔ قدیر تسلیم کئے ہوئے ہیں وہی گاہے شان اللہ بنا ہوا۔ گاہے ابو اللہ۔ گہے ابن اللہ بنا ہوا گاہے عبداللہ کسی وقت امراللہ بنا ہوا کسی وقت نصراللہ کسی دم عشق اللہ بنا ہوا اور کبھی عین اللہ آجایا کرتا ہو یا آجا سکتا ہو۔ اور اوسکو تو کوئی پوچھنے والا نہیں اور وہ سب سے پوچھنے والا ہے۔ اس جگہ بجز مسلم سر تسلیم خم ہونیکے چارہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی حالت میں جو امراللہ و نصراللہ سے کفران و سرکشی و بغاوت کرتا ہے گویا وہ مقر خدا سے بغاوت کرتا ہے تو واضح رہے کہ ؎ غزل

شطرنجِ کائنات راشاہم وُلے بعشقِ او ... خانہ بخانہ دربدر کوچہ بکوچہ کو بہ کو

رفتم پئے وصالِ اُو دیدہ بدیدہ دوبدو ... سینہ بسینہ لب بہ لب ابرو بابرو مو بہ مو

جامہ بجامہ تن بہ تن بخیہ بہ بخیہ رگ بہ رگ ... ریشہ بہ ریشہ خوں بہ خوں نہاں بنہاں رو برو

تکیہ بتکیہ دم بدم پہلو بہ پہلو سر بہ سر ... درجہ بدرجہ جاں بجاں رُتبہ برتبہ خو بہ خو

زنبور وارہ گشتہ ام در گلستانِ عاشش ... غُنچہ بہ غُنچہ گل بہ گل شاخہ بشاخہ بو بہ بو

مخیولِ من مخیلِ من در ہر دو گشتہ صد خیال ... نکتہ بہ نکتہ جا بجا ذرّہ بہ ذرّہ سُو بہ سُو

آبِ حیاتِ باحیا ازحی بحیٌ شد رواں ... دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بچشمہ جو بہ جو

گشتم بہ انانیت انی انا نبودہ ام ... یحیٰی بہ یحیٰی حی بہ حی حیہ بہ حیۃ ہو بہ ہو

شاہ نیاز

چنانچہ اس ہو بہ ہو کا مفہوم آگے آجائیگا یہاں پر فی الحال وہی لکچراری کی بحث تازہ رکھی جاتی ہے۔ کہ بیان مذکور الفوق میں جو یہ سوال کیا گیا ہے کہ نیچرل لکچرار کس کو قرار دے سکتے ہیں کہ وہ لکچر دینے کا مستحق سمجھا جائے جس کی تمہید میں یہ کہا گیا کہ مجمع میں زبان کھولنے کے لئے یہی دس پانچ فرقہ کے لوگ مشاق ہیں کہ اون میں سے بھانڈ اور گدا وغیرہ ہوئے جن پر اس قدر طول بحث ہوئی ازاں قبیل لکچرار بھی شمار کیا جائیگا تو فطری لکچرار ساری دنیا ہے اس لئے سارے لکچرار ہوئے سب کی زبان کھل سکتی ہے اور کھلتی ہے۔ کہ ہر فرد بشر نیچرل لکچرار کہا جا سکتا ہے۔ جیساکہ اوپر بیان کیا گیا کہ ہر پیشہ والا۔ اپنے دھن میں ہے اور اوس کے مطابق ایجاد کرنے میں

لگا ہوا ہے اور اپنی ہر بات کے قایم رکھنے کے لئے مذکور الیہ بھانڈ بھگتی وغیرہ کی طرح بے ربطی
کے ساتھ بحث و دلیل کی گانے لگتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک لکچر کا شمتہ ہے۔ تو اب کس کو نیچرل لکچرار
کہنا چاہیئے؟ ضرور ہے کہ اب اس کی کچھ تفریق کی جائے تو وہ یہ ہے کہ روزانہ جو آپس میں
بات چیت ہوتی رہتی ہے اوس کو روزمرّہ کہتے ہیں + اگر وہ مضحک ہے تو لطیفہ ہے اگر خانگی
جلسہ میں اس قسم کے لطیفے ہوں تو گپ شپ ہے + اگر گپ شپ میں کچھ بحث ہو تو قیل وقال
ہے + جو انذاعِ قیل وقال میں گفتگو ہو تو اوس کو فہمائیش کہینگے + اگر سب کا مجموعہ ہے۔ تو
ہزل ہے + اگر یہ ہزل اور اقوال الستو کسی پر افتراء عایئد کئے جائیں تو اوس کو بہتان کہینگے +
جو گفتگو بہت ہی دلچسپ و مسکت الحضار ہو اوس کو تقریر یا اسپیچ کہتے ہیں + اور صاحبِ تقریر کو
مقرر + اگر وہ سب تقریر مدلّل بسط و نشر کے ساتھ کسی مسئلہ کی فہمائیش میں صرف ہو تو اوس کو تفسیر
کہینگے + اور رئیس التفسیر کو مفسر + اب اگر کوئی اوس تفسیر کو خوب اچھی طرح سے کھول کھول کے
سمجھائے تو اوس کو تشریح کہینگے + اور اہل تشریح کو مشرح + اگر تشریح بھی بحث و دلائل کے
ساتھ مشرح کی جائے تو اوس کو تصریح کہینگے + اور ذو تصریح کو مصرح + جو اوس تصریح سے
ایک ہی قسم کے بہت سے مسائل کو جمع کر کے تفصیل وار ظاہر کرے تو اس کو تفصیل کہینگے +
اور تفصیل کنندہ کو مفصل + اب اگر اوس تفصیل سے خلاصہ نکالکر سلسلہ وار ایک جا باضابطہ جمع
کر دیا جائے تو اس کو تبویب کہینگے + اور تبویب ساز کا نام مبوب ہوگا + اگر تبویب کا بھی خلاصہ
کیا جائے تو اس کو تخلیص کہینگے + اور تخلیص پرداز کو مخلص کلیم + اب اگر اوس تخلیص کا روئے سخن
نکالکر بتلایا جائے تو اُس کا نام توجیہہ کہا جائیگا + اور توجیہہ نما کو موجہ خواہ وجیہ وکلمہ کہینگے +
جس دم اوس توجیہہ کا لب لباب نکال کر اول کی طرف رُخ گرداں کریں تو اوس کو تاویل کہینگے اور
شخص تاویل ربا کو مؤل یا مولیٰ خواہ ولی کہینگے + اوس کے خاص خاص کلماتِ روحانیہ کا نام
ذکر ہو گا + اور شخص تذکرہ پیرا کا نام مذکر ہو گا + اگر تذکرہ نصیحت شعار بہ ندارت وبشارت واقع
ہو تو اوس کا نام مُبشر و منذر ہو گا + اور ولی الندارت والبشارت کو نذیر و بشیر کہینگے + اب ان سب
چیزوں میں سے جو کسی چیز کو بھی اچھی طرح سے جانتا ہو گا تو اوس کو اوس چیز کا عالم کہینگے + جو
ان سب چیزوں کو خوش نیتی سے لوگوں کو زبانی بتلائے۔ تو اوس کو معلم کہینگے + اگر معلم کو بہت
سی کتابیں یاد ہیں۔ اور بات بات پر تقریراً اور تحریراً کتابوں کا حوالہ دیتا ہے تو وہ اس فن کا علامہ
ہے + مگر یہ فعل کثرت سے بے محل واقع ہونا عندنا بہت ہی معیوب متصور ہے + اگر کوئی کسی قسم کا

علامہ نہایت ہی خوش نیتی سے لوگوں کو فیض علمی بالکتابنہ پہونچائے تو مدرّس ہے + اگر اوس مدرّس
میں کتابوں سے بشیمار مطالب اخذ کرنے کا مادہ ہے تو اوس کو اجتہاد کہینگے + اور اور ربّالاجتہاد
کو مجتہد + اگر مجتہد میں عقلی دلیل دینے کا مادہ ہو تو اوس کو مدلّل کہینگے - اگر عقلی نقلی - فکری - جربی
سب دلیل دے سکتا ہے تو اوس کو محجت کہینگے + اگر اپنی حجت میں خوش اسلوبی کے ساتھ حجت
کرنے کا مادہ رکھتا ہے - تو اوس کو محجت کہینگے + اگر ان سب کا مجموعہ ہے تو اوسکو متکلم کہینگے +
اگر عند الکلام کسی جگہ لغزش نہ کھائے تو اوس کو نطوق کہینگے + ضرور منطقی ہوگا + اگر دو منطقی
مہذبانہ طور سے بحث و مباحثہ کریں تو اس کو مناظرہ کہینگے + اگر حد اعتدال سے بڑھ کر اوس مناظرہ
میں آواز بلند ہو تو اوس کو مباہلہ کہینگے + اگر اوس مباہلہ میں گالی جھگڑا ہو تو وہ مناقشہ کہا جائیگا
ان سب کے عاملین کا نام مکلکل یعنے محض مہمیر و مہمار - گستاخ و عجیر العقل ہے + اگر ان سب
بات کو فوراً یاد کرے پھر اوس کو حافظہ میں رکھے یا نہ رکھے تو اوس کو ذہین کہینگے + اگر ہمیشہ کیلئے
یاد رکھتا ہے تو فطین ہے + اگر یاد کرکے عمل بھی کرتا ہے تو نبیہ کہا جائیگا + اگر عمل اوس کا
قریب العقل و القیاس ہو تو فقیہہ کہا جائیگا + اگر سب باتوں کو سمجھا بھی سکتا ہے تو فہیم ہے + اگر
اس میں ترقی کرجائے تو نبیل ہے + اگر سب کا لب لباب ہے تو لبیب ہے + اگر لبیب ہو کر
پورا علم دوست ہو تو فیلسوف ہے + اب اگر وہ فیلسوف اپنے ہم جنس کے ساتھ کسی قدر دوستی
کا حق ادا کرے تو ادیب ہے - اگر کچھ زیادہ ادا کرے تو اریب ہے + اگر ظاہراً اور باطناً باخلاص
القلب دوستی ادا کرے اور اپنی صفوت و صفائی کی صفت سے سب کو دوش بدوش صف بہ صف
کھڑا کرکے سب باتوں کا تصفیہ کرنا چاہے تو مصلح مصطفیٰ ہے + اگر اصلاح میں دوسروں
کے بھی اصلاح کردہ چیزوں کا انصام کرے تو مرمم ہے - اگر ترمیم میں جدت آمیز باتوں کا اضافہ
کرے تو مجدد ہے + جو ان سب باتوں کو غور کرتا رہے غیور ہے + اگر غور کرکے یا بلا غور کئے ہر چیز
پر قادر ہو کچھ انوکھی بات پیدا کردے تو یہ تصنیف و بدعت ہے اور تصنیف و بدعت پرداز خالص مصنف
و بدیع ہے + تو وہ بدیع السموات والارض ہے + اب اگر وہ مصنف کوئی کلمۂ ملفوظہ بشکلِ انسان
قایم کردے جو اوس مصنف سے بالکل مانوسِ انیس ہونیکے علاوہ اوس سے فرقان نہ ہو محض اقران
ہو یا دونوں بات ہو - کہ وہ تثلیث کے اسرار سے واقف ہو تو اوسے امام اُمّی کہینگے + اگر وہ
امام بین بین بُن بنیانِ ابن و اُم کو مُبیّنا بیان کرے تو اوستاد ہے + جو کچھ اوستادِ ازل سے لیکر
آئیگا بولیگا + اگر کوئی اس قسم کے اوستاد ہونے کا دعویٰ کرے اور حماقت آمیز باتیں کرے -

تو احمق ہے + اگر اوس میں دجل پایا جائے گا تو دجال کہا جائیگا - ریاکار کہا جائیگا - اگر خالی بیلی بک بک کرتا ہے تو اوس کو بیتوفی اور جاکنورم کہینگے + محض لغو بولتا ہے تو ہذیان و ہجران و تہجر کہینگے + اب اگر کوئی انہیں سب باتوں کے ذخایر سے نتیجہ انتاج نکال کر ہم رتبہ کے آگے پیش کرے تو اوس کا نام التماس ہے + شخص التماس آرا کو ملتمس کہینگے + اگر یہ سب التماس حاکم عادل کے روبرو التجاءً پیش ہو تو اُس کا نام عرضی ہے + اور شخص عرض پیرا کا نام عارض ہوگا + اگر عرض و التجاء کا مفہوم نکالکر پیش کیا جائے تو اُس کا درپردہ نام امر و کلمہ ہے ؂ مثلاً اگر یہ کہا گیا کہ ایک مکان و کائنات تیار ہو - تو اب اوس مکان کی تیاری میں اینٹ سیمنٹ - چونا - سرخی - برادہ - مزدور - انجنیر - نجار اور لوہار وغیرہم وغیرہم اور بہت سی چیزوں کی ضرورت پڑیگی جس کو برموقع و برمحل اور بروقت بڑی خوبصورتی کے ساتھ تیار کر رکھنا ہے جس کا سارا نتیجہ یہ ہوگا کہ حکم دینے والا گدی پر برآمد ہو - دم آمد اوس کے تمام فوج بگل کے ساتھ میمنہ و میسرہ ذات الیمین و ذات الشمال نبی ہوئی سلامی کا کلمہ پڑھتی ہوئی پریڈ کرے اور وہ شاہانہ حکمرانی فرمائے - اتنی سی بات کے لئے اسقدر لوازمات کی ضرورت پڑی جس کی ثبوت کے لئے بہت سے دلایل کی ضرورت پڑیگی کہ بعداز دلایل - آخری نتیجہ حاصل ہو - چنانچہ اب اگر وہ عرض جس کا درپردہ نام امر و مشیت ہوسکتا ہے - درانحالیکہ اوس کی تشریح کی جائے تو قاموس المحیط و قابوس البسیط فی کبد الارض والسماء کے طرح روشن ہے کہ اوس کے منشور ہونے میں وہی سب بکھیڑے پیش قدمی کرتے ہیں جو کچھ اوپر بیان ہوئے - کہ مکرر الدلیل الی المدلول ہو جاتی ہے جسکی مثال تعمیرات مکان میں بیان ہوئی جو انتہا ہمشابہ - بہ تلک المضامین بعبارت دگر بیان کردیا جاتا ہے ؂ کہ مثلاً امر جسکا مترادف حکم و روح و اذن ہے - اب اگر یہ لفظ یوں استعمال کیا جائے کہ بغیر اذن اسکے ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا ہے تو جنبش بمعنی قسم کو اذن مترادف امر میں شامل سمجھو کہ اسی امر میں امر جنبشِ مشیت بھی ہے کہ اب اس جگہ سے پھر وہ - رحم ہو یا راحم - عین ہو یا غین - روح باشد یا رحمت - ام ہو یا امی - ال الله معنا ہو یا عمنائیل - کلمہ ہو خواہ کلام - حیۃ ہو یا حیات - جان ہو یا ثعبان - راسل ہو یا مرسول - مرسِل ہو یا مرسَل اور عدم ہو یا وجود کسی میں کوئی فرق نہیں باقی رہا سب یکساں مامور بامر اللہ ہوتے گئے + لہذا سب امر اللہ ہوئے + پھر جو بحکمِ رحیم - رحم مادر سے پیدا ہوکر زیرِ ظلِ رحمت عامہ ہونگے وہ سب مرحوم ہوتے جائینگے + اس لئے سب رحمزادہ مرحوم ہوئے + گویا سب کے سب رحم اللہ و رحمت اللہ ہوتے گئے - سب چیز مشیتہً ہوئی ہے - اسلئے سب چیزیں مشیتہ اللہ و کلمتہ اللہ و کلام اللہ ہوئیں - مثلاً (خلق الانسان) تو یہ ایک جملہ بحظ و حرف متلفظ و مرقوم ہوتا ہے یہ قرینہ مقالیہ ہے اور انسانِ مجسم ایک آیت ناطقہ ہے -

جو بخطِ فطرت مرقوم ہے یہ قرینہ حالیہ ہوا اسی طرح ہر ذرۂ کائنات ایک ایک فطری حرف و لفظ ومعنی ہے
جو اوس کی ہستی کی نباء و خبر دیتا ہے اسلئے ہر ذرہ کائنات نبی و نبیہ و مخبر ہے + لہذا اگر الدعرنبی اللہ کہا جائے
تو بیجا نہ ہوگا۔ تو سارے دہر کیا معنی کہ گویا دھر کا دھر ہی اوسکی مخلوق صفت ہے تو سب صفت
اوس کی صاف صوفیہ ہوئی بنا بر الام صفات اللہ مصفّٰی و مصطفٰی ہوئی + اور ایک دوسرے کے حق
میں زندگی کا کام کرتی ہے اس لئے ہر ایک مسیحا ہے اور یہ سب اپنی ظاہری و باطنی ہستی سمیت
اپنی اپنی لغت میں جس سے ایک دوسرے کو تفقہ نہیں اوس کی حمد میں حامدِ احمد ہیں۔ اس دلیل
سے سب میں جان پائی گئی کہ سب موید بروح ثابت ہوئیں۔ کیونکہ اگر جان نہ ہوتی تو وجود ہی نہ ہوتی
اس واسطے سب حیات اللہ و روح اللہ و یحییٰ ہوتی گئیں۔ کہ سب میں اوس کی مشیت سے روحیں
منفوح ہوئیں ہیں مگر انقسام کے قائم ہونے سے روح اللہ خالص اور مخاطب بروح اللہ کو البتہ
فوقیت ہوگی۔ کیونکہ یہ سب مخلوقِ مقہور۔ ارواحِ مقہورہ ثابت ہوتی ہیں۔ اور وہ خالص
مرحوم بمشیتہ ہے کہ عین اوس کی ذات ہی ہے۔ اس واسطے خود ہی خالص یحییٰ رہا۔ باقی جسقدر ہے
سب اوس کی مکتومِ ذاتِ غیب الغیب معدوم سے ظاہراً عالمِ شہود میں بھیجے گئے ہیں بنا علیہ
ہر ذرہ مرسلات و رسول اللہ سے ہے۔ اور یہ سب اوس کی مہدِ مشیت میں پرورش پارہے ہیں اسلئے
سب مہدی ہیں + اگر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا عکس اون پر نہ پڑتا رہے تو وہ نیست ہوجائیں تو گویا
اللہ تعالیٰ اون کے ساتھ ہوا۔ اس واسطے ہر ذرّہ خود کو اِنَّ اللہ معنا یا عمنائیل کہہ سکتا ہے۔
تو جب ہمہ آن اللہ تعالیٰ اون کے ہر رگ و پیمان کے ساتھ شامل ہے تو گویا اوس کی تمام ہستی
میں کوئی جگہ اللہ سے خالی نہ رہی گویا خود ہی اللہ ہوگئی اور اللہ و دابہ و ش و عین کے ایک ہی
معنی ہیں کہ ہر ذرّہ کائنات کو اللہ و دابہ و دش و عین بولتے ہیں کہ سب عین اللہ ہوئے چنانچہ
اسی سبب سے تمام صور علمیہ کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں تو وہ اپنے تمام تصوّرات و صور علمیہ کی احمد
حمد و ثناء کرتا ہے اس واسطے ہر ذرّہ کائنات محمد ہوا جس کی تحریری صورت اس طرح پیچ و خم کے
ساتھ واقع ہوتی ہے جس طرح انسان کے مستقیم القامت ہیکل کا کرسی پر بیٹھ جانے سے ہوجاتا ہے۔
کہ بحالتِ قیام پھر بشکل یک میم الف کے ہوجاتا ہے۔ تو اگر لفظ محمد کا دو پیچ و عقدہ کھولدیا جائے۔ تو
صرف ایک میم مرکب بہ الف رہجائیگی۔ یعنے اس طرح سے (م) کہ اس کو معرفہ بنانے کی حالت
میں المیم یا آلم کہہ سکتے ہیں جس کے معنی میم صاحب یعنے مسیح صاحب کے ہوتے یا مسیم
صاحبہ یعنے مریم صاحبہ کے ہوئے کہ ان دونوں کا مرکب ابراہیم صاحب ہوتا ہے

اوس کا مخلص محمدؐ ہوتا ہے تو یہ معنے ہوئے کہ محمد صاحب ۔ تو اگر یہ میم مریم برفتارِ حیّہ مخطط ہو تو اوس کی شکل عین مارِ رواں کی ہو جائیگی اور وہ اس طرح سے (م) کہ اس رفتارِ حیّہ میں تم تمام یحییٰ پڑھ سکتے ہو اور حیّہ کو یحییٰ بھی کہتے ہیں جس کی کچلی اوس کے مشابہ ہوتی ہے اس واسطے سبی الحیہ جدا واحد ہے ۔ اور عکسِ حیہ جدا واحد ہوا ۔ اور حیّہ جدا واحد ہے ۔ کہ تینوں حیہ سے ہیں ۔ ورنہ ہرگز نہ ہوتے ۔ اس لئے از جز تا کل منطوی و سجل ہو کر خالص یحییٰ ہی رہا ۔ گوشائیں لوگ اپنا عصا بھی اسی واسطے ایسا ہی رکھتے ہیں کہ عصائے موسیٰ ناگ پنچمی سمیت سب بات سمجھی جاتی ہے ۔ تو یہ سب الفاظ و حروف و خطوط سب من گڑھت ہیں ۔ لفظی و حرفی دلیلوں سے ہزار بار برابر کر کے بالکل برابری کا دعوےٰ کر لو ورنہ درحقیقت باطناً ایسا ہی فرق ہے جیسا ظاہراً فرق ہے جسکی مثال یُوں ہے کہ سب قسم کے گوشت و استخوان ایک میدان میں مختلف جگہ جمع کئے جائیں اور لوگوں سے کہا جائے کہ سب گوشت و استخوان کی تفریق کرو ۔ کہ کن کن چیزوں کے گوشت و استخوان ہیں تو کوئی نہیں بتلا سکتا گوشت سب یکساں نظر آئینگے ۔ مگر کھانے میں سب اقسام کے گوشت وغیرہ خود کو ظاہر کردینگے کہ ہم ظاہراً فی الصورت یکساں محسوس ہوتے تھے ۔ ورنہ لذۃً اور خواصًا و تاثیرًا بالکل جدا ہیں ۔ اسی طرح سارے بیوض کی زردی و سفیدی یکساں معلوم ہوتے ہیں اور باطناً بالکل فرق ہے ورنہ یکساں ہی بچے پیدا ہوتے ۔ اگر بالفرض و التقدیر باطن میں دونوں یکساں ہوں بھی سہی تو تم باطنستان کے رہنے والے نہیں کہ تم کو باطنستان کے معاملہ میں پڑنا چاہیئے تم تو ظاہراً ظاہرستان کے عالم شہود میں قید و بندہ ہو ۔ کسی طرح آزاد نہیں کہ باطن کی طرف کی حالت معلوم ہو ۔ جس کو وہاں کی حالت معلوم ہوئی وہ وہاں کے آب و ہوا کی تاثیر سے وہیں کا باطنی بن گیا جس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ ؎ کا نرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

اسی طرح تم ظاہرستان کے آب و ہوا کے تاثیر سے بالکل سرّ شہود بن گئے ہو ۔ تم کو باطنی باتوں سے کیا نسبت ۔ پوسٹ آفس والے کو منسپل سے کیا کام ۔ بھلا ناک تمہاری کبھی فی السماء اور است ہو اور کبھی ناک علی الرغم اور است الی السماء ہوتا ہے ایسی حالت میں سخت افسوس ہے کہ اَیَّاکُمْ وَاَنْ تَفْعَلُوْا کَذَا وَکَذَا ۔ اور اگر کچھ کرتے ہو ۔ اور اپنے قیاسِ لنگ کو پویا کر کے ناپختہ دلیل کو پختہ سمجھ کر پیش کرتے ہو ۔ تو پیش کرتے وقت اپنے بارہ میں یہ بھی سمجھ لو کہ اگر ہم خود کو ان دلایل کے زور سے رحمۃ اللہ بنا لیتے ہیں یا امر اللہ ۔ کلمۃ اللہ بنالتے ہیں یا روح اللہ ۔ رسول اللہ بناتے ہیں یا عین اللہ تو ان سب اَلْعَلَمَۃ وَلَمَالَہٗ میں بھی یقیناً ایسا ہی فرق ہونا چاہیئے ۔ جیسا کہ اعلیٰ اور مبول کے

پتوں میں کہ دونوں پتّے متشابہ ہیں مگر فرق ہے۔ آم اور امرود دونوں کے پتّے متشابہ ہیں مگر
فرق ہے۔ پوئی۔ پان اور ہارسنگھار تینوں کے پتّے متشابہ ہیں مگر فرق ہے۔ ناریل۔ ڈلی۔ کھجور
تینوں کے پتّے قریب قریب متشابہ ہیں مگر تینوں میں فرق ہے۔ کیونلا۔ نارنگی اور آفتابی۔
تینوں متشابہ ہیں مگر تینوں میں فرق ہے اب کہاں تک لگاتار تفریق بتلاؤں۔ پس دانا را نکتہ
بس است خود ہی ان تمام آیاتِ متشابہات سے تفریق نکال لو کہ محکماتِ بے شبہات سے ہو جائے
چنانچہ اب اگر کوئی ان تمام تفریق آمیز باتوں کو غور کرکے کسی خاص امر اللہ و روح اللہ و رسول اللہ
سے ہم دندانہ ہونے کا دعویٰ نہ کرکے بکمالِ عشقِ محبت۔ اوس کے ذکر و نام و تصور کو لوحِ مشق
سمجھے ہوئے اوس کے باطنی استعمال میں مصروف ہو کر عالمِ سکوت میں رہ کے خیر اگا ہے۔ تو
اخیار سے ہے + اگر رفتہ رفتہ اذیال الاخیار سے بڑی کریم الاصلی کے ساتھ اصل کریم کی طرف
موصول ہونے کی سچی خواہش رکھتے ہوئے اشتیاقِ حقانی میں مشغول رہے تو عابد کہا جائے گا +
اگر بلا محنتِ روحانی بری باتوں سے پرہیز کرکے عبادت کرتا ہے تو زاہد کہا جائیگا + اگر وہ اپنی
زہد و عبادت میں زراعت عن النفاق و خداعت عن الشقاق کے ساتھ نفسِ نفیس حاصل کرے تو
متقی ہے اگر اوس کا اتقا کاروبار کے ساتھ ترقی پذیر ہو تو سالک اور سادھو کہا جائیگا + اگر اوس
روح اللہ کے نام کی برکت سے بذریعہ سلکِ موہوم کچھ موہوم تجلی ٹپکتے دکھائی دے تو اوس کا
نام شایق ہے اگر اوس کے شوق میں اسقدر ترقی ہو کہ روبائے لطیفہ سے انٹروڈیوس ہوا کرے
تو عاشق کہا جائیگا + اگر اوس کے عشق میں ترقی پانے سے القائے قلبی شروع ہو تو جایز ہے
کہ وہ عاشق حایر کہا جائے + اگر اوس کے تحیّر میں افزونی ہو تو عجب نہیں کہ الہام کی بنا پڑ جائے
کہ عارف کہا جائے + بصورت اینکہ تمام افزایش عبادت و ریاضت پر بھی بوجہ عدم الاخلاص
ہونے کے اوس پر کچھ نہ ظاہر ہو کہ وہ ربا۔ گھبرا کے زبانی ہائے ہوئی کرتا ہوا الغیاث الغیاث
کا نعرہ مار مار کر یہ کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا ہماری شان عظیم واقع ہوئی ہے کہ ہم کسی چیز پر بھی قادر
نہیں حتیٰ کہ اتنا جملہ کہنے پر بھی قادر نہ ہوتے نہ معلوم کیوں بول رہے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا
اس واسطے چاہیئے کہ کھلم کھلا جو شارع عام کے طور سے راستہ بتایا گیا ہے جس کو شریعت کہتے
ہیں اسی پر عمل کرتے جائیں اور سب لوگ عمل کر رہے ہیں اس لئے جو جس حالت میں ہے اوس کو
اوسی حالت میں چھوڑ دینا چاہیئے + تو اس کو غوث کہینگے تج تو یہ تشریح شریعت اوس ایسے
غوث کے بالکل گمراہی ہے۔ کیونکہ بے شک زیرین اس فتہ فلک کے تمام کارگاہ فوقانی کھلم کھلا

نمایاں ہے کہ ہر ذرّہ کائنات جس میں خود بھی شامل ہے۔ برابر بایکدگر سلسلہ وار فاصلۂ نامتناہی تک میم نما گاؤدم چپاں چلے گئے ہیں کہ مدوّر مسلسل معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ان کے کسی جزو کو لے کر اپنی باطنی ترقی چاہے تو یہ فعل خواہش بھی علیٰ حسبِ نیت اوس کی اونہیں اجزائے سے ایک جزو ہو کر کسی اور سلسلہ سے سلسلہ جنبانی کا تسلسل ڈال دیگا۔ جو لبصورت ادا ہونے۔ اون کے جمیع رسوم و مراسم۔ شروط و حدود۔ اور ارکان و آیئن وغیرہ وغیرہ کے اون کو ترقیٔ فوقانی تحتانی دو میں سے کسی حالت کے بخشنے میں ذری نخالت نہیں کرسکتا تو اس طرح سے راہ اختیار کرلینے کا نام طریقت ہے کہ اگر اوس طریقہ سے حقیقتِ غامضہ از خود مدرک ہو جانے میں مدد دے تو ان حقایق اور سائنس کا نام علم حقیقت ہے۔ اگر حقیقت جانتے جانتے از راہِ حقیقت اس حقیقت تک پہونچ جائے کہ کسی چیز کی بھی حقیقتِ اصلیہ نہیں دریافت ہو سکتی۔ تو گویا اُس کو تحقیقاتِ حقیقت کے معرفت یہ عرفان و معرفت حاصل ہوئی کہ حقیقۃً کسی چیز کی حقیقت نہیں معلوم ہوسکتی اس لئے اس کا نام معرفت ہوگیا کہ اس معرفت کی بھی حقیقت نہیں معلوم ہوسکتی مگر حقیقت الامر یہ ہے کہ کسی چیز کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ سب کی حقیقت یہ ہے کہ محض لاشے ہے۔ اور اس لاشے کی حقیقت کسی حقیقت آفریں سے معلوم ہوسکتی ہے اور وہ صراطِ مستقیم سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اور وہ صراطِ مستقیم وہی صراطِ مستقیم وحقیقت آفرین کی روح ہے جس کو رُوح اللہ کہتے ہیں لہٰذا اس کو پکڑ لے جس کی آگے چلکر کسی قدر حقیقت زیرِ بیان مندرج ہوتی جائے گی۔ جس سے تم مطلب اخذ کرسکتے ہو اس جگہ غیر صراطِ مستقیم کی بات بیان کی جاتی ہے۔ جس کو گمراہی سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہ وہ صراطِ مستقیم کا ایک گر کدھنداری حاشیہ ہے جس کے تمام کرنے کی کچھ اُمید نہیں بجز اس کے کہ ہلاکتِ ابدی کے میدانِ لق ودق میں ازلاً اور ابداً بھٹکتا پھرے۔ کہ مخلداً وہیں کے تہلکہ میں پڑا رہے۔ چنانچہ وہ اس مثال سے ثابت ہوسکتا ہے کہ فرض کرو کہ اگر کوئی شخص لبِ دریا بیٹھا ہوا اپنے جان و مال و تمام ہستی کو چھوڑ چھاڑ کر محنتہً ازتہِ دل اوس کے ذکر و یاد میں مستغرق بہ استغراق رہے جس کو عین پرستش ہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس پرستش کو اس قدر ترقی دے کہ گویا پرستشِ حقیقی بنا دے کہ یہ دریا ہی سب کچھ ہے اور یہی ہم کو بس کرتا ہے تو چند مدّت کے بعد تمام اوس کے رگ و پیمان میں۔ خواب و خیال میں سوائے ذکر البحر کے کسی کی گنجائش نہ باقی رہیگی۔ کیونکہ جو قلیل المقدار چیز کسی کثیر المقدار چیز میں ایک مدت تک رہیگی تو وہ قلیل المقدار کثیر المقدار کے جنس سے ہوجائیگی۔ تو فنا فی البحر میں بحری ہی حالت پائی جائیگی اور بحر جو بحر تھا اور

تو وہ کسی اور چیز میں فنا ہونے سے ہوا کہ اسی طرح مسلسل بہت دور تک جاتا ہے کہ اوسکی یہاں
ضرورت نہیں ضرورت یہی ہے کہ فنا فی البحر کی حالت بیان ہو تو اوس کی یہ حالت ہوگی۔ کہ
حقائق البحر اوس پر زیادہ منکشف ہونگے۔ پانی ہی کے متعلق کی چیزیں ایجاد کرسکیگا پیشہ کریگا تو
ملاحی کا۔ اگر اوس کو بیماری ہوگی تو پانی ہی کے فرمانبردار امراض سب تبرکاً اوس کے درشن اور
تیرت کو آئینگے۔ جیسے آب نزول۔ بلغم۔ رسولی۔ نقرس۔ استسقاء وغیرہ وغیرہ ہیں بلکہ جس کو
یہ امراض بغیر عادت البحار بھی لاحق ہوں تو اس سے خالی نہیں کہ فنا فی المیاہ کی روح نے اوسکو
مس کیا ہے۔ پھر وہ روح اوس کو پانی کی شکل میں ہو کے مس کیا ہو یا تاثیرات کی شکل میں
کہ وہ اس مرض میں مبتلا ہو الغرض ان مرضاء کا علاج بھی آبی ہی چیزوں سے ہونا چاہئے اون سب
آبی چیزوں کا علوی تعلق قمر سے ہوگا۔ کس لئے کہ جس قدر رقیق چیزیں ہیں سب قمر کے ماتحت
ہیں چنانچہ از روز غرہ تا بہ لیلۃ البدر جسقدر رقیق چیزیں ہوتی ہیں اون میں بھی ترقی رہتی ہے
اسی بناء پر جزر و مد کی شدت موقوف ہے چنانچہ جو انڈا لیلۃ البدر کے پیشتر کا ہوتا ہے۔
وہ بعد کے انڈا سے وزنی ہوتا ہے۔ تو قمر بذات خود شمس کے ماتحت ہے اور شمس کسی اور
قوت کے ماتحت ہے اور وہ قوت کسی حرکت کے ماتحت ہے اور وہ حرکت کسی حرارت کے
ماتحت ہے اور وہ حرارت کسی سخت زبردست قدرت قدیریہ کے ماتحت ہے۔ کہ اس سلسلہ پر
حرارت سے برودت اور برودت سے حرارت کا دورہ جاری رہتا ہے کہ اس تسلسل کا دورہ
ختم نہیں ہوتا تو اس دور و تسلسل سے جو خلاف راستہ ہے وہی صراط مستقیم ہے۔ مگر جو اس
صراط منحنی میں پڑ کر ہزارہا مدت ہائے مدید کے بعد واصل بہ قمر ہوگا کہ یہ دیری ایک قسم کا
جرم ہے تو اوس ایسے مجرم واصل بہ قمر کو عبد القمر یا رام چندر خواہ امیم کہہ سکتے ہیں اور اوس کے اس
فعل کا نام تیمم ہوگا۔ تو تیمم کے بہت سے اقسام ہیں۔ کیونکہ ہر چیز میں قسم بھی ہوتا ہے تو اس
کے اقسام اس طرح پر قایم ہو سکتے ہیں کہ ماء کے اقسام سے دمایا ہے۔ منایا ہے۔ بارش ہے
آب شور ہے۔ آب شیریں ہے۔ مطراق ومدافا اور ناریل وغیرہ کا عرق ہے کہ یہ سب ظاہراً ایک
جنس کے پانی معلوم ہوتے ہیں مگر سب میں فرق ہے اسی طرح صاحب تیمم نہ معلوم کس قسم کے
پانی میں فنا ہوا ہے اوسی کے مطابق بعد از خلع بدن بسبیل موت جسکو انتقال کہتے ہیں اوس کا
ظہور ہوگا کیونکہ وہ مجرم ہے مخلوق میں فنا ہوا ہے۔ آدمی ہوکر پانی میں فنا ہونیکی کوشش کی ہے تو پانی
میں رہنے والا پانی ہی میں ڈوب کے مرتا ہے سپیرا سانپ ہی کے ڈسنے سے مرتا ہے پس جس طرح

کا ہے ویسا ہی اوس کا حشر نشر ہے اسی کو لیس للانسان الا ماسعی کہتے ہیں تو اب ضرور اس کو اوس کا نتیجہ ملیگا ورنہ اوس کے عمل کا کچھ نتیجہ نہیں ہوا۔ اس واسطے اس حصۂ تحتانی بنام دنیا اوس کی طرف پلٹی کھائیگا کہ آبی جہنم سے اوسے سابقہ پڑے کہ پانی سے بھی پناہ مانگے مثلاً اگر آبِ منا یا یعنے آبِ حیوان جو ہر قسم کے اکل و شرب کا خلاصہ ہے کہ اس کو ماء نہیں کہنا چاہئے بلکہ میاہ کہنا چاہئے۔ جس میں فنا ہونے کا طریقہ اپنے ہمجنس کے تعشق میں رہ کر اختیار کیا ہو۔ تو وہ طبقۃ العلیا سے طبقۃ الدنیا میں شکل انسانی میں رہ کر مہبوط و مخلوق ہوگا کہ عذابِ مستعذب سے متلذذ ہو کر سخت حیرانی کے جہنم میں پڑا رہے تو وہ بشرِ بشیر یعنے مباشرت کرنے والا کہا جائیگا + کہ بعد از بسا سزائے سخت کے کسی خاص میم محبوب میں فنا ہونے سے البتہ اوس کو امی و امام ہونیکے انجیل و بشارت مل سکتی ہے کہ اوس کے سارے گناہِ مقدم و موخر معاف کر دئے جائیں تو اگر پرستش کر کے فنا ہونا ہی ہے تو باعتبار و گر مخلوق کے اپنے ہم جنس مخلوق میں فنا ہو کہ پلٹی کھانے پر بھی اشرف المخلوقات سے رہے تو اس میں اسقدر مضایقہ نہیں ہوسکتا ہے جسقدر اور چیزوں میں فنا ہونے سے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ہر فرد بشر فرداً فرداً نمونۂ کائنات بنایا گیا ہے کہ اوس میں تھوڑا تھوڑا سب چیز رکھی گئی ہے کہ جب اوس میں فنا ہوگا تو اوس کو اونہیں ترکیبات سے مترکب ہو کر ظاہر ہونا پڑیگا۔ کہ آخر پھر انسان ہی رہیگا فقط جیسی روح ویسے فرشتے کے مطابق اوس کا ظہور ہوگا + چنانچہ اس جگہ ہر فرد بشر کو شاعرانہ حیثیت سے عموماً نمونۂ کائنات کر کے بتلا دیا جاتا ہے + جو آگے چلکر ہیکل اللہ و روح اللہ کے سمجھنے میں مدد ملے اور یہ خیال پیدا ہو جائے کہ بسبیل بشر اُسی میں فنا ہونا چاہیے۔ ہرگز کسی دوسرے میں نہیں کہ پورا صراطِ مستقیم کا طریقہ ملجائے تو وہ آگے بیان ہوگا سر دست شاعرانہ حیثیت سے عموماً نمونۂ کائنات کا ہونا بتلایا جاتا ہے۔ کہ نظم

یعنی مقصود ... اور ...

انسان کیا ہے مجمع ہر نور و نار ہے
گویا نمونہ ہر یکے حور و حار ہے

بادام و سیب و پستہ نخل و انار ہے
ریحان و سرو و سنبلِ صد پیچدار ہے

گل وہ ہے گلبدن ہے ہی گلعذار ہے
گر چشم نرگسیں ہے تو مژگان خار ہے

مرجان و سیم و لعلِ و درِ آبدار ہے
ہیرا کا بل ہے منہ میں جواہر نگار ہے

چشمِ سیہ پہ ابروئے گیسوئے تار ہے
زنبور یا کہ نیشِ و سمِ رشک و مار ہے

پیلِ دماں کے حق میں پلک ہی چکار ہے
گر شیر ہو تو پنجۂ برگِ چنار ہے

تیغ و خدنگ و توپ و تپنگ و شرار ہے
مارا اگر کسی کو تو سینہ سے پار ہے

شام و خطا و تبت و چین تتار ہے
کشمیر و اصفہان و گلِ لالہ زار ہے

یہ حور ہے پری ہے ملک ہے کہ یار ہے
کیا ہے خدا کو علم ہے وہ راز دار ہے

سب چیز ہے اُن میں عجب انتشار ہے
حتّٰی کہ نورِ ذاتِ خدا آشکار ہے

مہر و ہلال و برق و سحابِ بہار ہے
زہرہ جبیں و دلبرِ گردوں وقار ہے

دونوں جہاں بجسم بشر ذو سفار ہے
کونین ہے وطن ہے جوار و دیار ہے

خلخال و کفشِ زر بکفِ پا نثار ہے
دونوں کا سوت اوس کے یمین و یسار ہے

خلخال کہہ رہا ہے مبارک ستار ہے
پاپوش کہہ رہا ہے کہ بہتر حمار ہے

پوشاک کہہ رہی ہے کہ میرا سنگار ہے
نساج خوب تر ہے تو بہتر بزار ہے

پھر اوس پہ بحث و حجتِ بخیہ ہزار ہے
خیاط کے طفیل کا یہ سب ابھار ہے

سوزن نے یہ کہا کہ ہمارا سدھار ہے
اس واسطے یہ بول کہ اچھا لوہار ہے

دھاگا نے یہ کہا کہ یہ کیا شور و شار ہے
بے کار کی یہ بحثِ صغار و کبار ہے

پنبہ سے میں ہوئی ہوں یہ میرا انگار ہے
احسان اس کے سر پہ مرا بے شمار ہے

پنبہ نے یہ کہا کہ یہ کیا تین چار ہے
اس تخم کا ہمارے ہر اک پیشکار ہے

بولی زمین ہائے مرا دل فگار ہے
سینہ ہے چاک چاک ہر اک جا درار ہے

چاروں طرف سے سر پہ مرے کوہسار ہے
زندہ بہ آب غرق ہوں گردوں زار ہے

پانی ہے پھر خلا ہے خلا پر حصار ہے
پھر اوس حصار پر کوئی تابشِ دمار ہے

یہ دورۂ تسلسل زنجیرہ دار ہے
بے حد ہے بے حساب ہے یہ بے کنار ہے

لیکن یہ اعتقاد مرا استوار ہے
یہ سب طفیل صرف خداوندگار ہے

مخلوق کے طفیل سے کیا ہونہار ہے
اس کا جو معتقد ہے سراسر گنوار ہے

بلکہ گنوار کیا کہ سراپا چمار ہے
اوس پر خدا کی مار کا بھتنا سوار ہے

جو کچھ ہے سب اوسی کی فقط یادگار ہے
جس کے سبب سے سخت مجھے اضطرار ہے

کہتے ہیں یکدگر کہ فلاں گوشیار ہے
حتّٰی کہ گوشیار نہیں ہوشیار ہے

پوتھی کھلی ہوئی ہے کتھا ہے بچار ہے
اور خود بدی کے پیٹ میں لیل و نہار ہے

اچھی طرح کی طرزِ معیشت سے عار ہے
شیطان کی روش پہ دل و جان نثار ہے

جو نائبِ خدا ہے وہی شہریار ہے
آنکھوں کی ڈولیوں میں جو دولھن سوار ہے
جن ڈولیوں کا غمزہ و عشوہ کہار ہے
دولھن اوتر کے بولی یہی گھر دوار ہے؟
ایک خندقِ عمیق بلا یارِ غار ہے
یادِ خدا نے پوچھا کہ کیوں بیقرار ہے
ورنہ یہ دل جو ہے سو دلِ نور زار ہے
اک چلّو اس سے پی لے تجھے اختیار ہے
پیتے ہی اوس کے دیکھے کہ اک موج دار ہے
پتلی یہ سُن کے بولی مجھے اعتبار ہے
ما آفریں کا کون خداوندگار ہے
گل کعبۂ خلیل ہے دل کعبۂ جلیل
یادِ خدا نے اوس سے کہا اے خدا پرست
تُو۔ تو۔ توئی سے اپنی یہاں تک بعید ہے
وہ تجھ سے بھی زیادہ ہے نزدیک رات دن
خود اس کو غور کر کہ کہاں سے ہوئی ہے تو
یہ بحث ہوتے ہوتے نتیجہ یہی ہوا
گم ہو گیا اسی میں کہ گم سے بھی بے خبر
بیمارِ عقل کو جو دوائی بھی دوں تو کیا
بچے کو بچپنے سے سکھاتے ہیں گالیاں
ماں باپ کیا ہیں نسل کی گاڑی کو چاک ہیں
بچے گرینگے اور وہ توڑینگے ہاتھ پاؤں
اسواسطے غضب کا ہے غصہ بھرا ہوا
بچپن ہی سے خبر ہے کہ کالا ہے دال میں
کیسی شراب ہم نے پی ہے خبر نہیں

فردِ فرید حاکمِ ذی اقتدار ہے
گھونگٹ میں ہے بھراو سے پھپنی اوہار ہے
لیجا کے دل میں چھوڑ دیا لو یہ دار ہے
خوخالِ حبشیوں کی طرح تور و تار ہے
دولھا ہے کون کون مرا غمگسار ہے
امرت جل اس میں ہے جو اندھیر غبار ہے
جس کا یہ سب دھواں ہے جو کالا حصار ہے
لیکن وہی پیئے جو بڑا اختیار ہے
گویا کہ کوہِ نور کا یہ آبشار ہے
لیکن یہ مجھ کو بول مجھے انتظار ہے
سنتی ہوں میں کہ دل میں سکونت شعار ہے
میں دل کا حج کرونگی یہی افتخار ہے
ترا۔ مرا۔ ہر اک کا۔ وہ پروردگار ہے
جس کی نہ انتہا کی کسی جا شمار ہے
ایسے پڑوسیوں کو جو بھولے تو خوار ہے
یہ غور و فکرِ حق میں ترے پیشکار ہے
خود بحث بول اوٹھی کہ انا الحق سوار ہے
رگ رگ ہر ایک اوس کے ستار و کا تار ہے
بھوسا بھرا ہے مغز میں اوندھا کیا رہے
تعلیم ان کی یہ ہے یہ ان کا پیار ہے
چھوٹا بڑا ہو پیا تو گاڑی اولار ہے
ایسی سواری کیا کہ جو دہشت مدار ہے
حتیٰ کہ بال بال کو میرے بخار ہے
اوس پر سے اور فلفلِ مرگی بگھار ہے
خونِ جگر پیا ہے جو اتنا خمار ہے

اصحابِ کہف

روشن رہے کہ دیر نہیں مستعد ہوں میں
مجھ سے جواہراتِ سخن مُفت آکے لو
اس پر بھی گر نہ لو تو کرم ہین ہو ضرور
مالک کھڑا ہوا ہے ترے انتظار میں
جو کچھ کہا زبان سے وہ ہے نقش کالحجر
مانا کہ لکچرار ہوں لیکن خبر بھی ہے
گر اس کو کوئی سن کے عداوت گزیں ہوا
رُستم اگر کوئی ہے تو رستم ہوا کرے
حتیٰ کہ میرے سامنے پیل و پلنگ و گرگ
پھر اوس پہ میں نگاہ کروں جائے شرم ہے
میں وہ دلیر ہوں کہ دلیری کو ناز ہے
اشعار میرے پڑھ کے پنک میں چلے گئے
یحییٰ تو اب بعزمِ متیں اوٹھ کھڑا ہوا
استنے بیان میں یہ بیاں ہو چکا ضرور

اب صرف امرِ حق کا مجھے انتظار ہے
بازار اس کا گرم ہے سودا اودھار ہے
دوزخ کی آنچ کا ترے ماتھے پھپھار ہے
جس کی بہ صوتِ رعد دھونیدھی ڈھکار ہے
مجھ کو یہ مت کہو کہ یہ اک لکچرار ہے
لکچر ہمارے عزم کا اک اشتہار ہے
پروانہ اس کی مجھ کو مٹے زنہار ہے
یاں بال بال میرا اک اسفندیار ہے
روئینہ نہیں ہے بلکہ اک ادنیٰ سیار ہے
اس قہرِ ذوالجلال کی دنیا شکار ہے
شمشیر ہے زباں تو قلم ذوالفقار ہے
کیا نقطۂ حروف مرا کوکنار ہے
فضلِ خدا یہ فتح کا دار و مدار ہے
انساں زفضلِ یحییٰ جمیعٔ نگار ہے

یعنے جملہ نما ہے کیونکہ اور جانداروں میں کسی نہ کسی چیز کی کمی رہجاتی ہے یہ سب کا مجموعہ ہو کر کمال و تمام جملہ نما ہوتا ہے کہ اس میں کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ کیا کہ اوس اونیٰ میں سے بھی کمال درجہ کا ناقص انسان دگر جاندار سے اشرف ضرور ہے اوس کے نزدیک اُسکی انسانیت معجزہ ہے۔ مگر ہزار ہا لاکھا کے مقابلہ میں بہایم ہی ہے تو چونکہ ہر ذرہ کائینات بایکدگر اعجاز نما ہے اس لئے ان انسانوں میں سے بھی بایکدگر مفضول و متفضل ہوتے ہوئے درجۂ شہنشاہی سے واصل ہو کر ممتاز ہوتے ہیں کہ ان سب پر انسانِ واصل باللہ افضل ہوتا ہے کہ گویا وہ واصل الکل ہوا اس لئے وہ سب کائینات میں افضل الافاضل ہوا۔ مگر اوس کی بہت سی مشابہت دوسروں میں بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے دوستی کرے تو اوس سے بھی دوستی کی شان ظاہر ہونے لگتی ہے اگر عداوت کرتا ہے تو عداوت کی شان ظاہر ہونے لگتی ہے۔ گویا جس طرح اوس میں بول و براز جیسی کثیف چیز اور نورِ چشم و عقل و روح کی طرح لطیف چیز کہ دونوں باہم متضاد ہیں جو بایکدگر مجتمع ہو کر ایک سرائے میں فروکش ہیں اسی طرح اوس کے ساتھ متضاد خصایلِ و صفات بھی لگے ہوئے ہیں کہ خصایلِ نامسعودہ

سے مذمت کا مستحق ہے گویا اوس کے صفات کثیفۂ و خبیثہ کے ذکر کا نام مذمت ہو جاتا ہے اور سیرتِ سعیدہ سے مدحت کا سزاوار ہوتا ہے کہ وہ مذمت کے برعکس ہے تو یہ دو خطِ متوازی نامتناہی چلے جاتے ہیں کہ یہ بات ہر ذی جان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کہ انہیں عادات سے واصل باللہ بھی متشابہ ہوتا ہے۔ کہ گویا اللہ میں بھی یہ تشابہ پایا گیا ۔ جو اوس کی شان کے خلاف ہے اسواسطے کوئی خدا تک پہنچا ہی نہیں کہ اوس کی حالت معلوم ہو۔ مگر ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ چونکہ سب چیز پر قادر ہے خود ہی بشرین کے بشر کے پاس آئے تو دوسری بات ہے تو جب خود کو چھپا کر بشریت کے لباس میں آئے گا تو وہ جامۂ جبرئیل ویسا خوبصورت ہوگا نہ کہ بھوت چڑیل کی شکل کا ہوگا کہ لوگ ڈر جائیں خواہ نفرت کریں ہرگز نہیں بلکہ چاہیئے کہ لوگ خود بھی صاف ستھرے رہیں ثیاب فاخرۂ مطہرہ ہو۔ تو پھر کب عموماً سب پر ظاہر کریگا ورنہ خود کو بشر میں چھپانے کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ اس واسطے ہرگز نہیں ظاہر کریگا۔ لیکن اگر اسطرح سے بھی نہ ظاہر ہو تو اور جبنت و پوشیدہ رہیگا ۔ تو دونوں بات برقرار رکھ سکتا ہے تاکہ لوگ اوس کے اشارہ کنایہ کو دیکھ کر اپنی دوربیں سے جانچ پرتال کے بے انتہا عشق و محبت کے ساتھ اوس کی شانِ محبت و رحمت کو دیکھتے رہیں ۔ ورنہ عداوت سے ہرگز نہیں ظاہر ہوگی بلکہ عداوت سے تو اوس کی شانِ عداوت ظاہر ہونے لگیگی۔ جو اور بشر کی عداوت سے اُس کی عداوت میں فرق یہ ہوگا کہ دیر اثر ہوگی جیلدی عداوت کی طرف رجوع نہ ہوگا مگر محبّت کا نہیں رکھنا ہی عین عداوت ہو جائیگا چہ جائیکہ عین عداوت کا رکھنا وہ تو جہنم رسیدہ کردے گی پھر اگر عداوت کرنے والا عداوت سے نہیں باز آئیگا تو خفیتہً آفات کے ذریعہ سے کام لے لیگا مگر اپنے جامۂ بشری سے کام لینے کو عار سمجھیگا۔ پس وہ واصل باللہ نہیں بلکہ واصل بالبشر در پردہ عین اللہ بنام روح اللہ خواہد شد۔ جسکی مجموعی حیثیت و مفہوم کو مسیحا کہہ سکتے ہیں۔ لہذا وہ واصل باللہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ عین اللہ کہا جائیگا تو اوس میں از راہِ عشق و محبت فنا ہونا بدرجہا احسن و اعلیٰ ہے کہ کوئی کسی دگر مخلوق خواہ مخلوقِ ہم جنس میں یا خود میں فنا ہو یا فنا ہونے کی کوشش کرے ۔ وہ جملہ حالت میں مجرم قرار پائے گا۔ کہ اوس کے مطابق اوس کی ہستی کی ضرور سزا ہو جائیگی۔ اب وہ کس کس طرح سے سزا ہو سکتی ہے اوس کو تم خود سوچ لو سارے اقسام کی سزاؤں کو غور کرو۔

ہمارا کام صرف مختصر بول دینے کا ہے اور حکم دیدینے کا ہے ۔ جیسے فلاں بات اس طرح پر جاری ہو ۔ یہ حکم ہو گیا + اور بطور مختصر سمجھوں سے یہ بول دیا کہ :-

(۱)۔ ہتھوڑا پتھر کو توڑتا ہے ۔ اور پتھر ہتھوڑا سے ٹوٹ جاتا ہے + اب یہ کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟

اور کیوں ٹوٹ جاتا ہے تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے + اسی طرح میں نے کہدیا کہ میخ زمین میں دہستی ہے اور مٹی چاروں طرف سے دبتی ہے + اب یہ کیسے ہوتا ہے اور کیوں ہوتا ہے تم خود سوچ لو + عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(ج) پھر اسی طرح یہ کہا گیا کہ ہوا سے روشنی بجھکر کہیں چلی جاتی ہے + اب یہ کیوں بجھتی ہے اور کہاں چلی جاتی ہے - تم خود سوچ لو دانش و خرد اسی واسطے دی گئی ہے +

(د) اس طرح یہ بھی کہدیا گیا کہ اگر خندق کھود کر اُسی مٹی سے اوس خندق کو بھرنا چاہیں تو اوس کو بھر کر مٹی زیادہ ہو جاتی ہے + اب یہ کیسے عمل میں آتا ہے اور کیوں زیادہ ہو جاتی ہے - تم خود سوچ لو فہم و دانائی اسی واسطے دی گئی ہے +

(ہ) اسی طرح یہ کہدیا گیا کہ اگر کوئی (گھوڑا گاڑی) پر بیٹھا ہے اور گھوڑا ہانپ رہا ہو - تو اوس کے ہانپنے سے اسقدر جنبش میں ترقی ہوتی ہو کہ اوس پر بیٹھنے والا بھی متحرک ہوتا ہے - اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سب قسم کے تحرک کا کوئی محرک ہے + اب یہ کیوں ہوتا ہے تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(و) اسی طرح یہ کہا گیا کہ رقیق چیز گرم ہوتی ہے اور منجمد چیز سرد - اب ایسا کیوں ہوتا ہے تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے جس جگہ مثالاً مختصر جملے ہیں اُن میں فلاسفہ بھرا ہوا ہے - خود اوس کو سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(ز) اسی طرح کہا گیا کہ اگر کوئی گیاسلیٹ میں دھاگا ڈبو کر کسی کانچ کے ظرف میں بکمال احتیاط باندھ دے کہ اوس کے عقدہٗ حلقہ سے زیادہ گیاسلیٹ کا اثر نہ پھیلنے پائے - اوس کے بعد وہ دھاگا کا حلقہ دیا سلائی سے جلا دیا جائے کہ ذرہ ذرہ کر کے جل جائے تو اوس دھاگا کے حلقہ کے برابر وہ کانچ کا برتن اپنے ہر ذرات سے جدا ہو کر معلق دو ہو جائیگا - اب یہ کیوں ہوتا ہے تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(ح) اسی طرح اگر یہ کہدیا گیا کہ آسمان سے پانی برستا ہے - تو اب آسمان کیا ہے اس میں قوس و قزح اور اسکی گولائی کیوں نظر آتی ہے اور پانی کیوں برستا ہے - تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے

(ط) اسی طرح یہ بھی ہے کہ ہاتھ پاؤں جو دئے گئے ہیں اس کا کیا مطلب ہے تم خود سوچ لو + ناک - منہ - دل و دماغ - موت و حیات جو دِئے گئے ہیں - اس کا کیا مراد ہے تم خود سوچ لو چنانچہ

سوچنے والے نے۔ کان کے طرف سوچا۔ تو فونوگراف ایجاد کرلیا۔ آنکھ کی طرف سوچا تو فوٹو گرافی ایجاد کرلی۔ غبارہ کی طرف دیکھا تو بیلون بنالیا۔ خیال کی طرف سوچا تو مسمریزم اور مکاشفات ایجاد کرلیا۔ روح کی طرف خیال کیا تو علم حاضرات ایجاد کیا + اسی کو دانارا اشارہ بس است کہتے ہیں ہتو یہ اختلاف اللیل والنہار۔ تصریف الریاح والروح۔ اسقدر ریتی۔ اتنا بتیرا کھارا پانی اور انقلابات۔ عورتوں میں سب باتوں سے زیادہ بناؤ سنگار کا شوق اور جمیع مسخرات بین السماء والارض سب کے سب آیاتِ بینات۔ رایت وعلم۔ عالم و علامت جسکو نشانی و اشارہ کہتے ہیں وہ ہیں اب یہ کیوں ہے۔ کیسے ہے۔ کس طرح ہوا۔ خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ اب اگر ذرہ ذرہ بیان کیا جائے تو عمر بقا چاہیئے پھر سب کو کیوں نہیں بیان کیا اور جو کچھ بیان کیا۔ تو بہت مثالوں میں بیان کیا اور ایک مضمون کو پھیر پھار کر متضادِ فہمائش میں بالتکرار بیان کیا ایسا کیوں کیا گیا خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے + اگر کوئی بات نہیں سمجھ میں آتی تو اس کو بھی سوچ لو کہ کیوں نہیں سمجھ میں آتی کیونکہ عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ اب عقل کیا ہے کس واسطے دی گئی ہے۔ اس کو بھی خود سوچ لو۔ کیونکہ عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ غرض کہ سب کام تم سے خود انجام پائیگا ایسا کیوں کیا گیا اس کو بھی خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے +

(ی) اسی طرح آسمان و زمین و مادہ وغیر مادہ اور ہر دو جیسے غصہ اور خوشی وغیرہ ہے۔ بلکہ جمیع ہستی و نیستی سب بوسیلہ جملہ آفرین کرم عدم سے وجود میں آئی ہے اب عدم کیا ہے اور وجود کیا ہے جملہ آفرین کیا ہے اور کیسے پیدا ہوئے اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ تم خود سوچ لو عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ چنانچہ اب انہیں مثالوں کی طرح ایک اور پُر اسرار منکشف لطیفہ معما جو بالکل حساب آمیزی کے ساتھ ہے بیان کیا جاتا ہے +

(ک) کہ فرض کرو کہ کوئی شخص کسی فریقین کے جملہ تنازع کی حالت سُنکر یہ حساب آمیز لطیفہ بیان کرنا شروع کرے کہ کسی ریگستان کا ایک راعی۔ اپنے ساتھ ایک اسد اور ایک بکری اور حشائش کے بہت سے گٹھے جس کو شتغۂ گیاہ کہتے ہیں لے ہوئے کسی طرف جارہا تھا۔ کہ عین صراطِ مستقیم پر ایک ندی ملگئی۔ جس میں ایک بہت ہی پتلی اور ننھی سی ڈونگی تھی کہ بڑی مشکل سے اوس پر دو آدمی جاسکتے تھے پس کہ وہ راعی اس موقع پر آکے ذرا گھبرایا کہ کس طرح اس مخدوش راستہ سے عبور کرجانا چاہیئے کہ جان و مال دونوں بچیں۔ کیونکہ اگر خود شتغۂ گیاہ کے ساتھ اوس طرف

جاتا ہے تو اِس طرف - بکری کو شیر کھا جاتا ہے۔ اگر شیر کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے تو بکری سارا شغہ گیاہ کھا جاتی ہے جس میں بہت سے مویشیوں کا نصیب ہے + اس لئے وہ پہلے بکری کو اوس پار چھوڑ کے واپس آیا اور شغہ گیاہ کو اوس پار لیجا کے رکھا اور بکری کو مکرر واپس لایا پھر یہاں سے شیر کو لے گیا۔ اور واپس آکر بکری کو واپس لے گیا۔ اس عرصہ میں چرواہے کو کہیں نقل و حرکت کی ضرورت پڑی = اس واسطے وہ اس پر عامل ہوا۔ کہ وہ بے سمجھ بکری بدذات سب شغہ گیاہ کھا کر بڑے آرام سے نشخوار کرنے لگی - کہ شیر کو اوس کی یہ خیانت بھری نشخوار اور جگالی دیکھ کر غصہ آیا اور چیر پھاڑ کے چکھ گیا + اتنے میں چرواہا جو آیا تو شیر پر غصہ ہوا۔ اور فوراً اوس کا سر قلم کر کے سینہ چاک کر دیا۔ کہ اوس کے پیٹ سے ایک بچہ انسان نکلا اور پوچھا کہ تم نے اُس کو بے قصور کیوں مارا ؟ یہ تو بالکل بے قصور ہے۔ بکری کو قصور پر مارا ہے اور تو نرا چرواہا اَنُپڑھ ہے کہ بے سوچے سمجھے اس کو مار ڈالا۔ اسکی کیا سزا ہے ؟ تو اوس نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں کیا یہ سب شیطان نے کرایا۔ تو اوس نے پوچھا کہ شیطان کیا ہے ؟ کیا تو نے اوسکو دیکھا ہے ؟ تو کہا کہ نہیں۔ پھر اوس نے کہا کہ جب تو نے اوسکو نہیں دیکھا ہے اور وہ موجود نہیں ہے تو کیوں اوس پر بہتان کرتا ہے۔ تو اوس نے کہا کہ وہ غایب ہو کر ایسا کام کراتا ہے + تو اوس نے پوچھا کہ اس غیب کی تجھ کو کیونکر خبر کہ وہ غایبستان سے ایسا کراتا ہے ؟ تو کس غایبستان کے رہنے والے کے ماتحت ہے ؟ شیطان کے یا رحمان کے ؟ کیونکہ اگر تجھے رحم و رحمت ثابت ہوتی تو خالص رحمانی ماتحتی کا لگاؤ پایا جاتا۔ مگر چونکہ تو شیطان کی فرمانبرداری میں حیثت ثابت ہوا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اوس کا خاص غایبستانی مستقر عین تیرا دل ہو گا۔ کہ اوس کا مجسم دار الخلافت بالکل اوس کے زیرِ حکومت ہے کہ اوس میں رحمانی حکم کو از راہِ قہر ذرا توجہی بالکل دخل نہیں اور وہ مجسم تو ہی ہے۔ تو اوس وقت وہ سخت کشش و پنج میں ہو کر بولا کہ مجھ کو اس قدر عرفان نہیں حاصل کہ ایک بندر نے دست بستہ حاضر ہو کر یہ بیان کیا۔ کہ اے شیرِ خدا ابنِ شیرِ خدا تمہاری عدالت گستری کی خبر سُنکر میں بھی ایک مقدمہ پیش کرنے آیا ہوں کہ میں غایبستان کے جنگل کا رہنے والا ہوں جس کو بن بالس کہتے ہیں اور میرا ہی نام شیطان ہے جس قدر مجھ کو اپنے حاکم کی طرف سے ڈیوٹی سپرد ہے اوس کے مطابق ہمہ آن کام بجا لا رہتا ہوں اور ہر عالم کے لوگ کارِ بد تو خود کرتے ہیں اور لعنت مجھ پر کرتے ہیں اور انبیا حسد اور رقابت سے ایسا کرتے ہیں اور اپنے پیروکاروں کو عداوتاً لعنت بھیجنے

کے لئے حکم دیتے ہیں کہ اگرچہ درحقیقت وہ لعنت لوٹ کر خود او نہیں پر جاتی ہے مگر ظاہراً
تو بالیقین مجکو کہا جاتا ہے ۔اس لئے اس کا انسداد ہونا چاہئے ۔مگر آج تک کوئی ایسا عادل نہ
تھا جو انصاف کرتا آپ اپنے عدل انصاف سے پورا میزان کر دیجئے اوس دم اوس شیر خدا
ابن شیر خدا نے پوچھا کہ اچھا پہلے تو اپنی ڈیوٹی بتلا کہ تیری ڈیوٹی کیا ہے ؟ تو اوس نے کہا کہ ایک
جائے مہلکہ جس کا مترادف لفظ مکہ ہے وہ ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے وہاں ذرا سرکار تشریف
لے چلیں تو اپنا مشغلہ ظاہر کروں تو شیر خدا ابن شیر خدا اوس شیر کش کو ساتھ لئے ہوئے وہاں
چلا گیا ۔وقتیکہ اوس میمون نے کسی عسل فروش کا عسل اپنی انگلی میں لگاکے اوس کا نارد یکھتا ہوا
پوچھا کہ یہ کس حساب سے دیتے ہو ؟ اوس نے اوس کی قیمت کہی ۔اور اوس میمون کپی نے اپنی
شہد لگی ہوئی انگلی ایک تھم میں پوچھدی جس پر مکھیاں جمع ہو گئیں ۔مکھیوں پر مکڑی نے حملہ کیا
مکڑی پر چڑیا پھڑک پڑی ۔چڑیا پر کسی کی ایک پروردہ بلی تھی وہ جھپٹ پڑی ۔بلی پر کسی کا پروردہ
تازی کتا تھا وہ ٹوٹ پڑا ۔اور پکڑ لیا ۔بس اوسی دم دھجیاں اڑا دیں ۔تو جس کی بلی تھی وہ کتا پر لپکا
اور ضرب شدید پہنچایا کہ وہ وہیں لوٹ پوٹ کر مر گیا ۔کہ جس کا کتا تھا وہ بگڑا اور تمام قبیلوں
میں کیا معنی کہ شہر بہ شہر لڑائی شروع ہو گئی کہ لاکھوں کروڑوں کی جانیں تلف ہوئیں ۔خون کا
دریا بہہ گیا ۔اوس میں جس نے صلح کرا دیا اکثر ہر کام میں دخیل ہونے لگا کہ رفتہ رفتہ وہی سیدہ
حاکم ہو گیا اور شیطان مردود پر لعنت برسائی گئی ۔اوس پر بزنہ نے کہا کہ سرکار ملاحظہ فرما دیں ۔کہ
میں نے کچھ نہیں کیا صرف ایک شہد کی انگلی تھم میں پوچھدی تھی جس پر اتنا بڑا طوفان ہو گیا ۔
اتنے بڑے طوفان سے خود پہ لعنت نہیں کرتے اور ہمارے اتنے سے کام پر لعنت کرتے ہیں
کہ وہ بھی ہم نے اس ارادہ سے نہیں کیا ۔تو ساعتہً اوس شیر خدا ابن شیر خدا نے کہا کہ جب
تمہارا ارادہ نہیں تھا ۔تو تم کو اس کا علم کیونکر ہوا کہ اگر ایسا کیا جائیگا تو اسقدر خونریزی جانونگی
جو تمہاری بریت کا باعث ہوسکیگی ۔تو اوس نے کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا ۔مگر عقل کے
زور سے ایسی ترتیب دیکر بتلائی کہ اگر ایسا کیا جائیگا تو عجب نہیں کہ اوس کا نتیجہ ایسا ہو اسواسطے
میں نے ایسا کیا ورنہ اگر مجھ کو علم الغیب حاصل ہوتا تو یہ بھی مجھ کو جاننا چاہئے تھا کہ آپ مقدمہ
کس کی طرف فیصلہ کرینگے ۔مگر میں واقف نہیں اور نہ عقل رائے دیتی ہے کہ اوس کو اظہار کردوں کہ
کس طرف فیصل کیا جائیگا ۔اب آپ کے اختیار میں ہے جیسا فیصل کیجئے ۔کیونکہ عدالت آپ
کے ہاتھ میں ہے ہم کو علم غیب ہوتا تو سب نیک کام کرتے تو اوس عادل ابن شیر خدا نے یہ پوچھا

کہ اگر تجھ کو علم غیب نہیں ہے تو شیر کُش خدا کے۔ اس فریاد کرنے پر کہ سب کچھ شیطان نے کرایا تجھ کو غیر حاضری میں کیونکر خبر ہوگئی؟ تو اوس نے کہا کہ سب باتیں ہوا میں اُڑ کر اوپر جاتی ہیں تو ہمارے کمرہ سے ہوتی ہوئی نکلتی ہیں اس واسطے مجھ کو معلوم ہوگیا۔ تو شیر عادل نے کہا کہ جب تیری اتنی دور رسائی ہے کہ تیرے معلومات کے مقابلہ میں میرے معلومات کیا ہو سکتے ہیں جنکو میں ترتیب دیکر عدل کر سکونگا لہذا تو ہی عدل کر!۔ تو اوس نے کہا بہت اچھا۔ الامر فوق الادب آپ کے حکم سے میں خود تختِ عدالت پر بیٹھ کے عدل کر دیتا ہوں۔ کہ پہلے یہ ایک گردہ نان لیجئے اور آپ اور یہ شیر کُش اس نان کے دعویدار ہوکر میرے یہاں مقدمہ پیش کیجئے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اوس وقت اوس منولال نے گردہ نان کو دو پارۂ قابِ توسین کردیا جس میں کا ایک نصف ٹکڑا کسی قدر وزنی ہوگیا۔ تو اوس وزنی کو دانت سے کاٹ کر برابر کرنے کے خیال میں کٹا ہوا چھوٹا ٹکڑا چکھ گیا اور باقی کو پلۂ ترازو میں رکھا۔ تو دوسرا ٹکڑا کم ہوگیا۔ پھر اوس پر بھی وہی عمل جاری کیا اور باقی کو ترازو میں رکھا۔ تو اوس کے مخالف کا ٹکڑا کم ہوگیا۔ اسی طرح ہر بار دونوں پلہ راجح و مرجوح ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ سب روٹی ہوگئی۔ تھوڑی سی باقی رہی اوس کے بارہ میں کہا کہ یہ ہماری عدالت کی مزدوری و تنخواہ ہے اس لئے میں اس کو واجبانہ طور سے چکھ جاتا ہوں۔ چکھ کر صاف کہہ دیا۔ کہ تمہارا کچھ حق نہیں تھا۔ بلکہ اگر پہنچتا تو ناحق تھا لہذا جہاں کا حق تھا وہاں پہنچ گیا + اوس وقت ابنِ شیرِ خدا و اسد کُش اور بندر تینوں میں لڑائی چلی۔ اور ایک دوسرے کے جانی دُشمن ہوگئے۔ تو ہنومان جی نے چھلانگ مارنے میں مشاقی پیدا کرلی کہ جدھر پایا دو چار چپت رسید کر کے چلدئے۔ اور شیر کُش نے طرح طرح کے ہتھیار ایجاد کرنے میں ترقی کی اور ابنِ شیرِ خدا نے خود میں از خود قدرت حاصل کرلی کہ جیسا ارادہ کرے ویسا ہو جایا کرے۔ کہ اپنے اپنے کمالات کے زور پر ایک دوسرے کے درپے ہوگئے کہ شیر کُش نے۔ ہنومان جی سے تنگ ہو ہو کر ایک روز کسی ایک ہتھیار کا ہاتھ لگا دیا کہ اوس کا صفایا ہوگیا + پھر اُس کی مشاقی یہاں تک براق ہوئی کہ اوس مردِ شیر زا پر بھی ہاتھ ڈالدیا۔ کہ اوس نے زخم کی جراحت سے چھمنا کے فوراً خود کو کہا کہ میں اچھا ہو جاؤں اور ہماری ہستی کی تصدق میں ساری ہستی اس شمشیر زن سمیت خاک و سیاہ کردی جائے کہ سب پاک ہوں پس اوسی وقت ہوگیا۔ جب پھر اوس کو ویسی ہی حالت میں پلٹانا چاہا۔ تو پھر ویسا ہی ہوگیا۔ اور جو کچھ چاہنے لگا بعینہ ویسا ہی ہونے لگا۔ تو عدلاً عین خود کو قصود و لا تظہیر بلا کہ سب میں نے کیا اور میں ہی کر رہا ہوں ورنہ کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے خیر و شر دونوں کا بانی

میں ہی ٹھیرا کہ ایک جہت سے قابلِ مدحت ہیٔ الرحمن ہوں دوسری جہت سے لایقِ مذمت کالشیطان
- کہ سب بات میں دسترس ہونا یہ بھی کمالِ قدرت کا باعث ہوتا ہے - تو پھر چنیں حالتِ ہذا میں
ٹھیرا کون؟ کیا ہوں؟ کون ہوں؟ اور کیسا ہوں؟ کیا وہی روٹی کے ٹکڑہ کی طرح تو نہیں؟ کہ
دونوں طرف سے خود کے پیٹ میں رکھ لیا۔ سب انا کر لیا دوسرے کا کچھ نہیں۔ اوسی طرح یہاں بھی
دونوں طرح سے اپنی ہی خیر منائی جاتی ہے

خیراً ہم منم شدم اور شراً ہم منم شدم   غرض کہ آں ہم منم وایں ہم منم ہر دو خود م

اس لئے چلو کچھ بھی نہیں۔ حکم دیتا ہوں - کہ سب نیست ہو جائیں اور عدل و انصاف باضابطہ
ہو کر پھر بکمال انتظام اچھا خاصہ منتظم علیہ بنجا۔ کیونکہ جب تک نحل و یعسوب خانہ برباد نہ کیا جائیگا
اوس وقت تک کوئی عسل اللسان نہیں ہو سکتا۔ اور نحل کی شیطانی نیش زنی نہیں موقوف ہوگی۔ اسی
طرح جب تک سینۂ صدف چاک نہیں کیا جائیگا۔ لولوئی لالا حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ویسا
ہی حسبِ مشیت ہو گیا۔ تو یہاں پر اوس شخص کے اس قصۂ و لطیفہ بیان کرنے سے کیا مطلب
ہو سکتا ہے اب یہ تم کو چاہئے کہ تم سوچو کہ کیوں ایسا بیان کیا؟ اس کا کیا سبب ہوگا؟ اور اس کا
کیا مطلب ہوگا؟ کیونکہ عقل اسی واسطے دی گئی ہے۔ پس اس کیوں کے لفظ کو ہر مقام پر بہت
بڑا سمجھو۔ جس بات کے لئے اسکی آمد ہوگی طرح طرح سے فکر و تشریح پیدا کریگا۔ مگر فکر کرتے وقت یہ کچھ ضروری امر
نہیں کہ ساری فکر اوس کی بر سرِ حق ہو۔ کیونکہ فکر مرکب بحق و باطل ہوا کرتی ہے۔ اور قول مخلوط
بصدق و کذب اور عمل ممتزج بخیر و شر تو قول و عمل سے فکر کی صداقت معلوم ہو سکتی ہے۔ تو
اس حق و باطل کے بارہ میں بھی عقل سے کام لے - کہ کسی خبیر سے دریافت کرے کہ یہ بھی داخل
در عقل ہے۔ پس عقل اسی واسطے دی گئی ہے کہ اوس سے پوری بہتری کا کام لیا جائے تو آن
عالیجناب حضرتِ فرمانروا نایب اللہ علی العالمین جو کچھ فرما رہے ہیں بالکل قرین عقل و قیاس ہے اس پر پورا
غور کرو اوسی غور میں یہ بھی غور کر لو۔ کہ غیر از روح اللہ میں فنا ہونے والے کی کچھ سزا ہو سکتی ہے یا نہیں
اگر نہیں غور کیا جاتا ہے تو میں ترتیب وار سب کو سمجھا دیتا ہوں۔ کہ جس طرح سب چیزیں فنا ہونیکا
ذکر پیش ہے اوسی طرح۔ پہلے مسلسل بہت سے اذکار سُن لو کہ اس اسماع تسلسل سے فہم و کیاست
میں وسعت پیدا ہو جائے کہ بآسانی سمجھ میں آنے لگے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص مطرون فی السجیلہ ہوگا
تو اوس میں سختی پیدا ہوگی جس کو شقاوت کہینگے اور اوس شقی کا نام ادنا دہ ہوگا + جو اوس کے پیدا
ہونگے وہ افتقیا کہے جائینگے + ثانی الحال اینکہ یہ نہیں معلوم کہ وہ کس قسم کے پتھر میں فنا ہوا ہے

ایک پتھر وہ بھی ہے۔ کہ باوجود برین سختی اوس میں سے پانی نکلتا ہے دوسرے وہ ہے کہ اوس پر
حرف کندہ کیا جاتا ہے اور مطبع میں کام آتا ہے۔ کچھ پتھر وہ ہیں جو جواہرات کہے جاتے ہیں۔
تو فنا ہونے والے میں اوس قسم کے مطابق اثر پیدا ہوگا +
بہمیں نہج وہ مجاہد جو اس واسطے مجاہدہ کرتا ہو کہ وہ آمیختہ بہ تراب ہو اور اوس میں ناک جنون
پیشانی رگڑا کرے اور اپنی سے زیادہ مٹی پتھر کو معزز سمجھ کے اوس کی پرستش میں لگا رہے بلکہ خود کو
سفوف و خاک و سیاہ کر دے تو اوس کے اس فعل کا نام تو اشخ والحاد ہے اور خود ملحد کہا جائیگا
اس میں زیادہ ترقی کرنے سے رب اللحاد و ذات الصدع ہوگا۔ جو حقایق النباتات میں منہمک
ہو تو ممکن ہے کہ اوسی مناسبت سے ترقی پاکر نباتاتی شکل قبول کرے۔ اب وہ دینی نباتات سمجھا
جائے یا دنیوی پھر وہ عزی بنے یا نخل و انار بیل بنے یا تلسی و شہتوت و کچنار۔ تو اس انقلاب
نشئت کا نام تنابت ہوگا اوس میں ترقی کرنے سے رب النباتات کے عہدہ پر پہنچیگا۔ جو مستہلک
بحیوان ہوگا اوس کے اس فعل کو تفاسخ کہینگے ممکن ہے کہ ترقی پاتے پاتے ایک فہمیدہ حیوان
بن جائے + اگر فنا فی اللیل ہوگا تو طارقات سے ایک طارق بنے گا + دراں ہنگامیکہ لیل و
نہار میں فنا ہوگا تو معقبات سے ہوگا + جو انہیں تمام قوانین و شرائط و ارکان کے ساتھ فنا فی الہوا
ہوگا تو مرسلات سے ہوگا + بدینگونہ جو فنا فی الطیران ہوگا وہ ترقی کرتے کراتے رب الطیور و
ذاریات سے ہوگا + بحکم آنکہ جو شخص فنا در امطار ہوگا تو ترقی کرتے کرتے حاملات و رب الامطار
تک پہنچ سکتا ہے + بوصف اینکہ جو شخص فنا در تحقیقات حرکت ہوگا تو ترقی کرتے کرتے داریات
و رب الحرکات سے ہو سکتا ہے + ہمبریں روزگار اینکہ جو فنا فی الاموات ہے وہ نازعات و
رب الاموات سے ہو سکتا ہے + ازاں مدعا اینکہ جو فنا فی الایجاد و الفتوحات ہوگا وہ
ناشطات اور رب الفتوح تک پہنچ سکتا ہے + بخاطر ہمچنیں کوشش اینکہ جو ہر چیز میں فنا ہوگا
سابحات و رب السیاحۃ سے ہوگا + جو جہالت میں فنا ہوگا جاہل ہوگا۔ جو حماقت میں فنا ہوگا۔
احمق ہوگا + جو رب الارباب میں فنا ہوگا تو اوسی کا ہوکے رہجائیگا + مگر قابل غور بات اس جگہ یہ ہے کہ
اکثر ارباب کے اسماء تانیثاً واقع ہیں۔ تو سبب یہ ہے کہ مونث مغلوب مذکر ہے تو اللہ تعالیٰ بری
از جنسین ہے۔ اوس کے نزدیک کسی کو غلبہ نہیں کہ اپنے اسماء و القاب میں غلبہ نمائی ظاہر کرے
بس جمیع موجودات ابن مفقودات ہے اور جمیع مفقودات ام الموجودات ہے کہ یہ دونوں ملا کر
کائنات ہوئے تو اللہ تعالیٰ ابو الکائنات ہے یعنے آباے علوی و امہات سفلی اور نتیجہ یہی

طیب وطوبیٰ اور طب ہیں انہیں تینوں کو ملا کر اقنوم کہتے ہیں = یعنے اب - ابن - ام + وہ اس واسطے کہ تمام ہستی و نیستی کی شکل انسانی ہیکل پر متشکل ہے - کہ ایک شکل پر دوسری ہے اور اوس دوسری پر تیسری کہ یہی اب وابن وام یا دشنو - برہمہ اور گوشائیں خواہ غوث + کہے جاتے ہیں + جو اس اقنوم وتثلیث میں فنا ہوگا - وہی وحید الوحید اور مسیحا ہوگا کہ اس میں فنا ہونیکے بعد فنا فی رب العالمین ہوجاتا ہے الخ مگر موخرالکلام یہ ہے کہ یہ کیونکر اور کس طرح ممکن ہے تو وہ سردست مجملاً ان چند اشعار میں بیان کر دئے جاتے ہیں جو آگے چلکر مفصلاً بیان کئے جائینگے چنانچہ وہ سب اشعار یہ ہیں -

اشعار

ہو اللہُ مولاً علیماً خبیرا	ہو اللہُ ربًا سمیعًا بصیرا
پکڑ کر جو اوس نے کلیجہ کو چیرا	تو دیکھا کہ اوس میں ہے شمساً منیرا
وہیں چیٹیاں ہیں جہاں شیر وشیرا	نہ رہتی ہے چیٹی ہو جس جا پہ زیرا
خدا ایک ہی ہے نہ ہے کوئی اوس کا	نہ باپ اور بیٹا نہ کوئی بنیرا
پُرانا ہوا جس گھڑی عرقِ نخلی	تو سیندھی ہوا پھر نہ رہتا ہے نیرا
پرانی ہو سیندھی تو ہو جائے سرکہ	ہو سرکہ پُرانا تو بن جائے مبیرا
جو میرا پرانا ہو پھر گیاس بنجائے	بہ تدریج ہو گیاس ناراً سعیراً
تو ہم کس قدر ہیں قدیمی پُرانے	بھلا پوچھنا ہے ہمارا و تیرا
کسی پر ہے غالب فقط عشقِ ذاتی	غرض جیسے جستہ سے کٹتا ہے ہیرا
بہ فرماید ایزد بہ اصحابِ جنت	کہ خواہم ہمیں داد خیراً کثیرا
پس از قطع زہری لعاب اوس کا نکلا	تنوئی نکالی تو بیٹھا ہے کھیرا
بس اب کہدو یحییٰ کہ غالب رہونگا	ولو کان بعضًا لبعضٍ ظہیرا

مگر یہ غالب رہنا کیسا ہوگا - کہ صرف ایک دو پر نہیں بلکہ غالب علیٰ جمیع العالمین رہیگا - جس کا ذکر مسلسل تفسیروار ہوتا چلا جارہا ہے آگے چلکر مفصلاً بیان ہوجائیگا - اس جگہ یہ مجمل مضمون کسی قدر مفصل کیا جاتا ہے - کہ یہ بھی آگے چلکر تفصیل وتفسیر کی طرح ایکے بادیگرے بیان المبین ہوتا چلا جائیگا - تو اب وہ تفصیلِ مجمل مع تمام اون طریقوں کے کہ مسیحا میں کیونکر فنا ہونا چاہئے یہ ہے - کہ اس قدر سماوی - زہد ومجاہدہ ورہبانیت کی کچھ ضرورت نہیں - ضرورت یہ ہے کہ سب چیزوں پر رحم کرنا چاہئے - تو اون چیزوں میں رحم کرنے والے کی خود ذات بھی شامل ہے - اس لئے

خود پر بھی رحم کرے - اگر خود پر از خود رحم نہیں کرتا - تو پھر دوسرا اوس پر کیوں رحم کرنے لگا - خود کو
تکلیف دینی سخاوت نہیں یہ اپنے ساتھ دشمنی کرنی ہے اور دشمنی غیر کے ساتھ صرف اپنے
لئے کی جاتی ہے - تو جب کوئی آپ اپنا دشمن بنے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی تو
جو چیز خود کے حق میں دشمن ہو وہ شیطان ہے اگر خدا اپنے حق میں دشمن و مضر ہو تو خدا ہی شیطان
ہے اگر خود ہی مضر ہے - تو خود ہی شیطان ہے - پس مضر کا نام دشمن ہے - اور دشمن کا نام شیطان
پس خود عدو آدمی خود ہی شیطان ہے - اس واسطے زا لچا ہے - خودکشی کا مرتکب ہے - اگر اپنی
دشمنی کو خودکشی کی حد تک بھی پہنچایا ہو سہی تاہم رہبانیت و ایثار علی النفس ضرور ہے کہ سب چیز
اپنے نفس کے لئے لیجاتی ہے یہ اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہے جس کے معنی یہ ہیں - کہ دارین
میں وہ طالب تکلیف ہے اور راحت جو ایک نعمت ہے اوس سے کفران کرتا ہے اس
واسطے نرا کافر ہے + کہ بیماری کو صحت پر ترجیح دیتا ہے - کہ رات کو آرام نہ کرے اور خود کو
تکلیف دیکر شب بیدار رہے - اختر شماری کرتا رہے - روتا گڑگڑاتا رہے - جس سے بیمار
پڑ جائے - زیادہ مجاہدہ کرنے سے - تمام رگ و پیمان کمزور پڑ کے اوس کو ناچارہ و بیچارہ
کردیں - کہ بالکل صحت خراب ہو کے آپاہج ہو جائے - دوسروں کی روٹیوں پر پڑا رہے - کہ
موحد احدی کہا جائے - اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی سالک نہ لے جس دم کرے کہ جس
دم سے غوطہ زنی میں بہت دُور تک جا سکتا ہے اس لئے یہ روحانی دریا میں دُور تک
جائیگا سب خیال کا ایک جا مجمع ہوگا - پھر تو پیدا ہی نہ ہوتا تو بہتر تھا جیسے خود پر سب چیز حرام
کرتا ہے حیات کو بھی حرام کردے زہر کھا کے سو رہے - پس اس طرح کا مجاہدہ پیدا کرنیوالے
کو خوب پٹنا چاہئے کہ جب تکلیف سے آدمی خدا تک پہنچتا ہے تو بھی تکلیف ہے جلد پہنچ جائیگے پس یاد رہے کہ یہ نہیں ہے بلکہ دنیا کے سفر میں تندرستی و دولت
گویا ہر طرح کی راحت کا ہونا ضرور ہے کہ اس سنسار ہوٹل میں آرام سے رہ کر دوسرے طرف
کا سفر کر سکے نہ کہ بیمار پڑ کر ہوسپٹل میں چلا جائے اور قافلہ آگے نکل جائے بناء علیہ اس قسم کی
ریاضت بالکل حرام ہے - کیونکہ آگے کی ترقی سے روکتی ہے - پس خود کو آرام پہونچانا بڑی عبادت
ہے - کس واسطیکہ سب خود کے دم سے ہے - جب خود ہی نہیں تو تمام عالم کے سلطنت بھی ملگئی
تو کیا بالکل بے فائدہ - کیونکہ ملی تو کسکو ملی وہ تو باقی نہیں رہا حتیٰ کہ اگر خدا بھی ملا تو کچھ نہیں -
کہ خدا ملا اور خود ہی نہیں کہ اوس کو حظ حاصل ہو تو اس طرح ** لہذا ازل سے موجود ہے اُس
سے کچھ فائدہ نہیں - اس واسطے کھلم کھلا شرعی امر ہے کہ اول خویش بعدہ درویش - اسی لئے

فطرت اس کو جاری ہونے کے واسطے مجبور کرتی ہے بایں وجہ کسی چیز میں رہبانیت و ایثار علی النفس کی حاجت نہیں۔ چنانچہ مال جمع کرنے کے لئے اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ ہر طرح کی راحت پہنچے۔ اوس راحت کے تصدق میں دوسرے کو بھی راحت پہونچائی جائے کہ اس راحت رسانی کا نام زکواۃ یعنے ٹیکس ہو کہ زکواۃ لینے والا اوسکو لیکر سب کو آرام پہنچائے کہ ہر ایک باہم اسقدر جمع کریں اور اسراف نہ کرتے جائیں کہ دوسرے دوسرے قسم کی نعمتیں خرید سکیں اونہیں نعمتوں سے تحصیل ثواب وغیرہ ہے جو وقف۔ نذر۔ مہربانی۔ مہمانی۔ صدقہ اور خیرات سے حاصل ہو سکتا ہے بقول شخصیکہ ؎

مرا بہ تجربہ معلوم شد پس از سی سال کہ قدر مال بعلم است وقدر علم بمال

تو یہ سب آرایش اطمینان قلب سے ممکن ہے اور وہ بغیر دولت محض ناممکن ہے بلکہ ہر کے ممکن و ناممکن ہونے کی جو دولت ہے وہ بھی دولت ہی سے ممکن ہے کہ ایک دولت دوسری دولت کو کھینچتی ہے۔ غرضکہ دولت ہی سب کام کر دیتی ہے بلا اسکے کوئی کام نہیں نکلتا۔ اور دولت وہی ہے جس سے کچھ بھی کام نکلے۔ چنانچہ جب کسی نے دنیا میں خدا کی طرف سے منتظم ہونا چاہا یا وہ منتظم بنایا گیا تو ظاہر ہے پہلے اوس کو دولت ہی کی ضرورت پڑی ہے۔ کہ دولت مندوں نے ساتھ دیا اور رضوان اللہ کے خریدار ہوئے۔ اُس منتظم کے عزیز و محبوب بنگئے ورنہ مفلسی سے کیا ہوتا ہے بجز اسکے کہ مفلسی کی خدمت پورا کرنیکے لئے عمل میں لایا جائے کہ آخر یہ بھی ایک کام ہے جو ذلیل ہے پس ؎

مفلسی سب بہار کھوتی ہے مرد کا اعتبار کھوتی ہے

مفلسی سے بڑھ کے کوئی عیب نہیں۔ مفلسی سے آدمی بھیک مانگتا ہے جو ایک بالکل ذلیل پیشہ ہے۔ پس یہ ذلیلوں ہی کے لئے ہے۔ کہ تمام عالم ہستی و نیستی میں ہر نعمت سے مفلس رہے کہ منعم رحمت اللہ علیہ کے آگے ہاتھ پسارا کرے۔ اوس میں سارے قوی کند ہیں۔ اوس میں روحانی قوت کیا ہو گی کہ ہدایت اللہ اور نور اللہ سے تونگر ہو سکیگا۔ بس مفلس وہی ہے جو سب نعمتوں میں مفلس ہو۔ تو سب نعمتوں میں حکمت و حکومت سب آگئے کہ دنیا علیا کا نمونہ و عکس ہے۔ یہ جس کے پاس ہے وہ مرحوم ہے جس کے پاس یہ نہیں وہ مرجوم + مگر جس کے پاس دولت زر کے سوا کوئی دولت نہیں محض مردود و مرجوم ہے۔ تو مرجوم کو حکمت و حکومت نہ ہونے سے ضرور اوندھی سوجھیگی کہ اسی کو تمغہ لعنت کہتے ہیں۔ کہ اچھی چیز کو صریحی طور سے دل میں

اچھی سمجھ کے بھی بُرا کہتا ہے پس مہر بر جنان و زبان ہے کہ ہرگز اقرار نہیں کرتا + یہ روز بروز کثیف و خبیث ہوتا جاتا ہے + اور جو منعم و مرحوم ہیں وہ لطیف و رئیس ہوتے جاتے ہیں + کہ بے فکری سے غذا اچھی ملتی ہے۔ خون صاف و شفاف ہوتا ہے نعمت کا پانی اون کو سینچتا رہتا ہے یہ سرسبز رہتے ہیں۔ پھولتے پھلتے رہتے ہیں۔ خوب صورتی کا اضافہ ہوتا ہے۔ اوس سے محظوظ ہوتے ہیں۔ دل خوش رہتا ہے۔ اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے سب طرف سے دل بھرپور ہو کر سیر چشمی حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر جو چیز اوس کے پاس نہیں رہیگی اوسکی البتہ اوس کو لالچ ہوگی تو صرف اوس کے لئے ایک ہی شے رہجاتی ہے جسکو شے بھی نہیں کہہ سکتے مگر مشکل سے اوس کو ایک کہہ سکتے ہیں کہ اوس کی لالچ اوس میں رہجاتی ہے وہ خدا ہے تو جو سب سے سیر چشم ہوگا۔ وہی خدا کی طرف رجوع ہوگا کہ وہ حاصل ہونیکے بعد وہاں سے بھی سیر ہوگا کہ آخر میں سیری کا نام غنا ہو جائیگا تو غنی کو غنا ملیگا نہ کہ مفلس کو تو یہ سب دولت سے حاصل ہوتا ہے کہ خوشی سے دولت مندوں کے قوی صیقل ہو کر منجلی ہو جاتے ہیں کہ خذ ما صفا و دع ما کدر کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اون کو دور کی سوجھنے لگتی ہے۔ اوسی دوربینی میں یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ خوش سیرتی بڑی اچھی چیز ہے۔ اوس پر پورا عمل کرنا چاہیئے + چنانچہ خوش سیرت ہو کر اور ابزاد نعمت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ پس مسلسل ایک نعمت دوسری نعمت کو کھینچتی چلی جاتی ہے کہ بالائی عقل و دانائی کے سرحد سے ان کے پرواز خیال ٹکر کھانے لگتے ہیں۔ خدا کی قدرت کے نظارہ کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ نیک و بد کو پہچاننے کے لئے بڑی بھاری قوت ممیزہ حاصل ہو جاتی ہے کہ بلاشک تمام عالم کا عیش جنت سے منسوب ہے اور تمام عالم کا رنج و طیش جہنم سے بحالت کثافت ظلمانیہ عبداللہ سے ربط رکھنا چاہیئے اور بصورت لطافت نورانیہ روح اللہ سے کہ وہ باطمینان قلب عشق کا مواد پیدا کر کے منزل روح اللہ کی طرف سفر کرنے کو اعلیٰ درجہ کے عشق و محبت کا توشہ فراہم کر لیتے ہیں جس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ کہ کثرت اتقا سے اون میں اسقدر مصالحہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اصلاح عالم کے قابل ہو جاتے ہیں تو وہ سب پر قابض ہونے لگتے ہیں اور یہ تنگ چشمی نہیں سمجھی جاتی بلکہ یہ بھی ایک شگوفہ سیر چشمی ہے اُن کو ہمہ آن خوف و تقیہ لگا رہتا ہے کہ کوئی بات خلاف از شان و حیثیت موجودہ نہ واقع ہو کہ اپنی عزت جائے اور اوس مفلس قلندر کو تو پیٹ کی مار پڑی ہے۔ دل ہی ٹھکانے سے نہیں۔ اطمینان قلب کیا ہو کہ خود اور اس کی نسل مطمئن ہونے پائے۔ اوس کو

توشب و روز کچھ لی مرضنکی دھن لگی ہوئی ہے۔اوس کے نزدیک چھوٹی موٹی پرانی دھرانی میلی
کچیلی سٹری گلی چیزیں بہت ہی نعمت مترقبہ معلوم ہوتی ہیں اوس کو بار بار دیکھتا ہے خوش ہوتا ہے
اگراوس کو عادت ہوتی تو خوش نہ ہوتا۔فکر عالی ہوتی یا چیزیں دیکھے ہوئے ہوتا۔توپھر خوش ہونا تو
درکنار اُلٹا نفرت کرتا۔بلکہ نفرت کیا معنیٰ کہ خذ امیت کسی چیز کا بھی خیال تک نہیں کرتا۔لیکن یہ بات
حاصل نہ ہونے سے اوسکی کیسی حالت ہے جیسے سانپ اپنی شانِ ہیبت کو کیچلی کے ذریعہ سے رد
کردیتا ہے اور دولتِ انانیت کو خود ہیں رکھتا ہے تو مداری کا بچہ اوس کیچلی کو مارِ انانیت شعار
سمجھکے قبضہ کرتا ہے۔اوس سے کھیلتا ہے بہت ہی خوش ہوتا ہے۔مگر جس کو مارو زہر مارو زہر
مہرہ اور اوس کا من اور عین مارِ انانیت شعار سب حاصل ہے۔اوس کے نزدیک کیچلی کچھ حقیقت
نہیں رکھتی۔اسی ڈھانچہ پر اگر خالق و خلق کی مثال سمجھکے خود کا اطمینان کرلیا جائے تو مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ ان مخلوقات سے کسی خلق کو۔کوئی خلقی چیز ملجاتی ہے۔تو اوس پر نازاں ہونے لگتا ہے
کہ ایسی چیز کسی کے پاس نہیں۔جو کچھ ہیں سو ہم ہی ہیں۔یہ اوس کی کم ہمتی کا باعث ہے۔جیسے
اگر کسی کو آسمان و زمین مل گیا۔تو بار بار اوس کو اپنے تمام علم کی آنکھ سے دیکھتا ہے کہ ہم بڑے
معزز ہیں۔ایسی چیز کسی کے پاس نہیں۔مگر جو اس طرح کا کروڑوں بنا کے برباد کردیسکتا ہے اوس
کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے جو مالک السمٰوات والارض کے درجہ سے کم ہو کر کچھ ملک و مال کا مالک
ہے۔تو معدن سے سونا چاندی لال اور ہیرا نکال کر منا نہ بنتا ہے۔کہ ہماری زمین میں بھی ایسی چیزیں
پیدا ہوتی ہیں+جو اس سے کمتر درجہ میں کسی چیز کا قابض ہے تو مارے خوشی کے پھولا جاتا ہے جس
کے پاس حسن و جمال علم و عقل و نبوت و کمال ہے وہ بھی ایک گونہ ناز و نیاز ہیں غلطان و پیچاں ہے
کہ ہماری جسمانی طینت اور روحانی نیت میں ایسے ایسے جواہرات پیدا ہوتے ہیں کہ گویا ہمارے
جیسا کوئی نہیں+جس میں ہر طرح کی قدرت یابی کی دولت و نعمت از خود موجود ہے وہ جدا مغرور و
متکبر ہو رہا ہے۔کہ ماچنیں و دیگرے نیست میں ہی لاثانی وحدہٗ لاشریک ہوں۔جو کچھ چاہوں کر
گذروں۔سب چیزیں بن کے خود کو نیست کردوں اور کچھ نہ رہوں اور آنِ واحد میں سب کے ارتکاب
کو القا کروں۔اور سب سے غنی رہوں۔بلکہ غنی عن الوجود عن جمیع الشی ہوں۔مجھ کو سب زیبا ہے ہیچ
پھر جس دم ہم مخلوقیت کا جامہ پہن کے سامنے آئیں تو اوس وقت ہماری دی ہوئی چیزوں کی بدانتظامی
کے سبب سے بیحرمتی کرنی یا ہمارے آگے اتراتے ہوئے ان چیزوں کو فخریہ تبلانا کسی طرح لایق و جایز
نہیں+اگر ہماری دی ہوئی چیز کو عطیہ الٰہی سمجھ کر اتراتا ہوا خوش ہو تو البتہ یہ اترانا شکر یہ ہے۔اور اگر یہ سمجھ کے

اترائے کہ ہمارے پاس ایسی چیز ہے اور ہمارے اس آقا کے پاس نہیں ہے۔ تو اوس چیز کا رکھنا ہی اُس پر حرام ہے۔ وہ اُس سے چھین لی جائیگی اور سزا بھی ہوگی اور ایسے ہی ہوتا رہتا ہے۔ چُنانچہ پھر وہ کوئی چیز ہو علم ہو یا عقل۔ نبوت ہو یا سلطنت۔ حسن وجمال ہو یا فضل وکمال۔ مال ومنال ہو یا آل وعیال۔ جاہ وجلال ہو یا عزت واقبال۔ حیات وممات ہو یا دیگر انوار وجواہرات وجود ہو۔ خواہ عدم ہو کچھ ہو۔ مگر چونکہ ہم سب کچھ کر سکتے ہیں اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا کرنے والوں کو عقل زیادہ دے دی جائے کہ فوراً متنبہ ہو جائیں تو نہیں دنیا گویا اپنا قصور ہے کہ خود پر سب کچھ زیبا ہونے کی قید وحالت میں یہ قصور بھی زیبا و جایز ہو گیا ہے۔ اس واسطے اس کا بھی کچھ مُضایقہ نہیں ہوتا ہوگا + بایں وجہ جو جس عالم میں ہے اوس عالم کے انتظام کے مطابق اوس کو یہ حکم دیدیا جاتا ہے کہ سب چیزیں انتظام سے استعمال میں لائی جایئں۔ اسراف بے جا نہ ہو۔ اوس میں اتراہٹ اور غرہ کو دخل نہ ہو۔ تو پھر کچھ پروا نہیں۔ پھر جس ذات پاک میں ایسی راحت روحانیہ حاصل ہو سکتی ہو تو اوس میں ترقی کرکے چلے آنا بہت ہی بڑی نعمت و دولت مندی کی نشانی ہے۔ اسمیں بھی کچھ ہم کو اعتراض اغماض نہیں ہوگا۔ تو وہ ذات عین ما عالیجناب خالق السموات والارض جل جلالہ وعم نوالہ کی رُوح پاک کہی جاتی ہے جس کو رُوح القدس یا رُوح اللہ کہتے ہیں۔ تو نعمت روح الٰہی مُفلس نابکار کو جو ابھی تک دنیا سے سیر نہیں ہوا ہے اوس کو کیونکر مِلسکتی ہے۔ وہ سڑی گلی چیز کو نعمت سمجھتا ہے اس لئے بجائے رُوح القدس کے رُوح الخبث اور روح المعایب کا مستحق ہے۔ کہ جب اوس سے کچھ نہیں بن پڑتی ہے تو اپنے مصایبِ ملعونہ کو بزرگوں کے مصایبِ ممنونہ سے نسبت دیکے الدنیا سجن المومن کہہ کے دل کی تسکین کر لیتا ہے اور دل میں اچھی طرح سے جانتا ہے کہ معبود دنیا یہی زر ہے۔ کہ لوگ اس سے سب نعمتیں حاصل کرکے دوسروں کے لئے فضلہ چھوڑ چھاڑ کے چلدئے۔ گویا کھیتی کرنے آئے تھے کہ کھیتی کرکے چلے گئے۔ حتیٰ کہ وہ مفلس قلندر بنگاہ حسد سے اُمتِ مرحومہ کو دیکھ کر کا فرکہہ دیا کرتا ہے۔ حالانکہ خود کفرانِ نعمت کا مرتکب ہے۔ جس کے عوض میں قوتِ ممیزہ وعاقلہ چھین لی گئی ہے کہ اتنی بھی تمیز نہیں کر سکتا کہ متضاد چیزیں ایک جگہ ضرور رہتی ہیں۔ مگر جو اوس میں لطافت وحقانیت کے سبب سے غالب ہوتی ہے وہ ہمیشہ بے بیم و باک عیاں عیاں رہتی ہے جس کی عیانی کے مطابق اوس کی ضد والی شئے اپنی عیانی میں مدہم اور دھیمی بلکہ ادھم رہتی ہے جیسے نور کے آگے ظلمات کندہ ہے + تندرستی کے آگے بیماری کندہ ہے + تونگری کے آگے فقیری کندہ ہے + حیات کے آگے موت کندہ ہے + غیر محرم کے آگے محرم کندہ ہے +

روح اللہ کے آگے رُوحِ عبداللہ کند ہے + رحمان کے آگے شیطان کند ہے + دن کے آگے
رات کند ہے + اچھا کے آگے بُرا کند ہے + آسان کے آگے مشکل کند ہے + ناصر کے آگے
کافر کند ہے + تو ہر کند و کندۂ ناتراش پر غالب و ناصری چیز حکمراں رہا کرتی ہے + پس کافر وہی
ہے جو کفرانِ نعمت کا مرتکب ہو۔ بدنصیبی جو نمونۂ جہنم ہے۔ اوس کو خوش نصیبی جو نمونہ جنت ہے۔
اوس پر ترجیح دے۔ عبداللہ کو رُوح اللہ پر ترجیح دے۔ شیطان کو رحمان پر ترجیح دی۔ دجّال کو مسیائے
خوش اقبال پر ترجیح دے۔ غرض کہ نعمت کو نقمت قرار دے۔ اس واسطے وہ جس عالم میں رہیگا ہمیشہ اُس
عالم کے گوناں گوں جہنم کے اقسام میں بندۂ مسجون رہیگا۔ پس خوش نصیبی جنّت ہے اور بدنصیبی دوزخ
کیونکہ دوزخ و جنت بھی نصیب ہی سے ہے ؎ مگر تم یوماً فیوماً عاکلینؔ فی الامر اور فاکہین خراصین سے
بنتے جاتے ہو۔ اس واسطے انتباہاً وانباءً کسی فہر کی خلش سے متنبہ و مطلع کرتا ہوں کہ تم مقہوریت
درونِ مقہوریت سے محفوظ رہو۔ تو وہ یہ ہے۔ کہ اوس نے ہر چیز میں سرداری مقرر کی ہے جیسے
انگشت میں ابہام۔ نحل میں یعسوب۔ اجرامِ علوی میں آفتاب۔ دوطرفہ مبادءِ علوی و سفلی میں امطار۔
جبال میں طور۔ انسان میں مسیحا جو عین تم کو درجۃ العلیا پر پہنچانے کے لئے بشکلِ انسان آیا۔ وہ کس
واسطے کہ ہر چیز سے ایک ایک جدا کام نکلتا ہے۔ تو مسیحا سے بہ آسانی یکتائی معلوم ہو گی۔ بلکہ
سب کام نکل سکیگا۔ سو وہ کس طرح کہ جس طرح مقناطیس کی سُوئی شمال کا رُخ بتلاتی ہے اور مقناطیس چلیبی
پچھم کا سمت جس پر خطِ عمودی بصراطِ مستقیم ڈالنے سے چاروں سمت نمایاں ہونے لگتے ہیں جس
کو چلیپا کہتے ہیں۔ کہ گویا چلیپا بڑا ہادی ٹھیرا جس سے جملہ رُخی کی حالت معلوم ہو سکتی ہے کہ کون رسیدہ
ہے اور کون نارسیدہ تو چونکہ کسی سمت کی ابتداء و انتہا کا پتہ نہیں۔ ہر طرف سے مدور ہے کہ اوس کے
ہر حصہ پر پہنچنے والا۔ رسیدۂ و نارسیدہ کہا جا سکتا ہے اس لئے اس قسم کی رسیدگی کا دورہ نارسیدگی میں
شامل ہے۔ تو اب رسیدہ کون کہا جا سکتا ہے۔ کہ جیسے مقناطیس سب دھاتوں کو چھوڑ کر صرف لوہا کو
کھینچتا ہے ویسے ہی وہ مقناطیس حقیقی جسکو اللہ کہتے ہیں وہ ساری مخلوق کو چھوڑ صرف اپنی
غیر مخلوق روح کو کھینچکر از خود وصال چاہتا ہے جس کو روح اللہ کہتے ہیں اور وہ مسیحا میں ہے بلکہ
مسیحا بھی روح اللہ کو کہتے ہیں تو رُوح اللہ کے معنے **عین اللہ** کے ہوئے۔ تو اللہ اپنی ہمجنس اللہ
کو اپنی طرف کھینچکے ایک کریگا نہ کہ غیر شئے کو۔ کیونکہ غیر جنس ہمیشہ دشمن ہوتی ہے۔ اور عین ہمجنس ایک
ہو جایا کرتے ہیں۔ تو آہ + آہ = الآہ + الآہ = دو الآہ یعنے دو اللہ جس کو دولھا کہتے ہیں

ؔ اکمر لیس بات کرنے والے ۱۲

تو دولھا ایک ہوا کرتا ہے جو ایک دم ایک دولھن کے پاس چلا جاتا ہے تو دولھا دولھن مل کر
لھلاٹے اکبر ہوتا ہے جس کو اللہ اکبر کہتے ہیں کہ جھدی اللہ و مریم اللہ کے معنی زنِ خدا اور مسیح اللہ کے
معنی مردِ خدا۔ تو خداوزنِ خدا و مردِ خدا تینوں ایک ہی ہیں بسر موجد انھیں محض وحدہٗ لاشریک کہ وہاں
سمجھ تک کی رسائی بھی ناممکن ہے۔ لیکن اگر مسیحا چاہیں تو ممکن ہے کہ اوسی طرح اون پر خطِ عمودی
بصراطِ مستقیم ڈالنے سے چار ارکانِ عناصر کی چار سوئی اور رُوح کی یکسوئی کہ سب مِلکے پنجتن ہوئے
معلوم ہوسکے وہ اسطرح سے تو بجز عشق و محبت کے ناممکن ہے اور یہ نشانی چلیپا ثالثی مجرد کے عشق کی نشانی ہے۔ تو
اگر کوئی چاہئے کہ اشیائے معدنی و مخزنی صحرائی و دریائی سفلی و علوی موجودی و مفقودی۔ کائیناتی و الاہی ان سب میں
فنا ہونیکے بعد مسیحائے روح اللہ میں فنا ہو تو اس فنا ہونیکے واقعات کو ایک مسلسل زمانہ ناانتہاہی درکار ہے اسلئے وہ ان
تمام زمانہ تک لگاتار مردودیت و ملعونیت کی بوچھار سے گراں بار ہوتا رہیگا۔ بار بار اوس مادر بخطا حرام زادہ
کو اس قیدخانۂ جنجال کے ہزارہا اقسام کے پنجرے بنامِ اشکالِ گوناں گون میں قید و بندہ ہونا
پڑتا رہیگا۔ کہ پیدا ہو ہو کے ناپید ہوا کرے ہمیشہ مرتا گرتا رہے۔ تمام اپنی ہستی و نیستی سمیت
مصیبتوں میں پڑا رہے۔ محدود و مقید ہستی و نیستی میں رہ کر نامحدودیت کے سرحد تک بھی واصل
نہ ہوسکے۔ اوس قیدی کا عقل و خیال جو اوس میں قید ہے اوس کی بھی بلند پروازی قیدخانہ کے
چوحدی کے باہر نہ جانے پائے۔ غرضکہ جو کچھ اوس بندۂ و قیدی کے لئے قواعدِ قید بنائے
جائیں اوس میں وہ حرام کا پلا دائیما قید رہے کہ اس دور و تسلسل سے باہر نہ ہونے پائے۔ یہ گھوڑا اڑا
کرے اور کوڑا پڑا کرے۔ مسیحا تک پہنچنے کی نوبت نہ آئے۔ پس اگر کوئی اپنا بھلا چاہتا ہے تو وہ
ہرگز اس جرم کا مرتکب نہ ہو کہ وہ مخلوق میں فنا ہونے کی کوشش کرے۔ بلکہ از راہِ عشق و محبت اوس
فطری قوّتِ مجسمہ میں فنا ہونے کی کوشش کرے۔ جو بلا ریاضت از خود وہبی ازلی ہے۔ جسکو روح اللہ
کہتے ہیں کہ اس میں بسر ہو جائے و گفت و شنفت نہیں۔ مجالِ انکار نہیں۔ اتمامِ حجت خلاص ہے۔
چنانچہ یہ توصاف آیاتِ بیّنات سے ہے کہ نور آفتاب سے عرض جوہر سے صفت موصوف
سے حیات روح سے۔ بالکل جدا نہیں جس کو جمع مع الفارق کہتے ہیں۔ تو یہ رُوح اللہ
سے کیونکر جدا ہو سکتا ہے ہرگز جدا نہیں۔ بس روح اللہ کے معنی عین اللہ کے ہیں کہ ہمیشہ نعمتہائے
گوناں گوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اوسی طرح سے یہ بھی ایک نعمتِ عالیہ سراپا مجسمۂ و مجیدہ ہو کر
لوگوں کے پاس اسواسطے آئی۔ کہ اُن کا بھلا ہو بلکہ لوگوں کی محنت و جانفشانی از رہِ رہبانیت و مجاہدہ
عالمِ خموشی میں زبانِ حال سے صاف کہہ رہی تھی کہ طالبِ عرفان کے عرفانی طلب کی مانگ بصراطِ مستقیم

وجہ

نوٹ (حاشیہ): بعد ہاں کے … (illegible)

کہکشاں کومس کرتی ہوئی علم الٰہی تک پہنچی ہوئی ہے۔ مگر ہنوز قبولیت جنبش بیں نہ آئی۔ اُس کا کیا سبب ہوگا۔ تو آخر اوس نے رحمۃً اس نعمت کی تکمیل کے لئے بھی اغماز و بخالت نہ کر کے سمٰوات کے چمکیلے مانگ ٹیکا سے اوجالا کر کے تبلا دیا کہ تمام ذخیرۂ علم الشہود کا پراگندہ شیرازہ باقاعدہ مشیۃً فراہم ومرتب کر کے بشکل گلدستۂ کائنات اپنی کرسی کے سامنے حلقۃ الزجاج یہ گلگون کی طرح میز پر رکھدیا ہے کہ یہ سب آرائش وتزئین عین ہماری روحانی غذا ہے اور وہ روحِ روحانی بروحِ مجسم۔ فی الدنیا۔ میحا ہے اوسکی تلقین وہدایت پر عمل ہونا اوس کی تفریح قلب کا باعث ہے۔ جو اوس کی غذا ہوسکتی ہے۔ کہ اوسکو غذا پہنچانی عین اللہ کو پہنچانی ہے چنانچہ اسی اکل و ماکول کی سبق دہی کے لئے طرح طرح سے لوگوں نے سمجھایا اور اس کتاب اللہ بنامِ کتاب المبین کا خلاصۃ الخلاصہ اوس زمانہ کے مطابق کتابِ المتین۔ تبیاناً لکُلِ شئ۔ تا دمِ تقررِ آئندہ جس میں ترمیم وغیرہ کی ضرورت آن پڑتی ہے۔ شائع کرتے رہے جس کے صدہا اڈیشن ہو چکے ہیں۔ مگر اس نیچرل جنرل کتاب المبین کی کبھی کوئی اڈیشن کی ضرورت نہیں پڑی نہ ابھی تک اس کا کوئی رول اور سرکلر منسوخ ہوا ہے۔ بلکہ تم سے پوشیدہ کسی دوسرے عالم میں پبلش کیا گیا ہے۔ جو آگے چلکر معلوم ہوگا۔ پس اللہ ایک ہے۔ سب لوگ ایک ایک ہیں۔ سب کے لئے ایک قاعدہ ہے۔ دیکھو کیسی اوس کی فرسٹ کلاس کی وحدانیت ہے۔ پس اوس کا مضمون بھی ایک ہے۔ کہ اب وابن وام ثلاثی مجرد ہیں ہرگز تین نہیں۔ لاتقولوا ثلاثۃً۔ اِنّ اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ لہُ الملکُ لہ الحمد وہو علیٰ کُلِ شئ قدیر۔ پس اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت نہیں۔ نہ اوس کو کسی قسم کا خوف ہے کہ کوئی ثانی خدا ہے جو اوس پر معترض ہوگا۔ پس یہ ایک معرکۃ الآرا کتاب المبین نیچرل ایجوکیشنل کانفرنس سے پاس ہوکر تمام مخلوق کے لئے کورس کی طرح جاری کی گئی ہے جسکی ہر لائن خطِ نصف النہار کی طرح بیچ در پیچ راستہ تبلاتی ہوئی نقطۂ سمت کے ساتھ یکے بادیگرے زیر وزبر ہوکر اپنی ہستی مدورِ نامحدود کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ کہ جہتِ منتہائے اشارۂ حسیہ کا نام ہے۔ کہ وہی سمتِ حقیقی ہے اور اوسی جگہ تقاطع خطوط ونقاط کا خاتمہ ہوتا ہے پھر وہ ایک ہو یا دو ہو خواہ تین جیسے الاب والابن والام یعنے آلٓمٓ = ۱Δ اگر تم نہیں سمجھتے۔ پس یہی اقطار السمٰوات والارض بلکہ جمیع کائنات کا نقطۂ مستند وہی ہے۔ جس پر یہ دائرۂ تثلیث آلٓمٓ بشکلِ دائرہ چپٹی ہوئی گردش کر رہی ہے۔ وہاں تک بہ آسانی پہنچکر نقطۂ موہوم المکتوم وسلط السلط تک پہنچنیکا اسہل ترین طریقہ عمودِ قامتِ مسیحا بغیر عمد ہے جو خطِ استوا کی طرح یک رخی کے ساتھ بصراطِ مستقیم سر و رواں ہے یا جسکی نسبت سے ہر ایک زمانہ کا طریقۂ تعلیم وتعلّم وترکیب وترتیب

اوس زمانہ کی معاشرت کے مطابق اس نورانی و ظلمانی۔ لیلیٰ و نہاری دو رنگی۔ مدور مسلسل کتاب المبین کی مضمون گردانی کر کے خلاصتہ الخلاصہ آسمانی کتاب تیار کروا کے بھیجدیتا ہے کہ پہلی کتاب کی بہت کچھ ورق گردانی کر چکے۔ اب آگے بڑھو۔ تو ہر راستہ کتنا ہی لنبا ہو کہیں نہ کہیں موڑ ضرور آئیگا جہاں سے پلٹنا پڑیگا۔ پھر اگرچہ وہ خطِ متوازی ہی کیوں نہ ہو موڑ کھا کر دائرہ بنجائیگا۔ مگر درانحالیکہ راستہ غیر متوازی اگدم سیدھا موجود ہے پھر کیوں کوئی اسقدر کج و پیچ کا طریقہ اختیار کرے کہ ٹھوکر کھا کے جہنم میں گرنے کا خوف پیدا ہو جسکی بالکل صاف مثال یہ ہے کہ جیسے مچھلی کا دو شاخہ کانٹا ادھر اُدھر کج و پیچ پھیلکر رہجاتا ہے اور اس کے بیچ کی لکیر بخطِ مستقیم اوسکے مُنہ تک چلی جاتی ہے۔ تو اس راستہ راستِ بے خار دار کو نہیں قبول کرنا سخت جرم ہے۔ گناہ ہے۔ قصداً خود کو ہلاکان میں القا کرنا ہے تو اس بُرائی کا بدلہ سزاءً اوس کو بُرائی کے ساتھ ناکامیابی سے مقابلہ کرنا پڑیگا۔ پھر اس بُرائی پر اولٹا اوس کو بھلائی سمجھتے رہنا ڈبل بُرائی ہے۔ اس کا اور بھی شدت سے نتیجہ بُرا ہوگا۔ کہ وہ بُرائی ایک رنگ میں نہوگی بلکہ دھوپ چھاؤں کی طرح رنگارنگ ہوتی جائیگی۔ کہ معاوضتہً جہنم رنگارنگ میں گرتا رہے اس لئے ؎

تجھ میں سے بُرائی جو نکلجائے تو اچھا	یہ خوئے خرابات بدل جائے تو اچھا
نکلے تو نکلجائے نہ نکلے تو بلا سے	تو خود ہی جہاں چھوڑ کے ٹلجائے تو اچھا
بہتر ہے وہی شخص جو ٹھوکر بھی نہ کھائے	دس ٹھوکریں کھا کر بھی سنبھلجائے تو اچھا
گراوسپہ یہ بہتان ہے کرتا ہے وہ خود ہی	پھر نارِ جہنم میں تو جلجائے تو اچھا
دوزخ کو بھی تو جان لے یہ بھی وہی تو ہے	سانچہ میں ہویت کے تو ڈھلجائے تو اچھا
بس میں بھی کہتا ہوں مسیحا بیں فنا ہو	بچی میں تری روح جو پلجائے تو اچھا

مگر یہ واضح رہے کہ کس بچی میں روح پروری بہتر ہوگی کیونکہ بچی کے بے شمار اقسام ہیں اگر پہلے۔ بدمعاش۔ حرام زادہ و گنگار اور دگر مخلوقات بچی کے اقسام سے کسی بچی میں فناء ہو۔ جس میں اس کی روح پرورش پاسکے تو یہ سب کے سب اُنہیں اقسامِ بچی سے کوئی قسم کے بچی نکلینگے۔ جو یہ سب نابکار بچی۔ اوس بچیائے ازلی کے مقہور و ملعون ہو کر نیستی ملعون میں پڑکر ہلاکت ابدی میں پڑنے والے ثابت ہونگے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ پڑ چکے جس میں سے اوس شخص کی خود ذات بھی ہوگی۔ جو بجز بچیائے ازلی کے دگر بچی کے تلاش میں ہے۔ جس بچیائے ازلی کی اس طرح مثال ہوسکتی ہے کہ اگر ایک کروی شکل کا آئینہ

جس پر بہت سے خانے بنے ہوئے ہوں جسکو کروی مشبک آئینہ کہہ سکتے ہوں جس
کے اندرونی حصّہ میں بھی اوسی بیرونی حصّہ کی طرح آئینہ نما شیکہ واقع ہو۔ بنایا جائے وہ معلق
کرا کے بہت زور سے گھوما دیا جائے کہ اوس گھومتی ہوئی حالت میں اوس کی کیسے بہت ہی
خراب فوٹو کا عکس کسی آئینہ سے منعکس ہوتا ہوا اوس پر آ کے پڑے کہ اوس کروی آئینہ مشبک
میں تشبیک و گردش کے سبب سے اوس کے اندر باہر باختلافات رنگا رنگ تصاویر
یحییائے باطل اس طرح پیدا ہوں جس طرح تصویر شخص جو زندہ محسوس ہوتی ہے اور حقیقۃً
زندہ نہیں ہوتی۔ مگر کسی چیز کے اثر سے ایسا دکھتا ہے تو گویا یہ سب یحییائے باطل بھی
کسی کی مردود فوٹو کی برکت سے ایسا دکھائی دیں جو درحقیقت حقیقی نہ ہوں مگر لوگ
اس جنگل کی ٹٹی میں ایسے گرفتار ہو جائیں جیسے مچھلی۔ کہ اوس کے لئے سب چیز پانی میں
موجود ہے مگر بے صبری کو راہ دیکر شست انداز کے شست میں چلی جاتی ہے کہ اوسکو وطن سے
بیوطن ہو جانے پر تڑپ تڑپ کے جان دینی پڑتی ہے پھر کوئی دریا سے نکلکر اوس کو چھوڑانے
نہیں آتا۔ اگر آئے تو اوسکی بھی یہی حالت ہو بس دریائے چالاک خلقت یہ حالت دیکھکر عبرت
پکڑ کے متنبہ ہو جاتی ہے + تو اس کروی مشبک و معلق آئینہ۔ بنامِ السمٰوات والارض جو اوس
طرف والے کے لئے جملہ نما ہے اوس سے عین اللہ اپنی چشم علم سے منظر ہے کہ اس میں
کیا ہو رہا ہے کہ یہ کس طرح اوس مردود فوٹو کے پیچھے پڑ کر ششدر ہو رہے ہیں۔ اور اس میں
سے اس طرح نکلنے کی کوشش نہیں کرتے جس طرح اپنی آواز خود سے جدا کر کے سُننے کے
لئے فونوگراف میں بند کر کے سُنتے ہیں۔ اور اپنی صورت خود سے جدا کر کے دیکھنے کے لئے
فوٹوگرافی کے ذریعہ سے اختیار کرتے ہیں گویا اسقدر اپنے دیدار کے شایق ہیں۔ تو اگر اکدم خود کو
خودی سے جدا کر کے دیکھنے کی کوشش کرتے تو کیا اچھی بات تھی۔ کہ خود کو یحیائے ازلی کی روح جس کو
روح اللہ کہتے ہیں اوس میں بند کر کے عین اللہ سے خود کو شاہدہ کر لیتے کہ اس میں اُس کو ابدی کامیابی
حاصل ہو جاتی۔ خود بینی سے فرصت نہ ملتی۔ کیونکہ جب کوئی خود سے بڑھ کر دیکھ تو اوسکو دیکھے خود
سے کم کو کیا دیکھے۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ روح اللہ کے نام سے ایسی چڑھے کہ سنتے ہی ایسے
بھاگتے ہیں جیسے علی کے نام سے نمک حرام غاصب لوگ بھاگتے ہیں یا جیسے وہ مویشی
جنھوں نے کبھی ریلگاڑی کی آواز نہیں سُنی ہو اور نہ اوسکو دیکھا ہو۔ اگر احیاناً دیکھ سُن لیتے ہیں تو
بے تحاشہ اپنی دم سم دھم پنجہ سے بیخبر ہو کے بھاگتے ہیں۔ حالانکہ رُوح اللہ سرِ الوہیت کا

ایک نورانی ابدی بارور درخت ہے۔ کہ ہمیشہ پھلتا رہتا ہے اور ہمیشہ آزاد۔ کہ آزاد سے
بالکل پھل کی امید نہیں۔ مگر جو امیدوار ہو تو اوس سے یہ بھی بعید نہیں کہ کلمۂ طیبہ بنام کلمۃ اللّٰہ العبد
ہیَ علیاء ایک ثمرہ لم یلد ولم یولد کی طرح کسی خاکی بلحم گملہ میں بویا گیا کہ بے پھل بھی رہ کر امیدوار کو
بے بری کا بر کھلائے اور فی السماء یعنے غائبستان میں پھل پھول کر درخت بردار کا پھل ہو کہ سب
اِس نخلِ طوبیٰ سے برخوردار ہوں۔ مگر کوئی برخوردارِ نورِ چشم نہ ہوا۔ اور نہ ہوتا ہے بلکہ اولٹا اوس
کے بلحم ہونے کی شکایت ہوتی رہتی ہے۔ کہ بلحم کیوں ہوا۔ تو ذرا جائے غور ہے کہ گل ہمیشہ خار
سے گھیرا جاتا ہے۔ خزانہ ہمیشہ مار سے پھیرا جاتا ہے۔ مولوں پتھر کی حفاظت کے لئے تولوں
پتھر کی ڈھیری لگائی جاتی ہے۔ کنزِ مخفی کے لئے آسمانی گھیرا اور شجرہ طوبیٰ بنامِ مسیحا اور مریم[1]
بنایا جاتا ہے۔ مغز کی حفاظت کے لئے چھلکا لپیٹا جاتا ہے اسی طرح روح کا پھل پھول غائبستان
میں پہنچنے کے لئے لحمی دموی ہیکل جو معارج الی السماء نہیں ہوتا اوس میں محفوظ کیا گیا کہ
لوگ اوس میں آکر خود کو سمجھیں۔ کہ اُن کی روح پروری کا سامان مہیا ہو کہ روح کو معلوم المکتوم غذا
پہنچتی رہے کہ غائبستان سے پھر پھار کر بنولا اس میں ترقی دیتا رہے جسکو مدبر الامر من السماء کہتے
ہیں تو وہ وہی رُوح اللہ ہے ؏ پس جو جس عالم کا رہنے والا ہوتا ہے۔ اوس کو اوسی عالم کی غذا
ملتی ہے۔ مثلاً اگر بکری ہوگا تو اوس کو بکری غذا ملیگی۔ عمری ہوگا تو اوسکو عمری غذا ملیگی۔ آبی ہوگا
تو اوسکو آبی غذا ملیگی۔ آتشی ہوگا تو اوسکو آتشی غذا ملیگی۔ خاکی ہوگا تو اوسکو خاکی غذا ملیگی۔ بادی
ہوگا تو اوسکو بادی غذا ملیگی۔ سفلی ہوگا تو اوسکو سفلی غذا ملیگی۔ علوی ہوگا تو اوسکو علوی غذا ملیگی۔
شیطانی ہوگا تو اوسکو شیطانی غذا ملیگی۔ نورانی ہوگا تو اوس کو نورانی غذا ملیگی۔ روحانی ہوگا۔ تو
اوسکو روحانی غذا ملیگی۔ عین اللّٰہی ہوگا تو اوس کو عین الٰہی غذا ملیگی۔ جیسی روح ویسے
فرشتے۔ تو عین اللّٰہی غذا سے بڑھ کر ہرگز کوئی غذائے رزقِ کریم نہیں ہوسکتی۔ اسی کی دعوت
وضیافت میں داخل ہونے کا نام آرام و جنت ہے جو ردِ دعوت کر کے نفع یابی سے روتابی
کرتا ہے عمداً جرم و گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور گناہ وہی ہے جس میں دین و دنیا کا نقصان
ہو۔ تو اوسکی رضا کے خلاف اپنے اعضائی قویٰ کو استعمال کرنا البتہ گناہِ عظیم ہے جس
کے صدور کا الہام منجانب الشیطان ہوتا ہے جس سے اوس کا خرابہ ہو جاتا ہے۔ کہ جس عالم
کا ہے اوسی عالم کے جہنم میں پڑتا ہے مثلاً خاکی ہے تو خاکی جہنم بنامِ تناسخ و مصائب

[1] یعنے جناب حضرت بی بی مریم صاحبہ قبلہ ۱۲

میں جو بادی ہے وہ بادی جہنم میں جو مُجرم پر مجرم ہوتا جاتا ہے وہ ناری جہنم میں کیونکہ آگ
سب چیز کو پاک کرتی ہے۔ تو عدم حفظانِ صحت جسمانی و روحانی البتہ جرم ہے۔ اس واسطے وہ
سراپا مجرم ہو گیا جہنم واصل ہوگا۔ پس طریقۂ حصول رضوان اللہ کا صدور وثن پرستی سے اخذ کرنا
یقیناً مرید الاوثان و تابع الشیطان ہونے کی شہادت ہے۔ یہ ہرگز صراطِ مستقیم نہیں۔ بلکہ
صراطِ مستقیم کی تشریح اصطلاحاتِ الٰہیہ کے بموجب یہ ہے کہ جیسے بنی اسرائیل سے کہا
گیا کہ وہ مفضول علی العالمین علی الدوام ایسی حالت میں کئے گئے ہیں کہ جس دم مسیحا تشریف
لائیں تو وہ سب کے سب اکدم اون کے لئے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے گردن بطاعت نہاں
ہونے جائیں۔ اگر خدا سے ملنا ہو تو اون میں از راہِ عشق و محبت فنا ہو جائیں۔ بصورتِ عدم
تعمیلِ امرِ ہذا مع تاج و تخت عزت و عظمت۔ حکمت و حکومت ابد الآباد کے لئے غارت
کر دئے جائینگے۔ چنانچہ موسیٰ کو لوگوں نے مُسی سمجھا۔ پس موسیٰ قہرِ الٰہی نے مسیحا کے بعد اون کی
حجامت کر دی ویسے ہی جب مثلِ موسیٰ مسیح بنامِ محمد مسیح آیا تو اوس کے ذریعہ سے یہ کہلایا گیا کہ جو
لوگ مسیحائے واسطے بنامِ رُوح اللہ پر مومن بالغیب ہو کر اسلام نہ لائینگے یعنے سرِ تسلیم خم نہ کرینگے۔
اور اوس میں از راہِ عشق و محبت فنا نہ ہونگے اور مسیحائے روح اللہ کو ویسی ہی مُسی سمجھینگے اور ابن مریم
ظاہر یہ سمجھینگے۔ تو واضح رہے کہ اوس دن کہ جس دن آخری دن ہوگا۔ کہ اوس دن کے بعد پھر کوئی
دن نہ ہوگا۔ جس میں انصاف کیا جائیگا کہ عین وہی دن انصاف کا قرار پائیگا کہ سب کو سختی سے
سزا ہو۔ جس کو یوم الدین کہہ سکتے ہیں۔ جو متصل بہ یومِ الشہود و یوم عاد الموعود واقع ہوگا۔ جس
میں ہویت وانیت اور صراطِ انانیت جو ہر ایک میں مختلف طریقہ سے واقع ہے۔ غایب
ہو کر اوس مرجع انانیت میں فنا ہونے والی ہے۔ جو انانیتِ قدسیہ۔ رب الارباب وافر الانانیت
ہے۔ جسکو مالکِ یوم الدین کہتے ہیں۔ یعنے اُس میں الوہیت کا سارا کمال مجسم اور ربوبیت کا سارا
اسرار مجسد ہوگا + جس کے آگے سرِ تسلیم خم کئے بغیر کسی طرح سے بھی چارہ نہ ہو سکیگا۔ پھر خود
میں کسی کو فنا ہونے دے یا نہ ہونے دے یہ اُس کو اختیار رہے لیکن بڑی قہاریت کے ساتھ
عدلاً سزا کریگا + بس یہی صراطِ مستقیم غیر مغضوب من غیر صراطِ المستقیم بنی اسرائیل ہے۔ جس
پر یہ تمام و کمال لعنت کا خاتمہ ہو چکا۔ کہ اُس کو طریقہ رُوح الٰہی بنایا پھر اُس کی روح کے بعد
اور کیا ہو سکتا ہے بجز اس کے کہ خود ہی علانیہ کہے کہ لو میں خود آیا تو اُس کو دجال کہو گے
تو خیر بقول تمہارے وہی دجالِ حقیقی آئیگا اور ثابت ہو جائیگا کہ کون اندھا ہے۔ کون

ایک چشم اور کون دو چشم اور کون مسیح حقیقی اور کون مسیح الدجال لہذا پہلے ہی سے اوس رسول ذی قوت عند ذی العرش المکین کے لیئے اوس کے سرزمین پر جبیں فرسائی و سراندازی کرتے رہنا چاہیئے کہ گھٹا تک پڑجائے۔ شاید وہ ساری گستاخی گذشتہ و گناہ ماضی کو بخشدے۔ کیونکہ بڑا غفور الرحیم اور بالکل غنیٌ عن العالمین ہے اوس کو تو کسی بات کی پروا نہیں یہ سب اُسی کو علم ہے کہ اُس نے کیوں بنا رکھا ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ اوس کی مرضی میں داخل ہوجانا عین صراطِ مستقیم ہے۔ لہذا اسی صراطِ مستقیم پر لے چلنے کی اونہیں سے ناک رگڑ رگڑ کے دُعا مانگتے رہو۔ پس اتباع دین من غیر ہذا الاسلام تا ظہور الحق سخت سے سخت جرم عظیم ہے اس واسطے بہ حکم مسیحائے روحانیٔ سابق اور مسیحائے حقانی آئیندہ کے وسط میں دینی طور سے شائع کردیا جاتا ہے۔ آگے ما علے الرّسول اِلَّا البلاغ المبین تو گویا یہ حبل اللہ بنام زنار جس میں مدد چھبے لگے ہوئے ہیں یہ اشارہ ہے کہ مسیحا کی تارِ مشیت میں تمام کرۃ السموات ایک اینٹ کی طرح استقامتہً آویزاں ہے جس میں طنابِ سفلیہ اوس کا۔ رسُول الی الخلق کا دامن ہے کہ اوس کا دامن پکڑکر اوس طرف کا سفر اختیار کرنا ایسا ہی ہے کہ سبیلُ الرشادِ علوم کے لیئے پروانۂ و تذکرہ لے لینا ہے۔ تو مطابق اصطلاحات الٰہیہ۔ ان سب عبارات مذکورۂ بالا کی تشریح بہ طورِ جمع مع الفارق یہ ہوئی کہ نعمت اللہ علی اُمت اللہ الی یوم القیامہ رہیگی کہ ان مؤمنین پر کوئی تسلط و سبیل نہ پائے + جس کا معنی عملاً دنیا جو نمونہ آخرت ہے اوس میں قایم ہے۔ بس جس قدر لفظاً قابلِ ظہور تھا اوس کا لفظ سے ظہور ہوا۔ جو معنیاً قابلِ ظہور تھا اوس کا ظہور ہو رہا ہے۔ کہ اوس کی اُمّت کثرت سے ظاہر نمونہ باطن میں حاکم ہے۔ پس اُمت اللہ کا حکم دین و دنیا دونوں جگہ ہے۔ اور امت الشیطان دونوں جگہ مردود ہے۔ تو جس طرح عموماً انسان سب چیز کا حاکم کیا گیا ہے سب مرسلات اُسی کے لئے مسخر ہیں۔ کہ اوس میں کی کوئی چیز بھی انسانی حقیقت کے سمجھنے کے لئے درپے نہیں بلکہ ہر منقادِ مجبور نے زبردستی یہ سمجھ لیا ہے کہ اس میں کسی کی طرف سے زبردست ہوجانے کا معجزہ دیا گیا ہے۔ جو اس کا اکتسابی فعل نہیں ہے تو اسی طرح تمام امت اللہ اپنے عقلی معجزہ سے سب پر زبردستی حاکم ہوگئی ہے کہ تمام کائنات پر مسیحا جس میں خدا نے اسراراً تقیہ فرمایا ہے کہ مسیحا خود ہی از خود رُوح اللہ و عین اللہ ہے قدرۃً زبردستی سب پر غالب ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے + تو چونکہ انسان کو باعتبار دیگر حیوانات کے عقل زیادہ دی گئی ہے اس لئے بصورت خلافِ عقل کام کرنے کے اس سے بازپرس ہے +

پھر ان عقلاء میں جو بازپرسی کے لائق قرار پائیگا اوس سے بھی ضرور بازپرسی ہے پھر وہ کوئی ہو + پس انسان ہوکر بطور طریقہ ناجائز انسانی عہدہ سے خود کو ڈگریڈ کراکر عہدۂ باطنی پر ممتاز کئے جانے کا بعید البعید تصوری علاقہ بھی جرم باطنی ہے ؟ کہ ایسا کرنا قصداً خود کو بدآبی کی طرف مایل کرتا ہے + تو مسیحا تک رسائی ہونے میں مدتہا مدت کی ضرورت حایل کردینا بھی ایک جرم عظیم ہے ، صراط بحق ہے ہرگز صراطِ مستقیم نہیں ۔ بلکہ علاوہ ان تمام جرائم کے یہ بڑا جرم ہے ۔ کہ اپنے طور سے ایک نامعقول دینی طریقہ فنا ہونے کا ایجاد کرنا جس میں وہ اپنے عالم جسمانی کا مجرم قرار پائے اس واسطے ہرگز کوئی طریقہ ایجاد نہیں کرنا چاہیئے ۔ پس جہاں پر کھلم کھلا خاص طور سے کوئی طریقہ بتلادیا جائے اوسی طریقہ کو طریقہ مستند سمجھنا چاہیئے ؟ کہ اسی بیان کے لئے یہ سب بیان کا سلسلہ جاری ہے جو کسی نہ کسی جگہ کھلم کھلا امر آ بیان ہوجائیگا ۔ یہاں پر اوسی کے لئے بہ توجہ دلایا جاتا ہے کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ دنیا میں ایسی نظیریں بھی گذری ہیں کہ خلیق لوگوں نے اپنی جورو بیٹی کی ذلت ورسوائی گوارا کرلی ہے ۔ اور مہمان کی طرف ہرگز حرف نہ آنے دیا ہے ۔ گویا اسدرجہ درجۃ الضیف کو بنیلۃ الکبریٰ سمجھا ہے تو روح جو ایک قسم کی ضیف اللہ ہے وہ چند روز کے لئے ان وجودی مکانات میں قیام پذیر ہے ۔ اوس کی اچھی چیزوں سے دعوت کرنی چاہیئے نہ کہ عداوت سے تو جو کوئی کسی کو دکھ دیگا ۔ دکھیا ہوگا ۔ تو اوس کوئی کے زمرہ میں خود اسکی روح شامل ہے لہذا اگر اوس کو دکھ دیگا ۔ تو دکھ دیا جائیگا ۔ پس جب اپنے دکھ دینے پر یہ سزاء ہے تو خاص روح اللہ کے دکھ دینے پر کیا نہ کچھ سزا ہوسکتی ہے ؟ پھر اوس کو دکھ دینے کے بہت سے اقسام ہوسکتے ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ اوس کی ذری سی سرتابیٔ حکم کرنی بھی دکھ دینے میں شریک ہے ۔ زبانی اقرار اور دل میں انکار کرنا ہی کفر و شرک ہے ۔ گویا اپنے نالایق ابا جاد کا پاٹ پڑھتے چلے جانا ہے + چنانچہ قفا بالقفا علی الآثار مرسلین آتے گئے کہ ایک اللہ تعالیٰ کا بہت ہی عزیز روح ورواں آنیوالا ہے ۔ جو بدرجہ خصوصیت اسی قابل ہے کہ لوگ اس میں فنا ہوتے جائیں ۔ کہ دشوار گذار گھاٹیوں سے سابقہ نہ پڑے ۔ نہ ان کا خراب اثر اون میں سرایت کرے ۔ بلکہ خصائل روحانیہ اور راحت و رحمت ۔ رافت و رفعت ۔ مودت و رحمت ۔ سرداریٔ و سرکاری الی یوم القیامہ حاصل ہو ۔ کہ لگاتار روح سفلی سے لیکر روح علوی تک ۔ اور روح علوی سے لیکر روحِ ناممکن الفہم تک ۔ بہ آسانی فنا ہوجائیں ۔ کہ رحمت علی وزنِ فعلت جس کے لغوی معنے یہ ہوتے ہیں کہ خصوصیت سے ایک بار مہربانی کرنی کہ اوس مہربانی کا سلسلہ تا بہ انعدام مہربانی مسلسل جاری رہے ؟ کہ شاید اوس کو روح د

رحمت سمجھ کر فنافی الروح ہونے کی ہدایت اخذ کرکے صراطِ مستقیم پر چلے جائیں۔ کہ بوح الخبث سے منتزہ ہوکر مرجعِ رحیم رحمان بنامِ رُوح القدس میں منہمک ہوں۔ کہ وہی روح اللہ و روح آفرین جو سب کا فی الحیات والممات والی وولی ہے اپنی ولایتِ خاصہ میں سکونت پذیر ہونے دے +
کیونکہ کافرین کا مولی خصوصیت کے ساتھ علی العظیم نہیں ہو سکتا۔ پس ایسے نالایق و نابکاروں کا دعوی بالکل بے دلیل ہے۔ اور اُن کے اسناد اکدم نامحمورہ ہیں۔ کہ خواہ مخواہ وہی جنت میں جائینگے۔ اگر یہ سچ ہے تو اے نالایق لوگو! ہاتو ا برہانکم ان کنتم صادقین۔ مگر تم لوگ بُرہان کہاں سے لاؤگے۔ کیونکہ یہ تو کھلم کھلی بات ہے کہ ظاہرستان باطنستان کا نمونہ ہے۔ جو یہاں اندھا ہے وہاں بھی اندھا ہے۔ جس کو یہاں حکومتِ متلذذہ حاصل ہے اوسکو وہاں بھی حاصل ہے۔ نالایق کو ہرگز حکومت نہیں ملتی۔ کہ ظلم کو ترقی ہو۔ مگرہاں ؎

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے نہد مُلک در پنجۂ ظالمے

تو اب یاد رہے کہ جسقدر حکومتوں کا سلسلہ ہے۔ سب اونہیں لایقین کے لئے ہے۔ بلکہ ہمہ ازلی و ابدی آرام جنت بھی اُنہیں کے ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ پوشیدگی کے بھی عالم میں آرام سے وہی براجتے رہینگے۔ حتی کہ اون کو ہر طرح کے جھگڑے سے بلاخوف و بلاحزن خلاصی وبہشتگی حاصل ہوجائیگی۔ کیونکہ وہ تابعِ رُوح اللہ و فنافی الروح ہیں۔ تو جو لوگ فنافی الروح اللہ ہوتے ہیں۔ اونکی براعت الاستہلال وآثارِ الصوت ولحنِ القول اور سیمائے وجوہ بالنواصی الاقدام جو موجبِ ازدیادِ روشنی ہیں صاف مترشح ہوتے ہی یہ انطباع فی الدماغ ہوجاتا ہے کہ یہ ریاح الروح علیا کے استراحت سے مستریح ومفرح ہیں گویا ؎

صورت اقبال بشاں بر جبیں اِنَّا فَتَحْنَا لَہُمْ فَتْحًا مُّبِیْن

کا مصداق پیش آتا ہے۔ پھر اون کے افعال سے نیک چلنی ثابت ہوکر شہادتِ ناطقہ ہوجاتی ہے۔ کہ یہ قطعی باشندگانِ رحمتگاہ الہی سے ہیں ۔ اگرچہ منافقین مسی الظن۔ ملعونِ باللعن۔ بے انتہا اون لوگوں کی حق میں منتزہ بالقابِ السّورہا کرتے ہیں۔ تو اُس کا کچھ مضایقہ نہیں۔ کیونکہ ملعون اسی کو تو کہتے ہیں جو تمام نعمتوں سے مردود ہے۔ اونہیں نعمتوں میں سے خلق و اخلاق۔ آداب و تہذیب۔ تمدن و شائستگی و جمیع خوبی اور بہی ہے اس سے بھی محروم رہا اور رہیگا بلکہ فنافی الجہنم ہوگا۔ کیونکہ یہ تو رُوح اللہ کے متعلق ہے کہ اوس کے متعلقینِ صالحین کو اچھی چیزوں کا ترکہ و میراث ملے اور یہ تو اُمتِ الشیطان ہیں۔ ان کو تو شیطانی میراث ملنی چاہئے

اس لئے ملا کرتی ہے - ملچکی ہے اور ملیگی - کہ اوسی میراث سے جہنم بھی ہے یہ بھی ملجائیگی + مگر جو
جس چیز کا متخلف ہوتا ہے اوس پر قدرةً زکواة ونفقہ فرض ہوگیا ہے - کہ اوس کے مطابق وہ زکواة
دیا کرے - جیسے جو عالم وفاضل - حکیم وفیلسوف ہے وہ رفاہِ عام کے لئے بندوبست کرے
پس جو شریر ہے وہ اپنے شرارت آمیز افعال واقوال واحوال سے تمام عالم میں زکواة کے طور
پر زکواة کا گدام کھول دیتا ہے - گویا جس چیز کا دل دادۂ وعاشق زار ہے مارے حُبّ و دادکے
کسی نہ کسی طرح اوس کا ظہور چاہتا ہے - تو حتی الامکان وہ اپنے فعل وقول سے اوس کو
ظہور میں لاتا ہے - اگر اوس میں زیادہ قوت ہوتی تو اوس شرارت کو مجسم کر دینے سے بھی نہیں باز
آتا کہ تمام بلوہ ہو - اسلئے سمجھا گیا کہ اوس نے مجسم بھی کر دیا لیکن اوسکے علاوہ جس نے مجسم کیا ہے - جس نے اوس کو ہرگز شرارتاً
مجسم نہیں کیا ہے اس واسطے کیا اچھی بات تھی - کہ وہ شریر اپنی شرارت جسکو محبوب رکھتا ہے اپنے اس محبوب کو محبوب ثانی بنام روح اللہ
پر فدا کر کے نیلِ مرام کو پہونچے - پھر عام ازیں کہ وہ اوس کا کیسا ہی محبوب ہو - بدی پرستی
کو محبوب رکھتا ہو یا نیکی پرستی کو - خواہ ہر دو پرستی کو - یا روح پرستی یا بالاشئے پرستی کو - اگر اوس
نے اپنے ان جمیع محابیب سے اچھے اچھے محبوبوں کو فدا کر دیا - مگر محبوبِ بدی کو نہ فدا کیا تو
وہ جبراً انی النار فدا کئے جانے کا سزاوار ہے اور ہوگا - کہ تمام مصائب وعقائب امراض
واسقام - اور جارع وآلام عوارض معارض - حوادث وبواعث سب کے سب دفترِ فطرت سے جزائے اوس
پر مسلط کئے جائیں گے پھر اگرچہ معدودے چند اچھے آدمی بھی اوس کی آنچ میں کیوں نہ آجائیں گے
کچھ پروا نہیں وہ اوس زمرہ میں شمار کئے جانے کے لائق نہیں سمجھے جائینگے = وہ تو ایک
رحمتِ روحانیہ کی قسم ہے - کہ اونہوں نے اس قیدخانۂ دنیائے دون وسفلی میں باوجود قید و
بند رہنے کے بھی - اپنی پیدائش سابق میں - کچھ خطا کی تھی = کہ بارِ دگر متناسخ ہوکر آئے اور اپنی
اوس دستگاہِ قدرت سے اعمالِ مکتسبہ کا نتیجہ جو پہلے جنم میں کر چکے تھے وہ سب رحمِ نجات
حیاتِ ثانیہ میں صاف صوف کر کے صوفی ظاہر ہونے کے لئے جزائے ٹرینسفر کئے گئے تھے سوانعاماً
رہا کئے گئے کہ دارالعمل اور دارالامتحان سے منتقل ہوکر دارالانعام والنعیم میں بہ آرام ارم - آرام
گزیں ہوں کہ اب جا کر کچھ مطلب پورا کر کے دس پانچ اچھے برے کے ساتھ چلدیئے - کہ اونکے
دامنگیروں کا حشر بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم کے مصداق پر کچھ بھلا ہو جائے کہ یہ بھی بھلائی
ہوئی - پس وہ تو بہرحال مطلب پورا کر کے بھلے رہے - مگر دوسرے برے لوگ جو ظاہر میں
معلوم ہوا کہ مرکر بندگی سے چھوٹ گئے وہ ہرگز نہیں چھوٹے ہیں - بلکہ زبردست قیدخانہ میں

قید و بندہ ہیں۔ کہ کبھی کبھی خواب سے حالت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ خلقِ خاکی شکلِ انسان کے لئے شیطانِ خاکی جو انسان صورت شیطان سیرت ہو پیدا کر دیا جاتا ہے کہ وہ گمراہی وغیرہ کا کام کرے کہ گمراہوں کو سزا بھگتنی پڑے۔ اسی طرح عالمِ روحانی کے لئے روحانی شیطان بنا دیا جاتا ہے۔ کہیں شیطان سے چھٹکارا نہیں۔ جب تک کوئی فنا فی الروح اللہ نہ ہو جائے۔ اس لئے روح اللہ اسی جنس تناسخ سے بقواعدِ کمون و بروز بلکہ اوس سے بھی کہیں بالا ؤ اعلیٰ علوؤ نمو طریقہ سے بہ تبدیلِ ہیئت بنامِ نبی وغیرہ وغیرہ آکر تفریق نیک و بد کی کر کے روحانی عالم میں گشتی لگاتا ہوا اور طرف نکلجاتا ہے + پس خاکی خلقت کے لئے خاکی نبیؑ ونبی آیا کرتا ہے اور روحانی کے لئے روحانی نور روحانی والا روح اللہ یہ سمجھاتا ہے کہ وہ ایسا اچھا آدمی جو بروں کے ساتھ آنچ میں پڑکر مصیبت زدہ ہو جاتا ہے اگر کوئی اُس کی مدد کریگا تو وہ صفات روحانیہ کے کسی جزو میں فنا ہونے کا مستحق سمجھا جا سکیگا۔ پھر ممکن ہے کہ اوس میں سے کبھی ہم بھی آجائیں کہ تم کو اس کی بھاری جزا ملجائے لہذا انسانیت سیکھو یاد رہے کہ انسان وہ نہیں کہ روح و جسم سے مُرکب ہو کر ہیئتِ کذائی اختیار کر کے خلعت وجود پہنے ہوئے ظاہر ہو۔ اور نیک و بد کہتر و مہتر میں فرق نہ سمجھے کہ کائنات بھر میں کونسی چیز بڑی ہے۔ جس میں فنا ہونا چاہیئے وہ سوائے روح اللہ کے جو بالکل اکبر ہے ہرگز کوئی چیز نہیں۔ مگر جو لوگ شیاطین و شیاطین۔ احبار و علماء فقراء و مشائخ۔ طاغوت و اوثان وغیرہ وغیرہ من دون روح اللہ کو ارباب سمجھ کر اُن کی پرستش کر کے خود کو اون میں فنا کرنا چاہتے ہیں۔ گویا روح اللہ پر ان سب کو ترجیح دیتے ہیں اور روح اللہ کیا ہے۔ کہ روح الخبث بھی اگر اوس میں عشقاً فنا ہو تو کچھ ہرج نہیں مگر ان ملاعین کو گریز ہے لہذا ایسے حرامزادے ہیں پس یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ ایک راستہ ہدایت کا ہے جو روح القدس کیطرف جاتا ہے۔ دوسرا ضلالت کا جو روح الخبث کی طرف۔ تو ایثار علی النفس مع جان و مال ملک تا آل رُوح القدُس کے لئے چاہیے۔ کہ واجب العدل ہو کر رُوح القدس ہو جائے۔ دوسرے ضلالت کا جو روح الخبث کی طرف جاتا ہے۔ جس میں روزانہ شہوت و ہوس کی طرف سے دعوت ہوتی رہتی ہے۔ اور اس کے اہالیان اوس کے دسترخوان پر خوشہ چین ہوتے ہیں۔ کہ واجب القتل ہو کر روح الخبث ہو جائیں۔ تو روح القدس زبردستی اپنی طرف نہیں کھینچتی۔ جب تک کوئی اُس کے لئے متحرک نہ ہو۔ تو اب ذرا اس جگہ بڑے غور کا مقام ہے۔ کہ جس کو نیست و ہست کرنے میں شرکت کی ضرورت نہیں۔ اوس کو کس چیز میں شرکت کی ضرورت پڑیگی۔ لہذا اوس کے پاس

کوئی کسی کی وجودِ خفی و قدسی کو پہنچانے میں مدد نہیں دے سکتا۔ بجز اُسی ایک رُوح اللہ مستثنیٰ کے۔ جس کا ذکر پیش ہے۔ کہ وہی کل شئے کا خادم ہے لہذا وہی اس خدمت کو بھی ادا کرنے کا سزاوار ہے۔ اگرچہ وہ بندۂ ہستیٔ و نیستی کچھ بھی نہیں۔ لیکن اس کی طرف رجوع ہونے سے البتہ وہ خود کو راجع کا متاب قرار دے سکتا ہے اور اپنی خدمت گذاری پر فخر کر سکتا ہے۔ مگر دراں صورتیکہ بندۂ ہستیٔ و نیستی اپنی ہستیٔ و نیستی میں رہ کر اُس کے لئے جویندہ و خواہندہ نہ ہو تو پھر کس طرح وہ نعم المتاب یا خدا کو چاہتا ہے = کیونکہ آج تک کسی نے خدا کو نہیں دیکھا۔ اوس کے بارہ میں کسی کا بحث و مباحثہ کرنا بجا نہیں۔ اگر بحث ہے تو یہ عقل و تقریر آزمائی ہے کہ مباحثین میں کسکی عقل و تقریر زبردست ہے۔ تو اوس میں ایک نہ ایک ضروری زبردست نکل ہی گا۔ تو فرض کرو کہ فریقین سے جو ظاہراً از روئے حماقت۔ زبردست فریق کہا جاتا ہے۔ اوس کا بیان ہے کہ خدا نہیں ہے۔ تو وہ سچ کہتا ہے۔ کہ اوس نے نہیں دیکھا ہے۔ اس لئے انکار ہے۔ بلکہ ایک گونہ دوسروں کو اپنے اس انکار سے اُس کی وجودِ نایاب کو سمجھا کر اقرار کرتا ہے۔ کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی اوس کو دیکھ سکے یا پہچان سکے تو چونکہ کوئی نہیں دیکھ سکتا یا پہچان سکتا۔ اس واسطے مجھ کو انکار ہے۔ کہ گویا یہ انکار عین اقرار ہوا = اسکے علاوہ اوس کا ہونا کسی زمانہ میں نہیں ہونا ثابت کرے گا۔ تو ایسے فعل سے اوس کا نہیں ہونا ہی کیوں نہ گوارا کیا جائے کہ چپکے سے اس کا ہونا ثابت ہوتا ہے اسلئے مجکو ایک سرے سے ہی انکار ہے + یا یوں سمجھا جائے کہ اوسکی تقدیر میں یہی ہے کہ وہ منکرِ تقدیر اور مُنکرِ خدا ہو۔ پھر اگرچہ تمام عالم اپنے وجود کی زبانِ حال و مقال سے اُس کے بارہ میں سمجھائے۔ مگر جیسے خدا کی ذات نہیں سمجھ میں آ سکتی ہے اسی طرح ہرگز اس بارہ میں کسی کی نصیحت اوس کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تو خدا کو اپنی مرضی میں کامیابی حاصل ہوئی۔ کہ اس کامیابی کا نام اوس کے لئے پھٹکا ہے کہ تمام کھلم کھلا سب بنی بنائی چیزیں دیکھ رہا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے وجود اور جو کچھ اُس میں ہے اُس کو بھی دیکھ رہا ہے اوس پر لوگ بھی فرداً فرداً جدا سمجھا رہے ہیں مگر از روئے لعنت اوس کی سمجھ کی مشین اوس کی بیہودہ کوشش کے سبب سے ایسی موڑ دی گئی ہے کہ اوس میں سے انکار کی آواز نکلتی ہے کہ ایک گونہ یہ بھی ایک عبادت ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کر رہا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نہ چاہتا تو یہ نہ کہتا۔ تو یہ کہنا اوس کا از روئے قواعدِ لعنت بہت ٹھیک ہے اَمّا یہ عبادت اوسکی مشیت اللہ میں عبادتِ ملعونہ کے نام سے کہی جاتی ہے = کہ اگر اوس کو روکنے

کے لئے منجانب اللہ کوئی یہ کہے کہ جس چیز سے تم خدا کو سوچتے ہو اور اوس کے ذریعہ سے مثال
پیدا کرتے ہو وہ مثال بمیت اوس کی مخلوق ہے۔ اوس کو مخلوق سے کچھ نسبت نہیں۔ اب
اگر یہ تمام مخلوق بہ فرضِ محال بغیر مشیت اوس کی۔ اپنی قوت کے زور پر اوس سے فرنٹ
ہو جائے اور اسی بات پر اڑ جائے کہ جب تک ہم خدا کو جہراً نہیں دیکھینگے ہرگز اوس کے
بارہ میں یقین نہیں کرینگے تو اس سے اوس کا کیا بگڑتا ہے۔ ایک بار نہیں ہزار بار اڑا کر۔
اسی اڑ میں اپنے نیست ہو جائے۔ اوس کو اسکی بھی کچھ پروا نہیں۔ چاہے تو غیب الغیب رہکر
اُس سے بھی ویسی ہی اقرار کروا دے۔ جیسے اپنے معترفین سے اقرار کرواتا ہے۔ بلکہ اوس کی تو یہ
شان ہے کہ خود کو تمام ذرہ ذرہ بنا کے۔ ہر ذرہ کو خدا بناتا ہوا۔ خود اُسی آن میں ایک الگ
خدائے بے غم بنکے غایب رہے کہ اپنے وجود کا بھی محتاج نہ ہوئے محض بلا امدادِ وجود۔
اپنی وجود رکھتا ہو۔ اور بذاتِ خود ایک ناممکن الفہم قدرتِ قدیریہ علیٰ کُلِّ شَیٍٔ قدیر ہو۔ کہ جس
قسم کی قوت وقدرت چاہے پیدا کر سکے اور ہرگز ہرگز سمجھ میں نہ آئے تو جب تک کسی
کی شان ایسی ہی نہ ہو جائے کیونکر اوس کو سمجھ سکتا ہے؟ اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ کوئی
چیز بھی اکتسابی نہیں۔ سب چیز کسی زور پر ہے۔ اور وہ زور بھی کسی اور زور پر۔ اور وہ کسی اور زور
پر۔ یہاں تک کہ سب قدرتِ قدیریہ کے زور پر ہیں۔ تو پھر کسی کی شان کسی طرح سے کیونکر ہو سکتی ہے
جب خود اوسکی نہیں بن سکتی۔ تاوقتیکہ وہی نہ بنا دے تو بنا دینے پر وہ خود وہی ہو جائیگا
اوس کو بحث کی حاجت نہیں رہیگی۔ لیکن اگر خود کو بحث کرنے کے لایق تک رہنے دینا چاہتا
ہے تو بحث میں رہ کر چار پانچ طور سے اوس کا پتہ لگ سکتا ہے۔ وہ اس طور پر کہ پہلے یہ دیکھے
کہ یہ ایک چیز کیسے ہوئی جب اوسکی حقیقت معلوم ہو کہ یہ دوسری چیز پر قائم ہے۔ تو پھر اوسکی
طرف رجوع ہو کر سلسل نامتناہی تک کی خبر ملجائیگی۔ اوس کے بعد سمجھ لے کہ عقل قاصر ہوگئی
پس اتنے بڑے سلسلہ کا قائم کرنے والا ضرور کوئی ہونا چاہیئے = وہ بھی ہمارے کہنے کی ضرورت نہیں
کہ جب ہم کہیں کہ کوئی قایم کرنیوالا ضرور ہونا چاہیئے اور اُس کو تصنیف کر کے بتلائیں۔ جب جا کر وہ قائم ہو
ورنہ قایم نہ ہو سکے۔ تو ایسا نہیں ہے بلکہ وہ پہلے سے ہے۔ پس یہ جو کچھ کہا گیا وہ میری ذات
تک محدود تھا۔ مگر در انحالیکہ اپنی سوچ سے نہیں سمجھ سکتا ہے۔ تو سیدھی سادھی نظر سے
تمام نیچر کی نشانیوں کو دیکھ کر اوسکی ہستی کے سمجھنے پر اکتفا کرے + اگر یہ بھی اوس سے نہیں ہوتا۔
تو لوگوں کے سمجھانے پر قناعت کرے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو حیرانی میں فنا ہو کر پتہ لگائے۔

اگر اس سے بھی نہیں مانتا تو چاہئے کہ خود کو قصداً تہی دستی و مفلسی میں ڈالدے ورنہ خدا کی طرف سے ڈالدیا جائیگا۔ اب دراں صورتیکہ اس سے بھی قلب میں صفائی نہ پیدا ہو کہ وہ مطلب حاصل ہو سکے۔ تو چاہئے کہ اپنے بال بچے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے۔ اگر نہیں کرتا ہے تو خدا آفت میں ڈالکر مروا ڈالیگا۔ کہ اوس کے دل میں رقت پیدا ہو۔ اور یہ کچھ ظلم نہیں۔ کیونکہ ہر چیز کے لئے خمیر تیار ہوتی ہے اس کے لئے بھی خمیر ہے کہ بغیر اس خمیر کے اس لائین میں جا نہیں سکتا پس اس لائن میں داخل ہونے کے لئے بھی قیود و شروط و ارکان ہیں۔ اگر اُن کے ادا کئے جانیکے بعد بھی شخص مفروض المذکور میں شقاوت رہجائے تو چاہئے کہ خود کو کسی سخت سے سخت خوفناک جگہ میں القا کر دے۔ ورنہ منجانب اللہ القا کردیا جائیگا۔ کہ اوس وقت رقیق القلب ہونے پر دیکھے کہ اوس پر کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اگر اس سے بھی راستی پر نہ آسکا تو چاہئے کہ پیٹ کی مار مارا جائے۔ جب اس سے بھی باز نہ آئے تو اوس ایک شئے کی حالت میں اوسکو ڈالنا چاہئے کہ نشہ کی مشابہ ہوتی ہے۔ جو جسم میں نشہ و روح کی طرح حلول ہونے پر محسوس ہوتی ہے اور بعض وقت اوس کا حلول ہونا ایسا ہوتا ہے جیسے بخار بدن میں یا پانی اور دودھ) ۔ پتاسہ۔ اسفنج اور پاؤ روٹی میں سماجاتا ہے۔ تو اگر ان تمام باتوں سے اوسکی سمجھ میں نہ آئے۔ تو اوسکی ساری کوشش کہ اسی کوشش سے یہ بھی ایک کوشش تھی۔ کہ کسی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا سب کا نتیجہ و ثمرہ برباد کر دینا چاہئے۔ کہ سخت گھبرا جائے کہ حقانی صدق و صفائی پیدا ہوتے ہی جلوۂ حق نمودار ہونے لگے ہے لیکن اگر یہ سب کرنیکے پیشتر وہ ایسا کہنا شروع کرے کہ بہت سے لوگوں نے ایسا کیا مگر کچھ نہیں ہوا۔ تو اوس کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ کہنے والا بالکل جھوٹا ہے کیونکہ کرنے والے شخص نے اوس کے کرنے کا پورا حق نہیں ادا کیا ہوگا یا مصلحتہً اس بات کو پوشیدہ کر رکھا ہوگا۔ کس لئے کہ دوسرے نے ایسا نہیں کیا اور کیا تو دونو حالت میں اوسکو یہاں تک حاصل ہوا کہ خود ہی وہ ہوگیا۔ تو ذالک فضل اللہ یوتی من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم یہ کچھ کرتب سے نہیں ہوتا۔ کرتب سے ہوتا تو اوسکو ہو جاتا۔ لیکن جو کرتوتی اور کرتبی خدا حاصل ہوسکتا تھا تو اوس کی ترکیب بتلائی گئی۔ کہ اوس میں پکا ہونا تو مشکل ثابت ہی ہوچکا ہے مگر جو آسان چیز تھی اوس میں بھی تو پکا نہ ہوسکا سو وہ کفر و انکار تھا۔ کہ اس میں تو پکا بنجاتا کیونکہ نیچر کا عام قانون یہ ہے کہ جیسا کروگے ویسا پاؤگے۔ تو اگر کفر و انکار کی پوری ترقی چاہی ہوتی تو نیچر کے دفتر سے کفر و انکار کے متعلق ہزارہا کروڑہا دلیلیں ملتی جاتیں۔ چنانچہ اگر کوئی اوس کے

بارہ میں اقرار کرے تو اوس کے لئے بھی اسی بوچھار کے ساتھ دلیلیں ملتی چلی جائینگی۔ کہ
ایک ہدایت میں کامل ہو دوسرا ضلالت میں۔ کہ مقر اور منکر میں تو اترانہ متواتر یا بحث ختم ہونیکے بعد
اگر منکر، مذکورہ اصل مطلوب نہ ہوسکے۔ تو ہادی مقر کو چاہیئے کہ آخری دلیل سے شرطیہ وحلفیہ فیصلہ
کردے۔ کہ منکر یقیناً خدا تک پہونچکے اوس کو دیکھ لے۔ تو وہ آخری دلیل یہ ہونی چاہیئے کہ ہادی خود اپنے
ہاتھ سے یا اپنے کھلم کھلا حکم ظاہری سے اوسکو دو ٹکڑا کرادے۔ کہ فوراً فنا فی اللہ ہوکر بجذ اوہ خدا
تک پہنچ جائے کہ اگر وہ خدا کی طرح عدیم الوجود فی الوجود نہ ہوجائے تو اس کا ہرجانہ لے۔ تو اگر
منکر اس شرط کو قبول کرتا ہے تو بسم اللہ خدا ملنے کو حاضر ہے۔ اب اگر اس بات کے کہنے والے
کو وہ منکر یہ پوچھے کہ تم کو کیونکر معلوم کہ ایسا کرنے سے ایسا ہوگا؟ تو ہادی قسم کھا کے بیان کرے
کہ ہم پر ایسی بت چکی ہے اوس بتنیکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسا ہونے
کے بعد پھر میں کیونکر پیدا ہوا؟ کیونکہ اگر بیان کرتا ہوں تو تم کو یقین نہیں ہوتا۔ یقین کرنے کا
راستہ بتلاتا ہوں تو اس کا بھی یقین نہیں ہوتا۔ تو اب زبردستی کرنی چاہیئے تو جو زبردستی میں
غالب آجائے وہ سچا ہے کچھ تو سچا میں ہی ٹھیرونگا۔ مگر یہ اوس ہادی سے ہونا چاہیئے جو ہمیشہ
آیا جایا کرتا ہے۔ لیکن پھر ایک مدت کے بعد تمہاری نسلیں ایسی ہی سرکشی کرکے منکر ہونے
لگینگی کہ پھر مجھ کو مصیبت اٹھانی پڑیگی۔ کہ ہمیشہ تم لوگوں میں ایسا ہی ہوتا آرہا ہے۔ کہ ایک جو اچھا
ہے وہ کہتا ہے کہ خدا ہے۔ پھر اوس کے لئے کچھ دلیل کی ضرورت نہیں۔ اوس کو صرف اتنا
ہی کہنا ہے کہ جب تم مانتے ہو کہ وہ ہے تو چین سے رہو۔ برائی نہ کرو۔ مگر جو کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے
اور کسی طرح راستی پر نہیں آتا ہے تو اوس سے بحث ومباحثہ جدال وقتال کی ضرورت ہے
تیسرا کہتا ہے کہ ہر ذرہ ذرہ خدا ہے کہ گویا بے شمار قسم کے خدا ہوگئے۔ چوتھا کہتا ہے کہ ان بیشمار
قسم کے خداؤں میں سے ایک خدا ایسا بھی ہے کہ خود ہی ان سب قسم کا خدا بنا کے الگ بھی
اپنے کو ایک خدا بنا کے رکھا ہے۔ کہ جس دم چاہے ۔ اس مخلوق خدا اور خدائے مخلوق
کو نیست کرسکے۔ پانچواں کہتا ہے کہ ان سب خدا کے علاوہ وہ ایک ایسا بھی خدا ہے کہ نہ
سمجھ میں آسکتا ہے نہ حاصل ہوسکتا ہے جو اوس کو نہیں مانتا ہے تو اوس کی وہ پروا نہیں
کرتا نہ اوس سے چڑتا ہے۔ نہ یہ انکار اوسکی چڑونی مقرر ہے + جس دم وہ چاہے سب سے
اقرار کروا دیسکتا ہے کسی میں انکار واقرار کی از خود قوت نہیں۔ لہذا اوسکی جیت رہی چنانچہ
بہت سے لوگوں سے اقرار کروا رہا ہے۔ اور ایک سے انکار کروا رہا ہے کہ اقرار کرنے والوں کو

اُس کی قدرت دیکھ کو مزہ ملے کہ سبحان اللہ کیسا سخت زبردست قدیر ہے کہ کہیں عقل دیکر مٹی کے آگے
سر جھکوا دیتا ہے۔ کہیں صریح طور سے اپنے ہی بارہ میں انکار کرواتا ہے ذرہ ذرہ کو خدا بنواتا ہے۔
سب کو سجدہ کرواتا ہے۔ کیا رحم و عدل ہے کہ سب کو اپنے برابر کرتا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ
خالص اپنی پرستش کب کرواتا ہے + غرض کہ کہیں ایک طرف رحمت کی شان ظاہر کرتا ہے۔ دوسری
طرف لعنت کی + چھٹا کہتا ہے کہ خدا ہو یا نہ ہو ہم کو اوس سے کچھ فائدہ نہیں۔ نہ ہم نے اوس کو عوضی
دیکر پیدا ہونیکی درخواست کی تھی نہ کچھ کہتے ہیں۔ اگر ہم مجرم ہیں تو ہم کو یاد نہیں + خود سب کچھ
کرتا ہے۔ جب چاہیگا تو خود کو بھی ظاہر کرلیگا + اب اس خودسازی میں چاہے جہنم میں ڈالدے
چاہے جنت میں + جو کچھ چاہے کرے + ہم کو اس کی کچھ پروا نہیں ہونی چاہے چارنا چار طوعاً و کرہاً
سر تسلیم خم کئے ہوئے مسلم بنے رہنا چاہے کہ بر سر فرزند آدم ہرچہ آید بگذرد + مگر ظاہر میں سب لوگ چین
سے رہنے کی کوشش کرو۔ م اخلاق اپنے درست رکھو۔ م ظاہر میں جو خطا ہوگی اُس کی انسداد ضرور
کی جائیگی + پس خدا، پُھدا کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر کوئی ہے ضرور۔ جو علیٰ کل شیئٍ قدیر اور غنی عن العالمین
ہے۔ گویا اپنی ذات میں خالص وحدہ لاشریک ہے۔ ہم اوس کو بالکل نہیں سمجھ سکتے۔ ساتواں کہتا
ہے کہ سب کی دلیل برحق ہے۔ سب بلندی یعنے نبوت کو پہونچے ہوئے ہیں۔ اس واسطے
سب نبی ہیں + اور سب ایک ہی خمیر سے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا سلام علی المرسلین و الحمد للہ
رب العالمین۔ پس آخری قول زیادہ دلچسپ ہے اوس پر عمل کیا جائے ورنہ یاد رکھو کہ مقرر میں
ہی وہ خدائے وحدہٗ لاشریک ہوں۔ جسپر اسقدر طول طویل بحث ہوئی اور سب حیران ہیں۔
پس چین سے رہو میری بندگی بجالاؤ۔ م ورنہ سب توڑ تاڑ کر پھینکدونگا۔ کہ معلوم ہو جائے کہ درحقیقت
میں ہی وہ خدائے وحدہ لاشریک ہوں یا نہیں + تو اگر اوس کی قدرت بالکل قدرتِ قدیریہ
سے پائی جاتی ہو تو مقرر خدا ہے۔ اس پر بھی وہ قادر ہے کہ ایسا کر گذرے۔ پس یہی عین عدل ہے۔ تو ایسا
کہنے والا وہ روح اللہ بمعنے عین اللہ خود ہی ہوگا تو وہ روح اللہ کون ہے؟ کہ وہ ایشور مُعرّب بہ عیسو
جو از جانبِ ایشیا مکانِ شرقی سے ظاہر آخلافِ از قانونِ فطرت ایک حسین لڑکی بنامِ
میری کے آنچل کے نیچے سے کود پڑا تھا۔ اور شُدھ بدھ او سکے درست رہے تھے
جس سبب سے بدھا مُعرّب بہ بدوح بمعنی حکیم کہا گیا تھا ؎ جو اپنا تاج و تخت چھوڑ کر مسافرت
سیاحت کرتا ہوا اپنی جنس کی طرف چلا۔ کہ ایک پیپل کے درخت کے نیچے اوسکی مادر شفقہ ملکہ اپنے
آغوش میں لیکے اُس کو ہر طرح کی بھوک سے سیراب کیا تھا۔ کہ اپنا سکۂ وحدت و حکمت چلا کر خفیتہً

عالمِ ارواح کا مسیحائے سیاح بنا ہوا پھر نخلِ خرما کے نیچے اوسی ماتا پیتا بنام مریہ از جانبِ غربی
کے آنچل کے نیچے ظاہر ہو کر مہدی میں اپنے تاج و تخت کا مدعی ہوا تھا۔ جسکو منسوب بمہد کر کے
حکیم مہدی کہتے ہیں جو سیاحت کر کر کے بیماروں کو چنگا کرتا رہا کہ پھر مطابقِ قانونِ فطرت کہ سب چیز
گول ہے کہ جو شرق ہے وہ غرب ہے جو غرب ہے وہ شرق ہے کیونکہ سب گول ہے۔ اور گول چیز
پر جہان سے کوئی چیز چلیگی وہیں پر پہنچیگی تو وہ نکلنکی اوتار خراسانی خرسنس۔ از جانبِ خراسان
بنام ایشیا از تختِ کیوان جہان سے چلا۔ تا دتال پہونچکے مسلمانا بمیرا کے انچل سے نکلکے لوگوں کو روح اللہ کی طرف رجوع
ہونیکی ہدایت کرتا ہوا آخر میں کھلم کھلا اپنے بارہ میں کہکر فیصلہ کر دینے والا ہے۔ تو یہ سب فیصلہ
بھی اُس فیصلہ سے کچھ دور نہیں ہے عین وہی ہے اس لئے **نظم**

جو شان خدا کی ہے وہی شان ہے میری — اے شان مہ خدا کیا ہے؟ یہی جان ہے میری
گویا کہ مری جان ہی بس ذاتِ خدا ہے — وہ جان ہے کیا میں ہوں یہ پہچان ہے میری
جب میں ہی نہیں کچھ نہیں سب مجھسے ہے پیدا — اک جان میں سو جان ہے وہ جان ہے میری
جب روح خدا اوس سے ہو پیدا تو ہوئی کیا — ظاہر ہے کہ شان ہیں شان ہے میری
اب کیا کہے یحیی نہیں کیا ذات ہے اسکی — مریم نہیں میری نہیں رحمان ہے میری

پس وہ میری[1] ترا[2] یا مرزا بنام روح القدس کے سوا غیر کی دوستی ساری برائی کی جڑ ہے۔ اوس کو
دیکھنا عین خدا کو دیکھنا ہے لیکن جسقدر اوس کو عشق و محبت کی آنکھ سے دیکھیگا اوسی قدر بصیرت ہوگی۔
اُسی کا یہ پھل بنکر اوس میں پھیلیگا۔ کیونکہ ہر جنس کا امالہ اپنے ہم جنس کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ قیدی
کا بھائی قیدی ہوتا ہے۔ بندہ کا بھائی بندہ۔ شیطان کا بھائی شیطان۔ بے جنس کا بھائی
بے جنس۔ غیر مطلق کا بھائی غیر مطلق۔ کہ ان جمیع بندگانِ قیود کو اپنے قید خانہ میں رحمۃً منجانب الروح
اوس حیثیت کے مطابق ہنسنے کھیلنے بولنے کے ضرور سامان مہیا ہوتے ہیں۔ کہ پھر بھی کسی طرح
شکریہ ادا کرے کہ روحِ حقانی کے آگے واجب الاجر سمجھا جائے کہ شاید اوس عوض میں روح القدس
کی طرف فنا ہونیکی تحریک پیدا کر دے۔ کہ اسکی مشیت۔ وہ دودھاری بجلی کی تیز تلوار ہے۔ کہ جوڑ جوڑ
بند بند۔ ہڈی ہڈی۔ گوشت پوست۔ بھیجا کلیجا۔ دل گردہ۔ انتڑی پھیپھڑا۔ ذکر فکر۔ تفکر و تصوّر۔
وہم و تخیل۔ فہم و توغل اور ہئی و نشئی سب کو چیرتی پھاڑتی۔ کاٹتی چھانٹتی۔ جانچتی پرتالتی رشن سے
نکلجاتی ہے کہ اوسکو خبر ہی نہیں۔ اور ہو تب روح القدس اسطرح سے ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ میں بچے

[1] بی بی مریم [2] میرنا اور امیرنا ایک معنی ہیں امیر و معنی مرزا جو عبرانی ہے ۱۲

کے روح داخل ہوتی ہے + پس تو اپنے اس ہنسنے کھیلنے پر نازاں نہ ہوم کہ تو روح القدس کا کوئی جز
بن گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یوں ہنسنے کودنے بولنے چالنے کے لئے گبرکاکیڑا بھی اپنے عالم خرامیں
خودکو عزت دار سمجھکے ہنستا کھیلتا ہے۔ ایسی ہی تیری بھی ہنسی اور خوشی محض بے ثبات ہے۔ کہ یہ
بھی برائی میں داخل ہے = اور ہر برائی جب حاملہ ہوتی ہے تو گناہ پیدا کرتی ہے۔ اور گناہ ہلاکتِ
ابدی کو جنتا ہے ۓ مگر اپنے مالیخولیا کے سبب سے فنا فی الجہالت ہونے پر بھی زبردستی صراطِ مستقیم
پر سمجھے ہوئے ہے حالانکہ بالکل تاریکی میں ہے کہ اُسی عالمِ تاریک کی چیزیں دیکھنے میں ملکہ پیدا
ہوگیا ہے۔ اس لئے اقتراب الساعت سے غافل رہ کر معرض عن الحسنات ہو رہا ہے۔ لہذا یہ
جمیع زنگی رو بخلاف ہمہ نیکو فرنگی رو کے ذلیل و رسوا فی الدارین ہیں قوم بقوم بارہا ایصالِ ابلاغ
ہو چکا کہ جس کو اچھا ہونا ہو وہ روح رحمانی میں فنا ہو کر رحمت العالمین ہو۔ کہ ہر جاندار محسوسہ پر
رحمت فگن ہو۔ کہ وہ مالک واحد ہے۔ اُسی کا سب ہے۔ سب کے سب خواجہ تاش وہم خالق
ہیں۔ بنا بر ہم سب کے سب موحد ہم خیال ہم رسم۔ ہمزبان اور ہم مذہب ہو کر یکساں روی اختیار
کرتے جائیں۔ کہ بجائے رحمت۔ زحمت کی نوبت نہ پہونچے۔ نہ کہ خود ہی کو عہدۂ انسانیت سے ڈگریڈ
کرا کر بمقابلہ اس عالم کے کسی اور عالمِ مذموم و مدحوم میں بے رحمی سے انتقال اور ٹرینسفر کرا دینا سخت
جرم اندر جرم ہے + ایسے لوگوں پر لعنتِ ابدی ہے۔ اوس کے اس حق میں کسی کو نہ بھی حق تلفی
نہ ہوگی کہ ہمیشہ ملعون رہے۔ تو یاد رہے کہ کچھ لحوم و دماء علی معارج السماء نہیں ہونا بلکہ بر تقوی نیل مرام
کو پہنچا یا جاتا ہے۔ اور نیل مرام فنا فی الروح اللہ ہونے کو کہتے ہیں۔ گویا یہ اصل الاصول بیان کر دیا جاتا
ہے جیسے اگر کسی ناخواندہ سے کہا گیا کہ فلاں کتاب میں بکمالِ فصاحت و بلاغت یہ خوبی ہے اور
اُس خوبی میں اس اس طرح کے صنائع و بدائع اور نکات ہیں تو وہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ بناء علیہ اوسکو
یہی کہدینا بہتر ہوگا۔ کہ فلاں بارہ میں کتاب ہے پس اس کتاب المبین بنامِ کائینات کا یہی لب لباب
ہے۔ کہ کن فنا فی روحِ اللہ مگر باوجود نہ فنا ہونے روح اللہ کے یہ دعوے کر بیٹھنا کہ سب چیزیں
روح اللہ موجود ہے ورنہ قائم نہیں رہسکتی۔ تو یہ اسکی مشیت ہوئی۔ نہ کہ عین روح اللہ کیونکہ جو ہر شخص
کو قبلہ و کعبہ بولا کرے تو اوس سے قبلہ و کعبہ کہے جانے کا کچھ فخر نہیں۔ مگر جو نہ کہتا ہو اور وہ کہدے
تو بڑا فخر ہے تو جو خصوصًا روح اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے وہی مخصوص روح اللہ ہے +
دوسرے اوسکو روح کی حاجت ہی نہیں کہ اوسکی روح کسی میں حلول کرے۔ بلکہ وہ تو روح آفرین
ہے۔ مگر سمجھا سکنے کے لئے عین اوسکی ذات کو روح اللہ کے لفظ میں یاد کیا جا رہا ہے۔ تو اوس روح اللہ

نے بہت سے اقسام کی روحیں پیدا کردی ہیں کہ اُن اقسامِ نو بہ نو سے ایک روح حیوانی ہے جس کا مرجع رُوح القدس ہونا چاہئے۔ کہ رفتہ رفتہ رُوح روح اللہ تک پہنچ سکے نہ کہ روح بذات خود خدا ہے۔ یہ شئے ہے اور وہ لاشئے بلکہ ہر دو آفریں مگر یہ کیا غضب کی بات ہے کہ سب کو عام طور سے معلوم ہے کہ جسقدر حیوانوں کے ذریعہ سے چیزیں بنائی گئی ہیں وہ سب قوّتِ روح سے ہوا ہے جسکو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ توجکی ادنیٰ مخلوق میں یہ سب صفت ہو کہ جو کچھ چاہتی ہے کرتی ہے تو اوس کے خالق کو بھلا پوچھنا ہے۔ بایں وجہ بسبیلِ روح القدس اپنی طرف طلب کیا ہے۔ کہ اوس قدوس سے قدوس ہو کر ملنا چاہئے۔ بلکہ یہ نیچر کا عام حکم ہے کہ ؎

ملو معزور سے مغرور ہو کر — مگر مسرور سے مسرور ہو کر
ملو اوس نوُر سے تم نور ہو کر — نہ کوہِ طور بلکہ نور ہو کر
یہ نزدیکی پہ دوری اس طرح ہے — کہ ہوم نزدیک بے شک دور ہو کر
یہ ہے قولِ مبارک رُوح قدسی — کہ نُصرت سے ملو منصُور ہو کر
زرا و سر ہے پنسل کا مقولہ — کہ سمجھا تا ہوں میں مسطور ہو کر
زمیں سے جو ملا بولا زمین سے — ملے مٹی میں چکنا چور ہو کر
خدا سے پھر ہو۔ کیوں آسان ملنا — ملو مضراب سے طنبور ہو کر
فنا فی الروح تم جب تک نہ ہوگے — ملوگے تم نہ ہرگز پور ہو کر ؟
اگر یکجی سے ملنا ہو تو رل جاؤ — فنا فی الروح شکل حور ہو کر

کیونکہ جب تم فنافی الرّوح ہو جاؤ گے تو از روئے روحانی پاور روح مغلوب ہو کر حور پُر نور ہونا چہ معنی دارد کہ نامحسوس الحواس و ناممکن الفہمی کے عالم میں بھی منقلب ہوسکتی ہے چنانچہ تم خود بغور خیال کرسکتے ہو۔ کہ جس قدر چیزیں۔ فی الظاہر بہ توسل۔ تیار کرائی گئی ہیں۔ وہ سب معجزۂ رُوح و نمونۂ قدرتِ روحانی کا جلوہ ہے۔ جو ایک ایک نے مختلف صفات میں فنا ہو کر اپنا کرشمۂ رنگارنگ ظاہر کیا ہے۔ جو رُوح اللہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ پیدا کردہ شئے ہیں یہ قوت پیدا کی گئی ہے۔ کہ باوجود موجود فی الوجود رہنیکے ناممکن الفہم ہونیکے صفات سے لبریز ہو رہی ہے۔ کہ اوس کی فہم کی کوشش بھی اوسی کے ذریعہ سے کیجاتی ہے۔ کہ فعلِ کوشش بذاتہٖ اوس کا ناممکن الفہم کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ تو اوس روح اللہ کے صفاتِ نامحدود کو بھلا پوچھنا ہے کہ اوس میں فنا ہونے پر اُسی کو علم ہے۔ کہ پھر اوس میں کیسی نایاب صفاتِ قدسیہ پیدا ہوسکتی ہے۔ تو جب تک کوئی فنافی التمرین۔

فنافی القطبین ۔ فنافی السحاب ۔ فنافی التراب ۔ فنافی الامطار ۔ فنافی البحار ۔ فنافی النباتات ۔ فنافی الجمادات
فنافی الحیوانات ۔ فنافی الذات ۔ فنافی الصفات ۔ فنافی الحیات ۔ فنافی المات ۔ فنافی السموات ۔
فنافی القوت ۔ فنافی السکوت ۔ فنافی الذکر ۔ فنافی الفکر ۔ فنافی اللون ۔ فنافی الکون ۔ فنافی القال ۔
فنافی الحال ۔ فنافی الاشکال ۔ فنافی الاسم ۔ فنافی اللفظ ۔ فنافی المعانی ۔ فنافی الوجود ۔ فنافی العدم ۔
فنافی الفنا ۔ فنافی البقا وغیرہ ہے اوس وقت تک وہ ان تمام اقسام کی ہستیٔ ونیستی کا بندہ ہے ۔
سراپا عبدالفناء ہے ۔ کیونکہ جب تک وہ فنافی الروح اللہ نہ ہوگا ۔ ہرگز عبداللہ فنافی اللہ نہیں ہوا
لہٰذا وہ مشرک ہے کہ خود کو فنائے مردود میں شریک کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ اور اس اقسام فنا
کے اندرونی صفات کو اپنی ہستی میں فروکش ہونے کی دعوت دیتا ہے ۔ اور دعوت اللہ کو
رد کرتا ہے ۔ اپنی اوس اصلی ہستی جو اوسکی عطیہ ہے ۔ اوسے بھی اوسکو نذر دینے میں بخالت
کرتا ہے ۔ ازیں وجہ مردود و ملعون ۔ مطرود و مطعون ہے ۔ اب اگر وہ خود کو زبردستی ازراہ کذب و
دروغ فنافی الروح اللہ ہونے کا مدعی قرار دیکر ملعونیت سے براءت چاہتا ہے ۔ تو یہ عذر لنگ
ہے ۔ کس لئے کہ جس طور پر متفرق چیزوں میں فنا ہونے سے اوس میں اشارۃً وصراحۃً اُن چیزوں
میں کی کوئی بات پائی جانے لگتی ہے ۔ اُسی طور پر چاہئے کہ رُوح اللہ جو تمام موجودات وجمیع کائنات
کا لب اللباب ہے ۔ اوس میں بھی فنا ہونے سے شخصِ فانی میں انوکھی صفت پائی جانے کے
علاوہ فی الظاہر خوش رحمانیت دکرم گستری ۔ واخلاقِ حمیدہ ۔ چہرہ منور ۔ دیدۂ چشم ۔ کوکب
دری کی طرح تاباں و درخشاں ہو ۔ زبان پر اثر ہونے کی نشانی نمایاں ہو ۔ بصورت انعدام
ہذہ الصفاتِ القدسیہ نرا دجال ہے ۔ بلکہ یہ تو ایسی روشن دلیل ہے کہ فنافی الشیطانِ الخبیث
بھی سمجھ سکتا ہے ۔ ہر جاندار کا تمام اعضاء خصوصاً انسان کا تمام اعضا غم وخوشی وعوارض حسیہ
کے نزول سے نڈھال ہوکر متبدل ہو جاتا ہے ۔ پھر یہ کیا معنی کہ صفائی دل حاصل ہو اور دل
مع جمیع لواحق واعضائے بدنی اپنے ہم خیال صفائی ہوکر مصطفیٰ نہ ہو ۔ تو اس کا یہی سبب ہوسکتا
ہے کہ دعوائے صفائی زبان تک محدود ہے ۔ دل اوس سے بالکل بیگانہ و ناآشنا بنابریں
ایمان کی بات تو یہ ہے کہ جو ایمان افعالِ ناشائستہ سے روک نہیں سکتا وہ ہرگز ایمان نہیں ۔
پس جب تک طبیعت وایمان میں پورا اتفاقِ باہمی نہ ہو ۔ اوس میں تصنع وتکلف ہے ۔ چنانچہ
اگر اوس میں ایمان ہوتا تو نامحسوس الحواس روحانی تلذذات سے متلذذ ہوکر سابق بالخیرات ہوتا کہ
فی الحقیقت یہی ایمانداری کی بات ہے کہ غیر از روح اللہ یعنی عین من دونِ اللہ فنا ہونا کفر وبے ایمانی

ہے اور قصد و اقتصا والی سوء السبیل ہے + مگر یہ نہ سمجھ کر اپنے تار و تاریک خاکدانِ عنصری
کے حجرہ میں روحانیاً بطریقِ حیات بکمالِ اختصار نشیمن بنائے ہوئے اپنی اور غیر کی بھگتی کر رہا ہے
جس پر ارواحِ مطلقہ نظر نہ آنے والی - بلکہ ناممکن الفہم روح اللہ کے شوقِ دید میں - چٹکیاں لینے والی
ناز آفرین کی طرح - مقامِ ملکوت کے غرفہ سے جھانکتی ہوئی قہقہہ لگا کر کہتی ہیں - کہ لعنت ہے
اوس بندۂ خود پرست پر جو خود پرستی کر رہا ہے - پس یہ ایک نیچرل کلب بنامِ دُنیا جس میں فرداً
فرداً کمی کلب بنایا گیا ہے - کہ اوس میں ہر زندہ بر آمد ہو کر اوس کو ہر کمیٹی اور میٹنگ میں لئے پھرتا ہے
کہ اس یونیورسل کمیٹی میں سب کے لکچر سے شنوائے ناشنوا بنا ہوا مثلِ کلب کلیب بد خلقی و بے ایمانی
کو اپنا مالک گردان کر اُس کا پچھ لگو بنا ہے ؎ اور اپنے گوشت و پوست اور ہڈی کے چبانے کو
فنافی الروح اللہ ہونے سے تعبیر کرتا ہے - ان سب زمانہ کے دست برد سے جو کچھ رمق برابر وجود
پر از انعدامِ بے درمان رہگئی ہے - اوس کو دوائے پند دہندی سے علاج کرنے والے کو بڑا
کامیاب لوٹیرا - ڈاکو کی طرح ظاہراً اوسکی جانِ عزیز کو لوٹنے پر آمادہ ہو جاتا ہے ؎ اور درندوں کی
طرح اسکو دریائے احمر میں تلاش کرتا ہے - اور وہ بیچارہ ان لوگ کے اس ظاہری و باطنی - اندرونی
و بیرونی شریعت سے پاک و پالودہ رہ کر روح اللہی شریعت یعنے عین عین اللہی شریعت سے
معمور ہو جاتا ہے کہ تن من کی سُدھ ہی نہیں کہ اندرونی و بیرونی شریعت سے اوسکی مخاصمہ کرنے کی بدھ
باقی رہے - گویا ایسا ہو جاتا ہے + مگر ایسا نہیں بلکہ ایک انوکھی سدھ بدھ میں مگن رہتا ہے - پھر بحرِ
احمر میں غرق کرنیوالے کے سبب سے مدتہائے مدت تک زمانہ کو اوس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا
ہے - کہ ظاہر میں پادشاہ گناہِ ظاہری کی سزا کرتا ہے تو شہنشاہِ از جزتا کل گناہ باطنی کی سزا کر دیتا
ہے - بس ایسی گناہکاری کے جمیع خمیازوں میں سے یہ بھی ایک خمیازہ ہے کہ ہزارہا اقسام
کی صعوبت و عقوبت کے ساتھ زمانۂ دراز تک روح اللہ کے جوار و دیار سے بدر رہے - پھر
اوس بدر اُفتادگی پر بھی وہی گناہوں کا سلسلہ جاری رہے - کہ ہلاکتِ ابدی کے خندق میں گرے
پھر اور سزا کی شدت کو بھلا پوچھنا ہے ؎ کچھ بھی سچی بات اوس کے ذہن نشین نہیں ہو سکتی + جس چیز
سے اوس کو نفرت دلائی جائیگی - اوسی کو انصرام تک پہنچانے میں حاضر ہو جائیگا + جس چیز سے اُسکو
رغبت دلائی جائیگی - اس کی انجام دہی میں قاصر رہیگا - اوس میں الناس حریصٌ علی ما مُنع کا مرض پیدا
ہو جائیگا + کہ جوق جوق فوج فوج لشکر ہائے لعنت و نکبت کا فرودگاہ و مصافِ پر صفا - بنامِ
صوفیٔ ہمہ صفا بنجائیگا - کہ اختراعاتِ بزہ کاری و ایجاد کار ہائے گنہگاری سے صاف نمایاں

ہونے لگے کہ البتہ صوفی مذامو حِد جرایم اور مشرک صوفی شعار ہے جس پر روز بروز گناہ بڑھتا جاتا ہے۔ اپنے کام میں پختہ ہوتا جاتا ہے کہ ہر حال وقال اس کا مارِ زہری سے مشابہ ہونا تو کیا بلکہ عین مارِ زہری یعنے شیطان مجسم ہو سکتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ہو چکا جس نے اپنا زہر ہلاہل تمام زمانہ کے رگ و پیمان میں پھونک دیا ہے کہ بموجب قانونِ فطرت کہ مار گزندہ کے آگے چاروں طرف مار ہی مار نظر آتے ہیں۔ اور سگ گزندہ کو سب کی صورت کُتّے کی دکھتی ہے۔ اس بنا پر طریقۂ روح اللّٰہی بھی اوسکو سانپ کی بانبی نظر آنے لگی کہ رُوح اللہ یعنے عین اللہ اُن کو شیطان و مار کی صورت دیکھنے لگا۔ کہ ہزار اوسکو کسی طرح کا منتر جھاڑ پھونک۔ کلمۃ العلیا۔ بتلایا جائے مگر اوس کو کچھ سُدھ نہیں۔ اگر سدھ رہتی ہے تو ایذا رسانی اور تمام خرابانی کام کرنے کرانیکی سُدھ بدھ رہتی ہے۔ پس یہ سب کارگذاری اوسکی فنافی الشیطان ہونیکے لئے تمغۂ دوست آویز ہے۔ تو یا تم ایسے نالایق لوگو ہم تم کو یاد رہے کہ گناہوں کی راحت ایک ساعت ہے۔ اور طاعتِ رُوح اللہ ہمیشہ کی راحت ہے۔ نیکی کو اوسکی حاضری میں سُست نہ ہونے دو ہم نہ بدی کو اوسکی حاضری میں چست۔ دیکھو ہم جس طرح نیکوں کو نیکی کرنی آسان ہے۔ اسی طرح تم بدوں پر بدی کرنی آسان ہو رہی ہے۔ افسوس ہے کہ تم ایک سخت کثیف بوجھے اور سخت کثیف محبت پرستی کے نیچے دبے ہوئے ہو۔ کہ اگر آہ سردو گرم بھی کھینچکر اوپر چڑھنا چاہو تو وہ کثیف بوجھ تم ایسے شیطان کے حق میں شیطان کا کام کرکے نیچے کھینچ لیگا۔ کہ ہمیشہ کے لئے متواتر تناسخ بالتناسخ ساکن دنیاؤ اسفل السافلین سے ہو کر طبقہ بہ طبقہ سفلۂ مردود اور نیچ قوم سے بنتے رہو۔ نہ کہ بمقامِ علیینؔ علوی تک پہنچکے علوی بنجاؤ جیسی کنکر۔ پتھر۔ خاک۔ دھول۔ ٹیلا ٹیکری پرستی کی آگ دل میں بھڑکتی رہتی ہے جو زبانِ حال سے تناسخ بالمراد کے لئے مخبر ہے۔ ورنہ عالمِ زرنگار کی ساری چیزیں زرنگار ہیں۔ چنانچہ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کے دیکھو ہم کہ اوس بالائی وادی و گلنار میں کس طرح سب کے سب گلنار۔ نورانی شکل میں ٹمٹما رہے ہیں۔ اسی طرح عالمِ روحانی کی سب روحانی چیزیں مع جمیع۔ خصایل اس تھوڑی سی زندگانی میں جو تھوڑی دیر کے لئے سراب کی طرح بخارِ موہومِ المکتوم المعلوم محسوس ہوتی ہے۔ اوس میں لوگوں پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں + پھر اس بیچارے چند لمحہ نشیں کو کس لئے موت کے مُنہ میں دیکر گنہگار ٹھیرتے ہو کہ اوسکی عوض میں تمکو موت نکالکر دوسرے عالم میں بشکلِ دیگر تے کر دیتی ہے۔ کہ اے پاجی ہم یہ رُوح جس کے سبب سے تو زندہ کہا جاتا تھا ہے ہرگز تو زندہ نہیں ہے۔ فی الحقیقت مُردہ ہے کسی جرم میں تو یہاں تناسخاً قید و بند کیا گیا ہے

یہ بھی ایک درکۂ جہنم ہے - اوس کی میعاد میں یہی قید ہے کہ جو لاتی پر آ دے چھوڑ دیا جاوے -
پھر اب کا ہے کو اپنی بد اعمالی سے خود کو تناسخ در تناسخ کے تسلسل میں گھسیٹ گھسیٹ ہلاکتِ ابدی
تک پہونچاتا ہے - بلکہ اسی زندگانیٔ مردہ بنامِ حیات کے معرفت ظاہری زندگانی سے چھٹکارا
حاصل کرے م کہ جہنمِ تحتانیؔ و فوقانیؔ - سفلیؔ و علوی - عنصری و قیصری - ہستیؔ و نیستی وغیرہ
وغیرہ خود ہی سب منیست ہو جائیں - تو زندہ ؑ یحییٰ ہو جا م کہ روح اللہ جس نے ترک
خوشی جو بڑی خوشی کی بات ہے اوس کو بھی ترک کر دیا ہے - کہ جس کی
ابتدا خوشی ہو تو انتہا رنج ہوگا - کہ پھر اُسی سرحد کے متصل سے ابتدائے خوشی ہو جاتی ہے کہ پھر
یونہی دورِ تسلسل اور داخل و خارج رہتا ہے = اس لئے اس نے سب کو ترک کیا حتی کہ ترک الترک تک
کیا معنی کہ ترکِ وجود بلکہ از ہمہ بے غم - پیل از ہمہ گذاری ہم بے غم ہو گیا ہے + وہ تیرا مسکن و ماوی ہو
ایسی دولت و نعمت جو مفت ملتی ہو اوسکو چھوڑ کر ہلاکتِ ابدی کی دولت محنتہٗ اور قیمتہٗ زمین میں
ناک رگڑ رگڑ کے بُری حالتوں میں رہ رہ کے لینے کو تیار ہوتا ہے + اے ظالم م تو نے گناہ بھی
کیا تو محض بے لذت - اسی کو محنت برباد گنہ لازم کہتے ہیں - کہ کہیں تو مٹی کی ٹیکری بنا کے سجدہ کرتا
ہے - کہیں مٹی کی لِٹی بنا کر - کہیں مٹی کی پتلی بنا کر کہیں ساری مٹی کی مٹی کو سجدہ کرتا ہے - اور اس
کو عاجزی سے تعبیر کرتا ہے - تو اس میں کوئی شک نہیں کہ عاجزی کا افتخار بڑا افتخار ہے - مگر فنائی روح اللہ
ہوئے بغیر تجھ کو روحانی عاجزی کی قوت نہیں مل سکتی - لہذا اس کا نام عاجزی نہیں - اگر یہ عاجزی ہے
تو کوہِ یحییٰ یعنے پیل باوجود بریں تن و توش و کبر و عظام - اپنے سر پر خاک دھول اُڑاتا رہتا ہے -
ننھے سے ننھے صبی پُر صبا کو اپنے سر پر چڑھاتا ہے - مستی میں بھی ہوشیاری کے ساتھ رہتا ہے -
اس پر بھی ؎

در جہاں پیلِ مست بسیار است   دست بالائے دست بسیار است + کہ

سب ہاتھیوں کی یہی حالت ہے کہ اوسکی عاجزی پر بھی زیادہ تر عاجزی رکھنے والی چیزیں ہیں جیسا کہ
چیونٹی باوصفِ بریں عاجز الوجود ہونیکے تمام سڑی گلی نجس چیز کو سر پر اُٹھاتا تو درکنار اُسکو کھا جاتی
ہے - اور اپنی عاجزی پر ہاتھی پر غالب آتی ہے - کہ اُس کے بھی بول و براز بلکہ جمیع اچھے بُرے
سب کے بول و براز کو بھنگی جو اپنی جسمانی ہیکل میں اشرف المخلوقات ہے - اپنے عضوِ پاک جس کو
سر کہتے ہیں - اوس پر اٹھائے پھرتا ہے - پھر تو وہی عاجز عجوز ٹھیرا لخ اور تو اپنے مبرز کو آسمان
کی طرف اُٹھاتا ہے - جدھر لوگ ہاتھ اور مُنہ اُٹھاتے ہیں اور خلاف اِنَّ اللّٰہَ جمیلٌ ولله یحبُّ الجمال

اپنے خوبصورت چہرہ کو زمین سے رگڑ کر دوامی قشقۂ مستو شمہ جو نہایت منحوس وکریہۃ المنظر ہوتا ہے بناتا ہے کہ اور لعالوٹ ہو ہو کے اپنے نجس چکنی چپڑی آیات آمیز باتوں پر لٹو بنا ہوا روح اللہ کو لبھانا چاہتا ہے۔ وہاں تیری کوئی خوشامد آمیز و عریان الاخلاص باتوں کے مفہوم تک کی شنوائی نہیں ہوتی کیونکہ جن کے کردار موافق گفتار نہیں پاجی ہیں + اپنے آقائے نامدار کو غیظ و غضب میں لاکر مجرم ٹھیرتے ہیں + چنانچہ اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ نظم

نوکر خراب کرتے ہیں سرکار کا مزاج — غصہ میں لائے حیدرِ کرار کا مزاج
ہر ایک جانتا ہے جو ہے مار کا مزاج — ہے نارِ سرو حسپہ ہے پھر نار کا مزاج
کہتا ہوں تجھ کو ڈانٹکے اے نابکار خلق م — ہم سے نہ پوچھنا در و دیوار کا مزاج
بیت اللحم کے ہیں در و دیوار دست و پا — اوس کے مکینِ صاحبِ اسرار کا مزاج
اصحابِ چار عنصرِ سفلی جو ہیں نہاں — آپس میں خود خلاف ہے ان چار کا مزاج
علوی جو نقابسوئے علارہ گر ہوا — سفلی تو پوجتے ہی رہے یار کا مزاج
حکمِ حکیم و حاکمِ ارض و سماء ہے یہ — دیکھو تو کیا خراب ہے سنسار کا مزاج
مرضِ بدی سے پر ہے علاج اس کا چاہیئے — پوچھو تو کس طرح سے ہے مکار کا مزاج
داروئے پند نرم اسے دیجے چپ رہو م — شدھرے کسی طرح سے بھی مردار کا مزاج
مانیں تو خیر ورنہ یہ کہدو پکار کر — معلوم ہر کسی کو ہے انگار کا مزاج
پھر اُس کے بعد معجزۂ عیسوی دکھا م — دکھلاؤ سب کو یعدہ تلوار کا مزاج
جو پوجتا ہے مجھ کو اُسے پوجتے ہیں ہم — دیکھو تو کیا ہی نرم ہے سردار کا مزاج
یحییٰ تو میری راہ سے ہرگز نہ لوٹنا — ظاہر ہے کس طرح یہ ہے قہار کا مزاج

لیکن اس جگہ مزاج سے یہ مقصود نہیں کہ درحقیقت قہار حقیقی کا کوئی مزاج ہے۔ کیونکہ مزاج چار طبع کے اخلاط کا نام ہے۔ اوس کی تو کوئی طبعت نہیں ہے۔ وہ تو نرا طبائع آفریں ہے۔ وہ بغیر حواس اپنی ناممکن الفہمی کے وجود کا احساس اپنی قدرت کے زور پر ممکن الفہمی کے ساتھ از خود کرتا ہے محض حیٔ بغیر حیات ہے۔ اوس حیات کا علم اوس کو بغیر امدادِ علم از خود معلوم ہے۔ کہ اوسی خالص قدرتی علم کے زور پر کسی کام کا مرید ہوتا ہے پھر اوس ارادہ کا صدور پانا بھی اس سے علماً ظہور میں آتا ہے۔ بلکہ ان جمیع۔ ترکیبات کے علاوہ۔ ہر چیز میں نرا خالص ہے۔ جس کو تمام از جزء تا کل کی خالص روح کہہ سکتے ہیں جو موجودیۂ وعدمیہ روح سے بھی شستہ و پاک ہے تو اوس کا اگر مزاج ہو سکتا ہے تو یہی

نہ سوتے تو ۔ رکھ۔ کے۔ کاٹ چیک

ہوسکتا ہے کہ حیات۔ علم۔ ارادہ اور صدورِ فعل ورنہ اور کوئی اُس کا مزاج نہیں۔ مگر اس مزاج میں یہ قید نہیں کہ اور مزاجوں کی طرح مقید بہ قواعد وارکان ہو کہ جیسے خجالت کے وقت آدمی کا چہرہ صفراوی ہو جاتا ہے اور وقتِ قہر حمراوی اور ہمہ آں متلون وہ ان جمیع عوارض جسیہ سے بالکل مصفا ہے۔ امّا یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ کچھ بھی ہو مگر کچھ ہے۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہے اِلّا ہے ضرور کچھ جو سمجھ سے باہر ہے + چنانچہ بذاتِ المراد بہ تدعن بالتکرار وہ نازل الذکر رہا ہے۔ کہ وہ ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتا کیونکہ سمجھ اُسکی پیدا کردہ شئے ہے۔ ورنہ سمجھ خود بے وجود تھی۔ اور وہ سب چیز کا خالق ہے۔ پھر کیونکر سمجھ میں آئے۔ اگر کوئی غلط فہمی سے کچھ سمجھ لیتا ہے۔ تو یہ اوس کی خطا اندر خطا ثم بالائے خطا ہے۔ اس پر بھی اگر اقرارِ خطا نہیں کرتا تو مکر رخطا در خطاء خطا بر خطا ہے بنا بر سخت مادر بخطا ہے کہ خاطی ہو کر خود کو مخطی سمجھتا ہے = اپنے ابدی پھٹکار کے سبب سے مہدی کو لحدی جانتا ہے۔ کہیں ممہد کو مُحد جانتا ہے۔ کہیں فی الظلمات من غیر خارجین دائیماً ابداً کو منور الانوار والہدی کے نام سے پہچانتا ہے۔ پھر خود کو عقیل العقلا سمجھتا ہے۔ کہ یہی سب مواد فاسدہ اوسکے حق میں خاتم القلوب والابصار ہو کر خندقِ ظلمات میں ڈھکیل دیتے ہیں۔ کہ اوس کو کچھ نہیں سوجھتی = جو سوجھتی ہے تو اوندھی سوجھتی ہے کہ روح اللہ کو خود سا ہم مزاج سمجھنے لگتا ہے۔ اپنی طرح کم حیثیت کا ایک آدمی سمجھتا ہے۔ اگر بہت ہی بڑھایا تو ایک نیچرل اسٹیٹ کا مالک سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ یہ سب خطا ہے کیونکہ تھوڑی زمین رکھنے والے کو یمہ دار و زمیں وار کہتے ہیں۔ دس پانچ قریہ کے رکھنے والے کو جاگیردار دو چار قریہ ملکر جو ایک قصبہ ہوسکتا ہے اوس کے مالک کو نواب و آغا۔ اوس کے نوکر چاکر کو گماشتہ۔ کارپرداز و کارکن اور کارندہ وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ صاحبِ گماشتہ بنامِ نواب دو چار قصبہ ملی ہوئی جگہ جس کو مدینہ کہہ سکتے ہیں اُس کا مالک ہو جائے تو اوس کو امیر کہہ سکتے ہیں۔ اوس کے نوکر چاکر وغیرہ مہتمم و منتظم و منصرم کہے جائینگے۔ دو چار چھوٹے چھوٹے مدینہ سے جو ایک بلاد ہو جاتا ہے کہ اوس کے مالک کو حاکم کہتے ہیں۔ اوسی سے مصر بنجاتا ہے تو اوس کے مالک کو خدیو اور اوس کے نوکر چاکر وغیرہ کو نگہبان و دیدبان و ناظر وغیرہ کہتے ہیں۔ اور بہت سے امصار و اقطار ملکر جو ایک خطہ ہو جاتا ہے اوسکے مالک کو رئیس۔ اوسکے بڑے بڑے عہدہ داروں کو پاشا۔ آقا۔ صوبہ دار۔ صدر اعظم و معین المہام و نصیر المہام و مدار المہام وغیرہ کہتے ہیں۔ بہتیرے خطے سے جو ولایت ہو جاتا ہے اوس کے مالک کو والی کہتے ہیں۔ اوس کے نوکر چاکر کو اوسی حاکم کے معنی میں گورنر۔ کمشنر وغیرہ کہتے ہیں۔ جو بہت سے ملک و ولایت ملکر اقلیم ہو جاتے ہیں اوس کے مالک کو سُلطان کہتے ہیں۔

اوس کے نوکر چاکر کو وزیر مشیر مستشار- مدیر و امیر وغیرہ کہتے ہیں + کہ سب قریب قریب ایک ہی
بات ہے- ہفت اقلیم ملاکر چار دانگ عالم ہوتا ہے- جسکو دنیا کہتے ہیں اسکے مالک کو خاقان و
فرمانروا کہتے ہیں اُس کے مطیع و منقاد کو فرمانبردار کہہ سکتے ہیں- چار دانگ عالم مع جمیع سمٰوات
والارض صرف کون کہا جاتا ہے اور اس کون کے علاوہ جو دوسرا نامحسوس الحواس عالم عقلاً محسوس ہوتا
ہے- اوس کو ملاکر کونین کہتے ہیں کہ اوس کا مالک کاین کہا جاسکتا ہے پھر اس کائن سمیت جس قدر
مکونہ ہوتا ہے سب کو ملاکر کائنات کہتے ہیں- اوس کے مالک کا نام مکینہ ہے- اوس مکینہ کے
مالک کو آلۃ المکینہ یا خالق اللہ کہتے ہیں ؎ تو گویا وہ ایک ہی کائنات و ہستی کا مالک ہوا-
جس کا ادنیٰ مدِمقابل زمیدار ہوتا ہے- تو ایسا کم بضاعت مالک غنی نہیں کہا جاسکتا = کس لئے کہ غنی
وہ ہے جسے غنا کی بھی پروانہ ہو- اور کسی طرح بھی اُس کی قوت و قدرت کا زور سمجھ میں نہ آئے
تو البتہ روح اللہ و عین اللہ ہو سکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں ؎ تو وہ ایسا ہی ہے + مگر جن پر اوس کی
پھٹکار ہے وہ خود سے متشابہ سمجھتے ہیں کہ اسی تشابہ کو مٹانیکے لئے رُوح اللہ مجسم ہوا کہ اُن کو
اُس متشکل صورت میں فنا کرلینے کے بعد عالم بے حجابانہ کا سیر کراتے ہوئے غیر مجسم روح اللہ کی سیر
کرائے کہ وہ سیروا فی الارض کا مصداق ہو- اور یہ سیروا فی اللہ کا کہ پھر ستاری مزاج و قہاری مزاج و
غفاری مزاج کی حالت معلوم ہوجائے- تو وہ فنا فی روح اللہ ہونیکے بعد معلوم ہوگا = اس لئے قبل از
فنا ہونیکے یہ سمجھا دیا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے ایسا سمجھ لیا ہے کہ روح اللہ صرف ایک کائنات کا مالک
ہے اس سے زیادہ نہیں تو یہ اون کے جہل کا باعث ہے کیونکہ جو چیز دور ہوتی ہے چھوٹی معلوم
ہوتی ہے تو ستارے جو اس قدر چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بہت دور ہیں-
چنانچہ اگر چھوٹا سے چھوٹا ستارہ بھی قریب الارض کرلیا جائے تو سب زمین کو ڈھانپ لے سکتا ہے
تو جب زمین پر اس قدر آبادی و فروغ و ترقی ہے تو پھر اُس میں کس قدر ہونی چاہئے- ان کے باشندے
ضرور نورانی ہونگے اُن کی ترقی کا رنگ و نام ہی اور ہوگا- یہ سب کی سب دنیاوی چیزیں حقیر ہونگی-
اسی طرح ہر ایک ستارہ کیحالت سمجھنی چاہئے کہ یہ تمام محسوس نامحسوس عالم خود ایک ستارہ ہے- کہ اگر
کوئی اس سے باہر نکلکے بہت دُور چلا جائے تو تمام عالم ایک چھوٹے سے ستارہ کی طرح ٹمٹماتا ہوا
دکھائی دیگا- کہ اس سے بھی بہت دُور دُور پہنچ چلے جانے پر ایک دانۂ انگور کی طرح نظر آئیگا جسطرح
دانۂ انگور میں اوسکی صفائی کے سبب سے اوس کا تخم اوس میں ایک خالِ سیاہ معلوم ہوتا ہے جس
میں بے شمار دانۂ انگور پوشیدہ ہیں- ویسے ہی اوس کے اندر کی چیز معلوم ہوگی- تو گویا تمام دائرۂ کائنات

ایک دانۂ انگور سے متشابہ کیا جاسکتا ہے پھر ایسی حالت میں اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ انگور کے خوشہ ہوتے ہیں کہ
اگر اُن سب خوشوں کو ایک باریک کروی شکل کے شیشہ میں بند کردیں تو زجاج تہ گلگون کی طرح ہوجائیگا
جو میل پر بطور آرائش کا غذات وغیرہ پر رکھا جاتا ہے۔ تو اب اس طرح پر کروڑ ہا کروڑ خوشۂ انگور
اندرونِ شیشہ بند کئے جاسکتے ہیں۔ کہ اگر اُن سب کروی اشکال کے زجاج جس میں خوشۂ انگور بند
کئے گئے اونکو ایک سلک میں خوشۂ انگور کی طرح منسلک کرسکتے ہیں۔ کہ اُن سب قمقموں کی حالت بھی ایک
خوشۂ انگور کی ہوجائیگی۔ جس کو ایک بہت ہی بڑے غبارہ میں ڈالکر آویزاں کرسکتے ہیں۔ پھر اوس
آویزاں شدہ میں بھی اُسی ترتیبِ مذکورہ پر چٹا پٹا اور کھنگھرو کی طرح دگر غبارجات سے بنوا سکتے ہیں
کہ جب وہ ایک بہت ہی بڑے خوشہ کے مشابہ ہو جائے تو اوس پر سے ایک بہت ہی بڑا محیط غبارہ
ڈال کر کسی قلابہ میں آویزاں کرسکتے ہیں کہ یہ فعل مسلسل دائماً ابداً جاری ہوسکتا ہے تو کہیں اس کا قطعی وحصی
نہیں حاصل ہوگا۔ کہ کائن الکائینات سب کا قطب یا قلابہ خواہ آلہ یا منتہی قرار دیا جاسکیگا + لیکن اگر سمجھانیکے
لئے کہدیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ یہی حالت اس غبارۂ کائینات کے دورِ تسلسل کی ہے + پھر کسطرح
اُس روح اللہ کو صرف مالکِ ہر دوسرا جو ایک زمیندار کا مدمقابل ہے کہکے انتہا کردے سکتے ہیں۔
محض ناممکن ہے + تو جب اُس کی قدرت کاملہ کی کسی جگہ انتہا نہیں ثابت ہوتی تو کیونکر کوئی اپنی
چھوٹی سی سمجھ اور عقل جو اُس کی پیدا کردہ اور عطیہ ہے اس کو اور اپنی جمیع املاکِ ہستی و نیستی کو اُس
کا ایک جزوِ مدمقابل قرار دے سکتا ہے ؎ زیرا کہ یہ جس قدر تسلسلِ ہستی نیستی بہ توسلِ الفاظِ نامحدود بیان
کئے گئے ہیں یہ سب بالِ منقولہ ہیں۔ جو اوس کے ادنٰے سے ادنٰے کیڑے مکوڑے اور اوساری کے
لئے زرنگار قیدخانہ اور عجائب گھر بنایا گیا ہے کہ اگر اس قیدخانہ کے جنّت و جہنّم بھی مجرم قرار پائیں تو
اُن کے لئے از اقسامِ جدیدہ کوئی قیدخانہ تیار کرے بلکہ تیار کیا ہے۔ کہ وہ روح اللہ۔ قدیم و حدیث
آفرین اپنی ناچیز سے ناچیز قدرت و علم کی عملداری سے تمام مجرموں کو اپنے ادنٰی سے ادنٰے نیچرل
اسٹیٹ کے جیل میں جسطرح سے چاہتا ہے قید کردیتا ہے ؎ اس میں سے کسی کو خلود فی الخلق کی سزا
دیتا ہے + کسی کو خلود فی النّار کی + کسی کو خلود فی العدم کی + کسی کو خلود فی النسخ والفسخ کی + کسی کو خلود
فی الطلاق کی + کسی کو خلود فی الدوام اور دائم الحبسی کی + جو فنا فی روح اللہ نہیں ہیں اُنکو خلود فی اللعنت کی +
کسی کو خلود فی الکل کی + کسی کو اپنی مرضی کے مطابق چھوڑ دینے کا میعاد مقرر کر رکھتا ہے + کیونکہ اُس کو
پورا تصرفِ مالکانہ کا اختیار از خود حاصل ہے + ایسی حالت میں اُس کو ان مخلوقات سے کیونکر مناسبت
ہوسکتی ہے + یہ سب تو فقط روح اللہ بنامِ قہار جس کا کوئی مزاج نہیں اسکے مخلوق ہے لیکن کوئی ایسی بات نہیں جس کے

لئے مخالف مثال ودلیل بردوقدح کسی بیان کردہ وناکردہ عالم سے نہ دستیاب ہوسکتی ہو۔ پھر اگرچہ وہ عالم۔
اپنے عالم پنے سے خارج ہی کیوں نہ ہوتاہم داخل در عالم ہوگا چراکہ عالم سے خارج ہوجانے کا بھی
ایک عالم ہی کہا جائیگا۔ تو رُوح اللہ سے کسی کو مشابہ کرنیکے لئے اس طرز کی کوئی مثال اختیار کرلیجائے
کہ جیسے ایک ہی یا قوتِ روان جسکو خون کہتے ہیں وہ جس جس منزل پر پہونچتا ہے ہرمنزل کے مطابق
اپنے شکل وخواص ورنگ وتاثیر اوسی عالم کے مطابق کرلیتا ہے۔ جسکو جیسا ویس ویسا بھیس ہونا بولتے
ہیں + چنانچہ دیکھو کہ جس دم یہ خون نوطہ کے منزل پر پہنچتا ہے تو منی کی شکل قبول کرلیتا ہے جس دم
منزلِ چشم میں پہنچتا ہے تو آنسو کی صورت قبول کرلیتا ہے + ناک کی منزل پر پہنچتا ہے تو نزلہ کی صورت
قبول کرلیتا ہے +منزلِ پستان میں پہنچتا ہے تو دودھ کی صورت قبول کرلیتا ہے + کہ پھر وہ دودھ بھی
کبھی چھاچھ بنتا ہے کبھی مٹھا + کبھی دہی بنتا ہے کبھی مسکہ + کبھی گھی بنتا ہے کبھی کچھا + مگر جس چیز کا وہ
دودھ ہے اُس کا خون اُس دودھ سے جدا ہورہا ہے کہ وہ یا قوتِ رواں ہے تو یہ کماسں رواں۔
کہ ان دونوں سے صاحبِ خوں اکدم جدا ہے اور اوس سے اوس کی روح بالکل جدا ہے جو مقید فی الوجود
در قید خانۂ کائنات ہے۔ کہ اسی مثال کے مشابہ دوسری مثال یہ ہے کہ ایک کپاس سے ہزارہا قسم
کے کپڑے تیار ہوسکتے ہیں کہ وہ کپاس ہزارہا شکل میں منتقل ہوسکتا ہے کہ کہیں روئی کی شکل میں ہوسکتا
ہے کہیں دھاگے کی۔ کہیں پونی کی شکل میں ہوسکتا ہے کہیں طاقہ کے۔ کہیں کپاس کے درخت کی
شکل میں۔ کہیں بنولہ کے۔ کہ اوس میں ہزارہا ہزار کپاس معہ اپنے ہزارہا ہزار بنولوں کے مخفی ہے۔
کہ اسی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک دانۂ خشخش و بنولہ میں کروڑہا لشکر جارہی ہے کہ اوس بنولہ
میں ایک خفیہ مادہ رکھا ہوا ہے جو حرارتِ ارضیہ کو قبول کرکے منبت ہوجاتا ہے چنانچہ اگر وہ مادہ نکال
لیا جائے تو وہ بنولہ ایسا ہے سڑجائے جیسے کسی جاندار چیز سے رُوح حیوانی نکال لئے جانے سے وہ
چیز سڑجاسکتی ہے + تو اب وہ بنولہ اپنے اوس مادہ کا محکوم ہے جو حرارتِ ارضیہ کو قبول کرکے
اوس کو منبت ہونے کا حکم دیتا ہے اور یہ ساری حرارتِ ارضیۂ وسماویہ قید خانۂ ہستی ونیستی میں بندہ
ہیں ان سب کی وجود حکم روح اللہ سے ہے نہ کہ اوسکی عین ذات سے پس یہ سب ساری کی ساری مخلوق اپنے
اپنے ہم خالق ہونیکے سبب سے ہر ایک بایکدگر خواجہ تاش وہم خالق ہوتی ہیں۔ کہ بے انتہا دور و دراز جانے
کے بعد رُوح اللہ کے فعلِ خلق سے مفعولِ مخلوق ہونیکے نسبت میں یکسانی ظاہر کرتی ہیں۔ کہ اس انتہائی
مرحلہ کو وحدت الوجود سے ایک گونہ نسبت ہوسکتی ہے ورنہ خالص رُوح اللہ سے کچھ بھی نسبت نہیں
کہ وحدت الوجودی کا نعرہ مارا جائے۔ اور اگر نعرہ مارنا ہی ہے تو اوس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ عالم ظاہری

کالباس چھوڑ دینے کے بعد نعرہ مارے۔ کہ عالم ظاہری کے لوگ نہ سُن سکیں ورنہ اُس کا نعرہ سُنانے
کے لئے سمجھا جائیگا۔ اِس واسطے نعرۂ کاذب ہے۔ اگر اسکو وہ صادق ثابت کرنا چاہتا ہے تو مارے
جانے سے نہ ڈرے۔ بصُورتِ خوف و دہشت یقینی کاذب ہے۔ اس واسطے یہ سب واہیات
خیال و دوانی اُس کی شان کے سخت خلاف ہے۔ بلکہ کھلم کھلا بات پر عمل کرکے صاف سُتھرا مصطفیٰ ہونا
چاہیے کہ خلق و خالق میں بجز نسبتِ تخلیق ناممکن الفہمی کسی قسم کا بھی قران نہیں بالکل فرقان ہے۔
اس میں ذری تردیدِ فرقان نہیں تاکیدِ قران نہیں۔ وحدت الوجودی تقلیدِ شیطان ہے۔ آجتک کسی
نے نہ سمجھا نہ آئندہ ہرگز سمجھیگا + اگر مدعیٔ فہم ہے تو بطور جنون و مالیخولیا۔ سدرو دوّار۔ مرگی و ہیجانِ
صفرا و نشہ ہے۔ اوس کا بجمجمۃ الراس محض بداساس ہے جو عدم اغتذائے عقل کے سبب سے اوپاس
پڑکر بامیدِ رجاء و ہراس اوداس ہو کے معزول الحواس ستیاناس اور منسل پوٹاس ہو گیا ہے کہ بالکل چکرا کر
سب کو ایک سمجھ رہا ہے + کہ جب اتنے بڑے عالم کو اوسکی اصلی صُورت سے مسخ کرکے مع متعلقاتِ
چیزہائے اوس کے اس بنی آدم کے لئے مسخر کرکے اوس کو سب پر مفضول کیا ہے تو شاید خود کو بھی
بہ حیثیتِ وحدت الوجودی مسخر کرکے اوسکا بندہ بنا کے اُس کو بندہ آفریں بناوے تو اگرچہ وہ سب پر قادر
ہے۔ اس کو بھی کر گذر سکتا ہے تو یہ کرنا بھی اوس کا دایرہ مخلوقیت سے خارج نہ ہوگا۔ مگر اُس نے
اپنی ایسی قدرت کو اپنی قدرت کے زور پر خود پر حرام کردیا ہے + اسی واسطے خلق و خالق کے درمیان
مشیت اللہ کو صراطِ مستقیم قرار دیکر حجاب اللہ بنایا ہے + تو ہر ایک کا برا فعل برا حجاب اللہ ہے
اور اچھا فعل ایک اچھی مشیت اللہ ہے + اوس اچھی مشیت اللہ کے بیچ میں روح اللہ مجسم بالکل
صراطِ مستقیم بنایا گیا ہے کہ اوس میں فنا ہونے کے بعد جو ایک عالمِ ناپیدا کنار مل سکتا ہے۔ وہاں
کے مخفی شریعت کے مطابق قربتِ رُوح اِللّٰہی کا مخفی طریقہ مخفی طور سے بتلا دیا جا سکتا
ہے کہ وہ ایک گونہ روح اللہ کے ساتھ بایکدگر آکل و ماکول کا رشتہ و ناطہ قایم کرنے کے لائق
سمجھا جا سکے۔ پھر قبول کرنا اور عدم قبول کرنا یہ اُس کی رضا پر ہے + پھر بھی اوروں سے اوس کا نتیجہ اچھا
ہی ہے تو اوس کو اپنی ناپختہ فہمی سے زبردستی وحدت الوجود سمجھ کے اُن منافقِ ناموافقِ مجود
و بد و دو اعراب کا پیرو کار ہو جانا خوب نہیں کہ وہ (م د ع) کا نام سُنتے ہی بایکدگر چہرہ دیکھنے لگتے ہیں۔ اکدم جنمی
ہونے کی نشانی ہے + کیونکہ یہ مجود اور ان کے جمیع ابناء الخیال خارجی و داخلی نہایت درجہ کی
نطفۂ پلید بہ قافیۂ یزید ہیں۔ یہ ازل سے ابد تک بدرجہ غایت چپلاقِ بداخلاق محض عدیم الاخلاق
جھگڑے کج بحث اور بیہودہ نطاق ہیں + جنم سے شکستہ در وفاق پیوستہ بہ نفاق و دغابازی میں چست چالاق

فتنہ پردازی میں دست وطاق اور ایسے قزاق براق کہ شیطان کی دولتِ شیطنت تک کو لوٹ مار کر اپنے نفس امارہ کو دے بیلکے بیباق کیا ہے۔ کہ آج تک اُن کے پیرو کار ڈکیتی کے مشتاق ہیں۔ اور خود کو انہیں اطوارِ ناشائستہ کا مخاطبِ روزِ میثاق سمجھتے ہیں۔ اور ہر قسم کے نادست رسی پر بھی کنزِ مخفی درُوح القدس کا خود کو نعم السراق سمجھتے ہیں۔ کہ اُس مدینۃ الکنوز کا اعتاب العلیا عین رُوح اللہ لشکلِ حیہّ ہے۔ اوس کے ساتھ ظالمِ ظلم مالایطاق کے بانیٔ دم مرتکب ہونا چاہتے ہیں۔ تو یہ دیوث و قرمساق عادیٔ جفت وطلاق۔ نمک حرامی وبے وفائی میں شہرۂ آفاق غیر متوکل علی الرزاق بے رحمی میں مشاق کہ من خشیۃ الاملاق اپنے اہل وعیال معصوم کو بکمالِ ضربِ شلاّق تہِ کجاب وبیباق کر دینے والے ہیں جن کے سبب سے مسئلۂ عاق وعتاق جاری کیا گیا۔ جن کے لئے حکیمِ حاکمِ علی الاطلاق یہ ہے کہ مالہم من وال ومالہم من واق بھلا یہ کیا بال بنگا کر سکتے ہیں۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔ یہ ہمیشہ کے لئے اپنے جمیع پیرو کار سمیت مذموم ومدحور رہینگے۔ ان کو کسی عالم میں نہ حکمت ملیگی نہ حکومت۔ نہ جنت ملیگی نہ آرام۔ نہ صلواۃ ملیگا نہ سلام۔ ان شیاطین کا شجرۂ نسب شجرۂ شیطانِ لعین سے منسوب ہوتا رہیگا + اور اب کی اس عالم سے الدم ٹرینسفر کرا کے جہنمِ عدم میں افگندہ کر دئے جائینگے + پس جزاءہم فی جہنم جزاءً موفورا پھر ایسے سزایاب حرام زادوں کو نعمتِ رُوح اللہ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ خود کو قدسی و عرشی سمجھیں + اسی واسطے ان کو روح اللہِ علی العظیم سے سخت نفرت ہے اور اوس کی دشمن ہیں۔ بچۂ شیطان سے دلی رغبت ومحبت ہے + پس لعنت اللہ علیہم دائما ابدا۔ اور اسی لعنت کے وہ حقدار ہیں + اس واسطے بالکل حق تلفی نہیں کیجائیگی۔ کیونکہ ہمیشہ سے ملعون کو ملعون سے نسبت رہی ہے اور ممنون کو ممنون سے + پس شیطان وملعون وہی ہے جو شیطنت ولعنت کا کام کرے + اور منان وممنون وہی ہے جو منت ومینت کا کام کرے + اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ نظم

شیطان وہی ہے جسے شیطان نے پالا
رحمان وہی ہے جسے رحمان نے پالا

سب شیطنتِ خلق کو انسان نے پالا
انسان کو آغوش میں شیطان نے پالا

توحید فنا میں سبھی ہستی کو اُٹھاکر
آغوشِ جہنم میں پھر اوس شان نے پالا

پس گو دکھلایا تجھے اتائے فنا نے
دوزخ میں فنا کے تجھے ہلکان نے پالا

انسانِ مقدس کو جو بھگوان نے پالا
پھر خوف سے بھگوان کے ہر آن نے پالا

پھر جان کو یہ حکم ہوا گوشت کو پالے
پس حکم سے اس گوشت کو اُس جان نے پالا

در عہدِ جنین روح کہ ارواح کی خالق
گہوارۂ اِتّا میں اُس آن نے پالا

گویا اُسی اُناں کی امامت رہی قایم	اُس کو بڑی منت سے ہے منان نے پالا
پس یاد رہے ساکنِ ان مہدِ مقدس	مہدی ہے جسے مہد میں حنّان نے پالا
یحییٰ کے اشارہ کو سمجھنا تو ہے مشکل	کہتا ہے اشارہ سے کہ انجان نے پالا

توجس جان انجان نے اُسے پالا ہے اوسی کے اشارہ سے بلکہ اُسی کے کہنے سے اس نے شیطانیٔ ورحمانی فرق بتلانا شروع کیا ہے جو غالباً اب قریب الاختتام پہونچا۔ اس لئے بہ تاکیدِ مزید ثم بتاکیدِ شدید کہا جاتا ہے کہ یاد رہے کہ انقلاباتِ زمانہ سے یہ ثابت ہوتا چلا آرہا ہے کہ ترقی کی کوئی انتہا نہیں۔ جس قدر ترقی کی جائیگی اُس کے نیچے کا حصّہ درکہ ہوتا جائیگا اور اوپر کا حصّہ درجہ جیسے پہلے کے کل پُرزے۔ کپڑے لتے۔ تعمیرات وانتظامات۔ تہذیبِ آداب۔ تحقیقات وکتاب۔ صنعت وحرفت۔ زراعت وفلاحت۔ تجارت وبیعت۔ تمدّن وسیاست۔ مذہب وآدمیت۔ علم واخلاق۔ اذواق واشواق۔ تعلیم وتلقین۔ طبخ وتقریم واکثر اشیائے ماسلف آجکل کے ترقی یافتہ چیزوں کے آگے کند ومات حقیر وذلیل ہیں + پس انہیں امورِ بائینات کو شریعت کہتے ہیں جس کے مطلب یہ ہوئے کہ جیسے کونین کو از بہرِ ہر فردِ لبشر اکثر ہر قسم کے بخار کے لئے ایک مدّتِ معہودہ تک مفید ہوجانے کا حکم دیدیا گیا ہے۔ اُس وقت تک برابر مفید پڑیگا جب اس کا دورہ ختم ہوجائیگا۔ تو اُس کا کوئی قائم مقام دوا تیار کرلی جائیگی۔ چنانچہ یہ حکمِ کونین اور نیچر یعنے فطرت وشریعت کے قانون سے ظاہر ہے کہ کبھی ایسا ہوجائیگا۔ تو آگے کے لئے اسی موجودہ شریعت کا حکم رہا + کیونکہ اس نے پہلے سے حکم لگادیا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے۔ پھر آئندہ بھی ایسی ہے حکم لگادیگی کہ گویا ہمیشہ کے لئے ایک ہی شریعت اور نیچر کا حکم رہا + کہ یہی جبلت۔ فطرت۔ خلقت۔ تصوف اور دور وتسلسل عین شریعت ہے کہ سب ایک دورہ ہے اور ہر دورہ دایرہ اپنی گولائی کے انحنا سے منحنی ہوتا ہے۔ توانحنا سرلفرد ہونے کو کہتے ہیں۔ جیسے سب نیچری چیزیں گول ہیں سب سرلفرد ہیں یعنے مسلم بہ اسلام ہیں کہ ان سب کو ملا کر عالم کہتے ہیں جس کے معنی علامت واشارہ کے ہیں تو بہ کس بات کا اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ جب بادشاہ بلند ہوتا ہے تو رایت وعلم نصب کیا جاتا ہے پس عالم ایک علم ہے کہ کبریائے تعالیٰ اپنی غاییستان کے لامکان کے ٹیلہ کو اٹھنا مفرضی عرشِ مجید پر برآمد ہے اس کے برامد ہونے کا یہ اشارۂ علامت ہے تو جس کا اتنا بڑا قدرت آمیز علم ہو اُس کی قدرتہ قدیریہ کی قدرت کو بھلا پوچھنا ہے اس لئے عقل سے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ پادشاہ جو خود ہی سراپا جان وجانِ عالم ہے اوس نے ازخود اپنی جانِ جان کی پرورش کر رکھی ہے۔ کہ اُسی جان وحیات کو روح اللہ کہتے ہیں۔ کہ اوس روح نے خود کو خود سے اشارہ کرکے یہ سب سمجھانے کے لئے اشارہ کر دکھایا ہے کہ وہ سمجھا رہی ہے

کہ پادشاہوں کے پیشی میں سب چیز کا مخلص اور لب لباب پہونچانا چاہیے کہ اُسکو ملاحظہ کرنے میں زیادہ وقت نہ ہو + لیکن یہ آزمانے کے لئے کہ درحقیقت ایسا کیا جاتا ہے یا نہیں کبھی نہ کبھی بادشاہ سب چیز کو ملاحظہ کر کے دیکھ سکتا ہے کہ عاملین لبِ لباب لایا کرتے ہیں یا بہت کچھ حشوات ۔ کہ اس امتحان کے لئے اُس کو سارا دفتر دیکھنا پڑیگا کہ لوگوں کو لبِ لباب نکال لینے کا طریقہ بتلا کے ایک مدت تک آرام کر کے پھر جانچ پرتال کر سکے ۔ اسی طرح اُس یحییٰ تعالیٰ بادشاہِ احکم الحاکمین نے اپنی روح کو سمجھا یا خود گشتی لگا کر یہ تبلا دیا کہ سب کا نتیجہ عشقِ یحیائی ہے ہمیشہ یہی پیش کیا جائے کہ زیادہ دردسر کی ضرورت نہو تو وہ فنا فی روح اللہ ہوئے بغیر ناممکن ہے تو اوس میں جلدی ہونی چاہیئے نہ کہ ذرہ ذرہ میں فنا ہونے کے بعد بدرجۂ آخر اُسکی طرف کہ اُس میں بھی شک ہے کہ پہونچے یا نہ پہونچے اس جرم میں ہلاکتِ ابدی کے سزا میں مبتلا ہو جائے ۔ اس لئے یہ صراطِ منحنی ہوا ہرگز صراطِ مستقیم نہیں ۔ کیونکہ صراطِ مستقیم تو سیدھا روح اللہ میں فنا ہونے کو کہتے ہیں اگر اس بال سے باریک اور تلوار سے تیز راستہ پر سے ذرا سا بھی پیچ وخم کھایا تو ابدالآباد کے لئے راندۂ درگاہِ یحیائے تعالیٰ رہا + تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم کو یہ نہیں معلوم کہ زندگی تمہاری کسقدر ہے اور موت یقینی ہے نفس کے آمد و شد پر یہ سب آمد و شد ہو رہا ہے + ہر نفس نے زندگانی کے میعاد کو کم کر رکھا ہے + یہ ایک کترنی ہے کہ رشتۂ حیات کو رات دن کتر رہا ہے ۔ مگر لوگ غلطی سے اس گھٹاؤ کو بڑھاؤ سمجھتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اگر تقدیراً ساٹھ ستر برس کی عمر بلکہ اس سے زیادہ بھی فرض کر لیجائے کہ ہوئی تو بھی وہ سب مدت العمر تھوڑی ہی ہوگی ۔ اوس کا نصف حصہ رات کا کٹ جاتا ہے ۔ باقی رہا نصف حصہ دن کا اُس میں سے کچھ بچپن کا حصہ نکل جاتا ہے + کچھ اکل و شرب و دیگر نقل و حرکت میں صرف ہو جاتا ہے وقت کسب و اکتساب بہت ہی تھوڑا رہجاتا ہے ۔ اب اوس تھوڑی مدت میں بھی کچھ نہ کیا تو حیف بالائے حیف اسکی تمام ہستی پر ہے + مگر جو بدکاری سے محترز ہے بہت اچھا ہے اُس پر نیکی کرتا ہے تو بہت ہی اچھا ہے + دونیں سے کچھ بھی نہیں کرتا ہے تو بہت ہی بہت اچھا ہے + اگر تمام کاروبار دنیاوی خوش اسلوبی سے انجام دیتا ہوا روح اللہ میں ازتۂ دل فنا ہونے کی خواہش رکھتا ہے تو بہت ہی بہت اچھا کیا معنی کہ بے انتہا اچھا ہے + اگر فنا ہو چکا ہے تو بے انتہا اچھوں میں سے بے انتہا اچھا ہے اور اگر برخلاف اسکے ہمیشہ سیات میں مبتلا ہے اور اس کے چھوڑانے والے سے اُلٹا جھگڑتا ہے کہ نیک و بد سب وحدت الوجود میں داخل ہے سب کے معنی روح اللہ و عیسیٰ و یحییٰ و خدا کے ہیں ۔ کہ اسی بنا پر ہم خواجہ و چشتی و کشتی ۔ قادری و مادری ۔ شاذلی و حنبلی ۔ شافعی و مالکی ۔ حنفی و رافضی ۔ سنوسی و خنوسی ۔

بھی ئی وعمری گوزخر و گوز شتر وغیرہ وغیرہ سب کو صفات اللہ عین اللہ سمجھکے اُن کو پکارتے ہیں جس
کے مطلب یہ ہیں کہ ہم روح اللہ کو پکارتے ہیں کہ گویا یہ ایسی ہی ایک بات ہوئی جیسے فارقلیط کہنے سے
احمد و محمد و مسیح اللہ وغیرہ سب سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ہم لوگ اپنے حال میں برحق ہیں کچھ جائے اعتراض
نہیں تو اس سے اوثان پرست بھی برحق ہو جاتا ہے۔ پھر ان کو بُرا کہنے والا بہت ہی زیادہ مردود سمجھا جائیگا
کہ خلاف از انصاف کام کرتا ہے چنانچہ ان کو بُرا کہنے والی جماعت زیادہ تر یہی حجو وان قبور و لحود پرست
ہیں۔ یہی جھنڈا پرست پیپل پرست۔ خرما پرست تلسی پرست و بندر پرست و اوثان پرست ہیں پھر ہیں کہ
تمام کائنات مُعین اوثان سے ہے اُن اوثان کے پاس جاکے دُعا مانگتے ہیں اُس میں فنا ہونے کی
کوشش کرتے ہیں۔ اس جگہ رات رات بھر بیدار رہکے مجاوری کرتے ہیں۔ کہ یہ سب باتیں اپنے گھر میں
بھی ممکن تھی کہ گھر میں بیٹھا ہوا آسمان کو ایک گنبدِ قبر سمجھکے اپنا ہیکل جس میں خود مدفون ہے اُسکو ایک
لحمی لحد سمجھکے اپنی خود مردگی کو مُردار سمجھے ہوئے پوجا پاٹ کرتا رہتا کہ اس غیر سے بدرجہا بہتر کہا جا سکتا
تھا کہ جیسے کشتی کشتی روح اللہ کے ناموں سے ایک نام ہوا اُسی طرح اس کی خود وجود اُس قبرِ مُردار
کا ایک جزو قرار دینے دی جا سکتی ہے + ایسی حالت میں قبر اور وہ دونوں مساوی ہیں۔ پھر جانا اور نہ جانا
بھی دونوں مساوی ہوگا۔ اور جو کچھ وہاں جاکے پڑھتا ہے اون سب دُعا کے معنے اور پچے لفنگے مردود
و حرام زادے کے معنی بھی ایک ہونگے تو خاموشی و گویائی بھی دونوں ایک ہی ہوگی تو اس حیثیت سے
مقدمہ فیصل ہونا دشوار ہے بجز اسکے کہ ایسا کرنیوالوں سے یہ کہا جائے کہ اس دلیل سے موت حیات
دونوں کے ایک معنی ہوتے ہیں تو تم قتل کردئے جاتے ہو۔ اس قتل کئے جانے کو یہ سمجھ لو کہ قتل
نہیں کئے گئے اور قتل و عدم قتل دونوں مساوی ہے۔ پس روح اللہ کے دربار میں رسائی و عدم
رسائی بھی وحدت الوجود میں شامل ہوکر ایک ہی ہوجائیگی اس کا بھی کچھ غم نہ کرنا پڑے گا۔ کہ وہ قولی
وحدت الوجود تھا اور یہ فعلی کہ عالمِ حیات سے ٹرنسفر ہوکر عالمِ ممات میں بطور مالِ منقولہ انتقال کرائے گئے ہو
اب اگر کوئی اُسکے جواب میں یہ کہے کہ عدم سے نکلکر عالمِ وجود میں کس وجود کی تلاش میں بھیجے گئے ہیں۔
کیا ایسا تو نہیں کہ وجود میں رہ کر اُسکے مدد سے عدم کی تلاش کرنیکو بھیجے گئے ہیں۔ تو یہ پہلے سے
حاصل تھا پھر تحصیل حاصل کی کیا ضرورت تھی اگر بالفرض ضرورت بالتکرار کی تھی تو یہ دنیا خود ایک قبرستانِ
وہمِ مشیتِ الٰہی ہے اوس پر وجودِ ملحم خود ایک قبرستانِ حیات تسلیم کرلیا گیا ہے تو اُس میں رہکر
روح اللہ طلبی ذاتی وسیلہ ہونیکے علاوہ خود پرستی بمقابلہ اُسی قبر پرستی کے ہوجاتی ہے + تو یہ دلیل البتہ
بجا ہے لیکن اگر یہ سب دلایل بغرض اظہار قوتِ بحث و مباحثہ پیش کئے جاتے ہیں تو بالکل مردودیت

کی نشانی ہے + اور اگر باخلاص تمام یہ فکر و غور کرتا ہے۔ تو یہ غور و فکر روح اللہ پرستی کا ایک جزو تو ضرور
ہے پس خوش نیتی سے بکمالِ عشق و محبت شیطان پرستی بھی رحمان پرستی ہو جاتی ہے + اور بطورِ مضحکہ اور
رسم و رواج اور سہواً اور لعباً رحمان پرستی بھی شیطان پرستی ہے + کہ منصور و فرعون دجال و مسیحا کا فرق رہ جاتا
ہے + مگر حکمِ روح اللہ یہی ہے کہ عداوۃً بھی شیطان پرستی نہ کی جائے م چہ جائیکہ محبۃً + بصورتِ عدم
تعمیلِ حکمِ ہذا ہر شخص شیطان پرست سمجھا جائیگا + کہ وہ بودہ بودہ بھی کسی ذرۂ کائنات کے وسیلہ سے
طبقۃ العلیا تک نہیں پہنچ سکتا۔ نہ اوس کے لئے نعمت ہے کیونکہ اگر ایک روح اللہ کے سوا کوئی دوسرا
روح اللہ ہوتا تو ضرور یہ کہا جا سکتا تھا کہ روح اللہ کا ایک ادنے خبیث بھی دوسرے روح اللہ کے مقابلہ
میں ولی ہے لیکن یہاں تو ازل سے ابد تک کے لئے ایک ہی روح اللہ ہے + اس واسطے اُن خبیثوں
کے لئے کسی طرح سے بھی کوئی نعمت اُس طرف مثالاً بھی رجوع نہیں کیجا سکتی + بنا بریں ایسے مشرکین صوفی
شعار قطعی واجب القتل ہیں + اُن کے مقابلہ میں ایک ادنے خبیث جو خباثت میں بہت ہی اعلےٰ درجہ
کا خبیث ہو۔ صرف روح اللہ سے خود کو محبۃً منسوب کرنے کے عوض میں ولی اللہ کہا جا سکتا ہے اُپر
سے اِس قسم کے ہزارہا ہزار۔ کروڑہا کروڑ مشرکینِ صوفی شعار کو قربان کر دینا عین اشاعتِ دینِ حق ہے۔
چہ جائیکہ اُپر ان کو قربان کر دینا جو در حقیقت ایک دم فنا فی روح اللہ ہو رہے ہوں + یہ تو اکرم ثواب ہے
پس جایز اور ناجایز باتیں صرف شریعت اور فطرت کے سبب سے ہوئیں کیونکہ جب شروع میں
شریعت نہ تھی تو جایز و ناجایز ثواب و عذاب کسی قسم کی بات نہیں شروع ہوئی تھی۔ لیکن جب سے شریعت
یعنے خلقت شروع ہوئی گناہ بھی شروع ہوا۔ مگر کوئی ایسی بات گناہ میں داخل نہیں تا وقتیکہ جو چیز جس
عالم کی ہے۔ اگر وہ چیز اُس عالم کی شریعت یعنے کھُلم کھُلا دستور العمل جسمیں مطلق دلیل و حجت
کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ اُسکے مطابق نہ کام کرے تو جرم و گناہ کہا جائیگا اور غالباً وہ اسی قسم کی باتیں ہوا
کرتی ہیں جو خود کو اور دوسرے کو ضرر رسانی سے روکتی ہیں پس اس انتظامی طریقہ کا نام شریعت و شرع
ہے کہ ہر مخالفِ شرع کے لئے ایک شرع کی ضرورت پڑتی ہے + گویا بانیٔ گناہ شریعت ہے + لہذا
عین شریعت ہی گناہ ہے + ورنہ بغیر شریعت کے گناہ کی کوئی وجود ہی نہیں قرار پا سکتی تھی۔ تو جب
خلق و تخلیق گناہ ہے تو یہ محکمہ منسوخ کر دینا چاہئے تو نسخ و تنسیخ بھی آخر خلق کیجائیگی جس سے خلق و تخلیق
کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا + لیکن اس کا ٹوٹ جانا اُسی طرح ممکن ہے جسطرح پیش از خلقت حالت تھی + تو
اوس کا بھی صدور ہا! کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ بنانا مشکل ہے۔ بگاڑنا تو بالکل آسان ہے وہ بھی کر دیا
جائیگا یہاں تو لا سمجھایا جاتا ہے کہ جو اس سمجھانے میں آجائیں تو اُن کا بھلا ہو جائے کہ شریعت و خلقت

یہ سب بالکل پاک ہے اور حکم خلقت بھی پاک ہے ناراست رونا پاک ہیں + پس خود کو ناراست روی کے
ساتھ شہریت و پیدایش سے انٹروڈیوس کرانے والا شخص مجرم و گنہگار ہے۔ لیکن اگر ایکہ وہ سہواً یا
خطاءً خواہ اضطراراً ناراست روی کے ساتھ انٹروڈیوس ہوگیا ہے تو کچھ جرم نہیں۔ اور اگر مجبورانہ حیثیت
سے جبراً انٹروڈیوس کرایا گیا ہے تو البتہ مجرم ہے + پھر اگر مکرر جرم کرتا ہے تو ڈبل مجرم ہے چنانچہ دونوں
کی ایسی مثال ہے جیسے اگر کوئی چیز زہری گلاس میں رکھی ہوئی ہو اور کوئی انجان شخص کسی پیاسے کو
پلادے یا خود پی لے کہ اس پینے پلانے سے پینے والا شخص قریب الہلاک ہو خواہ مرجائے تو البتہ یہ
جسمانی گناہ جو ترقی پانے پر روحانی گناہ کے مقابلہ میں ہو سکتا ہے داخل در گناہ ہے + مگر چونکہ ارادۃً ایسا
نہیں کیا گیا ہے اسلئے کسی عالم میں مجرم نہیں قرار پا سکتا تو چونکہ ایسا فعل ممکن الوقوع ہے لہذا پیشتر ہی سے
اسکی احتیاط سے تو بہتر ہے کہ بلا تحقیق نکوئی چیز استعمال کرے نہ کسی کو استعمال کرانے دے جو بصورت
ایکہ عوام و جج پر عوام و جج گذر جائیں اور وہ بد احتیاطی سے باز نہ آتے تو مقرر مجرم ہے + ایسے شخص
کو دیبا بدر کر دینا بالکل انسب و اعلی ہے + گویا یہ تو جرم از اقسام سہو تھے جو بیان ہوئے اب جرم نسیاناً
یہ ہے کہ اگر بحالت بیماری کسی ڈاکٹر نے کسی کو دوا دی کہ گھنٹہ گھنٹہ بھر کے بعد اس اس مقدار سے
دو یا تین بار دوائے ہذا کو استعمال کرنا چاہیے۔ اگر مقدار سے زیادہ استعمال کیجائیگی۔ تو ضرر پہنچیگا۔ لیکن
نسیاناً خلاف از ہدایت اوسکے اتفاق پڑ جائے تو اگرچہ استعمال کرنے کرانے والا ایک گونہ جسمانی جرم
کا مرتکب ضرور ہوا۔ مگر بالکل قابل معافی ہے کیونکہ یہ جرم نسیاناً واقع ہوا ہے + اسی طرح جو تیسری
قسم کا جرم خطاءً سرزد ہونے کا گمان کیا جا سکتا ہے وہ یوں ممکن ہے کہ طباشیر و سم الفار جو قریب
قریب دونوں متشابہ ہیں وہ تھوڑے فاصلہ پر ایک ہی جگہ رکھے ہوئے ہوں۔ اور کوئی شخص کسی سے
کہے کہ اوس طباشیر سے ایک پارہ طباشیر عنایت کیجئے اور اس بیچارہ نے غلطاً سنکھیا اٹھا کے دیدیا۔
جس سے کھانے والا شخص ہلاک ہوگیا۔ خواہ قریب الہلاک ہو کر بچگیا۔ تو دونوں حالت میں وہ سنکھیا دینے والا
غلطی بری الجرم ہے۔ کیونکہ خاطی نہیں مگر بحالت مرض اوس مریض کیخدمت میں قصداً نہ رہا اور حذا سے
اسکی شفایابی اور اپنی اس خطا کے دفعیہ کے لئے بدل و جان داعی نہ ہوا بلکہ باوجود معلوم ہوجانے خطائے
ہذا کے چپ چاپ روپوشی کر گیا تو البتہ گنہگار و مردود ہے + بناء علیہ اگر احتیاطاً حکم قطعی بایں مضمون نافذ
کر دیا جائے کہ اگر کوئی شخص زہریلی چیز کی سوداگری بغیر لائیسنس کے کریگا تو جرم ہذا جرم قتل عمد کے حد تک سمجھا
جائیگا تو بیجا نہیں + اسی طرح جو شخص اپنے مکان میں کوئی ایسی مہلک چیز جو بحالت بد احتیاطی سامان ہلاکت
مہیا کرنے والی ہو رکھیگا تو مجرم ہوگا اسلئے نہ رکھے تا وقتیکہ اس چیز کی سخت ضرورت نہ آن پڑے جو

اُسی وقت صرف ہوجانے کے لئے کافی مقدار سمجھی جاسکتی ہو + اُسی ذیل وضمن میں یہ بھی ہے کہ اُسکے
تشابہ چیز اُسکے ساتھ نہ رکھی جائے اور باوجود نہ رکھے جاسکنے بھی بوقتِ استعمال علی قدر قوتِ بشری
تحقیق کرکے استعمال کرائی جائے - بصورتِ عدم تعمیل امر ہذا جسقدر لوگ اُسکے عملدرآمد میں قاصر و خاطی
رہجائینگے بلامبالغہ سب کے سب مجرم ثابت ہونگے اوس جرم کی حیثیت سے سزاء لازم آئیگی یا مکان
کی پوری صفائی نہ کرنی جس سے کیڑے پھتنگے یا موذی دیدانِ صغار پیدا ہوں یا آب وہوا خراب
ہو یہ بھی جرم میں داخل ہوگا - تو اب یہ بیت اللحم جس میں حورِ رُوح درآمد ہے اُسکے کسی حوائج وجوارح
مین باطناً کوئی ایسی زہریلی خصلت کا رکھنا جس سے اُس کو نقصانِ ظاہری خواہ باطنی پہنچ سکتا ہو یا دوسرے
کو پہونچنے کا گمان ہو یا پہونچانے کی نیت رکھتا ہو تو یہ سب جرم باطنی ہوگا جس کے صدور سے وہ اپنے
جسمانی خواہ اعزازی یا اخلاقی جرم کا مرتکب ہوکر اُسکو ذلت وخواری میں دلوائیگا - اور بحالتِ عدم صدور
اگرچہ فی الظاہر مجرم نہیں سکہ ہزارہا قسم کا عیب رکھتا تھا - مگر تا عینِ حیاتِ این عالم اوسکے صدور سے
اُس کو باز رکھا - کہ گویا جہاد ومجاہدہ کیا بالکل قابلِ اجر ہے + ایسی حالت میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ
گویا کوئی عیب نہیں رکھتا تھا - ورنہ اُس سے صادر ہوتا - چنانچہ انسان میں اچھا برا کرنے کا مادہ بالاختیار
دیا گیا ہے - مگر برا مادہ ہوتے ہوئے نہ کیا تو بلاشک فی الظاہر اچھا ہے - مگر اوس حد تک کہ اُس کے
معلومات کے ذخیرہ میں بلا کسی تعرض کے کوئی ایسا خیالی عیب خواہ تصوری عیب یا وہمی عیب جو لبعید البعید
تصوری علاقہ سے بھی مس ہوتا ہو کہ جرم روحانی ہے + کہ اُس نے اُس ایک ایسے صدیق وخیر خواہ
دوست کا برا چاہا کہ وہ ہلاکتِ ابدی میں پڑا یا تناسخ کے چکر میں گرفتار ہو گیا + جس دوست کے لئے
تمام جرم ظاہری صادر ہوتے رہتے ہیں - تو اُس کے تمام طین وطینت وعنصر کی سزا وہی کے علاوہ
وہی رُوح جو از خود اپنے حق میں دشمن ہو رہی ہے اُسکی بھی سزا ہے کہ اپنے ماتحتینِ ظاہریؔ وباطنی سے غیر مجرمانہ
کام نہ لیا + کیونکہ جس طرح فی الظاہر افعالِ بد کے صدور کی مزاحمت از خود ممکن ہے - اوسی طرح
روحانی بد افعالی کی روک بھی از خود ممکن ہے + بلکہ یہ تو صاف کھلی ہوئی بات ہے کہ جس کا جاری
ہونا ممکن ہے اوس کا روکنا بھی ممکن ہے + پس رُوح نباتاتی - روح جمادی - روح حیوانی - روحِ فلفل -
روح زنجبیل - روح عطریات - روح ریحان - روح الشمس وروح القمر - روح السمٰوات - روح الانفس
روح العبد - رُوح الحُر - رُوح الخبث وروح القدس - روح الارواح - روح الحیات ورُوح الممات
وروح الفنا - وروح البقا روح الوجود - روح العدم - روح الارباب - روح الکائنات - غرضیکہ
سارے قسم کے ارواح سے - اعلیٰ وبالا روح اللہ ہے کہ اُس پر سارے ارواح کا انتہا ہوجاتا ہے

کہ اس انتہائی روح میں فنا ہونے کا نام فنا فی اللہ ہوتا ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے بخلاف اسکے سب روح الخبث ہیں تو اس میں فنا ہونے کی کوشش نہیں کرنی۔ مجرمِ رُوحانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر ہاں اگر بحالتِ اضطراری اسمیں خطا واقع ہو جائے تو وہ البتہ جرم نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ وہ گناہ اضطراری ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی لوہار لوہا تپا کے ہتھوڑا مار رہا ہو کہ اس میں کا ایک شرارہ خواہ اُس کا وہ مطرقۂ ودستہ۔ قبضہ سے نکلکر کسی شخص پر جاگرے جس سے وہ شخص ہلاک ہوجائے یا گزند رسیدہ ہوجائے تو لوہار بری الذمہ از جرم و گناہ ہے کیونکہ اس کی نیت فعل ہذا کے ارتکاب کی نہ تھی یا اسی طرح بمثال دیگر اُس کو یُوں سمجھ لو کہ اگر کسی اُونچے مکان میں آگ لگ جلئے اور اُس میں کوئی شخص ہو جس کو کوئی طریقۂ گریز نہ ملسکتا ہو۔ کہ وہ گھبرا کر کسی کے چھپر پہ کود پڑے جس سے اُس کے مکان کو صدمہ پہنچے۔ یا خود کسی پر گرپڑے جس سے وہ شخص مرجائے یا خود گزند رسیدہ ہو تو وہ کسی عالم میں مجرم نہیں کہا جاسکتا۔ نہ اُس پر خودکشی کا جرم ثابت ہوسکتا ہے نہ اور کسی قسم کا جرم کیونکہ بحالتِ اضطرار یہ سب جرائم سرزد ہوئے ہیں + اسی طرح سے اگر روح اللہ نے اپنے من جمیع العباد کسی ایک ایسے عبد کو جس کا سلسلۂ نسب بطریقِ دنیا بھی عبدیت سے مشتمل ہو کہ بل عبدیت کے حقوق ثابت ہونیکے سبب سے اُسکو نعمتِ عبداللہیہ کا زیادہ حقدار سمجھکے یہ کام سپرد کرے کہ وہ بقیہ عباد سے یہ کہے کہ ہر جنس کے حسن و جمال کی پوری خوبی دیکھنے کے لئے اُسی جنس کی آنکھ ہونے کی ضرورت ہے جب جاکر اُس جنس پر عاشق ہوسکتا ہے جیسے مویشی مویشی پر عاشق ہوتا ہے۔ آدمی آدمی پر عاشق ہوتا ہے۔ آہ بھی اپنے جنس آہ پر عاشق ہوگا + اسواسطے مویشی کا بچّہ بھی مویشی ہوگا + آدمی کا بچہ آدمی ہوگا + آدمی کا نائب آدمی ہوگا۔ الآہ کا عاشق الآہ ہوگا۔ الآہ کا بیٹا الآہ ہوگا + الآہ کا نائب الآہ ہوگا۔ کسی جگہ کسی قاعدہ سے استثنا ہونا یہ حکمتِ مشیت کا اقتضا ہوتا ہے وہ ایک خاص حالت ہے + عام بات تو یہی ہوئی کہ عبد کو حر سے کیا نسبت؟ ایک محکمہ والے کو دوسرے محکمہ والے سے کیا کام؟ ظاہرستان والے کو باطنستان سے کیا سروکار؟ کہ اللہ کے بارہ میں کوئی ظاہرستان کے مطابق یہ سمجھ لے کہ اس کو جورو بچہ ہوتا ہوگا ہرگز نہیں کیونکہ ایسے قدیر کو جورو بچے کی کیا حاجت ہے؟ کہ کوئی کسی کو ابن اللہ یا ابن الغیب کہے کیونکہ اللہ کا بیٹا تو عین اللہ ہی ہوگا اُس کو ابن اللہ کہنے کی حاجت ہی نہیں + کس لئے کہ جو خود کو ابن اللہ بنادے تو پھر لوٹ کر ابو اللہ بنا دینے میں کیا مضائقہ ہے؟ اپنی ذات و صفات میں بلا انفصال ایک ہی ہے + پس ابو اللہ و ابن اللہ و حریم اللہ و مہدی اللہ و مسیح اللہ سب ایک ہی ہے۔ لہذا بطور گوشمالی کان پہ ہاتھ دھر کے بے چون و چرا اکائی کی کبریائی کا نعرہ

مارتے جاؤ جو اس کے عبدِ کا رسول کے ساتھ طبعاً شامل ہوا منافق ناموافق ہے۔ جسمانی و روحانی۔
ناسوتی و لاہوتی۔ عدمی و وجودی ہر حال میں مجرم ہے + اوس کے ساتھ ایسا شریک ہو کر مومن بالغیب
ہونا چاہیئے جیسا وہ خود ہے اور وہ خود کیسا مومن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات پر ایمان رکھتا ہے +
چنانچہ جو ظاہر میں مُرغ مسیحا بنا کے زندہ کرے تو مشتے نمونہ از خروارے و گلے نشانہ از گلزارے اسکی
قدرتِ تخلیق کے امکان کو سمجھنے کے لئے بس کرتا ہے۔ کہ باطن میں بھی وہی کرتا ہو گا وہی رب الناس۔
ملک الناس۔ الہ الناس اللہ الا اللہ بھی ہو گا کہ جسکے ادنے ادنے عبد کی یہ حالت ہو کہ یہ سب تاثیرات
بھی عبد میں تو اُس معبود کی قدرت کو بھلا پوچھنا ہے اُس طرف رجوع نہ ہونا خود کو عذاب میں ڈالنا ہے
خودکشی کا مرتکب ہونا ہے۔ تو عذاب کے ہزارہا اقسام ہیں کہ آخری نتیجہ اُس کا ہلاکتِ ابدی ہے۔ کیونکہ
ظاہری عذاب کا خاتمہ جو ظاہری موت پر ہوتا ہے یہ کچھ عذاب نہیں کیونکہ سب موجودات و مفقودات
حیات و ممات ہستی و نیستی فنا ہونے والے ہیں مگر عذاب کیا ہے کہ طولِ حیات جس میں طولِ امل اور
حرص الحیات ہو۔ پھر اُس پر مصائب کا سامنا ہونا بار بار متناسخ ہو کر آنا اور مصائب میں گرفتار رہنا۔ کہ
بار بار پیدا ہونا بھی جرم ہی ہوتا جاتا ہے اور اُس پر جرم دوسرا بڑھتا جاتا ہے یہ سب روح کا از خود اپنی ذات
سے احسان فراموشی کرنا ہوتا ہے کہ اُسکے اسرار ہستی نے اُس پر اسقدر احسان کیا کہ لذتِ حیات سے
اُس کو متلذذ کیا ہر طرح کے ظلمات الدہر میں اُس کے شریک حال رہی۔ اُس کی عین حیات تک
ایک ہمدم رفیقِ صدیق بنی رہی۔ اُسکو اپنے نیٹ کرتوت سے قید خانۂ تناسخ میں ڈالکر معصیت میں ڈالدیا
تو ضروری امر ہے کہ یہ سب اپنے خفیہ باطنی معلومات کے ذریعہ سے روح اللہ میں مقدمہ پیش کریں۔
جس کا پورا فیصلہ کیا جائے کہ البتہ ہر ذرہ کائنات کا ہر ایک فعل عبادت میں ضرور شامل ہے مگر کوئی
عبادت جلیلہ ہے کوئی ذلیلہ پس ہر گندی عبادت سے انقطاع بہت بہتر عبادت ہے کہ وہ اس قسم
کا قاطع العبادت خوش رویہ ہونے کی حالت میں ایک اچھا عابد کہا جا سکتا ہے کہ پھر اُسکو کبھی متناسخ
ہونے کی حاجت نہیں۔ پس جسقدر نیک ہیں وہ سب امتِ روح اللہ یعنے امت اللہ ہیں باقی ہرگز
نہیں۔ بلکہ وہ مرتد عن دینہ ہیں وہ امت اللہ میں شریک نہ ہونگے۔ اِسلئے وہ رزقِ کریم سے مرزوق
بھی نہ ہونگے۔ اُن پر ہمیشہ امت اللہ کا سبیل و تسلط رہیگا + وہ محزون القلب نہیں ہوتے۔ وہ اچھی
باتوں کے پیچھے جان دیتے ہیں۔ وہ روح اللہ کے پڑوسی ہیں۔ اس لئے اُن پر باختصاص رحمت ہوا کرتی
ہے کہ پڑوسی کا زیادہ حق ہوتا ہے + امت اللہ پر استعلاء و ارتقا چاہنے والی امت مجرم ملعون ہے سخت
سزایاب ہوگی۔ اُس سے فوراً کا فوراً بدلہ لے لینا کچھ جرم نہیں بلکہ عین ثواب ہے حتیٰ کہ اُن کو ازلی و

ابدی کسی ملم میں لہنے دینا ہے جرم ہے۔ جو اُن کو اُجاڑنے کی فکر نہ کریگا۔ سخت حرامزادہ ملعون سمجھا جائیگا۔ جب تک وہ جسمانیاً و روحانیاً امت اللہ میں شریک ہوں۔ ہرگز ہرگز جاں بری نہ کی جائے۔ کیونکہ ایسوں کے رہنے سے تمام دُنیا نجس ہوتی ہے + اُمت اللہ کی ہستی میں وھبا آتا ہے۔ کہ یہ ایسے فجار ہیں کہ روح اللہ جیسے امام جو ظلمات کو مطلع الفجر کر دینے والا ہے۔ اُسکو فاجر کہہ کہکے ایسے سخت فاجر ہو گئے ہیں کہ دارالجحیم بھی انکے وجود سے نجس ہو جائیگی + اسلئے اس سے بھی زیادہ تعزیرات و عذاب کے مستحق ہو گئے ہیں اور امت اللہ بنام ابرار اُسی درجہ دارالنعیم کے مستحق ہیں۔ کیونکہ

ان کو بس منظور ہے خوبیٔ و آیا نی فقط
میں نہ روح اللہ کو کہتا ہوں لاثانی فقط
عینیت میں اپنی وہ بے عینیت موجود ہے
تو فنا فکر و خیالات و تصوّر سب فنا
غیر فانیت کا جو مفہوم ہے اندر دماغ
اتقیاءٔ اولیاء و اوصیاءٔ اصفیاء
مانگ ٹیکا جبۃ الدنیا کا اک قمرین ہے
روح نورانی کے عاشق پر ہے عاشق کائنات
روح تک جب دیدیا پھر کیا بھلا باقی رہا
تا ابد یحییٰ ہیں جیسے وہ کبھی فانی نہیں
وہ ہمہ فانیٔ و باقی ہیں ہوا فانی تمام

اُن کو بس منظور ہے زشتیٔ و شیطانی فقط
یا نہ سب لاثانیت کے رد کا اک بانی فقط
اُس کو ہے مدِنظر اپنی ہی خود دانی فقط
بحث و حجت کچھ نہیں ہے سب ہے یہ فانی فقط
یہ بھی ہے آخر فنا باقی ہے حقانی فقط
انبیاء و اولیا ہے مرثیہ خوانی فقط
مطلب اُس کا جانتی ہے روحِ نورانی فقط
اب بھلا کیا دے اُسے تختِ سلیمانی فقط
آج تک کہتا نہیں بس ہوگیا جانی فقط
فانیٔ فی الروح را دانی نہ یک فانی فقط
بس ہمہ یحییٰ ہوا کب ہے وہ لاثانی فقط

پھر ایسے قندیلِ نورانی فردِ فرید لاثانی جسمیں کوکب دری بنورِ اللہ متوقد و متلالی ہوا اس سے روگردانی اندفاعِ نور اللہ کا بانی ہونا ہے مگر وہ ضرور متمم النور ہو گا + ایسی حالت میں اگر از روئے قانون حفظانِ ذاتی بھتیروں کا سر قلم کیا جائے تو یہ جرم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ جرم اضطراری ہے تو اب ان سب قسم کے گناہوں سے خود کو محفوظ رکھنے کا خیال نہ رکھنا جرمِ عظیم ہے + چنانچہ سب لوگ جرمِ عظیم کے مُرتکب ہو رہے ہیں کہ فرقہ فرقہ شیعہ ہو کر اپنی سخت سیہ اعتقادی میں بدمست بنے ہوئے تمام برآ و بحراً عناصراً جسمانیاً و روحانیاً ناشر الفساد ہو گئے ہیں۔ اور اس ناگوار نتیجہ سے متمتع ہونے کا بیجا افتخار سر میں سمایا ہوا ہے + حالانکہ بغیر اینکہ سزائے سخت میں القاء کئے جائیں ہرگز باز نہیں آسکتے۔ اور اب ایسا ہی ہونا چاہتا ہے + اس لئے بہتر ہے کہ یہ نابکار ذرا بھی غور کریں کہ شرک تو کھُلم کھُلا ایک بڑی

اندھیر کی بات ہے تو جو آدمی مشرک بروح اللہ ہوگا یا اُس سے معرض ہوکر دوسری طرف انابت کریگا یا
ان سب باتوں سے بے پروائی کریگا تو بلاشک مجرم خاطی ہے کہ قصداً سوءالسبیل کو سواءالسبیل
سمجھتا ہے + معلوم ہوتا ہے کہ خود کو آدم مکرمیں سے سمجھتا ہے۔ اس واسطے بے غم ہونا چاہتا ہے
تو واضح رہے کہ اہ جاندار پر مکرم ہے نہ کہ روح اللہ کے آگے + کیونکہ اُس کی تو حالت ایسی ہے + کہ
جس طرح عقل ہونیکے سبب سے سب چیزوں پر قبضہ کرلیتا ہے۔ اسی طرح اس پر جو زیادہ مکرم و
مقدس ہیں وہ اس پر قبضہ کرکے اپنی طرف لیجاتے ہیں کہ اس دست برد میں اس کی ہستی خراب
ہوجاتی ہے۔ روح القدس تک نہیں پہونچنے پاتا ہے اس واسطے سب مخلوق کو سیدھا روح القدس
کی طرف چلنے کی ہدایت ہے چنانچہ جو میلا کچیلا تھا اُس کے لئے تو پہلے یہ حکم ہوا کہ وہ صاف انسانیت
میں آجائے۔ جب انسانیت میں آیا تو صاف صوف بنکر صوفی مصطفی ہونے کی ہدایت ہوئی۔ کہ ظاہر
و باطن سب صاف ہو جب اس درجہ تک پہنچا تو ہدایت کی لائن میں بھیجا گیا جب یہاں تک نوبت
پہنچی تو اُسکے لئے یہ حکم ہوا کہ بڑے انتظام کے ساتھ سلطنت کرے جب اس سے فارغ ہوگا۔ تو دوسرے
قسم کی ہدایت کی طرف دعوت ہوگی شاید آگے چلکر آدمیت سے چھوڑا کر فرشتہ کے راستہ پر
چلنے کی ہدایت کی جائے تاکہ فرشتہ بنجائے تو عجب نہیں + گویا تعلیم الٰہی کا مسلسل فرمان روح اللہ تک
پہونچانے کی ہدایت کرتا ہے۔ تو اوس طرف رجوع نہ ہونا خود کو ڈگریت کرانے کا محرک ہوتا ہے۔ کہ
اس کوشش کی جدا سزا ہے کہ ڈبل ڈگریت کیا جائے کہ اوس میں تنزلی اور سزا میں ترقی ہوتی چلی
جائے۔ تو جو روح اللہ کے آمنے سامنے نہ ہوا۔ اِدھر اُدھر اغل بغل ہوکے بڑھ گیا تو ہرگز مقبول نہ ہوا
نامردود رہ گیا۔ خاصکر وہ ایسا مردود جس کا یہ مقولہ ہو کہ ہم تو اسی امر پر بے چون وچرا سر تسلیم خم کئے
مسلم ہیں کہ اگر ہم نے قبر پوجا تو ہم سے خدا نے پجوایا + کسی کا حق مار کے مال غصب کرلیا تو خدا نے
کروایا + کسی کے بال بچے کو مار ڈالا تو خدا نے مروا ڈالا + روح اللہ کو چھوڑ کر عبداللہ کی طرف رجوع
ہوا تو خدا نے کیا + علی کو چھوڑ کے اُنکے پیچھے کو مان لیا تو خدا نے منوایا + گویا ساری اچھائی بُرائی
خوبی وخرابی خدا نے کرائیں۔ پس بموجب مافی السموات ومافی الارض سب اُسکی ہوئیں میرا کچھ بھی نہیں
ہوا اُس سے جدا رہنا شرک ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سب خدا کر رہا ہے۔ اور خود خدا ہوا + اور یہی
اپنی نسل کے تعلیم کرتا ہے کہ اسی اعتقاد پر مرتے بلاتے جائیں کہ مرنا بلانا بھی خدا ہی ہے + پس وہ
ہر حال میں خدا ابن خدا ہوا۔ اس لئے جو کچھ دل میں آئے کرے تو اس قسم کے خدائے مردود
وملعون جس کو خدائے خباثت ونجاست خواہ شیطان واہرمن کہتے ہیں۔ اُسکی ذریات سے البتہ یہ کیے

جائینگے اور وہ خدائے مردود بنامِ شیطان کو ایسے قدوس خدا پر جو ہر حال میں قدوس و بے نیاز ہے کروڑہا بار قربانی کردینا بالکل حلال ہے + کیونکہ ازروئے علمِ شرعی جس کو علم صوریہ اور ظاہریہ کہتے ہیں اُسکے دستور العمل کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ افعال قبیحہ سے سلامت رہ کر مسلم بالسلام بنکر روح اللہ کو اپنا آقا و مولا سمجھکے کار خیر میں جہداً اور مجاہداً لگا رہنا موجبِ سلامت روی ہے کہ اُس سلامت روی کا ظاہری نتیجہ اس عالم میں یہ ہو سکتا ہے کہ حکمت و حکومت سے بھرپور ہو کہ ہر خدائے مردود ملعون کے حرکاتِ ناسزا پر یہ حکمت و حکومت سے تعزیر و سرزنش کرتا رہے + پس اُسکو بھی چاہیئے کہ وہ خدائے مردود یہ سمجھ لے کہ اوس خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک بنامِ روح اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کئے مسلم بنے رہنا چاہیئے کہ یہ غالب خدا ہے اور جو مسلم سلیم بنامِ امت اللہ ہیں وہ ازروئے علمِ ظاہری علیٰ حسبِ طاقتِ بشریہ یہ سمجھتے رہینگے کہ بُرے فعل کا ارتکاب بُرے کی طرف سے ہے جسکو خدائے مردود بنامِ شیطان بشکلِ انسان واجب التعزیر نے کیا اور اچھے فعل کا ارتکاب از جانبِ روح اللہ بنامِ عین اللہ ہے۔ کہ اُس کے مقابل کا خدائے مقبول بنفسہ ہے جو اپنی اُمتوں سے بزورِ قدرت اپنی سزا دلواتا رہیگا۔ کہ ان دونوں مسلم سے ایک کو تصدیق بالجنان و عمل بالارکان حاصل ہے اور دوسرے مردود کو اقرار باللسان تو چونکہ ہر چیز کے استعمال سے خمار پیدا ہوتا ہے مگر کسی جگہ محسوس الحواس اور کسی جگہ غیر محسوس الحواس کسی جگہ خفیف الحواس کسی جگہ ثقیل الحواس غرض کہ ہر ذرۂ کائنات رنگا رنگ خمار سے مخمور ہے۔ تو اس خمِ روح اللہ بنامِ سموات سے ایک ہی طرح کی شراب سب کو دی جارہی ہے۔ مگر سبھوں میں تاثیرِ خمار کا اختلاف ایسا پیدا ہوتا جارہا ہے جیساکہ ایک ہی رنگارنگ قسم کے بارش سے تمام مختلف مزہ دار نباتات پیدا ہوتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ سب ایک ہی قسم کے شیرینی رکھتے ہوئے پیدا ہوں یا سب ایک ہی قسم کی کھٹاس رکھتے ہوئے ہوں۔ اُسی طرح وہی گھاس پات کہیں سرگیں بنجاتا ہے۔ کہیں نافۂ غزال۔ گویا ایک قسم کا پھول ہوتا ہے کہ ڈی اُس سے زہر نکالتی ہے اور نحل شہد۔ اسی طرح لذو وجہہ و روحِ الٰہی سب میں مختلف قابلیت کے مطابق اثر پیدا کررہی ہے تو یہ کہ کل شئ من عند اللہ ایک خمار آمیز جملہ ہے جس نے اچھوں کے لئے اچھا معنی پیدا کیا اور بروں کے لئے بُرا۔ مگر کوئی چیز بُری نہیں جب تک اُس سے کچھ بُرائی نہ ثابت ہو + تو کسی قسم کا خمار ہرگز بُرا نہیں۔ مگر خمارِ شرارت و خباثت بہت بُرا ہے۔ اگر خمار اچھوں میں جاتا ہے تو اچھا سرور پیدا کرتا ہے + بُروں میں جاکر اسقدر بُرائی ظاہر کرتا ہے کہ خود تک کو بُرا کھلا دیتا ہے کہ گویا بُرائی کے ساتھ ایسی نیکی کرتا ہے کہ اُسکو معراج تک پہونچا دیتا ہے۔ غرض کہ اس میں سود و زیاں دونوں ہیں۔ سود مند کے لئے سود مند۔ زیاں کار کے لئے

زیاں کار۔ اسلئے غلامی حرامی کے لئے سب حرام ہے حلال و قدسی کے لئے سب حلال ہے ہمیں حجت اوس بُرے رب الخمار پر اُسکی ناپاک ہستی کے کفارہ میں فرمانبرداری روح اللہ جو ایک نعمتِ الٰہیہ تھی بھی حرام کردیگی کہ اُسکو فرمانبرداریٔ روح اللہ عین گناہ معلوم ہونے لگے کہ صریحی یہ سب بات سمجھ کر کہ ہر فردِ بشر جدا جدا نمونہ کائنات ہے کہ اُس کا ایک قطرۂ آبِ حیواں بنامِ منی ایک روح الکائنات ہوا۔ پھر اگر تمام کائنات افشردہ کرکے اُس میں سے جو روح و جوہر نکالا جائے تو وہ بھی ایک قطرہ کی طرح ہوگا کہ وہ سب سمیت اگر اللہ تعالیٰ خود کو نچوڑکر جدا کرے تو اُس افشردہ جوہر کا نام روح اللہ ہوگا جو ایک دم انتہائی مقام ہے کہ اب اُس روح کی روح عینِ روحِ روح اللہ کہی جاسکیگی گویا اُس ایسے جوہر عظیم سے بوجہ ملعون ازلی و ابدی ہونیکے روگرداں رہتا ہے۔ ہزار سوچتا ہے تاہم اُسکی عقلِ ملعون کچھ رائے سلیم نہیں دے سکتی کہ صدقاً سرِ تسلیم خم کرسکے یہ بھی اُس قدیر کا ایک نمونہ قدرت ہے کہ عقل و دانائی رہتے ہوئے تمام کُھلم کُھلا نشانی و علامات و آیاتِ بینات کو بائینا دیکھتا جارہا ہے کہ صاف روح اللہ کی کبریائی ظاہر ہورہی ہے مگر پھر بھی برگردہ ہے اور دوسری طرف رجوع ہوتا ہے فسبحان اللہ بحمدہ حقیقۃً ثم حقیقۃً کہ ؎

قدیر اپنی قدرت میں اتنا ہے پورا — کہ ہے عقلِ عاقل وہاں چورا چورا
تو یہ عقل بھی ایک قدرت ہے اُسکی — جو ہر وقت دیتی ہے بندوں کو شورا
کسی کو جو مہدی بنائے گا از خود — تو ہرگز نہ چھوڑے گا اُس کو ادھورا
سیہ رو اگر مدعو بھی ہو کوئی — تو ظلمات ہو تنزلِ رحمت سے نورا
بظاہر قدم اور پیچھی کی صورت — بباطن ہلاکو ہیں جیسے دھتورا
خلوصاً جو تائب ہو یہ بھی سمجھ لے — ہو اللہ کانَ عفوءً غفورا
جو نیکی کرے اُس کو بدلہ ملیگا — ہو اللہ یجزی جزاءً و فورا
اذیت کسی کو جو دیتے ہو چپ ہے — ہو کل حالٍ رضیًا شکورا
ہر اک ذرہ پہ رحمت ہے اُسکی — ہو یرحم مومنًا و کفورا
اگر مختصًا اوس کو تو یاد کرنا — تو رحمت بھی تھی خاص قند اور بھورا
کہو سب سے یحییٰ کہ رب نے ہمارے — وعلّمنی علمًا و شرحَ صدورا

چنانچہ یہ سب انشراح الصدور ہی کا جلوہ پرتوفگن ہے جسکو تم سن کر (قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ) کے چکر میں پڑگئے مگر میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم نے قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ کو سمجھا کہ قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ کیا چیز ہے؟

تو تو سمجھو کہ قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ کیا ہے یہ قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ وہ ہے جس میں بہت سے قیل و قال پیچیدہ ہیں۔ کذالک اُسکے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے کہا کہ تم فلاں عبد سے کہو کہ وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسٰے سے کہا تھا کہ وہ اپنی قوم سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو کہتا ہے کہ وہ ایک بچھڑا ذبح کریں جب پر موسٰے نے ویسا ہی کہا اُس پر اُن کی قوم نے کہا کہ کیا ان سے موسٰے مذاق کرتے ہیں؟ تب پھر موسیٰ نے کہا کہ پناہ بخدا مجھ کو مسخرہ و بذلہ زیبا نہیں + میں ایسا جاہل اور پاگل آدمی نہیں ہوں کہ مذاق کو روا رکھ کر اللہ تعالیٰ پر افترا کروں + کہ اس نے ایسا کہا ہے کہ تم ایک بچھڑا ذبح کرو ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ پس جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہوں پھر اُس پر اُنکی قوم نے کہا کہ موسٰے اپنے رب سے کہیں کہ وہ کیسی گائے ہونی چاہیئے؟ اسکو کہیے دگویا اس جگہ موسٰے اللہ تعالیٰ کی طرف بنی اسرائیل کی طرف سے رسول ہو کر یہ کہنے جاتے ہیں جیسا اُس طرف سے یہ کہنے آئے تھے۔ بھلا وہ خدا وہ خالق کیسا اور یہ مخلوق کیسی کہ دونوں میں ہم ہلکی اور رسل و رسائل ہوں اُس کو بھی اچھا خاصہ آدمی بنا دیا جسکی بحث آگے چلکر آئیگی۔ لہذا پہلے موسٰے کا قصہ کہا جاتا ہے) کہ اُنھوں نے خدا سے جا کے کہا کہ بنی اسرائیل ایسا کہتے ہیں تو رب المجید نے کہا کہ اے موسٰے تم جاؤ اور کہو کہ خدا کہتا ہے کہ صفراوی گائے مشابہ بہ گاوِ سامری جو ہو اسکو ذبح کرنے کو کہتا ہے۔ پھر موسیٰ آئے اور قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ کا مفہوم ادا کیا تو یہاں قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ کی ضرورت نہیں جو بحث و مباحثہ پر آمادگی ظاہر کی جاوے حتیٰ کہ یہاں جبرئیل مجسم کی بھی حاجت نہیں بلکہ وہ اس آمد و رفت کی تکلیف اور بالتکرار قدمبوسی کے شرف سے معذور و محروم رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ جس کا مہبط جبال الطور وطور السماء ہے وہی ہمراہ کتاب المسطور والمرقوم اکرم بالنون والقلم بذاتِ خود معلم و متعلم بنا ہوا اس بیت اللحم بہ ہیکلِ الثانی کو مہبط بنائے ہوئے کارپرداز ہے اُسکو موسٰے کے وقت سے کیا معنے کہ ازل سے ابد تک کی حالت معلوم ہے۔ اس میں یہ قصہ بھی تھا جس کو وہ جانتا تھا کہ کوئی عبد مسمٰی بہ اسم فلاں کے پاس یہ سب بات کہلاتی ہے جو کہی گئی ہیں اس کو مثلاً یہاں پر کہلایا۔ پس میرا کہنا اُسی کا کہنا ہے۔ مگر یہ سب فنِ اُستادی سے ایک فن ہے کہ اتفاقاً گاہے چنیں گاہے چناں بیان کیا جائے کہ لوگ اس کج و پیچ سے چکرا کر ایک جگہ کھڑے ہو جائیں کہ حالتِ ثابت قدمی سے صراطِ مستقیم کا راستہ مل سکے تو خواہش ہذا کو پورا کرنے کے لئے بکمالِ رفق و ملاطفت یہ سب موسوی بحث و مباحثہ روا رکھا گیا کہ زیادہ سختی سے متعلمین خراب نہ ہونے پائیں کیونکہ ؎

کسی طور کا طفل ہو تیز و تند مگر مار سے اور ہوتا ہے کند

تو آموز را ذکرِ تحسین و بہ ز توبیخ و تہدیدِ استاد بہ

مگر اب تحسین و زہازہ سے کام چلتا ہوا نہیں دکھتا اس لئے وہ کلیم رُوح اللہ جن کا طورِ فلک قندیل بکف ھارفا کھڑا ہے کہ اب رُوح و رحمت کو جدا کر کے کظم و قہر سے کام لیا جائے کہ تم ایسے نالائق ہوگئے کہ ایں و آں تو درکنار جو تمام کائنات سے اعلے و بالا سماوی و ارضی از جُزْ تا کُل کا شہنشاہ بنام روح اللہ کہا جارہا ہے اوس سے سرتابی کرتے ہو۔ اشد کفار ہو۔ تمہاری ہی وہ حماقت ہے جو کنایتہً یوں بیان کی جاتی ہے کہ وہ ایک ایسی بیگانی ہنگامی جماعت جو دو چار جماعتوں سے بُرے آدمیوں کی بہنایت کے ساتھ جماعت بنائی گئی ہے جس میں زنگی زافرنگی نما ظاہر ہو رہے ہیں جن سے تمام عالمِ ہستی نجس ہونیکے سبب سے خالی کرائے جانے کی ضرورت نظر آتی ہے ان کو اُس شہنشاہِ منور بنامِ شمس کے قیام و قعود کے انداز سے پر جبیں فرسائی کا حکم ہے وہ قومِ کم بخت سورج تک کو اعلیٰ نہیں سمجھتی نہ اس پہلی معلق راوٹی اکاس دھولاگری کو اعلےٰ سمجھتی بلکہ قبر و مٹی کو اعلےٰ سمجھتی ہے بڑی ملعون قوم ہے تو بلا دلیل سچ بات کو حق کہتے ہیں + اور اس حق سے جس قدر مستنبط ہوگا سب حق ہوگا + تو اللہ حق ہے + اس سے جس قدر حقوقِ حقانی حاصل ہونگے سب حقٌ علی الحق ہونگے + یہ سب مٹی۔ کیچڑ۔ پتھر اور جمیع مخلوق امراً اُس سے مستنبط ہوئے ہیں۔ نکہ وجوداً۔ کہ مٹی پرست حق پرست سمجھا جائیگا + یہ سب ہستی تو فقط کسی کی ہستی کی دلیل ہے + کہ وہ ہستی نہ ہوتی تو کسی کی کچھ ہستی نہ ہوتی + تو وہ ہستی اُزل سب سے پُرسِش کر سکتی ہے۔ اور خود پرسش نہیں کیجا سکتی + اُس کو مخلوق سے کچھ نسبت نہیں + کہ ہمہ اوست کی پرستش کر کے اپنا چھٹکارا کر لیا جائے + کھُلم کھلا باتوں میں جسے شریعت کہتے ہیں اُس میں وحدت الوجود و عالمِ شہود وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں + انتظامِ ظاہری و باطنی کے رو سے صاف اظہر من غطل الضحٰی ہے کہ ایک دوسرے پر فضیلت دی گئی ہے کہ سب کا خاتمہ روح اللہ پر ہوتا ہے۔ پس جو چیز اعلانیتہً جس کام کے لئے بنائی گئی ہے اس سے وہ کام لیا جائے۔ اُس عطیہ کے مطابق اُس چیز سے نفع جوئی مخلِ اخلاص نہیں + جیسے پانی کے پینے سے پیاس جاتی ہے اب اسکو خدا سمجھ کر نہ پینا یا اُس سے آبدست نہ کرنا بالکل بیجا ہے۔ خود آزاری کا مرتکب ہونا ہے اور اس دلیل سے خود بھی خدا ہوتا ہے تو ایک قسم کا خدا دوسرے قسم کے خدا میں داخل ہوا پھر کچھ مضائقہ نہیں ہوسکتا + مگر ایسا کیوں کہا جائے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ مسئلہ ہذا ہی غلط ہے۔ اسلئے کوئی چیز خدا نہ سمجھی جائے۔ اگر سب چیز خدا سمجھی جاتی ہے تو روح اللہ عین اللہ سمجھے جانے کا بدرجہ غایت مستحق ہے + جان سے کوئی چیز عزیز نہیں تو جان ہی کو روح و حیات کہتے ہیں تو رُوح اللہ کے معنے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی جان

تو اُس کو اپنی جان سے بڑھ کے کچھ عزیز نہیں۔ اُس کی رُوح کو فنا نہیں۔ لیکن تو اُس سے نفرت
کرتا ہے حتیٰ کہ خو کو خدا سمجھتا ہے مگر خدا کو خدا نہیں سمجھتا یہ سب ملعونیت کی نشانی ہے کہ ملک اللہ و
شمس اللہ و۔ و نجم اللہ و مطر اللہ و۔ بحر اللہ و۔ ارض اللہ و۔ خلیل اللہ و۔ کلیم اللہ و۔ عبد اللہ و۔ رسول اللہ و
لعنت اللہ و قہر اللہ۔ شیطان اللہ و خلق اللہ و غیر اللہ سب خالق تاش اور مخلوق ہیں اُنکی پرستش کرتا ہے۔
اور روح اللہ جو عین اللہ ہے اُسی سے دشمنی کرتا ہے کبھی اُسکو دجال کہتا ہے۔ کبھی اُس سے
برابری کا دعویٰ کرتا ہے کہ ذات صرف پہچان اور تعرف کے واسطے ہوتی ہے۔ جو پیشہ کے سبب
سے جدا کی جاتی ہے۔ ورنہ سب ایک ہی ہیں سب کا نتیجہ حیات و ممات ہے ظاہراً ایسا معلوم
ہوتا ہے ورنہ باطناً بہت بڑا فرق ہے پس ظاہری باتوں سے بحث کی جاتی ہے کہ اسی طرح کوئی
بارش ہونے کے سبب سے مطر اللہ کہا گیا کوئی آسمان ہونے کے سبب فلک اللہ کہا گیا کوئی خبر رسانی
کے سبب سے نبی اللہ کہا گیا۔ کوئی شیطنت کے سبب سے شیطان اللہ کہا گیا ورنہ منزلِ مقصود سب کا
واحد ہے۔ اور وہ نامحسوس الحواس تمام موجود ہے اس لئے سب ایک ہی ہیں تو اس کہنے سے بھی
آخر روح اللہ تمام حاضر و ناظر رہا۔ اور سب کچھ روح اللہ کا ثابت ہوا کہ فنا و بقا جمیع ہستی و نیستی
اور وجودِ ناممکن الفہم ایک کرۃ الفنا بنا کر حلقومِ روح اللہ سے غذاءً فرو کرایا جائے کہ مسئلہ اکل و ماکول
صادق آجائے۔ تو جب آخری نتیجہ بعید البعید نامتناہی زمانہ کے بعد ایسا اخذ کیا جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا
تو پھر کیوں نہیں بصراطِ مستقیم روح اللہ کو مثاب و مثویٰ قرار دیتا۔ اور نیک بننے کی کوشش کرتا
اُلٹا جھوٹھ موٹھ کا بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ چھچھوندر کی طرح نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے جھوٹھ موٹھ کا
چچیاتا ہے + بھلا تو کیا؟ اور تیرا چچیانا کیا؟ جس میں تو رہتا ہے اُس میں بول و براز ہے + مرنے کے
بعد خاک و سیاہ ہو جاتا ہے۔ ابتدا اُسکی نطفہ ہے اور انتہا اسکی جیفہ + پھر توبے برنجی بد قماش و بدمعاش
محض قلاشِ اوباش بالکل کندۂ ناتراش۔ رہ بدی کا یولداش تجھ پر کھلم کھلا رُوح اللہ کی بزرگی ثابت ہو رہی
ہے۔ ہر ذرہ روح اللہ کی بزرگی بیان کر رہا ہے + تمام مرسلین و مرسلات اُس طرف متوجہ کرا رہے ہیں +
اُس پر بھی تو اوس سے روگردانی کرتا ہے + کہ روح اللہ سے روگردانی عین اللہ سے روگردانی ہے۔
کیونکہ روح اللہ و عین اللہ ایک ہی ذات ہے۔ اُس نے اپنا اکائی کا جامہ اُتار کر خود کو خالص تنکار کھا
ہے۔ اُس نے اپنی اکائی کی خودی کے ساتھ ایسی ربط ضبط کر رکھی ہے کہ کبھی دوئی نہ ہو غرض کہ ؎ غزل

سجن سجن سے یہی بچن ہے بھجن ہی گائیں نہ گائیں دُھرا
جو گائیں دُہرا کہاں اکائی۔ اکائی میں ہے کوئی اِکہرا

جہاں دوہائی وہیں دہائی یہاں تو خالی ہے ایک قمری
کہ جس کے منہ میں ہے اپنی ٹھمری نہ حرف اُس میں نہ ہے گگہرا
وہ کیا ہے اُس میں کہ حق ہی سر ہے۔ وحق ہی حق بات کا مقر ہے
کہ حق کا کہنا نہ کچھ مضر ہے مضر ہے گر جھوٹ کا ہو بہرا
لِلْمُسْلِمِينَ لِلْمُسْلِمَاتِ لِلْمُؤْمِنِينَ لِلْمُؤْمِنَاتِ
لِلْمُحْسِنِينَ لِلْمُحْسِنَاتِ ہر اک جگہ کچھ نہ کچھ وہ ٹھرا
وَ طَیِّبَاتٌ لِلطَّیِّبِینَ وَ طَیِّبُونَ لِلطَّیِّبَاتِ
فَهُوَ حَیٌّ لَا اَجَل یحییٰ کہ دونوں پر خود ہی خود کا پہرا
کہ دیکھ لے سب کو یہ نظر بھر کہ کس کچہری میں سب ہیں نوکر
بہی کے ہیں یا بدی کے اندر پکار اُٹھا سب کسی کا چہرا
کہ سب بدی ہی کے آفسوں میں بحال ہیں عالی خدمتوں پر
کسی کو پنشن کسی کو منصب کسی کو جاگیر کا پھر ھرا
فلاں کے بابا فلاں کے دادا حسد کے لائن میں ماسٹر تھے
جو اُن کے بیٹے نے کی ترقی تو آج اتنا ہوا ہے شہرا
ترقی یہ ہے کہ آپ از حد مقربِ روحِ خبث ہو گے
جنابِ ابلیسِ شاہِ سیات ہیں۔ اور ان میں ہے ربط گہرا
مجال کیا کوئی کچھ بھی بولے ابھی ہو طوفان و سر قلم ہو
ہزاروں گالی ہزاروں پھکڑ تہذیبن کا ہو آب زہرا
ان آفسوں میں کوئی نہیں ہے بجز شیاطینِ لعنتی کے
یہ سب ملازم ہیں مارِ زہری جنابِ ابلیس ہیں سپہرا
یہاں سے بھاگو یہ ڈس ہی دینگے عدم قصوری ہے جرم از حد
تو پھر کچہری میں نیکیوں کے پہونچلے پاؤگے زہر ھرا
کچہری نیکی کی دور تر ہے ملازم اُس میں بہت ہیں تھوڑے
کہ حسنِ نیکی ز حد فزوں ہے مگر ہے دولہن کے منہ پہ سہرا
جہاں کہیں اُس نے خود کو بھیجا تو نیک لوگوں نے اُس کو پکڑا

بدی کے آفس کے نوکروں نے بنائے بہتاں اک سُنہرا
کہ اس کو چھوڑو سراس کا پھوڑو رُخ اپنا ہم سب کے سمت موڑو
کلائی اس کی پکڑ مروڑو اور اُلٹے دکھلاؤ پھر کٹہرا
کہیں بھی یحیٰی امن نہ پائے بدن کو کاٹو بدن نہ پائے
بدن میں رہ کر پوں نہ پائے تو اسے زمانہ پھر آگ لہرا

پس اے نالائق لوگوں تم اُس بھڑکتی آگ سے بچتے جاؤ ہو جو اُس میں نہ فنا ہونیکی سزا اور اُس کے ساتھ گستاخی کرنے کے جرم میں عاید حال ہونیوالی ہے۔ تو وہ گستاخی فقط یہی نہیں کہ اُس کو کسی زمانہ میں بہیکلِ انسانی دیکھ کر گالی گلوج سے پیش آنا بلکہ اسکو چھوڑ کر کسی دوسری طرف رجوع ہونا گالی گلوج کی طرح گستاخی ہے۔ اور گالی گلوج مذمت وغیبت تو بڑی سخت گستاخی ہے۔ اور بالمشافہ بےادبی سے پیش آنا اس گستاخی کی کچھ انتہا نہیں مگر شمس کو شمس کے نام سے پکارنا بیجا و معیوب نہیں۔ سُور کو سور کے نام سے پکارنا۔ غاصب وظالم کو غاصب وظالم کے نام سے پکارنا کچھ ضرر نہیں + اسی طرح کسی نبیؑ و رسول کو نبیؑ و رسول کے نام سے یاد کرنا مضر نہیں بلکہ جو اسکو نبیؑ و رسولِ روح اللہ کے نام سے قبول کریگا تو اُسکو بھی نبوت و رسالت کا جامہ و ثواب ہے جو اُس میں فنا ہوگا وہ مقرر روح اللہ تک پہونچیگا + کیونکہ وہ روح اللہ میں فنا ہے + مگر زیادہ تر مناسب و انسب یہ ہے کہ بصراطِ مستقیم روح اللہ میں فنا ہو۔ اُس کو تو فقط رسول کہا جانا ہی فخر ہے وہ تو ہے

شہید الدار محمود المزایا رفیع القدر محمود المعالی

ہو چکا + اُس کا تو صرف اسی قدر معین و معاون ہونا چاہیئے کہ اشہدُ اَنّ لاالہ الااللہ و اشہدُ اَنّ فلاں عبدہٗ و رسولہ۔ یعنے میں سچ کہتا ہوں کہ میں اس بات کا گواہ بنگیا ہوں۔ کہ یہ رسولِ روح اللہ اپنے بارہ میں سچ کہتا ہے۔ کہ یہ اُس کا رسول ہے۔ جہاں تک اُسکے موافق اور مفید دین و دنیاں احکام جاری کریگا اُس کے امر و نہی کو تسلیم کرونگا + اور اپنے بال بچوں کو سمجھاؤنگا کہ سے

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

پس تم اسکی ہدایت سے مخالفت نہ کرنی مثلاً اگر اُس نے یہ کہا کہ میرے بعد خود ہی آں حضورِ فیض گنجور منور الانوار و لوذعی النور طیب العناصر۔ جلیل المآثر۔ ملحق الاصاغر و الاکابر۔ عالی تبار معالی وقار۔ گرامی شمار۔ نامی ذوالاقتدار۔ سراسر برکتِ فیض رجت۔ خداوند نعمت صاحب عدالت جناب اعلیحضرت

جلیل القدر والجبروت سبحان رب العزۃ والملکوت سبحان رب الناسوت واللاہوت بنام روح اللہ جو عہدیں ہونے سے ملقب بہ القاب عہدی ہیں جل جلالہ وعم نوالہ رونق افروز وجلوہ گر ہونگے جن کا تلون حلیہ ازدم دعوی تا بہ اختتام دعوی بایں طرز متلون رہیگا پس وہ صاحب بموجب مفہوم ہذا کہ ؎ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت + رفت منزل بدیگرے پرداخت

طرح طرح کے انتظامات پُر از انصاف فرمائینگے اب جیسا وہ انتظام فرمائیں۔ انکو اختیار ہے + پس اُن سے مخالفت کرنے میں انہیں سب کنہیات سے سابقہ پڑتا ہے کہ گویا پہلے والے کا حکم نہیں مانا گیا ورنہ اُسکو قبول کرکے عدیم الاختلاف ہونے کو تسلیم کرتے۔ اس واسطے اول کی جمیع اطاعت بھی معنیً مخالفت میں شمار کیجائیگی + کیونکہ جو ساری شریعت کو مانکر تا آمدِ ناسخ الشریعتِ ثانیہ۔ اُس میں کی ایک ادنی سے ادنیٰ بات کو بھی ٹالتا ہے۔ تو گویا ساری شریعت کو رد کرتا ہے۔ اور اگر ناسخ الشریعت کے سامنے کسی بات میں بھی چون وچرا کرتا ہے۔ تو وہ سب شریعت مُسلّمہ واحکامِ قبول کردہ سابق کو رد کرتا ہے۔ پس وہ بھی مثلِ جمیع کفارِ ماسلف کے قطعی ہوجاتا ہے کہ نقصان درنقصان حوئی فی محارقۃ کا مصداق صادق آتا ہے فاعوذ باللہ من الحور بعد الکور + اس واسطے سرکشی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور اب اس جگہ دونوں کفار کی نسلً بعد نسلٍ کارگزاری پر غور کرنا مناسب ہے۔ کہ عالم میں نفع بخشئ وفیض رسانی کس زمرۂ کفار سے زیادہ ہوئی ہے + جس کی تلافی میں تادمِ فیصلہ مقدمہ ہذا معاف کئے جاینگے سزاوار قرار دئے جاسکتے ہیں۔ کس لئے کہ مرسلین کی تشریف آوری سے مقصود یہی ہے کہ عالم جسمانی وروحانی ظاہری وباطنی میں انتظام تصفیہ وتزکیہ ہو۔ قابلِ شاباشئ رُوح اللہ ہونیکے ماسوا سربسجود دربار میں حاضر ہونے کے لائق ہو۔ تو کہیں اگر فیصلہ کے وقت یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو مومن ومسلم تھے وہ بھی کافر ٹھیر گئے۔ اور کفار جو کفار کہے جاتے تھے اور درحقیقت کفار نہ تھے وہ اس قانون پر عمل کرنیکے سبب سے مومن کہے جانے کے سزاوار ثابت ہوچکے۔ تو ضرور ہے کہ اُن کی رعایت کی جائے پس قبل از فیصلۂ عام یہ حکم دیدیا جاتا ہے۔ کہ جو اس قانون پر عمل کرنیوالے ہیں۔ وہ حکمت وحکومت کے ماتحت رہ کر تمام کفارِ مسلم نما پر سبقتً وتسلطاً حاکم بنائے جانے کے حقدار سمجھے جاتے رہیں + چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوچکا۔ پس جس کی دنیا فتح ہوگئی اُس کا دین بھی فتح ہوچکا کیونکہ دین فتح کرنے کا یہ ایک ہولناک قلعہ ہے اسکے اندر سے دین ایسا پیدا ہوتا ہے جیسے پہاڑ سے جواہر بلکہ کل شئی کے ابواب اُس پر منفتح کردئے گئے۔ حتّٰی کہ نسیانِ ناسوت ولاہوت تک کے ابواب بکمالِ نعم النسیان والنساء مفتوح ہوچکے + تو جس پر اسقدر ابواب بے شمار منفتح ہونگے

وہی عالی نسب اور مکرم و مشرف مفضول و مقدس ہوگا + نہ کہ بہایم جبکو کسی بات کی تمیز نہیں کہ ہی تمیز و عقل و حکمت و لطافت سے عام بہایم سے عام لوگ مشرف سمجھے جاتے ہیں + پھر ان مشرفین میں سے جو زیادہ مشرف ہوگا اُسی کے لئے ڈگری کیجائیگی - تو جس کی طرف ڈگری کیجائیگی اُس سے ضرور پرسش ہوگی کہ اِن بہایم کو ابھی تک کیوں نہیں درست کیا؟ کیوں نہیں ان کو ابھی تک دنیا سے نیست و نابود کیا؟ کیوں ابھی تک ان سے دنیا کو نجس کر رکھا ہے؟ شاید تم اس قدر نعمتوں کے نشہ سے متوالے ہو کر اس مقدس کام کو بھول گئے - اس سے تمام عالم میں بڑی نقصانی پہنچی - پس تمہیں ان نقصانیوں کے بانی ٹھیرے + لہذا ہر فرد البشر علی حسب تصفیۂ عدالت واجب التعزیر قرار پایا - کیونکہ نیچرل سرکلولر کے مطابق ایک چیز دوسری چیز پر مفضول قرار پائی ہے تو جو زیادہ افضل ہوگا اُسی سے کوئی حاکم افضل الافاضل پرسش کریگا - جیسا کہ تمام عالمِ مرئی کا مالک و افسر جس کو افسرالدھر کہتے ہیں وہ آفتاب ہے کہ اپنی کشش سے سب کو خود کی طرف رجوع کئے ہوئے ہے - سب کو فائدہ بخش ہے - اسی پر دین و دنیا کا دارو مدار ہے - ٹوٹ جائے تو سب نقصان ہو - اسلئے ہر ذرہ اسکی پرستش میں لگا ہوا ہے - اسی کے رفتار کے بموجب جبیں فرسائی کا حکم ہے - لہذا اسکے ذمہ جواب دہی بھی بہت ہی بڑی ہے - اسی طرح جس کو حکمت و حکومت دیگئی ہے اوس سے پرسش ہے - اگر وہ پرسش لوگوں نے بے چون و چرا فوراً اوس پرسش کرنے والے کو اپنا حاکمِ علی الاطلاق سمجھ کر سر تسلیم خم کرکے کھڑے ہوگئے جب تو خیر ہوگئی ورنہ کسی کے لئے بھی خیر نہیں - مگر پھر حالتِ عذاب میں بھی حاکم و حکیم کی کچھ نہ کچھ ضرور رعایت کیجائیگی + کیونکہ وہ روح اللہ کے نام لیوا رہے ہیں + اس واسطے بہت ہی مناسب ہے کہ جو کچھ لوگوں کو اختیارات دے دِئے گئے ہیں کہ سب لوگ اپنی اپنی مشیت سے جو دل میں آئے کرتے جائیں پر کوئی اُن اختیارات کے بموجب روح اللہ میں فنا ہونے کی مشیت ظاہر کریں تو اگرچہ فنا ہو یا نہ ہو مگر باطناً قبول کرلیا گیا کہ گویا وہ فنا ہوا - اگر سچ میں فنا ہوگیا - تو اُس کے نایاب کرتوت سے لوگوں پر ظاہر ہو جائیگا کہ درحقیقت فنا فی روح اللہ ہے - جبھی حکمت آمیز و قدرت شعار کام کرتا ہے ورنہ کوئی دلیلوں سے فنا فی روح اللہ نہیں ہوا ہے - بلکہ چاہئے کہ جیسے وہ بلا دلیل روح اللہ ہے ویسے ہی بلا دلیل فنا فی روح اللہ ہو + اور یقیناً یہ سمجھ لے کہ روح الخبث اور روح القدس ہرگز ہرگز برابر نہیں - اگرچہ متشابہ بشکل و شمایل بھی کیوں نہوں چنانچہ کیا نہیں دیکھتے کہ چھیا - چوہا - گھونس - ساہی - سور سبز باول - مُرغ سیحا سب متشابہ ہیں مگر سب میں فرق ہے - فضیر وضفیر - عاذ رو عقبان یعنے لال چینٹی اور کالی چینٹی - لال مکوڑا اور کالا سب متشابہ ہیں - مگر سب میں فرق ہے - پھر روح الخبث و روح القدس

متشابہ ہو جانے پر بھی کیونکر برابر ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر اگرچہ خباثت بکثرت ہو جائے مگر طیبات کی قیمت اور مانگ زیادہ رہیگی۔ تو قیمتی چیز قیمتی ہی لوگ لینگے نہ کہ بے قیمت والے۔ پس روح القدس کا خریدار روح اللہ کا خریدار کوئی قدوس ہی ہو گا۔ اور جو لوگ خبیث الطبع اور مھموس الفواد۔ ابن البتان ہیں وہ ذم داساءت روح القدس کو اپنی لسنی البیانی وزیبق اللسانی شمار کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ روح القدس ہی تجرید کا بانی مبانی ہے۔ روح القدس ہی تفرید میں فردِ فرید لاثانی ہے۔ روح القدس ہی توحید میں ندی الکفینِ حقانی ہے۔ روح القدس ہی قندیلِ نورانی وحکیم ربانی ہے۔ تمام اوصاف سے وری الوری اور فوق الفوق ہے۔ اُسی کے ہیولاتی غم میں چوپٹ ناتھ سیہ پوش وروسیہ کیا گیا ہے جس پر لوگ عسراً اور یسراً بوسہ دیتے ہیں۔ مگر باوجود بدیں بوسہ وہی بھی ملعون کے ملعون ہیں۔ پس تم اے سب ملاعین کے ہجوم دیکھو۔ بجوم سب تدمیر واحتناک چھوڑ چھاڑ کے روح القدس بنامِ روح اللہ کے طرف رجوع ہوتے جاؤ۔ تم سچ سچ بات میں اقوال غیر ماقیل کی آمیزش نہ کرو۔ اس پر ضحک و اضحاک توہین وتہجین وتضنید وملامت کو راہ نہ دو۔ تحول وتقہقر کو اختیار نہ کرو۔ ثابت قدمی سے قدسیت کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ اس قدسیت میں ارادت وریا اور وضع وطرح سے پاک رہو۔ مرتد من بعد الایمان نہ ہو جاؤ + کردار موافقِ گفتار ظاہر کرو + یہ جبئہ وقبہ اور ریشہائے درازکی کچھ حاجت نہیں پیل مُرغ اور دونبہ کو بھی جبہ ہوتا ہے۔ ہدہد وطاؤس کو بھی قبہ ہوتا ہے۔ بکروں کو بھی داڑھی ہوتی ہے ان پروبال اور خارخس سے کچھ کام نہیں چلتا۔ گلاب کا کانٹا کٹیلا گلاب کی جگہ کام نہیں آتا۔ گلاب کا کام گلاب ہی کرتا ہے۔ یہ سب خاروخس تو ذیجان روح کے کانٹے کٹیلے ہیں + اسواسطے بھگل کی ٹٹی ہے + اس کے آڑ میں شکار نہ کھیلو۔ عالمِ بے عمل زنبورِ بے عسل ہے مفسد فی الارض ہو کر مصلح العالم ہونے کا دعوے نہ کرو۔ خسروخسران خسارا ہونیکی نشانی ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ سے باغی فی الایمان۔ لاغی فی الارکان۔ مقر باللسان منکر بالجنان۔ کاذب فی الایقان۔ الشیطانُ ازید۔ من الشیطان۔ بالکل ثقیل البیان کا لعثمان ثابت ہوتے رہتے ہیں + لہذا جب تک سب لوگ قدسیت میں ایک نہ ہو جاؤ گے ہرگز سلامتی سُلیمانی کو نہیں پہونچو گے پس اب یہ کہو کہ۔ غزل

سُناؤ بھی کچھ تم نے سُننے والو کہ کیا میں مدت سے بک رہا ہوں
چو نارِ بے دود دل ہی دل میں غضب کی آتش سے پک رہا ہوں
کہ سُنتے ہو یا نہ سُنتے ہو تم کہو تو کس پر کڑک رہا ہوں
یہ کس کو سمجھا رہا ہوں اتنا یہ کس کو اتنا جھڑک رہا ہوں

تڑپ رہا ہوں پھڑک رہا ہوں اور اپنے سر کو ٹپک رہا ہوں
پگھل پگھل کے گھلا ہوں اتنا کہ آنسو ہوکر ٹپک رہا ہوں

چو پادشاہِ سریرِ گردوں بہ چرخِ چارم چمک رہا ہوں
اگرچہ ہوں لاکھ اوج پر بھی مگر زمیں ہی کو تک رہا ہوں

تمہاری الفت میں اے عزیزو بچشمِ ایذا کھٹک رہا ہوں
سمجھتے ہو مجھ کو خار۔ لیکن چو راحِ ریحاں مہک رہا ہوں

اگر ہے دشمن کوئی تمہارا تو صرف تم ہو نہ اور کوئی
ہوا ہوں میں بدگماں اتنا کہ خود ہی خود سے چھنک رہا ہوں

اگرچہ بے بال و پر ہوں تاہم بلند پرواز میں ہوں اتنا
زمیں سے اُڑ کر فلک پہ پہونچا فلک پہ جاکر ٹنک رہا ہوں

کہ میں ہی میں ہوں نہ اور کوئی اگر ہے کوئی تو صرف میں ہوں
غرض کہ خود بیں پہنے۔ میں اپنے ہر اک طرف خود ٹنک رہا ہوں

تو مجھ کو زیبا ہے جو کہوں میں کہوں کہ خالی ہی چپ رہوں میں
تو حکمِ ظاہر پہ ہد معمل یہ دامن اپنا جھٹک رہا ہوں

انانیت کی ہے راگ اپنی تم اُس کو کاہے کو سن رہے ہو
جو سُن رہے ہو تو چپ ہی بیٹھو کہ گنج ہوں میں جھنک رہا ہوں

خدا کو معلوم کیا ہے یحییٰ خدا کے سِتر کو خدا ہی جانے
خدا خدا کرکے چپ ہوا ہوں تو جی ہی جی میں مسک رہا ہوں

کہ خدا معلوم تم لوگ کب تک نمک حلالی کو راہ دیکر اپنے سلطان رُوح کے ساتھ خوش سلوکی سے پیش آتے ہو کہ وہ اس صحبتِ عناصر سے مالامال ہوکر واپس جائے۔ کہیں اُلٹا خسارا میں نہ پڑ جائے چنانچہ صحبت کا نتیجہ گنج ہی ہوتا ہے نہ کہ رنج۔ پس روح کو اپنے کسی عالم میں رنج نہ پہنچاؤ۔ رنج وقت سب دشمن ہیں۔ دشمن ہی کو کافر کہتے ہیں۔ کافروں کو بیت اللہ بنامِ قلب میں نازل نہ ہونے دو نہ اُسکو جواری دیاری بناؤ۔ خو بیت الصفا بن کے اپنے کو اچھے خیالات سے طواف کرواؤ۔ عمر بھر کے لئے صفوت و مروت کو صحبتِ کاملہ بناؤ۔ جسقدر لوگ رہگرائے بادیۂ ضلالت اور رہبرائے ہامون جہالت ہیں اُنکی کاسہ لیسی نہ کرو۔ یہ یسل و نہار اُسکے کتاب المبین کی وہ

فصلیں ہیں جبمیں ظلمانیٔ و نورانی کی بحث ہے۔ ان کے پڑھنے سے عالم وجاہل۔ احمق وعاقل۔
خبث اور قدس کی حالت معلوم ہو گی۔ لیکن پڑھنے میں ذرا دیری ہو گی + اس لئے کہا جاتا ہے
کہ ناخن سے کوہ کندن اور کاہ برآوردن مشکل پڑیگا۔ چشم زدن میں شانۂ مژگان سے زلفِ سحاب
کی تمشیط ناممکن ہو گی + اس واسطے رسولوں کو جو رسولی کا مرض ہو چکا ہے۔ ان کا خلاصہ تبلایا
ہوا بہت روز تک بس کرتا رہتا ہے۔ اس پر ٹیکا دیکر کتاب المبین کا پڑھنا آسان ہو جاتا ہے +
اس کا بہت کچھ طریقہ تبلایا جا چکا ہے اور آگے تبلایا جائیگا اور ہجگہ بھی کہدیا جاتا ہے۔ کہ عشقِ
روح اللہ یعنے خالص عشق اللہ تکیہ ہے بغیر اس کے اکثر ثواب کا کام بھی گناہ میں داخل ہو جاتا ہے
اور بحالتِ عشق ہزارہا ہزار عذاب کا کام بھی ثواب ہو جاتا ہے جس کی ثبوت کثرت سے ملجایا کرتی
ہے + اور یوم التلاقی اُسی کے مطابق وجداً حسبنا کہنا پڑیگا۔ چنانچہ یوم التلاق بھی سر پر آچکا اور
ابھی تک لوگ خبردار نہ ہوئے + دیکھو جو کچھ اُس کے آنے کی نشانی تبلائی گئی تھی اُس میں کا
تقریباً سب حصہ پورا ہو چکا فقط قدرے قلیل باقی ہے جو اب بالکل ہی جلد پورا ہونا چاہتا ہے۔
جیساکہ لوگوں سے کہا گیا تھا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ہر طرف فراشی کی جائے۔ کیونکہ روح اللہ
بہ حیثیتِ احکم الحاکمین برآمد ہوکر تمام عالم کا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ لیکن یہ خدا معلوم کہ کس طرف سے
برآمد ہونگے۔ ارمن سے ہونگے یا کرمن سے۔ باختر سے ہونگے یا خاور سے۔ بائیب سے ہونگے
یا ایسان سے۔ خیروان سے ہونگے یا خراسان سے۔ روحانی عالم سے برآمد ہونگے یا جسمانی
سے۔ ظلمانی عالم سے برآمد ہونگے یا نورانی سے۔ عالمِ تحتانی سے برآمد ہونگے یا فوقانی سے یا دونوں
سے مرکب ہو کر + اس واسطے عنصریٔ و عنصری۔ روحانیٔ و جسمانی۔ سفلیٔ و علوی۔ عرشیٔ و فرشی سب کی
صفائی رہنی چاہئے + چنانچہ اگر وہ پہلے ارضی تشریف آوری کی طرف مخاطب ہونگے تو اُس کی
یہ نشانی ہو گی۔ کہ اُس دم پہاڑوں کا سر توڑا جائیگا۔ اور اُن میں سے دبیبِ دخین چلیگی جسکے انجن میں
پتھر کوئیلہ بلکہ جہنم کا جہنم سمندر کا سمندر جھونکا جائیگا + کہ اُسکی ہڑ ہڑاہٹ اور گڑگڑاہٹ سے
تمام وحوش وطیور بھاگتے نظر آئینگے۔ اور ستور و مطایا کو کثرتِ باربرداری سے پنشن ہونے لگیگی۔
خصوصاً جس ملک میں بکثرت اونٹ سے باربرداری کا کام لیا جاتا ہے۔ وہ بھی باربرداری سے
معطل ہو جائینگے۔ اور بذریعہ اُسی دبیبِ دخین کے جبمیں سے ایک خاص کلمہ کی آواز نکلیگی۔
ہر قوم کے لوگ بہ آسانی اِدھر اُدھر آنے جانے لگیں گے + کہ اُنکے آنے جانے کی خبر ایک
شوٹی کے ناکہ سے بوسیلہ خیط و سلک دور دور تک پہنچائی جائیگی۔ کہ اُس ناکہ سے جملہ کا جملہ بلکہ

بہت سے محل پار اُتر جائینگے - اور زمانہ ہذا کی روشنی بجلی کی روشنی کے آگے دھیمی پڑ جائیگی - اور پہاڑ
کا پہاڑ بیلون وغیرہ کے نام سے اُڑن کھٹولا اور تختِ رواں بنا ہوا بین السموات والارض کے خلا ملا رکھیگا -
چاند - سورج ایک بُرج میں جمع ہونگے - اور بڑے بڑے منوہر فی البحر کالاعلام کھڑے رہینگے - مطبع
جاری ہوگا - جریدے اور اخبار نکلینگے - اُسی زمانہ کے متصل بلا انفصال صحیفۂ یزدانی مطبوع ہو کر
نشر کیا جائیگا - سواد الوجوہ کی عملداری جاتی رہیگی - بیاض الوجوہ کی عملداری ہوگی - اس زمانہ میں ہاتھ
پاؤں - چہرہ مہرہ - قد وقامت - آواز و انداز سب گواہی دینگے - وہ کس طرح سے کہ پاسپورٹ - اور شہادت نامہ
پر اُنگلیوں سے نشان دلوائینگے کیونکہ ایک کی اُنگلی کا نشان دوسرے کی اُنگلی سے نہیں ملتا - اس کا
بہت بڑا علم ہے - اسی طرح لوگوں کا فوٹو اُس پر چسپاں کرایا جائیگا - کہ چہرہ مہرہ قد وقامت سب
گواہی دیں - فونوگراف میں آواز بند کر دینگے کہ آواز تک گواہی دے کسی طرح چھٹکارا نہ ہو - پس
کیا عجب ہے کہ وہی ناشر الصحائف ہی رُوح اللہ عادلِ موعود ہو کہ اپنی تحتانی تشریف آوری سے
فوقانی تشریف آوری کی خبر کرتا ہو - اس وقت چاہیے کہ سب لوگ سنبھل جائیں اور ادب سے پیش
آئیں - بصورت ادب سے نہ پیش آنیکے اگر وہ محبوب الرحمان بنامِ رُوح اللہ اپنی ہیکلِ جسمانی میں عالمِ
دُنیا قتل کیا گیا تو تمام اہلِ دُنیا گنہگار قرار پائینگے - آسمان گلابی ہو جائیگا - سرِ مقتول حق حق کا نعرہ مارتا ہوا
بالافق المبین روشن ہو جائیگا - پھر قطرین پاش فتحیاب نہ ہو سکینگے - غلولہ بغولہ شواظ من نار پر بنب یعنی بجینگے کوئی
دفعیہ کی صورت نہ ہوگی - پس تبدیل السموات والارض ہو جائیگا - سب مرسلات وعاصفات وناشرات
ونازعات وناشطات - ذاریات - جاریات وحاملات وسابحات وجمیع ارباب وغیرہا
وغیرہا سب قہر وغضب میں آجائینگے - اس وقت وہی سرِ مبارک پھر مجسمِ نورانی ہو کر سماوی تخت بنام
عرشِ مجید پر برآمد ہو کر بڑی تہاریت کے ساتھ بگل دلوا کے بولیگا کہ دیکھیں آج کس کا ملکوت السموات
والارض ہے مگر قبل از برآمد ہونیکے یہ سب آثار پیدا ہونگے کہ بحر و بر میں تنزلزل پیدا ہوگا کہ اندرونی اشیاء
تک تہ و بالا ہونے لگینگے کہ چاروں طرف سے ٹکرا کر انگار نکل پڑے کہ تمام ارض مہاد النار بنجائے اس
پر سے غواش یعنی گیا سلیٹ کی بارش ہونے لگیگی - اور اُس گیا سلیٹ پر دوسری قسم کی انگار کہ سب قسم
کی سماوی وارضی روشنی دھیمی پڑ جائیگی - ستارے ہٹ جائینگے - آسمان صاف ستھرا نظر آنے لگیگا
آسمان کی چکی پھرتے پھرتے دفعتہً ٹھیر جائیگی پھر ٹھیر کے آفتاب بسمیت متکور و بازگردان ہوگی جس سے
وہی سی حالت بھی تباہ ہو جائیگی - اسکے بعد پھر آسمان کے جھروکے سے وہ اُترنے والا رب الکائنات
واحکم الحاکمین صف بہ صف ملائک کی فوج لئے ہوئے عروۃ القصویٰ بنامِ امریکہ کے منارہ پر اُتر پڑیگا -

مجمع البحرین ویوم الحدید ہوگا - چشم عرب سے فوٹو اُچھا دیا ہونگے

کہ سب مرسے گرتے۔ بھاگے بچھڑے اسطرح فوج فوج دین اللہ میں کھچکر حاضرِ دربار ہونگے جیسے مقناطیس کا ٹکڑا تمام لوہچون کو کھچکر اپنی حاضری میں پیش کرلیتا ہے۔ اسدم وہ احکم الحاکمین بڑے موج میں آکر کہیگا کہ لو آج مرسلین کا وعدہ پورا ہوا۔ صرف اسی فرمانِ فیصل نامہ کی دیری تھی۔ حاضر کرنیوالا اور حاضر ہونیوالے عالمِ شہود وغیرہ سب شاہد و مشہود حاضر ہیں۔ پھر اوس روز مجرمین کی خیر نہیں۔ کیونکہ یہی احکم الحاکمین خلیفۂ سفاک الدماء ہوگا جسکے بارہ میں تمام مرسلین آدم سے لیکر ایں دم تک متعلم باسمائے کل ہو چکے ہیں کہ فلاں ابنِ فلاں آئیگا اور فلاں ابنِ فلاں کے بعد فلان آئیگا جیسے جیسے اُس کے آنے کا زمانہ قریب ہوگا عام طور سے لوگ اسکو بغور دیکھا کرینگے اور خاص طور سے تھوڑے بہت لوگ خواب میں بھی دیکھینگے۔ یہاں تک کہ نوبت بایںجا رسید کہ سلطانِ منصور و مظفر غیرِ مسرف فی القتل اور متمِ نور اللہ آگیا جو تمام خون کا بدلہ لیگا اور یہ تمام اسماء کا جامع ہے۔ امّا بصورتِ اینکہ لوگوں نے اُسکو قبول کرلیا تو ممکن ہے کہ پھر یہ سختی نہ کی جائے + مگر علم المعلوم کے رو سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لیہلکت من ہلک عن بیّنۃٍ ویحییٰ من حیّ عن بیّنۃ غرض کہ تم لوگ نہ باز آؤگے تو وہ سب پہلی آیت و نشانیاں ظاہر ہو چکیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارضی تشریف آوری اُس کی ہو چکی اب رہی فوقانی تشریف آوری کی نشانی سو وہ ہونی چاہتی ہے دیکھو بھگیا لنگوٹی سنبھالو ایسا نہ ہو کہ علامتِ ثانیہ بھی دفعۃً آجائے اور آیت اللہ نازل ہو جائے۔ لہذا مخالفت نہ کرو بھلے منسائی سے روح اللہ کی طرف انابت کو راہ دو جو لوگ برطبق پانے خبر ہذا کے پے در پے پیروی کرینگے تو کچھ خیر کی صورت ہے ورنہ قطعی نہیں تو اب دیکھو۔ نظم

مری حد سے بڑھ چکی مرحمت جو یہ کر رہے ہو مخالفت
بس اب میں سنو نگا نہ معذرت اسی دن کہ جسمیں ہے مہلت

واذا الجبال سُیّرت واذا البحار فجّرت
واذا السماء انفطرت واذا النجوم انکدرت

واذا العشار عطّلت واذا النفوس زوّجت
ولایّ یومٍ اجّلت واذا الصحائف نشرت

جو خدا کا دل سے ہو معتقد وہی رہیں اُسکے ہے مستعد
بس اُسی کی دُھن میں ہے متحد کہ جو رفتہ رفتہ ہو و تقفیت

نہ میں آدمی نہ ملک ہوں میں نہ زمیں ہوئیں فلک ہوئیں
نہ تو نور ہوں نہ چمک ہوئیں بھرت ہوئیں ہوئیں بھگت

نہ بقا ہوئیں نہ فنا ہوئیں نہ بنی ہوئیں نہ بنا ہوئیں
نہ ہُو ہوئیں نہ اُنا ہوں میں تو کہاں سے لاؤں انانیت

جو خدا بھی خود سے جدا رہا تو نہ خود رہا نہ خدا رہا
مگر ایسے ہی وہ سدا رہا تو اب کیا ہے وہ یہ نہیں سکت

ذرا دیکھو لوگونکی حالتیں ہیں کہاں تک ان کی حماقتیں
ہیں جہنمی کی علامتیں نہیں اسمیں انکی ہے خیریت

یہ سب خاص دن کے ہیں منتظر تو بہ کند یحییٰ نہ ہو مُصر
بس اب آچکا نہ ہے اسمیں سر تو پڑیگی غیب سے پھر چپت

وہ ہے وقت میسے ہی عہد میں یہ سُنا ہے بچی نے عہد میں	رہا عمر بھر ہی جہاں میں پس از قتل اُسکے ہے وہ ترت

توبھلا وہ ایساکون مردود قوم کا ہوگا جو ایسے حمید مجید بالکل منفرد آنے والا مستقل بالذات موجود فی الخارج والداخل پر دست درازی کریگا۔ وہ دست دراز اور اُس کے ساتھی سب مجرم ہیں۔ بلکہ جس نے اُسکے آنے کی خبر سُن کے اطاعت نامہ نہ پیش کیا۔ یا پیش کرنے سے کسی کو روکا۔ خواہ دل میں ایسا ارادہ کیا یا ارادہ کرنے والوں کو قصداً منع نہ کیا۔ یا اُس سے بے پروائی کی۔ یا خود کو اعلیٰ سمجھا۔ یا اُس کے آمد کو چھپایا خواہ چھپانے کی خواہش کی۔ یا اُس کی غیبت و مذمت کئے جانے کو روا رکھا یا ایسی خواہش کی کہ غیبت و مذمت جاری رہے تو بہتر ہے۔ تو جس مکان میں۔ جس جگہ۔ جس دل میں۔ جس مُلک میں۔ جس دُنیا میں۔ جس کونین میں۔ جس کاینٔ کی کائنات میں یہ سب واقعات پیش آئینگے بلا رُو و رعایت سب کے سب مفسد۔ موذی۔ قاتل و مجرم سخت ہونگے۔ کیونکہ اگر اس کا بل چلے تو سب کو مارڈالے خود کو خدا بنانے کی کوشش کرے بلکہ اُس پر بھی حملہ کرے اسواسطے سب واجب القتل و جایز الفنا سمجھے جائینگے نہ صورت و سیرت حکمت و حکومت قدسیت کے سزاوار سمجھے جائینگے ہرگز نہیں۔ اسواسطے چاہئے کہ لوگ ہوشیار رہیں اسمیں عقل کو دخل نہ دیں یہ قوت عاقلہ سے بہت ہی وریٰ الوریٰ ہے و اُس سے محسوس نہیں ہوسکتا کہ اس میں عدل و ظلم کی پہچان کیجائیے۔ کیونکہ ہر ایک کو ایسی عقل نہیں دی گئی ہے کہ منتہائے قدرت الہیہ کو دیکھ سکے۔ پس جسقدر عقل دے رکھی ہے اُسی قدر منتہا بینی کا مادہ دے رکھا ہے کہ اُس منتہا کے مطابق اُس کا معراج کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہر فرد بشر اپنے اپنے معراج پر قایم ہے۔ پس اس حُکم پر جب خواہ عقل معمل ہونے کا نام بھی معراج ہی ہے + جو اور معراج سے اعلیٰ معراج کہا جاسکتا ہے کیونکہ عقلاً اتنا سمجھ سکتا ہے کہ خلاف از حکم نہیں کرنا چاہئے اگر کریگا تو مجرم ہوگا تو ہر قسم کے مجرم ہوتے ہیں کہ اُنہیں میں سے بے سود بحث مباحثہ کرنے والے بھی مجرمین سے ہیں یہ لوگ یہ سمجھ رکھیں کہ سب کی عقل جدا جدا ہے۔ عقل کچھ بھیجا کا نام نہیں۔ سر تو صرف الفِ قامت پر ایک فوقانی نقطہ ہے۔ جسکی کچھ قیمت نہیں مگر بڑی قیمت ہے۔ سب قیمتی جواہر اُسی میں ہیں جسکو حواس کہتے ہیں۔ اگر یہ نقطہ جدا ہو جائے تو کوئی سرفراز بلند پایہ گردن دراز دگراں سایہ نہ ہو + کیونکہ جمیع اساس کا یہی مسکن ہے۔ سب چیز کا ماخذ ہے۔ سب چیز کی خبر اس میں پہونچتی ہے۔ کروڑہا چیز کوئی سیکھ لے سب اس میں طبع ہوجاتا ہے جس کو علم کہتے ہیں۔ تمام ہستی و نیستی کے لوادمات و لواحقات سے حواس ہی شریک اعظم ہے۔ جسکی خواہش کے ذریعہ سے بڑی بڑی صورتیں پائے تکمیل تک پہونچانے کے لئے قدرتِ قدسیہ نے اپنی ذمہ داری لیلی ہے

عقل و حواس

پس احساس ہے رہنما ہیں۔ اُنکی تنخواہ سب طرح کی غذا مقرر ہے کہ اسکے نفسِ بہیمیہ میں قوت آتی رہے جس سے اُس کا ظاہری جامہ قایم رہے۔ تو اُس نفسِ بہیمیہ کو چاہیئے کہ نفسِ ناطقہ کے تابع رہے۔ اور وہ احساس عقلیہ کا مطیع ہو۔ تاکہ کاروبار ظاہری میں خلل نہ واقع ہو۔ تو جس دم نفس ناطقہ تحصیل مجہولِ غیر محسوس سے کلیات کا نفع معلوم کرنا چاہیگا تو اجتماعِ قوی سے نتیجہ اخذ کر لیگا۔ جسکو قوتِ متصرفہ کہتے ہیں کہ اُس سے انطباق و مطابقت دیکر ایک ماہیت سے دوسری ماہیت ملا ملا کے حکم لگا دینے کا موقع پالیتا ہے۔ تو اُس وقت ایک رگ دوسرے رگ سے وابستہ ہوکر اطاعتِ غیر متلازمہ کے طور پر خواہش کے متحرک ہوتے ہی مجبوراً بمسطرِ اعصاب راہ طے کرکے فوراً دل تک پہونچکے اپنے ماتحتین کے توسل سے اُس خواہش کے انجام دینے کو ہدایتِ حاکمانہ کرتی ہے اُس کے انجام پانے سے اندرونی تاثیر دماغ کو بوساطتِ رگ مطلع کر دیتی ہے کہ کام انجام کو پہونچ چکا۔ تو فواضلِ ناقلہ کے لئے علم و تجربہ کی ضرورت ہے اور فضایل غیر ناقلہ کے لئے حواس و فضلِ عقلِ قدسی کی حاجت ہے۔ پس عقل عمر طبعی تک رہبری کرتی ہے۔ مگر دماغ کچھ عقل نہیں ہے ورنہ ہاتھی اور گدھے زیادہ عقیل ہوتے۔ لہذا ساز سے موسیقی مراد نہیں ہو سکتا۔ نہ ذائقہ سے زباں نہ دماغ سے عقل مگر دورانِ سر سے عقل پریشاں ہوسکتی ہے کیونکہ اُس کا ظرف ہے چنانچہ عقلِ محسوس بالحواس اپنی کارروائی کے لئے ایک جسمانی آلہ کی محتاجِ ضرور ہے۔ سو وہ دماغ ہے تو عقل و دماغ ظرف و مظروف قرار پائے جس کا علم اُس خالص عقلِ کل کو ہے جسکو عقلِ بشری ادراک نہیں کر سکتی۔ اگرچہ یہ کہنا بھی ایک ادراک ہے۔ مگر یہ خارج از ادراک سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ مفہوم کلی نہیں حاصل کرتا۔ اما اینکہ

گر از بساطِ زمیں عقل منعدم گردد　　گماں بخود نبرد ہیچکس کہ نادانم

اس واسطے ہر ایک بات پر بحث رہتی ہے اس کہنے پر بھی بحث جاری ہوگی۔ تو پہلے عقل کے معنے جاننا چاہیئے کہ اس کے بہت سے معانی ہیں منجملہ اُن کے ایک معنی علم کے ہیں دوسرے معنی ملک کے ہیں اور ملک الوکہ سے ہے تو الوکہ کے معنی فہرستِ مضامین و فرستادہ کے ہیں اور فرستادہ کو فرشتہ کہتے ہیں جو رسول کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو عقل ایک خفیہ رسول ہے جس کا مستقر دماغ قرار پایا ہے کہ وہاں بیٹھکر جانچ پرتال کرکے ہر ایک کو وقت کے مطابق رہبری کرتی رہے۔ اسی کو اہلِ تصوف غلطاً روح کے نام سے یاد کرتے ہیں اور حکما عقل و نفس ناطقہ کہتے ہیں جو اصطلاحاً جبرئیل یعنے قوت اللہ کہی جاتی ہے کہ ہر ایک قسم کی قوت جبرئیل ہوئی۔ تو روح جو ایک بہت بڑی قوت ہے۔ یقیناً روح الامینِ عام ہے جو سرمایہ بالاشتراک سے مدد لیکر اپنے فعل و انفعال کی کیفیت قائم کر رکھتی ہے۔

کہ کسی مہد کا پورا پتہ نہیں مل سکتا - کہ کس کس قسم کی قوتیں اسکی ممبر ہیں - اس کا تمام عالم لاہوتی عالم کے ماتحت
میں رہ کر کارگذاری تبلاتا ہے سکہ ظاہراً اچھی طرح فیصل ہوتے نہیں دیکھتا کہ حقیقۃً روح عقل کا نام ہے
یا عقل روح کا نام ہے کیا ہے ! لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہرگز ہرگز روح عقل کا نام نہیں ہے
کیونکہ بڈھے - بچے - احمق دیوانا اور دیگر جاندار سب میں روح ضرور ہے مگر سب میں روح و عقل برابر نہیں
بلکہ جیسی روح ہے ویسے فرشتے یعنی عقل دیگئی ہے - کہ دونوں ہم صحبت ہونے سے قریب قریب ہمرنگ
ہیں - کہ دو میں سے کسی کی بھی نہ مقدار معلوم ہوتی ہے نہ حد نہ کوئی کیفیت - بلکہ ہستیٔ روحانی کے عکس
کے تاثیر کی کوئی ایسی مختلف قوت ہے جو زنگارنگ حالت میں اپنے قوائے مدرکہ سے طرح طرح
کے مشخصات قائم کرتی ہے کہ وہی اظہار مفہوم علمی و مظہرِ عقل ہے نہ کہ روح عین عقل ہے - عقل نہیں ہونے
سے زندگی قائم رہتی ہے مگر روح نہ رہنے سے زندگی نہیں باقی رہ سکتی - پس دونوں دو چیز ہیں - مگر
اینکہ یہ وابستہ بروح اور روح وابستہ بحیثیتِ روح آفریں کہی جاسکتی ہے تو سب کے سب مظہرِ عقلِ کل
البتہ ہوئے نہ کہ عین اللہ اور عقلِ کل - پس اپنی ناقص عقل سے کام نہ لو - دوسرے کی عقل سے مدد لو - ورنہ
کہیں گر پڑ دے کے نکسیر پھوٹیگی مرضِ رعاف پیدا ہو جائیگا - بے عقل سے نقلِ قوت نہیں ہوتا - از لنگ
چہ سپہ و از غیر چہ خیر - و لاخیر چہ ضیر - عقل مطبوع و مسموع میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ اپنے ہاتھ ہلانے
اور رعشہ والے کے ہاتھ ہلانے میں فرق ہے - ایک اضطراری ہے دوسرے اختیاری - عقلِ مضطر
بخلافِ عقل مختار کے مشابہ بہ جنوں ہے ؎

خرد زیورِ نامداراں بود   خرد افسرِ تاجداراں بود

تو خردمند و ناخردمند دونوں کی حالت لحنِ قول - نواصیٔ و اقدام اور سیمائی وجوہ سے ہوشمندی و ستارہ
بلندی کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے اسی واسطے چہرہ مہرہ بولتے ہیں کہ چہرہ کا براعت الاستہلال
ایک قسم کا مہرہ ہے کہ فراسۃ النظر اُس سے پہلی ہی نظر میں تاڑ جاتا ہے - یہ چہرہ مہرہ یا مہرۂ عقل کچھ
معجون و جوارش اور فلونیا کھانے سے نہیں بڑھتا - نہ بازار میں ٹکے سیر بکتا ہے - ورنہ سب زردار اشیر الوجہ
اور عاقلِ معقول ہو جاتے - جب دل میں آتا تو علم و حیات سب خرید لیتے - غریبوں کے پاس کچھ نہ باقی
رہتا - اور حتی الوسع خریدتے بھی ہیں کہ اچھی اچھی چیزیں کھاتے ہیں خون اچھا پیدا ہوتا ہے - کسی قدر
چہرہ کی رونق اور حسن چہرہ بڑھ جاتا ہو اور حرارت پیدا ہو جاتی ہے - جس سے چستی پیدا ہو جاتی ہے ورنہ حرارت
کچھ روح و عقل نہیں اگر روح و عقل حرارت کا نام ہو تو انجن - اور سب طرح کی آتش اور آفتاب و کواکب کو
اک دم سے عقل ہونا چاہیئے - اگر ان کے لئے بھی جسمانی آلہ کی قید لگائی جائے تو کچھ نہ کچھ اپنا جسمانی

عوام الناس

آلہ ضرور رکھتے ہیں ورنہ محسوس نہ ہوتے۔ اگر اس میں ہیکلِ لحم ہونے کی شرط لگائی جائے تو فرض کرلو کہ شیر کی صورت میں یہ سب حرارتیں رکھدی گئی ہیں جس سبب سے اُس میں حرارت غضبیہ بھری ہوئی ہے۔ تو چاہیئے تھا کہ وہ بڑا عقلمند ہو کبھی کسی کے جال میں نہ آئے۔ مگر حماقتہً گرفتار ہو جاتا ہے + پس عقل موٹے خنگے لم ڈھینگے بشہزور اور محرور المزاج ہونے پر موقوف نہیں ہے ورنہ سب سنکھیا اور دگر گرم چیز کھانے والے اپنے بال بچے سمیت بڑے عاقل ہوتے۔ بلکہ بخلاف اسکے مع اپنی آل و اولاد سمیت سمیم اللسان ہوتے ہیں۔ کیونکہ تمام رگ و پیمان اُن کا مع دماغ یا ؤ سنایا بالکل مسموم ہو جاتا ہے۔ جس سے زہر یاری حرارت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حرارت سانس کی بتی کو مستی آمیز روشنی میں منور کر دیتی ہے۔ جس بتی کا تیل اُسکے جسمانی چراغ میں اُسی کا خون ہے۔ کہ اُس تیل بتی کے موقوفی پر اُسکی حیات کی معطلی ہو جاتی ہے اور یہی رنگ سب میں پایا جاتا ہے۔ مگر سب برنگِ دگر ہے گویا کہ ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگراست ہر بشر را وصف و خوئے دیگراست

کہ یہ سب خو و بو۔ رنگ و ڈھنگ دکانِ کائینات سے نعمتِ خفیہ دیکر نعمت وجود بے رکھا ہے + کہ پھر اوس وجود کے ذریعہ سے اور دگر اقسام کے معلومات سے چند چیزیں خرید کر خود میں دکان لگا دیا ہے + کہ اُسی کے مطابق خریدار لوگ اُس کے پاس آتے ہیں۔ اگر بدمعاشی و حرام زادگی و نجاست و حماقت کی دکان پھیلا رکھی ہے تو انہیں سب چیزوں کے حاجتمند اُس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور اسی قسم کے نجاست آلودہ خیالات کے حرارت سے اُس کی دماغی مشن کام کرتی ہے کہ دوسروں پر معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ افعال و اقوال و احوال سے عقل و حمق کا اندازہ معلوم ہو جاتا ہے۔ یہی بہت بڑے معیار و میزان ہیں کہ جانچنے والے جانچ لیتے ہیں اگر یہ نعمتِ عقلیہ اُن کے پاس نہیں تو بجائے اُس کے کہ عاقل سے مفت میں عقل کیا لینگے کہ اور اُسکے دشمن ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ دشمنی کا فعل اُسکی حماقت کی سند ہو جاتی ہے کہ یہ احمق اور وہ عاقل ہے کہ دونوں کی نیچرل سرٹیفکیٹ ظاہر ہو جاتی ہے چنانچہ یہ جو کچھ کہا جارہا ہے یہ سب آخر اقوال ہی ہیں۔ اِس سے عقل کا پیمانہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی قول و فعل کا نام امر و مشیت بھی ہے غرض کہ قول و فعل جو وہ حواس بنامِ عقول عشرہ کے ماتحت ہیں اُن کے قوت کے مطابق تجربہ کی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اوس تجربہ سے جو کچھ معلومات حاصل ہو تو اُسکو عقل جربی کہینگے جیسے تجربہ سے اسقدر اقسام کے ماکولات قائم ہوئے ادویات قرار پائے۔ اب اگر اوس عقلِ جربی کو قصداً ترقی دیتا رہے تو ایک زمانہ کے بعد اس کو عقلِ کسبی کہینگے جو محاضرات اور دریافت کردہ شی سے نتیجہ نکال کے حکم کرتی رہتی ہے کہ ایسا سننے میں آیا ہے۔ ایسا دیکھنے میں آیا ہے۔ ایسا پڑھنے میں آیا ہے اور ایسا

آدملانے میں آیا ہے۔ لہذا اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے۔ اب اگر خلاف ہوجائے تو اوسکی عقل جربی وکسبی سے خلاف
ہوا نہ کہ عقلِ وہبی۔ سے۔ وہاں تو یہ ثابت ہے کہ مخالفت کا دورہ آیا بس خلاف ہوگیا غرض کہ اس حیثیت
سے تمام جاندار کو عقل ہونا لازمی امر ہوگیا۔ کہ جان کی حفاظت کریں۔ چنانچہ ہر ایک جاندار کی حیثیت کے
مطابق ضرور اسمیں عقل ہے اور اسکو غور کر کے دیکھو کہ زاغ و کلاغ وغیرہ وغیرہ سب کی مستقل جداگانہ صورت
اور جداگانہ رسم و رواج اور جداگانہ عقل و نقل ہے جیسے۔ ایک چھوٹی سی پپلی۔ یکمی چینٹی کو لے لو۔ تو دیکھو
اس میں کسقدر عقل ہے۔ کہ اتفاق کو پسند کرتی ہے گویا یہ سمجھتی ہے کہ اعضائے جسمانی کے طرح مل جلکے
اکٹھا رہنا چاہئے کہ ایک دوسرے کو کام آئیں۔ پوری قوت حاصل رہے۔ ہر ذرہ کائنات سے کے مجموعی اتفاقی
صورت کا نقشہ اپنے اس اتفاق میں ہو کہ سب قبائل حضادم ہوں بدو و اعراب نہ ہوں۔ سکی آبادی ہے
بستی رہے کہ کھانے کمانے میں مزہ حاصل ہو۔ اپنی قدرتی قوتِ شامہ کا زور جس خوراک کے سونگھ لینے
میں تیز کر دی گئی ہے اسکو سونگھ کر پتہ لگا کے اپنے ہمجنس کو خبر دینی چاہئے کہ ڈھوڈھا کے اپنے گھر
میں لے آئیں۔ چنانچہ جب یہ کسی چیز کو لانے جاتی ہے تو اپنے قافلہ کے لائین میں تیزی سے گذرتی ہوئی
مزاج پرسی کا رسم ادا کرتی کراتی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوتی ہے ہرگز راستہ نہیں بھولتی۔ برسات
کے پہلے اپنا سارا راشن اور رسد جمع کر لیتی ہے کیونکہ یہ بخوبی سمجھتی ہے کہ اقل ما یکون من انداء المیاہ
اُس کے لئے ایک طوفانِ عظیم ہے چہ جائیکہ موسم باراں یہ تو گویا یوم قاصف یعنے یوم القتل ھدی ہی
ہوجائیگا۔ اس واسطے پہلے ہی سے بندوبست کر لیتی ہے۔ اگر مہیا کرنے کرانے میں اُس کو کوئی دانہ
گندم وغیرہ ملگیا تو اُسکو دو نیم کر دیتی ہے تاکہ اسمیں مادۂ نمو نہ باقی رہے۔ کبھی اوسکو دھوپ میں نکالکے
سوکھاتی بھی ہے اس تمیز کے ساتھ یہ بہادری کہ خود سے دو چند بوجھل چیز اُٹھا کے لیجاتی ہے غصہ
کے وقت کاٹنے کا فعل کام میں لاتی ہے۔ اگر کائنات کا کائنات مردار ہوجائے تو سب کو کھا جانیکو
تیار ہوجاتی ہے۔ جب مرنے کا وقت آیا تاہم اپنی بلند پروازی نہیں چھوڑتی بلکہ خود کو پرندہ بنا دیتی
ہے پھر اس پر بھی پرندۂ عاشق بنامِ پروانہ کہ انوار نما چیزوں پر ازتہِ دل ویسی ہی فریفتہ و جاں نثار ہوتی ہے
جیسے پہلے اپنی چونٹی پنے کی حالت میں شیرۂ و شہد پر عاشق ہو کے جاں نثار ہو جاتی تھی۔ کہ آخری
نتیجہ ہستی اپنا عشق بازی میں تمام کر دیتی ہے تو یہ سب شناخت کی قوت کہ یہ اچھی چیز ہے۔ یہ میٹھی چیز ہے۔
یہ کڑوی چیز ہے۔ یہ برسات کا زمانہ ہے یہ گرمی کا زمانہ ہے۔ ایک چیز آفتاب ہے جو چیزوں کو سوکھاتا
ہے۔ یہ بوسیدہ ہے یہ نابوسیدہ ہے۔ یہ دمیدہ ہے یہ نادمیدہ۔ سب عقل و دانائی پر محمول ہوا اس کے
علاوہ جس طرح چونٹیوں کا موسم ختم ہونے کے بعد چونٹی غائب ہوجاتی ہے پھر نہیں ملتی۔ بلکہ اسی طرح

علم النمل

سب چیز کی حالت ہے۔ میں بھی اُن چونٹیوں کے بیان کا موسم ختم کرکے دوسری چیز کے بیان کا موسم
شروع کرتا ہوں کہ اب کھٹمل کو لے لو! اسکو دیکھو ہم! اگر بسترہ رنگین ہے تو بھاگتے وقت رنگین دھاری
سے بھاگتا ہے+ تاکہ اُسکے ہمرنگ ہونے میں۔ ناظر کی نظر خطا کرجائے۔ گویا اسکو ناظر اور نظر کی
حالت سے اطلاع ہے۔ اور خود کے پکڑے جانے کا مفہوم خوب سمجھتا ہے+ اگر بسترہ پر آنے کا
روک کیا جاتا ہے تو خود کو چھت پر سے جاکے بچھونے پر گراتا ہے۔ یہ تو ادنٰے ادنٰے نمل و
قمل کی حالت ہے پس جو اُن کو نہ بھولا ہو۔ سب چیزیں دے رکھی ہوں وہ اُس سے اشرف
مخلوق کو کیسے بھولا ہوگا۔ ہرگز نہیں بلکہ سب کو عقل و دانائی دینے کے علاوہ ایک دوسری عقلِ مجسم
بھی اُسکا ہمجنس بناکے اسکی رہبری کے لئے ضرور بھیجا ہے۔ ورنہ رہبری کرنے والا ہرگز رہبری
نہ کرتا۔ تو اب اس جگہ سے چونٹی پہلی کی حالت چھوڑکر ذرا کبیر الجثہ مخلوق کی حالت ملاحظہ کرو مثلاً
اُس میں سے ایک چوہا کو لے لو پھر وہ کسی قسم کا ہو کیونکہ سب چیزیں جنس اصناف ضرور ہیں۔ تو وہ
کسی جنس کا ہو اُس جنسیت کے مطابق اُسکو حصّہ ملا ہوگا۔ مگر معمولی چوہوں کی حالت بیان ہوتی
ہے کہ اس میں زور دار صبر و حافظہ نہیں ہے مگر ضرورت کے مطابق روح و عقل ضرور ہے جیسے
بلّی نے حملہ کیا اور یہ بل میں گھس گیا۔ ہنوز دو منٹ نہیں گذرے۔ کہ بل میں جاتے جاتے بلی کا
حملہ بھول گیا اور بے صبری سے باہر نکل آیا۔ کیا غضب کی بات ہے کہ ظاہری معاملہ سے اُسکے
تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ بلی کی صورت و ہیبت کہ اُس کے حق میں اکرم مجسم ملک الموت ہے اُس
کو بھول گیا۔ اور جس جگہ کوئی کھانے پینے کی چیز ہے وہ جگہ خوب یاد ہے کہ گویا حافظہ اپنا خصوصیت
کے ساتھ رکھتا ہے چنانچہ اب یہاں سے اسکی سمجھ پر غور کرو کہ اگر کسی جگہ شہد کی بوتلی ہوتی ہے۔ تو
اُس میں سے حتی المقدور بچا بچا کے کھاتا ہے۔ کھاتے کھاتے جب اس کا منہ وہاں تک نہیں پہنچتا۔
تو اپنی دُم کو اُس میں ڈبو کے چاٹتا ہے یا اپنی دُم کو دوسرے چوہا سے چٹواتا ہے۔ اور دوسرے چوہے
کی دُم خود چاٹتا ہے۔ اگر تیل کی بوتلی ہے تو اُس میں پانی لاکے ڈالتا ہے پھر اُسکو مصرف میں
لاتا ہے۔ اُسکو بذریعہ عقل پوری طرح سے علم ہے کہ تیل پانی کے اوپر چڑھتا ہے اور یہ تیل ہے اور
یہ پانی ہے۔ یہی سب سائنس اور فلسفہ ہے۔ گویا چوہا بلی تک فلسفی ہے۔ اسی طرح انڈا کو بڑی خوبصورتی
کے ساتھ لیجاتا ہے۔ ان سب حرکات سے اُسکے کس قدر نمونہ عقل و دانائی ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا یہ
فلسفی چوہا جو مٹی سے ترقی پاتے پاتے چوہا ہو کر آئندہ کی ترقی کا اس طرح امیدوار ہے جس طرح تم
ترقی کرتے کرتے ہزارہا ہزار شکلیں بدلتے ہوئے انسانی ہیکل میں آکر آئندہ کی ترقی کے امیدوار ہو۔

کلمۃ اللہ جو ابتدا میں ایک کلمہ تھا اور بنام روح اللہ مجسم ہوا۔ اسی کلمہ طیبہ کا یہ سب کائنات پھل
پھول ہے کہ اصل الاصول اُس کا غائیبستان کے غیب الغیب میں ہے اور برگ و بر اُسکا ظاہرستان
میں کہ کندۂ ناتراش جنم میں جائیں یا تی سمنکر اصل میں تو اصل اُسی کا ہے جو روح اللہ میں مسکن بنائیگا۔
وہ دس یا پانچ نہیں محض وحدہٗ لاشریک ہے۔ تو باوجود اسکے کہ وہ چوہا عقل رکھتا ہے۔ مگر اس عقل رکھنے
پر بھی ایک احمق انسان کے عقل سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا + اسی طرح ہزارہا ہزار عقل رکھنے پر بھی۔
عقلِ روح اللہ جو عقل کل آفریں ہے اوس سے مقابلہ نہیں کرسکتے + اگر ایسا سمجھتے ہو تو محض افین الرائے
ہو۔ کیونکہ جس میں خاص اللہ کی روح ہوگی اُس میں خاص اللہ کی الوہیت مآب عقل ہوگی۔ جس
میں یہ روح نہیں۔ اُس میں وہ عقل نہیں پھر اُس سے جو برابری کا دعوے کرے تو فیول الرائے نہیں
تو اور کیا ہوگا۔ پس عقل و روح و جان سب میں فرق ہوا۔ کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں جان نہ
ہو۔ بلکہ جان میں بھی جان ہے۔ پس کوئی چیز بے جان نہ ہوئی۔ لہذا ہر جاندار کی جانی حالت
دریافت کرنے کے لئے اُسی قسم کے جان کا آلۂ ذریعہ ہونا چاہیئے۔ جیسے کوئلہ میں انگار لگائی
گئی تو کوئلہ میں بھی جان ہے اور انگار میں بھی جان ہے۔ ایک جان کی خاصیت یہ ہے۔
کہ جلجائے دوسرے جان کی خاصیت یہ ہے کہ جلا دے + یکے بادیگرے فاعل و منفعل روحیں
ہوئیں + پھر اوس سے جو خاک پیدا ہوئی اُس خاک میں دوسری قسم کی روح پیدا ہوگی یہاں
تک کہ نیست ہوجانے پر بھی اوس نیستی و فنا میں اُسکی ہستی کے مطابق جان پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ
دفترِ ہستی و نیستی کا محکمہ منسوخ ہونے سے موت و فنا کی جان نکالی جاسکتی ہے + کہ وہ سب جاں
صرف جانِ جاناں کے لئے وقف ہے جسکو روح اللہ دیکھی کہتے ہیں جو بشکلِ بنی آدم از خود
مکرم و معظم ہوکر ابنائے آدم کا ہمجنس بنکے سمجھاتا ہے + کہ تم لوگ اس قدر وزین الرائے اور عریض العقل
بنتے جاؤ۔ کہ خود کا ہیکل روح اللہ کا ٹمپل بنادو۔ اسکو خوب صاف کرو۔ کہ صوفی و مصطفیٰ بنجاؤ۔ اُسمیں
عقل قدسی کا چراغ روشن ہونے دو۔ کہ روشن دماغی و روشن ضمیری حاصل ہو۔ ہر چیز کا موسم ہے۔ جیسے
جو پہلے مکڑی ہوتی تھی اب نہیں ہوتی۔ پھر ہر موسم کا رنگ ہوا کرتا ہے اور ہر رنگ کا بھی ایک رنگ
ہے۔ حماقت کے موسم میں احمقستان سے کنارہ کرو۔ حماقت کے صبغہ سے مصطبغ نہ ہوجاؤ۔ جیسے
مکڑی مکھی پر عاشق ہے اور مکھی بول و براز پر اور بول و براز مٹی۔ کیچڑ پر۔ تم خالص روح اللہ پر عاشق رہو۔
تو وہ عشق مزور و زور یا جعلساز اور پولیٹیکل ہونے سے نہیں حاصل ہوتا نہ زنگی زافرنگی نما ہونے سے
حاصل ہوتا ہے نہ حجت و بحث ہونے سے حاصل ہوتا ہے وہ سرِ تسلیم خم کرنے سے حاصل ہوتا ہے +

ورنہ اس حیثیت سے تو سب کلکلِ ناہنجار۔ قد بیلِ ماق وعظیم الجثہ۔ عمر۔ و بیبر حصی صاحب حق کو
اہلِ آب نزول وغیرہ وغیرہ عاقل و عاشقِ روح اللہ قرار پا جائینگے۔ حالانکہ ایسے ہی لوگ اکثر
احمق ہوتے ہیں۔ چنانچہ خنیث وعنیس تو ایک دم احمق عقام الخلق۔ بزدل بخیل۔ حاسد۔ اور
مکار ہوتے ہیں۔ کیونکہ آلۂ معلوم خیمۂ دماغ کا درمیانی عمود ہے جس کی طنابیں اور رگیں ڈھیلی
پڑجاتی ہیں۔ خیمۂ دماغ رال پرال ہو جاتا ہے۔ اُس میں کی روشنی گل ہو جاتی ہے۔ سارا جسم اندھیرا
پڑ جاتا ہے۔ اس ظلمات میں مطلق آبِ حیات بنامِ منایا نہیں باقی رہتا۔ کہ بہت سے جالوں کی
روشنی اُس میں چمکتی رہے۔ اس واسطے اکثر اُسکی خوبیاں زائل ہو جاتی ہیں۔ تو اب چاہیئے کہ صاحبِ
فتق اور اہلِ آبِ نزول بالکل اسکے برعکس ہوں۔ وہ ان سے بدتر ہیں۔ کیونکہ اندرونی اُن میں زیادہ
نقصانی ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شباب اور کثرتِ آب حیات کا نام رُوح وعقل ہے کذالک الام
جب کنواری عورتوں کو اس حبل الورید۔ خطِ عقل بہ عُقلت شعار بہ شکلِ ہذا (═) یا بشکلِ ھذا
(┼) سے سابقہ پڑتا ہے تو بہ نسبت اُن کنواری کے عقیلہ ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر فحاشہ بہ اعتبار
دگر عورتوں کے زیادہ چالاک ہوتی ہیں تو یہ صرف صحبت اور میل جول کا سبب ہے تو جو تعلیم یافتہ
لڑکیاں بکمالِ عصمت آزادانہ طور سے باہر نکلتی ہیں۔ یا کی میل جول کے اثر سے متاثر رہتی ہیں۔
وہ کچھ نادان نہیں ہوتیں بہت ہوشیار رہتی ہیں۔ چنانچہ جناب حضرت **میری اماں جان**
صاحبہ قبلہ یعنے حضرت بی بی مریم صاحبہ صلی اللہ علیہا ایسی دانا و بینا و عاقلہ اور مقدس
تھیں کہ جبرئیلِ نورانی منور شکل میں خادمانہ طور سے حاضر ہو کر قدمبوسی بجا لائے۔ حضرت عیسیٰ
و یحییٰ ایامِ صباہی میں عقل و حکم سے پرُ تھے پھر رُوح و حیات ہونے پر بھی خالص روح و حیات کہے گئے
حالانکہ ابھی اُن میں آبِ حیات پیدا ہونے کا زمانہ بھی نہ تھا۔ اگر آبِ حیات پر عقل و حکم منحصر ہو۔ تو
خدا کو بالکل عقل آفریں نہیں ہونا چاہیئے۔ اور بلی۔ کُتا۔ سانپ اور عصفور وغیرہ وغیرہ میں بہت کثرت
سے قوتِ عاقلہ ہونا چاہئے مگر ہرگز نہیں ہے پس عقل و دانائی شباب و جوانی۔ کبیر الخصیٰ ہونے پر
منحصر نہیں رہی + بلکہ یہ ایک خالص فضل الٰہی ہے + پس آنرا کہ عقل بیش غمِ روزگار بیش + کیونکہ
جس کو زیادہ عقل ہوگی زیادہ فکر ہوگی۔ جسکو زیادہ فکر ہوگی زیادہ دُبلا ہوگا۔ جو زیادہ دُبلا ہوگا۔ اُس میں روحانی
قوت زیادہ ہوگی جس میں روحانی قوت زیادہ ہوگی زیادہ لطیف ہوگا۔ جو چیز لطیف ہوگی نازک ہوگی
جیسے آگ عناصر میں بہت ہی لطیف ہے کہ مارے لطافت کے آندھیرا کو اوجالا کرتی ہے مگر ذرا سا ہوا کے
جھونکے سے غائب ہو جاتی ہے اوس سے زیادہ جو عقل و روح لطیف ہے اُسکی بارے لطافت کے یہ حالت

علیہا السلام

ہے کہ حضور فی الغیوب اور غایب فی الحضور ہوکر کبھی دونوں سے پاک رہتی ہے اس کا پیدا کرنیوالا جوخدا ہے وہ اس قدر لطیفِ لطافت آفریں ہے کہ ندلدد کے عالم سے بھی غایب بلکہ نمایستان کے غیب الغیب سے بھی غایب مگر ہے ضرور کہ اسکو جاننے کے لئے اُسی کی قدرتِ قدیمیہ ہونے کی ضرورت ہے کہ وہ اسکی روح یعنی عینِ اُسی کو خبر ہے۔ جسکی طرف تم بنامِ روح اللہ ہدایت کئے جارہے ہو مگر اپنی کم عقلی سے خود کو روح اللہی الوہیت مآب عقل کا مالک سمجھ رہے ہو تو یہ بھی از روئے علمِ حماقت ایک گونہ بجا ہے جس کو لعنت سے نسبت کر سکتے ہیں کیونکہ ؎

مُرغ بریاں بچشمِ مُردم سیر — کمتر از برگ و ترہ برخوان است
وانکہ را دستگاہ و قدرت نیست — شلغمِ پختہ مُرغ بریان است

اسی مفہوم کے مشابہ اپنے تھوڑے سے خیالی پلاؤ کو عقلی مُرغ پلاؤ سمجھکے سیر ہو رہے ہو۔ اور جہاں عقل اللہ و روح اللہ کی گذر ہے وہاں تمہاری سب قسم کی عقلیں حماقت میں داخل ہیں۔ اور ثابت کرکے چھوڑ دی جائیگی۔ تو اب تم کو غور کرنا چاہئے کہ عقل کسکو کہتے ہیں۔ اگر عقل اختراع و ایجاد۔ صانع۔ بدایع۔ اور خلق و تخلیق کا نام ہے تو بیا جو ایک چڑیا ہوتی ہے وہ اور عنکبوت وغیرہ وغیرہ کو بغیر کسی مشن کے اپنا ایسا گھر بناتی ہیں۔ اور ابتداء سے اگر انکے گھروں کا فوٹو لیا جاتا تو اس زمانہ کے گھر سے فرق ہوتا۔ یہ بھی ترقی کرتے ہیں یہ عاقل کہے جانے کے مستحق ہوئے۔ پھر جملہ اقسام کے مادیات جن سے خلق و تخلیق کا سلسلہ جاری ہے یہ بھی عاقل ہوتے۔ چنانچہ ضرور کہہ سکتے ہیں کیونکہ سب میں جان ثابت کی گئی ہے تو حفظانِ جان کے لئے عقل ضرور ہے تو جس سے عاقلانہ حرکات سرزد ہونگے عاقل کہا جائیگا۔ مگر فرق یہ ہے کہ عقل کسی خاص جنس و شئی پر موقوف نہیں۔ مگر سب کی صورت سیرت عقل و نقل صوت موت حلیۂ و قیافہ میں ضرور فرق ہے اُس تفرقہ کے مطابق اُس کا ظہور بھی جدا ہوتا ہے پھر اوس ظہور کا بطون بھی جدا ہوتا ہے اس لئے جسمانی و روحانی عقل بھی جدا ہوتی ہے کیونکہ اگر فرق نہ ہو تو سب ایک ہو جایئں اس واسطے سب کے عقل کا جدا نام ہے۔ یہاں پر محسوس ہوا اس جاندار کی عقل کی تقسیم بتلائی جاتی ہے کہ حیوانوں کی عقل کو شعور کہتے ہیں۔ حیوانی عقل اور دیگر قسم کی عقل میں تفریق کرکے بتلانے والی عقل کو تمیز کہتے ہیں۔ اس تمیز سے جو بات حاصل ہوتی جائے کہ اُس سے نفع و نقصان میں فرق محسوس ہو تو اُس اوزار کا نام عقل جبلی ہے اُسکو کثرت سے حاصل کرنے کا نام عقل کسبی ہے اگر ان دو کے مدد سے ایجادی قوت پیدا ہو تو اس قوت کا نام عقل اختراعی ہے۔ جو کوئی اُس اختراع کردہ چیز کو سیکھے تو اسکی عقل کو عقل تعلیمی و صنعی کہینگے۔

ماخذ

رجوان عقل

اقسامِ عقل

اسی طرح فراست ۔ کیاست ۔ درایت ۔ حکمت ۔ فہم و تفقہ وغیرہ وغیرہ سب میں فرق ہے ۔ ان سب عقول کے لئے جسمانی آلہ کی حاجت ہے بخلاف عقل روح اللٰہی کے کہ اسکو کسی چیز کی حاجت نہیں اور تمام کائنات کو نمونۂ عقل بنا دیا ہے کہ اُسکی نمائشگاہ کے احاطہ میں سب قسم کی دولتیں اور نعمتیں رکھی ہوئی ہیں کہ اُن دولت سے جو دولتِ مال ہے کہ اُسکی قدر و منزلت عقل کے سبب سے ہے ۔ اگر سب پاگل ہو جائیں یا حیوانوں کی سی عقل رکھیں تو اُسکی کچھ حاجت نہ باقی رہے ۔ مگر اسکی حاجت ہونے سے قاضی الحاجات کا کام کر رہی ہے ۔ اسمیں بھی زوال ہے کہ سلطنت کی سلطنت جاتی رہتی ہے ۔ بادشاہ گدا ہو جاتا ہے ۔ اب اس دولت کو چھوڑ کر دولتِ جمال کی طرف نگاہ ڈالو کہ مرہم خستہ دل ہے ۔ اسمیں ایسی کشش ہے کہ عاقل و احمق ۔ دیوانہ اور سیانا ۔ امیر و فقیر ۔ دولتی اور بے دولتی سب کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی واسطے یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے جمال بہ از خوبیٔ مال ان اللہ جمیل و اللہ یحب الجمال ۔ لیکن اسمیں بھی زوال ہے کہ بچپن میں بچپنے کے ساتھ شریک جوانی میں جوانی پنے کے ساتھ ۔ بڑھاپہ میں بڈھاپہ کے ساتھ لہذا النقصانی پائی گئی اب اس کو چھوڑ کر اپنی دولتِ وجود سے جو دولتِ آل و عیال مع حسن و جمال حاصل ہوتی ہے اُس کو لے لو ۔ تو علی ہذا القیاس اُس کا بھی وہی نتیجۂ زوال ہے ۔ مگر دولتِ کمال جس کو کمال کہتے ہیں کہ محدودیت و نامحدودیت ممکن المفہوم و ناممکن المفہوم وغیرہ وغیرہ سب میں کامل ہو یا اُس کا کوئی شمہ ہو وہ البتہ ایک اچھی حد تک دولت کہی جا سکتی ہے چنانچہ اوس دولت کے ایک ادنے شمہ سے اللہ کے یہ شمہ ہے کہ وہ جس کو دُنیا وی علم و عقل و دانائی یعنے بہت ہی نیچے والی علم و عقل و دانائی کے نام سے یاد کرتے ہیں کہ اُسی پر بحث بھی جاری ہے اگر وہ کسی کے پاس ہوتی ہے تو ایسی اوس سے ایک جہتی رکھتی ہے کہ گویا عین اُسکی ذات ہی ہو جاتی ہے کہ جس دم وہ حضر میں ہے تو وہ بھی حضر میں ہے ۔ جب وہ سفر میں ہے تو وہ بھی سفر میں ہے ۔ اگر وہ سقر میں ہے تو وہ بھی سقر میں ہے ۔ جو وہ حشر میں ہے تو وہ بھی حشر میں ہے ۔ اگر وہ نشر میں ہے تو وہ بھی نشر میں ہے ۔ پیدا ہے تو یہ بھی پیدا ہے ۔ اگر وہ ناپیدا ہے تو یہ بھی ناپیدا ۔ مہد سے لحد تک رفیق ۔ دُنیا سے علیا تک شفیق ۔ انیس در وحشتِ جلیس در دہشت ۔ حاضر در خلوت ۔ حاضر در جلوت ۔ نہ آگ سے محروق ۔ نہ پانی میں مغروق ۔ نہ ہوا سے مفروق ۔ نہ مٹی سے مطبوق ۔ نہ کسی سارق سے مسروق جس قدر خرچ کرو اُسی قدر بڑھتی جائے ۔ کوئی مال کی حفاظت کرتا ہے تو یہ سب کی حفاظت کرتا ہے ۔ اس کا انحطاط ہونا سب کا انحطاط ہو جاتا ہے ۔ پس ایسی دولت حاصل کرنیکے لئے سب کو چاہئے کہ اپنی جہدِ جزیل اور کوشش میں اُسکے حاصل کرنے میں صرف

علم و عقل

صرف کرڈالیں۔ حاصل ازیں کہ وہ کہیں حاصل ہو۔ زمین میں ہو یا زمان میں۔ مکین میں ہو یا مکان میں۔ معین میں ہو یا تعشان میں۔ روس میں ہو یا طوس میں۔ ننگ میں ہو یا ناموس میں۔ فارس میں ہو یا فرانس میں۔ چین میں ہو یا سپین میں۔ پرتگیز میں ہو یا انگریز میں۔ سوڈان میں ہو یا سوڈن میں۔ اٹلی میں ہو یا جرمن میں۔ شام میں ہو یا یمن میں۔ مصر میں ہو یا عدن میں۔ خطا میں ہو یا ختن میں۔ یونان میں ہو یا توران میں۔ جاپان میں ہو یا خراسان میں۔ یورپ میں ہو یا ایشا میں۔ امریکہ میں ہو یا افریقہ میں۔ دنیا میں ہو یا علیا میں۔ یحییٰ میں ہو یا عیسیٰ میں۔ خود میں ہو یا خدا میں۔ عشق میں ہو یا دمشق میں۔ ہستی میں ہو یا نیستی میں۔ آہ میں ہو یا الآہ میں۔ روح اللہ میں ہو یا عین اللہ میں۔ گنجینہ۔ دفینہ۔ سینہ میں ہونا چاہیئے۔ نہ کہ سفینہ میں۔ یا مکہ و مدینہ اور قرنطینہ میں۔ پس مدینۃ العلم۔ بلکہ علم العلوم اور کائینات العلوم کے اعتاب علیا پر۔ داخل در جنت ہو کے۔ اس کنزِ مخفی علم کو لینا چاہیئے کہ معلوم ہو جائے۔ کہ وہی علم عین عقل و روح اللہ و عین اللہ سب خود ہی ہے۔ مطلق شرکت نہیں۔ تو اُس دروازہ کو چھوڑ کر چار دیواری جہاں چار دیواری عنصری وغیرہ تک کا نام نہیں۔ وہاں پھاند کر جانے کی کوشش صراط مستقیم نہیں بلکہ سخت گمراہی ہے۔ گویا یہی دولتِ روح اللہیہ ہے جو سب دولتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ اور محض بے زوال ہے۔ تو وہ علمِ ناطق۔ روح اللہِ مجسم ہے جس نے خود کی اس قدر حمد کی کہ خود محمدِ محمود رہا۔ اپنی اُمّتِ مقدس کو اُمی کہکے پکارا۔ اُمی ہوا۔ روح و رحمت ہوا۔ روحِ اعظم اور رحامت ہوا۔ عمنائیل وان اللہ معنا کا مجسد مفہوم ہوا۔ رام اللہ۔ عبد اللہ۔ و عبد رسول یعنے عبد ہے اللہ اور عبد ہے رسول غرض کہ خود مُرسِل اور مُرسَل بنامِ رسول علی وزنِ فعول ہوا۔ والد مولود محض لم یلد و لم یولد رہا۔ حلم و عفوِ تقصیر سے حلیم و خلیق العظیم ہوا۔ حرمی۔ ازپے آنکہ حرامی کہا گیا تھا یہ اشارہ ہے جسکے علم کی یہ شان ہے کہ بلا ابجد خوانی دعوائے ہمہ دانی ہو سبحان المدبجد ۔

غزل

اے غربِ و شرقِ علم و جنوب و شمالِ علم
خیرُ الکلام گزاں بدرخشد جمالِ علم

اے گلستانِ دانش و اے نونہالِ علم
اے آسمانِ بینش و اے کہ ہلالِ علم

بد بخت آنکہ ہیچ ندارد خیالِ علم
ایں ہم کمال شد کہ ندارد کمالِ علم

چوں پیشِ جاہلاں بشود قیل و قالِ علم
بر جہل خود ملال کند بر ملالِ علم

با عاقلاں نہ گشتہ مساوی رجالِ علم
ہمسر شود بہ عقل کجا ایں مجالِ علم

تصنیفِ ہر مصنفِ عاقل جوالِ علم
ہر نظم و نثر گشتہ چو آل و عیالِ علم

کلکِ مصنفانِ جہاں شد خلالِ علم
تصنیف خود فروختہ آمد ریالِ علم

عاقل نہ علم زاید و زاید جہالِ علم
چوں عقلِ عاقلانِ جہاں حاملہ بشد
چوں کائنات نقل بشد از درونِ عقل
ایں حاملہ بشد گہے از جفتہائے روح
زائچہ علوم ہمہ کائنات شد
ایں شش جہات۔ بابِ بلادِ علوم گشت
قندیلِ چرخ برسرِ اعتابِ عالیہ
بابُ السماء بنامِ خطِ کہکشاں کشاد
علم خداعلیت و روحِ خدا چو عقل
ایں علم ہست انچہ کہ داری بذاتِ خویش
در محملِ دماغ نشستہ عروسِ عقل
انسانِ چشم برسرِ سجادۂ کتاب
ہرگز گدائیم کہ روم پیشِ اغنیاء
دُزدِ آشناء و دزدپرستم نیم مگر
آنکس کہ بر کلامِ خرد مست غور کرد
از بارِ عقل سر بہ فرد غور میکنم
اے روشنئ طبع تو برمن بلا شدی
ظاہر کنم ہمیشہ بدنیاء علوم و عقل
یحییٰ براہِ عقل کند وصفِ عاقلاں

زاں محملہ بزادہ زر و سیم و لالِ علم
زائیدہ بچہ ہائے فنون و عیالِ علم
ہر سمت گستریدہ صد انواعِ جالِ علم
شد علم و عقل زادہ ازیں پیرزالِ علم
ہر فرۂ وجود بگردیدہ فالِ علم
چوں بابِ راگذاشتی گردیدہ کالِ علم
روشن شدہ نمود۔ بہ بیں ہر آلِ علم
در وقتِ شب نمودہ۔ بہ بیں حالِ قالِ علم
عقلِ خدا چو راز۔ دریں راز۔ حالِ علم
گرچہ پئے ثبوت بیاری مثالِ علم
ظاہر کند بہ غنچ داواصد دلالِ علم
در سجدہ سرفگندہ بطلبد وصالِ علم
لیکن بشاہِ علم کنم ہر سوالِ علم
وزدیدمے چو یافتمے گنج و مالِ علم
پیدا بشد درونِ دلش اشتعالِ علم
بینم برائے خویش کہ شد صد وبالِ علم
ہر وقت برخلاف نمائی جلالِ علم
آید بمن برعکس بصد ہا نکالِ علم
از وصفِ ذاتِ عقل در آید کمالِ علم

پس کمالِ علم کمالِ دولت ہے جس سے کنزِ مخفی تک رسائی ہوتی ہے۔ ورنہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ مگر افسوس ہے کہ علم کو چھوڑ کر علم کے فوٹو یعنے کائنات کی پرستش ہو رہی ہے۔ حالانکہ علم خالص و علم زندہ اور علم زندۂ جاوید روح اللہ ہے جس کو فنا نہیں۔ تو روح الکلام یہ ہے کہ طالبِ روح اللہ البتہ طالب العلم ہے ورنہ تارک العلم۔ پس جو اسکو جانتا ہے وہی عالم و علیم و علامہ ہے۔ وہی تقویم العالم اور اُس کے زائچہ کی حالت جانتا ہے کہ اسکی تقدیریں کیا کیا ہنا رہی ہیں۔ تم نے جہاں تک ممکن ہے۔ اُس امکان کے مطابق کرو مصنفِ حقیقی کی تصنیف جو کائنات ہے یہیں پڑھی جاتی ہے۔ تو پھر

مُسکی تعریف کیا کروگے؟ وہ اس کتاب کے پڑھنے سے زیادہ خوش ہےتا بخلاف اسکے کہ کوئی پڑھے نہیں
اور جھوٹ کا ہاتھ باندھے ہوئے تعریف کرتا چلا جائے یہ سب بیہودہ گوئی میں داخل ہے + اسواسطے
سب لوگ ایک زباں ہو کر جو کچھ یہ بیان کیا جا رہا ہے اسکو پڑھو کہ پڑھتے پڑھتے۔ سنسار جو پڑی پڑھنے
کی قوت پیدا ہو جائے = مگر غضب تو یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی پڑھتا بھی ہے تو اُس کا سارا مضمون
چھوڑ کے۔ مضامینِ کفران ہی کو عمر تمام پڑھتا رہتا ہے۔ ختم ہی نہیں کرتا = اسواسطے کفران کا مضمون
ہی نہیں پڑھنا چاہئے ؛ اس سے اپنی سادہ لوحی کو لوحِ محفوظِ غیر مطبوع رکھے تو بہتر ہے + اور جادۂ
ابا جاو کہ زمانہ کے مطابق وہ غلط ہو جایا کرتا ہے۔ اُس اساطیر الاولیں کو بھی اپنی لائین نہ قرار دے۔
خالی نیک بنا ہے۔ اگر اُس کی دانست میں خدا اُس سے بے پروائی کرتا ہے تو کرنے دے۔ خود
اُس سے بے پروائی نہ کرے ؛ اُسکو زیبا ہے کہ قدیر و غنی ہے = دوسرے کو یہ زیبا نہیں کیونکہ محتاج
ہے + بنا ہیں و بیاپے اُسکی طرف رجوع رہے۔ ہرگز ہرگز روح اللہ کے ذاتی عینیت سے بےالتفاتی
نہ کرے۔ کائنات اور اپنے قلب کو آہستہ آہستہ آئینۂ حق بنا کے اُس میں اُسکو مشاہدہ کرے جیسا
اُس کا آئینہ ہوگا ویسا روح اللہ کا جلوہ ہوگا۔ اخیر میں اُسکو معلوم ہو جائے گا۔ کہ نا تعلیم یافتہ وحشی میں
ایک ادنےٰ شعبدہ باز نبوت کا دعوی کر کے سنبھال لے سکتا ہے ؛ اور بہت ترقی یافتہ زمانہ میں بہت
ہی قوی شعبدہ باز کی ضرورت ہے۔ اور تمام عالمِ ہستی و نیستی میں ایک سخت قدیر کی ضرورت رہیگی۔
کہ جو کچھ چاہے کر گذرے تو اُس وقت روح اللہ ہی کو ایسا قدیر پائیگا = جس سے ہم سے مطلق جدائی نہیں
اُس کو یُوں سمجھو کہ درختوں کے ڈرس بدلنے کے زمانہ کو خزاں کہتے ہیں۔ پرندوں کے ڈرس بدلنے
کے زمانہ کو کریز کہتے ہیں۔ انسانی نشو و نما کے زمانہ کو **بدل ما یتحلل** کہتے ہیں۔ مُردہ کے سزائے ڈرس بدلنے
کے زمانہ کو حشر و نشر یا تناسخ کہتے ہیں جو سب قسم کی تبدیلیوں پر حاوی ہے۔ جناب حضرت روح اللہ
جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کے ڈرس بدلنے کے زمانہ کو نبوت خواہ کمون و بروز۔ حدیث و قدیم کہتے ہیں۔
تو ما جناب اعلحضرت بدیع السموات والارض وہی رُوح اللہِ قدیم در حدیث اور حدیث در قدیم خود ہی
ہیں۔ ہرگز روح و حیات یا یکدگر جدا نہیں ایک ہی ہے + کیا نہیں سُنا ہے کہ۔ **نظم**

پانی سے کب الگ ہے پانی کا اِک پھوہارا	آتش سے کب جدا ہے آتش کا اک شرارا
کہتا ہوں خود کو خود سے میں خود یہ سب سے پوچھوں	اَم تَحسَبُونی اَنّی لا اسمعُ سِرارا
تفصیلِ کُلِّ شیٍٔ فی الکائنات بائین	ہستی و نیستی ہیں دو عالِم اور ساری
آسائشِ دوگیتی تفسیرِ ایں دو حرف است	با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

بیان نذکرہ ہا سر

[illegible]

یُعِزُّ مَنْ یَّشَاءُ یُذِلُّ مَنْ یَّشَاءُ … ہیں مالکِ دو عالم سردارِ کل نصارا

دو عالم آفریں اب تثلیث کی بنا ہے … لیکن یہ ایک ہی ہیں بس ایک ہی ہے سارا

اب تین تم نہ بولو۔ وہ تین۔ ایک ہی ہیں … تم سب میں ایک دم سے ہو جائیے بھائی چارا

ہے قوتِ الٰہی دل پہ مرے مسلط … کہتا ہے کوئی دل میں سن لے مرے دل آرا

یا ایہا المدثر وثیابک فطہر … پھر جا کے پوچھ سب سے کیا سب نے ہے پکارا

افسوس ہوکے عاقل تثلیث کے ہو قائل … بس اک طرف ہو مائل تینوں ہیں ایک تارا

قل ہٰذہٖ سبیلی جیوا تعالوا عندی … لا املک لنفسی نفعاً ولا ضرارا

جو کوئی اُس کے حق میں کچھ سخت و سست بولے … سمجھو کہ حق میں اُس کے پہونچا بڑا اخسارا

و ترونہ بعیداً و ہو قریب منکم … ممکن نہیں ہے اُس سے کر لے کوئی کنارا

جس شکل میں وہ چاہے ظاہر کرے وہ خود کو … کیا اس میں کچھ کسی کا ساجھا ہے یا اجارا

پس ذات و شکل اُس کی کچھ مستقل نہیں ہے … پابند وہ نہیں ہے ہر بات میں ہے وارا

ہر آن بان اُس کا ہر آن میں جدا ہے … ہر آن میں انوکھا ہر شان میں ہے پیارا

ہر چیز پہ ہے قادر جو چاہے وہ سو کر لے … خود عبدیت میں خود کو ظاہر کرے قضارا

اتنی بڑی جو قدرت رکھے تو کون ہوگا؟ … بس وہ خدا ہی ہوگا قدرت کا رکھنے ہارا

بے مثل اور یکتا کہنا پڑا ضروری … بس اب بغیر اُس کے ہرگز نہیں ہے چارا

ہے اختیار تم کو جو نام اُس کا رکھ دو … قدرت رکھو کہ قوت تارا رکھو کہ تارا

لا تحسبونی شراً انی رسول منہ … لعنت ہے اُس پہ جس نے پیغمبروں کو مارا

گر فرقہ فرقہ ہونا منظور ہے یہ تم کو … ہم فرق ڈالتے ہیں فرقان ہے تمہارا

میں با قرینہ سر ہوں ہم قرین اُس کا … اِس قرن کی جہت سے قرآن ہے ہمارا

عترت مری ہے مجھ سے قرآن ہے اسی کا … قرآن گر ہو لینا عترت بھی لو خدارا

سیّد وہی رہینگے قانون یہ رہیگا … لیکن کروگے تم سب دونوں کو پارا پارا

خیر القرون قرنی ثم اقول قرنی … ثم اقول قرنی اتروں گا بر منارا

جس قرن میں دوبارہ از تحت فوق آؤں … قرنیں بن کے سب کا کر دوں گا میں سدھارا

اب اور ابن دونوں دو مرد ہیں دو گیسو … قرنیں اُم ہوئے یہ سر پر انہیں پسارا

طورِ سرِ منور منبت بہ عشق پیچاں … صبغ الاکلیں ہے آنکھیں ہیں آبشارا

آنکھوں کی پتلیوں کو نزلہ ہوا ہے اتنا — ساری تری لیں انکا چلو ہے یا غرارا
ہے معنئ سکندر رومی زبان میں سر — قرنین ہیں دو گیسو جیسے کہا بخارا
جیسے کوئی کہے یہ ہے وودِ آہ کا کل — ہے مُنہ کے پاس بینی بینی ہے اک سگارا
سدِ سکندری ہے بینئ ابنِ آدم — دو چشم ہیں محدب اس میں ہیں دو سوارا
انسانِ عین کیا ہیں یاجوج اور ماجوج — مشتق اُجاج سے ہے بانی ہے اسمیں کھارا
بولیگی آنکھ ان سے لو جاؤ دونوں اترو — بیٹھے بہت دنوں تک لو لاؤ میرا بھارا
ایجاد جب ہو فوٹو شیشہ میں یہ سمائیں — پانی اُجاج سے ہو نمکین ہو ترارا
تشبیہ جس طرح سے دیتے ہیں لوگ ایسا — شیشہ میں لوپری کو کس کس طرح اوتارا
جو بات مُنہ سے نکلی بیٹھی ہے اِسقدر وہ — سمجھو نبات دو لب مصری ہے یا چھوہارا
میں ایک ہی ہوں دیکھو ہے ایک ہی میں یہ سب — گر اک اَلف سے کم ہو ہرگز نہ ہو ہزارا
سب گھٹتے گھٹتے آخر گھٹ جائینگے یقیناً — بس ایک ہی رہیگا وحدت پہ ہے سہارا
جو مہد میں رہیگا مہدی وہی بنے گا — دولہن ہیں اُسکے معنی دولھا کو ہے گوارا
دولھا جو بن کے جائے دولہن کو لائیگا وہ — ہے کس طرح کا دولھا - دولھا ہے پھر کنوارا
جو مہدِ ام میں اپنے پائے ہدایت ایسی — ہادی ہے خود ہی اپنا مہدی ہے خود ہی ہارا
سرِ انانیت میں میری ہے راز مکنوں — اوپر کا رنگ و روغن خالی ہے اِک پچارا
قرنین ہیں دو ابرو قمرین ہیں دو آنکھیں — مہدیٔ منعکس نے نینا رتن سنوارا
مہدِ دو عین میں ہیں جیسے نہاں دو مہدی — ہیں مجھ سے اور مجھ میں کافی ہے یہ اشارا
یہ لوز کے ہیں پتلے آغوشِ نور میں ہیں — آنکھوں کو کر لیا ہے بیلون یا غبارا
اِتنی جدائی پہ بھی دوری سے متحد ہیں — رفتارِ نور میں ہے تثلیثِ آشکارا
والزاجراتِ زجراً فالتالیات ذکراً — لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ یا ایہا السکارٰی
یا انت قف قلیلاً ما ذا تریدَ منی — لے شانِ احدیت کا چمکا ترا ستارا
اس احدیت نے اپنی سب کو سما لیا ہے — ذرہ میں جس طرح سے سورج کا ہو گذارا
گرمئ حسن سے جب ہوتی ہے عرقریزی — تبخیر سے اُسی کے دنیا بنی بھپارا
بھوگ اور بھاگ - بھگوا - بھگوان اور بھاگو — سب بھوگ سے ہے مشتق بھگوت بھگت دوآرا
پانی کا دو تڑاڑا انکھیہ جب یہ پھوٹے — ایسا نہ ہو کہ بارش سورج کا ہو مرارا

ملحوظ

اے غافلو

دنیا میں سارا علیا۔ علیا میں ساری دنیا　　پھر اس میں ساری چیزیں جیسے کلاک پٹارا
پھر اس میں ایک حیہ حیہ میں ایک من ہے　　اس من میں اک انا ہے اسمیں ہے اک عذارا
باطن میں میں نہاں ہوں ظاہر میں عیاں ہوں　　مصروف در بیاں ہوں یحییٰ میں کب ہے یارا
یحییا ہی نام اپنا رکھوا کے چھپ گیا ہوں　　یحییا ہی میں ہے سب کچھ یحییا بنا دو بارا

تو یہ سب یحییا ہی کے ساری قسم کے ہیئت کا تہیہ حیہ ہے۔ تحیات وحیات اسی سے مشتق ہے۔ پھر کسی قسم کی ہو۔ پس اپنی اپنی کتاب الحیات کو سیاہ نہ کرو۔ اس میں جو کچھ باتیں لکھی ہیں پڑھو۔ اگر بری اعمال کی بھی حالت لکھی ہے۔ تو اسکے متصل ہی یہ بھی لکھا ہوگا کہ مٹانیوالا اسکو مٹا سکتا ہے۔ تو چاہئے کہ اسکو مٹانے کی کوشش کرو۔ سب قسم کی بداعمالی ظلوم وخشوم ہیں انکی اطاعت نہ کرو۔ جو جس عالم میں ہے۔ اگر اس عالم کے ظاہری قانون کے مطابق عمل نہیں کریگا تو مجرم ہوگا۔ اس کے مطابق سزاء ہوگی۔ اگر جرم کے حالت میں مرجائیگا تو اسی جرم کے مطابق اسکی جزا پائیگا۔ پھر تناسخ سے ہو یا تواتخ [?] سے کیونکہ یہ سب کام کی ذمہ داری اسکی تھی اسی کو پورا کرنا پڑیگا۔ آئندہ کتنا ہی روز میں پورا کرکے چھٹکارا حاصل کرے۔ اسکے مطابق واپسی ہوگی+ پس جو تمہارے ساتھ کچھ نیکی کرے۔ تم اسکے ساتھ بہت نیکی کرو۔ اگر وہ بہت نیکی کرے تو تم بہت سا نیکی کرو۔ اگر وہ بہت سا نیکی کرے تو تم اسی کے ہو جاؤ۔ جو تمہارا ہو جائے تو تم اسی میں فنا ہو جاؤ کہ وہ باقی رہے تم نہ رہو۔ جو تم میں فنا ہو تو تم اور وہ ایک ہی ہو جاؤ = گویا اس سے بڑھ کے رہو کم نہ رہو۔ یہاں تمہارا بھلا چاہا جاتا ہے = اب چاہئے کہ تم اپنا بھلا اس سے زیادہ چاہو۔ وہ باہم بذل وفضل احساں وامتنان دعا وثناء شفاعت وحمایت کے ساتھ رہنے میں حاصل ہوگا = جیسے تمام اعضائے بدن ملے ہوئے ہیں۔ اسی واسطے وحشت وبدویت سے چھوڑا کے محاضرت وآبادی وبستی بنائی جاتی ہے۔ اسی بناء پر عناصر کے اجتماع سے وجود موجودہ قائم ہے۔ ان کے اختلاف سے مرض پیدا ہوتا ہے۔ جمعیت کے کثرت سے وحدت ہو جاتی ہے = اسی کو وقف بالتوحید کہتے ہیں۔ اس سے مخالفت کرنے میں بڑی برائی ہے = اور برائی وہی ہے جس میں اپنا برا ہو۔ تو کوئی ایسی برائی نہیں جس میں اپنا برا نہ ہو۔ کسی کو برا کہنا اس کے یہ معنی ہیں کہ برا کہا جانے والا اسکو برا کہے = کہ اس برا کہہ کہاؤ میں سر پھوڑوں ہو۔ جاں بحق تسلیم ہوں۔ پس کردہ خویش آید پیش۔ چاہ کن را چاہ درپیش گنبد آسماں کے نیچے جیسا کہوگے ویسا سنوگے + چھبچہ میں نہ اینٹ پھینکو گے نہ چھینٹ پڑیگی۔ جسقدر اچھا کروگے اسی قدر اچھا نتیجہ ہوگا۔ اسی واسطے سارے اچھوں کو نسل طیبات سے شمار

کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر ظاہری نسل نسلِ باطنی کا نمونہ ہے۔ اُس پر از روئے قانونِ توارث۔ میراثاً قایم ہے + جیسا تخم ہوگا ویسا ہی پھل ہوگا + تو منی مشترک اغذیہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے + وہ جیسی ہوگی ویسی اولاد پیدا کریگی + اگر کوئی مرتدِ مرتاب جبارِ عنید۔ غاصب ودغاباز آدمی کسی کا مال غصب کرکے یا کسی ناجایز طریقہ سے مال جمع کرکے اُس کو اکل وشرب میں استعمال کرتا ہے۔ تو یہ سب تاکل النار فی بطونہ ہے۔ خیراتیں اور نذر بنانے سے تاکل النار فی بطونہ کا عمل پاک نہیں ہوتا۔ بلکہ مطابق قانونِ قدرت اُسکے فضلۂ کثیف سے اُس کا عضلہ تیار ہوتا ہے۔ اُن سب کے نچوڑ اور ست سے منی تیار ہوتی ہے جو اُس کے نجس خیال کے ساتھ لہرہ لیتی ہوئی باہر نکلتی ہے۔ جو عدلاً اُس کے مناسب جفت میں پرورش پاکر سانچہ میں ڈھلا ہوا نکلتا ہے + پس اُس حرام منی سے جس قدر نسل ہوگی۔ سب حرام زادی ہوگی + حرام زادہ ہونے کے لئے نبی زنیب ونبی زنیم اور ولد الزنی ہونے کے قید نہیں ہے + مگر ایسے بدکاری سے پیٹ پالنے والا آدمی یقینی زانی بھی ہے۔ پھر اگرچہ اُسکی منکوحہ عورت کیوں نہ ہو اُس کا وہ فعل اُس کے ساتھ بھی زنا میں داخل ہے۔ اس واسطے اُس کی نسل کی نسل۔ نسل بعد نسلِ ولد الحرام ہے + وہ حرمی وحرامی قدسی نہیں ہوسکتا۔ ضرور مُشرکِ نجس اور حرام زادہ ہی رہیگا۔ کہ بے نطفہ زادہ کو مقدس نہیں سمجھیگا نہ کبھی اُسکو رُوح اللہ سمجھیگا۔ اگر زبان سے کہدیا تو اعلے نہیں سمجھیگا۔ حالانکہ روح اللہ کی یہ حالت ہے کہ جیسے سارا درخت تخم میں نہاں ہے اور ساری شکل مجموعی بایں ہئیت کذائی نطفہ میں ویسی ہی ساری الوہیت رُوح اللہ میں۔ مگر اُس پر پھٹکار ہے اس واسطے وہ اور اُس کے ساتھی سب حرامزادہ نجس ہیں + ان کی دلیل ان کے افعال واقوال صورت وسیرت ہیں۔ چنانچہ بکری بھینڈے کے جفت سے دوسرے قسم کا بچہ پیدا ہوتا ہے جس کو کبش کہتے ہیں وہ اپنے ماں باپ کا نمونہ ہوتا ہے + اسی طرح گھوڑی گدھا کے جفت سے خچر پیدا ہوتا ہے وہ اپنے ماں باپ کا نمونہ ہے + اونٹ اور گورخر کے جفت سے زرقہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کا نمونہ ہے۔ جہاں تک اس کا سلسلہ جاری رکھا جائے مسلسل نا تنا ہی چلا جائیگا چنانچہ ہے۔ ایسا ہی انسان میں بھی ہے + کہ زنگی وفرنگی کے جفت سے اکدش بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی اپنے ماں باپ کا نمونہ ہے۔ یہی بات نباتات میں بھی ہے۔ کیونکہ ملہ اور نارنگی کے قلم سے تیسرے طرح کا پھل ہو جاتا ہے + اسی طرح گلاب کے شاخ میں دس پانچ قسم کے گلاب اگرچہ اُس میں مختلف رنگ کے پھول ہوں۔ مگر اصلیت سے ضرور متفرق ہیں۔ وہ اپنی دوسری اصلیت کے طرف رجوع ہو جاتے ہیں + ایسے ہی سُرخ روشنائی سے لکھکر سیاہ روشنائی سے لکھنا شروع کرو۔ تو ضرور

رنگا رنگ حروف ہونگے۔ کہ انکی صورت سے ظاہر ہو جائیگا۔ تو جفت کا لگاؤ پورا النون والقلم کا مصداق ہے۔ اور اولاد ایک عبارت یا مضمون خواہ مجسم ایک کتابِ ناطق ہے۔ جس میں اس کی اور اُس کے والدین کی حالت مرقوم ہوتی ہے۔ کہ عاقلِ قدسی اُسکے قیافہ سے اسکی اور اُسکے ماں باپ کی حالت دریافت کرلیتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ ؎

والتقوا من فراستِ المومن ✝ انہ ینظر بنورِ اللہ

مگر جو کم عقل ہیں وہ اُسکے چال چلن سے پہچانتے ہیں۔ اور جو بہت ہی کم عقل ہیں وہ اسکے معاملہ سے۔ کہ بے شک اُسکے والدین اس قسم کے تھے۔ کیونکہ جب جیسے والدین کے جسمانی مرض اور صورت کا اثر بچہ پر پڑتا ہے۔ تو روحانی کا بدرجہ اعلیٰ پڑتا ہوگا۔ چراکہ رُوح و جسم لازم و ملزوم ہیں۔ پس صورت سے جسمانی حالت کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اور سیرت سے روحانی حالت کا۔ بعض وقت حقیقۃً جو ظاہر میں نیک والدین ہوتے ہیں اور بچہ خراب۔ تو حقیقت اُن سے کچھ نہ کچھ خطا گذشتہ پیدائش میں ضرور ہوئی تھی جسکی یہ جزا ہے یا آئیندہ کچھ ہونیوالی تھی جسکی رحمۃً ایک روک ہے کہ آیندہ کی پیدائش اُسکی موجودہ پیدائش سے اچھی ہو پس جسقدر اس میں شیطانی سیرت کے مادے تھے وہ بول و براز کی طرح اُس میں سے خارج کر دئے گئے۔ جو رحمانی سیرت اُس میں تھی وہ روح و نورِ نظر کی طرح جدا کرلی گئی۔ ان لطافت و کثافت کے بیچ میں جو ایک راز تھا وہ اُسکی ذات تھی جو محمود کرلی گئی۔ گویا کہ ایک سیپی تھی کہ اُس کا چھلکا اور کثافت نکال دی گئی اور ینیم لے لیا گیا۔ اور یہی سب چیزیں قاعدہ جاری ہے اسمیں رنجش کی بات نہیں اور جو ساری کثافت سے مستثنیٰ ہو وہ اعلےٰ ہے وہ صرف روح اللہ ہے پس یہ تو والدین کے بارہ میں ہوا اب اُس بچہ کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ بچہ کسی بندر وغیرہ کے خاندان سے ہوگا۔ کہ کچھ اچھا کام کرنے کے سبب سے انسانی ہیکل میں ایک اچھے والدین کا بچہ کہا گیا۔ کہ دونوں کو اپنے اپنے عمل کا بدلہ ملجائے۔ اگر ایسا نہیں تو اللہ ظالم ہے۔ ظالم کی اطاعت ناجایز ہے۔ مگر وہ ہرگز ظالم نہیں۔ سارے جہان کا عدل اور اس کا ظلم بھی برابر نہیں چہ جائیکہ ایک دم عدل۔ مگر اس کا تم کو علم نہیں۔ جس چیز کا تم کو علم نہیں وہ تمہارے لئے علم الغیب ہے۔ اور اس نامعلومیت کا سلسلہ کبھی موقوف نہ ہوگا۔ جہاں تک معلوم ہوتا جائیگا۔ وہانتک یہ بھی معلوم ہوتا جائیگا کہ آگے کی چیز نہیں معلوم۔ یہانتک کہ یہ سلسلہ خدا تک پہونچتا ہے۔ اُسکے نزدیک کچھ غیب نہیں غیب الغیب جسکو جنت کہتے ہیں یعنے پوشیدہ۔ سو خود اُسکی ذات ہے۔ ورنہ سب ظاہر و غائب العلش و حضور ہے کہ جو اُس کو جان لے وہی عالم الغیب ہے۔ تو وہ جاننے والی اُسی کی روح ہوگی۔ کہ وہ اُس میں ہمہ آن موجود ہے۔ وہی ابن الغیب بنام رُوح اللہ ہے بلکہ جو ظاہر میں

زندہ کرتا تھا باطن میں بھی وہی کرتا ہوگا۔ خود ہی اب۔ ابن۔ ام ہوکے بہ ثلاثی مجرد بنام وحدہ لاشریک
اس طرح ہو جاتا ہے۔ جیسے غلیواز کبھی نر ہوتا ہے۔ کبھی مادہ + اسی طرح شاہ بالوت کبھی بالوت
ہوتا ہے کبھی مازو + اور گھڑیال نہ نر ہے نہ مادہ + اسی طرح ہزار ہا مثالیں ہیں + پس اُس نے جب
چاہا تو اب بنکے بنت و ام پیدا کر دیا۔ ماں بنکے ابن و اب پیدا کر دیا۔ کبھی اُس کا سلسلہ منقطع کر کے
بہت اونچان سے بھی کہیں زیادہ اونچان پر مرتفع ہوگیا۔ کبھی اُس رفعت و نبوت کا بھی خاتمہ کر دیا۔
کبھی سلسلہ کو درہم برہم کر کے اس طرح کر دیا کہ جیسے پیشتر کچھ نہیں تھا۔ تو کچھ نہیں ہونا بھی۔
ایک طرح کے ہونے میں داخل ہے۔ کہ کچھ نہیں ہونیکے مفہوم میں اسقدر قدرت کہاں کہ خود کو ایسی
زبردست مفہوم کے پیدایش میں نمودار کر سکے + پس ہر حال میں کچھ تھا۔ جو اوس کچھ سے یہ سب کچھ ہوا۔
کہ اس ہونے میں انسان کی شدنی جو ظہور میں آئی جنتہً یعنے خفیتہً اربع عناصر کے صورت سے محسوس
جاندار کیڑے مکوڑے کے شکل میں ہوا۔ کہ اُن کیڑے مکوڑوں سے اس طرح بہ تدریج ترقی پاتا ہوا
آگے بڑھا جیسے منی سے ترقی پا کے آدمی بنا ہے۔ ویسے ہی پیشتر بندر تھا۔ پھر بندر سے جنگلی
آدمی بنا۔ تو جنگلی بننیکے پیشتر کچھ تھا کہ آخر جنگلی بنکے ظاہر ہوا۔ تو چونکہ بندر سے مشابہ ہے اس لئے بندر
سے آدمی بنا ہے۔ پھر بن مانس سے بھلے مانس بنا۔ اس سے بھی آگے ترقی کر سکتا ہے + چنانچہ
کر رہا ہے + اور یہی روح اللہ کی مرضی ہے + پس جیسے جیسے شرافت و لطافت حاصل کرتا جائیگا۔
اشرف کہلاتا چلا جائیگا۔ اس کا بھی سلسلہ نامتناہی ہے جو روح اللہ تک پہنچتا ہے کہ ایک کو مٹی میں
ملایا ہے دوسرے کو آسمان پر چڑھایا ہے۔ کہ زمین میں بخار کی طرح لے گیا تو جوہر بنا دیا۔ آسمان
پر لے گیا تو شہاب کر دیا + پس شرافت کوئی نسل نہیں۔ جو شرافت کا کام کریگا۔ شریف کہا جائیگا۔
جو کثافت کا کام کریگا کثیف کہا جائیگا۔ غرض کہ جو جیسا کام کرتا ہے کام کے مناسبت سے اُس کا
نام رکھا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی انجنیر کا کام کرتا ہے تو وہ انجنیر کہا جائیگا۔ ڈاکٹر کا کام کریگا تو ڈاکٹر کہا جائیگا
مارے شرافت و لطافت کے روح القدس میں فنا ہوگا تو روح القدس کہا جائیگا۔ خاک۔ دھول۔
مٹی اور روح انسانی وغیرہ میں فنا ہوگا۔ تو البتہ حرام زادہ خاک سیاہ ہوگا۔ تو زمرۂ مقدسین غیر
مقدسین اور ان کی تابعین پر اپنی تابعین سمیت تسلط و سبیل پائیگا۔ ہرگز دوسرا نہیں۔ تو غیر مقدسین
کو چاہئے کہ اس کا بھی فخر کریں کہ مقدسین اُن پر حاکم بنائے گئے ورنہ اگر اُن سے زیادہ جو غیر مقدس حاکم
ہوتا تو ان کو ایذا پہونچاتا۔ بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر اُس پہ مقدس قوت کی سرزنش رہتی ہے جس سے
دبا رہتا ہے۔ پس وہ خوش نصیب بچے ہیں جن کو خوش نصیب الدین ہاتھ لگ جائیں = اور اکثر ایسا ہی

ہوتا ہے جو خلاف ذالک نظر آتا ہے۔ وہ بیان کردہ سزاؤنمیں سے ایک سزا ہے کہ اور عموماً بدخصائل والدین کو خوش خصال اولاد کی توقع نہیں رکھنی چاہئے + بدخصلت ہونا پھٹکار ہے۔ کہ وہ عالم پوشیدگی وجنت میں خطا کر کے اس شکل میں نمودار ہوا ہے۔ انہیں پھٹکاروں میں سے یہ پھٹکار ہے۔ کہ کسی قسم کی نعمت نہ ملے۔ اسکے لالچ میں زیادہ بدخصلت ہوجائے کہ زیادہ پھٹکار کا مستحق ہو۔ جیسے جب نعمت نہیں تو اچھی چیز کھانے کو نہیں ملیگی۔ جب اچھی چیز سے خون نہیں بنے گا۔ تو تخم اچھا نہیں ہوگا۔ جب تخم اچھا نہیں ہوگا۔ تو پھل اچھا نہیں ہوگا۔ جب پھل اچھا نہیں تو کھانیوالے کو مزہ نہیں۔ دوسرے دوسرے پھلوں کی طرف رُخ کرے گا۔ یا بہت سا پھل لے کے خراب کریگا۔ مگر کسی پھل سے تمتع ومتعہ نہیں حاصل ہوسکتا۔ کسی بات میں اُسکی حسن وخوبی نہیں ہوسکتی۔ اور اس خوبی وخرمی سے آدمی بسیط الوجہ معلوم ہوتا ہے۔ دورانِ خون تیز ہوتا ہے۔ کام آسانی سے انجام پاتے ہیں = گویا اس قدر خوبی وخرمی مقوی دوا ہے۔ استعمالِ نشہ سے جو مسرورانہ دورانِ خون پیدا ہوتا ہے وہ برائے نام خوشی ہوتی ہے۔ وہ مقوی نہیں۔ مہلک ہے + وہ نشۂ نورانی بھی تم کو حاصل نہیں۔ بے نشئے کے متوالے ہو۔ کہ اچھے کو بُرا سمجھتے ہو + شرابِ نورانی سے جو نشۂ ظہور پیدا ہوکر راحتِ روحانی پیدا کرتا ہے۔ وہ البتہ خرمی بخش نشہ ہے۔ جس سے اور حسن وخوبی دوبالا ہوتی ہے۔ کہ یہ خوبی وخوبصورتی وخوش سیرتی ایسی نعمت ہے۔ کہ ہر کسی کو قدرتی طور سے مرغوب ہے + اس میں کشش ایسی کہ تمام آسمان وزمین کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور سب سرِ تسلیم خم کئے ہوئے طواف کرتے ہیں۔ کچھ چون وچرا تک نہیں کر سکتے۔ ایک ناز آمیز غمزگی میں۔ تمام کائنات پانی اور بھاپ بنکے فنا ہو جاسکتا ہے۔ کہ ان سے اعلیٰ درجہ کے حسن وجمال کا عکس۔ ایک ادنیٰ پیمانہ میں نمایاں ہوکر راحتِ روحانی پیدا کردیتا ہے + تو یہ نعمت بڑی نعمت ہوئی کہ از خالق تا بہ مخلوق سب کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس سے تم محروم کئے گئے نہ صورت ہے نہ سیرت۔ نہ حکمت ہے نہ حکومت۔ کہ یہ کہا جائے کہ جاؤ موج مزہ کرو۔ کلوا واشربوا ھنیأً ومریًا۔ کہ نا آسودگی کیحالت میں پراگندہ خیال ہوکر متفکرانہ بُری خصلت کے درپے ہوکر حرام کا لقمہ حاصل کرو۔ اس کو کھاپی کر خراب تخم پیدا کرو۔ کہ خراب بچہ پیدا ہو۔ کہ نسلً بعد نسلٍ برائی کا سلسلہ چلا جائے۔ جس جرم میں سیدھی سادھی صورتوں میں بنامِ تناسخ وعنصری جہنم حکومتِ فطرت سے دواماً سزا ملتی ہے۔ کہ ولد الولد وابن ولد الولد ہوہو کے بار بار نئے گوشت وپوست میں پیدا ہوکر مرتے گڑتے رہو۔ اسی بندش کی بندگی میں علی الدوام پیدا ہونا پیدا ہونے کا کام کرتے رہو۔ کبھی چھٹکارا نہ ہو + پس عذاب مرجانے کا نام نہیں ہے۔ پھر کوئی تلوار سے مارا جائے یا زہر سے یا کسی طریقہ سے۔ سب مرنے کو آئے ہیں سب مرینگے۔ اور رُوح کچھ جسمانی عالم

عالم میں رہ کر نہیں مرتی - وہ تو جسم مر جاتا ہے۔ روح تو نقلِ مکان کرتی ہے۔ جو روح اللہ میں فنا ہے وہ
وہ تو عین اللہ میں فنا ہوگیا مگر جو روحِ مخلوق میں فنا رہی وہ پھر اسفل السافلین میں گئے - پھر قرد ہو کر رہینگے
یا دوسری شکل میں آئینگے - پس یہ عنصری قید خانہ پیدائش بنامِ عنصری جنم میں منبعث و متناسخ ہو کے آنا
اور اس میں طولِ عمر پانا بڑی سخت سزا ہے جسکو تم حمار آ ایسے بھول جاتے ہو جیسے چاک پر گھومایا جانے
والا - آدمی سب بھول جاتا ہے - یا جیسے بچپن کا زمانہ جوانی میں بھول جاتے ہو - یا انتقال کرتے وقت
سب واقعات بھول جاتے ہو - اسی کو قائم ہونا اور قیام کرنا اور انبعاث و تناسخ کہتے ہیں - ورنہ قیامتِ
کبریٰ وہ انتظام جدید کے قیام کا نام ہے + پس یہ سب نعمتِ جمالیہ جمیل لوگوں کے لئے ہے نہ کہ رذیل کے
لئے + اگر ظاہراً کسی رذیل کے ہاں جمیل کی آمد ہے - تو عند اللہ وہ جمیل ہوگا یا کسی دگر مخلوق سے اس نے
ترقی کرکے بہ جسنِ ہیکلِ انسانی ایک رذیل کے ہاں جنم پکڑا ہے - تو اگر اس نے اور کیڑے مکوڑوں سے ترقی
کرکے اچھے کیڑے مکوڑے کا لباس و خلعت پہنا - تو آخر اسکی ترقی ہوئی - پھر اگرچہ وہ کیڑا مکوڑا اس جنس کے
کیڑے مکوڑے سے ذلیل ہو تو ہو - اِسمیں رہ کر ترقی کرنے سے ممکن ہے کہ بایں سلسلہ کہ جہاں عالم ہے
وہاں جاندار ہیں - اون جانداروں میں اقسام بھی ہیں - پھر اس میں سے کسی جنس کے ہوں - وہ سب
ترقی کرتے ہیں اس لئے یہ بھی ترقی کرسکتا ہے - مثلاً ایک مکڑی کو دیکھو کہ وہ ترقی کرکے چھپکلی
ہوتی ہے - چھپکلی سے چوہا بنتی ہے - چوہا سے گلہری - گلہری سے نیول - نیول سے چھوٹا قرد - پھر قردیت
سے بن مانس - بن مانس سے بھلے مانس کہ اسی روح و رواں کے مناسبت سے بھلے مانس کی صورت
میں او وقات بسری کی صورت اختیار کرلیتا ہے کہ عقلاء اسکی حرکات و سکنات و خواب و خیال سے اسکے
گذشتہ و آئیندہ جنم کی سوانحعمری کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں - چنانچہ اگر ابھی اسکی روح کو بندر سے مناسبت ہے
تو بھندر ہوتا ہے - گھوڑے کی روح سے مناسبت ہے تو تیکس ہوتا ہے - کیونکہ یہ طبعی امر ہے - کہ بغیر
مناسبتِ فطرت ہرگز ہرگز کسی کے دماغ میں کوئی بات نہیں آتی - اور نہ اس کا دل قبول کرتا ہے - اگر کوئی
کہتا بھی ہے تو اسکو ناممکن معلوم ہوتا ہے - چنانچہ ترقی پاتے پاتے شہنشاہی کے عہدہ پر پہونچ جاتا
ہے اور وہاں سے نبوت کے درجہ پر - کہ یہ لفظ نبو اور نبا سے مشتق ہے - جس کے بہت سے معنوں
میں سے چند معنی یہ ہیں :-

(ا) - اول خارج ہونے کے ہیں - تو چونکہ نبی اب اپنے دوسرے جنم میں خارج از بشریت ہونیوالا
ہے - اس واسطے نبی کہا جاتا ہے - (ب) دوسرا معنی طریق الواضح کے ہیں - تو چونکہ یہ بشریہ نبوت
تا آب سید ھا راستہ بتلاتا ہے - اس لئے نبی ہوا - (ج) تیسرے معنی اسکے قائمقام کے ہیں جس کے

مطلب یہ ہوئے کہ یہ اپنے اگلے نبی کا قائمقام ہے ازیں جہت نبی ہوا۔ (د) چوتھے معنی تجم و
رفعت کے ہیں۔ تو چونکہ یہ دُنیاوی خلقت میں جو خلق کی خلقت سے اشرف المخلوقات بنام بشر تھی۔
اُس درجہ کو تمام کرکے آگے کے عالم میں داخل ہونیوالا ہے۔ کہ اسکے سارے مقدم و موخر گناہ
معاف ہو چکے کہ اب کبھی گناہ ہی نہ ہونگے۔ اور اب جس عالم میں جائیگا۔ وہاں کے رفیع الدرجات
قوم سے ہوگا کہ اکدم ترقی ہی کرتا جائے۔ بایں علت نبی ہوا۔ (ہ) پانچویں معنی اس کے ندائے خفی
جو دفعتہً بے سوچے سمجھے پیدا ہو جاتی ہے کہ اُس آواز کو اپنی وجود سے کچھ لگاؤ نہیں ہوتا۔ کہ
صالحین کے لئے وہ القا کے نام سے کہی جاتی ہے۔ اور متقی کے لئے الہام کے نام سے
اور اس درجہ والے نبوت مآب کے لئے وحیٔ آسمانی کے نام سے۔ تو چونکہ اُس پر اس وحی کا
ظہور ہوتا ہے ازیں رو وہ نبی ہوا۔ (و) چھٹے اسکے معنی نوبت بنوبت دورہ کرنیکے ہیں۔ تو چونکہ یہ ترقی
پاکر ہمیشہ کے لئے ترقی پانے والے کی مد میں منسلک کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے ہر عالم میں اُس عالم کے
مطابق جیسا دیس ویسا بھیس بنا کر اُس عالم کے رہنے والوں کو بحسن وخوبی اوقات بسری کی ہدایت کے
لئے دورہ کرایا جاتا ہے۔ اس سبب سے نبی ہوا۔ (ز) ساتویں اسکے معنی ایسی نقلِ صورت بدل کے
تقیہ کرنا کہ ہرگز ہرگز کوئی نہ پہچان سکے چنانچہ یہ سب چیز کی حالت ہے کہ بچپن کا فوٹو جوانی سے نہیں ملتا۔
جوانی کا فوٹو بڑھاپے سے نہیں ملتا۔ بڑھاپے کا فوٹو مردار ہڈیوں سے نہیں ملتا۔ پھر اختیاری طور سے قصداً
ایسا کرنے میں کب کوئی پہچان سکتا ہے۔ اور کب کسی صورت سے اُسکی صورت مل سکتی ہے۔ تو چونکہ
جس عالم میں یہ بھیس بدلکے جاتا ہے کوئی اُسکو نہیں پہچانتا اسوجہ کر نبی ہوا۔ (ح) آٹھویں اس کے
معنی علم وعقل و روح میں بالکل سمایا ہوا کے ہیں۔ تو چونکہ اس میں یہ فنا رہتا ہے اسلئے اسکی رفعت و
نبوت میں بے شمار بلندی پائی جاتی ہے اس معنی کر کے نبی ہوا۔ اسی سے اکثر برہان العقل و عنوان الفضل
ظاہر ہوتا ہے۔ (ط) نویں معنے اسکے خبر رسانی کے ہیں۔ تو چونکہ یہ جس عالم میں جاتا ہے۔ وہاں
تھوڑے بہت گذشتہ واقعات بیان کر کے آئندہ کی خبر کر دیتا ہے۔ اور جو کچھ اُس آئندہ زمانہ کے
متصل و گرد واقعاتِ آئندہ جو تسلسل ہونیوالے ہیں۔ اُنکی خبر دیتے ہوئے یہ کہدیتا ہے کہ اُس کی
پوری حالت ابھی نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ پیش از وقت ہے مگر میں مہر کر کے چلا جاتا ہوں جو آئیگا وہ مہر
کھولکے سمجھا دیگا۔ اور یہ بیان میرا خود مُہر ہے۔ اسکی تشریح وہ خود اُس وقت کے مناسبت سے
کریگا۔ تو اس مہر کا کھولنے والا بھی وہی ہوگا جو بند کرنیوالا ہے۔ کہ اور سب خبروں میں سے یہ بھی ایک
خبر ہوئی۔ کیونکہ معاد تسلسل پر خلق و تخلیق کی بنا ہے چنانچہ دیکھ لو کہ موسم کے بعد البعد پھر وہی موسم آتا ہے

ہفتہ کے بعد ہفتہ سال کے بعد سال - موت کے بعد حیات اور حیات کے بعد موت - خدا کے بعد خدا
وہی اوّل وہی آخر رہتا ہے اور رہیگا - ازل سے ابد تک وہی تھا اور رہیگا - کہ احدیت کی منزل
سے کوچ کرنیوالا گھوم گھام کر اس چکری کو تمام کر کے جس نقطۂ متند بنامِ احدیت سے چلا ہے اُس
میں داخل ہو جائے کہ ہمیشہ کا دورہ جاری رہے کہ وہ احد ایک حیہ ہے کہ رفتار میں مدیرِ مسلسل ہے
اور نشست میں خالی دورۂ تسلسل اسی طرح خاتم ہی فاتح ہے تو چونکہ نبی کے وسیلہ سے اسقدر چیزیں معلوم
ہوتی ہیں اس بناء پر وہ نبی ہوا - (ی) دسویں نبوت کے معنی رفعت و حکمت و عقل کے ہیں تو اس سے
بڑھ کے اور کیا رفعت ہوگی لہذا مقررِ عقیل و حکیم و نبی ہوا - اگر اسکو اسقدر رفعت و نبوت نہیں حاصل ہے
اور ادعائے نبوت کرتا ہے تو اگرچہ جھوٹ کہتا ہے مگر سچ کہہ رہا ہے - کہ وہ سچ بولنے کو نہیں پیدا ہوا
ہے کہ سچ بولا کرے - چنانچہ صاف اُسکی بات چیت سے معلوم ہو جاتا ہے - بعض وقت اپنی طرف
سے کہتا ہے کہ اے خدا اگر ہم نبی نہ ہوں تو تُو مجھ کو ایسا ویسا کر دے کہ یہ جملہ پکار کے کہدیتا ہے -
کہ یہ نبوت وہمی و گمانی ہے یقینی نہیں - پھر صادق بھی نہیں - ورنہ آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ
باک + اُس نے خدا کو دیکھا ہی نہیں جانتا ہی نہیں اُسکی معرفت سے آگاہ تک نہیں - پھر اس کا نبی
کیونکر ہو سکتا ہے ؟ مگر نہ معلوم کہ وہ خود کو کس معنی کے رو سے نبی کہہ رہا ہے - ان دس معنوں میں سے -
یا اور اس کے علاوہ کسی معنی سے - یا اُس کے کوئی خود کے ذہنی معنوں میں سے کوئی معنی ہے جس میں
استعمال کرتا ہے تو اُسکو وہ خود جانے بحالتِ انعدامِ ثبوتِ ہذا ہرگز نبی نہیں بالکل جھوٹا ہے - مگر
یقینی سچا ہے - کیونکہ سر دست وہ نبی الکذب والضلال ہے - دوسری جنم میں کسی ادنےٰ مخلوق میں جاکر
نبوت کا کام کریگا - خواہ اسی شکل میں نبی الصدق والہدیٰ ہو کر آئے - یا نبی الموعود میں فنا ہو کر
آنے والا ہو کہ اُسکی نوٹس دیتا ہے - سوائے اسکے ہرگز کوئی بات نہیں + اس واسطے سچا ہوا -
چنانچہ اگر موعود میں فنا ہو کر آنیوالا ہوگا تو جس دم موعود آئیگا تو ضرور اُسکی ساری اچھی بات یا جو اس میں
انوکھی بات ہوگی اُس کی جھلک ضرور اُس میں پائی جائیگی کہ اس میں فلاں شخص کی بھی روح ضرور
فنا ہے - اگر ہزارہا کروڑہا مختلف صفات کے آدمی اس میں فنا ہو گئے ہیں تو سب کا اُس میں رنگ
پایا جائیگا - جو اُس کی تحریر و تقریر - حرکات و سکنات سے نمایاں ہوتا رہیگا - کہ یہ اپنی جمیع حرکات
سے سبھوں کے فنا ہونے کی خبر دیتا ہے + پس ہر متاخر اپنے تمام متقدمین کا مجموعۂ کل ہوتا ہے - اس
واسطے کوئی بات جھوٹی نہیں - سب تخلیق بالحق ہے - کیونکہ ظاہر میں وہی سب باتیں ہوا کرینگی جو کچھ
باطن میں ہو چکی ہیں - یہ سب حیلہ حوالہ مخلوق اندر خلق شامل ہے - کوئی بات فطرت کے خلاف نہیں جیسے

فطرت کہتی ہے کہ سانپ بچھو ڈسے تو فلاں جنس کے مخلوق کو اُس کا اثر ہوا کرے۔ پھر اُسی فطرت کے حاشیہ
میں یہ بھی ہے۔ کہ اگر فلاں جنس کی رُوح فلاں طینت میں مقیم ہو تو اُسکو اثر نہ کرے اور اگر کسی کو اثر کرے
تو اس ترکیب سے اثر جاتا رہے یا اس ترکیب و تاثیر سے اسکے الداغ والساغ کا عمل ساقط ہو جائے۔
اُسکے مطابق ہوا کرتا ہے + ایسے ہی یہ بھی فطرت کا حکم ہے کہ قلیل المقدار چیز کسی کثیر المقدار چیز میں
اتنے مدت تک رہے تو اُس قلیل المقدار چیز کے چیز پنے کا مادہ سلب کر کے کثیر المقدار چیز بنا دے۔ جیسے
جو چیز مٹی میں پڑے تو کثیف ہو کر مٹی ہو جائے۔ پانی میں مدتہا مدت رہے تو پانی ہو جائے۔ ہوا میں
ہو تو ہلجائے۔ بہت ہی بہت میعاد کے بعد کافور ہو جائے۔ جس ولایت میں جائے اُسی ولایت کی
ہو جائے وہیں کے رسم و رواج کے مطابق قوت و مادہ پیدا کرے۔ غرض کہ انچہ در کانِ نمک
رود نمک بگردد + پس جو فطرت کے خلاف ہے اُس کا کبھی وقوع نہ ہوگا۔ اگر ہو گیا تو یہ بھی فطرت میں
داخل ہے کہ فطرت ہی میں ایسا تھا کہ خلاف بھی ہوا کرے۔ اس حیثیت سے اس متبنی کا ادعائے نبوت
ایک حد تک سچ ہو گیا اور اگر درحقیقت سچ مچ کا سچا نبی ہو تو ترقی کر کے ولی ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی نہیں
ہے مگر ولی ضرور ہے + پس وہی دائی دوئی و مولی اور ہر وقت کا ولیعہد اور اولی الامر ہے۔ وہ اس
میں فنا ہو کر عین اُس کا روح رواں بن جائیگا۔ یعنے روح اللہ منعوم غیر مغضوب میں فنا ہو جائیگا +
پس انچہ در کانِ نمک رفت نمک شد جو صراطِ مستقیم کے ذریعہ سے منزلِ مقصود کو پہونچ گیا مقدمہ
جیت گیا۔ اللہ خوش ہو گیا۔ اگر گناہ کرتا گیا تو پایا مُنِ اسفل السافلین میں پہونچا اور اگر اپنی کم بختی سے اُس کو
بحسن و خوبی بھلا سمجھتا رہا تو اور بھی قعرِ حضیض میں گرتا گیا۔ مگر اپنا اکڑ نا نہ چھوڑا۔ اپنی برائی کو اپنا خوبصورت
جوڑا سمجھتا ہے کہ اُس میں چمٹا جاتا ہے۔ اپنے مذاق کے مطابق اُس کو خوبصورت سمجھتا ہے۔ ہر ماں
کی طرح اُس برائی کو اپنا حسین و عزیز بچہ جانتا ہے۔ کہ اپنی برائی ہے اسواسطے یہ بھی عزیز ہے۔ لہذا
جدا نہیں کرنا چاہئے۔ وہ اس کو جدا کرنے میں ایسی دُکھ ہوتی ہے جیسے کہ اگر کسی بدصورت حبشی کی کانی
آنکھ کو کوئی اُس سے نکالدینے کو کہے کہ اس عیب کے رہنے سے تو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ کہتا
ہے کہ رہنے دو یہی بہت اچھی ہے۔ کہ نکلنے سے اور بُرا معلوم ہوگا۔ اور ہمکو دُکھ ہوگی اسواسطے تمہاری
اچھی آنکھ سے میری بری آنکھ اچھی ہے۔ اگرچہ میں اُسکو جانتا ہوں کہ یہ بُری ہے اور تمہاری اچھی ہے
لیکن یہ عین میری ہے۔ اس لئے عزیز ہے اور وہ عین غیر کی ہے۔ اسلئے ناعزیز ہے اسی مصداق پر
اُس بری کو اپنی بُرائی دوسرے کے بھلائی سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اگر کہا جاتا ہے۔ تو اُسکو یہاں
تک بُرا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے بھلائی کو بھی بُرا کہتا ہے + یہ انتہا درجہ کی پھٹکار ہے۔ خوبی کے

عقیدۂ نبوت

عدم موجودگی کی حالت میں آدمی مین بہایم ہے + پس دنیا عین علیا کا نمونہ ہے۔ جو یہاں خوب و
خوش ہے۔ وہاں بھی خوب و خوش ہے + جو یہاں روح القدس اور روح اللہ میں فنا ہے سو وہاں
بھی روح القدس اور روح اللہ میں فنا ہے + جسکی دُنیا خراب ہے اس کا علیا خراب ہے + جس کا
مجازی خراب ہے اُس کا حقیقی خراب ہے + جسکو روح اللہ نے دُنیا میں ناخوش رکھکر اُس سے سلبِ
نعمت کرلیا ہو اُس سے روح اللہ دین میں بھی سلبِ نعمت کرلیگا + پس یہ سب نیستی عین ہستی کا نمونہ ہے
اس لئے کہا جاتا ہے کہ ؎

عالمِ اول جہانِ امتحان عالمِ ثانی جزائے این و آن

لہذا قدرت کا اصلی مقصود آئندہ نسلوں کی بہبودی ہے - کہ احدیت کا دورہ آجائے سب ترقی کرے
کرائے مستعد رہیں - کہ مقناطیس حقیقی بنامِ روح اللہ جو سب کو کشش کر رہا ہے - یہ سب لطیف لیکن
اُس میں فنا ہو کر لطافت کے عالم میں موہوم الملکوم کی طرح قیام کئے ہوئے ابدالآباد محفوظ رہیں
کہ اس ترقی سے اُس کا کچھ نہیں بگڑتا - وہ یہانتک رحمۃً ترقی چاہتا ہے کہ لوگ اُسکے بھی محتاج نہ رہیں عین
وہی ہو جائیں - اس میں بلا یقینِ شقین بہ القاد و تسلیم سر تسلم خم کرتے جاؤ - پس جہاں جس چیز کی پرستش
ہوتی ہے وہ چیز وہاں روز بروز پھول پھولکے موٹی تازی ہوتی جاتی ہے - تو جہاں روح الخبث کے
پرستش ہوگی وہ اُس میں بڑھتی جائیگی - چال چلن سے اپنی افزائشِ ہستی کی ہمہ آن خبر دیتی رہیگی +
جس میں روح القدس ہے وہ اپنی تجلی ظاہر کرتی رہیگی + دیکھو دولتِ حیات کی زکوٰۃ نیکی ہے -
روح القدس کی محبت سے بڑھکے اور کیا زیادہ نیکی ہوگی - لہذا روح القدس کو روح الخبث پر قربانی
نہ دو - بدی پر نیکی کو ذبح نہ کرو - خلق اللہ پر روح اللہ کو نثار نہ کرو - بقا کو چھوڑ کر فنا کو نہ پکڑو - فنا
شیطان ہے - بقا رحمان + اور یہ سب حرف الفاظ ہیں جو حرف ہوا سے مرکب ہیں - رُوحِ معانی
کو حرفوں پر بل نہ دو - لفظ شریعت ہے اور معنی معرفت - معرفت شریعت کا کام کرسکتی ہے - مگر
شریعت معرفت کا کام نہیں کرسکتی - جیسے حمق عقل کا کام نہیں کرسکتی مگر عقل حمق کا کام کرسکتی ہے
عقل حاصل ہو تو حمق کا حاصل ہو جانا آسان ہے اور حمق حاصل ہو تو عقل کا حاصل ہونا مشکل ہے
اسی طرح روح عقل کا کام کرسکتی ہے مگر عقل روح کا کام نہیں کرسکتی + اگر روح حاصل ہو تو سب کچھ حاصل
ہوسکتا ہے + اسی واسطے سبھوں میں روح ماشئ محسوس دی گئی ہے کہ ترقی کرتے جاؤ - اسکے ذریعہ
سے روح القدس حاصل کرلو - کہ وہ حاصل ہونے پر اگر کسی جگہ دوا کے طور سے روح الخبث کی ضرورت
پڑجائے - تو اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے - بخلاف اسکے کہ اگر روح الخبث حاصل ہوئی تو روح القدس

تذکیر

عشق و محبت

ایک دم نہیں حاصل ہوسکتی۔ تو جب روح القدس حاصل ہوگئی تو ازجز تاکل کا کام اگر چاہے تو خود کرے سکتا ہے + لہذا روحِ فانی اور نجس اور خباثت شعار کو چھوڑ دو۔ روح القدس کے طرف رجوع ہوتے جاؤ۔ کہ قدسی سی محبت میں سعید الدماغ و روشن ضمیر ہونے لگو۔ عقل میں ترقی ہو تمہاری عقل شمازادہ عقل ہے پر وہ تم کو حکیم نحریر النفس نہیں بنا سکتی۔ بخلاف اس عقل کے جو خالص ایکدم عقل ہے + عقل کی ہیئت علم کی حقیقت سے بالبداہت متغایر ہے۔ مگر علم وعقل میں ازدواج ضرور ہے = اُس کے نتیجہ کا نام تجربہ ہے اُسی کی صدور سے افعالِ علمی میں ترقی ہوتی ہے۔ پس علم فعلی وانفعالی ہے + تابعِ عقل ہے۔ عقل سے فیض لیکر حضور وغیوب میں اپنی ترقی کرتا ہے۔ یقظاً اور مناماً حاضر رہتا ہے ؎

مگر علم چندانکہ بیشتر خوانی	چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق شدی نہ دانشمند	چارپائے برو کتابے چند

بنا بر عقلِ مدرک وہ ہے کہ ادنیٰ توجہ میں گم شدہ واقعات کو حاضر کرکے نتیجہ اخذ کرتی ہوئی مقدمات آئندہ کے نتیجہ پر دسترس ہو کر عبور کر جائے۔ کہ بکمالِ آسانی ازلی وابدی خیر و خوبی کے سامان مہیا کردے تو ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تو اب پیدا کرنیکے بعد دوبارہ بھی بخشیگا۔ کہ تم اُس کی طرف توجہ کرو۔ تو توجہ کرتے ہی ایسی بڑھیگی۔ جیسے روزِ ولادت سے تموتک کچھ نہ کچھ تجربۃً بڑھتی رہتی ہے۔ مگر جو صبیٔ مہدی اپنا ازلی وابدی عقل وحکم اپنے ساتھ لیتا آتا ہے۔ وہ مستثنیٰ ہے۔ بلکہ ساری عقلِ ادراک بھی اپنی اصلی استعداد کے موافق اُسی صبیٔ مہدی سُوح معنوی۔ تمام آلائش سے پاک۔ بنامِ حیات اللہ و رُوح اللہ سلام علیہ سے معانی عنہ کو لے کر اپنے جوارح واعضاء کے ماتحتیں پُرنورِ فیضان سے منور کراتی ہوئی لاہوت کے چمکیلے راز کو اپنی ناسوتی ہیکل میں اشاعت کراتی ہے۔ کہ اگر اس کی اشاعت سے حقایق الاشیاء کے خواص و آثار کو اس معنی کرکے تحقیق کیا کہ بیمار جسمانی کو فائدہ پہونچے تو وہ عقل طبابت کے رنگ میں ظاہر ہوجاتی ہے۔ اگر اُن سے شگون کا کام لیا جانے لگا۔ تو فال وغیرہ کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اگر ترتیب وحساب کے طرف مائل ہوئی کہ چندر گہن کب ہوگا اور سورج گہن کب ہوگا تو ہندسہ کے شکل میں ظاہر ہوجاتی ہے + اگر ترکیبات و آمیزش کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوئی کہ تمام جواہرات خاک دھول میں ملے ہوئے ہیں۔ تمام بخارات بنامِ کواکب خلا ہوا سے ملکر علیانی آثاری وجود کے صورت میں نمایاں ہوگئے ہیں۔ اُن سب کی تبخیراتِ پُرِ اثر بنامِ روح اس جسمِ کثیف میں بڑی سخاوت اور بے پروائی کے ساتھ ملادئے گئے ہیں۔

قند و یک چیز کی ترکیب سے ایک جوہر پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قطرۂ سلب سے ایسے ایسے لال و
ورد۔ قطرۂ بارش سے ایسے ایسے مروارید و گہر۔ مٹی سے تمام آہن و سیم و زر تو یقینی ہے کہ جو چیز نیچے
بن کے تیار ہوتی ہے اوپر بھی بن سکتی ہے + مگر کھانے پینے اور دگر چیزوں کے طرح یہ ترکیب
معلوم ہوتی چاہئے۔ کہ کتنی کتنی مختلف چیزوں کے ملنے سے فلاں معلوم چیز بن جائیگی۔ تو اس مقدار پر
اُس چیز کے بنانے کا نام منسوب بہ کم ہو کر کیمیا کہا جائیگا کہ تمام عالم کی بنا کیمیا پر ہے۔ تو ایسی حالت
میں عقل کیمیا کی ہیکل میں ظاہر ہوئی۔ مگر عقل کل کے پاس وہ کیمیا ہے کہ ؎

این ہمہ مینا گریہا کار اوست	این چنین اکسیر ہا اسرار اوست
کیمیا دارد کہ تبدیلش کند	گرچہ جوئے خون بود نیلش کند

چنانچہ جس دم یہ عقل بری و بحری اور نیچ کی چیز جن کو سفلیات کہتے ہیں اُن کے آثار و خواص کے بموجب
ایک چیز کو دوسری چیز سے ترکیب دلوا کر نادیدہ و ناداں کے آگے پیش کرتی ہے۔ جس سے اُس کو
تعجب ہونے لگتا ہے تو اُس کو شعبدہ کہتے ہیں۔ کہ اس جگہ عقل شعبدہ کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔
جیسے اگر کوئی مداری معمولی سانپ کو کنیر کی جڑ سونگھا کے زہر مار سلب کرکے اپنے پاس رکھے۔ اور
کسی شیشہ کو بے حساب ملتہب کرکے عرق زنجبیل میں غوط دیکے اپنی پاس رکھ لے۔ اور خالی لیموں
میں پارہ بھر کے موم وغیرہ سے بند کرکے اپنے پاس رکھ لے۔ اور اسی طرح بہت سی چیزیں اپنے پاس
بنا کے رکھے رہے کہ تماشہ کے وقت سانپ کو پکڑ کے دکھلائے کہ وہ مار اُس کا رام ہے اُس کو ڈستا
نہیں اور اُس کانچ کو کھا کے بتلائے کہ دیکھو کانچ سے ہمارا منہ نہیں کٹتا۔ پان کی طرح چبا جاتا ہوں
اور لیموں کو دھوپ میں رکھ دے کہ دھوپ لگتے ہی پارہ کے سبب سے متحرک ہو کہ دیکھو بیجان چیز ہمارے
حکم سے ایسی دوڑتی ہے۔ جیسے دگر بے جاں۔ جو جاندار معلوم ہوتے ہیں کسی حی القیوم کے حکم سے۔
کہ اُس نے بھی اُس میں کچھ رکھا ہے جو چلتی پھرتی ہیں۔ پھر ہم اسقدر نہیں تو اُس کے اقل قلیل جز من
اجزاء تو ضرور ہوئے۔ تو یہ سب قدرت نہیں ہے۔ بلکہ قدرتی چیزوں کی مدد سے یہ ترکیب ظاہر کی جاتی
ہے۔ اس واسطے شعبدہ ہے۔ اگر یہ شعبدہ بہت ہی بہت تعجب خیز واقع ہو تو طلسمات کہا جائیگا۔
جیسے فرمیشن ہے۔ اب اگر عقل نیچرل چیزوں سے کچھ آرام رسانئ خلائق کے لئے چیز تیار کرائے
کہ جس ہیکل میں مقیم ہے اُس ہیکل کے مطابق اُسکے عوض میں آرام پہونچے تو یہ عقل صنعت و حرفت
کے پیرایہ میں ظاہر ہوئی۔ جو عقل فوری سے توجہ میں فوراً نتیجہ اخذ کر لے اُسکی حقیقت کو جانچ کے بحث و مباحثہ
میں مقدم ہو تو یہ کہا جائیگا۔ کہ عقل مذکور منطق و فلسفہ کی شکل میں نمودار ہوئی + جو عقل یہ تجویز کرے

کہ سانپ کا زہر نکالدو۔ کہ ڈسے نہیں ۔ دشمن کا ہتھیار چھین لو کہ حملہ آور نہ ہو۔ حملہ کے وقت مارا جائے۔
اور ہم غالب رہیں۔ اپنا ہتھیار نہ جائے کہ باآسانی تمام تمدن وانتظام کرلیں۔ سب کو قابو میں کریں۔ تو اس
عقل کو حکمت کہتے ہیں۔ کہ وہی عقل حکمت کے لباس میں ظاہر ہوئی۔ جو عقل تمام عالم کو نمونۂ عقل بتلا کے
ایسی سخت حیرانی میں ڈال کر اپنی ہی ذات سمجھانے میں پہلے خود ہی کو عاجز کرکے خموشی کے عالم میں ڈالتی
ہوئی یہ سمجھاوے کہ کسی چیز کی اصلی حقیقت دریافت نہیں ہوسکتی جو کچھ یہ حرکات ہو رہے ہیں بالکل نامعلوم
ہیں کہ کیوں ہو رہے ہیں۔ پس جسکے جو دل میں آئے بولتا جائے اور کرتا جائے کیونکہ بولانیوالا کرنے والا
کوئی اور ہے تو یہ عقلِ محیر ہوگی۔ پھر اس بناء پر جو [illegible] ئی دھوم دھام سے ہر طرح کے قول و فعل کا مرتکب
ہوتا ہے کہ اُس میں سے جسطرح معمولی آدمیوں کی بہت سی باتوں میں سے کچھ سچ ہو جاتی ہیں اسکے
بلند پروازی کے مطابق دس پانچ باتیں سچ ہو جایا کریں جو محض اضطراری ہیں تو اسکو رجم بالغیب کہینگے
کہ اس یکسوئی کے سبب سے عقل اُس کے ساتھ یا خود کے ساتھ یہ رعایت کرے کہ اگر کسی مارگزیدہ
کو یہ کہلاوے کہ جا اچھا ہو جائیگا اور وہ اچھا ہو جائے تو یہ کہا جائیگا کہ عقلِ ہذا سحر کے معنی میں ظاہر ہوئی۔ رفتہ
رفتہ اگر اس میں اس قسم کا اثر عطا کرے کہ کبھی کبھی اُس کی بات سچی کر دیا کرے۔ تو یہ کہا جائیگا کہ عقل
مذکور ارہاص کے مفہوم میں پدیدار ہوئی ۔ اگر یہ ارہاص کثرت سے اضطراراً ہو جایا کرے تو یہ کہا جائیگا
کہ عقل استدراج کے دائرہ میں نازل ہوئی ۔ اگر یہ عقل معلومات کے ترتیب سے خود کو مستعد کرکے ہر ایک
چیز کے نتیجہ کو ملا کر بہت ہی بیشتر حکم لگا دیا کرے ۔ تو یہ کہا جائیگا کہ عقل [illegible] امکاشفات کے میدان میں
سایر ہوئی۔ اگر ایجاد کی صورت میں نمایاں ہو تو اختراع کے صورت میں ظاہر کیجائیگی اور وہ اعجاز نما
عقل جو رجم بالغیب کے نام سے اوپر کہی گئی تھی اگر اُس نے بخوبی یہ سمجھا دیا کہ ہر ذرّہ کائنات بایکدگر آکل و ماکول
اور ایک دوسرے کے حق میں زندگانی ومسیحا ہے کہ ظاہراً سب کا سلسلہ سُورج پر تمام ہوتا ہے ۔ کہ وہی سب
کا خادم و مخدوم و رب الکائنات ہے ۔ مگر اس میں کچھ اختیاری قدرت نہیں بلکہ کسی قدیر کی طرف سے
رب الکائیناتی کے عہدہ پر مامور ہے ۔ اس سے یہ اسی طرح قدیر نہیں کہا جا سکتا جیسے نیول۔ سانپ
کے مارنے جلانے سے اصلی مسیحا نہیں کہا جا سکتا۔ اگرچہ سب لوگ مسیحا بایکدگر مسیحا ہوا کریں تو ہوتے رہیں۔
پس اصل حقیقی مسیحا روح اللہ ہے جو اس میں ہمہ آن ماسح وممسوح رہا کرتا ہے۔ اگرچہ ظاہراً جدا بھی معلوم
ہوتا ہو مگر اس میں اختیاری قدرت قدیریہ ہے۔ کہ جو کچھ چاہے کر گذرے ۔ تو اب اس جگہ یہ عقل
قدیریت کی عالم میں ایسی منہمک ہے جیسے باس پھول میں۔ گل گلاب میں رنگ آب و روغن میں۔
کہ بایکدگر ایک اور بایکدگر جدا جدا۔ یہ بھی ایک شانِ عقلی ہوئی تو گویا سب قسم کے عقل کا مرجع وہ عقل

کل اس طرح سے ہوتی ہے جیسے دماغ سب قسم کے بو کا مرجع بنتا ہے۔ کہ سب قسم کے بو کا معراج دماغ تک ہوتا ہے۔ دونوں کی گذرگاہ ناک بنتی ہے۔ دونوں کو معراج تک پہونچانے والی قوت شامہ بنتی ہے۔ مگر پادشاہِ روح کے طرف سے باب الالف کا پہرہ بان بنامِ قوتِ شامہ سختی سے ڈانٹا جاتا ہے کہ تم نے کیوں بغیر ٹکٹ اور ہمارے طلب کے اس کو منزلگاہِ مسافرین تک پہونچا کے ٹہرنیکی اجازت دی کہ تمام اقلیم کی اقلیم گندی ہوگئی۔ فوراً باب الالف کو کیوں نہیں بند کردیا اُسکو زجر و توبیخ کیوں نہیں نکالدیا۔ لہذا ابھی نکالو۔ پس بدبوئی نجمِ ثاقب کی طرح سے اتنی دور بلندی پر چڑھا کے ظاہر متشابہ بگولے دری بنا کے مردود کردی جاتی ہے۔ کہ یہ سب ملمع کاری ظاہری ہے اصلی نہیں۔ اس لئے راندۂ درگاہ رہی۔ اور خوشبوئی کی اسقدر خاطر و مدارات ہوتے ہیں کہ روح اپنے ساتھ لئے ہوئے تمام اقلیم ابدان میں بے روک ٹوک سیر و تفرج کے لئے حکم دے دیتی ہے۔ تو وہ عقل صبئی مہدی جس کا ذکر در پیش ہے وہ تنزیلات و منزلات۔ مقامات و مدارج۔ اور مراتبِ نام نشان کے توسل سے بزرگ پر نور نہیں ہے بلکہ از خود ہے۔ اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آئے تو یہ تمہاری عقل کی خطا ہے اُسکے نزدیک تمہاری ساری عقلی غیب دانی و عقلی ترقی محض ایک حماقت ہے۔ تو اب ذرا عقل سے دریافت کرو۔ کہ عقلاً کس کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ جبات اللہ و روح اللہ یعنے عین اللہ کے آگے یا خلق اللہ و عبداللہ کے آگے۔ تو جس کے آگے تم نے سر جھکایا ہے وہ کب عبداللہ ہے۔ اگر وہ عبداللہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ سر جھک سکتا۔ لہذا پہلے تم فنا فی اصامت ہو جاؤ۔ اس کے بعد فنا فی السماع بس ازاں فنا فی العمل لبعدہ فنا فی الغور کہ اُس سے کیا اثر پیدا ہوتا ہے۔ تو اگر سچائی سے ہے تو ممکن ہے کہ کچھ محبت پیدا کرے اُسکو بڑھانا شروع کرے کہ عشق پیدا ہو۔ اُس سے عقل از اقسامِ نور قدسی پیدا ہونے لگے۔ کہ اُسی قسم کے ایک احمق کو ایک اعلیٰ وسیع پیمانہ پر پہنچاتی ہے + بڑھتے بڑھتے صحیح نتیجہ اخذ کرنیکے ذمہ وار ہوجاتی ہے + غور و فکر کو فہمندی کی چاٹ لگا دیتی ہے + سوال کافی جواب شافی کی عادت پیدا کردیتی ہے + قلیل للفظ کثیر للمعانی جملہ بولنے کا از خود محاورہ ڈالدیتی ہے + جزوی مدرکات سے کلیات کو انتزاع کرکے لامکان سے غایب چیز کی تحقیقات کرتی ہے + سب کو حاضر کرکے محاضرات پر حکم لگاتی ہے + پھر اُن تمام حقایق و رازِ آثار و کثیر المقدار ذخیرۂ معلومات پر قبضہ کرتی ہوئی انوارِ جلالات تک انکشاف چاہتی ہے + پھر وہ اسرار کو دراں و دراں کرنے کو تیار ہوتی ہے + سب چیز کا وزن کرلیتی ہے + ممکن ہے کہ کائنات بھر کا وزن بتلائے + کسی چیز کے تحقیقات میں پسپا نہیں ہوتی + حتیٰ کہ اپنی حقیقت خود اپنی حرکات آثار سے

ظاہر کردیتی ہے + افعال و اعمال اقوال و احوال سب کو ملا کے مقیاس العقل بنا دیتی ہے + اس
کے فیضان سے آدمی میں تہذیب آتی ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ عقل کسی عاقلِ نورانی سے سیکھے یا
پہلے اس عالم کے ہر ذرہ سے سیکھے جسکو تجربہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی اُسی کا ایک ناشمار کردہ جز ہے۔
مگر عقل کے سر حد میں ضرور فانی ہے + اور ہر فانی فی العقل البتہ عاقل ہے۔ اور عقل خود فنا بعقلِ کل
ہے + اور عقلِ کل فنا فی عقل آفریں ہے۔ پس یہ بھی فنا اُس میں ہوا۔ گویا عقل ہوا + تو وہ عقل ایک
قسم کا عکسِ نور ہے جسقدر زیادہ ہو اُسی قدر چہرۂ نورانی مترشح بعقل ہوتا ہے + تو نورانی چہرہ والے
عاقل کی یہ حالت ہے کہ اُس کی چال چلن نورانی ہوتی ہے + رفتار و گفتار نورانی ہوتی ہے + چشم و
پیشانی نورانی ہوتی ہے + دل اور اُس کا آب و گل نورانی ہوتا ہے + نورٌ علی النُّور سراپا عقل مجسم ہوتا ہے +
اُس کا باطنی نور ایسا چھپا رہتا ہے۔ جیسے بوگل میں۔ یا رُوح جسم میں یا خدا اپنی خودی میں۔ خواہ شرارہ
پتھر میں یا آتش کا پرکالہ دیا سلائی میں۔ کہ ذرا سا حرکہ میں ایسا بھڑک اُٹھے کہ عالم کو خاک وسیاہ کرے۔
اگرچہ اُس کے بھڑکنے کو پانی روک سکتا ہے۔ تو پانی کے بھی بہت سے اقسام ہیں اور آتش کے بھی اور
انوار کے بھی۔ کیسے ہی گندہ اور نجس پانی ہو وہ سارے قسم کے جمادی آتش یعنے جو لوہا سے نکالی گئی
ہو یا پتھر وغیرہ سے سب کو گل کر دینے کو کافی ہے مگر ڈانوز وغیرہ کے آمیزش سے جو مطبع میں روشنائی
کی جگہ کام آنے کو وارنش تیار ہوتی ہے وہ الٹا فقط ایک قطرۂ بارش سے انگار ہو جاتی ہے + اسی طرح
جوش مارتا ہوا کڑاہ کا تیل اور پانی دینے سے بھڑک اُٹھتا ہے۔ تو اگرچہ ہر ایک چیز مسلسل غالبٌ
مغلوب کے صورت میں نا متناہی چلی جاتی ہے۔ مگر اس نورِ متمم الانوار پر ہر گز کسی کا غلبہ نہیں یہ اپنی مرضی
کے مطابق جس جگہ چاہے ایسا بھڑک اُٹھ سکتا ہے جیسے فرض کرو کہ کوئی غنیم آتش بازی کے لوازمات
کے طور سے ایک سر سبز باغِ آتشینہ اسواسطے بنا کے چھوڑ دے کہ اُس کے دشمن پھلا پھولا ہوا باغ سمجھکے
اُس میں فروکش ہوں اور کچھ پھل توڑ کے کھانے کا ارادہ کریں کہ ایک پتہ کے بھی کھٹر کاتے ہی تمام باغ
کا باغ انگار ہو کے بھڑک اُٹھے کہ سب وہیں کے وہیں رہجائیں + پھر وہ باغ تمام ہستی کے برابر ہو۔
یا اس سے بھی بڑا ہو کیسا ہی ہو + یا اُس باغ میں ایک پتہ کھڑ کانے پر بھڑک اُٹھنے کی ترکیب نہ رکھی
ہو بلکہ کسی حوض کے حنفیۂ و آبریز کے کچ و پیچ کرنے پر رکھی ہو کہ مروڑتے ہی فوراً بھڑک اُٹھے۔ کہ اُس کا
وہی نتیجہ ہو جیسا یہاں ہوا + تو ایسی حالت میں خدا جانچ پڑتال کر جگہ پھونک پھونک کے عقل سے
پوچھ کے قدم اُٹھانا چاہیئے ورنہ سب کے سب ہلاکت میں پڑتے جائینگے۔ تو ایسا باغ کوئی عاقل ہی تیار
کریگا۔ کہ دشمن نیست ہو جائیں۔ تو یہ ہر ایک فرد بشر فرداً فرداً عالمِ اکبر کا نمونہ بنا ہوا عالمِ اصغر بنا ہے۔

نہ معلوم اُن سبھوں میں کون ایسا حوضِ کوثر ہے جس میں تمام وہ نورِ متمم الانوار چھپا ہوا ہے ۔ کہ ذرا سا اُس حوضِ کوثر کے ابر برزیل کا سرجدا کرتے ہی تمام باغ کا باغ جل بھنکے خاک و سیاہ ہو جائے اُس کو عقل سے جانچ پرتال کے کام کرنا چاہیئے ۔ ہرگز کسی متمم الانوار کا سر بے سر نہیں ہونا چاہیئے ۔ ورنہ آفت آجائیگی ۔ دیکھو عقل سے کام کرنا ۔ سارے منارۂ قدو قامت کا چراغدان سر ہے ۔ اُس میں نورِ عقل روشن ہوتا ہے ۔ اگر وہ گل ہو گیا تو تمام عالمِ اصغر اندھیرا ہے ۔ اوندھی سوجھتی ہے اسی کو حماقت کہتے ہیں جسدم ہر عالمِ اصغر فرداً فرداً اندھیرا ہو جائیگا تو تمام عالمِ اکبر اندھیرا ہو جائیگا ۔ تو تمام عالمِ اصغر میں وہ عالمِ اکبر جو درحقیقت اکبر بنامِ ہیکل اللہ ظرفِ رُوح اللہ ہوتا ہے ۔ اوس سے بڑا ادب پیش آنا اور اُس پر سے کروڑہا ناکارہ عالمِ اصغر کو قربان کر دینا بہتر ہے مگر اُس کا قربان ہونا بہتر نہیں ۔ اگر یہ قربان ہوا تو کارخانۂ عالم معطل ہو جائیگا ۔ کعبہ کی طرح سب سوگ میں سیہ پوش ہو جائینگے ۔ کہ یہ اندھیرائی مارے اندھرائی کے نیست ہو جائیگی ۔ غرض کہ سب نقصاناتِ ابدی میں پڑ جائینگے + اُس متمم الانوار کا کچھ نہ بگڑیگا ۔ بلکہ اور تنہائی کا کھلا میدان پا کر از خود اپنی خودی سے تخلوتِ صحیحہ کر لیگا ۔ یا جیسا چاہے کرے ۔ پس اعلیٰ حاکم کا اپنے ادب رکھنا چاہیئے ۔ تو عقل کا جو اعلےٰ حاکم ہے وہ روح اللہ ہے وہ کچھ احمق نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی روح کیونکر احمق ہوگی بلکہ وہ تو حکیم عقل آفرین ہوگی ۔ اُس کا کمال ادب کیا معنی کہ اُسکی سچے دل سے پرستش چاہے تو یہ سب باتیں عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہیں ۔ اس واسطے اگر عقل کو آفتابِ عالمتاب کہیں تو بجا ہے ۔ غیب دانی کی دوربین کہیں تو روا ہے ۔ جہاں تک اسکی تعریف کی جائے اُس سے سوا ہے ۔ اِسکی اوپر عقل آفریں بنامِ روح اللہ یعنی خدا ہے ۔ اگر یہ نہیں تو اور کیا ہے ۔ اسی کے طرف انا للہ و انا علیہ راجعون کہتے ہوئے ولیحت روح بنتے جاؤ ۔ یہ عقل اُسی طرف ملے چلنے کو اندرونِ دماغ بیٹھی ہوئی سفارت و پیغمبری کر رہی ہے ۔ اُس کو حماقت پر قربان نہ کرو ۔ حماقت عقل کی دشمن ہے ۔ چھوٹوں سے کشتی کرنے میں بڑے کا زور کم ہوتا ہے ۔ حماقت اگر عقل میں فنا ہو ۔ تو عقلمند ہو جائیگی ۔ خباثت قدسیت میں فنا ہوگی تو قدوس ہو جائیگی ۔ جو روح خاص روح اللہ میں فنا ہوگی تو عین روح اللہ ہو جائیگی ۔ پس عقل وہی ہے جو تمام اپنی ازلی و ابدی سلسلہ کو درست کر کے منزلِ مقصود تک پہونچاوے ورنہ حمق ہے ؎ تو دیکھو ان سب ہدایات پر قائم رہنا ہرگز نہ پلٹنا ۔ یہ سب نورِ ہدایات از خود ہماری خودی سے ریزاں ہیں کہ دونوں خودی ہماری ہی ہے کہ ایک سے دوسرے پر منعکس ہو کر تم پر پہونچاتی ہے ۔ غرض کہ یہ بھی ایک تثلیث ہوئی گویا کہ غزل

	کز رونقِ تجلّیٰ نورالہدیٰ چکیدہ	از جلوۂ الٰہی شمس الضحیٰ دمیدہ	

گفتا کہ کن - ہماندم ارض و سما تنیدہ — از قیدِ علم خالق ہر دو سرا رہیدہ
ہر سمت برقِ لرزاں خندیدہ و جہیدہ — چوں مارِ آتشینہ بر آسماں دویدہ
ابرِ بہار آمد و قوسِ قزح خمیدہ — بادِ نسیمِ صحرا بر غنچہا وزیدہ
چو قطرہائے بارش بر نخل و گل چکیدہ — از رنگہائے رنگیں ہر برگ و بر رزیدہ
بر سروِ قد ز گلشن بادِ صبا وزیدہ — گاہے تنید و گاہے از نازکی خمیدہ
آموخت است ظالم رفتارِ برگزیدہ — پروردگارِ خود را مظلوم آفریدہ
از دیدۂ دریدہ مرغِ نگہہ پریدہ — ہم دانہائے خالش با صد نیاز چیدہ
سرِ جملہ سرکشاں را شمشیرِ ما بریدہ — پیل و پلنگ و گرگاں از خوفِ ما رمیدہ
در سینہائے دشمن خارِ حسد خلیدہ — انگشتِ حسرت افزا بر یادِ ما گزیدہ
چوں لذتِ عنایت از ذاتِ ما چشیدہ — ترسید و گشت لرزاں جانش بلب رسیدہ
بل ایں چنیں بدیدم جانش ز تن ہلیدہ — حتی کہ جملہ عالم از خوفِ ما خزیدہ
خلق و عطاؤ احساں لطف و سخاؤ ایماں — صدق و صفاؤ ارماں از ما جہاں کشیدہ
علم و حیاؤ صولت حلم و وفاؤ دولت — صبر و رضاؤ ہمت از ذاتِ ما سزیدہ
حمدِ حمید کردن از لفظ و حرف و معنی — کے حمد شد ز احمد ہر حمدِ ما حمیدہ
لفظ از زبانِ لحمی آید بہ یاد گویا — غلطاں بہ باد گنجد در گوشِ ناشنیدہ
از فکر و یا تصور اوصافِ ما نہ وصف است — ہر ہستی عاجز آمد خود راز ما بچیدہ
در نیستی بہ سکتہ باید چنیں بگوئی — حمدِ محمد آمد در وحدتِ وحیدہ
تو بوئے او شمیدی از گوشِ ہم شنیدی — از چشمِ خود بدیدی تا ہم نکس شمیدہ
اول شنیدہ بودی امروز خود بدیدی — زیبا بگو تو یحییٰ حالا دگر قصیدہ

دگر قصیدہ

من ایں بہ تو نہ پرسم چونی و چرائی — ہستی و یا نہ ہستی بنما مرا کجائی
ای خالق بخالت در بخل بے نظیری — گویم کریم آندم مارا اگر نمائی
با من ہر انچہ کردی ہرگز کرم ندانم — بالائے طاق کردم جملہ نیک جدائی
اے بے وفائے قلبم وقتیکہ دزد آمد — اورا چرا نہ دزدی کردی چہ بے وفائی

دل را طواف کردی حاجی گمر نہ گشتی ۔۔ سُبحانک بریں شان ایں خوئی دلربائی
دیدار گر نمائی صدقہ ز تو بدانم ۔۔ ورنہ پئے دگر شئے کئے میکنم گدائی
از گنجہائے کفرت من کفر ہم نگیرم ۔۔ یک چیز ہم نخواہم از ہیئتِ گدائی
صدقہ بدادہ مارا از دولتِ وجودش ۔۔ خود را زکوٰۃ دادم او کے کند گدائی
فی الحق اگر رحیمی بر من نہ رحم کردی ۔۔ چوں نامِ رحم آمد در ظلم مبتلائی
مظلوم ہست یحییٰ از ظلمِ جان یحییٰ ۔۔ در رحم کذب کردہ بیکار خود ستائی
چوں ہائے ہوئی گشتہ در نامِ جائے یحییٰ ۔۔ یک ہا بشکلِ دل شد بگذشت از دوہائی
دل شد بشکلِ بیضہ۔ بیضہ بشکلِ عالم ۔۔ زردی چو شمس گشتہ روشن شدہ خدائی
چوں اندروں بدیدم یحییٰ بعرش بودہ ۔۔ سرتا بپا بہستی در عالمِ یکائی

تو یہ قصیدہ نازآمیز اُس یحییٰ لکھے کہنے سے اس یحییٰ نے پڑھا جو درحقیقت دونوں ایک ہی ہیں۔ تم اپنی طرف سے ایسی بات نہ بولو نہ پڑھو نہ لکھو۔ لیکن عبادۃً اس قصیدہ کو پڑھنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ یحییٰ تعالیٰ کے طرف سے منسوب ہوچکا ہے۔ لیکن اگر یحییٰ تعالیٰ سے درحقیقت سچا عشق ہے تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ ہم اسکو ہمارے۔ سانپ۔ بچھو کے بچو کہنے میں۔ لعنت اللہ علیہ وسوائے علیہ کہنے میں۔ حرامزادہ وسور کا بچہ کہنے میں بھی وہی لطفِ مبارک حاصل ہو سکتا ہے۔ جو جناب عالی کے کہنے میں + کیونکہ ممکن ہے کہ یحییٰ تعالیٰ سب نجس معانی کو لطیف معانی سے بدلدے۔ پس ہرچہ از دوست میرسد نیکو است + کیونکہ وہ اپنے سچے عشق کے سبب سے عاقل بنجا سکتا ہے۔ اور عقل سے یہ دریافت کرے سکتا ہے کہ ہر چیز اصل کے فعل سے منفعل ہو کر ہمہ آن موثر بہ ہوتی رہتی ہے۔ تو جس دم تاثیرات اپنے انتقالِ مکانی سے متاثر ہوتے ہوئے اپنے متاثر بہ سے واصل ہوتے ہیں۔ تو نیرنجاتِ تاثر سے مخلوط ہو کر رنگا رنگ تاثیر پیدا کرتے ہیں۔ اب اُس سے رطوبت۔ برودت حرارت اور یبوست پیدا ہوا یا سب کی آمیزش کے ساتھ متعفن ہو کر ایک جداگانہ عنصری صورت قبول کرکے اُس کو ہمہ آنی تاثیراتِ گوناں گوں کے لوازماتِ تاثر سے جو دفترِ فطرت سے تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ متاثر ہونے دے جس سے طبائع مختلفہ کا ظہور ہوتا ہے۔ یا جیسا موقع ہوا اسکے مطابق عمل میں لائے یہ اُسی کے متعلق ہے اس لئے اب تمام ذخائر تاثیرات کو مع طبائع مختلفہ اکٹھا کرکے سب کو ہم خیال بنالینا ظاہر آبہت دشوار ہے۔ مگر جیسے تمام عالم و تاثیرات کا پیدا ہونا مشکل و محال تھا اور کسی تاثیر آفریں نے پیدا کر دیا ہوا ہے وہ چاہے تو اپنی اختیاری تاثیرِ ہستی سے سب تاثیر کو ردوبدل کرے۔ اُسکو اختیار ہے۔

بس اُس کا دشنام و خوشنام دونوں ورد وظیفہ ہے چاہے دشنام کو خوشنام کردے چاہے خوشنام کو دشنام مگر دوسروں کے لئے ضرور ہے۔ دوسروں کو چاہئے کہ

ایسے کم ظرف نہ ہوں جس سے بھگتے جائیں گل کے مانند جدھر جائیں مہکتے جائیں

ایسے ہی لوگ ترقی کرتے کرتے نبوت کے کارواں سرائے میں فروکش ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہاں پہنچ کر ایسے متحد بالاتحاد ہو جاتے ہیں کہ اُس اتحاد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وحدت کے ساتھ توحید میں اور توحید کے ساتھ وحدت میں متوحد ہو کر بہرا نندنہ ہوتی رہتی ہے = کہ جس دم وہ نبی الموعود باشندۂ یکائی اپنے وقت مقررہ پر دنیا کی طرف عود کرتا ہے تو اُس زمانہ کی آب ہوا و انقلاب کے مطابق جبلتہً بہت ہی کم تر سے کم تر اشارہ میں بعین اللہ اُس زمانہ کے تمام مقدمات و حالات کے تاریک رگ و پیمان کے تہ تک پہنچ جاتا ہے + پھر جس وقت تمہید و ہدایت کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جسقدر لوگ اُس میں اپنے کمالات کے ساتھ فنا ہوئے ہیں۔ اُن سب کمالات کا اشتہار اس کے حرکات و سکنات سے بالکنایہ ظاہر ہونے لگتا ہے = کہ صنادید سلف اور آثار خلف سے اُس کی تقریر و تحریر لڑتی جاتی ہے جس سے دانا دن پتہ لگ جاتا ہے کہ فلاں فلاں مقدسین کی روحیں اِس میں فنا ہوتی گئی ہیں۔ کہ اس کے احوال و اقوال سے ظاہر ہو رہا ہے + یہ سب زورِ عقل اور عقل کی غیبی دوربین سے محسوس ہوتا ہے۔ اِسی لئے کہتے ہیں کہ دانا را نکتہ بس است = کہ عقلمند آدمی ایک نقطہ پر تمام دایرہ ختم کرسکتا ہے۔ تو جسدم وہ مدبر دائرہ زن بنام نبی جس کا ذکر باشندہ دریکائی کے اشارہ سے ایما کیا جارہا ہے وہ لوگوں کو اچھے کاموں کی طرف رغبت دلا کر دعوت کرتا ہے۔ تو اکثر وہ لوگ جو پہلے سے اچھے ہیں + اور پہلے والے نبی کے راستہ پر سچے دل سے قائم ہوتے ہیں وہ بہت جلد اُس کے ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں + مگر جو اُس راستہ کے آس پاس ہوتے ہیں وہ تھوڑی سی فہمائش و توصیہ سے اُس کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں + جس میں زیادہ نور ہے وہ اُس کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے جس میں کم ہے اُس کی بات سے مطیع ہو جاتا ہے جس میں اس سے بھی کم نور ہے وہ ٹٹول کر ایمان لاتا ہے + جس میں اس سے بھی کم تر ہے وہ اُسکی فوق الفطرت اعجاز نما واقعات کو دیکھ کر نوبت بہ نوبت پچھا پچھو کے انابت کرتا ہے + بہت سے لوگ دیکھا دیکھی بھیڑیا دھساں داخل ہو جاتے ہیں + تو اُس وقت وہ نبی اُن کے مدارج کے موافق اُن کو در پردہ امتحان میں ڈالتا ہے تاکہ اُن کو یہ معلوم ہو جائے کہ جب وہ مومن ہونے کے مدعی ہیں تو پھر دعوے کو مدلول ہونے کے مطابق ثبوت درکار ہے = جیسے وہ خود اپنے نبی کو آزما کے ثبوت پا کر ایمان لائے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے خدا کی خدائی کو آزما کر اُس کا

لو ہا مانا ہے + وہ بھی رحمۃً تھوڑا امتحان میں ڈال کر پکا کر دینا چاہتا ہے + پھر جس درجے کی وہ ڈگری
حاصل کرتے ہیں۔ اُس کے موافق اُن کو عہدے اور خطابات دئے جاتے ہیں۔ اُس میں جو مومنِ گرامی
منال ہوتا ہے وہ اُس کے عشق میں لگ جاتا ہے اور کافر اپنے حشوۃ البطن کے پیچھے پڑتا ہے + جو اُس کا
صاحبِ اسرار ہوتا ہے وہ ایک ہی ہوتا ہے اُسی کو وتر یا اوتار کہتے ہیں + اگر اس نبی نے شادی
کرلی جس سے اُس کی نسل جاری ہو تو اُس عورت سمیت اس نبی کو **شفیع** کہتے ہیں۔ ورنہ **وتر حصور** +
اور اگر ایسے ہی بصفت عورت ہو تو اس کو **عذرا اؤ بتول** خواہ **مریم یا فاطمہ** کہتے ہیں جو اجلۂ جلاجل
ہیں وہ اِن سب کو قبول کرتے ہیں ۔مگر جو کفارِ ناہنجار سراپا ذلیل وخوار زمانہ بھر کے بدکردار محض نافرمانبردار۔
حرام زادۂ نابکار دشمن پاک پروردگار ہیں۔ وہ مخالف ہوتے ہیں پھر اگرچہ وہ مالدار ہوں تو ہوا کریں اس
سے کیا ہوا وہی محروم زلو در رہنے سے اُس موعود کے دُشمن ہوتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں تراشتے
ہیں کہ ایسے مہتم بالشان قدرتِ کبریائی کے اظہار کے لئے کوئی شاہی لباس میں کیوں نہیں بھیجا جاتا۔
کہ کبھی چرواہا کبھی تاجر۔ کبھی ملاح۔ گاہے چنیں گاہے چناں میں سے بھیجا جاتا ہے کہ بڑے لوگوں کو
ایمان لانے میں عذر ہوتا ہے۔ تو حرام زادے کے بچے یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کے نزدیک بڑا کون ہے
اپنے ذہن سے خود کو بڑا سمجھتا ہے ۔ اور اُس کے انتخاب میں خود کو رائے زنی کے قابل قرار دیتا ہے +
حالانکہ خود اُس کا بنایا ہُوا ہے ۔ یہ نہیں دیکھتا اور نہ کچھ غور کرتا کہ اس سے اور اُس کی قدرت
کا اظہار ہوتا ہے چنانچہ حضرت ارمیا یعنی حضرت رام چندر جی علیہ الصلوٰت والسلام اور حضرت
سلیمان علیہ الصلوٰت والسلام دونوں شہزادوں کو شہزادگی سے معزول کراکر پھر دہی فقیری لباس میں
ہادی بناکے پادشاہ بنایا۔ اس کے علاوہ اُس کو سب سزاوار ہے جو چاہے سو کرے سرکار ایک
ادنیٰ قزلباش یعنی **پولیس مین** کو بھجواکر امیر کبیر کو گرفتار کراتی ہے وہ چاہے ایک مچھر سے پادشاہ
کو مروا ڈالے گویا وہ ایک مچھر ہی ایک ادنیٰ **پولیس مین** ہے جو مار ڈالنے کے فعل کو انجام دے دیگا
لہٰذا جو عاشقِ رُوح اللہ ہمیشہ سے رہتے ہیں تو جس دم وہ روح اللہ نبی کے شکل میں دنیا میں آجاتا ہے یا
ادھر اُدھر رجال الغیب کی طرح دیکھ جاتا ہے۔ تو دیکھتے ہی وہ عاشق اپنے معشوق کے پوشیدہ اداء کو
سمجھ جاتا ہے کہ ہردم بلباس دیگراں یار برآمد کا مضمون ہے پس وہ اُس کا ایک دم مطیع و فرمانبردار
ہوجاتا ہے کہ ؎

بہر رنگیکہ خواہی جامہ مے پوش — من اندازِ قدت را مے شناسم

اور جو عاشق نہیں تو عاشق نہیں ہوناہی سخت کفر وعداوت اور نری بغاوت ہے۔ وہ بالکل نہیں پہچان

سکتا بلکہ دیکھنے پر اُلٹا اُسکو اور سخت عداوت ہو جاتی ہے مسیحائی صورت جو یوسف سے کروڑ چند فزوں ہوتی ہے اُسکو بُری معلوم ہوتی ہے مسیحائی آواز جو الحان داؤدی سے کروڑ ہا کروڑ چند افضل ہوتی ہے وہ اُسکو کریہہ محسوس ہوتی ہے۔ مسیحائی سیرت جو رحمانی سنت ہوتی ہے وہ اُسکو زہرِ مار معلوم ہوتی ہے بس میلانِ عاشق بمعشوق می گردد درجبانِ فاسق بمفسوق۔ لہٰذا اے عاشقانِ روح اللہ دیکھو فنا سے فاسق رہو اور بقا کے عاشق۔ کیونکہ بقا ہی روح اللہ ہے۔ لیکن یاد باشد کہ ؎

عشق میں کچھ یاس کچھ امیدواری چاہیئے ۔۔۔ کچھ تحمل چاہیئے کچھ بیقراری چاہیئے

واسطے محبوب کے سینہ فگاری چاہیئے ۔۔۔ اور اُس کے واسطے صد آہ و زاری چاہیئے

غم نہ کھا سکتا ہو گر تو غمگساری چاہیئے ۔۔۔ اپنے دلبر کی ہمیشہ پاسداری چاہیئے

ماں کی اپنی اسقدر خدمتگذاری چاہیئے ۔۔۔ اُف بھی اس سے مت کرو یہ انکساری چاہیئے

تم کو گر کچھ بھی رضامندی ہماری چاہیئے ۔۔۔ جب تو اُس پر جان و دل سے جانثاری چاہیئے

میرے دلبر کو دوپٹہ یا نہ ساری چاہیئے ۔۔۔ یا نہ اُس کے واسطے گوٹا کناری چاہیئے

نور کے گُڑیا کو کیا پوشاکِ نورانی سے کام ۔۔۔ نور کیا نور آفریں ہے نور باری چاہیئے

جن کو مرضِ عشق کا دعویٰ ہے اُنکے واسطے ۔۔۔ دل ہمارا چاہیئے صورت ہماری چاہیئے

میں ہوں اُس اماں کا بیٹا جسکو بیٹا ہی نہیں ۔۔۔ ماں بھی مجھ کو چاہیئے تو بس کنواری چاہیئے

میں ہوں نجلِ لم یلد لم یولد وہ ذاتِ وحشتے ۔۔۔ ازرہِ انجیل اب امی پیاری چاہیئے

اُمی امی کہتے میں بولا کروں در مہدِ پاک ۔۔۔ اُن کے منہ سے لفظِ مہدی مہدی جاری چاہیئے

لیں کبھی بوسہ کبھی ممسوح رکھیں مہد میں ۔۔۔ کاے مسیحِ مہدِ یتیم کیا شیرخواری چاہیئے

مہدِ نورانی میں جو ساکن ہوا مہدی ہوا ۔۔۔ نور کا پُتلا بنا نوری سواری چاہیئے

انتظاری میں ہو گرچہ پھر نہ مانو گے کبھی ۔۔۔ اس لئے دُنیا میں اب اک جنگ بھاری چاہیئے

ایک دم رحمت نہ بھیجی کیسے بھیجے قہر کو ۔۔۔ اِسلئے قہرِ مطہر باری باری چاہیئے

ابنِ مریم ہوں مسیحائی کا دعویٰ ہے مجھے ۔۔۔ مجھکو کیا اصحاب و انصار و حواری چاہیئے

توپ کی حاجت نہیں ہے مالنا من دافع ۔۔۔ موصلِ قدرت کو کیا برچھی کٹاری چاہیئے

میں نہ ہوتا تو کبھی ہرگز نہ ہوتی کائنات ۔۔۔ مہدیٔ موعود کی تمہید ساری چاہیئے

کیونکہ میں نے مہد میں پائی ہے اسکے پرورش ۔۔۔ اِسلئے مہدی ہی کو سب پیشکاری چاہیئے

کہدیا فلج گرے سارے مخالف پر مرے ۔۔۔ کر دیا پھر حکم سب پر خوف طاری چاہیئے

ناگہاں بھونچال ہو جا ساری دنیا میں ابھی
آگ برسے اور آفت صد ہزاری چاہیئے

حرفِ فطری سے نوشتہ ہے بلوحِ کائنات
اُسکے پڑھنے کے لئے صرف ایک قاری چاہیئے

بس وہ قاری میں ہوں گو یا کوئی بھی قاری نہیں
بس اطاعت خالصاً خالی ہماری چاہیئے

جو کوئی پڑھ لے اسے شاگرد اُس کا ہے وہی
صاف کہدیگا مجھے پروردگاری چاہیئے

نور کے پُتلے جو ہیں پڑھتے ہیں یہ ساری کتاب
اور جو ناری ہیں اُن کو درسِ ناری چاہیئے

نور اُس کا عود اب کرتا ہے از جدے بہ جہد
امر ہذا میں نہ ہرگز انتظاری چاہیئے

یہ تو اپنا کام بائیں ہاتھ کا سب کھیل ہے
قدرتی جو معجزہ ہے اختیاری چاہیئے

معجزہ کا وقت جب آئیگا دیکھوگے سبھی
کیونکہ اس کے واسطے تکرار بھاری چاہیئے

تاکہ میری جان پر پہنچے کوئی بھاری گزند
اک عبا پہناؤ جسمیں لال دھاری چاہیئے

بعد اس کے قہر وہ نازل کریگا سربسر
گال پر آنسو کے بہنیکی کیاری چاہیئے

سر اٹھیگا جانبِ مغرب سے مثلِ آفتاب
چیختا نکلیگا اُس کو اضطراری چاہیئے

نعرۂ انی انا الحق مارتا جائیگا وہ
عرشِ ابرِ نور پر عرشی عماری چاہیئے

ق - یومَ یسمعونَ الصیحۃ بالحق کذا
ذالک یوم الخروج اب پردہ داری چاہیئے

میں تو ہوں اک ماس پتلا مجھ میں قدرت ہے کہاں
کھیل کروانے کو ایک قادر مداری چاہیئے

جز ہماری ذات کے ہرگز پرستش مت کرو
پوجنے والا مجھے مجھ سا پجاری چاہیئے

کُنتُ کنزاً مخفیاً میں جو دفینہ سر کا ہے
اُس پہ گویا ناگ ایسا چتر دھاری چاہیئے

مذہبِ عشقِ خدا میں ساری چیزیں ہیں حلال
ہاں مگر اُس عشق میں بس پائداری چاہیئے

ایک یحیٰی چاہیئے جسکو نیابت بخشدے
کون یحیٰی چاہیئے یحیٰی بہاری چاہیئے

تو بہار میں ایک یحیٰی نہیں بہت سے نکل سکتے ہیں - اور اگر بہار کے معنی جہان بھر کے لئے جائیں - تو جہان بھر میں بے شمار یحیٰی نکلینگے - اور اگر لفظِ جہان تمام عوالم کے معنے میں استعمال کیا جائے - تو تمام عالم ہی وجودِ یحیٰی سے پُر ہو جائیگا - تو درحقیقت یحیٰی کے معنی ہر ذرۂ کائنات کے ہیں - گویا بالکل ہستی کا نام یحیٰی ہے ؎ حتیٰ کہ ہستی آخریں کو بھی یحیٰی کہتے ہیں + تو ازل سے ابد تک نکرہ و معرفہ یحیا ہی یحیٰی ہوا + پھر یہ بات صرف یحیٰی بہاری پر خصوصیت کے ساتھ کیونکر حصر کی جاسکتی ہے کہ یحیٰی بہاری کو نیابت بخشی جائے - پھر اس پر یہ بھی صاف نہیں - کہ بہاری یحیٰی میں سے کون سا یحیٰی؟ لہذا یہ ایسی ہی مجمل بات رہجاتی ہے درج جیسے اگر کوئی اپنے تابعین سے پُوچھے کہ کیا تم لوگ مجھ کو عاقل

سمجھتے ہو یا احمق۔صادق سمجھتے ہو یا کاذب۔حقاق سمجھتے ہو یا دجال؟ اور سب لوگ جواب دیں کہ عیاذاً باللہ ہرگز احمق۔کاذب اور دجال نہیں سمجھتے بلکہ اچھے سے اچھا اور سچّے سے سچا سمجھتے ہیں + اُس وقت وہ یہ کہے کہ جب تم مجھ کو سچا سمجھتے ہو تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم لوگ مجھ کو کذابؔ دجّال وفاجر سمجھتے ہو۔اگر تم کو اس سے انکار ہے تو گویا یہ کہنا میرا کذب ودجل میں شامل ہو جائیگا۔لہذا اسی وقت تم مجھ کو دجال کہہ چکے۔اگر اقرار کرتے ہو تو میرا کہنا حق ہو چکا۔پھر تم پر کیا بھروسہ۔اگر دونوں حالت میں چپ رہتے ہو تو السکوت کالاقرار کا مضمون پیش آتا ہے + اگر مضطر ہو کے یہ کہتے ہو کہ ؎ سپردم بتو مایۂ خویش را + تو دانی حساب کم و بیش را + تو میں تم کو کہہ چکا کہ ایسا ہونا چاہتا ہے + تو واضح رہے کہ جس طرح تمہاری زبان سے (ایاک نعبد) کا مفہوم سمجھا جاتا ہے اُسی طرح میں تمہاری زبان سے دجال وفاجر ہونے والا شخص کہتا ہوں۔جو باطن میں حقیقۃً ایسا نہ ہوگا لہذا اسکے مدعیان خود دجال وفاجر قرار پائینگے چنانچہ اگر اس میں کچھ شک ہو تو اسکی آزمائش کی ترکیب بتلا دیتا ہوں اُسکے مطابق کرکے آزما لیتے جاؤ اور وہ طریقۂ آزمائش یہ ہے۔کہ میں دروازۂ موت سے اپنے ملبس یعنے ڈرسنگ روم میں کپڑا بدلنے جاتا ہوں اور اتنے ہی دیر میں تمہارے پاس لوٹ کر آتا ہوں کہ گویا غسل کیا۔کپڑا بدلا۔اپنے مقام ومنام میں چکر لگایا اور واپس آئے۔اس میں بہت ہی تھوڑا سا وقت صرف ہوگا۔مگر اسی عرصۂ قلیل میں بہت سے لوگ میرا نام لیکے تمہارے پاس امتحاناً آتے جائینگے اور طرح طرح سے ثبوت پیش کرینگے جس سے لوگوں کو حیرانی ہوگی۔مگر جس دم میں خود آجاؤنگا تو اُس وقت کے لحاظ سے میں سخت زبردست رہونگا۔میرے نزدیک سب کے سب شل وزرف ہو جائینگے عش عش کرکے انگشتِ بدہان ہونگے۔ ہزار کوئی سر پٹکے مرجائے تو مرجائے مگر ہماری ہی جیت رہیگی ہمارا ہی سکہ چل جائیگا۔سب مُنہ تکتے رہجائینگے یہ بہت بڑی پہچان ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اسی عرصۂ قلیل میں ایسے تم لوگ بدآموز۔ناحق پرست۔خبط الحنصال ہو جاؤگے۔کہ حقدار ہی کو ناحقدار سمجھوگے + اسلئے ہم تم کو جتلا دیتے ہیں کہ دنیا ایک ناٹک اور تھیئٹر ہے اس میں سب طرح کے لہو ولعب ہیں۔اس میں جو میں تم کو جا پہنچنے کے لئے آنا چاہتا ہوں۔تو اس ناٹک کے قانون کے مطابق جاپہونچونگا۔ تو ناٹک میں ایک دروازہ میں داخل ہو کے دوسرے دروازہ سے پاؤڈر وغیرہ لگاتے ہوئے بھیس بدل کر بہروپیہ بنکے آتے ہیں کہ پہچاننے میں دھوکا ہوتا ہے۔لیکن کبھی تاڑ جاتے ہیں تاڑنیوالے۔ پھر وہ گلِ سفید کے گلاوہ سے گلمالہ کرکے فرنگی بنایا جائے یا اندھیرا غپ وارنش سے زنگی بنایا جائے

کچھ ہو۔ تو تارٹنے والوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو یونیورشل ناٹک لا کے مطابق دروازۂ موت سے جاتا ہوں اور دروازۂ ظہر و بطن سے عود الی المعاد کروں گا۔ اس واسطے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جسطرح اب کی بار ہمارے آمد کے دروازے بنام والدین تھے اسی طرح مراجعت کرتے وقت بھی ہونگے۔ جس طرح آج ہم کسی عبد اللہ کے بیٹے ہیں اوسی طرح اُس وقت بھی عباد اللہ کسی عبد اللہ کے بیٹے رہینگے۔ جس طرح اب کی بطنِ مادر نے امن و امان سے امانۃً رکھا تھا۔ اسی طرح اُس وقت بھی رکھیگا گویا بطنِ مادر بہرحال آمنہ و آمینہ ہے۔ جیسے اس وقت ہاتھ پاؤں ہیں اس وقت بھی ہونگے۔ جیسے آج عاشق مزاج ہوں اُس وقت بھی عاشق مزاج ہی رہونگا + اس واسطے نہ آج بُتِ اندام۔ بدیں دسمیں۔ جسیم و وریم ہوں نہ اُس وقت رہونگا۔ اکثر بار یک مُبارک ہوتا ہے۔ جیسے اس وقت میرا ایک نام ہے اُسوقت بھی ایک نام ہو گا۔ مگر نام میں خصوصیت ہوگی کہ جیسے ابکی میرا نام سنسکرت زبان کے لفظِ دہامت بمعنے روح اعظم و روح القدس سے لیکر بطرز لغاتِ جالبیہ رکھا گیا ہے جس میں بوجہ نہ تیار ہونے کتاب الصرف والنحو کے نوپیدا زبان ہونے کی خبر ہو رہی ہے ویسی ہی کوئی دوسری نوپیدا زبان ہوگی۔ اُس کا اہلِ زبان بنکر آونگا۔ اُس وقت کا نام بھی معجم سے معرب ہو کر رکھا جائیگا کہ دونوں ایک زبان کا نام کہا جا سکے۔ پھر جسطرح نامِ موجود میں ابتدائی حرف درمیانی حرف چھوڑ کر مکرر آتا ہے۔ اُسی طرح اُس نام میں بھی ابتدائی حرف درمیانی حرف چھوڑ کر مکرر آئیگا۔ اور جو حرف اسم موجود میں درمیانی حرف ہے وہی حرف اُس نام میں بھی درمیانی ہو گا جس قدر حروف نامِ حال میں ہیں اُسی قدر حروف نامِ استقبال میں ہونگے۔ جیسے نامِ موجود میں حروف جلالیہ و جمالیہ۔ ناریۂ و نوریہ وغیرہ ہیں۔ ویسے ہی نامِ موعود میں ہونگے جس طرح نامِ موجود بخطِ الخنا مرقوم ہوتا ہے۔ اُسی طرح نامِ موعود بخطِ نخنی مرقوم ہو گا۔ گویا رفتارِ حیہ کی طرح جو اپنی بانبی سے نکلکر پھر اپنی بانبی کی طرف جاتا ہے۔ اُسی طرح سے ہو گا۔ لیکن یہ جو کہا گیا کہ وہ اپنی بانبی کی طرف جاتا ہے وہ اس واسطے کہ جہاں اُس کا خزانہ ہے وہیں اُسکی بانبی ہے۔ تو مجھ میں کنزِ مخفی ہے وہ ایک ایسے روشن منارہ میں رکھا جائیگا جس کا سلسلہ شامی مناروں سے ملیگا اور وہ شامی منارہ وہی ہے جسکو شام والے شومیٔ شامتی سلسلہ کا منارہ تسلیم کر کے ہمیشہ منہدم کرنے کے درپے ہونگے مگر وہ منارہ منہدم نہ ہو گا بلکہ نہایت مشموم متمم النور رہو گا جسکو مکانِ شرقی اور جانب الغربی عدوۃ الدنیا اور عدوۃ القصویٰ یعنے ایشیائے امریکہ سے تعلق ہو گا اور اکرم دائرہ کی طرح سب طرف سے ہو گا بس وہ ہیکل منارہ۔ منارۂ اُمیرک میں درآمد ہو کر برآمد ہو گا تو جبدم کنزِ مخفی کی ضرورت ہو تو اُس قمقم سے طلب کر لینا لیکن

کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس مہاجن کا قصہ ہو جائے اور وہ یہ ہے (ح) کہ کسی مہاجن نے پچاس ہزار روپیہ ایک گڑا میں رکھکر تھم کے نیچے دفن کر دیا۔ اور اُس کی زنجیر چھت سے لگا دی۔ اور اپنے بہی کھاتے میں لکھدیا کہ ضرورت کے وقت تھم صاحب سے پچاس ہزار روپیہ لے لینا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد جب اُس کے بال بچے کو ضرورت پڑی۔ سب پریشان حال ہو گئے شکستہ حالی سے قوتِ شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ تو کہیں اِدھر اُدھر سڑے گلے دفتروں سے وہ **بہی کھاتا** بھی نکل آیا جس میں یہ لکھا تھا کہ ضرورت پڑے تو **تھم صاحب** سے پچاس ہزار روپیہ لے لینا۔ ہم نے اُن کو امانتہً رکھنے کو دیا ہے اُن بے سمجھوں نے اس اصطلاح کو کچھ نہ سمجھا اور بغل میں **بہی کھاتا** دبائے ہوئے محلہ محلہ شہر بشہر جا بجا **تھم صاحب** کے تلاش میں مارے پھرے۔ کہ کوئی **تھم صاحب** ملجائیں تو پچاس ہزار روپیہ کا پتہ ملے۔ مگر نہ **تھم صاحب** ملتے ہیں نہ روپیہ ملتا ہے۔ جب تک ہزار ہا فاقہ کشی سے مر گئے۔ ایک مدت پر کسی عاقل سے پتہ لگا کہ تمہارے مکان میں مکانِ شرقی و غربی کی طرف جو بلا مناسبت چھت سے زنجیر لگی ہوئی تھم کے پاس زمین کے اندر چلی گئی ہے ضرور اسکے اندر کچھ بھید ہے + پس یہی **تھم صاحب** ہیں۔ خزانہ تھامے ہوئے ہیں اُسکے نیچے دیکھو چنانچہ دیکھا گیا اور خزانہ حاصل ہوا۔ اسی موقع پر۔ ڈھنڈھورا شہر میں لڑکا بغل میں کہا جاتا ہے۔ کہ **تھم صاحب** تو گھر میں ہیں اور شہر بشہر اُن کو ڈھونڈھتے پھرتے ہیں تو وہ منزلِ حی بنامِ **منارۂ کنزِ مخفی** جسکو رُوح اللہ کہتے ہیں منارۂ ابیرک سے برآمد ہو کر منارۂ بیت اللحم میں جلوہ گر ہو چکا تو یہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں خزانہ حیؔ **بنامِ کنزِ مخفی** ہے وہیں حیہ بھی ہوگا اُسکے پیچ و خم میں تمام اسم موعود کی خبر نکل آئیگی اسکو چھوڑ کر در بدر مارے پھرنا کہ ہلکان میں الفا ہوتے جاؤ ویسے ہی ہوگا جیسا کہ وہ **منارہ یا تھم صاحب** کے تلاش میں **بہی کھاتا** اور آیت و حدیث بغل میں دبائے مارا پھرا اور بعد از خرابی کامیاب ہوا لیکن حقیقتہً ایسا ہی ہے کہ ہزار ہا خرابی کے بعد جو کامیاب ہونیوالے ہیں وہ کامیاب ہو جائینگے جو جہیم واصل ہونیوالے ہیں وہ جہنم واصل ہو جائینگے۔ پس جو کچھ ہم نے کہا ہے وہی ہو کے رہیگا۔ تو گویا انہیں اخبار کی طرح یحییٰ بھاری کے بارہ میں مجمل خبر رہجاتی ہے۔ کہ آخر کون یحییٰ ہونا چاہئے تو وہ بھی اُسی طرح ثابت ہو کے رہیگا جیسا کہ سچی بات ثابت ہو کے رہتی ہے۔ لیکن ابھی یہاں پر بطور بحث و جرح امر ہذا معرضِ بحث میں ڈالا جاتا ہے جو کسی جگہ نتیجۃً مدلل باثبوت ظاہر ہو جائیگا۔ تو اب بحث یہ ہے۔ کہ رفتار حیہ میں یہ نام ظاہر ہوتا ہے اور اسکے بیشمار معنوں میں سے ایک معنی خصوصیت کے ساتھ حیہ بھی ہے۔ تو حیہ کی جو اس قدر تخصیص کی جاتی ہے اُس کا کیا سبب ہے؟ کہ حیہ میں بے شمار اوصاف میں منجملہ اُن کے یہ سب اوصاف اُسکے بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ جس قدر چیزیں ہیں سب کار آمد ہیں جب تک

اُن کا استعمال نہیں معلوم ہے وہ بیکار معلوم ہوتی ہیں - اما درحقیقت بیکار نہیں - تو جو چیز بیکار نہیں
وہ خزانہ ہے + کیونکہ اُس سے کام نکلتا ہے - اس واسطے تمام عالم خزانہ ہوا - تو خزانہ پر سانپ
رہتا ہے - اس لئے ہر ذرّہ کائنات پر سانپ کا رہنا ضرور ہوا + اور سانپ اسواسطے کہ سانپ سے
اسقدر جلد خبر معلوم ہو سکتی ہے کہ اسقدر جلد ٹیلیگرام کہ وہ سانپ ہی کے مشابہ ہے اُس سے بھی
خبر نہیں معلوم ہو سکتی - حتیٰ کہ وایرلسٹ سے بھی یہ کام نہیں حل ہو سکتا + کیونکہ فرض کرو کہ کروڑوں
کوس تک خزانہ ہوا اور اُسی کے بموجب بہت ہی لنبے چوڑے سانپ کا اُس پر پہرا ہو تو اُس کی دُم
کے مس کرتے ہی کروڑوں کوس کی لنبان تک اُسکو خبر ملجائیگی - تو کائنات جو ایک بہت ہی بڑا
جوکھم اور کنز اللہ ہے اُس پر اُسکے ہر طرح کے خزانہ پر اُس خزانہ کے مناسبت سے اُسی قسم کا
مار ہونا چاہئے + کیونکہ مار کے بہت سے اقسام ہیں ہر مار اگرچہ متشابہ ہوں مگر باہم برابر نہیں چنانچہ
وہ سب اقسام کے مار جو جس خزانہ پر مقرر ہیں تحتانی حصہ سے لیکر فوقانی حصہ تک بیان کئے جاتے
ہیں - کہ جب کثافت میں بال سڑ جاتا ہے تو اُس سے ایک زہریلا لنبا سا کیڑا جسکو شرمار کہتے ہیں
وہ پیدا ہوتا ہے - وہ ترقی کرکے سانپ کی شکل قبول کرتا ہے وچتکبرا ہوتا ہے - اُسکو گھیل
سانپ کہتے ہیں اُسی کا دوسرا نام ملاقمہ ہے وہ خزانۂ خرا کا پاسبان ہوتا ہے - ہمیشہ گہہ غلیظ میں
رہتا ہے - اور جس چیز کے بال سے وہ ہوتا ہے اکثر اُسی چیز کے درپے ہوتا ہے - اسی واسطے
کہا جاتا ہے کہ اِنَّ الشَّیطانَ لِلانسانِ عدوٌ المُبین یعنے آدمی کا ہر ایک بال بال اُس کا کھُلم کھلا
دشمن ہے - چنانچہ ہر ایک سانپ کو بال سے بڑی مناسبت ہے - مگر چونکہ منجانب اللہ ہر ایک چیز
کے لئے منہاج و مناسک و مذاہب بنادئے گئے ہیں - اس واسطے ہر ایک اپنی ترقی کے پیچھے پڑا
ہوا ہے + مثلاً چرندوں کو یہ حکم ہے کہ اُن کو گوشت کھانا حرام ہے - گھاس کھانا حلال پس وہ حلالخوری
میں لگے رہتے ہیں - کہ نافرمانی سے ترقی میں کمی نہ ہو - اسلئے سزا ہو - اسی طرح درندوں کو یہ حکم ہے
کہ ہرگز بلا ضرورت گھاس نہ کھائیں - زیراکہ گھاس کھانا اُن پر حرام کیا گیا ہے پس وہ بھی اُس کی پابندی
میں لگے رہتے ہیں - بربنائے ذالک سانپوں کو یہ حکم ہے کہ کسی کو نہ ڈسو بصورت ڈسنے کے تین دن
تک دم جھڑی رہیگی - اور آئندہ کچھ سزا ہو گی - لیکن اگر ستائے جائیں تو **حفظان نفسی** پر عمل ہوں - تو
عبادت ہے - بالکل ظلم نہیں - اُس وقت دم ریزی کی سزا بھی نہ ہوگی - نہ آئندہ کی سزا کا خیال ہو سکتا
ہے - **بصورت عدم ایذا رسانی** ترقی کا مستحق سمجھا جائیگا - پس وہی ملاقمہ جو متشابہ بہ غلیظ و سرگین
ہو رہا تھا ترقی پا کر رب المیاہ بزنگ میاہ اندرونِ میاہ بنام تمقام - پاسبان مقرر ہوتا ہے کہ ہزار ہا

عاقمہ وقلب اور حوت الحیہ وغیرہ وغیرہ اُس کے زیر فرمان رہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی ناحقدار خزانۂ ملی پر
سرقہ کا مرتکب ہو تو اُس پر اپنے زہریلے ہتھیار سے وار کریں۔ ورنہ ڈگریڈ کئے جائینگے۔ پھر قمقامیت
کے عہدہ سے ترقی پاکر علاء الحامل البحر برنگِ جبال بنامِ ہمہام مقرر ہوتا ہے۔ کہ تمام جبلی چیزیں اُسکے
ماتحت ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ناحق لینا چاہتا ہے یا پہاڑ کو توڑنا چاہتا ہے تو ہزاروں کو بل دینا پڑتا
ہے۔ اور تمام ارباب معدنیات ورب الجواہرات وغیرہ طرح طرح کے پہاڑی آفات سے اُسکو جال
بحق تسلیم کر دیتے ہیں۔ جب یہ ہمہام اس سے ترقی کرتا ہے تو رب الجبال والصحرا بنامِ ارقم بنایا جاتا
ہے۔ جب اس سے ترقی کرتا ہے تو تمام آغ و طارغ۔ ارض وصحرا سب کا حاکم بنام ادھم بنایا جاتا
ہے۔ اُس وقت تمام افعی وحنش سب اُسکے ماتحت ہوتے ہیں + اگر ان سے کچھ جرم سرزد ہوتا
ہے تو اُس کی سزا کرتا ہے۔ اچھا کام کرنے پر اُن کو ترقی دیتا ہے + جب یہ ادھم اس سے بھی
زیادہ ترقی کرتا ہے تو رب الجمادات والنباتات بنامِ ثعبان بنایا جاتا ہے۔ کہ جس جس عالم میں گشتی
لگاتا ہے اُسی عالم کا لباس بدل لیتا ہے مثلاً اگر عالمِ نباتات میں سیر کرنے کو نکلتا ہے تو اکثر بیالا سبزا
بنجاتا ہے = گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔ گویا اپنے اس عالم میں ثبوت کرتا ہے + جب اس سے زیادہ
ترقی کرتا ہے تو رب الحیوانات بنامِ حیہ ہوتا ہے + اس سے ترقی پاکر رب الاوقات بنامِ ایوم ہوتا
ہے اُس وقت سارے رب اللیل والنہار طارق ومعقبات سب زیر فرمان ہوتے ہیں۔ تمام رات دن کا
حساب لیتا ہے۔ یہاں تک سفلی ارباب وموکلات کا مختصر بیان ہوا کہ یہ سب حیہ کے شکل میں ثابت
ہوئے۔ بلکہ ازل سے ابد تک کے جسقدر حکام وارباب وملایک بیان ہونگے سب کے شکلیں حیہ نما
ہونگے چنانچہ جسقدر چیزیں ہیں وہ اسی سلسلہ پر ترقی پاتی ہیں۔ جس کی ثبوت یہ ہے کہ علویات سے
جو بجلی ہے اُسکی صریح رفتار تمکو حیہ کی محسوس ہوتی ہے۔ جسدم شہاب ودخان کا ظہور ہوتا ہے تو اُس
کی بھی رفتار وہی ہوتی ہے۔ قمرین کی روشنی سطح آب پر بصد پیچ وخم برفتارِ حیہ مشابہ ہوتی ہوئی ہوائیں
گم گشتگی کے ساتھ پیچ وپیچ استقامت روی اختیار کرتی ہے + ہوا پانی کو جنبش میں لاکر بسبیلِ موج
اپنی رفتار برفتارِ حیہ ثابت کرتی ہے + پانی جب بہتا ہے تو رفتار حیہ قبول کر لیتا ہے۔ احتراز ہوا سے
تمام ریگستانی سطح موج وار نشانات کے آثار ظاہر کرتی ہے جس سے ہوا کی رفتار مشابہ برفتار حیہ
ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ جب گھاس پات سے ہوا ہبوب کرتی ہوئی گذرتی ہے۔ تو اُنکو
اُسی انداز سے خم کرتی ہے جیسے رفتار حیہ ہوتی ہے۔ یہ تو عناصر کے تین بہت ہی بڑے بڑے عنصر
کی رفتار کی حالت بیان ہو چکی۔ اب اس میں جو مٹی ہے اس کی حالت سنو کہ ان سب سے حیوانات

مرکب ہیں ان کے آمد ورفت کا طریقہ بالکل برفتارِ حیہ مقرر ہے۔ اور وہ کس طرح کہ تم دیکھتے ہو کہ ہر ایک حیوان کا آلۃ المنایا **مارنما** ہے۔ اُس سے جو چیز خارج ہو گی وہی شکل قبول کریگی۔ تو جس دم وہ **آبِ حیوان نبامِ منایا** بحکم رب الحیات جو مخرج الحی من المیت اور مخرج المیت من الحی ہے۔ بچہ دان میں برفتار حیہ داصل ہوتا ہے تو اسکے اندرونی **کرمہائے ماروش** جسکو **علق** کہتے ہیں ایک دوسرے کے حق میں آکل وماکول ہوتا ہوا اکیلا رہجاتا ہے تو اُس وقت تثلیث کے شکل قبول کرکے اکائی کی صورت میں اپنے والدین کے جنسیت پر عود کرتا ہے۔ تو ابر و قوس قزح اور کہکشاں سب ملکے گواہی دے رہے ہیں۔ کہ نیچر کی ہر ایک چیز گول اور مسلسلِ مدور ہے کہ جس چیز کا جہان سے ابتدا ہے وہیں پر انتہا ہے۔ جیسے آسمان کی ابتدا آسمان ہے تو آسمان ہی پر خاتمہ بھی ہے۔ غرض کہ گول چیز کے اندر کی سب چیز گول ہوگی۔ اسی طرح سب چیزوں پر غور کرکے دیکھ لو۔ اسی کو **دور وتسلسل** کہتے ہیں الحاصل خدا کی ساری باتیں گول گول ہیں اور اس میں ذرا بھی گول مال نہیں۔ گول چیز میں خاصیت یہ رکھی ہے کہ بہت جلد گھوم سکے۔ جلدی سے کام تمام کر سکے۔ اُس کی گردش کو روکنے کے لئے کئی قسم کی حرکت مقرر کر دی ہے کہ ایک **گردش رحوی** ہو تو دوسرے **قوسی** ان دونوں کے زور کم کرنے کے لئے **حرکتِ نفسی** مقرر کیا ان سب کے زور کم کرنے کے لئے **حرکت حنشیہ** پیدا کر دیا ہے کہ اچھی طرح ترقی ہو سکے اسی عنوان پر تمام سموات چکر کھا رہے ہیں اور اس میں سب سربستہ ہیں۔ بندگی سے خارج نہیں مجبور ومعذور ہیں۔ کوئی اس میں **نیچرل اڈیٹر** ہے جو اس ام الکتاب کے سادہ لوح کالم کو **انقلاباتی مضامین** سے لوحِ محفوظ بناتا رہتا ہے۔ کوئی اُسکی ترمیم کرتا ہے۔ کوئی اُس کی ضد میں رہتا ہے۔ کوئی خصوصی نویسی کا کام کرتا ہے کوئی مجلس نویسی کا۔ کوئی وقائع نگاری کا۔ کوئی چہرہ نویسی کا۔ سب ایک ایک کام میں لگے ہوئے ہیں کہ اس چو طرفہ **کششِ توازن** سے دائرہ سموات من جمیع جہات یکساں تلا ہوا ہے۔ اُس سے عبور کرنے میں ضرور رفتارِ حیہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جس کے مثال یوں سمجھو کہ فرض کرو کہ دو بڑے بڑے بحر بیہماج ہوں جن کا انضمام مقصود ہو تو اگر بصراطِ مستقیم منضم کیا جاتا ہے۔ تو مجمع البحرین ہونے سے تمام آس پاس کے ملک ویران ہو جائینگے۔ اِسلئے کندیدگی کینل میں مشی الحیہ اختیار کرنا چاہئے کہ موج وتلاطم کا زور ٹوٹ جائے۔ اسی بنا پر **قانونِ تناسل** بھی جاری ہے۔ یہاں بھی ایک دم طریقہ صراط المستقیم نہیں اختیار کیا جاتا۔ ضرور کچھ نہ کچھ پیچ وخم کھانا پڑتا ہے۔ بلکہ ذرا پہلے نباتات کی طرف غور کرکے دیکھو کہ پہلے نباتات میں گھاس پات نکلے پھر وہ ترقی کرکے نجم وبیلدار برفتارِ حیہ منبت ہوئے۔ پھر وہ

ترقی پاکر یقطین یعنے جھاڑ بنے - آخر میں بصراطِ مستقیم شجر یعنے تنہ دار درخت بنے جس کو پیڑ کہتے ہیں -
اسی طرح اقسام مراکب سے مرکبِ دبیب بنامِ ریلگاڑی برفتارِ حبیہ ظاہر ہوکر برفتار حبیہ بنامِ بیلون
بصراطِ مستقیم بسوئے بالا رہگزر ہوئی - اسی طرح تمام چیزیں ہیں اور بے شمار چیزیں - نیچرل اسٹیشن پر
لیٹ اور دیر یا خواہ جنت گزیں یعنے پوشیدہ ہیں جو رفتہ رفتہ برفتارِ حبیہ ظاہر ہوکر صراطِ مستقیم پر آتی ہیں
اسی طرح حیوانات میں ادھم و علق سے ترقی پاکر انسانِ و آدمِ دم ریزو ادمت خوار مستقیم القامت
بنا جسکی تشریح یوں سمجھو کہ جب مادہ انسانی برودت سے حرارت میں آیا تو اُس کا نام انسانِ
من حمومٍ ہوا جب حرارت سے رطوبت کی شکل میں آیا تو انسانِ من ماءٍ معین ہوا - اُس میں
اچھے بُرے سب شریک ہیں جب یہ پانی کے دشخ وکدورت کے انجماد سے خشک مٹی کی صورت
میں آیا تو انسان من صلصالٍ کالفخار رہوا - جب گیلی مٹی کی شکل میں آیا تو انسان من طین
ہوا - جب کیڑے مکوڑے اور مار رنما کے شکل میں آیا تو انسان من سلالۃ ہوا جب سبیل منا یا شکلِ ذوک
پر منتقل ہوا تو انسان من علق ہوا - جب قرد کی شکل میں آیا تو انسان من نسناس ہوا - چنانچہ دیکھو
کہ برزخ انسان و حیوان یہی بندر ہے - اس لئے گھاس اور گوشت دونوں نہیں کھاتا - ملامت و
مباضعت ، مشامحت و مضاجعت کرتا ہے - خواب دیکھتا ہے - اسکی تعبیر ہوتی ہے سب حواس
سے جا نچکے کام کرتا ہے - جلدی قابو میں نہیں آتا - قابو میں آنیکے بعد جلدی مانوس ہو جاتا ہے -
لیکن ابھی پورا اشرف نہیں بنا ہے - دم میں کسر ہے جو اشرف بن گیا ہے اُسکو عصعص ہے یعنے
دُمچی - تو جب یہ مستقیم القامت شکل میں آکر اپنے گذشتہ واقعات کو بھول گیا تو خالص انسان ہوا -
چنانچہ نس نس اس کا نسیان سے بھرا ہوا ہے - اور سب نس کے شکل طولانی میں سانپ سے ملتی ہے
یہ بڑا انیس النسیان ہے - سارا عالم اس کا ناسوت ہے یعنے بھول بھلیّاں ہے - اگر اس کا نسیان
عمدگی کے ساتھ صرف ہوا تو خیر ورنہ یہ انسان لفی خسر ہو جاتا ہے - یہی انسان ہے کہ ضعیف ہے
قوی ہے - عجول ہے ظلوم ہے جہول ہے - ہلوع ہے - کفور ہے قتور ہے متعلم بالبیان او متعلم بالقلم
اور من احسن تقویم ہے کالانعام بلھم اضل ہے منقلب بشکل میمون خسی ہے متحجر و متکون
بالحجار و الحدید ہے - متلبس بلباس خلقت جدیدہ ہے - کہ جس دم یہ مستقیم القامت ہوا تو مظہر اتم
ہونے کے سبب سے خطرت کے محکمہ میں منتخب ہوا - مگر قبل از وقت ء لمتہ گندم و جو کی آمیزش کر دی
کہ یہی گندم و جو بایکدگر شیطان ہوئے اور وہ گندم و جو کیا ہے کہ مجمع البحرین ہو گیا کہ لؤلؤ مرجان کی آمیزش
ہو گئی - ذکرین جو گندگاہِ خلائق ہے وہاں سے پھر اٹھا لیا گیا - پایہ بہ پایہ کمر بر کمر قافلہ کا قافلہ

درآمد و برآمد ہونے لگا۔ تہبیط الامصار کی بنا پڑ گئی۔ اکثر ہر ایک کے نام سے بستی آباد ہونے لگی۔
نیک والدین الوالمحامد و الوالمحاسن ہوئے۔ جو مخالف تھے وہ خلاف ذالک ہوئے۔ ایک کے
ذمہ نیکی و اصلاح کی آراستگی سپرد ہوئی۔ دوسرے کے ذمہ برعکس اسکے۔ ایک کا شجرہ ملعون
ہوا دوسرے کا ممنون۔ دونوں کی شاخیں برفتار حیہ روانہ ہوئیں۔ ایک ترقی کرتے کرتے رب النجوم
وتنین واژدر آتشین ودیدبانِ فلک بنا۔ اس سے ترقی کرکے رب الکائینات بنا۔ اس سے ترقی
کرکے رب الارواح بنا۔ اس سے ترقی کرکے رب الارباب ہوا۔ اس سے ترقی کرکے یوحا بنا۔
اس کے من کے اندر اللہ ہے کہ اس کے بھی معنی سانپ کے ہیں جسکے اندر روح اللہ ہے جسکو
عیسیٰ کہتے ہیں کہ اس کے بھی معنے سانپ کے ہیں جس کے اندر روحِ روح اللہ ہے جسکو حی کہتے
ہیں۔ کہ اُس میں سرالله ہے اور اُسکے اندر کنز مخفی ہے کہ وہی عین اللہ ہے کہ جس پر ایک
چترد ھاری رام ناگ ہے اور اسی کو یحیٰی کہتے ہیں اور یہ سب اُس میں ہے اُسکے قریب اُس
ترقی کرنیوالے شخص کا مثنوی ہوجاتا ہے تو اب دیکھو یہاں سے وہاں تک مشی الحیہ کا جادہ
چلا جارہا ہے جو اپنی بانبی سے نکلکر اپنی بانبی کی طرف جاتا ہے کہ اسقدر طول طویل عریض وطول
ثابت ہوتا ہے۔ کہ گویا ازل سے ابد تک لنبا چوڑا ہے یہاں سے وہاں تک جان بھری ہوئی
ہے۔ اس واسطے جانِ جاناں اور جانعالم ہوا۔ اتنے بڑے جانعالم کو جہاں سے مس کرینگے
فوراً اُس کو اطلاع ہوجائیگی وہی کنز مخفی کا حیہ ٹھیرا اب اُسکو اختیار ہے کہ کنڈلی مارکے چھوٹے
سے پیمانہ میں خود کو ظاہر کرے یا بڑے پیمانہ میں یا نہ ظاہر کرے کہیں چھپ رہے مگر جیسا وہ
ہوگا ویسا ہی اُس کا عکس ہوگا۔ تو جیسا عکس ہوگا اُسی کے مشابہ اُس کا کھال ہوگا پھر وہ سپی الحیہ
کہا جائے یا کیچلی یا کوئی تیسرا نام یہ صرف پہچان کے لئے نام رکھا گیا ہے تو اب یہ جسقدر جاندار اور
بے جان محسوس ہوتے ہیں یہ سب اُسکے رنگارنگ کیچلی کے عکس ہوئے۔ تو عکس ہمیشہ منعکس ہوتا
ہے۔ اور جو چیز منعکس ہوتی ہے اُس سے پوری اصلیت اور حقیقت نہیں معلوم ہوسکتی جب تک
وہ خود معکوسیت سے منقلب نہ ہوجائے۔ تو روح وحیات وہستی سب ایسی ہی معکوس ہوئے
جیسا کہ عکس شیشہ میں۔ چنانچہ بعض وقت روحانی تعکّس کی حالت خواب سے نمایاں ہوجاتی
ہے کہ کبھی کوئی یہ خواب دیکھتا ہے کہ وہ کسی کو پیٹ رہا ہے جب آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا ہے کہ خود
کو مار رہا ہے اس دلیل سے تمام عالم منقلب ثابت ہوتا ہے مگر مستثنٰی بھی ہوا کرتا ہے۔ اسلئے
دونوں سے مرکب ہے مگر جو ضعیف بتلایا جائے اُسکو ضعیف سمجھو جسکو قوی بتلایا جائے اُسکو

قوی سمجھو۔ تو قوی روح اللہ ہے۔ جو اسجگہ حیہ اور یحیٰی اور مختلف ناموں سے یاد کیا جا رہا ہے۔ کہ سبی الحیہ اور عکس حیہ ان سب کو چھوڑ کر فنا فی الحیہ ہونا بہتر ہے۔ تو اُس میں فنا ہونے سے پہلے یہ خیال کر لے کہ یہ عالم کا عالم تمام اپنی کائنات سمیت ایک طاؤس نگار قمقمہ نما اژدہا ہے جس میں بُری نسلیں فنا ہو ہو کر کھاد بنی ہیں کہ یہ سب ملکر ایک **شیطان** ہے گویا سلطانِ جان ہے جو کسی بہت ہی بڑے خزانہ پر متعین ہے کہ کوئی اُس پر قابض نہ ہو سکے اور وہ خزانہ رام **ناگ** ہے۔ کہ جس دم وہ رام ناگ بنامِ یحیٰی اپنی بانبی بنامِ روحِ روح اللہ کی طرف رجوع ہو گا تو اُس کا ہر دایرہ جو **دور** کے نام سے کہا جاتا ہے اور ہر خمی رفتار جو تسلسل کے نام سے مشہور ہے ٹوٹنے لگیگا۔ اور یہ عکس الحیہ بنامِ شیطان اور سبی الحیہ بنامِ عالم جو اُسکی تاثیرِ ہستی سے برقرار ہے وہ اس طرح غائب ہو جائیگا جس طرح قبل از پیدائش تھا۔ تو اُس وقت جو باستقرائے تامہ رحمۃً رہجائینگے وہ باریابی کی عزت حاصل کر سکیں تو ممکن ہے۔ ورنہ بغیر منہدم ہوئے اس دور و تسلسل کے بہت ہی ناممکن نظر آرہا ہے۔ تو جس جانِ جاناں و جانعالم سے باریابی ہو سکتی ہے وہی **رب العالمین** ہوگا۔ تو دیکھو تمام اربابِ شکلِ حیہ واقع ہیں مگر جو عبد الاصنام و عبد القبور و عبد الاوثان و عبد الکائنات وغیرہ ہیں وہ اپنے نابکار آباء و اجداد سے اپنے نالایق معبودوں کی تعریف سنتے چلے آرہے ہیں۔ اس لئے عادی ہو گئے ہیں اُن کے مداح اور بھانٹ بن گئے ہیں۔ اُن کو بُرا کہنے والوں سے ایسا ہی لڑنے کو تیار ہوتے ہیں جیسا کہ حقیقی رب العالمین کے چاہنے والے کفار سے لڑنے کو تیار رہتے ہیں تو جب جھوٹے کو اتنا سچا جوش ہو تو سچے کو کیا نہ کچھ ہونا چاہیئے تو اب تو سچائی کا زمانہ آگیا وہ **جانِ عالم** کو جو بے ابتدا و بے انتہا النہا چوڑا ہے اسکو زیبا و شایاں ہے کہ خود کے بارہ میں خود سے یا خود کو ایک انسانی ہیکل بنا کر اس سے بہ حیثیتِ بشریت ظاہراً بکمالِ مبالغہ یہ کہے یا کہلائے کہ میں اپنی ظاہری صورت سے عوالمِ ظاہریہ کے خواص پر محیط ہوں اور صورتِ باطنیہ سے عوالمِ بطون کے خصائص پر منبسط ہوں۔ اس لئے ؎

قامت ہے مری قامتِ طوبیٰ کے برابر
اور سر ہے مرا عرشِ معلّٰی کے برابر

ہے زلفِ سیہ اژدرِ یوحا کے برابر
اور لوح جبیں بدرِ مجلّٰی کے برابر

رخسار مرے ہیں گلِ رعنا کے برابر
دیدے ہیں مرے نرگسِ شہلا کے برابر

ہے چاہِ ذقن قبۂ علیا کے برابر
تل اُس میں ہے اک حلقۂ دنیا کے برابر

دنداں ہیں مرے لولوئے لالا کے برابر
آواز مری بادِ مسیحا کے برابر

ہر سانس مری ہے دمِ عیسیٰ کے برابر / ہر فعل مرا مرضئ مولا کے برابر
سینہ ہے مرا سینہ صحرا کے برابر / دو ہاتھ مرے ہیں یدِ بیضا کے برابر
کس سر کا ہے بھیجا مرے بھیجا کے برابر / کس کا ہے جگر میرے کلیجا کے برابر
آنکھیں ہیں مری حلقۂ دریا کے برابر / آنسو ہیں مرے گوہرِ یکتا کے برابر
روتا ہوں شب و روز مصلیٰ کے برابر / کیا چیز ہے اس نعمتِ عظمیٰ کے برابر
بیٹا کبھی ہوتا نہیں بابا کے برابر / بابا کبھی ہوتا نہیں دادا کے برابر
ہوتا ہے مگر فضلِ الہی سے سبھی کچھ / ادنےٰ کو بناتا ہے وہ اعلیٰ کے برابر
گر چاہے تو اسدم تجھے اک نور بنا دے / لیجائے بلندی پہ ثریا کے برابر
جس رات کو روتا ہوں بصد فاقہ و مستی / ہوتا ہے مرا خواب معما کے برابر
صد شکر کہ ہر بات میں ہوں فردِ زمانہ / نایاب ہوں انساں میں عنقا کے برابر
بہتر ہے تجرد میں کروں عمر بسر میں / دولہن تو کہیں ہے نہیں دولہا کے برابر
رہتا ہوں میں خاموش علی قدرِ ضرورت / صابر ہوں میں ایوب و زکریا کے برابر
کیا مجھ کو سمجھتا ہے مرا دشمنِ مردود / کیا میں بھی ہوں ان کافرِ ترسا کے برابر
بے شک ہوں میں لاثانی و یکتائے زمانہ / دعویٰ ہے تو لاوے کوئی یحییٰ کے برابر

مگر ہرگز کوئی اُسکی برابری کا نہ ہے نہ ہوا ہے نہ ہوگا وہی خود اپنا نظیر ہے ایسی حالت میں کیا کوئی اُسکی برابری کا کسی کو پیدا کر سکتا ہے اگر دعویٰ بھی کرے تو دعویٰ اُس کا خرافات و بیہودہ ہے ۔ کیونکہ وہ جانِ عالم ہے اور جانِ عالم بجز ایک کے دو نہیں ہو سکتا۔ تو ایسا جانِ عالم جس میں تمام ہستی کی جان بھری ہوئی ہو اُس کا مار ڈالنا تمام ہستی کا مار ڈالنا ہے۔ تو تمام ہستی کا مار ڈالنے والا سخت مجرم ہوگا۔ تو چونکہ جانِ عالم میں اسقدر بھید ہے اس واسطے ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا اپنے بارہ میں یہ کہے کہ ابکے بھی جو میں آ ؤنگا تو پھر میرے نام میں ایسا ہی پیچ و خم ہوگا جیسا کہ نامِ موجود میں ہے۔ اور اس میں کا پیچ و خم رفتارِ حیہ سے مشابہ ہے تو گویا اُس نامِ موعود کے بھی طرزِ تحریر میں ویسا ہی پیچ و خم ہوگا جیسا رفتارِ حیہ میں۔ اور حیہ کے دار و دورہ کا سلسلہ ازل سے ابد تک ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے اچھی چیز سے نسبت دیگئی۔ اسکے علاوہ بالعموم جو ہر ایک حیہ کی خاصیت ہے وہ یہ ہے کہ یہ کثافت سے پیدا ہوتا ہے اور بہت لطافت رکھتا ہے + سوائے کھپل سانپ کے دوسرا ہرگز جگہ غلیظ میں نہیں رہتا + جہاں خوشبوئی ہوتی ہے وہاں رہتا ہے + ظلمانی جگہ سے بھاگتا

ہے نورانی جگہ میں پہنچتا ہے + اگر رات اندھیری ہو تو من اوگلکے بیٹھتا ہے + ویرانہ سے بھاگ
ہے جہاں خزانہ ہو وہاں پہنچتا ہے + اصوات مکروہ سے بھاگتا ہے خوش آوازی پہ مرتا ہے
دودھ کھانے کو ملے تو دوسری چیز نہیں کھاتا + مہربانی سے ملو تو ناچتا ہے + غضب سے پیش
آؤ تو اکثر معاف کرتا ہے + دُبلا پتلا کتنا ہی ہو مگر ضرور بہادر ہوتا ہے + اگر بانبی میں جاتے وقت
کوئی پکڑ کے کھینچے تو ایسا رام مٹھ پڑ تلے کہ پاش پاش ہو جائے مگر ہرگز اپنا وطن چھوڑ کے با
آئے + ٹوٹ جانے پر بغیر اس شخص کو ڈسے ہوئے ہرگز نہ چھوڑے + اپنی رفتار میں دو دو تسد
کا مسئلہ حل کرتا ہوا بطریقہ کجروی صراطِ مستقیم کا سبق دیتا ہے + مجال نہیں کہ نقطہ راس دُ
صراطِ مستقیم سے جدا ہو۔ گویا ظاہر میں کجرو باطن میں راست رو + جہاں بڑھا ہوا پس وہ
کیچلی چھوڑ کر جوان بن گیا + دوامی جوبن پسند کرتا ہے + کمال درجہ کا عاشق مزاج ہے + ا
عاشق بھی نہایت درجہ کا صادق + صاحبِ حیا اسقدر کہ کسی چیز میں اسقدر حیا نہیں + زحم
پر آئے تو ڈسدے رحمت پر آئے تو زہر جہرہ اُگلے + رحمانیت پر آئے تو من اُگلے + کہ ا

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من   اندرونِ من بجست اسرارِ من

پھر دیکھو کیسا نرم و نازک اور خوبصورت ہے کہ سبحان اللہ۔ دم بدم اپنی دو دھاری ذوالفقا
زبان سے یہ اشارہ کرتا رہتا ہے کہ مجھ میں ایک گنجینۂ مخفی ہے جس پر یہ زبان مار گنج ہے دُ
بچو اس مار سے م + جب اس کو کوئی ستانے سے باز نہیں آتا تو اپنے پھن اور زبان دونوں
اشارہ کرتا ہوا دم کے بل کھڑا ہو کر لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا کا نعرہ مار کے بڑی بہادری سے حملہ کر
گویا اس میں اچھے بُرے سب اوصاف ہیں بلکہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں دونوں بات
ہوں۔ چنانچہ ایک پھل بہت اچھا ہے۔ مگر قابض ہے۔ یہ ایک عیب اُس میں لگ گیا۔
کوئی ایک ایسا ہو کہ رحمان بھی ہو اور قہار بھی ہو مضل بھی ہو ھدی بھی ہو گویا دونوں باتیں
گئیں۔ چنانچہ ہر ایک چیز میں متضاد اوصاف رکھے گئے ہیں اسکے اندر بڑا بھید ہے جو ا
سے پار اُتر جائے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ مقصود نہیں کہ ناگ پنچمی ہو خواہ دوس
طور سے ناگ پرستی ہو ہرگز نہیں بلکہ قبل از ایذا رسانی اُسکو مارنا چاہیئے کیونکہ اس کے لئے قا
ہے کہ انسانی آبادی میں نہ رہا کرے نہ کسی کے کمپاؤنڈ میں مداخلتِ بیجا کرے بصورت وہ
ظاہر ہونے کے ہر ایک بنی آدم کو اختیار ہے کہ اُسکو مار ڈالے پھر وہ رب الجبال ہو یا رب الکائنۂ
کیوں اُن کے مخالف شکل میں بنکر آیا جس کا نتیجہ ہلاکت ہوا + پس ہر قسم کے سانپ کو شیطا

کہہ سکتے ہیں بخلاف یوحائی یحییٰ کے کہ تم کسی صورت میں اُسکو مستقل نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے ماء عرفناک حق معرفتک کہنا پڑیگا تو چونکہ کبھی تم کو وہ سانپ کی شکل میں نہیں دیکھا۔ لہذا وہ شیطان نہیں کہا جا سکتا بخلاف شیطانِ معین کے کہ وہ مقرر شیطان ہے۔ کہ ساری خباثت اُس کی غذا ہے۔ چنانچہ جیسا مخبرِ صادق نے خبر دی اُسی کے مطابق ہوا کہ لوگ گمراہ ہوتے گئے غیر موعود کو پکڑتے گئے۔ جب موعود یعنے خود ہی آیا تو سبھوں نے انکار کیا۔ مگر کچھ کرتے دھرتے نہ بنی اُسی کو تسلیم کرنا پڑا ع تو وہ تسلیم کیا جانے والا یہی یحییائے بہاری ہے جو قوت و قدرت سے غلبہ حاصل کر کے تبلا دیگا۔ اُس وقت معلوم ہو جائیگا کہ تمام کائناتی یحییٰ میں سے خاص یحییائے یحییائی جو روحِ روح اللہ ہے وہ دوسرا نہیں۔ مگر افسوس ہزار افسوس کہ۔ نظم

دشمن ہیں زرے سارے کے سارے مرے یحییٰ
مخصوص مُسلمان و نصارے مرے یحییٰ

اس سر کے جدا ہوتے ہی عالم ہے اندھیرا
اے نورِ رواں آنکھوں کے تارے مرے یحییٰ

ڈھونڈھے سے پھر تو ہاتھ نہ آئے مری جانی
اے لختِ جگر راج کنوارے مرے یحییٰ

ممبر پہ تو بیٹھے ہیں مگر ہاتھ میں سر ہے
بتلاتے ہیں پھر ہاتھ پسارے مرے یحییٰ

جس نور کے آنے کی خبر تم نے سنا ہے
ہیں نورِ الٰہی سے سنوارے مرے یحییٰ

اب بھی نہ یقین ہوگا تو کب ہوگا بتاؤ
لو معجزہ بتلا کے سدھارے مرے یحییٰ

آئے ہیں نبی جتنے وہ سب ایک ہی سر ہے
سچ پوچھو تو ہیں سارے کے سارے مرے یحییٰ

ایمان جو لانا ہو کسی کو تو لے آئے
ہوتے ہیں بہت جلد کنارے مرے یحییٰ

مغرب سے نکلکر جو چلے جانبِ مشرق
برسینگے بہت خوں کے پھوہارے مرے یحییٰ

آئیگی صدا سر سے انا الحق کی برابر
دکھلائینگے آتش کے شرارے مرے یحییٰ

اُتریںگے بصد شان بہ اورنگِ منور
بیٹھینگے یہ چھاتی کو اُبھارے مرے یحییٰ

اچھوں کو تو کہتے ہو کہ دشمن ہیں تمہارے
ہیں مہدیٔ موعود پیارے مرے یحییٰ

افسوس کہ تم لوگ ہو دجال کے پیرو
دجالی سے تم لوگ کے ہارے مرے یحییٰ

تو دجالی صرف جھوٹ ہی بولنے کا نام نہیں ہے بلکہ ہر مکر و فریب و بیشات کا نام ہے علاوہ قبر پرستی وغیرہ پر جھوٹا اعتقاد کر لینا کہ اس سے کچھ کام بنتا ہے یہ سب جھوٹ ہے۔ کام تو ہر ایک چیز سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی ہے۔ قبر ہی پر کیا موقوف ہے۔ اس واسطے سب قسم کے دجالی کی سزا ہوگی اگر میرے اس کہنے کا یقین نہیں تو یہ بھی دجالی میں داخل ہے۔ تم میں بھلا اس قدر قوتِ چاقلہ

کہاں کہ ذری ذری باریکیوں میں حق وباطل کی تمیز کرسکو تو جب اسقدر تمیز نہیں تو روح اللہ ومن غیر روح اللہ کے بارہ میں کیا حکم لگاسکتے ہو۔ جس روح کے سبب سے تم زندہ کیے جارہے ہو۔ اُسی کے سبب سے سوال کرتے ہو۔ سرکشی کرتے ہو۔ اتنی قربت پر اس کی تم کو حالت نہیں معلوم اگر معلوم بھی کرنا چاہو تو اُسی سے مدد لینی پڑے گی۔ چہ جائیکہ روح اللہ کی حالت معلوم کرلینی یہ نہایت دشوار ہے۔ اسواسطے مناسب ہے کہ پہلے خود ہی کی روح کی حقیقت جان لو کہ وہ کس چیز کی روح ہے۔ کس چیز کی اسٹیم سے بنی ہے کیونکہ روح کے ہزارہا اقسام ہیں جیسے روح المیاہ۔ روح الارض۔ روح النباتات۔ روح الجمادات۔ روح الوحوش۔ روح الطیور۔ روح الحیوان۔ روح السماء۔ روح الشمس۔ روح الارباب روح اللہ۔ ثم روح روح اللہ۔ کہ یہی روح جملہ آفرین ہے۔ حتیٰ کہ اپنی روح کا بھی خود ہی خالق ہے کہ مخلوقیت کا بھی شوق نہ باقی رہے۔ اس میں بھی قصورِ قدرت کی گنجائش نہیں۔ پس ایسے قادر جملہ آفرین کو روح کی حاجت نہیں۔ اور اگر حاجتمند بنائے تو سب اُسکو زیبا ہے۔ ورنہ حقیقۃً وہ روح آفرین ہے۔ بلکہ روح جیسے جوہر کو مٹی میں ملادیا ہے۔ ہر طرح کی طینت میں اُسکو بند کرکے اُس کی سزا کی ہے۔ اور مٹی کو اس سزا سے معراج کو پہنچایا ہے کہ مٹی سے گوشت بنایا۔ اور طرح طرح کے جوہر سے آراستہ کیا۔ مگر واضح رہے کہ روح اللہ کے بارہ میں یہ نہ سمجھو کہ اُسکو بھی اُس نے قید کیا ہے بلکہ قیدیوں کے چھوڑانے کے لئے شفیع مقرر کیا ہے کہ سب کو بندگی سے چھوڑاکر بلندی پر پہنچائے۔ آزادی دلوائے۔ بلکہ اُس کو اس کام کے لئے مقرر کردیا ہے۔ کہ آبی۔ بادی۔ خاکی۔ آتشی۔ شمسی۔ قمری جنتی جہنمی۔ سفلی۔ علوی۔ روحانی۔ نورانی۔ ملکوتی۔ لاہوتی۔ ازلی اور ابدی جیسی مخلوق ہو اسی جنس کا لباس پہنکے اُس کی ہدایت کرے کہ سب راہ پر آنے سے چھٹکارا پائیں۔ حقیقت الحقیقت سے ملتے جائیں۔ اصل الاصول کی طرف رجوع ہوں۔ جسکی ہستی کا نمونہ تمام قدرت میں نمایاں ہے۔ مگر اُس ہستی کے سواء ساری ہستی مستعار ہے۔ مستذب ہے بلکہ نجس ہے۔ وتنخ واستفراغ ہے جسکو فنا کہا جانیوالا ہے۔ اسکے بعد وہ خلق وتخلیق کے قرابت داری کو باقی رکھے یا نہ رکھے یہ اُسکو اختیار ہے لیکن باقی نہیں رکھنا بھی ایک فعل ہے کہ اُس کا بھی صدورِ خلقِ افعال میں داخل ہے۔ اس طرز پر خلق وتخلیق کا حسب ونسب منقطع ہوجائیگا مگر نسبِ روح اللٰہی نہیں منقطع ہوگا + تو نعم النصیبُ اُس کے جو اپنے دل کو بیت اللہ بنائے تاکہ روح اللہ برآمد ہو۔ اور اُس سے قدسیت کا سلسلہ منسوب ہو۔ اور اس سے روح اللہ کو کچھ عار نہیں۔ وہ یہی چاہتا ہے کہ ترقی ہو۔ کسی کی محتاجی نہ رہے۔ حتیٰ کہ اُس کے ذات کی بھی نہ ہو۔ غرض کہ دینی بنجائے تو درحقیقت حاجت ہی کیا رہیگی۔ وہ بہر حال غنیٔ

حقیقت روح

عن العالمین ہے۔ اور اُس کے ساتھ یہ بھی شان ہے کہ نظم

انما اللہُ خالقِ الارواح — وہو اللہُ فالقِ الاصباح
رَبّنا لَم یَلِدْ وَ لَمْ یُولد — کُلّما یفعلُ لقد یُسعد
وَہُوَ رُبّنا لبالمرصاد — حضرتِ الفضل حضرتِ الارشاد
فاطر الفضلِ وَالکمالاتِ — خالق الغیبِ والشہاداتِ
خالقِ الخلقِ خالق الخلاّق — ومسیر الریاحِ فی الآفاق
کُلُّ من غابَ عنکَ ہو اللہ — لیسَ کاللہِ غیرُہٗ واللہ
وہو اللہ واحد القہار — یحفظ من معارضِ الاشرار
قِ وَلِ - قِ وَلِ الا یا ہو — حَیَّ - حی - حَیَّ - حی آناَ یا ہو
کلمۃ اللہ ھیَ علیاءُ — وصلواۃ الخلوصِ عجماءُ
احسن الوجہ نزہت الاحباب — جامع المکرماتِ والاداب
بیَن اہلِ الجحودِ والتکذیب — کُلُّ امرٍ من الامورِ عجیب
حَیَّ صَلِّ لربّک والنحر — انَّ شانئک ہُوَ الابتر
انما الجنتُ ھی المادی — ذالک لنعمۃً لِمَن یخشی
سنّتی عین سنت اللہِ — صبغتی عین صبغۃ اللہِ

حکایت در تناسخات

مگر اس سے یہ غرض نہیں کہ ہر شخص اسی کو سند پکڑ لے اور خود کے بارہ میں بھی کہے کہ صبغتی عین صبغۃ اللہ تو یہ کہنا گویا ایسا ہی ہوگا کہ چونکہ گدھا کو بھی جان اور کان ہے اور آدمی کو بھی جان اور کان ہے لہذا آدمی اور گدھا دونوں مساوی ہیں تو یہ زٹل دلیل ہے۔ ظاہر میں جسطرح بڑا فرق ہے۔ باطن میں بھی اتنا ہی بڑا بھاری فرق ہے کہ دونوں کا گوشت لوگوں کو کھلاؤ۔ دونوں کی تاثیر جدا ہوگی۔ لیکن یہ ممکن ہے۔ کہ جیسے خچر ترقی پاکے گھوڑا ہو جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ترقی پاکے انسان بنجائے۔ جیسے انسان ترقی پاکے انسان بنا ہے۔ لیکن سردست گدھا اور آدمی برابر نہیں۔ مگر جس انسان میں گدھے کی روح ہوتی ہے اُس سے گدھا پن ظاہر ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ گدھا ترقی پاکے انسانی ہیکل میں آیا ہے + اور جس جگہ گدھا۔ سور۔ کُتا۔ بلی وغیرہ بیان کیا جاتا ہے وہ اچھے بُرے انسان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ اس جگہ گدھا اور انسان کا ایک دلچسپ قصہ بیان کیا جاتا ہے اُس کو غور سے سنو کہ ایک خدا رسیدہ کنواری خوبصورت لڑکی تھی

اُس نے باپ سے کہا کہ آپ مہاراج دھراج کے شہدرہ پر جائیے - اور فرمائیے کہ (ترنت وان مہاپُن) چنانچہ اُس نے ویسا ہی کیا - کہ پادشاہ نے بداد و دہش رخصت کیا ۔ لڑکی نے کہا کہ مرا آ ثم مرا آ ایسا ہی کرتے رہو - اور ویسا ہی کیا گیا ۔ پادشاہ سے روزانہ دہب وعطا ہوتا رہا - یوماً من بعض یوم پادشاہ نے (ترنت وان مہاپُن) کا مطلب دریافت کیا - اُس باپ نے جواب دیا کہ میری لڑکی کو معلوم ۔ جس کو دریافت کرنا ہو اُسکے پاس جاکے دریافت کرے ۔ کیونکہ پیاسا کنواں کے پاس جاتا ہے - کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا + پس پادشاہ اُسکے مکان پر آیا - تو دیکھا کہ ایک سنے بستہ کلبہ کی دہلیز پر کوئی دختر دوشیزہ - بیضاء اللون - سراپا زہرہ - اثیر الوجہ - حور العین - بکر نگاہ - مطبوع النظر - بالکل بے پرواؤ دبے حوائج آب بیٹھی ہوئی ہے - بات چیت سے صبح دلی ثابت ہوئی - سوالِ ما قد سبق کا جواب پوچھا تو اُس نے کہا کہ ؎

دوش با عقل در سخن بودم	کشف شد بر دلم مثالے چند
گفتم اے مایۂ ہمہ دانش	دارم از دل بہ تو سوالے چند
چیست ایں زندگانیٔ دُنیا	گفت خوابیست دیا خیالے چند
گفتم از وے چہ حاصل است بگو	گفت دردِ سر و بالے چند
گفتم ایں نفس کے شود رامم	گفت چوں یافت گوشمالے چند
گفتم اہلِ ستم چہ طائفہ اند	گفت گرگ و سگ وشغالے چند
گفتم ایں بحثِ اہلِ دنیا چیست	گفت بیہودہ قیل وقالے چند
گفتم اہلِ زمانہ درچہ فن اند	گفت دربندِ جمعِ مالے چند
گفتمش چیست کدخدائی گفت	ہفتۂ عیش و غصہ سالے چند
گفتم اور امثالِ دُنیا چیست	گفت زالے کشیدہ خالے چند
گفتمش چیست گفتگوئے خیال	گفت پند است حسبِ حالے چند

حکایت دزنا جات

بس اب اس سے زیادہ سرِ دست میں نہیں جانتی ساری زندگانی کا نتیجہ میں کہہ گئی - لیکن اگر بہت ہی صاف صاف (ترنت وان مہاپن) کا مطلب سمجھنا چاہتے ہو - تو ایک نوزاد صبیٔ گہوارہ اس کا جواب دیگا - اگر دریافت کرنا چاہتے ہو تو میں اُس کا پتہ بتلا دیتی ہوں کہ فلاں ملک میں ایک پادشاہ ہے - اس کے بال بچے نہیں ہوتے ہیں - جس روز تم وہاں پہونچ گے اُسی روز اُسکو ایک بچہ پیدا ہوگا - مگر گنگا - بہرا اور اندہا ہوگا - تم اس خبر کو سُن کے دعوے کرنا کہ میں اُسکو اچھا کردونگا

بس اُس بچہ سے پوچھنا کہ (اترنت دان مہاپُن) کا کیا مطلب ہے؟ وہ اُسی وقت بتلا دیگا - مگر وہاں کا راستہ ظاہر میں مزحلق و مزلق ہے لیکن سیدھا سپاٹ چلا گیا ہے - اتنا البتہ کہ راستہ میں خطرہ ضرور ہے - اس لئے فلاں افق الطریق سے چلے جاؤ - محاصر الطریق پر نظر نہ کرنا - بین الطریق پر جانا - کہ بالآخر عطف الطریق پر پہونچو - چنانچہ پادشاہ تنہا روانہ ہوا - ایک مدت کے بعد اُس شہر میں پہونچا - شام کا وقت تھا فصیل کے قریب پہونچتے پہونچتے حسب ضابطہ چاروں طرف سے شہر پناہ کا دروازہ بند کر دیا گیا ؎

قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند　　دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

الحاصل کچھ اندھیرا ہوا + تو دیکھا کہ ایک گوشائیں اپنی جُرو لئے ہوئے کہیں سے آیا - اور اسی جگہ ایک درخت تھا = اُس پر پلنگڑی بچھا رکھی تھی ؏ اُس پر اپنی جورو سمیت چڑھ گیا + گوشائیں بڑا مہفف مزاج و ہشاش بشاش و نیک دل تھا + اُس نے اپنے جُرو سے کہا - کہ دیکھو ایک مسافر فصیل کے زیر سایہ بیٹھا ہے = تھوڑی دیر کے بعد تمام گرگ ہصمصم و ضرغام ضیغم سب جمع ہو جائینگے ؏ اس مسافر کی اکارت جان جائگی + اس واسطے میں اُسکو اوپر بلا لیتا ہوں + کسی ڈالی پر گھس بیٹھکے رات کاٹ لیگا + مگر جُرو اُسکی ایسی مصمصص مزاج - ذو شدائد و النوائب تھی کہ اتنی سی بات پر آتشپا ہوگئی - مگر گوشائیں نے کچھ نہیں سُنا اسکو ایک ڈالی پر بلا لیا + جب کھانا کھانے لگا تو بموجب ؎

نیم نانے گر خورد مردِ خدائے　　بذلِ درویشاں کند نیمے دگر

ایک ٹکڑا روٹی کا اُس مسافر کی طرف بڑھایا - پھر تو وہ عورت اور آگ بگولا ہوگئی + مآل کار وہ بکتے بکتے کھا پیکے سو گئی + اسدم گوشائیں نے اُسکو آہستہ سے بلا کر اپنی جگہ پر سولا دیا اور خود اگوام اور بالکل پائین میں لقچہ بنا ہوا سو رہا + وہ زنِ بدسرشت عاین یا فورخ اللیل میں بیدار ہوئی + پس پائین میں اُس مسافر کو سمجھ کر ایک لات مار کے ڈھکیل دیا - کہ وہ بیچارہ گوشائیں نیچے آتا رہا ؏ پس درندوں نے اُسی دم پھاڑ ڈالا - اور مسافر کو گوشائیں سمجھ کر بازو سے دھکا دیکے کہا کہ دیکھ تیرا دوست لقمۂ درندہ ہوا = جب وہ اُٹھ بیٹھا تو اُس نے دیکھا کہ یہ تو مسافر ہے اور جو لقمۂ درندہ ہوا وہ گوشائیں تھا اُس وقت اُس عورت نے چیخ مار کے اُسکو ڈھکیلا کہ اتفاق سے پلنگڑی اُلٹ گئی - اور وہ عورت نیچے آتی رہی - اور مسافر اوپر ہی رہ گیا = پس وہ بھی لقمہ درندہ ہوئی + مسافر دل ہی دل میں جزع فزع کرتا رہا بہ تمام تمام صبح ہوئی + مسافر شہر میں داخل ہوا + ایک سرائے میں فروکش ہوا + وہاں دیکھا کہ ایک گدھی کو بچہ ہوا + کہ بچہ ہوتے ہی ایک کو انے آکے اُس کی

حکایت درندہ سیرت

نیم شب

دونوں آنکھیں نکال لیں + یہ دیکھ کر مسافر کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی +
کہ ایسے نیک مزاج گو شاہیں کے ساتھ یہ کرایا۔ یہ گدھی کا بے گناہ بچہ اسکی مفت میں آنکھ نکلوالی + اسی
سوچ میں تھا کہ اچانک یہ خبر پہونچی کہ بادشاہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ مگر وجود و عدم دونوں مساوی ہے =
کیونکہ جمیع حواس سے معذور ہے جو کوئی اُسکو اچھا کرے گا بہت کچھ انعام پائیگا + پس اس مسافر
نے اُسکو اچھا کر دینے کا دعویٰ کیا + دربار شاہی میں بلایا گیا + تخلیہ ہوا + مسافر نے بچّہ کو گود میں
لیکے کہا۔ کہ مرحبا بک للہ و سہلاً۔ بس اب سن لے بچے! کہ میں مصیبتیں جھیلتا ہوا تیرے پاس آیا
ہوں کہ (ترنت وان جہاپٹن) کا کیا مطلب ہے پس بچّہ نے آنکھ کھولدیا۔ اور ہنسکر مناطقہ و ملاسنہ
شروع کیا۔ کہ جسقدر لوگ خدا کے بارہ میں بے انصاف ہونا تصور کرتے ہیں سب غلط ہے + وہ عموماً
طور سے یوم العدل معلوم ہوگا۔ مگر مختصر یہ کہدیا جاتا ہے کہ جس عنصر و عضو سے گناہ کرتا ہے۔ اکثر
اُسی عنصر و عضو پر عذاب ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے ناری گناہ کیا ہے تو اُسکے متعلق جسمانی عذاب الحریق
مقرر ہے جو سوزاک آتشک۔ جذام۔ طاعون۔ سرسام۔ بواسیر خونی۔ جنون۔ مالنجولیا۔ مانیا۔ آشوب
اور دق وغیرہ وغیرہ ہے + اگر آبی گناہ کیا تو برص۔ فالج۔ لقوہ۔ آب نزول۔ فتق۔ رسولی۔ نقرس۔
خناق و خنازیر وغیرہ وغیرہ ہے۔ اسی کو عذاب شدید کہتے ہیں + اسی طرح ہر ایک عنصر کے متعلق
گناہ ہے اگر صورۃً اور سیرۃً سب عناصر اور روح سے بھی گناہ کیا۔ تو اُسکو مفلسی جدا استائیگی اور سب
طرح کی مصیبت جدا معید الیٰ لمعاد کرایا جائیگا جسکو عقاب کہتے ہیں۔ اسی واسطے آسمانی کتاب
میں اکثر (تم) کا لفظ ہے جسکے بہت دور تک معنی سمجھے جاتے ہیں۔ مگر بزرگوں کی بیماری وغیرہ کو
اس سے تعلق نہیں اُس میں راز ہے + پس یہ بار بار پیدائش کا ہونا بار بار نیا گوشت و پوست
ہونا خاکی جہنم میں پڑتا ہے + کیونکہ مردہ پر عذاب نہیں جو کچھ ہے زندہ پر ہے۔ گو زندگی میں ذری
سی مٹھاس بھی ہو مگر وہ سب عذب ایک عذاب پُر آفت ہے لیکن وہ اپنے لوٹ آنے کو ایسا
بھول جاتا ہے جیسے لوگ اپنے بچپن کی بات بھول جاتے ہیں۔ لہذا عقل سے اتنا خیال کر لینا چاہئے
کہ بچے کی زندگانی کا رنگ جو خلاف از دگر زندگانی ہوتی ہے اُس کا ضرور کچھ سبب ہوتا ہوگا۔ وہ
کیا کہ وہ زندہ ہے نہ مردہ۔ نہ بیدار ہے نہ خفتہ۔ نہ بے ہوش ہے نہ باہوش۔ عجب اطرو بہشتی زندگی
ہے۔ پھر اس بہشتی زندگی پر اس کا سونا۔ جگنا بھی جاری رہتا ہے۔ کہ خواب ایک سبک موت ہے
اور موت ایک گراں خواب ہے۔ کہ اسی خواب۔ سکتہ۔ غشی۔ صرع وغیرہ سے موت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے
اور خالص موت کی حالت بغیر خود مرے ہوئے ایسا ہی نہیں معلوم ہو سکتی۔ جیسا کہ نشہ بغیر خود استعمال

حکومت دنیا لوگوں

سے گئے نہیں معلوم ہوسکتا۔ مگر مرنے کا نام خدارسیدگی نہیں ورنہ سب کو متمنی الموت ہونا چاہیئے۔ اور
جس قدر مر گئے گویا وہ خداتک پہونچ گئے ہرگز نہیں وہ فنافی الروح اللہ پہنچا کرتے ہیں۔ بقیہ
پلٹائے جاتے ہیں پھر وہ مسخ کے صورت سے ہو یا نسخ کے صورت سے ہے تو اب جوانسانی ہی ہیکل
میں پلٹائے جاتے ہیں۔ ابھی دو چار گھنٹہ بھی دنیا میں پیدا ہوئے نہیں گزرتا ہے۔ کہ سوئے سوئے
چونک کے اٹھ جاتے ہیں۔ اوپر دیکھکے کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں گویا انہوں نے کچھ خواب
دیکھے جبھی اُن کی یہ حالت ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کچھ دیکھ کے آئے ہیں جو یہاں خواب میں
دیکھتے ہیں۔ پس وہ دیکھنا وہی پہلی جنم والی بات ہے + پھر جیسے جیسے وہ جوان ہوتے جاتے
ہیں۔ سب باتیں بھولتے جاتے ہیں۔ اس لئے نسیان بھی ایک رحمت ہے۔ خیال کے تھیٹر میں
پردوں کا کام کرتا ہے۔ طرح طرح کی سین دکھلاتا ہے سب لے انتہا بھول جانے کا نام ناس
ہو جاتا ہے۔ پس ما احسن یہ جو خوش کارندہ و بشکی العمل ہیں۔ دنیا میں اُن کا مآل اچھا ہوتا ہے۔
اگر لوٹائے گئے تو معاد اچھا ہوتا ہے۔ برزخ میں رہے۔ تو مثاب اچھا ہوتا ہے + اوپر
گئے تو منتاب اچھا ہوتا ہے + انتہا کو پہونچے تو مآب اچھا ہوتا ہے + وما البطلہ جو بدکارندہ
ہیں کہ دنیا میں اُن کا مجمع برا۔ پلٹی کھائی تو مرجع برا۔ دنیا سے جب موت کا ذائقہ چکھا کے
تھوڑی دیر کے لئے لوٹائے گئے تو وہاں مادی برا۔ پھر پلٹی کھائی تو یہاں ملجا و مثوی برا۔
ابتدا سے انتہا تک مطلع اور مقطع سب برا + اچھے بُرے دونوں کے اعمال کے مطابق راطب
ومواجب۔ وظیفۂ ومناصب ہیں۔ فاعوذ باللہ ان اکون من الغافلین۔ حالا مقصود الفواد اینکہ
وہ بڈھا یابس الحال گو شاید تمہارا رات والا رفیق وہ میں ہوں دیکھو اس وقت کیسا ممتلی البدن
طلیق الوجہ۔ جمیل شکیل ہیکل ضیکل سے ٹھیک ٹھاک ہوں۔ فرشی سے عرشی بنا ہوں۔ اشرفی سے اشراف
بنا ہوں عصیر النسب ہوں جامل النعمائے اور جزیل الآلائے سے ممتاز ہوں اسی کو (ترنت دان
مہاپُن) کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے دو۔ دوسرے ہاتھ سے! تو ایک نیکی کا بدلہ ہزار ہا نیکی کا ثواب
ہے + سو دیکھ لو میں روٹیوں کا محتاج تھا بالکل بے برگ و نوا تھا + ایک ٹکڑا روٹی کا تم کو رات
کو کھلایا اور اس وقت بدلہ مل گیا + ایک شہنشاہ کا ولی عہد ہوں + دارائے بحر و بر ہوں +
ایک درخت کو مچان بنا کے رہتا تھا سو آج جواہرات کے گہوارہ میں موجود ہوں۔ اور
کل تخت پر بیٹھوں گا۔ ایک رات تمہارے واسطے دُکھ اُٹھائی ظاہرا جان دیدی۔ اب جب تک
اس جنم میں ہوں آرام سے رہونگا۔ نیکی کر نیکی ہمیشہ کے لئے توفیق عطا ہوئی۔ ہمیشہ ہمیز الفواد رہونگا۔

جزائے برزخ و معاد

اور اب کبھی ڈگریڈ نہیں کیا جاؤنگا سوائے ترقی کے - اور حیاتِ ابدی کو آرام سے پہونچونگا - گویا جان نہیں دی بلکہ جان پائی - اور سرائے میں جو تم نے گدھی کے بچے کا حشر دیکھا یہ وہی ہماری زنِ ہلیلہ مقطوع الیدین - وضین الخلق سیم العقل - عسیر المزاج تھی - اب وہ ہمیشہ دکھیا رہیگی - اور درندوں کی سزا اور کوّا کی سزا بھی کسی اور ترکیب سے کی جائیگی - بس اب ابلہ ہبلہ شیلہ کی حاجت نہیں - اب رخصت ہوجئے دیر ہورہی ہے - کفیٰ باللہِ بینی وبینکم شہیدا - پس وہ مسافر باہر آیا + اور بچہ مستولی بگریہ ہوا + بادشاہ بہت ہی بہت خوش ہوا + تمام ابناء المدن - اور نقیب و خدام پسرو اور پیشرو - موبدو وحاقین باقی سب گویا اہلِ دربار نے بڑی اطلس مزاجی سے مسافر کے آگے سرِ تسلیم خم کیا + الواء البلاد آراستہ ہوئے + قصم وجلوس قائم ہوا - مسافر کے بارہ میں معلوم ہوا کہ یہ بھی جا توم القوم وخراطیم الناس سے ایک بادشاہ جلیل القدر ہے + اس نے حنی الدہر کی حالت بیان کی - اور سمجھایا کہ جس زندگی میں خوشی نہیں وہ دوزخ ہے - سب کی خوشی کا سامان مہیّا کرنا چاہئے - کیونکہ بادشاہ جتنا بڑا ہے - اپنا ہی اس کا فریضہ بڑا ہے - خود بھی رنگ روپ بدل کے رعایا برایا کی حالت دیکھنی چاہئے باقی دنیا ظلِ الغمام وعلم المنام ہے - جو کچھ کام کی چیز ہے وہ صرف نیکی ہے - پس فی امان اللہ + مسافر نے مراجعت کی + اس لڑکی سے آکے ملا + دونوں میں عقدۂ تمکین ہوا + شعرا نے مبارکبادی گائی کہ

غزل

بر تو ایں محفلِ شاہانہ مبارک باشد	ساقی و بادہ و پیمانہ مبارک باشد
جانِ من عشرتِ ایں خانہ مبارک باشد	مطرب ونغمۂ مستانہ مبارک باشد
بسرِ گیسوئے مشاطہ بگوید زسر در	روغن وآئینہ وشانہ مبارک باشد
شوخیٔ ناز وادا چستیٔ انداز و نیاز	عشوہ وغمزۂ ترکانہ مبارک باشد
اخترِ اوج درخشندہ بہ پیشانی شد	حشمت وجاہِ عروسانہ مبارک باشد
ای تو یحییٰ توئی سیاح ومسیح ومہدی	دشمنت را رہِ ویرانہ مبارک باشد

تو اب اس جگہ ثابت ہوگیا کہ ہر چیز ایک ایک کام کے لئے بنائی گئی ہے - ایک چیز دوسری چیز نہیں بن سکتی - جب تک سب چیز کا بنانے والا اس ایک بنی بنائی چیز کو دوسری چیز نہ بنا دے - پس اگر سب چیز کو ایک ہی چیز بنا دے - تو سب چیز ایک ہی ہوجائیگی - اس حیثیت سے تمام عالم - ایک ہی شئے بنامِ عالم موجود ہے - گو کسی زمانہ میں اسکو خالی وا پھیر یا اور کوئی چیز بنا کے ہوا ئفنا کردے اسکو اختیار ہے - مگر ظاہر آدمی اور حشر بلا تناسخ و تماسخ کے برابر نہیں کہے جا سکتے جیسا کہ

حکایات و روایات

اوپر کے قصہ سے ظاہر ہوا۔ مگر کوئی ایسا وقت نہیں جس میں تناسخ کا عمل جاری نہ ہوتا ہو۔ مگر ہر وقت کی شانِ نزول کا نام اسکے جداگانہ ہے مثلاً

(۱) اگر کہا جائے کہ بعد از موت لوگ مراجعت چاہینگے تو یہ تناسخ ہوا +

(۲) اگر عماید الی المعاد سے پوچھا جائے کہ دُنیا میں چند روز رہے تو کہینگے کہ صرف ایک روز یہ بھی تناسخ ہوا +

(3) منی سے مضغہ و علقہ تشکل بننا یہ بھی تناسخ ہے۔ بدل ما تیحلل کا ہونا یہ بھی تناسخ ہے +

(4) لکڑی۔ کپڑے کا سانپ بنجانا یہ بھی تناسخ ہے +

(5) مٹی سے جواہرات پانی سے موتی بننا یہ بھی تناسخ ہے +

(6) مٹی سے تمام پیداوار ہونا یہ بھی تناسخ ہے +

(7) یاقوت انگار میں سفید باہر سُرخ ہوتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(8) مونگا پانی میں سفید باہر سرخ ہوتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(9) عقمہ پانی میں سفید باہر زرد ہوتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۰) گرگٹ رنگ بدلتا رہتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۱۱) ساٹھی کا چاول باسمتی ہوجاتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(12) بڈھا ہونا جوانی کا انتقال ہونا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(13) تمساح و غلیواز کبھی نر ہوتا ہے کبھی مادہ یہ بھی تناسخ ہے +

(14) عقاب کبھی زغن بنتا ہے کبھی عقاب یہ بھی تناسخ ہے +

(15) شاہ بلوط کبھی مازو بنتا ہے کبھی بلوط یہ بھی تناسخ ہے +

(16) شلغم ایک سال کرنب بنتا ہے دوسرے سال شلغم بنجاتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(17) نرگس کبھی پیاز بنتی ہے کبھی نرگس یہ بھی تناسخ ہے +

(18) پستہ کبھی مازو بنتا ہے کبھی پستہ یہ بھی تناسخ ہے +

(19) ریشم کا کیڑا اپنے اوپر تار نکال نکال کے چپاں کر لیتا ہے اُسکے بعد مردہ ہو کر چکنا سنہرا رنگ کا ہو جاتا ہے۔ ہفتہ کے بعد پروانہ ہو کر اُڑ جاتا ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(20) چینٹی کبھی پروانہ بنتی ہے کبھی چینٹی یہ بھی تناسخ ہے +

(21) کبول کا پھول رات کو سفید رہتا ہے۔ دن کو سُرخ یہ بھی تناسخ ہے +

حکایت دربارۂ تناسخ

(۲۲)۔ گلِ نیلوفر وہ پہر کو غنچہ رہتا ہے شام کو گل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی تناسخ ہے +

(۲۳) شگوفہ گاہ شگفت است وگاہ خوشیدہ درخت گاہ برہنہ است وگاہ پوشیدہ

یہ بھی تناسخ ہے + مکھی سے مکڑی بنجاتی ہے یہ بھی تناسخ ہے +

(۲۴) ہلال بدر بنجاتا ہے یہ بھی تناسخ ہے۔ پھتنگے سے کمہاری بنجانا یہ بھی تناسخ ہے +

(۲۵) صحت سے مرض اور مرض سے صحت۔ راحت سے مصیبت۔ مصیبت سے راحت۔ موسم کے بعد اُسی موسم کا دورہ۔ مہینہ کے بعد وہی مہینہ۔ اتوار کے بعد اتوار۔ دن کے بعد رات یہ بھی تناسخ ہے

(۲۶) آفتاب سے گرمی۔ گرمی سے دھؤاں۔ دھواں سے بخار۔ بخار سے پانی۔ پانی سے ہوا۔ ہوا سے سردی۔ سردی سے پانی۔ پھر پانی سے گرمی ہونا یہ سب تناسخ ہے +

(۲۷) اشیاء کے تاثیرات کا باہم مرکب ہونا اُس پر سے اجرامِ علوئی واجسامِ سفلی کے تاثیرات کا میل جول ہونا جن کے مجموعی تاثیرات سے جمادات ونباتات وحیوانات ودگر اشیاء کے پیدا ہونے کا مادہ قائم ہوجانا۔ پھر اُن قائم شدہ کے سڑی سڑائی سے ایک دوسرے قسم کے تاثیرات کا ظہور میں آنا جن سے طرح طرح کے اخفاش وزخارف الارض۔ بیو جک اور طرح طرح کے دیدانِ صغار اور کیڑے مکوڑوں کا پیدا ہونا پھر رفتہ رفتہ اون کیڑوں کا درند۔ پرند۔ چرند اور گزند ہوجانا۔ جیسے خراء و بول وبراز سے خراطین۔ خراطین سے جُعَل۔ جُعَل سے لال بگی۔ ناموس۔ ذباب۔ اُس سے عنکبوت اُس سے بچھو۔ اُس سے چھپکلی۔ اُس سے گرگٹ وبچھکھوپڑا۔ اس سے پریکے باد یگرے زنگارنگ وجود کا قایم ہوتے رہنا۔ ورنہ معدوم الوجود کی کیا وجود کہ اہلِ وجود میں موجود ہو معدوم بحت ہے + پس یہ سب تناسخ ہے +

(۲۸) کل آنٍ انا فی شان یہ بھی تناسخ ہے +

(۲۹) گنا سے رس۔ رس سے گڑ۔ گڑ سے بھورا۔ بھورا سے شکر۔ شکر سے چینی۔ چینی سے مصری مصری سے دگر مٹھائیاں۔ اسی طرح لتہ حیض سے چھچھندر۔ چھچھندر سے مینڈک۔ مینڈک سے بٹیر۔ بٹیر سے تیتر۔ تیتر سے خلقتِ دگر متلبس بخلقتِ جدیدہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اِسی طرح تخم سے درخت۔ درخت سے لکڑی۔ لکڑی سے میز کرسی۔ چوکی۔ بنچ وغیرہ وغیرہ یہ سب تناسخ ہے چنانچہ اگر تمام کائنات کی سب چیزیں ایک جا جمع کر کے یا مجسم کائنات کا کائنات ہی ایک جگہ از روئے کیمیا سڑا کر کھا دبنا دیا جائے۔ تو اُس سے ایک عجیب وغریب جاندار پیدا ہو سکتا ہے جو مرکب بہ جمیع اشکال ہو۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین بس یہی کیمیا ہے۔ بلکہ یہ آزما کے دیکھ سکتے ہو کہ کچھ کتا کا گوشت و

استخوان اور اس کا دمایاؤمنا یا اور کچھ بلی - سور - چوہا - اونٹ - بیل - گدھا وغیرہ وغیرہ کا گوشت وغیرہ اسی طریقہ پر آمیختہ کرکے سڑوادو - تو اُس سے جراد و زرقہ کی طرح ایک عجیب مخلوق پیدا ہو جائیگی - کہ وہ ایک دوسرے کو اس طرح سے کھائیگی جسطرح "قانونِ فطرت کے مطابق گرگ لومڑی کو کھاتا ہے لومڑی شغال کو کھاتی ہے - شغال سانپ کو کھاتا ہے - سانپ چڑیا کو کھاتا ہے - چڑیا پھتنگا کو کھاتی ہے - پھتنگا زنبور کو کھاتا ہے - زنبور نحل کو کھاتا ہے - نحل مکھی کو کھاتی ہے - مکھی مچھر کو کھاتی ہے مچھر چیونٹی کو کھاتا ہے - چینٹی سب چھوٹے بڑے کو کھاتی ہے - کہ بالآخر آکل و ماکول ہوتے ہوتے اُس میں سے جو باقی رہجائیگا وہ ایسا ہی عجیب الخلقت ہوگا - جیساکہ

چشمِ غول و پائے پیل و بطن گاؤ و راس خر
مارِ زہری در صدا و کژدمِ ایذا رساں
گرگ سیرت خوک پیشانی و کلبِ شیر در
من عجایٔب والغرایٔب خلقتش پُر خیر و شر
ایں ہمہ از علمِ نیرنجات آمد در شمار
گر شود ایں شکلِ بوسیدہ پس از مرگ و ہلاک
چشمِ بکشاء و ببیں ایں زورِ تا شیرِ اثر
بعد از بوسیدگی پیدا شود شکلِ دگر
رفتہ رفتہ از ہمہ آثارِ مجموعی چنیں
قولِ یحییٰ را بدل آوردہ قدرے غور کن
شکلِ انسانی شود چوں قند ہا از نیشکر
میکنم حالا بہ سرِّ نسخ بحثِ معتبر

وہ بحثِ نسخ و مسخ یہ ہے کہ از روئے کیمیا یہ عالم کا عالم اپنی اصلی صورت سے مسخ ہوکر ٹڑگل کے اس مجموعی شکل پر قائم ہوا ہے - کہ اُس میں عالمِ مو الید ثلاثہ و عناصر عالمِ عقول و ارواح - عالمِ معین و غیر معین محسوس و نامحسوس سب شامل ہے - مگر اس فعل کا جدا جدا نام رکھا گیا ہے - کہیں اس کا نام تیمم ہے کہیں ترمم - کہیں تواسخ ہے - کہیں تفاسخ - کہیں خلع بدن ہے کہیں ریمیا - کہیں دور و تسلسل ہے کہیں کیمیا - کہیں تغیر و تبدیل ہے کہیں تلبس و تحویل - کہیں تداول و تہلیل - کہیں انقلاب و انتقال ہے - کہیں عقاب و زوال - کہیں ترقی ہے - کہیں تنزلی - کہیں حوارث و تصریف ہے - کہیں لواعت و تحریف - کہیں کمون و بروز ہے - کہیں نبوت و عروض - کہیں تماسخ ہے کہیں تناسخ - مگر یہ سب تناسخ ہی کے قسم سے ہے - مگر تم منی زادے لوگوں میں اتنی عقل نہیں کہ اسکو سمجھ سکو - مگر جہالت و حماقت سے خود کو دانا و بینا و قدیر سمجھتے ہو کہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کرنے پر خود کو قادر سمجھتے ہو - خدا کو نیست کرنے پر - اسکی قدرت کی تکذیب کرنے پر گویا ہر بات پر خود کو قادر سمجھتے ہو - تم لوگ کا دماغ ایسا پھر گیا ہے جیسا کبھی تبدیلِ مکانات سے پھر جاتا ہے کہ سمت کی معرفت جاتی رہتی ہے - صاف اظہر من الشمس و ابین من الامس بھی ہو جاتا ہے مگر وہ اسی پر اڑا رہتا ہے کہ ہماری بستی میں فلاں سمت

عظام الروح و رزق نا مخلوقات

شرق و غرب ہے۔ حالانکہ سمت جمیع عوالمِ شمسیہ میں صرف ایک ہی ہے۔ مگر یہ جہل و مرض کا باعث ہے کہ اسکو ایسا محسوس ہوتا ہے + اسی قسم کے جہل و حمق سے یہ بھی ہے کہ صراطِ مستقیم کو غیر صراطِ مستقیم سمجھتے رہنا۔ رحمان کو شیطان سمجھتے رہنا۔ مسیحا کو دجال سمجھتے رہنا + لہذا یہ جہل و حمق عین پھٹکار ہے + ایک روز تمام ملاعین کے زمرہ کو لعنت نگلجائیگی۔ اور ساری لعنت کو شیطان کھا جائیگا۔ اور شیطان ہلاکتِ ابدی میں پڑیگا۔ کوئی چیز چند نہیں باقی رہیگا۔ مگر جسپر وہ عذاب چاہے باقی رکھے۔ کو کرنے والے کو اختیار ہے۔ غرض کہ ہبتہً کذا و تارۃً ہلذا اپس سے

ما مدعیٔ خالقِ مخلوقِ زیر و بر — ہر زیر و بر جمیع کہ دانی بخیر و شر
طاؤسِ آسمانِ جواہر نگار پر — از ہر طرف گرفتہ بہ آغوش ما حضر
ایں جملہ کائنات نہ از مادۂ و نہ نر — بے مادۂ ولغیر اب و اُم بلا پسر
از اَمرِ آمریکہ نداند کسے مگر — او خویش را بداند و کے داندش دگر
سلطانِ غرب و شرق شہنشاہِ بحر و بر — تیغش بگشتہ برق ہمہ چرخ شد سپر
ہر چہ کہ فیصلہ بنمایم زدستِ خویش — آں فیصلہ بگشتہ سعادت مآب تر
رضوان و حور و جن و ملک نہر و حوض و باغ — نار و سماء و برج و مہ و مہر و نقشِ زر
ابر و کمان و رعد و بروق و تجلیات — ثلج و براد و گرمئی و باران و بحر و بر
ہر کوہ و کاہ و روح و ریاح و جمیع خلق — متاثر است زیرِ اثر خالقِ اثر
آں خالقِ اثر متاثر کجا شود — از آہ و زاری یا بہ عبادت زلوم و خر
مستغنی از جمیع کہ محسوس مے شود — حیراں شدم چگونہ کنم سوئے خود نظر
خود اینقدر بخویش نگہ تاختم بکوش — خود را بعشق دیدم و با ہوش بے خبر
خود را بگفتم اے تو حبیبیٔ و عینِ من — بر فرشِ ارض رفتہ بگو با ہمہ بشر
از جملہ اکبر است خدائے قدیرِ من — بعد از خدا بزرگ منم قصہ مختصر
خود را چو زیر کردہ بشد پیشِ آں الف — زاں شد الف مشددے برسرکشاں زبر
فرخندہ فال سر بنہ در بارگاہِ اوست — خود را بہ او بدادہ چو صدارمغانِ زر
دادہ بخاک و خوں چو سرِ خویش بہرِ او — فرزندِ ارجمند بشد پیشِ آں پدر
او بے پدر ہزار پدر آفریدہ است — ہرگز پدر ندارد و دارد نہ او پسر
مادر ندارد و نہ برادر نہ ہیچکس — جز خویشتن نہ ہیچ بدارد کسے دگر

اما لقب بداوہ کہ ایں جائے غور نیست	ہرچہ کند۔ کند نہ بدارو درون ضرر
از بیضہائے چرخ دو بچہ برآمدہ	گوئید دھر ابلقے بے ہوش و بے ہنر
ہردم بشکلہائے دگر آدم بہ تو	یحییٰ بذاتِ خویش نہ ہرگز بشد دگر

علم الروح و رؤیائے صادقات

مگر کلام علیٰ ذالک یہ ہے کہ جسمانی تناسخ تو ہر طرح سے ثابت ہو چکا روحانی تناسخ کی کیا دلیل ہے اگر وہی روح دوسرا جسم بدل لیتی ہے تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ حیوانِ مطلق سے خایہ گرگ وغیرہ اور ایک مچھلی کے سفوف سے ہزارہا نر و مادہ مچھلیاں پیدا ہوتی ہیں اور جامۂ انسانی سے بق و بق۔ نمل و قمل۔ بعوضۂ۔ مگس حتیٰ کہ کرمِ شکم اور جنین وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ان میں کچھ انسانی و حیوانی روح نہیں داخل ہوتی۔ کہ انسان میں روح الٰہی سمجھی جا سکے بلکہ وہ دوسری روح ہوتی ہے اگر اسی روح کا کچھ حصہ کہا جائے تو اس سے روح کا گھٹنا بڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور صریحی طور سے دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ ریاضت سے جسمانی و روحانی گھٹاؤ بڑھاؤ ہوتا ہے چنانچہ جسم بچہ ہے تو روح بھی بچہ رہتی ہے + جسم جواں ہوتا ہے تو روح بھی جواں ہوتی ہے + جسم مرض سے کمزور ہے۔ تو روح بھی کمزور محسوس ہوتی ہے + جسم اندھا ہے تو روح بھی اندھی رہتی ہے۔ کیونکہ مجرم کا شریک مجرم ہے اسلئے کور مادری خواب میں کبھی آفتاب نہیں دیکھتا۔ اگر کسی نے دیکھا تو اسکی اصلی تعبیر بھی ہوگی + لیکن اکثر نہیں دیکھتا + غرض کہ اکثر روح و جسم لازم و ملزوم دیکھے جاتے ہیں + حالانکہ دونوں بالکل غیر جنس ہیں۔ جسم جوہر مرکب ہے + اور روح جوہرِ بسیط + روح جیسے گوشت میں سرایت کرتی ہے۔ اسی طرح سب چیز میں سرایت کر جا سکتی ہے + اور جسم اس سے معذور ہے + بلکہ اسکی سبب سے معراج پاتا ہے + تمام جسم میں اس طرح موجود ہے جیسے کوئلہ میں انگار سانپ کو دیکھکر روح ڈرتی ہے۔ مگر جسم کی حفاظت کرنے کی ہدایت کرتی ہے + جسم پر زخم ہو پہنچنے سے روح نالاں ہوتی ہے اسقدر متحد و متوحد ہو رہے ہیں + پھر بھی ایک دوسرے کی حقیقت نہیں معلوم کہ پورا گھٹنے بڑھنے کا حکم لگایا جائے + کیونکہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ جسکو پانچ برس کا بچہ دیکھا ہو اور دس بیس برس کے بعد اُس کو خواب میں دیکھیں تو وہی پانچ برس کا بچہ دیکھنے میں آتا ہے + حالانکہ بالکل غلط ہے۔ خاص اپنا خیال اُس بچہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ کسی متوفی کو بھی خواب میں دیکھنا سچ نہیں ہوگا + اور خواب ایک دم جھوٹ بھی نہیں ہے + جو کچھ جاگنے میں دیکھتے سنتے ہیں وہ سب خیال ہے + جو کچھ نیند میں دیکھتے سنتے ہیں وہ سب خواب ہے + خواب میں جو کچھ دیکھتے ہیں دیکھتے وقت یقین رہتا ہے۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو خواب معلوم ہوتا ہے + گویا جب آنکھ بند تھی تو سب سچ

دیکھ رہا تھا آنکھ کھلی تو کچھ وجود نہیں + پس یہ آنکھ کھلی تو سب دیکھ رہا ہے آنکھ بند ہوئی تو گنہگاروں کے لئے کچھ وجود نہیں مگر سزا۔ تو اب خواب جو ایک خاص تبدیلی پیدا کر کے روحانی عالم کو جسمانی طور پر بتلاتا ہے یہ کہاں تک سچ ہے اور کہاں تک جھوٹ اگر کوئی خواب میں جماع کا ہونا دیکھتا ہے تو احتلام ہوتا ہے یہ سچائی کا نمونہ بتلاتا ہے + اگر اُس سے حمل بھی رہجاتا تو زیادہ سچائی ثابت ہوتی مگر بالکل مصلحت کے خلاف ہوتا۔ کیونکہ پھر کوئی عاصمہ نہ باقی رہتی - اچھا عذر ملجاتا + پھر اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی کسی کا عزیز کہیں سے آرہا ہے تو روحانی تعلقات کے سبب سے اُسکو خواب کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں آرہا ہے اور وہ سچ ہو جاتا ہے + بڑی خوشی یا مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو بھی خواب آتا ہے کہ یہ سب خواب کی سچائی کا نمونہ ہوا + تو اُسکی بحث آگے آئیگی۔ یہاں پر مختصر یہ کہدیا جاتا ہے کہ سچے کا قانونِ قدرت کے مطابق سب خواب سچا ہوتا ہے۔ اور جھوٹے کا جھوٹا۔ اب خواب میں جو رُوح کی حالت دیکھی جاتی ہے۔ کہ شخص خفتہ میں موجود بھی ہے۔ پھر باہر ہے۔ تو واضح ہو کہ روح کے بدولت سب ہے + روح سب کام کو انجام دیتی ہے۔ بچپن کو بھی جوانی کو بھی عقل و حمق و فرح و نیکی و بدی۔ خواب و خیال اور جو کچھ ضرورت ہو سب کو۔ لاشئ سے شئ پیدا کردینے پر اللہ تعالیٰ نے اُسکو قادر بنایا ہے + تو خواب کے حالت میں اس کا نام روح سیلانی ہے۔ تو اُسکی کیسی حالت ہے کہ جیسے گل میں بو کہ گل کے گل میں بھی موجود ہے اور پھر باہر بھی ہے۔ جسکی دوسری مثال عکس و ظل کی بھی ہو سکتی ہے کہ وجود ایک جگہ موجود ہے اور عکس سینکڑوں کوس دور منعکس ہوتا چلا جارہا ہے + تو خواب کے ذریعہ سے روحانی خفت و ثقلت کی کمی و بیشی ثابت بھی ہوتی ہے اور نہیں بھی ثابت ہوتی ہے + اس لئے سرِ دست خواب سے ثبوت لینے کو ترک کر کے بیداری کے عالم سے ثبوت لی جاتی ہے۔ کہ جب کوئی مریض مرجاتا ہے تو اُسکے جسم میں مرض کے آثار باقی رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ روح میں بھی رہتے ہونگے۔ چنانچہ رہتا ہے۔ مگر جب جسم مرجاتا ہے تو رُوح کو بھی مرجانا چاہئے۔ تو رُوح اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ جسم کا مرجانا رُوح کے نکل جانے کا نام ہے اور اُس کے گھٹنے کا نام کمزوری جیسے ہاتھ پاؤں کبھی بیماری سے سوکھ جاتے ہیں تو اُس میں رُوح نہیں رہتی یا کچھ زیادہ لنبا موٹا آدمی میں روح زیادہ نہیں ہوتی۔ گویا اس جگہ رُوح کا گھٹنا ثابت ہوا + چنانچہ جسدم کسی کا جسم کاٹا جاتا ہے تو جو حصہ کٹ گیا ہے اُس محل کے پاس وہ مریض ہاتھ لیجا کے کھجلاتا ہے تو معلوم ہوا کہ اُس جگہ خالص رُوح باقی رہتی ہے جو برہنہ ہونے سے اُس میں خارش پیدا ہو جاتی ہے کہ اُسکو وہ کھجلاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سمٹ جاتی ہے۔ تو اب روح کی حالت کیسی ہوئی۔

علم الارواح درجۂ ثانی حیات

جیسے عناصر کی کہ مکان کے مساوی متمکن ہو جاتے ہیں جسکی مثال یہ ہے۔ کہ اگر گیا سلیٹ سے لکھ کر آتشزنی
کریں تو سارے حروف آتشینہ ہونگے گویا ظرف و مظروف تابع و متبوع ہوئے۔ پونگی میں ہوا بھر دیجائے
تو جو شکل پونگی کی ہوگی وہی شکل ہوا کی ہو جائیگی۔ جسطرح کہ ظرف میں پانی بھر دوگے تو پانی اُسی طرح
کے ظرف کی شکل قبول کرلیگا۔ یہی حالت مٹی کی بھی ہے۔ تو جب اس سے رُوح کی نسبت رکھی گئی ہے
تو یہی خواص روح میں بھی ہونا چاہیئے + چنانچہ ایسا ہی ثابت ہو رہا ہے۔ پس روح کی ایسی ہی کوئی
شکل نہیں ہے جیسی درد کی کہ جسم میں موجود ہوتا ہے۔ پھر کوئی شکل نہیں۔ جو اُسکی شکل ہوتی بھی
ہے وہ مریض کی صورت کے وسیلہ سے اپنی شکل ظاہر کرتا ہے۔ تو یہی بات روح کی بھی ہے
کہ جیسی روح ہوتی ہے ویسی ہی طینت ہوتی ہے ویسی ہی شکل و صورت ہوتی ہے ویسے ہی
فرشتے ہوتے ہیں جس میں خصلت جس چیز کے مشابہ ہو اُس میں اُسی کی روح ہے اُس کا مرض
و علاج بھی اُسی کے مشابہ ہوگا پھر وہ کیسی ہی روح ہو۔ جیسے حرارت ایک ہی قسم کی نہیں ہوتی
زنجبیل کی حرارت اور ہے لونگ کی اور اگر زنجبیل میں بالکل خواص تاثیر و حرارت سب مثل قرنفل کے
ہو تو پھر زنجبیل کو لونگ ہی ہونا چاہیئے۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے اسلئے دو صورتیں ہیں اسی طرح
اگر سب روح یکساں ہوں تو سب صورت بھی یکساں ہوں۔ روح ترقی کر کے شکل انسانی میں آئی ہے۔
اس سے زیادہ بھی ترقی کر سکتی ہے۔ کیونکہ باطن میں اس شکل سے کچھ مناسبت رکھتی تھی جو آج ہوئی
ورنہ نہ ہوتی۔ کس لئے کہ جو آج کچھ نہیں ہے وہ کل بھی کچھ نہیں ہے۔ جیسی ابتداء ویسی انتہا۔ تو اب
روح کیا چیز ہے تو روح و حیات و نفس تینوں ایک ہی چیز ہے اور تینوں کے معنی بھی قریب قریب
ایک ہی ہیں پس جو کہا جاتا ہے کہ نفسیکہ برمے آید مفرح ذات است چوں فرومے رود ممد حیات۔
جب بھی ایک ہی بات ہوئی۔ لہٰذا روح و حرارت۔ خوشی۔ اور روشنی یہ سب حیات کا نام ہے + سردی
و ظلمات۔ رنج و دوزخ یہ سب موت کا نام ہے + تو روح کچھ غصہ و شہوت و آتش کی طرح حرارت
نہیں ہے۔ کہ اس کا نام حرارت رکھا جائے۔ نہ روشنی ہے نہ نور نظر۔ نہ ڈائنو، مٹ ہے نہ فاسفورس
نہ بجلی ہے نہ جگنو یہ کچھ چمکیلی چیز نہیں نہ رونق دار کہ روشنی کہہ سکیں۔ مگر کچھ ہے ضرور کیونکہ اگر باطن
میں نہ ہوتی۔ تو ظاہر میں مجرمانہ قید ہو کر ظاہر نہ ہوتی۔ تو اب یہ دیکھنا ہے کہ جو ظاہر میں اس ترکیب سے
ظاہر ہو کہ تمام عوالم میں گشت لگاتی ہوئی خوراک میں پوشیدہ ہو۔ خوراک سے خون و منی میں۔ خون
و منی سے ہیکل میں سکہ اُس ہیکل میں رہ کر مختلف طریقہ سے خصائل ظاہر کرے کہ کبھی کچھ کبھی کچھ کہ اسکے
مجموعی قوت کا جلوہ تمام عالم میں رنگا رنگ جلوہ گر ہے۔ تو وہ نکلجانے کے بعد بھی ویسی ہی رہ سکتی ہے

علم الروح و رزش مخفات

جیسے ظاہر ہونیکے پہلے تھی۔ یا باطن میں رہ کر اس سے بھی بڑھ کر اور کیا قوت ظاہر کرتی ہوگی۔ یہ کسکو
معلوم جو اُس کا ہم جنس ہو وہ جانے + کیونکہ ظاہراً یہ صاف نمایاں ہے کہ خنزیر کی روح بیل کی
روح سے کثیف ہے جس کا فیصلہ ایک اشرف المخلوقات کردیتی ہے کہ ان دونوں کی روح سے لطیف
روح رکھتی ہے جسکو بشر کہتے ہیں۔ کس لئے کہ اگر اُن سے اعلیٰ نہ ہو تو فیصلہ نہ کرسکے۔ تو اب ضرور ممکن
معلوم ہوتا ہے کہ بشر کی بھی روح سے کسی کی روح لطیف ہو جو اُنکے بارہ میں فیصلہ کرے تو وہ اکثر بشر
ہی میں موجود ہوتے ہیں جو تہدید و حکومت کا کام کرتے ہیں کیونکہ افضل و اشرف نہ ہوں تو انتظام نہ کرسکیں
تو اب اُن سے بھی کوئی زیادہ لطیف روح والا ہونا ممکن ہے کہ بالآخر روح ترقی کرتے کرتے اتنی لطافت
کو پہنچ سکے کہ مارے لطافت کے ندارد ہو جائے کہ کسی طرح محسوس نہ ہو سکے۔ اگر محسوس ہو جائے تو بھ سرالاسرار
نہ رہے۔ ایسی حالت میں جو روح اللہ روح آفریں اور سب سے فوق الفوق اور وریٰ الوریٰ ہے اُسکی
قوت و قدرت کی کیا حالت معلوم ہوسکتی ہے کہ کیا کیا وہ کرسکتا ہے بالکل ناممکن ہے + اِس لئے
یہی کہدیا جاتا ہے کہ روح اور روح آفریں بنام روح اللہ دونوں مجہول ہیں۔ مگر روح کی حقیقت معلوم
ہے۔ کہ اُسکی حقیقت نہیں معلوم ہوسکتی۔ اور روح اللہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں معلوم۔ حتیٰ کہ کروڑہا
کروڑ بار مجسم بھی دیکھو۔ جب بھی حقیقت شناسی میں معذوری ہے + اُسکی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی
شخص ایسا آئینہ جو ہیکل کے فٹ ہو اُسکو دیکھتے وقت جرم آئینہ کو دیکھنا چاہئے تو ہرگز نہیں دیکھ سکیگا۔
پس بینائی کے چہرہ پہ بھلا کس نے نظر کی۔ وہی حالت اسوقت ہمارے روح و جسم کی ہے۔ کہ چوں آئینہ
بدست من و من در آئینہ + مگر اسکے مشابہ ہر روح میں ہر فعل کے صدور کرنے کی قوت دیگئی ہے۔
تو خود کو پہچنوانیکے فعل کی بھی ذمہ وار ہوسکتی ہے۔ تو وہ صریحی اسطور پر معرفت کرا رہی ہے۔ کہ
روح ایک بڑی بھاری قوت کا نام ہے + اور قوت کی یہی تعریف ہے کہ ساکن کو متحرک اور متحرک
کو ساکن کردے + عدم کو وجود اور وجود کو عدم میں بلا اختیار لا سکے۔ اگرچہ ہزارہا قسم کی مختلف قوتیں ہوں
تاہم جدائی میں رہ کر یکائی میں بآن واحد رہے۔ جیسے دس ہزار آدمی اگر اکٹھا ہو کر کسی چیز کو ہٹائیں
تو سب کی قوت ایک جا جدائی میں رہکر یکائی میں ہو جائیگی۔ جس وقت چاہے ہزار اشکال بدلدے
تو جسدم یہ قوت بنام روح ایک لاشئے چیز کو بلا کسی مادہ کے کتم عدم سے وجود میں لانے لگتی ہے
تو فوراً حرکت و سکون کا صدور ہوتا ہے + کہ اُس سے تصادم کی وجود قائم ہوتی ہے + اُس سے
حرارت پیدا ہوتی ہے + حرارت سے جذب و کشش ہوتی ہے + ان سب کے اجماع سے ایک خاص
قسم کے خواص و تاثیر کا ظہور ہوتا ہے + پس یہ قوت جبریہ مطوق بطوق طاقت دگر ہے۔ مگر جس کو

علم اور روح و زیادہ تجلیات

قدرت مطلقہ و قدر یہ کہتے ہیں وہ مطلقیت سے بھی خارج ہے۔ حتیٰ کہ محض ناممکن الفہم ہی نہیں بلکہ
اس سے بھی متعالی ہے کہ کسی میں قدرت نہیں کہ اس کا فیصلہ کر سکے + بالفرض اگر یہ فیصلہ بھی کیا
جائے کہ قوت جسکو روح کہتے ہیں وہ ایک حالت میں مقید ہے اور قدرت جسکو روح اعظم و روح مجرد
یا روح الامین خواہ روح القدس کہتے ہیں وہ کسی حالت میں مقید نہیں بالکل مطلق ہے۔ جو کچھ
چاہے کر گذر سکتی ہے + جو کچھ چاہے خود کو بنا دینے پر قادر ہے۔ منفطر اور منفطر اختیاراً ہو سکتی ہے +
اسی واسطے اس کا نام قدرت ہوا۔ اور روح مقید کا نام قوت۔ تو اگر وہ قید و بندگی سے چھوٹ
کر ویسی ہی مطلق بھی ہو گئی تو اس سے کیا؟ بھلا قدرت کو اس سے کیا فائدہ ہے؟ جو اسکو ہوگا +
پس یہ سب ایک لہو و لعب ہوا + اس سے زیادہ اور کچھ وقعت نہیں + مگر یہ سب جو فیصلہ کیا جا
رہا ہے۔ اسی قوتِ مقیدہ بنامِ روح کے دس حواس کے ذریعہ سے کیا جا رہا ہے کہ گیارھواں
اوزار نہیں جس سے زیادہ فیصلہ کرنے کی قوت ہو بلکہ گیارھواں اوزار کی بھی خبر اسی دس قوت
سے حاصل ہو رہی ہے۔ اسلئے قوت مطلقہ کے بارہ میں کیا متحکم حکم لگایا جا سکتا ہے۔ کچھ بھی
نہیں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی خاص چیز عام ہو جاتی ہے تو خاص لوگ نہیں
استعمال کرتے پھر اخص الخاص کیا استعمال کرینگے۔ بجز سکوت کے کچھ چارہ نہیں۔ لہذا سرِ دست
قوتِ مقیدہ بنامِ روح پر بحث کی جاتی ہے۔ کہ اوپر کے بیان سے یہ قوتِ روح حرکت و حرارت
سے مرکب ثابت ہوتی ہے + تو ہر چیز میں جان ہے۔ حتیٰ کہ جان میں بھی جان ہے =
گو وہ جان محسوس ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو کہ جیسے اگر کوئی دو روز کے پھولے چنے کو جو کپڑے
میں لپیٹے ہوئے ہوں کھا جائے۔ یا کچا آٹا کھا جائے تو ضرور شکم میں کیچوا پڑ جائیگا + تو اب
دیکھو اس چنے اور آٹا میں جان تھی یا نہیں؟ اگر نہ ہوتی تو کیچوا کی شکل میں ظاہر نہ ہوتی۔
یہ ہونا ظاہر کر رہا ہے کہ جان تھی + اسی طرح ہر چیز میں جان ہے + جس چیز کو کھاؤ خون پیدا کریگا۔
تو جو چیز خون پیدا کریگی اُسمیں جان ہوگی + اور کوئی ایسی چیز نہیں جس سے خون نہ پیدا ہو اسواسطے
سب میں جان ہوئی + مگر جیسی وجود ہوگی ویسی جان ہوگی۔ تو جیسی جان ہوگی ویسا ہی مآل
ہوگا + جیسے جو چیز عدیم آبادی ہوگی تو اُسکی ساری ہستی معدومیت سے لبریز ہوگی + پھر ہر چیز کے
لئے دفترِ فطرت سے یہ سب ارکان و شروط ہیں۔ کہ ہر چیز میں شکل و رنگ۔ خاصیت و مزاج
عیب و ہنر۔ بو، و اثر۔ سختی و نرمی۔ ابعاد ثلاثہ۔ مقدار و موازنہ ترقی و تنزلی وغیرہ وغیرہ ہوگی۔
اسکے علاوہ ہر چیز سے عطر و روغن۔ شربت و شراب۔ سرکہ و عرق۔ تیز آب و زہر۔ ست اور فضلہ۔

علم الروح و وجودِ جان

سینٹ ملعد اسپرٹ۔ بخار وحرارت۔ الکحل اورگیاس وغیرہ وغیرہ ہونا ممکن ہوگا۔ پھران سب چیزوں میں جداگانہ جان ہونا بھی ثابت ہوسکیگا + توجسقدر اشکال مختلف ہیں اسی قدر ارواح بھی مختلف ثابت ہونگے + جیسے بیشمار اشکال واجسام سے۔ اجسامِ مرتعش۔ منضغط۔ مرونت۔ مستجلب۔ واسع ورافع۔ منجذب وفارہ۔ مظلم ومضی۔ مقید ومطلق۔ محدب ومقعر۔ مصمت ومجوف واشکال ہندسادیہ وغیرہا وغیرہا ہیں۔ ان سب کی ارواح کی صورت جدا ہوگی۔ بلکہ اس کے بھی ہر ایک چیز میں ہزارہا اقسام کی جانیں ہوتی ہیں + پھر اُن جانوں میں بھی جانوں کے اقسام قائم ہوسکتے ہیں = جسکی کہیں انتہا نہ ملیگی + مثلاً ایک چیز قوتِ لامسہ سے ٹٹولی گئی۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ چیز مذکور۔ ہلکی ہے یا بھاری ہے گیلی ہے یا سوکھی ہے۔ گرم ہے یا سرد ہے کیسی ہے۔ ان سب اوصاف میں ایک قسم کی جان ہے + اب اگر اس چیز کو قوتِ شامہ سے تجربہ کرنا چاہو گے تو استشمام سے معلوم ہوگا کہ چراینڈ ہے یا بساینڈ۔ معتی ہے یا مفیق کیسی ہے۔ اس میں بھی ایک جان ہوئی کیونکہ اگر جان نہ ہوتی تو اُس کی وجود ہی نہیں ہوتی + اب دیکھو ایک چیز میں طرح طرح کی جانیں منضود پائی جاتی ہیں + چنانچہ اب اُسی چیز کو قوتِ ذائقہ سے تجربہ کرو تو کڑوی کسیلی۔ پھیکی۔ تیکھی۔ چکنی۔ نکبی۔ چرپری۔ تیز۔ میخوش اور زہریلی کا ہونا ظاہر ہوگا تو جب ان اوصاف کی وجود قائم ہوئی تو اُس وجود میں جان کا بھی ہونا ضرور ہوا۔ اور ہے + تو اب سب چیز میں تیسرے قسم کے جان کا ہونا ثابت ہوا۔ اب چوتھے قسم کی جان قوت سامعہ سے تمیز میں آئیگی۔ کہ اس چیز کی آواز سنو کہ کیسی آواز اُس سے نکلتی ہے۔ موٹی نکلتی ہے یا باریک ثقیل نکلتی ہے یا خفیف۔ کھنکھناتی ہوئی نکلتی ہے یا جھنکارتی ہوئی۔ مسلسل ہے یا منقطع۔ ان آوازوں میں بھی ایک قسم کی جان ثابت ہوتی ہے۔ یہ چوتھے قسم کی جان ہوئی۔ اسی طرح قوتِ مختلفہ سے بھی استنباط کر کے پانچویں قسم کی روح قرار دیدو۔ تو اب چھٹے قسم کی جو جان ہوسکتی ہے۔ وہ سب جانوں سے مرکب ہوکر ایک جان کی وجود میں ظاہر ہوسکتی ہے کہ چھونے سے اس ایک چیز کے ایک جدا اثر ہوا تھا۔ پھر دیکھنے سے ایک جدا اثر ہوا۔ سونگھنے سے ایک جدا اثر + تو ہر چیز ایک جدا جدا کام کے لئے بنائی گئی ہے۔ اسی بنا پر ہر عضوِ بدن کو بھی سمجھ لو کہ جدا جدا کام کے لئے بنائے گئے ہیں۔ کہ ہاتھ یہ کام کرے پاؤں یہ کام کرے۔ کسی جان کی حقیقت دریافت کرنے کا کام جان کرے چنانچہ جان ہی دریافت کرتی ہے کہ جسدم کسی چیز کو کھا گئے تو کہفِ شکم میں اصحابِ سبع امعاؤ احشا کے ذریعہ سے پوری اُس چیز کی جان سے اطلاع ہوجاتی ہے۔ کہ بارد ہے یا راطب۔ حار ہے یا یابس۔ مقی ہے یا مفرح۔ مسندی ہے یا سہی۔ مصفی ہے یا مقوی۔ محکک ہے یا مدر۔ مسہل ہے یا ممسک یا مکر بنسی ہے

(تاریخ ۲ ربیع الاول

یا نذکر مفید ہے یا مضر۔ ہر مائول اپنے مائول ہونے کا بدلہ لے لیتا ہے۔ خود کو نیست کرکے اسکی جان
کی حقیقت دریافت کرتا ہے + دیکھو م کوئی چیز آرام پہونچاتی ہے۔ کوئی چیز الام + کوئی چیز مسرور کرتی
ہے کوئی چیز رنجور + کوئی چیز علیئین کو پہنچاتی ہے کوئی چیز اسفل السافلین کو + ہر ایک میں ایک ایک
جدا قدرت رکھی گئی ہے + یہ سب اس کی قدرت کا تماشہ ہے + ہر ایک قدرت میں ایک۔ نئے قسم کی روح
ہے + منور چیز کی روح منور ہوگی + سماوی کی روح سماوی ہوگی + ارضی کی روح ارضی ہوگی + نباتاتی
کی روح نباتاتی ہوگی + مگر ہر چیز آکل و ماکول ہے اسلئے روح مالی پر روح نباتاتی کی بقا ہے + روح
نباتاتی پر روح حیوانی کی بقا ہے + روح حیوانی پر ملائکہ کی بقا ہے + روح ملائکہ پر روح الکائنات
کی بقا ہے + روح الکائنات روح اللہ کی غذا ہے + اور وہ بطور اثر کے ہوتا ہے + پس
روح الکائنات روح اللہ کے وجود کے اثر کا ایک موہوم دھمیلا عکس ہے بحے اور روح خالص
انانیت قدسیہ ہے + جو اس پر قابض ہوا۔ خواب و خیال پر قابض ہوا + مگر افسوس ہے ان پر۔ جو اپنی
ذات سے برخوردار نہ ہوں۔ اللہ ان سے دوسرا برخوردار ہو۔ خود پر حاکم نہ ہوں۔ دوسرا اُن پر حکومت
کرے۔ وہ حاکم ان کا نفس امارہ بنام شیطان ہے ع

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا ‌ ‌ ‌ نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

پس ہر ایک روح جدا جدا ہے۔ ایسا نہیں کہ تارا منڈل کی طرح زنگا رنگ غلولے پھوٹ نکلتے
ہیں کہ مادہ سب کا بارود در رنگ ہوتا ہے = جو صرف ایک ہی قسم کی آگ سے منتشر ہوتا ہے + مگر
ہاں روح اللہ میں پہنچکر ایسا ہی ہو جائے تو عجب نہیں۔ یہاں تو صاف کشمس الضحیٰ علی وجہ الارض ہے
کہ باطن میں سب جدا جدا تھیں جبھی ظاہر میں جدا جدا ہوئیں ورنہ نہ ہوتیں + پس یہ سب جان کا کھیل
ہے۔ جو جان پر کھیلجائے وہی جان جاناں پائے + لہذا اے تو جان م سب تیری ہی سبب سے
ہے تو نہیں تو کچھ نہیں ع

تجھ پہ عاشق نہ ہوں تو ہوں کس پر ‌ ‌ ‌ تجھ میں جو بات ہے وہ ہے کس میں + بلکہ

انت سری فی الاسرار انت نوری فی الانوار	انت اثری فی الآثار انت مطلوب الاعلیٰ
حیَّ شمنی فی المشموم حیَّ کلنی فی المطعوم	حیَّ ومنی فی المکتوم انت مقصود الاسنیٰ
تصوّرنی فی المعدوم تخیلنی فی الموہوم	تعقلنی فی المعلوم انت محمود الاوحیٰ

بلکہ تو یہاں تک محمود الاوحیٰ ہے کہ سب جلوہ تیرے ہی سبب سے ہے۔ اگر تو نہیں تو کچھ نہیں۔ مگر
تیرے جنس سے جو انسانی جان ہے وہ ارض پر سب کسی کی جان سے قوی ہے۔ کہ ان قویٰ میں بھی

علم الروح روح ذی ثبات

بعض زیادہ قوی ہوجاتی ہے جس مادہ سے تو پیدا ہے وہ مادہ خالق مادہ سے ہے - اگر تو نہ ہو تو
مادہ اور مادہ آفرین کیسکی خبر نہ ہو + حیوانی جامہ میں سرچشمۂ خون و بخار کا راس العلی ہے تو تو ہی ہے +
مگر اس سے اے سمجھنے والو یہ نہ سمجھو کہ روح خون و بخار ہے + چنانچہ ڈوب کے مرنیوالی چیز میں
خون رہتا ہے + بہت سے جانداروں میں خون کا نام نہیں اور زندہ رہتے ہیں - بہت سے جاندار کو فوراً
مرنیکے بعد کاٹ کے دیکھو تو خون نکلیگا + مگر تھوڑی دیر کے بعد جمکر جزوِ گوشت ہو کے خشک ہوجاتا
ہے تو خون لال ہے اور اکثر ہر لال چیز گرم ہے + اس لئے خون گرم ہے + اُس سے حرارت پیدا ہوتی
ہے + اُس حرارت سے ہر طرح کی تحریک پیدا ہوتی ہے + کیونکہ جیسی روشن دیسی ہی تیل کی ضرورت
ہے + تو جسمانی روشن میں اسی قسم کے تیل ضرورت تھی جو اسمیں رکھی گئی ہے - جو خون کے نام سے یاد
کی جاتی ہے + پس جسم ایک ظرف و چراغ ہوا - اور خون تیل - نفس بتی اور حرارت آتش جسکی روشنی
کا نام زندگانی ہے - اگر یہ روشنی سرد ہوگئی تو زندگانی کا خاتمہ ہوگیا + تو اُس کا بجھنا چند سبب سے
ہوتا ہے + منجملہ ان کے ایک سبب ہوا کا بھی ہے + تو ہوا روشن بھی کرتی ہے اور بجھاتی بھی ہے +
پس تنفس ہوا ہے + اگر کسی جاندار کا تنفس دفعتہً بند کر دیا جائے تو مر جائیگا + یا زیادہ دوڑایا جائے
کہ بیٹھا ہانپنے لگے تو ہانپتے ہانپتے ہی مرجائیگا - چنانچہ پہلوان اکثر عمر طبعی کو نہیں پہنچتا - سانس کے
تعداد بہت جلد صرف کرنے سے بہت جلد مرجاتا ہے + اسی طرح اگر بہت بلوایا جائے تاہم مرجائیگا +
اس سے ثابت ہوتا ہے - کہ تنفس جو ایک قسم کی ہوا ہے - مرحِل اور مصفی کا کام کرتا ہے = یہی وجہ
ہوئی - کہ روح کے معنی بھی ریح لطیف کے ہیں + چنانچہ - آہستہ آہستہ حبس دم کرنے سے روح و حیات
بڑھجاتی ہے جسکی ثبوت یہ ہے کہ جب کسی کبوتر یا چڑیا - مینا میں سے کسی کو ناگہانی صدمہ پہنچ جائے -
تو اُسکی چونچ کو منہ میں لیکر دم کرنے سے جان پلٹ آتی ہے + جس سے روح کے ہوا ہونے میں
تائید ملتی ہے - اسی کے مطابق یہ بھی ہے کہ بہت دُور اوپر چلے جانے سے چونکہ ہوا بہت لطیف
ہوتی ہے کہ اسے لطافت کے مدارو کہنا چاہئے - اس لئے اوپر جانے والا مرجاتا ہے + اسی واسطے
پرندے بھی بے انتہا اوپر نہیں جاتے + پس اس سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ روح یعنی
ایک قسم کی ہوا ہے + اسی بنا پر بھوت - پریت جو عالمِ غیر جسمانی میں بجنس روح ہوتی ہے -
اُسکو ہوا کہتے ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے - بلکہ وہ یوں ہے کہ جسم بے شمار اجزائے مادیات
سے بنے ہیں - جو باہم ملکر چار بڑے رکنِ اعظم بنام اربع عناصر سے یاد کئے جاتے ہیں + اُن کے
جمیع خواص کے جدا جدا آثار نمایاں ہوتے ہیں - کہ اُن سب آثار کے مجموعی تاثیرات سے جو حالت

پیدا ہوتی ہے۔ وہ ایک قوت کا کام کرتی ہے جسکو مادہ اثیریہ کا اثر۔ یا قوت خواہ روح کے نام
سے یاد کرتے ہیں جو ترقی کرتے کرتے روح اللہ کے مقام پر پہونچکے قدرت کے دائرہ میں داخل
ہوسکتی ہے + کیونکہ حرارت۔ دُخانی مرتبہ کو پہونچتی ہی بھڑک اُٹھتی ہے + اور یہ بات روزانہ کے تجربہ
میں آتی رہتی ہے + اب اُس پر محول کرکے بڑی باریکی سے یہ بات سمجھائی جاتی ہے + کہ جس قدر
چیزیں ملاتے چلے جاؤگے وہ سب مل ملکر ایک طرح کی سیاہی قبول کرتی چلی جائینگے + یہانتک
کہ تمام کائنات کی چیزیں باہم ملاکر پیستے چلے جاؤ۔ آخر میں سب بے انتہا کالے ہوجائینگے۔ کہ مارے
سیاہی کے چمکنے لگینگے + اُس پر اُسکو مانجنا شروع کردو۔ تو وہ سب سیاہی سفیدی قبول کریگی +
اُس پر بھی مانجتے جاؤ تو وہ ابیض چیز ابہق ہوجائیگی + اُس پر بھی اگر مانجتے جاؤگے تو ابہق سے اوضح
ہوجائیگی + اُس پر بھی مانجنے کا فعل جاری رہا تو اوضح سے۔ اصفٰی ہوجائیگی + اصفٰی سے جہدم درجہ
بڑھیگا تو ابرق ہوجائیگی + اس سے بھی جس وقت ترقی کریگی تو اسنٰی ہوجائیگی + اسنٰی سے جس دم
رفیع ہوگی تو اخلص ہوجائیگی + اس سے آگے بڑھنے پر الطف ہوجائیگی + اس سے آگے بڑھنے
پر محض اصوٰی و یحیٰی ہوجائیگی + پس تمام کائنات میں اخراج النور من الظلمات کی بحث ہے +
ان دو متضاد قوتوں کو باہم قریب الاقران رکھنے والی **قدرت قدیہ** نے یہ **قوت حارہ** بخشی ہے۔
کہ نباتات اوگانے میں معین ہوتی ہے + انڈا سے بچہ نکالنے میں مدد دیتی ہے + ساری قسم کی
زندگانی کی ممبر بنجاتی ہے + اور ہر جگہ جدا جدا کام کرتی ہے + گویا یہی۔ علم و عقل و خواب و خیال و
روح و نفس سب کا آنِ واحد میں اکیلے کام کرتی ہوئی اُسی آن میں ایسا جدا بھی رہتی ہے جیسا کہ
منجانب اللہ جبر و قدر کا ظہور بود و نابود دونوں کے ساتھ ہوکر بری بھی رہتا ہے + جس سے قدرتِ الٰہیہ کا
نعد ثابت ہوتا ہے + چنانچہ اب اسجگہ حرارت کو ایک محسوس الحواس جاندار کی شکل میں لاکر علم و عقل
و روح و جان و خواب و خیال کا اکیلے کام کرتے ہوئے بتلادیا جاتا ہے۔ کہ ایک جفت سفید۔ یا۔
کسی رنگ کا اُلٹ پلٹہ دیک دو جاجہ لے لو۔ اُن کو اکیلی جگہ رکھو۔ جہاں دوسرے مرغا مرغی نہ
ہوں + اس پر بھی وہ انڈا دیگی تو ضرور چھپائیگی + گویا اُسکو اپنے دشمن کا خوف ہے + دشمن کے
معنی سے واقف ہے + انڈا کے بارہ میں اُسکو علم ہے کہ اس سے بچہ پیدا ہوگا + خود کا اندازہ کرلیتی
ہے کہ ہم اسقدر انڈا سینے کے لائق ہیں + اس لئے اس انداز سے جفت رکھنا چاہیئے + جب شکم
اُس کا بیضہ سے خالی ہوتا ہے تو اُسکی بھی اُسکو اطلاع ہوتی ہے + اُس وقت اپنا لب و لہجہ دوسرا
اختیار کرتی ہے کہ اس حالت میں رہنے کا نام کڑک ہونا کہا جاتا ہے + گویا معین وقت پر معین

علم الروح و تناسخات

طریقہ سے لب ولہجہ اختیار کرنا صرفی و نحوی قواعد کا ثبوت حاصل ہوتا ہے ۔ کہ اس کے آواز میں
ندا و ندبہ وغیرہ بھی ہوتا ہے + جو آگے بیان ہوگا + جب یہ انڈا پر بیٹھتی ہے ۔ تو بچہ کی محبت
میں فاقہ کشی اختیار کرتی ہے + دو یک روز درمیان دیگر خود پروری کا فریضہ ادا کرتی ہے + انڈا
سینے میں کچھ تصوّر بھی کرتی رہتی ہے + کہ اُس تصور کا اثر اُس انڈا پر پڑتا ہے + مثلاً اُس کے
سامنے کوئی کالی چیز رکھی ہوئی ہے جسکو کبھی کبھی دیکھتی ہے ۔ اُس کو دیکھ کر تصوّر کرنے کا یہ نتیجہ
ہوگا کہ کوئی کالا بچہ بھی پیدا ہو ۔ چنانچہ بموجب قانونِ فطرت وقتِ مقررہ پر جو نر بچہ ہوتا ہے وہ
انڈا سے خود نکل آتا ہے ۔ اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ بیضۂ سموات سے نر ہی بچہ پار اُترتا ہے +
جب بچے پیدا ہو چکتے ہیں تو ماں اُسکو سمجھتی ہے کہ بچوں کو اپنے دامنِ آغوش کی گرمی پہونچانی
چاہئے + پھر بڑی محبت سے اپنے پنکھ دار بازو سے چھپاتی ہے + ہر بچہ کی طرف مخاطب ہو
ہو کر اظہارِ محبت کرتی ہے + پس یاد رہے کہ محبت اچھی چیز ہے سب چیز کی بنا محبت ہے + دیکھو
یہ محبت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ ننھے سے بچے اپنی ماں کی سچی محبت پر پورا یقین رکھتے ہیں ۔ کہ اس سے
بڑھ کر کوئی اپنا سہیل و شفیق نہیں + یہ بچے اپنی ماں کی طرح فجر کو اپنی چونچ سے اپنا بدن صاف
کرتے ہیں جسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تندرست ہیں + ایک پاؤں کو عمود بنا کے سوتے ہیں ۔ گویا اس درجہ
دنیا سے پا بر کاب مستعد ہیں + اور دشمن سے خوف ہے کہ بھاگتے وقت دوسرے پاؤں کو
اُٹھانے کی دیری نہ ہو + اگر پتلی چیز پر کھڑے ہیں تو خوب مستحکم پنجہ سے پکڑتے ہیں ۔ گویا گرنے کا
مفہوم پوری طرح سمجھتے ہیں ۔ پھر کسی چیز کے مالک بھی بنتے ہیں کہ جہاں پر پہلے قبضہ کرکے بیٹھتے
ہیں ۔ اس جگہ کو اپنی ملک سمجھتے ہیں ۔ دوسرے کو نہیں آنے دیتے + اور آنے والا بھی اُن کی ملک
سمجھ کر لوٹ جاتا ہے + ماں بچوں کو اپنے رسم و رواج پر لانے کے لئے کبھی خفیف سا سزا بھی کر دیتی
ہے + اب ان بچوں کو بچپنے کی حالت سے آخری حالت تک غور کرو + کہ ان کی لائف کیسی گذرتی
ہے + جس سے حرارتِ حارہ کا مختلف فعل ظاہر ہوگا کسی جگہ محبت کا رنگ ہے ۔ کسی جگہ علم و
عقل کا کسی جگہ خواب و خیال وغیرہ وغیرہ کا ۔ تو چونکہ انکی عمر طبعی تھوڑی ہے اس لئے تھوڑی مدت میں
سب کام انجام دیدیتے ہیں + جیسے جن نباتات کو بہت ہی جلد پھل پھولکر نسیاً منسیا ہو جاتا ہے ۔
وہ ذری سی بارش میں طلوع ہو کر حرکت کرنے لگتے ہیں ۔ کہ زود آمدیم زود میرویم ہے + اور جو درخت
عظیم المقدار ہوتا ہے ۔ اور اس میں بہت سا فواکہاتی رزق و فوائد کا گودام بھرا ہوتا ہے + وہ تبدیج
نشو و نما پاتا ہوا اپنی عمر طبعی کو پہونچتا ہے + اسی بنا پر چونکہ انسان سے بہت بڑا کام لینا ہے ۔ اور خاکی

منظہر اتم ہے = اسلئے بہ دیر ترقی پاتا ہے = کہ آسان سے مشکل تک پہونچے + تو چونکہ سفلی مخلوقات
میں یہ عقل سے بہرہ اندوز کیا گیا ہے = اسلئے اسکی پرورش میں محنت بھی زیادہ رکھی گئی ہے - کہ عدلاً
دونوں پلہ برابر ہو جائے + اس واسطے ؎

مرغک از بیضہ بروں آید و روزی طلبد	آدمی زادہ ندارد خبر و عقل و تمیز
آنکہ ناگاہ لبے گشت و بچیزے نرسید	وین بہ تمکین و فضیلت بگذشت از ہمہ چیز
آبگینہ ہمہ جا بینی ازاں قدرش نیست	لعل دشوار بدست آید ازاں است عزیز

تو جسدم یہ سب مرغی کے بچے دانہ چینی کرنے لگتے ہیں تو ماں انکی ایک ایسے محبت آمیز لہجہ سے
کٹ کٹ کی آواز نکالتی ہے جسکے معنی یہ ہوتے ہیں - کہ اے میرے عزیز بچے جو دانہ میرے منہ
میں ہے وہ لو - وہ بہت شیریں ہے + پس بچے اپنے آگے کا دانہ چھوڑ کر - ماں کی طرف مخاطب
ہو جاتے ہیں + اس بچپنے کے حرکات اور بیوٹی انکی جوانی کے حرکات اور بیوٹی سے الگ ہوتے ہیں +
معصومیت بھری ہوئی دلفریبی کے ساتھ بیوٹی ہوتی ہے + اپنی ماں کی جدائی سے ایسی بیکسی کی آواز
نکالتے ہیں - کہ اس سے حرف ندبہ کا مفہوم پایا جاتا ہے + کہ ماں ادھر ادھر آوا جائی میں لگجاتی
ہے + وہ اس وقت اپنی آواز پر اضطرار جو تسکین بخش لہجہ میں ہوتی ہے ادا کرتی ہے - جسکے مطالب یہ
ہوتے ہیں کہ اے بچے ہم اسی جگہ ہیں تم نہ گھبراؤ - اس عرصہ میں اگر دوسری مرغی کا بچہ آجاتا ہے - تو اس
کو وہ مرغی غیر مرغی کا بچہ پہچان کر مارتی ہے + حالانکہ اگر اس غیر مرغی کے انڈے کو بھی یہ مرغی سیکر بچہ پیدا
کرتی تو اسکو بھی ایسی ہی پیار کرتی جیسے اپنے بچوں کو پیار کرتی ہے + اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے
کہ پہلے اپنے بال بچوں کا خیال رکھنا چاہئے + اسکے بعد اہل و اقربا کا - پھر جیسے مستحق ہوں -
اب ان بچوں کا کھیل دیکھو کہ اگر ایک بچہ کو کچھ ملگیا ہے تو اس سے چھین لینے کے لئے دوسرا بچہ
پیچھے پڑتا ہے + مگر اسکے تنگ ہونے کے سبب سے کچھ ڈرتا رہتا ہے + اس سے یہ ثابت ہوتا ہے -
کہ دولت ایک دوسرے کی طرف متداول رہتی ہے + تقدیری زبردست کا بیڑا پار ہے + پس اگر
اس چھیننے چھانے میں کہیں تیسرے دشمن بنام باز - شکرا اور چیل وغیرہ کی آمد ہو گئی - تو اس وقت ان
بچوں کی ماں ایک خاص قسم کے لہجہ سے کوٹ ورڈ استعمال کرتی ہے جس سے بچے سمجھ جاتے
ہیں کہ دشمن معاند کی آمد ہوئی = پس وہ نفسا نفسی کرتے ہوئے اپنی اپنی جان لیکر جہاں کے تہاں
چھپ جاتے ہیں + جب میدان دشمنوں سے خالی ہو جاتا ہے - تو ماں ندائی لہجہ سے ان بچوں کو پکارتی
ہے - جب یہ بچے کچھ سیانے ہو جاتے ہیں - تو ان کی صورت - بیوٹی اور لب و لہجہ دوسرے قسم کا

علم الارواح و روحانیات

ہو جاتا ہے + اُن کی پروں سے ستر پوشی ہونے لگتی ہے پروں پر پوختہ دانش ہوتی ہے۔ ذرا سا
پانی سے براق ہو جاتا ہے۔ برسات میں اپنی دُم کے پاس سے چکنائی نکال کے لگا دیتے ہیں کہ پر تر
نہیں ہوتا۔ یہ پر و بال اندر کی گرمی کو باہر آنے سے روکتے ہیں۔ باہر کی گرمی کو اندر جانے سے روکتے
ہیں + اور اُن کے پروں میں بھی فرق پیدا ہوتا ہے ہرگز یکساں نہیں + نہ کسی پرندہ کا پر دوسرے
پرندے سے ملتا ہے = حالانکہ سب قسم کے پر فعلِ پریدان کو عمل میں لاتے ہیں + اسی طرح سب
چیزمیں فرق سمجھنا چاہیئے + اب ان بچوں میں بھی کھلم کھلا فرق ہونے لگتا ہے + اُس وقت جو اُن
سے کچھ خطا ہوتی ہے تو ماں اُنکی کچھ سختی سے عدل و انصاف کرتی ہے + جب زیادہ سیانے ہوتے
ہیں تو ماں کچھ بے خبری کرنے لگتی ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ حکمِ فطرت کی تعمیل محبت کے ساتھ کی
جا چکی۔ اب اسکے تم مستحق نہیں ہو۔ جو دوسری نسل آئندہ ہے وہ مستحق ہے + پس جاؤ ہوشیار ہو چکے۔
اب خود سے چرو چونگو۔ اپنی مرضی سے شادی بیاہ کر لو۔ اسی طرح اِنسان میں بھی ہونا چاہیئے۔ وہ
بڑا بیہودہ آدمی ہے۔ کہ ہمیشہ اپنی آرام رسانی کے لئے والدین کے پیچھے پڑا رہے۔ اور والدین بڑے
بیہودہ ہیں کہ اپنے پسند سے اُسکی شادی کریں۔ دونوں کو حرکتِ بیہودہ چھوڑنی چاہیئے + الحاصل ماں
نے بچوں کی پرورش میں بلا شراکتِ پدر تکلیف اُٹھائی ہے۔ اِسلئے ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے +
جو آدمی بلا عشق اِلٰہی اپنے ماں باپ سے برگردہ ہو جائے۔ اسکو کبھی پھر عشقِ اِلٰہی نصیب نہیں نہ کسی
قسم کی نعمت نصیب ہوگی۔ بلکہ ہمیشہ ملعون رہیگا + غرضکہ بعد از پرورش زچہ اور بچہ جُدا ہو جاتے ہیں
کہ آخر میں وہ سب بچے اپنے بھائی بہن جو اُنکے ہمجولی ہیں اُنکے ساتھ ساتھ رہتے ہیں + جس جگہ ماں
کی طرف سے شب باشی کے لئے میراثاً جگہ ملی ہے۔ وہیں پر بسیرا لیتے ہیں + اور ماں اُنکی پھر اپنے جوڑا
کے ساتھ کھیل کلیل میں مشغول ہو جاتی ہے + کہ اُس کا جوڑا دانہ خواہ کنکری وغیرہ اپنی چونچ سے اُٹھا
اُٹھا کے عاشقانہ لہجہ میں اُسکو پکارتا ہے کہ اے میری پیاری جان عزیز ادھر آؤ میرے منہ میں ایک
شیریں دانہ ہے جو بغیر تمہارے میرے حلق سے فرو نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا کھانا ہی حرام ہے۔ اس
لئے تم خود کھا لو کہ تمہارا کھانا میرا ہی کھانا ہے + پس وہ مرغی فوراً دوڑی ہوئی آتی ہے۔ حالانکہ وہ
خوب جانتی ہے کہ دانہ پھانہ کچھ بھی نہیں ہے۔ مارے پیار کے اندھا ہو رہا ہے۔ کہ کنکری وغیرہ کو دانہ
سمجھ کر جھوٹ موٹھ دھوکا بازی سے نسبتِ معاہرت قائم کرنیکے لئے دانہ بدلوُل کرنا چاہتا ہے؟
چنانچہ جب وہ رضامند مرغی اُسکے پاس آکر اُس کنکری وغیرہ کو مُنہ سے پکڑتی ہے تو مُرغ بڑے ناز و ادا
کے ساتھ اپنے گردن کے بال اُبھار کے عقدِ رواں کی درخواست اشارۃً کرتا ہے۔ کہ کیا حضرت کی رضامندی

ہے کہ میں ارکانِ تزویج ادا کروں ؟ تو مرغی اترا کر اپنی چکنی چلبلی گردن جھکا کے دونوں بازو کسی قدر پھیلائے ہوئے انکساری سے کنایۃً کہتی ہے کہ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے ہم اور تم تو کچھ دو نہیں ہیں بسم اللہ تفضّل - بس دونوں میں رسمِ مخارشت ادا ہو جاتی ہے + کہ مُرغی اپنا بازو پھڑ کا کے ارتفاعِ تکان کرتی ہے + اور مُرغ شکریہ میں بالکل نشاط و سرور کے ساتھ رقصِ ملّا کرتا ہوا - اپنے محبوب کا طواف کرنے لگتا ہے - کہ روحی فداک - میں خود کو تم پر سے وار وار کر پھیکتا ہوں - تم پر سے نثار ہوں قربان ہوں + اُس موسم میں مرغی کی دوسری آواز ہو جاتی ہے + جسکو کر کرانا کہتے ہیں + تو جس وقت وہ کر کراتی ہے تو مُرغ سنکر عجب شیدائی نعرہ کے ساتھ دوڑا آتا ہے کہ اجی میں تمہارے اس مسیحائی آواز کے قُربان + پھر مُرغی نزاکۃً چپ ہو جاتی ہے + مرغی دن رات مرغ کی صحبت میں رہتی ہے مگر جیسے سب چیزیں باطنی احکام کی پابند ہیں ویسے ہی یہ بھی ہے کہ مرغ - مرغی کا کام نہیں کرتا اور مُرغی مرغ کا جیسے مُرغ کر کراتا نہیں اور مُرغی بانگ نہیں دیتی - حالانکہ وہ بانگ دینے کے طریقہ سے واقف ہے اسی طرح یحییٰ مسیح رُوح اللہ کا کام دریا یا پہاڑ - خواہ آفتاب و ماہتاب نہیں کر سکتے - ہر ایک جدا جدا کام کے لئے ہے اور مسیحا روح اللہ سب کام کے لئے + القصہ جب دم مرغی اول کی طرح انڈا دینے سے فارغ ہو چکی تو اول ہی کی طرح بچہ کے ہونے ہوانے میں مصروف ہو جاتی ہے - اسی طرح یہ فعل اُس کا تا حینِ حیات اُسکے جاری رہتا ہے + اب رہے وہ سب بچے جو پہلے کے پرورش یافتہ ہیں + وہ جوان ہوئے - مذکر و مؤنث میں جوبن نے اپنا رنگ دکھلایا + جوانی کے حسن و جمال کی باری آئی مرغ کی تاجپوشی ہوئی + دُم کمان دار ہوئی + دونوں پاؤں میں حفظان کے لئے دو نوکدار ناخن نکلے + ما بہ الاحتیاج چیزیں عنایت ہوئیں + کسی روز علی الصباح چھاتی اُبھار کے گردن ٹیڑھی بنگی کر کے بڑے غرور کے ساتھ جوانی کا جوش ظاہر کرنے کو بازو پھڑکاتا ہوا خم ٹھوک کے کھڑا ہو گیا کہ ہمچنیں دیگرے نیست (میں ہی تو ہوں وہ رب الکون) جسکو بانگ دینا کہتے ہیں - اسکے بعد اپنی ہمجولی مرغیوں کی طرف رُخ کیا - کہ اگر کوئی دوسرا زبردست موجود نہ رہا تو کامیاب ہو گیا ورنہ حملہ کیا گیا - اور حملہ کرنیوالے نے کہا کہ اگر تُو رب الکون ہے تو (میں ہوں رب الکونین) پھر اگر ڈر گیا تو اُسکی نشانی یہ ظاہر کر دی کہ بازو پھڑکا دیا - گردن کا بال پھر ہرا کر کے بھاگتا نظر آیا + اگر دونوں طرف سے لڑائی ہو گئی - تو دونوں فطری قاعدہ جنگ کے مطابق پریڈ کرنے لگتے ہیں - ایک دوسرے داؤ گھات میں لگجاتے ہیں - اپنے نوکدار ناخن سے پیچھے ہٹاتے ہیں - اپنی چونچ سے ایک دوسرے کا تاج چھینتے ہیں - دیکھو یہ سب زور حرارت ہے - آخر کار اسقدر معاندت و مکاشحت بڑھتی جاتی ہے - کہ دونوں

طالع قال

عالم ارواح و تناسخات

قریب الہلاک ہو جاتے ہیں۔ جو مبارزت و منازعت میں بازی لے جاتا ہے۔ خوشی کے ساتھ ہانپتا ہوا بانگ دیتا ہے کہ "قد مَنَّ اللہُ علینا" اُس نے مجھ کو فتحیاب کیا + میری انانیت بالا رہی + پھر پانی پیکے آسمان کی طرف سر بلند کرتا ہے + گویا شکر الٰہی ادا کرتا ہے + اور وقت بے وقت بولتا رہتا ہے۔ بلکہ سب جاندار بولتے رہتے ہیں + اس سے معلوم ہوا کہ کچھ اندرونی مجبوری ہے۔ جس سبب سے بولا کرتے ہیں۔ اور اُس بولنے میں بہتری ہوگی۔ سزاغ کا پیچھے پیچھے بولتے پھرنا کچھ سندیسا کی نشانی ہے۔ اکثر پرندے غسل بھی کرتے ہیں۔ برسات کا زمانہ آتا ہے تو دھوپ میں لیٹتے ہیں + حمام کرتے ہیں۔ مرغ بلندی پر چڑھ چڑھ کے بانگ دیتا ہے۔ تاکہ کاشتکار خبردار ہو جائیں + ان سب پرندوں کے شہپر میں زیادہ قوتِ پرواز ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں سرداری ہے۔ اگر سرداری ہمت بندہ ہوں تو آزادی سے قوت پرواز نہیں حاصل ہو سکتی۔ چنانچہ پروردہ و بندہ پرندے نہیں اُڑ سکتے۔ اسد رجہ آزادی و بندگی میں فرق ہے۔ آزادی میں اُڑتے وقت سب پرندے اپنی دُم سے پتوار کا کام لیتے ہیں کہ جدھر کی ہوا ہوتی ہے اُسی طرف اپنا اسقدر وزنی جسم لیکر اُڑ جاتے ہیں۔ کہ اسمیں بھی اُسکی شان ظاہر ہوتی رہتی ہے + اُنہیں پرندوں میں سے دیک دو جاجہ ہیں جن کا یہ بیان پیش ہے + اب دیکھو اگر ان مرغوں کو کسی نے اینٹ ماری تو فوراً چیخ مارنے لگتے ہیں + کہ ہم نے تو تم کو بھلے مانس سمجھا تھا۔ مگر تم تو بلّا اور کتا من نکلے + اگر کہیں بلّا نے پکڑ لیا تو بہت ہی ندبہ آمیز آواز دیتا ہے کہ الغیاث الغیاث ہم ڈ بے تو بیاب ڈوبا۔ کیا کوئی ہے جو ہم کو بچا سکے؟ اگر چھوٹ گیا تو اونچی جگہ بھاگا جہاں دشمن نہ جا سکے + پس اِنَّ فی ذالک لایاتٍ لقومٍ یعقلون۔ مگر ؎

آنرا کہ عقل و ہمت و تدبیر رائے نیست خوش گفتہ پردہ دار کہ در سرائے نیست

پس یہ سب زورِ حرارت ہے سکہ اُسی حرارت سے انڈا میں بچہ پیدا ہوا + اُسی حرارت سے علی قدرِ ضرورت عقلی تحریک پیدا ہوئی + اُسی حرارت سے خیال و تصور پیدا ہوا۔ جس سے کالا بچہ پیدا ہو گیا۔ اُسی حرارت کے زور پر حیات کی مشن چل رہی ہے + اسکے کروڑہا کروڑ اقسام ہیں۔ مگر سب قسم کے حرارت کا کام صرف ایک ہی قسم والی حرارت کرتی ہے یہ جو زنگارنگ محسوس ہوتی ہے + تو اگر کوئی حرارتِ قدسیہ کا نزول چاہے تو اُسکو یہ ترکیب اختیار کرنی پڑیگی کہ جیسے آسمان سے آگ اُتارنے والے ترکیب اختیار کرتے ہیں + وہ کیا ہے؟ کہ سورج کے سامنے شیشہ لیجاتے ہیں۔ ہاتھ کو ایک جگہ بصراطِ مستقیم قائم رکھتے ہیں = اور شیشہ کے نیچے قطنِ منفوش رکھتے ہیں = اور نظر سی لطیف چیز سُورج کی طرف وارنٹ لیکے جاتی ہے۔ کہ جسدم وہاں سے آتش کوچ کرے تو یہ خبر کرے۔ لیکن وہ نظر سے بھی زیادہ لطیف بنکے حرارت

علم الروح در حیوانات

کی صورت میں بلاکمی وبیشی شیشہ کے اندر معلق عبور کرکے قطنِ منفوش میں ظاہر ہوجاتی ہے ۔ جس سے
پنبۂ فلحیدہ انا النار انا النار ہونے کا نعرہ مارنے لگتا ہے + تو جو آدمی قطنِ منفوش سے زیادہ حقیقتہً
نرم اور شیشہ سے زیادہ شفاف دل رکھتا ہو ۔ اور بالکل حرارتِ قدسیہ بنامِ حور و نور کی طرف یکسوئی
ہو تو عجب نہیں ۔ کہ نار اللہ علی الفواد ظاہر ہو ؎

کہ نار او نور است و نورش چوں بود   صاف ظاہر گشتہ زیں افزوں بود

کیونکہ جو افسر الدھر بنامِ آفتاب ہے وہ اس درجہ نارِ نور ہے تو اسکا پیدا کرنے والا تو بدرجہا اعلیٰ ہوگا
آفتاب جو منظور ہے ۔ منور ہے ۔ جرم رکھتا ہے ۔ اسکو دیکھکر بھی نہیں دیکھتے ہو کہ وہ کیا ہے ۔ تو
اُسکے پیدا کرنے والے کی کیا حقیقت معلوم ہوسکتی ہے ۔ اس سے بڑھ کر رُوح قربت رکھتی ہے ۔ اُسکی
بھی حالت نہیں معلوم ۔ اسی سے اُسکی حالت دریافت کرتے ہو ۔ تو جس نے اُسکو کچھ دریافت کرکے
خون کہا جو آتش کے سبب گرم ہے ۔ تو اُس نے بھی ایک حد تک سچ کہا + جس نے اُس رُوح کو ریحِ رواں
کہا تو اس نے بھی سچ کہا کہ ہوا ہی کہیں ڈانٹ بنتی ہے کہیں ڈپٹ ۔ کہیں سُریلی بنتی ہے کہیں زیر و بم ۔
کہیں فونوگراف میں بند کہ روح نہیں مگر روح کا عمل موجود ہے ۔ اسی طرح یہ بھی فیضانِ غیب ہے ۔ کہ عمل
جاری ہے ۔ جس نے کہا کہ والدین کے شہوانی حرارت کے التصادم سے جو چنگاری پیدا ہو کر منی کے ساتھ رحم
میں چلی گئی وہی لطیف حرارتِ غریزیہ کی صورت میں بہ تمام بدن بخار اور اسٹیم کی طرح جاری ہے وہی رُوح
کہی جاتی ہے تو اُس نے بھی سچ کہا ۔ جس نے اسکو قوت و اثر کہا اُس نے بھی سچ کہا + جس نے اُسکو شئی اور
لاشئی سے مرکب بتلایا ۔ اُس نے بھی سچ کہا ۔ کیونکہ یہ حاضر و غائب آنِ واحد میں ہوتی ہے ۔ عشی اور کلوروفارم
سونگھنے میں نہ حاضر ہے نہ غائب ہے نہ فنا ہے نہ بقا ہے نہ گم ہے نہ موجود ہے نہ مفقود ہے ۔ نہ عدمی
وجود رکھتی ہے نہ موجودی کسی چیز سے مختص نہیں ۔ اگرچہ نہیں مختص ہونا بھی خصوصیت ہے ۔
مگر اس خصوصیت سے بھی پاک تو اب صاف کشمس البازغہ ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ
کیا چیز ہے تو اُس نے بھی سچ کہا + سب اس طرح بالحق ہوئے جس طرح اگر کوئی کہے کہ ہفتہ کی زندگانی
ہے تو اُس نے سچ کہا کیونکہ جو کوئی مریگا ہفتہ ہی کے اندر مریگا + جس نے دو دن کی زندگانی بتلائی اُس نے
بھی سچ کہا ۔ کہ ایک دن گذر گیا وہ ہاتھ سے گیا ۔ پھر وہ روزِ پیدائش سے ہو یا اور کوئی دن ہو =
جو دن آنیوالا ہے ۔ اسکی خبر نہیں + جس دن میں موجود ہیں ۔ اسی دن کی مصیبت بس کرتی ہے شاید
وہی روز چلے جلانے کا ہو ۔ کہ ایک دن آئے دوسرے دن چلے ۔ اس لئے دو روزہ زندگی کیا معنی کہ ایک
روزہ ہوئی بلکہ اسکو یُوں کہنا چاہئے کہ آتیہ فاتیہ کا حساب نہیں جو باقی ہے اُس کا حساب ہے ۔ لہذا امروز ہلا

علم الروح ورنتا نجات

کسی موجودہ دن میں مریگا - تو گویا ساری مدت العمر ایک دن ہے اور ساری مدت الممات ایک رات بس یقینی ایک روزہ زندگانی ہوئی - اس واسطے اُس نے بھی سچ کہا + جس نے ایک دم کی زندگانی کہی - اُس نے بھی سچ کہا کہ دمِ واپسین کے بعد دمِ ثانی نہیں + جس نے کہا کہ سب فنا ہے - باقی روح اللہ ہے اس نے بھی سچ کہا - کہ اُسکو ہزارہا جستجو سے بھی نہ معلوم ہو سکا کہ علم و عقل کیا ہے ؟ خواب و خیال کیا ہے ؟ روح و حیات کیا ہے ؟ عرض و جوہر کیا ہے ؟ غرض کہ خود کیا تھا ؟ اور اب کون ہے ؟ کیا ہے ؟ اور کیسا ہے ؟ اُسکو کس نے بنایا ہے ؟ ان سب کا مآل کیا ہے ؟ اِسلئے وہ بھی برحق ہوا

الغرض کچھ نہیں معلوم یہ سب کیا کیا ہے
کیوں بنا ؟ کس نے بنایا ہے ؟ نتیجا کیا ہے

پھر یہ معلوم نہیں گنبدِ خضرا کیا ہے
اور دنیا سے جو علیا ہے سو عالیا کیا ہے

ہائے بن بن کے بگڑ جاتی ہیں شکلیں کیا کیا
مطلب اِس عالمِ فانی کا خدایا کیا ہے

اے تُو کونین بتا کس کا پیمبر ہے تُو ؟
زور سے کہہ کہ سنوں اُسکا سندیسا کیا ہے

ان اشارات کو سمجھو تو پیمبر ہو جاؤ
میرے اللہ کو تم لوگ نے سمجھا کیا ہے

کیوں جھگڑتے ہو سنو تم لوگ اکٹھے ہو جاؤ
صرف وہ ایک ہے تم لوگ میں بلوا کیا ہے

تم کو دُنیا کے جو اسکول میں بھیجا اُس نے
واپس آئے ہو تو بتلاؤ کہ سیکھا کیا ہے

لیلو یحییٰ کو پس از مرگ ملے گر یحییٰ
اب وہ یحییٰ ہی نہیں گوشت میں کھایا کیا ہے

جس نے رکھی تھی امانت سو امانت لے لی
مدّتوں سے تھی تجھے فکر کہ یحییٰ کیا ہے

وہ امانت خاص اُسی کی رُوح تھی بلکہ عین اُسی کی ذات تھی - جس کے سمجھنے کے لئے کائینات کی فہرست اشیاء سے تم لوگ کی اذن نے ایک روح بنادی ہے = کہ جس طرح آفتاب کہاں ہے مگر اُسکی روشنی تمام عالم میں محدر ہے ؛ اسی طرح روحِ جسمانی عالم میں موجود ہو کر مفقود ہے - کہ جسم کو جہاں سے مس کرو - وہاں سے اس کو اطلاع ہوتی ہے - گویا تمام محیط ہے + اس پر بھی کوئی جگہ مقرر نہیں + کیفیت و کمیت و انقسام میں تشارک نہیں رکھتی + جو حالت مشعلچی کی ہے وہی حالت اسکی ہے - گویا چراغ کے نیچے اندھیرا کہ تمام عالم کا نظارہ کرتی ہے اور خود کو نہیں دیکھتی - یہ بات روح اللہ میں نہیں - روح اللہ خود کو خوب سمجھتا ہے + اگر کوئی خیالاً بھی اپنے خیال کو مس کرتا ہے تو روح اللہ کو اطلاع ہو جاتی ہے + تو اُسکو اس بات کی اطلاع ہے کہ لوگ اسکو رُوح سے تمثل کرتے ہیں حالانکہ سخت غلطی ہے + کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ نادیدہ و نامدرک شئے کا ادراک محال ہے + اگرچہ اُسکے لئے ہزارہا آسمان و زمین کے برابر دفترِ تفسیری کھول دیا جائے تو بھی وہ ہرگز سمجھ میں نہ آئیگی - جب تک بچشم خود نہ دیکھ لے + تو روح کو بچشم خود دیکھنا

عالم روح و رتبا نجات

چہ معنی دارد کہ اُسکے سبب سے سب چیزیں دیکھتا سُنتا ہے بلکہ اُسکے سبب سے زندہ ہے اور اس کا اُسکو پورا علم بھی ہے کہ اُسکو زبردست اوصافِ قدرت آمیز رکھنے کی وجہ سے بذاتِ خدا متمثل کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ جو خاک بنامِ گوشت واستخواں ہیں ملادی گئی ہے۔ جس کے سمجھنے میں قاصر ہے تو وہ نادیدۂ و مادرکتہ الاحوال خالق کی کیا حالت وحقیقت معلوم ہوسکتی ہے ؟ ہرگز نہیں + مگر ایک تخم میں سارا درخت پنہاں ہے اور ایک قطرۂ منی میں تمام ہیکلِ جسمانیُ وروحانی وغیرذالک ہے + ایک چھوٹی سی آنکھ میں تمام کائنات سما جاتا ہے + ایک چھوٹے سے دل میں تمام عالم کے واقعات سما جاتے ہیں + ایک چھوٹے سے دماغ میں تمام خزانہ چھپا ہوا ہے + ایک روح میں تمام خواب خیال وعلم وعقل وقوت وحرارت وغیرہا وغیرہا پوشیدہ ہے لیکن جو نکالنے جانتا ہے وہ اُس میں سے نکالتا ہے + جیسے مسیحا کا فوٹو مسمرایز کرنے سے انوار کا ظہور ہوتا ہے اُسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے مٹی میں خزانہ ہے مگر جو پہچانتا ہے وہی نکالتا ہے + پس جسقدر علم بڑھیگا۔ اسی قدر اُسکو علم کم محسوس ہوتا جائیگا۔ جیسے معلومہ علم سے پیشتر جاہل تھا ویسے ہی ہمیشہ کے لئے آئندہ علموں سے سب کو جہل رہیگا اسی کو کہتے ہیں کہ ؎

کارِ عالم کسے تمام نہ کرد   آنچہ گیرد بمختصر گیرد

علم الروح و رفع امتحانات

گو یا یہ سب تعلیم مشیتۂ جاری ہے اُس پر ایک تمہارا ہمجنس بنکے بھی باذنہ تعلیم دیدیتا ہے اب اُس سے انحراف کرو تو تمہاری بدنصیبی ہے + پس اُسی تعلیم سے یہ تعلیم ہے کہ جب تک آفتاب میں قیام کرنے کی طاقت نہ پیدا ہو جائے اُس وقت تک آفتاب سے دوری ہی بہتر ہے + اس سے مطلب یہ ہے کہ جب تک تم روح کے ہم صفت نہ ہو جاؤ گے۔ روح کی حالت نہیں معلوم ہو گی + جب تم کو اپنی روح کی حالت معلوم ہو جائے تب زیادہ قدسیت حاصل کرکے مجسم روح اللہ میں فنا ہونے کی کوشش کرو۔ کیونکہ وہ اسی لئے ہمجنس ہوکر مجسم ہوا ہے ؟ اُسکے بعد روح اور روح اللہ روح آفریں اور سب بات کی خبر ہو جائیگی = بغیر اُسکے دوری ہی بہتر ہے + بلکہ وہ دوری خود بخود ہی رہیگی اُسکے کہنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اس واسطے +

بحزِ کلامِ محقق تکن بمن بق بق	حقوقِ نعمت گویائی گشتہ صدحق حق
ببیں زفضلِ خداوندِ قادرِ مطلق	دخانِ برقیٔ گردوں طبقِ دردنِ طبق
گہے سیاہ و گہے نیلگوں گہے ازرق	ازیں تلونِ طبعش جہاں بشد ابلق
خطِ سپید کشد صبح تا فرو ریزد	ہزار نقطۂ زر از شبِ سیاہ ورق
ردائے مشک سراپا کشیدہ دخترِ روز	نباتِ شام برانداختہ نقابِ شفق

بہ بیں بہ طبقۂ علیا بخطِ کاہکشاں — سفوفِ فرۂ ابرق بہ تختۂ ابرق
بگیر از ہمہ آیات فطرتِ کونین — نشانِ خالقِ او نیز وعظ و پند و سبق
زجملہ جانبِ آفاقِ خویش یکسان است — چہ گردہ است زہر سمت عقدۂ مغلق
چہ دائرہ کہ دراں نقطۂ زمین گرداں — نہ ہیچ مرکزے دارد سوائے مرکزِ حق
نہ حجرہ دارد و دروازۂ نمی دارد — مگر برآمدہ روشن چراغ او مشرق
چو خواہی دانی کہ رویش چہ سمت واقع است — زہر دو سمت مساویست راس و پائے علق
بہ عشقِ خالقِ اکبر ذلوکِ الفت را — بنہِ بخونِ علیقہ کہ یابی سکۂ حق
زنِ بزادۂ شش روز را مبیں ہرگز — ہرانکہ دید بیفتاد در تۂ خندق
برآمدہ چو سرِ عرش روح روح اللہ — بگشتہ جملہ عوالم چو عالمِ بیرق
چو قدرِ قادر ندانی بقدر دانستن — تو قدرِ حضرت یحییٰ چہ دانی اے احمق

تو فقط واہیات وخرافات بحث کرنی جانتا ہے کہ ہم سے اور روح اللہ سے اگر فرق نہیں ہے تو چاہئے کہ سنکھیا اور فعلِ قتل وصلب فقط ہم پر عمل کرے روح اللہ پر عمل نہ کرے + تو اے ضمیلیل الحواس وذلول خرد کہ متجسم ہونے کے سبب سے قانونِ فطرت کے ایک حد تک کی پابندی کیجاتی ہے۔ سب کو حکم ہے کہ اپنا اپنا عمل اس حد تک بالجبر اور اس حد تک بالقدر جسکا صدور آنِ واحد میں ہوا کرے اپنی اپنی مشیت سے عمل میں لاتے جائیں۔ تو سنکھیا وغیرہ کو چاہئے کہ اپنا عمل کرے + اسی طرح خدا کو چاہئے کہ وہ اپنا عمل کرے سکہ سنکھیا کا اثر ہونے دے یا نہ ہونے دے۔ یا لوگوں کو اثر دکھلا کر منسوخ کر دے + کیونکہ ایک مشیت دوسری مشیت کو منسوخ کرتی ہے + جیسے روح مشیت اللہ کہی جائے تو کلورافارم اور موت بھی مشیت اللہ ہے + پس اُسکو اختیار ہے کہ مصلوب و مقتول کو غیر مقتول کہے اور وہ ایسا ہی ہو جائے جیسا کہ اُسکی مشیت سے سب چیز ہوئی ہے + پس تم نہیں جانتے لہذا خاموش رہو + ظاہری حصہ تمام کرکے باطنی حصہ تمام کرو + قیام وبقا جو نہیں سمجھ میں آتے ہیں ان کی طرف کوچ کرو + ان سب بحث ومباحثہ کی کچھ بقا نہیں + بلکہ اسکے سوا۔ نظم

کچھ بھی ہو اُس کا کچھ قیام نہیں — جز فنا کے کہیں مقام نہیں
صرف اُس کا مقام باقی ہے — ورنہ ہرگز بقا کا نام نہیں
آج کا کام آج ہی کرلو — کل پہ رکھنے کا کچھ بھی کام نہیں
جس میں گُن ہے گیان مانس ہے — ورنہ بے گُن کا کچھ بھی دام نہیں

گر زبان میں ہو زہر مار بھرا	اس سے بدتر کوئی ھوام نہیں
اپنی مارِ زبان کو رام کرو	مار کھائے جو ہو لغام نہیں
ایک مُدّت گذر گئی افسوس	ہائے اب تک کوئی پیام نہیں
سچ تو ہے میں جنم کا دُکھی ہوں	اس میں مطلق کوئی کلام نہیں
مجھ پر اُس کی بڑی عنایت ہے	خاص رحمت جو ہے وہ عام نہیں
ہے وہ مردود جو یہ کہہ بیٹھے	خالی یحییٰ ہے یہ امام نہیں

اور یہ ہونا اِن مردودوں سے کچھ بعید نہیں + کیا ان مردود و ملاعین نے لکلّ قومٍ ہادٍ و لکلِ امتہٍ رسول کے معنی یاد رکھا ؟ ہرگز نہیں + اگر یاد رکھتے تو جناب حضرت بدھا علیہ الصّلوٰۃ والسلام جن کو بدوح کہتے ہیں اُن کو بُرا نہ کہتے + جناب حضرت جین علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو جان یا یوحنا ایلیا آہا خواہ بابا ہو یا یحییٰ کہتے ہیں۔ اُن پر لعن طعن نہ کرتے + جناب حضرت گنیش علیہ الصلوٰۃ والسّلام جن کو جنیش یا جونش خواہ یونس کہتے ہیں اُن کو بُرا بھلا نہ کہتے + جناب حضرت دین دیال علیہ الصلوٰۃ والسلام جنکو حضرتِ دانیال کہتے ہیں ان کے خلاف شان کوئی بات نہ کہتے + جناب حضرت اودھو علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو حضرت داؤد کہتے ہیں اُن کی مذمت نہ کرتے + جناب حضرت منو علیہ الصلوٰۃ والسلام جنکو نوح کہتے ہیں اُن کی توہین نہ کرتے + جناب حضرت شیو بنامِ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اہانت نہ کرتے + جناب حضرت برہمہ معرب بہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذم و اساءت نہ کرتے + جناب حضرت لچھمن ملفوظ بہ لکشمن متلفظ بہ لکمن معرب بہ لقمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلافِ عزت کوئی بات نہ کہتے + جناب حضرت زرتشت متلفظ بہ تلفظِ جرُوس اور بہ جرجیس معرب بہ جرجیس علیہ الصلواۃ والسلام کو حقیر نہ جانتے + جناب حضرت کرشنا بنام کرائیسٹ از لفظِ خرستس ماخوذ از خراس وخراساں موسوم بہ خورشید جن کو ایشور بنام عیسٰی معرب بہ عیسیٰ جنکو روح اللہ بمعنے عین اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کہتے ہیں۔ ان کو ادنےٰ نہ تسلیم کرتے + جناب حضرت آہا بنامِ الآہ اوالِاللہ داآس یا الیاس خواہ ایلیٰ و علی کو ہیچ نہ کہتے + جناب حضرت فارقلیط یا فراقیل خواہ صاحبِ فرقان بنامِ حمامت یعنے روح القدس جنکو معرّبا محمّد علیہ الصلواۃ والسلام کہتے ہیں۔ اُن کو معمولی لبشر نہ سمجھتے + اُن کی اولاد پر بکر و عمر وغیرہ جیسے نابکاروںکے زمرہ کو قربان کرتے نہ کہ اُن نابکاروں پر اُلٹا انہیں کو قربان کر دیتے + چشتی پھشتی ۔ کنکر ۔ پتھر ۔ ہفوات وفلتات کو اپنا سرمار نہ گردانتے ۔ حق کی بناحق خوں ریزی نہ کرتے + دشمن کے دوست کو اور دوست کے دشمن کو دشمن

علم الروح ورد ہفوات

جانتے + دوست کے دوست کو دوست ملتے + رحمٰن و رحیم دوست کو چھوڑنا خود کے ساتھ دشمنی ہے
بھلا ایک عبد دو معبود کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔ ثلاثی مجرد جو ایک ہے وہ بس کرتا ہے + مگر ان
مجرمِ ملاعین کی ہر گونہ سزا جائز ہے + اس واسطے تناسخاً سزاء مقرر ہے + جو کسی سبب سے قبل از
وقت موت کا رہائی پا جاتا ہے۔ تو وہ بقیہ وقت ادا کرنے کو واپس آتا ہے + یہی روحانی تناسخ ہے +
چنانچہ کبھی لوگ خواب میں ایسا بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اُڑ رہے ہیں = اور اُس طیران میں اُنکو کچھ تکلف
نہیں ہوتا + اس کا ان کو یقین بھی ہوتا ہے کہ واقعہ سچ ہے + اِسی طرح کبھی خود کو مرغ بنا ہوا بھی
دیکھ لینا ممکن ہے + تو جو چیز خوابِ خیال میں ممکن ہے۔ اُس کا صدور ہونا بھی ممکن ہے + کیونکہ
عالم کا عالم خواب و خیال ہے + پس تناسخِ روحانی ممکن ہے۔ بلکہ اس جگہ ایک روحانی تناسخ کا
قصہ کہا جاتا ہے۔ اور وہ ناممکن نہیں۔ تو وہ یہ ہے کہ کسی نے یقیناً خواب میں دیکھا کہ تمام عالم نورانی
ہے۔ ایک میزان معلق راجح و مرجوح ہو رہا ہے۔ چاروں طرف یحییٰ ئے تعالیٰ کی دہائی پڑ رہی
ہے + اور ہر سمت سے حَیٌّ ہاٰ اَ حَیٌّ ہلا کی آواز آ رہی ہے۔ ماں اُسکی ایک نورانی منڈوا کے نیچے
نورانی گہنا پہنے عرش بریں پر بکمالِ شان و شکوہ بیٹھی ہے + جب اُسکی نظر اُس پر پڑی۔ اُس نے
محبت سے گود میں لے لیا اور کہا کہ ہر بیٹا کو اپنی ماں زیادہ پیاری ہے اور اکثر ہر ماں کا بیٹا اپنی ماں کے
آگے لاثانی ہے + مگر میں عدلاً کہتی ہوں کہ میرا بیٹا سچ مچ لاثانی و لاشریک ہے۔ لیکن میں نے
سنی ہے کہ تمکو لوگوں نے دلدل میں پھسایا + گرم پانی پلایا + گالیاں دیں پتھراؤ کیا + جہاں گئے
بھونچال ہوا + ابر بے سایہ ہوا + ایک آنسو کے چھتیس ٹکڑے ہوئے + سب کو میں غارت کرونگی +
پس اے سب ہماری چیزیں ہمارے بچہ کو سجدہ کرو م اور اے ہمارے عزیز لختِ جگر روح و رواں بچے م
لو میں یہ ایک پاچک کی گولی دیتی ہوں۔ اسکو کھا جاؤ۔ اسمیں تمام کائنات بھرا ہوا ہے + باطن میں
جانتے ہی سب اپنے اپنے بارہ میں گفتگو کرینگے + چنانچہ اُس نے کہا یا کہ شکم سے بُلبلے اُٹھنے لگے +
ہر بُلبلہ سے ایک ایک طرح کی آواز آنے لگی۔ منجملہ انکے یہ ہے۔ کہ کسی میں سے آواز آئی کہ میں قضاؤ
قدر ہوں + کسی سے آواز آئی کہ میں خلق و تخلیق ہوں + کسی نے کہا کہ میں آکل و ماکول ہوں +
کسی نے کہا کہ میں عقلِ کل ہوں + کسی نے کہا کہ میں سبب الاسباب ہوں + کسی نے کہا کہ میں اصل
الاصول ہوں + کسی نے کہا کہ میں مرجع کل ہوں + لچا سب کو لچا بنا دیتا ہے + تھوڑا دہی سب
دودھ کو دہی بنا دیتا ہے + تھوڑا خمیر سب کو خمیر کر دیتا ہے + بُری صحبت سب کو بُرا کر دیتی ہے + میں
تو مرجعِ کل ہوں + اب قریب میں تم کو کل بنا دونگا + ابھی مضمون کا کام کرتا ہوں + اس لئے سرِ رست

عالم روحانی تناسخ کا

ایک مضمون ہوں + جس میں تمام مضمون بھرا ہوا ہے + اور اب تم میں رہکے خود ستائی کرتا ہوں جو بالکل سچی ہے + بس اب ہماری راگنی سنو ۵

راح ریحان و گلستان ہوں میں — بلبل و باغ و باغباں ہوں میں
بے تن و جان - جانِ جاں ہوں میں — خالقِ جملہ اُنس و جاں ہوں میں
خود جہاں اور حدِ جہاں ہوں میں — بے جہانی میں بے گماں ہوں میں
دیکھ لو ہر جگہ عیاں ہوں میں — اُس عیانی میں پھر نہاں ہوں میں
خود ہی باپ اور خود ہی ماں ہوں میں — خرد ہوں اور خود کلاں ہوں میں
بے دہاں اور بے زباں ہوں میں — بے زباں اور بے بیاں ہوں میں
سچ بتاؤ کہ اب کہاں ہوں میں — اب وہاں ہوں کہ یا یہاں ہوں میں
کیا بتاؤ گے لامکاں ہوں میں — در کمالات بے زیاں ہوں میں
عرش و کرسیٔ و جنت و دوزخ — نارِ پر نور آسماں ہوں میں
بارش و جنبشِ نسیم و صبا — گہ چنیں ہوں گہے چناں ہوں میں
راستی میں ہوں تیر کے مانند — در کجی پیر چوں کماں ہوں میں
اے تو مہدیٔ مہدِ مادرِ خود — بول روحِ روانِ جاں ہوں میں
کہدو لوگوں کو اب تم اے یحییٰ — مہدیٔ آخر الزماں ہوں میں

عالم الروح در تناسخات

اس لئے بغیر ابنِ مہدی کے کوئی اُم کی زیارت نہیں کرسکتا + لہذا سب کائنات کو چاہئے کہ ابن میں فنا ہوں اور ابن ام میں فنا ہے - یہ بڑی بھاری توحید ہے + بس ابن ہی اب ہی اور اب ہی ابن ہے + مگر شیطان جو شیطان کا کام کرتے ہیں سب کو اغوا دیتے ہیں کہ اس بات کی تکذیب کرو + اس واسطے اُن سے صلح مشکل ہے + دورِ قمر ختم ہوا + یہ آخری ستارہ ہے + اسکے بعد کوئی ستارہ نہیں + اسلئے اسکے ماتحتی کا نبی بھی آچکا + نبوت ختم ہوچکی - اُس نبوت یعنے خبر رسانی میں اُس نے کہدیا کہ ثلاثی مجرد قابلِ پرستش ہے - نبوت کا دورہ ختم ہوا - ولایت و نیابت کا دورہ آئیگا - کہ اللہ تعالیٰ نبی نہیں ہے ولی ہے - اس لئے نیابت نہیں - بلکہ عینیت کہنا چاہئے کہ عینیت کا دورہ شروع ہوگا + اس واسطے یہ حکم لائقِ انتفاذ ہے کہ جاری کیا جاتا ہے - ورنہ نہیں کیا جاتا + پس وہی اوپری اوپر سے آنے والا سب کے اوپر ہے وارث اللہ ہے + اگر وہ ذکر نہ کرتا تو کوئی مذکور نہ ہوتا + وہ ہمیشہ یہی ذکر کرتا ہے کہ ہم نے ذکر کیا - تو یہ مذکور ہوئے - تم یہ ذکر کرو کہ اُس نے ذکر کیا

توہم مذکور ہوئے ورنہ نہ ہوتے + بلکہ یہ ذکر بھی اُسی کے ذکر سے مذکور ہو اور نہ ہوتا۔ پھر ذاکر۔ ذکر۔ مذکور
سب کو بھول جاؤ۔ یہانتک کہ بھولنے کے فعل کو بھی بھول جاؤ۔ کہ پھر سب یاد ہو جائے اور کبھی نہ بھولو+
یہ بڑا ذکر ہوگا + مگر دراصل لیکہ خود کی ہستی اُسکے آگے بخس ہو تو پھر کس کلمہ کے ذریعہ سے ذکر کیا جائے+
کیونکہ لفظ و معنی کوئی چیز نہیں + اچھے بُرے لفظ سب خود کے بنائے ہوئے ہیں + جیسا چاہا ویسا اس کا
معنی رکھدیا + جس میں جیسا معنی پھونک دیا گیا ہے + اُس پر وہ قائم ہے + خود بولتا ہے کہ ہم اچھے معنی دار ہیں
یا بُرے + بس جو کلمہ کسی برگزیدہ کے ذریعہ سے اچھے معنے ظاہر کرنے کو مقرر کر دیا گیا۔ وہ کلمہ تا آمدِ برگزیدۂ
ثانی اسی معنی سے معمور ہو جاتا ہے + اُسکو خلافِ معنی میں استعمال کرنے والا مجرم ہے اس واسطے ارتکاب
جرم سے پرہیز کرے + اُسی کلمہ سے مسحین واذابین بنا ہے۔ کہ آرام دل کا باعث ہو + پھر اس کلمہ اور
دوسرا کلمہ کو برابر نہ سمجھے + کچے چنے پھوے چنے بھونے چنے برابر نہیں ہوتے + اس میں پہلا زندہ ہے۔
اس سے کروڑہا کروڑ زندہ چنے پیدا ہو سکتے ہیں + دوسرے سے نہیں + کیونکہ وہ مریض ہو رہا ہے
اور تیسرا ظاہراً الدم مردہ ہے + تو مُردہ سے پھل کھانے کی امید نہیں + جیسا درخت ویسا پھل + اگر
کوئی بدی کے پھل سے نیکی کا پھل حاصل کرے تو نیکی کی حاجت نہیں + اس لئے ہر بدتر از بدترین
بھی نیکی کرنے کا مادہ رکھتا ہے + اگر وہ نہیں کرتا ہے تو اچھا کرتا ہے + جبھی نیک کہا جاتا ہے + جس
بات کی کوشش کیجائیگی اُس کا نتیجہ ہوگا + اگر عدم کوشش کا نام کوشش رکھتا ہے۔ تو اسی کوشش کے
مطابق نتیجہ ہوگا + جس نے دلی مرض کے جانیکی کوشش نہ کی۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ اسنے اسکے رہنے
کی کوشش کی + اس لئے اسکی کوشش کے مطابق مرض بڑھتا جائیگا کہ آخر کار عذاب الیم کا مستحق
ہو جائے + مگر افسوس ہے کہ جب بدی میں اسقدر مزہ ہے تو نیکی میں کسقدر ہوگا + تو زیادہ کو چھوڑ کر کم
کی طرف جانا خسارا ہے۔ اور خسارا میں رنج ہے + تو رنج میں بھلا کیا گنج ہے۔ کہ نہیں چھوڑتے ؟ جو
آدمی رنج کو دولت سمجھتا ہے۔ تو اسی دولت کو محبوبِ خوشی بنامِ زندگانی پر نثار کرے کہ خوش رہا کرے
کسی کی خوشی کی خونریزی عین اُسی کی خوں ریزی ہے + پس دشمنِ خوشی دشمنِ زندگانی ہے + کیونکہ روح
وراحت کے ایک معنی ہیں۔ راحت سے روح بڑھتی ہے۔ یہ یہاں تک بڑھنی چاہیئے۔ کہ بڑھتے بڑھتے
روح اللہ تک پہونچے + کہ وہ ایک محض ازلی و ابدی نویدِ جاوید ہے + لیکن جو دولتِ مجازیہ میں صادق
نہیں وہ دولتِ حقیقیہ میں ہرگز ہرگز صادق نہیں + جو صادق ہے اُسی کے پاس وثیقۂ عروۃ الوثقیٰ ہے +
جس کے پاس یہ عروۃ الوثقیٰ نہیں اور اسکو نیکی میں مزہ نہ ملے نصیحت اثر نہ کرے۔ اُسے خوفِ خدا نہ ہو۔
برائی سے خوش ہو تو شقاوت کی نشانی ہے + وہ بڑا گناہگار ہے + اور گناہ بالکل خضراء الدمن سے

ہے - بلکہ ایک زہر قاتل ہے - جو شیر و شکر سے مرکب ہے کہ مریض کے لئے اور بدپرہیزی ہے + جس نے کھایا - چاہئے کہ قے کردے - یعنے توبہ کرے - اور توبہ نعم البدل کا نام ہے کہ بدی کو نیکی سے منقلب کر دینے کی طرف رجعت و انابت کرے + پس

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ورنہ شرائط ز خدا وندیش	عذر بدرگاہِ خدا آورد کس نتواند کہ بجا آورد	

لہٰذا چین سے رہو + دنیا ایک ہفتہ وار گھڑیال ہے + اس میں ظلوم و غشوم - ستمگار و جنگ آور بنکے نہ رہو + باہم مٹے داغ نہ بنو + حق مرافق میں دفاع و نزاع نہ کرو + اتباع الہوا و طول امل کے پاس نہ جاؤ + سب چیزیں افراط و تفریط سے پرہیز کرو + جو کہا جاتا ہے اسکو کرو + حیات کا زیادہ حرص نہ کرو + حرص ایسی سخت حریص ہے کہ قانع نہیں + پھر حریص کیا سیر ہو سکتا ہے - سیر چشم وہ ہے - کہ سب چیز سے سیر ہو - کوئی بات خوفاً و طمعاً نہ کرو + خدا کو قبضہ میں کرنے کی لالچ چھوڑ دو - وہ کسی کے قبضہ میں نہیں آتا + ایسا خیال گناہ ہے + اسکے پیچھے مصیبت نہ اُٹھاؤ + نیکی کے پیچھے مصیبت اٹھاؤ - اس سے گناہ کم ہوگا + آدمی تجربہ کار ہوتا ہے + مصیبت بڑی اُستاد ہے + نجات ابدی کے لالچ میں مصیبت نہ اُٹھاؤ + کچھ فائدہ نہیں + جو کام کرو للہ کرو + تم نا پید ہو - نیکی کرکے پیدا ہوتے ہو - تو خود کو للہ پیدا کرو + لوگوں کی للہ ہدایت کرو + لوگوں کے ساتھ للہ اخلاق کرو + اپنے ساتھ للہ سلوک کرو + اپنی ساری زندگی للہ سمجھو + للہ ذکر و اذکار کرو + بہر حال للہ شکر کرو + جو مغز معانی کو سمجھتا ہے اُسکے لئے عبرت ہے + وہی بہترین خلائق سے ہے + دیکھو خوش طبع و خوش وضع متواضع بنے رہو +

از تواضع کم نگردد رتبۂ گردن کشاں   زن چو آبستن بود و ارا خمیدن مشکل است

تو یہ سب باتیں للہ ہونا چاہئے - بلکہ سب کام للہ ہو پس

قل الحمد للہ رب العالمین لا لہٗ وَلَدٌ ولا والد لہٗ نعبد ایاک منک نستعین انت ربی انت خیر الرازقین رَبِّ هَبْ لی من لدنک طیبات سبّح اسمَ ربّکَ الاعلی العظیم خلق الانسانَ علّمہُ البیان	الرحیم مالکِ یوم الیقین لا لہٗ احدٌ ولا واحد لہٗ اہدنا ذاتک الصراط المتقین انّکَ انتَ محب الصادقین کلُّ عملٍ صالحٍ من باقیات الّذی خلقَ فسوّاک الجسیم راحتُ الانسانِ فی حفظِ اللسان	

قُلبَ اللّٰہُ اللیالی والنّھار
کُلّ شئٍ باطلٌ الا النّساء
کلّ شئٍ حایرٌ فی فہمہِ
اِنّہٗ ھُوَ انا اللّٰہُ القدیر
نسلخُ من لیلتہٖ نورالنّھار
قل لِکلِّ امتہٖ اجلٌ لہم
اٰمنو باللّٰہِ رحمنِ الرّحیم
وَارھبوا اللّٰہِ غفارِ الحلیم
اَذِنَ فی النّاس باالخیرالکریم
ماترا فی الخلقِ خلاق الکبیر
اےوَربّی اِنّہٗ حقُّ المنیر
واشکروا اللّٰہَ بہٖ لاتُشرِکوا
لاتکونُوا کالّذینَ فَرّقوا
بدَتَ البغضاءُ مِن افواھم
کذّبوا بالحقّ لمّا جاءَھُم
اَیُّھا النّاسُ ھیاھونَ الکتاب
مالت الشمسُ مُیُولاً للغروب
فیتہ البصرہ وہِیَ رَبوَۃٌ
جاءَامراللّٰہِ بالحقّ المبین
قل الیس الذکر فی قرآنکم
فاصبراِنَّ صبرَ یاتیکَ ثمَّر
اِنّا نبشّرناکَ بالحقّ فقم
حیَّ حیَّ فی سبیلِ اللّٰہِ ثم
اِسمعی اُمّی وماکنتِ بہ اُم
اِنّما یحیی ھواللّٰہُ القدیر

نوّرَ الشجرَ بانوارِ الشعار
یَخلقُ اللّٰہُ تعالیٰ مایشاء
اِنّہٗ لایدخلُ فی وہمہِ
اعلم من قدرتی مافی الضمیر
وجعلنا رَبْوَۃً دارالقرار
وَاذکرُ الاحوالَ ماضیہ وقم
لایحبُّ کلّ کفّارٍ اثیم
وہربوا من کلِّ شیطانِ الرجیم
اِنّمافی ذالکِ فوزالعظیم
من عجایبِ والغرایبِ والکثیر
کلُّ شئٍ ہالکٌ الاالخبیر
واترکوا الاتراکَ ثم واترکوا
خرّقوا القرآنَ ثم خرّقوا
ذالکَ المیراثُ مِن آباءِ ھم
آمِنُوا خیرٌ لکم ازکیٰ لکم
ربّنا قدیرفعُ عنکم عذاب
یقذف بالحق عَلّامُ الغیوب
غابت الشمسُ فصارت عَتمتہٗ
قالوا آمنّا بربّ العالمین
لعنت اللّٰہِ علےٰ ایمانکم
اِنّی اُقیم عذاباً مستمر
قم باذنی م قم باذنی م م لاتنم
قل کفٰی باللّٰہِ بینی بینکم
اِنّما انتَ اَمّت انتَ مم
اے وربی اِنّہٗ حقّ المنیر

تو چاہئے کہ لوگ حق کی طرف مائل ہوں + ساری اچھی بات حق میں داخل ہے + حق کے پیچھے پڑو تو اچھا ہے + حبلِ زنگیں سے لوگ باز آؤ + گاہ بیگاہ بھی بُرا نہ کرو + رُوح و رحمت سے ملکے رہتے جاؤ + بے تولا نہ لوگ بنتے جاؤ + بی مرادی سے بامراد بنو + مفت عمرِ رواں نہ بپری ہو + ٥

تم اپنی چال چلو تم کو نندر سے کیا کام کہ آدمی نہیں چلتے ہیں جانور کی طرح

مگر تم لوگ جانور کی چال نہیں چھوڑتے + محسن کا تحدیثِ احسان نہیں کرتے + پھر یہ کیا کہ طعام میں بسم اللہ کام میں استغفر اللہ + حال کے نہ قال کے روٹی چھچھ دال کے + کام کے نہ کاج کے دشمن اناج کے + دیکھو بہت رحم کیا گیا + اب ترکِ رحم و حلم پر کرم کیا جائیگا + کہ کوئی چیز کرم سے نہ خالی رہے + چنانچہ جب تک قہر منجلی نہ ہو گا ظلمات نہ جائیگا + پس بہت ہو چکا۔ ٥

صیّاد نہ ہر بار شکارے ببرد باشد کہ بیک روز پلنگے بدرد

لہٰذا اپنے اس معجزہِ بدی پر غرّہ نہ کرو + افزونیٔ شناعت سے باز آؤ + دل میں راکشی گرُ نہ رکھو + رنگوں سے سب چیز کا جدا نام ہو جاتا ہے + پس جھوٹ اور سچ بھی ایک رنگ ہے + پکا اور سچا رنگ قبول کرو + لنگوٹی پہن لینے سے کچھ نہیں ہوتا + پرندے کچھ لنگوٹی نہیں پہنتے ٥

دوش مُرغے بہ صبح می نالید	عقل و صبرم ببرد طاقت و ہوش
گفتم ایں شرطِ آدمیت نیست	مُرغ تسبیح خوان و من خاموش
زاہدی در پلاس پوشی نیست	زاہدِ پاک باش و اطلس پوش

اسلئے لنگوٹیا یار نہ بنو + علیا کو چھوڑ کر دُنیا کی طرف نہ جاؤ + علی کو چھوڑ کر مجنون و دلی کو نہ پکڑلو + روح اللہ کو چھوڑ کر روح الخلائق پر نہ مرو + اصل کو چھوڑ کر سایہ کو نہ پکڑو + یہ سب کائنات کچھ اصل نہیں + یہ سب مشیت اللہ کا فضلہ ہے + خود کی ہستی کو اسپر نثار نہ کرو + شیطانی قلمرو میں نہ جاؤ + وہاں بے گناہی عین گناہ ہے + وہاں کا بلا استثناء دروء و رعایت یہ حکم ہے۔ کہ ہر ایک چیز میں ہر ایک کا حق برابر ہے + سب مشترک عام ہے + اباحتِ عامہ ہے + کوئی بدی کی مذمت کرے تو بگڑ جاؤ + عند الحساب کسی بات کا حساب نہیں + پادشاہ غنی ہے + اور خدا فقیر ہے + کہ سانس تک حساب سے ہے۔ سب چیز کا حساب لیا جائیگا + اسکو اس میں مزہ ملتا ہو گا + جبھی ایسا کرتا ہے + حالانکہ وہ سب سے بے نیاز ہے مگر جیسے باذنہ سب چیز بغیر حاجتہ منفطر ہے + اور سب واقعات بھی منفطر ہوتے رہتے ہیں = اسی انفطار سے یہاں بھی راحت و مصیبت ہوتی سب سے آئندہ کسی جگہ بھی ہونی ممکن ہے + اس سے خدا پر ذائقہ انگیزی کا الزام نہیں ہو سکتا + مگر افسوس چند گاہ و چندیں مرتبہ کہا گیا۔ لیکن ہنوز روز اوّل ہے + ایک ہی

حالت پر مداومت پذیر ہو + مرجانے کا پورا یقین ہے پھر بھی برائی نہیں چھوڑتے ؎

تا چند ہم آغوشئِ خوبانِ گل اندام اسودگیٔ بسترِ سنجاب کہاں تک

عبرت کا محل ہے یہ فضائے چمنِ دہر ایامِ بہارِ گلِ شاداب کہاں تک

تو یاد رہے کہ کاں کندنی زر برآرد اور جاں کندنی سر برآرد + جو مجاہد ہوگا وہ مشاہد ہوگا + مگر علم فی ریاء ماعلیہ ضیاء + اس لئے علم بدونِ عمل ایک وبالِ جان ہے + اور عمل بدون علم ایک ضلالِ ایمان ہے + پس خاک غربال رانشاید وخشتِ آسیا را۔ مگر ہر ایک چیز ایک دوسرے کے لئے رسالت کا کام کررہی ہے + جیسے بیماری کو بہ سبیلِ ادویات بمعرفتِ طبیب یہ حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم کو بدن خالی کرنے کا حکم ہے = آئندہ ماعلی الرسول الا البلاغ المبین + تو سب بلاغ میں مصروف ہیں + لیکن کوئی ابلاغ شقاوت کر رہا ہے + کوئی ابلاغ رقت + کوئی ابلاغ ضلالت + اس میں جو ہدایت دیکھ ضلالت لیتا ہے۔ اور نوروں کے ظلمات یہ خرید و فروخت اسکی مبارک نہیں + تو یہ کہنا بھی ایک ابلاغ ہوا + ایسے ہی ابلاغ والا ہمیشہ غلبہ کرتا ہے + مگر جو سچائی سے واقع ہو + نہ جھوٹائی سے + دیکھو یہ سب عمدہ باتیں غذا کا کام کرتی ہیں + جو اپنے اعضا کو غذا نہ پہنچائے + وہ اسکی حق تلفی کرتا ہے + نزاواجب التعزیر ہے + وہ اپنے اعضا کے پاس نیک نام نہیں + اسلئے دلی ارادہ میں کامیاب نہیں۔ لہذا سچی نیکنامی موجبِ دستگائی و فرجامی ہے + لیکن اگر اسکی یہی مرضی ہو کہ کوئی بھلا کر کے دکھ پائے۔ تو بہتر ہے کہ برا کر کے دکھ پائے + آئندہ مرضئِ مولیٰ بہر گونہ اولیٰ + اسکے لئے بھی وہ کوئی پُر فائدہ سبب رکھیگا + کیونکہ کوئی چیز بے سبب نہیں + سب کا مسبب الاسباب وہی ہے + مگر جو لوگ عبادت پرست و غرض پرست نہیں ہیں۔ خالص عین اللہ پرست ہیں وہ دگر پرستوں کے حق میں بنیانِ مرصوص ہیں + وہ ہمیشہ کفار پر غالب آتے رہے ہیں + اگرچہ مومن و کافر اور جملہ موجودات دینِ مخلوقیت میں شریک ہیں جو مختلف طریقہ پر منشعب ہو کر مفسد بن گئے ہیں۔ جس کی تدارک خالق کو منظور ہے کہ اسکے دینِ خالقیت میں بجز اُسی کی روح جس کو روح اللہ کہتے ہیں کوئی شریک نہیں + خود ہی اپنا شریک ہے + لہذا خود ہی اپنا نظیر ہے ؎

خدا پنہاں ہے عالم آشکارا	نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے

لیکن در حقیقت عیانی و نہانی دونوں بآنِ واحد واقع ہوتے ہوئے لاشئی میں داخل ہیں ورنہ ؎

رُخ سے اُڑ جائے جو صاحب کا سر نرم نقاب کوئی بیخود کوئی ششدر کوئی حیران ہو جائے

تو رُخ سے نقاب ہٹا ہوا ہے کہ تمام عالم حیران ہے۔ ورنہ حیرانی کا کوئی سبب نہیں + اُس نے کسی سے

پردہ نہیں رکھا ہے + لوگوں کی ناپاکی پردہ کا کام کر رہی ہے۔ پس اُسکی پردہ وری میں ایسی پردہ داری ہو رہی ہے + جیسے آفتاب کا سہرا خود اسکی تجلی ہو رہی ہے + کہ نہائی دعیانی آنِ واحد میں مساوی ہے + اسی کو دو ست کہتے ہیں۔ یعنے دو دِل یا دو چیز کہ یہ متضاد۔ دو ست ملکے ایکدم ایک ست ہوگئے ہیں جسکو دوست اور ستی یا سینا کہتے ہیں۔ اسی واسطے رام رام ست ہے کا نعرہ مارا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ رام رام ملکے ایک ہی رام ہے۔ تو اُس نے دوستی کے جوہر کو بلا کے صدف میں رکھ چھوڑا ہے + کہ جو نا پاک لینا چاہے تو پہلے دریائے بلا میں غوطہ لگا کے پاک ہو + جب درِ مکنون حاصل ہو + لہذا اُسکو یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ سجن کا دُکھ دینا بھی سجن ہی سجن ہے + دُکھ اور سُکھ کیا سب بھجن ہی بھجن ہے + اتنا پتہ لگ جانا حصول کا حد ہو گیا + آگے تحصیل حاصل محض فضول ہے + وہ جیسا چاہے کرے + مگر پاک رہنے کی کوشش کرنی چاہئے + اکتسابِ فضائل اور اجتنابِ رزائل لازمی امر ہے + چنانچہ اگر صاف ہونے کی کوشش کریگا۔ تو وہ صاف کر دیگا + کہ پورا سچا صوفی صافی ہو جائے + کیونکہ۔ **نظم**

ہو اللّٰہُ آنِ لفی کلِّ آنِ	لقد نصرَ للّٰہُ نصرًا عالیا
مفیض الایادی بدور الفوادی	وہو مرادی فکنتُ غنیا
وما شئیً مالی وما ہیَ مالی	وکنتُ صبیًّا جعلنی نبیا
وہو حبیبی و ہو نصیبی	اعیشُ ہنیا اغیبُ رضیا
لقد انکَ عُطِلتَ بہ محمد	یصفی لکَ اللّٰہ صفًّا صفیا

مگر صوفی صافی وہی ہوگا جو مصطفیٰ ہونے کی کوشش بھی کریگا + اگرچہ صفائی اور غیر صفائی دو میں کوئی بری نہیں + کیونکہ کوئی چیز بنفسہٖ نہیں بُری بنائی گئی ہے + بلکہ اچھے بُرے کی تعریف چند طرح سے کی جاسکتی ہے + جو موقع ومحل پر دلچسپ ہو سکتی ہے + تو وہ یہ ہے کہ جسکو جو چیز بُری معلوم ہو وہ بُری ہے + جس کو جو چیز اچھی معلوم ہو وہ اچھی ہے + جیسے ببول کا کانٹا تمہارے حق میں کانٹا ہے ۔ اور اونٹ کے حق میں نہایت اعلیٰ درجہ کی غذا ہے + اس لئے تمہارے آگے بُرا ہوا۔ اس کے آگے اچھا + وہی حالت بول وبراز کی ہے کہ تم کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مگر خراطین کے لئے ایک چمن ہے + اس لئے درحقیقت یہ اچھے بُرے کی ٹھیک پہچان نہیں۔ بلکہ اصلی پہچان یہ ہے۔ کہ قانونِ مختص الامر اور مختص المقام ہے + تو جو مخلوق جس عالم کی ہو اُس عالم میں جو چیز فطرۃً بُری سمجھی جاتی ہو اس کو بُرا سمجھے + جیسے کیڑے مکوڑوں کو انسانی عالم کی پابندی کرنی اُس جنس میں برا ہے + اس لئے اُس کو نہیں کرنا چاہئے + انسان کو عالم انسانیت میں رہ کر بہائم کے قوانین کی پابندی کرنی

البتہ جرم ہوگا + تو عالمِ انسانیت میں زمانہ کے مطابق جسقدر خوبی ہو اُس پر عمل ہونا عمل کہا جائیگا +
اس قانون کا مخالف شیطان ہے + شیطان اپنی دانست میں خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے - حالانکہ خود
کو دھوکا دیتا ہے + کہ اس دھوکا میں پڑا ہے - کہ روح اللہ دھوکا میں آتا ہے + تمام آسمان ڈھل
دریدہ ہے کہ اچھی بات ایک ایسی اچھی نسل ہے جیسے کلمتہ اللہ + بھلا وہ کلمتہ اللہ بنامِ روح اللہ کیا دھوکا
میں آسکتا ہے ؟ ہرگز نہیں = مگر جس طرح گوسپند اپنے نغول میں مست ہے - اور خرِ مسکین اپنے
طویلہ میں + توسنِ بدرام اپنے اصطبل میں + مویشی اپنے استھان میں + گاو - گاو سالہ میں + دیو -
دیوالہ میں - پرندے عش و آشیانہ میں + انیقتہ الارض اپنے موسّس بہ میں + ادوان الناس وجوذان الناس
اپنی شرافت میں + آثار اپنے موثر بہ میں + روح حیات میں + حیات روح میں + دوتا دوتائی میں +
یکتا یکتائی میں - نیک نیکی میں + اُسی طرح بہ بُرے حرام زادے اپنی برائی میں مست ہیں + اور کہتے کیا ہیں
کہ ہماری برائی کی اصلیت فی الغیب ہے اور شاخ مجھ میں ہے اور فی السمار کذالک جو پھلکے بُرائی کا ثمرہ پیدا کرتی ہے
جسکی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ آواز کی جڑ متکلم کے دہان میں ہوتی ہے - اور آواز کی شاخ سامعین کے
کان میں = پھل دماغ وجنان میں + اسی طرح چشم - سر میں - نگاہ تمام جہان میں + اس طرح آتش -
آتشدان میں - دخانِ آتش آسمان میں + تو اس کا حشر و نشر ایسا ہے جیسا کہ ہر چیز کا حشر و نشر اُسی عالم
کے مطابق ہوا کرتا ہے - جس عالم میں وہ رہتا ہے + مثلاً جو آبی ہے آب ہی سے پیدا ہوتا ہے - آب
ہی خوراک کھاتا ہے - آبی ہی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے - آبی ہی جنت و دوزخ میں گرفتار ہوتا ہے + آبی
ہی موت سے مرتا ہے + ایسا نہیں کہ آب میں رہنے سے مصیبت و دوزخ میں گرفتار نہ ہو - پھر تو سموز
و قاقم و سمندر و مارچ وغیرہ جو آتشی مخلوق ہے - اُن کو تمام زندگانی میں دکھ سے سابقہ نہیں پڑنا چاہئے -
ایسا ہرگز نہیں ہے وہ بھی آتشی آرام و جنت - الام و دوزخ میں مبتلا ہوتے ہیں - اور آتشی ہی بیماری سے
مرتے ہیں + پھر اور کسی دوزخ و جنت میں ڈالے جاتے ہیں + ویسے ہی جو انانیت میں رہتا ہے -
انانیت ہی سے پیدا ہوتا ہے = انانیت ہی میں فنا ہوتا ہے + انانیت ہی میں باقی رہتا ہے + پس
یہ بُرے لوگ جو خانہ خراب ہیں - بُرائی کے جہنم میں گرفتار ہیں - مگر مجنوں کی طرح دوسروں کو مجنون سمجھتے
ہیں - اور خود کو عاقلِ پاک باز + ہرگز بُرا نہیں سمجھتے + گویا اسقدر ازلی پھٹکار ان پر مسلط ہے + کہ یہ بُرائی
اُن کی دینی اور دنیوی عبادت ہوگئی ہے - کہ کوئی کھڑا ہو کر عبادت کرتا ہے - کوئی بیٹھکر - کوئی لیٹ کر -
کوئی بسبیل ہدایت - خواہ یہ کہکر کہ عبادت بستگی و بندگی و قید کا نام ہے - تو پیدا ہونا پیدائش کی پابندی
ہوئی - عبادت کرنی عبادت کی پابندی ہوئی - عبادت کا نہ کرنا عدم عبادت کی پابندی ہوئی - پس کچھ

سمجھ میں نہیں آتا - اگر کچھ سمجھا بھی تو یہی سمجھا کہ نہ کچھ سمجھا ہے - نہ سمجھونگا - اس لئے سب کام میرا خدا کا کام ہے - کہ نہ معلوم کیوں ہوتا ہے پس راسی راس اللہ وعینی عین اللہ - وبطنی لبطن اللہ - وظہری ظہر اللہ درجلی رجل اللہ - وہیکلی ہیکل اللہ - وروحی روح اللہ - محیائی ومماتی کل للہ ومن اللہ تو چونکہ یہ کہنا حق ہے کہ ہم حق کہتے ہیں کہ ہم حق حق کرتے ہیں مگر حق وباطل کی کچھ پہچان نہیں + ہم حق کہتے ہیں کہ نہ ہم نے پہچانا ہے نہ کوئی پہچانیگا - ہم حق کہتے ہیں کہ ہماری حق گوئی کو کوئی نہیں سمجھتا + اس لئے میں حق پر ہوں + لہذا انا الحق کہ یہ کہنا بھی ایک ذق وق بق بق کی پابندی ہوئی - اور جو معبود بنے تو وہ معبودیت کی پابندی کرے گا - اسواسطے خاموشی اختیار کرتا ہوں کہ ؎

پختگی دریغ سخن را باز میدارد زجوش تاخموشی نیست اے دل مدعا خام است وبس

تو یہ خاموشی بھی ایک فعل کی پابندی ہوئی + تو اب چاہئے کہ اب سب کو چھوڑ کر توکل اختیار کروں کہ جو خود بکثرتِ استعمال خدا ہے وہ خود آئی پر خود ہی راضی ہولیگا اسی کو کہتے ہیں کہ ؎

خود بخود آن بُتِ عیار بہ برمی آید نہ بزاری نہ بزور و نہ بزر می آید

تو یہ سب اُسکے فضل پر ہے - اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ - ذالک فضل اللہ یوتی من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم - بس کوئی آئے یا نہ آئے کسی بات کی کچھ پروا نہیں بلکہ اگر نہیں آئیگا تو کیا کریگا - بہت کریگا ناراض ہوکر شیطان بنا دیگا یا جیسی بُری حالت چاہے = اور اگر خوش ہوکر آئیگا تو کیا دیگا بہت کریگا - تو خود اپنی ذات بنا دیگا ؎ یہاں سب باتوں سے غنی ہیں - بلکہ اس دعوی سے بھی مستغنی - پس نعم الترک اور خیر الاخذ یہی ہے بلکہ ؎

چھوڑو خداؤ خود کو نہ چھیڑو کسی کو اب اور چھوڑنے کے فعل کا دعوی بھی چھوڑ دو

مگر فی الترک اتخاذ ہوجاتا ہے کسی طرح سے بھی پابندگی بندگی سے فراغت نہیں ہوتی - حاصل کلام ؎

مُرغ زیرک کہ میرمید از دام باہمہ زیرکی بدام افتاد

اس واسطے میں کچھ نہیں جانتا - بس اتنا جانتا ہوں - کہ کسی کا ہرگز ہرگز - تم ہرگز ہرگز دل دُکھانا نہیں چاہئے + اس میں سب بات آگئی پس اللہ اللہ خیر صلاح + اسکو بُرے لوگ یہ کہتے ہیں - کہ ہم بھی اپنی فطرت پر قائم ہیں جیسا اُس نے بنا دیا ہے اُسکے مطابق کرتے ہیں - اس میں کوئی خوش ہو یا ناراض مجھ کو اسکی کچھ پرواہ نہیں - کیونکہ میں بھی ایک طرح کا عابد السیئات ہوں + عبادت کرتا ہوں + مگر وہ برا ہے جو ہماری عبادت کو بُرا جانتا ہے + تو یہ عبادتِ ملعونہ انکی اُن کو اور ملعون کریگی اُن کو اپنی ملعونیت کا نتیجہ بہت جلد ملجائیگا - مگر اے اچھے لوگو تم سے کہا جاتا ہے کہ تم اُن کی صحبت

ان کے پھندے میں نہ پھنسو۔ یہ بُرائی کی طرف منادی کرتے ہیں + ہم بھلائی کی طرف + دونوں ایک ایک چیز کے حاکم ہیں۔ ایک حق کا۔ ایک باطل کا تو حاکم کے پاس زیادہ غیبت ہوتی ہے + اور ظاہری حاکم۔ بادشاہ ہے۔ ظاہری و باطنی حاکم فرستادہ خدا ہے + اور بُرائی کے حاکم یہی بُرے شیطان کے نیچے ہیں + اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے کہ سب بات کا فیصلہ کرتا ہے + ان حاکموں کا بھی مقدمہ وہی فیصل کر دیتا ہے + کہ کون حق پر ہے + اور کون برسر باطل + جو حق پر ہے اس کی دربار میں غیبت کا نام ذکر واذکار اطلاع و خبر۔ اور نالش و فریاد ہے + اور جو برسر باطل ہے اسکے یہاں کی سب بات غیبت ہے + چنانچہ اگر تم اس بات کی معرفت چاہتے ہو۔ تو پہلے اس بات کی معرفت پیدا کر لو۔ کہ اہلِ معرفت کون ہے۔ تو یہ بات تمہارے ضمیر کی معرفت ہو سکتی ہے + کہ پہلے اُس سے یہ پوچھو کہ تجھ میں سچی رائے دینے کی معرفت ہے یا نہیں + اگر ہے تو بتلاؤ کہ حق و باطل کا کیا معاملہ ہے۔ تو وہ ضرور بالضرور رائے دیگا۔ وہ کیا کہ وہ کہیگا کہ اے پوچھنے والے تم کیا تجھ کو نہیں معلوم کہ جو کچھ تجھ کو محسوس ہوتا ہے وہ تمام اعضا میں شائع کیا جاتا ہے۔ جس کا اثر صاف چہرہ سے نمایاں ہو جاتا ہے۔ خاصکر دیدہ سے کہ یہ پیشانی نور کی جگہ ہے + نور ہی سے آدمی ظلمات میں چیز ڈھونڈھتا ہے + چنانچہ کیا نہیں دیکھتے کہ جس دم تمہاری نگاہ تمہارے دشمن پر پڑتی ہے۔ تو چشم و چہرہ کا رنگ بدلجاتا ہے۔ بالکل دلی انقباض پیدا ہو جاتا ہے + اسکے علاوہ ہمہ آن جو کچھ دل میں گذرتا رہتا ہے چشم و چہرہ سے نمایاں ہوتا رہتا ہے + جسکو اس قیافہ شناسی میں ملکہ پیدا ہو جائے تو ہمہ آن ہر ایک دل کی بات کو چشم و چہرہ دیکھ کے بتلا دے سکتا ہے + اور کوئی ایسا وقت نہیں جو دل کسی خیال سے خالی رہتا ہو۔ یہ ایک بڑا شاہراہ ہے + اس سے ہر طرح کے مسافر گذرتے رہتے ہیں۔ تو یہ کیا معنی کہ نورانی و روحانی مسافر ادھر سے نورانی مشعل لئے ہوئے گذر جائے اور چشم و چہرہ سے نمایاں نہ ہو + اسواسطے صاف ظاہر ہے کہ مجھ میں نورِ عرفان نہیں کہ ہم سچی رائے دے سکیں۔ کہ فلاں اہلِ معرفت ہے + چنانچہ تم اس معاملہ میں بہت ہی سچے ہو کہ خود کے بارہ میں سچا یقین رکھتے ہو کہ تم کو معرفت نہیں حاصل ہے کہ کسی اہلِ معرفت کو پہچان سکو۔ اس سچے یقین کا سچا اثر دوسروں پر پڑا ہوا ہے کہ وہ تم کو اہلِ معرفت نہیں سمجھتے + کہ کسی اہلِ معرفت کو پہچان سکوگے + لیکن پھر بھی اگر کوئی سچا اہلِ معرفت دیکھ جائے تو اُسکو اپنی ذات پر سچا اہلِ معرفت ہونے کا یقین ہونیکے سبب سے۔ وہ یقین ضرور تمہارے دل پر تصرف کر ڈالے گا۔ کلایں ضرور بالضرور چیز یلیست۔ پھر اگرچہ تم اسکے دشمن بنجاؤ تو بنجاؤ مگر میں اسکو اعلیٰ و بالا کہنے سے نہیں رُک سکتا + آخر میں ہم بھی پھٹکار نازل کر کے چپ ہو جائینگے۔ مگر واضح رہے کہ یقین اُس کو نہیں کہتے۔

کہ ورق الخیال اور دیگر اقسام کے نشیات کا استعمال کر کے ایک دھن میں پڑ کے یقین کر لینا کہ میرا یہ دھن بالکل سچا ہے تو اسکی اسی وقت آزمائش بھی ممکن ہے کہ اگر تم کو یہ خیال ہو گیا کہ ہم خدا سے ملگئے ۔ اب جو کچھ چاہیں کریں اور جو کہیں گے وہ ہو جائیگا ۔ تو اسی وقت کچھ کہکے دیکھ لو کچھ نہیں ہوگا + پس معلوم ہو جائیگا کہ یہ یقین تمہارا کچھ یقینِ حقیقی نہیں ہے ۔ بلکہ خبطِ حقیقی ہے + اُس وقت تم کو یقین حقیقی کا کچھ شمہ معلوم ہو جائیگا کہ اب ہم کو یقین ہو گیا کہ جو کچھ یقین کر رکھا تھا وہ غلط نکلا + ہرگز ہم کو یقینِ حقیقی حاصل نہیں ۔ اور یقین ہے کہ یقین بھی نہیں حاصل ہو سکتا + پس افسوس ہے کہ ؎

بستم بسے خیال کہ بینم جمالِ دوست ۔۔۔ ایں ہم نشد میسر و سودائے خام شد

له آفتاب

لہذا یہ عالم کا عالم ایک اسمِ علم ہے ۔ جو بینی و بین اللہ متعارف ہو کر یہ معرفت کراتا ہے ۔ کہ ما عرفناک حق معرفتک ۔ تو جب اتنے بڑے عالم سے فقط اسی قدر معرفت حاصل ہو ۔ تو اپنے ہمجنس شخص سے کیا معرفت حاصل ہو سکتی ہے ۔ مگر اُسی سے حاصل ہو سکتی ہے تو در حقیقت اللہ تعالیٰ کی روح مجسم ہو کر آئے اور معرفت حاصل کرادے ۔ تو آخر وہ کسی دل ہی سے تعلق رکھیگی + اسلئے نہ معلوم کہ کس دل میں کون بنتا ہے عام طور سے کسی کا دل نہ ستاؤ اور یہی خود پر فریضہ کر لو + اگر ایسا کوئی اہلِ دل ملجائے تو اسکی ہدایت پر اگر کسی بددل کی دل آزاری کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس پر تو سارے بددلوں کو قربان کر دینا چاہئے تو وہ بددل باطل ہی لوگ ہونگے ۔ بنا بر جس سے غیر منصفانہ طور سے دل کو دکھ پہونچے وہ ضرور باطل ہے پس یہیں تک مجھ کو معرفت ہے + آگے نہیں کہ اُس سے اطلاع دوں ۔ مگر تم کوشش کرو ۔ شاید اس سے زیادہ معرفت پیدا ہو جائے ۔ کہ حقیقی روح اللہ سے ملنے کا طریقہ نکل آئے + کیونکہ مچھلی کی امید پر شست ڈالی جاتی ہے ۔ لیکن یہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ شست ڈالی جائے تو حوتِ حیات بھی حاصل ہو جائے ۔ لیکن کرنا چاہئے کیونکہ دنیا بامیدِ قائم ہے ۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ؎

دل کا بیان

کنِش برآسماں تا بہ شیشے نار میرزد
کہ سر اللہ و امر اللہ و شان اللہ و نصر اللہ
بخطِ منحنی آمد چو مارِ استقامت رو
ہمیں حیہ ۔ ہمیں یحییٰ ۔ ہمیں یوحنا ہمیں عیسیٰ

بہ بیں ایمائے فطرت را چہ آغاز است و انجامش
ہمیں یک ہیکلِ اللہ است آمد بہر پیغامش
بظاہر کجروی بینی مگر ہر مارِ او راستش
بہ بیں ایں لوح گردوں راز راندہ داست ارقامش

چنانچہ ہر ذرۂ کائنات کہہ رہا ہے کہ مجھکو پڑھ کے دیکھ لو ۔ مجھ میں اُسی کی حمد و ثناء مرقوم ہے ۔ بلکہ میری وجود ہی اس کی حمد و ثناء ہے + مگر تم نے خود کو اس سے بے حاجتمند کر دیا ہے + اس لئے نہیں معلوم ہوتا ۔ اور یہ بشر کے لئے ہے ۔ حاجت سے چیزیں ایجاد ہوتی ہیں ۔ تو اگر تم کو یحییٰ کی حاجت ہوتی ۔ تو حصولِ

یکجہتی کے لئے ترکیبیں ایجاد کرتے + مگر تم تو اُس سے ایسے محتاط و مستغنی بنتے ہو کہ گویا تم کو عدم احتیاجی کی بھی حاجت نہیں پھر اُسکو تو اس سے زیادہ ہونا چاہیئے کہ اسکو اپنی وجود کی بھی حاجت نہیں +
تو عدم تملیک کا نام فقر ہے + جس کے پاس فقیری کی بھی دولت نہیں اس سے بھی مستغنی ہو تو محض غنی ہے + وہ صرف اُسکی ذات ہے + جس سے تم فعلاً خود کو مشابہ کرنا چاہتے ہو + کہ ہم بھی اُسی کی طرح مستغنی ہیں - اس لئے مجھ کو اسکی کیا حاجت ہے + پھر ایسے غنی کو جو حاصل کرے وہ کب فقیر ہو سکتا ہے +
لیکن حاصل کیا ہوا - مملوک ہوگا - تو اُس نے تو تم کو پیدا کیا تم اسکو کیسے ایجاد اور پیدا کر سکتے ہو + اگر پیدا کروگے تو یہی کہ ہر ایک فرد بشر کے ذہن و تصور میں ایک ایک قسم کا ایجادی یکجہتی بس رہا ہے -
وہ بالکل باطل ہے + بلکہ وجود خارجی واصلی یعنی زینتی جو اسکے دو تصور کا ظل ہے + ان سب کو بطلان میں داخل کر دیا ہے + اور یہ مرضی ہے کہ سب لوگ ایسا سمجھتے جائیں - کہ جو کچھ سمجھ میں نہ آئے وہ یکجہتی ہے +
اس لئے اس کی مرضی نہیں کہ کوئی اسکو پہچان سکے اور اگر پہچانے تو یکجہتی ہی کے ذریعہ سے پہچانے تو اگر وہ یکجہتی کو کوئی بشر سمجھتا ہے تو کوئی بشر کسی کو بھی یکجہتی تعالےٰ تک نہیں پہونچا سکتا -
اگر اپنے زور سے وہاں تک پہونچاوے تو وہ خود ہی یکجہتی تعالیٰ ہے - بس یکجہتی تعالیٰ تک یکجہتی تعالیٰ ہی پہونچا سکتا ہے + تو اگر یکجہتی تعالیٰ کو خارج از بشر سمجھتا ہے تو البتہ کوئی سبیل رسائی کی نکل سکتی ہے + مگر افسوس کہ عاقل و ناقل دونوں زندان میں ہیں - عاقل حکمت کے دام میں ناقل اس کے نقل کرنے کے دام میں + دونوں میں قلب و قالب کی ہیئت سے طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں - برے خیالات کا نتیجہ شیطان ہو جاتا ہے - اچھے خیالات کا نتیجہ فرشتہ + تو ایمان ان کا بجھ گیا ہے - اندھیرے میں پڑ گئے ہیں - نہ علت سے معلول کی طرف کا راستہ ملتا ہے - نہ معلول سے علت کی طرف کا - نہ اس کی طرف کا جو علت و معلول و علت للعلل سب سے بری ہے - اس لئے خالص بدی کے نیچے بن گئے ہیں + برے ہیں وہ لوگ جو زبردستی بدی سے معرفت حاصل کرتے ہیں + پھر افسوس ہے کہ نصیحت نہیں سنتے + اگر سنتے ہیں تو عمل نہیں کرتے + جو عمل کرتا ہے - اُس پر ہنستے ہیں + اور جو ہنسے جاتے ہیں مکرر ہنسے جائینگے کہ خوف سے نیکی کرنی چھوڑ دیتے ہیں + بدی کی اتباع کرتے ہیں اور نیکی سے گریز + نیکی کے سطح سے پھسلکر بدی کے خندق میں گر جاتے ہیں + اور نمائیش کا برو تقوای استعمال کرتے ہیں + کہ یہ فعل ہوا میں بگولا ہوتا ہے - جس سے سان انعامات منقطع ہو گئے ہیں کہ ؎

نیکوئی با بداں کردن چنان ست   کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

زمینِ شور سنبل بر نیارد درو تخمِ عمل ضائع مگرداں

اس لئے کہا جاتا ہے کہ نصیحت تخم ہے۔ دِل کھیت ہے۔ عدم تعمیل ایک شیطانی چڑیا ہے۔ جو سب دانوں کو چون لیتی ہے۔ جو چٹان پر پڑ جاتے ہیں وہ نہیں اُوگتے۔ جو کسی قدر اچھے کھیت میں پڑکر اُوگتے ہیں اور دھوپ کی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں تو سُوکھ جاتے ہیں + اچھی زمین میں اچھا اوگتا ہے + اس بھلائی بُرائی کی یہ حالت ہے + پس اچھائی آرزو سے نہیں ملتی ہے اور بُرائی بے آرزو کئے چلی آتی ہے اس سے بچنا چاہئے + سب پیشہ حلال ہے + مگر بدی کا پیشہ کبھی حلال نہیں + حتٰی کہ پیشہ حلال یا اور کوئی حرکات و سکنات جو طیبات سے بھی ہوں۔ اگر بے موقع و بے محل واقعہ ہوں تو وہ بھی حرام ہیں۔ پس میرا یہی حکم ہے کہ بُرائی کو اپنے جسمانی و روحانی عالم سے بدر ہونے کا حُکم دو۔ یہ نفس امارہ دُشمن خانگی ہے + متکبر و مغرور جب تک متکبرین ذلیل ترین سے جوتا نہیں کھاتا درست نہیں ہوتا + اُس کو جوتا مارنا کچھ گناہ نہیں بلکہ گنبے کا علاج ہے۔ علاج و تعلیج یہ بھی نیکی ہے + اور نیکی ہی کا نام دین ہے + یہ دین چکنی سطح کا بنا ہوا ہے + ذرے سے میں آدمی پھسلجاتا ہے + کبھی ؎

شد غلامیکہ آب جو آرد آبِ جو آمدہ غلام ببرد

کا مضمون ہو جاتا ہے + کہ سراپا نیک ہی ہو جاتا ہے + حتٰی کہ اُس کی بہت سی بدی بھی نیکی ہو جاتی ہے + مگر وہ بدی اُس نیک کی ایسی ہی زیب دیتی ہے جیسے زری کا کام سبز و کبود پر + کیونکہ اُس ایسے نیک کو مرضِ عشق جو اضطراری و اختیاری ہے پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ؎

جو آگیا اس راہ میں سالک وہی ٹھیرا گمراہ ہوا جو نہ اِدھر کا نہ اودھر کا

مگر کوئی شخص خارج از طاقتِ بشریہ کسی بات کے لئے مُکلف نہیں کیا جاتا۔ تو نیکی بے تکلف حاصل ہوسکتی ہے۔ کہ ذخیرۂ نیکی کے سبب سے رضوانِ یحیائے تعالیٰ حاصل ہو۔ اور عشق سے اس کی معرفت۔ نہیں تو یہی کہنا پڑیگا کہ ؎

خاک چھانی در بدر ہم نے تلاشِ یار میں	جامۂ ہستی ہمارے تن پہ میلا ہو گیا
دل میں جب آئی کدورت وہ صفائی پھر کہاں	آئینہ میں جب غبار آیا تو اندھا ہو گیا

لیکن فیلسوف کا ارادہ بدلتا بھی ہے بے وقوف کا نہیں۔ وہ اپنی بے وقوفی و حماقت و بدی پر قائم رہتا ہے۔ اپنی لاعلمی کا علم نہ ہونا سخت بے علمی و بے وقوفی ہے + دیکھو ہوشیار رہو کہ زشتی پہلے مہمان ہوتی ہے + پھر میزبان ہمیشہ اُلٹ پلٹ کر بدہی رہتی ہے۔ جیسے

پا کہ جو اُلٹو تو ہو جائے آپ اُلٹ کر ہر اک پاپ ہوتا ہے پاپ

اور ایمان اُن کا یہی کہہ کے ناپ
فکنت بنفسک من الکافرین
وللکافر لیس من دافع
رئیت القواریر من زیبق
ولم منہ یمشی علے رابع
جعلنا من الماء کل شئ
علی الارض یمشی علے بطنہ
فلما انسوا نعمت ربہم
رئی اللہ ذالک الیک حسن

کرتھا پوت خود اور خود اپنا باپ
لگاؤ ہر اک جبیں پر یہ چھاپ
اگر یہ وہ دیتے رہیں تجھ کو تھاپ
کرتھا لعم کا جس میں خالی ملاپ
کسی کو ہے پنجہ کسی کو ہے ناپ
یہاں تک کہ پانی سے بنتا ہے بھاپ
کہ چلنے میں دیکھو تو شن شناپ
پلٹ کر کیا اُس نے سب کو گرداپ
ہماری ہی گا گا کے ہردم الاپ

پس نیک چلنی بہت بڑی حمد و ثناء کا الاپ ہے + متاہلین مستمری سے بچانا ہے + دفتر لاہوت کے رجسٹر اور لوح محفوظ میں نیک چلن اوگت تابعین کے نام سے یاد کئے گئے ہیں + ہر ایک کے بارہ میں روزانہ ڈائری لکھی جاتی ہے + رپورٹ ہوتا رہتا ہے۔ جو کچھ لوگ فعلاً اور قولاً اور فکراً عمل کرتے ہیں حسب وارلست کی طرح بالائی پوسٹ آفس میں پارسل ہوتے رہتے ہیں۔ وہاں بالائی فونوگراف میں ممہور ہوتا ہے۔ جو مصدوہ ہوگا اسکو ادھر اُدھر حرکت کرنے سے پہلے اپنے اعمال کا پارسل دیکھنا پڑیگا + جو بدی پر نیکی سے غالب آجائیگا مرد میدان ہوگا + پس اے نیک مردان بکوشید تا جامہ بداں نپوشید ہمیشہ سنت وبلوت اور سکنت وسلوت سے رہو + دوامی من وسلویٰ کے مالک بنجاؤ + دیکھو جسم کا معمار روح اللہ ہے۔ اسکی روحانی وجسمانی تعمیر کسی ناپاکی سے خراب نہ کرو۔ یہ ابدی زندگانی کی قیمت ہے + اسکو دیکر اُس کو لینا ہے + کیونکہ اگرچہ تمام کائنات زندگی سے پُر ہے۔ مگر سب مستعار ہے + موت جو ہے وہ حیات سے پہلے بدل وجان معانقہ کی مشتاق ہے۔ تمام ڈھونڈھتی پھرتی ہے + اس لئے کسی قدر عمر دراز ہو مگر مدت حیات تھوڑی ہے + دفتر اموات بالکل رو بہ تنزل نہیں گویا دوسری ولایت میں جانے کے لئے اسی پاسپورٹ کی ضرورت ہے + اور یہ ایک پھل ہے جس کا مزہ چکھانا منظور ہے + یہ بڑی تیز تلوار ہے جو کچے دھاگا سے سر پر آویزاں ہے + پس کل کے لئے بیکل نہ رہو + کل آپ فکر کریگا۔ آج کا دکھ آج کے لئے بس کرتا ہے + دنیا ایک قدرتی عجائب خانہ کا میلہ ہے + اس میں سب طرح کی چیزوں کا ٹکسال ہے + بینا بازار ہے + مگر تم شیطانی سکے نہ چلاؤ + نہ شیطانوں کی صحبت میں رہو + اس کی تعبیت وبیعت اچھی نہیں

سفلۂ خوش پوش را بر مسندِ خود جا مدہ کفشِ زریں گر بود بر سر نہ بائید نہاد

تو ان اصحاب السیات کی صحبت اکدم روحانی زہر قاتل وجہنم ہے + ملک الموت سے مصافحہ بہتر ہے + مگران کی صحبت بہتر نہیں + ان کے بنوع و تابعدار مجرم ہیں + کیونکہ شیطان پر درود پڑھنے والا شیطان ہے + شیطان اپنے دین و دنیا کو بلا قصور ذبح کرتا ہے + حرام زادے کی نسل ہے اِس واسطے حرام زادہ ہے + کس لئے کہ دریائے شور کی نہریں بے محل شیریں نہیں ہوتیں + پس جہاں کے بدچلنی کے بارہ میں لوگ کسی طرح سے بھی شاکی ہوں۔ اور وہاں پولس۔ محکمہ۔ جیل اور عدالت کی ضرورت ہو وہاں ہنوز اطمینان بخش تعلیم شائستگی و نیک روی سرایت نہیں کی ہے۔ کیونکہ راضی پیش قاضی نمیرود۔ پس معلوم ہوا کہ لوگ ہنوز اخلاقی جرم بلکہ ہر ایک دُنیاوی جُرم جو عین دینی جرم ہے اُسکے مرتکب ہو رہے ہیں + کہ ظاہری جُرم کا فیصلہ ظاہری حاکم کردیتا ہے۔ ظاہری و باطنی جرم کا فیصلہ احکم الحاکمین کردیتا ہے۔ اب چاہئے اُسکو مصائب ڈال کر کرے یا فرداً فرداً برگِ عام یا مصائبِ عام سے کردے۔ یہ اسکو اختیار ہے۔ فعل الحکیم لایخلوا عن الحکمت و ہو عزیز الحکیم + لہذا حکیم کی یہی حکمت ہے کہ قتل کرنا قتل کرنے کو خوب روکیگا + ورنہ بے قصور ایذا پہونچانا البتہ ظلم ہے + تو ظالم و موذی کو گرگ و پلنگ اژدر و نہنگ سے نسبت ہے۔ اور نیکو کار کو گوسپند سے + پس اگر ظالم موذی کا آئین و قانون تسلیم کرلیا جائے۔ تو سانپ بچھو بھی موذی نہیں۔ کیونکہ اُن کے سرپرست نے ان کو ایذارسانی کی تعلیم کی ہے + سو وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں + مگر درحقیقت وہ ظلماً نہیں ڈستے تو احکم الحاکمین کسطرح کوئی بلا۔ ظلماً نازل کریگا + ہرگز نہیں۔ مگر تم کو اس کا علم نہیں + جس کو اپنی بے علمی کا بھی علم نہ ہو بڑا جاہل ہے

اے بسا جاہلانِ بد انجام تیغ در دست و بر زباں دُشنام

جہالت میں رہ کر جہالت سے بُہت کچھ علم حاصل کر چکے۔ اب علم کا علم حاصل کرو + علم امام ہے عمل اُسکا تابع ہے + علم بے عمل بالکل مُردہ ہے + جو راجہ عالم نہیں پرجا اسکی جاہل ہوگی + کیونکہ جب حکیم نہیں تو حکمت کہاں + دیکھو ایک عالم سو جہالت کو ایسا کھوتا ہے جیسے صدہا بطلان کو ایک حق یا جس طرح سو راحت کو ایک رنج۔ غرض کہ چشم علم سے دیکھنے میں معلوم ہو جائیگا کہ ہرگز منجانب اللہ ظلم نہیں۔ پس بلاؤ وبا کا ہونا اور عرش نشین کی اُمت کو عرش نشین بنانا یہ سب عدل ہے + پس جو فرماں بردار ہو کے فرمانروا کو فرمانروا سمجھ کے قبول کرچکا وہ خود فرمانروا ہو چکا کہ اُس نے اپنے نفس پر فرمانروائی کرکے اُس کی فرمانبرداری کی طرف رجوع کیا۔ اسواسطے خرمانروا میں پہونچکے فرمانروا ہوگا + مگر جس قدر روح الخبث متشکل بشکلِ انسانی ہو کر آئی ہیں وہ مخالف و دشمن ہوتی ہیں + تو دشمن اُس وقت تک جھوٹا ہے جس وقت

تک دوست نہ بنے + پھر جس دم شکایت کی اُسی دم دشمن ہو گیا + پس بُرائی ظاہر ہونے سے آدمی بُرا کہا جاتا ہے تو جو باطن میں ازراہ دشمنی و خباثت وغیرہ وغیرہ مجرم ہو گا وہی عالمِ ظاہر میں بھی + ظاہراً اور باطناً مجرم و مخالف ہو گا۔ اگرچہ مخالفین بایکدگر جھوٹے اور سچے سمجھے جاتے ہیں + لیکن سچ یہ ہے کہ جو ہر طرح غالب آجائے وہ سچا ہے تو سچا ہی واعظ ہونیکے لائق ہے + پس بمصداق لقمان از بہر سقمان یہ جملہ وعظ و پند ناراست رو کے لئے ہو گا اور رہا کرتا ہے۔ کیونکہ راست رو کے لئے حاجت نہیں + لیکن ناراست رو اپنی ناراست روی سے دوسرے کی راست روی کو ناراست روی سمجھتے ہیں اور خود کو راست رو۔ اِس لئے خود کو واعظ و ناصح ہونے کے لائق سمجھتے ہیں + حاکم الجاہلین بنتے ہیں + اور خود بھی جاہل ہیں۔ کہ ؎

میزنند ہرچہ برزباں آید میخورند ہرچہ درمیاں آید

نہایت تلہف و تاسف ہے۔ کہ یہ عند اللہ اپنی تحقیر و تزئیف کراتے ہیں۔ ان کی ہر قسم کی زندگانی سے موت بہتر ہے ؎

نیکو گفت لقمان کہ نا زیستن	بہ از سالہا برخطا زیستن
بہ است آنکہ در عہدِ طفلی بمُرد	کہ پیرانہ سرچوں جوانی بہ برد
چو شان زندہ ہرگز مبادا کسے	کہ مرگے بہ از زندگانی بسے

باب ۷ قول ماتھو بیان

دیکھو ہر ایک جملۂ ماقلّ و دلّ میں ایک دفتر اس طرح بھرا ہوا ہے۔ جس طرح کسی قسم کے حوالہ دینے میں دفتر کا دفتر اُس حوالہ میں شریک ہوتا ہے۔ جیسے اگر کوئی کہے کہ ؎

واذکروا فی الکتابِ اسمٰعیل + انہ کانَ صادقِ الوعدِ

تو اب اسمٰعیل کی کتاب دیکھنے کے بعد کروڑہا باتیں اسمٰعیل کی معلوم ہو سکتی ہیں۔ جو اس حوالہ میں پیچیدہ ہونگی۔ اس لئے حوالہ دینے والا گویا اسمٰعیل کے بارہ میں یک حوالہ میں سب بیان کر گیا + اسی طرح کتابِ ابراہیم و یحییٰ و مریم پر حوالہ دینے سے سمجھا جا سکتا ہے + تو کسی ظاہری چھوٹا جملہ کو باطناً چھوٹا نہ سمجھو + اور اب اُس ماں کی تعریف کرو تو بہتر ہے جس کے بیٹا کے بطن میں ہم ایک ماربل کی شکل میں ہو کر یہ سب بول رہے ہیں + اور وہ تعریف یوں کرو کہ ؎

حضرتِ بلقیسِ ثانی عصمتِ دنیاؤ دیں	زہرۂ چرخِ شرافت مریمِ عصمت گزیں
قبلۂ کون و مکان و کعبۂ ہر آن و ایں	باطناً سرِّ الٰہی کس نمے داند چنیں
درسرائے علمِ ازلی از ازل خلوت نشیں	خود برآمد خود درآمد خود نشستہ درکمیں

گاہے اب گشتہ گہے اُم گاہے ابنِ بہتریں — گاہے سہ گشتہ گہے یک گاہے ہیچ از ہمتریں

نور گر گویم ترا گو ید چنیں عقلِ متیں — تو نہ ہرگز نورہستی بلکہ صد نور آفریں

تو نہ در ارض و سماء و لامکاں ہستی مکیں — خادم ادنٰے تو میباشد سرِ عرشِ بریں

میرود پیشِ تو آں ہرکارۂ روح الامیں — ابنِ تو یحییا، و یحیٰی گشتہ مارِ آستیں

گشت یحیٰی مارچوں باشد سرِ چیں بر جبیں — اندریں گنجینۂ مخفی نہاں شد نازنیں

یہ سب باتیں ماں چپ چاپ بیٹھی سُنتی رہی۔ اُس کے بعد ماں نے بڑی محبت سے بچہ کا بلائے لیا اور غم آلودہ لہجہ میں کہا۔ کہ

مسدس

مُلکِ عدم سے لا کے تجھے در شکم رکھا — خونِ جگر کھلا کے تجھے دمبدم رکھا

چلنے میں احتیاط سے ہر اک قدم رکھا — ہر بات میں خیال بدرجۂ اتم رکھا

یاں تک ہوا ظہور بدنیائے دوں ترا

دیکھا کیا خوشی سے رُخِ لالہ گوں ترا

کی ہم نے پرورش تری ناز و نعم کے ساتھ — بے انتہا محبت و رحم و کرم کے ساتھ

فضلِ خدا سے عزت و جاہ و حشم کے ساتھ — صد ہا غلام و نوکر و صد ہا خدم کے ساتھ

جب موسمِ بہار کی بادِ صبا چلی

باغِ سفر میں جا کے شگفتہ ہوئی کلی

فضلِ خدا سے سبطِ شفیع الامم ہو تم — کس بات میں خدا کی عنایت سے کم ہو تم

روشن دماغ و عاقل و عالی ہمم ہو تم — سردارِ قوم و صاحبِ سیف و قلم ہو تم

شانِ خدا و دستِ یمینِ خدا ہو تم

کیوں پائے تختِ مولدِ خود سے جدا ہو تم

فرقت سے تیری سخت کلیجہ میں درد ہے — دل مضطرب ہے لب پہ سدا آہِ سرد ہے

دو چشم تر ہیں چہرۂ سرخاب زرد ہے — عالم ہمارے سامنے اِک دم سے گرد ہے

لالائے رنج نے مجھے لولو بنا دیا

پہلو کا داغ لالا کے پہلو بنا دیا

سنتی تھی میں سفر کی تمہاری صعوبتیں — فاقہ کشی کی حالتیں جملہ عقوبتیں



گویا طرح طرح کی تھیں تم پر مصیبتیں — اُس پر سے اور سخت عدو کی عداوتیں

گر دشمنی ہو آلِ رسولِ خدا کے ساتھ
یہ دشمنی ہے شافعِ روزِ جزا کے ساتھ

اُمید ہے خدا سے تجھے بخت ہو نصیب — باج و خراج و تاج و شہِ تخت ہو نصیب
سنسا تیرے ہاتھ میں یک لخت ہو نصیب — لیکن یقین ہے دکھ بھی بڑی سخت ہو نصیب

ہر چند صبر کرتی ہوں لیکن مسوس کر
روتی ہوں رات دن ترے دشمن کو کوس کر

اولاد سے مری جو عداوت مآب ہو — یا پاک بے نیاز وہ خانہ خراب ہو
اُس پر خدا کی مار بقہر و عذاب ہو — اُس قہر پر بھی قہرِ شدید العقاب ہو

اُس کو نہ میرے جد کی شفاعت نصیب ہو
فی النارِ والسقر ہو حزین و کئیب ہو

سبطِ رسول سے جو عداوت گزین ہوا — بے پھول پھل جہاں میں تو دیں میں حزیں ہوا
یوں کیوں نہ کہدوں بلکہ جہنم نشین ہوا — شیطان سے بھی بڑھ کے خبیثِ لعین ہوا

وقتِ نماز اُن پہ درود و سلام ہو
کیسا ہے وہ جو بعدہ یوں بدکلام ہو

اے مدعیٔ سبطِ نبی بددعا سے ڈر — کچھ بھی اپنے شافعِ روزِ جزا سے ڈر
ڈرتا نہیں ہے ان سے تو اپنے خدا سے ڈر — اس واسطے عداوت و جور و جفا سے ڈر

خاتونِ سیدہ ہوں میں بنتِ بتول ہوں
دختِ علیؑ و دخترِ دختِ رسول ہوں

اے میرے نورِ عین نصیحت مری سنو — لختِ دلِ حسین وصیت مری سنو
آلِ رسول ہو تو ہدایت مری سنو — ابنِ علی ہو گر تو وراثت مری سنو

میراثِ جدِ پاک رہِ مستقیم ہے
جس میں رضائے حق ہو وہ دار النعیم ہے

گھر سے مرے شریعتِ غرا کی ہے وجود — ساری حقیقتوں کے حقیقت کی ہے وجود
میرے نبی سے جملہ نبوت کی ہے وجود — میرے ہی خاندان سے شہادت کی ہے وجود

اسلاف سے ہمارے سخاوت عیاں ہوئی
اجداد سے ہمارے شجاعت عیاں ہوئی

میراث جملہ خوبیٔ وحسنات ہے مری
راہِ خدا میں مرمٹیں وہ ذات ہے مری
اب آرزو جو ہے یہی دن رات ہے مری
کہد و یہ خم کو ٹھوک کے کیا بات ہے مری

بیٹا مگر نہ پشت سوئے کارزار ہو
برچھی بھی گر جگر سے ترے آر پار ہو

لیکن خدا کے واسطے ملجاؤماں سے تم
محفوظ پھر رہو گے بلاؤزیاں سے تم
نچتے رہو گے پنجۂ شیرِ ژیاں سے تم
امداد پھر بھی چاہو خدائے جہاں سے تم

دولہن کے دیکھنے کی ہے گو آرزو مجھے
لیکن مراد کی ہے نزے جستجو مجھے

صد شکر ہے خدا کا جو آکر ملے ہو آج
دیتی ہوں میں دُعا کہ میسر ہو تجھ کو راج
پھر دشمنِ خدا و مسیحا سے لو خراج
بیمارِ دینِ حق کا کرو سیف سے علاج

حق میں نزے ہماری دُعا سودمند ہے
پھر اُس دعا کے ساتھ ابھی چند پند ہے

وہ یہ ہے اے عزیز کہ انصاف کیجیو
بے جرم پر نہ دستِ جفا صاف کیجیو
جو سر جُھکائیں اُن پہ تو الطاف کیجیو
سرکش جو ہو تو نقطۂ احداف کیجیو

جب کامیاب ہو تو خدا کو نہ بھُولنا
کرتوت پر نہ اپنے تکبر سے پھُولنا

پھر یہ کرو کہ دینِ مُقدس کا نام ہو
ہر شخص کی زباں پہ خدا کا کلام ہو
ہمقوم و ہم زباں ہوں قصہ تمام ہو
دنیا اور دین دونوں کا اچھا نظام ہو

پہلے تجھے ہمیشہ یہی فکر و غور تھا
کفار کا خیال مگر اور اور تھا

جب لوٹ کر گیا تو یہ امرِ خدا ہوا
خصمِ خدا کا خون بہانا روا ہوا
تیرا بھی حکم سنتے ہی یہ جابجا ہوا
خصمِ خدا کو قتل کرو پھر غزا ہوا

تم خود ہی ابن و اب ہو نہ ہرگز کپوت ہو

راہ خدا میں مر مٹے بیشک سپوت ہو

روح الامین ہو کے نہ دشمن سے کچھ ڈرو
پیٹ اور منہ حرام کے لقمہ سے مت بھرو

کھائی یہ مرد ہو کے نہ بے کار تم مرو
مرنا تو ہی ہے دشمنِ یزداں سے لڑ مرو

یہ کیا کہ صرف منہ سے کہو میں امام ہوں
بندہ خدا کا اور اُسی کا غلام ہوں

واللہ گر خدا پہ تمہارا یقین ہے
کس کا یہ آسماں ہے یہ کس کی زمین ہے

پس یہ یقین دونوں جہاں میں عین ہے
دُنیا ہے ایک - ایک ہی اللہ و دین ہے

گر اعتقاد ہے تو اُسی پر یقین کرو
بد اعتقاد ہو تو چنان و چنیں کرو

لیکن یقین ہے کہ نہ ایسے ہو تم کبھی
بے خوف ہو کے پھرتے ہو عالم میں تم سبھی

سنسار میں ہیں جس طرح چھوٹے بڑے سبھی
بڈھے نہیں ہو وقت ہے باقی بہت ابھی

کوشش کرو کہ خلق میں رشتی حرام ہو
فکر و بدی کا سارے جہاں میں نہ نام ہو

راضی ہو تاکہ خالقِ کونین و جملہ خلق
جو چیز چاہیں پہنیں ضروری نہیں ہے دلق

پھر ذکر سے ہو اُسکے مطہر زبان و حلق
دل پاک ہو بدی سے کنارہ ہو طبر و طلق

راضی ہو پھر تو سب سے وہ جل جلالہ
رحمت کرے ہر اک پہ وہ عم نوالہ

اِسرار اُمِّ شاہِ دو عالم ہمیں تو ہیں
مریم کو جانتے ہو وہ مریم ہمیں تو ہیں

رُوح المسیح و رازِ مکرم ہمیں تو ہیں
جملہ وجود و رُوحِ مجسم ہمیں تو ہیں

آتی ہوں اپنی شکل بدل کر کہاں کہاں
جلوہ مرا ہے از ہمہ جا تا بہ لامکاں

حیؔ سے ہے ابن - ابن سے بنتِ حیا رہا
پھر بنتِ ابنِ آدمِ ہذا ہوئی جدا

وہ ابن حی ہے آدمِ اوّل عدیم زا
خود ہی ہیں وہ جو ہونگے خدا پر کبھی فدا

خود کون ہوں کہ مریمِ ناکد خدا ہوں میں
اب کو بنامِ ابن دیا اب یہ کیا ہوں میں

جواب تھا روح بنکے ہوا رہبرائے خلق
پھر پردہ پردہ ڈھونڈھی بہت کچھ وفائے خلق

پھر بنت زوجہ بنکے ہوئی رہگرائے خلق
آئی نہ بہتری کی کہیں سے صدائے خلق

یہ معجزہ مرا ہے کہ بے زوج ابن دوں
پھر نبت دیکے خود کو جہاں چاہوں کھینچ لوں

بس خاتمہ یہیں پہ ہوا سر سے تا کمر
دیکھا جو جو تا بہ کعبۂ و پا خم کشیدہ تر

عرش بریں پہ کرسی ہے اُسپر ہوں جلوہ گر
شکل محمدی تھی کہ پڑھ لو زپاؤ سر

جب میں کھڑی ہوئی تو ہوا قدرہ قویم
پھر خطِ ثلث میں وہ ہوا خطِ حرفِ میم

یہ شکلِ ثلث ایک تھی میمین میں نہاں
زیروزبر بخطِ الف ہے یہاں وہاں

واحد ہوا بشکل الف قامت عیاں
علت ہے سارے اسمِ معلیٰ میں بے گماں

علت ازل سے لیکے ابد تک ہے بے خلل
بس دورۂ الف کو کہو علت العلل

بے برگ و بر جو نخل تھا مجھ سے ہرا ہوا
خود زادِ ما بسوئے علا خود بڑا ہوا

اعجاز ہے نشست میں میرے بھرا ہوا
پس تینوں ایک بن کے انوکھا کھڑا ہوا

پھر تین کیا کہ سب ہو مگر ایک ہی ہے وہ
ہے لاشریک خود بہ دگر ایک ہی ہے وہ

زرتشت و رام و یوسف و موسیٰ تمہیں تو ہو
الیاس و خضر و احمدِ اصفیٰ تمہیں تو ہو

بدھ و شیث و آدم و عیسیٰ تمہیں تو ہو
روح الامین لے مرے یحییٰ تمہیں تو ہو

مہدی آں مسیح معلیٰ تمہیں تو ہو
سب مر بلا گئے و لے یحییٰ تمہیں تو ہو

پس عالم رویا میں ان حسرت آمیز باتوں سے دونوں ماں بیٹا خوب جی کھولکر گریہ و نوحہ میں مبتلا ہو گئے۔ کہ اس نوحہ سے طوفانِ نوح برپا ہوا۔ کہ آسمان ایک گنبدِ حباب بنگیا + اور ابن اپنے بطنِ ام میں غائبانہ طریقہ سے پناہ گزیں ہوا۔ کہ اسکو سر مو محسوس ہوا۔ کہ کیونکر داخلِ بطنِ مبارک ہو گیا + اور وہاں مرحوم و مغفور ہے ۱۲ اسوقت جو کچھ ماں کو علم ہوتا تھا اس سے وہ آگاہ ہو جاتا تھا جتنا نفسِ مادری تمام دُنیا کی خبر رسانی کر رہا تھا + بچہ کو سب واقعات فاتیہ یاد تھے + کہ میں فلاں ہوں جو اسدم بطنِ مادر میں ہوں ۱۲ اس عرصہ میں بلا وسیلۂ قانونِ فطرت نامعلوم طور سے پیدا ہو گیا + کہ زچہ زچگی سے پاک اور بچہ بچگی سے + اسدم بچہ نے بے ساختہ بہ صیغۂ مجہول یہ کہا کہ سلام علی یوم ولدت

ویوم اموت ویوم ابعث حیّا اور ماں نے کہا کہ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ واتیناک الحکم صبیا + تو اُدم بچہ اپنی چشم حسی سے خود کو سراپا مسنون الوجہ وحسین پاکر متعجب ہوا کہ یہ آنکھ اندر اور باہر سراپا کیونکر دیکھتی ہے + پھر نہ ملبس ہوں نہ برہنہ + ہاتھ میں دوشاخہ تلوار ہے + دست یسار میں ایک خاکی آسمانی آمیز رنگ کا کرہ ہے + اُس پر ایک اسپ ادہم کا نقشہ کسا کسایا ہوا تیار ہے + اور ایک طرف یہ لکھا ہوا ہے کہ الیوم لمن الملک لله الواحد القہار + ہاتھ تمام شرقاً اور غرباً۔ شمالاً اور جنوباً۔ کشادہ ہوتا جاتا ہے + زبان بہر سمت پھیلتی جاتی ہے + اس عرصہ میں جوق جوق فوج گذرنے لگی۔ اس میں جو علم تھا اُس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ یحییٰ عین اللہ + اور اسی کلمۂ قدسیہ کو افواج نے بڑی خوش آوازی سے گاتے بجاتے ہوئے ماں کے سامنے آکے سر جھکائے۔ اور چند صلوٰۃ وسلام بہ مژدۂ انجیل سُنا کر نذرانہ پیش کئے + ایک خوانچہ میں کاسۂ مرصع تھا جس میں شراب وشیر وشہد۔ جُدا جُدا اور ملا ہوا تھا۔ زچہ نے بچّہ کو پینے کو دیا + بچہ نے جب اُس میں نظر کی تو اُسمیں ساری خدائی دکھائی دی۔ اُسکے پیتے ہی سوڈا واٹر کی طرح بسبیل حباب شکم سے آواز آئی۔ کہ سیروا فی اللہ وانا فیک وانت فینا + انا الاول۔ انا الآخر۔ انا الباطن۔ انا الظاہر۔ انا اللہ + انا النور انا العلم + انا العقل انا الروح۔ انا الحور۔ انا الحق وانا الکل انی انا اللہ لا الہ الا انا وانی علیٰ کل شئی قدیر۔ اسکو سبھوں نے سنا۔ کہ سنتے ہی سب لوگ مِل جُل کے کچھ گانے لگے۔ اور ماں نے پیار سے بلائے لیکے یہ کہنا شروع کیا کہ ؎

درجۂ قُربِ دنیٰ و فتدلیٰ تیرا — قابِ قوسین ہے اِک رُتبۂ ادنیٰ تیرا
کرسی و لوح و قلم عرشِ معلیٰ تیرا — عرش کیا چیز ہے خود باری تعالیٰ تیرا
جُز ترے کون ہے وہ دیکھے جو اعلیٰ تیرا — سب سے بیگانہ ہے بالذات ہیولیٰ تیرا
اسم اعظم ہے تو ہی اسم ہے ازلی تیرا — اسم بے اسم ہے ہر اسم مسمّیٰ تیرا
حورِ کونین کو دھتکار دے تقویٰ تیرا — میں ہی محبوب ہوں معشوق ہوں سلمیٰ تیرا
ہاتھ سے آکے ملا جب یدِ طولیٰ تیرا — ہو گیا شمسِ ضحیٰ لس یدِ بیضیٰ تیرا
وہ منارہ جو ہے در عدوۃِ قصویٰ تیرا — اور قدوس میں وہ مسجدِ اقصیٰ تیرا
تو ہی موسیٰ تو ہی عیسیٰ تو ہی مولیٰ تیرا — آہ و الآہ یہی آہ ہے اھویٰ تیرا
کیا محمد نے سُنایا نہیں بشریٰ تیرا — اُن کے خود ہاتھ میں تھا عروۃِ وثقیٰ تیرا
مہدِ مقدس ہے مراجنتِ ماویٰ تیرا — ہے یہی ممبر و محراب و مُصلیٰ تیرا

دین و دنیا تری عقبیٰ ترا اخریٰ تیرا — ما بہ ماخالق ومخلوق ہے ذکریٰ تیرا
ذات بے مثل مری عین ہے مثنویٰ تیرا — خود کی اور تیری قسم ٹھیک ہے دعویٰ تیرا
کیا کوئی سمجھے بھلا رمزِ مودیٰ تیرا — کون پڑھ سکتا ہے فطری خطِ طغریٰ تیرا
بلوہ عام نہیں ہے۔ یہ ہے بلویٰ[1] تیرا — تاکہ بلوہ میں سبھی دیکھ لیں طغویٰ[2] تیرا
مجھ عذارا کے لئے ہے سبھی عذریٰ تیرا — تیری ہستی ہی فقط عین ہے علبیٰ[3] تیرا
کسکی طاقت ہے سمجھ لے جو یہ فحویٰ تیرا — اے مثبت مری یہ سب ہے محشیٰ[4] تیرا
پہلی آمد میں تھا دعوائے تحدّیٰ تیرا — ابکی یہ کہدے کہ ہے حیۂ و اوحیٰ تیرا
بلکہ یہ کہدے کہ ہے جملہ تماشیٰ تیرا — ہے یہی خود سے زخود وعدۂ واویٰ[5] تیرا
عکسِ تاثیرِ وجودِ تو لبشد مہر منیر — اسکو جو دیکھ لے وہ دیکھے تجلیٰ[6] تیرا
سورۂ نجم ذرا پڑھ کے تو دیکھو پیارے — اس میں ہے تذکرہ جلوۂ عظمیٰ تیرا
اور ذو القربیٰ ایامیٰ و یتامیٰ سارے — سب کے سب کھا گئے اکدم منّ و سلویٰ تیرا
میرے آگے یہ کہو ہاتھ اُٹھا کر جانا — تو مربّی ہے مرا میں ہوں مربّیٰ تیرا
تو ہی نے مجھ کو بنایا ہے نمونہ اپنا — تو ہی چاہے تو یہ مٹ جائے مثنیٰ تیرا
ذرہ ذرہ ہیں منادیٰ دمنادیٰ باہم — اے تو یحییٰ ہے منادیٰ دمنادیٰ تیرا
انتا ھنت کما ھنت انا یا انّا — اس لئے دشمنی کرتے ہیں اناسیٰ تیرا
تین ہے ایک میں وہ ایک ہی تینوں میں ہے — از ثلاثیٔ مجرد ہے یہ زلفیٰ تیرا
اور انگلش میں ہیں فطرت کے معانی نیچر — نیچری سب ہوئے نیچر ہے مزکیٰ تیرا
جو پھرے تجھ سے یقیناً وہی کافر ہوگا — اُسکے بارہ میں بہت ٹھیک ہے فتویٰ تیرا
اس میں گر بحث کرے کوئی تو کہدے اسکو — ہوش میں آؤ کہاں ہے دلِ اعمیٰ تیرا
خلق اللہ کو بولا جو عیالِ اللہ — اُس سے یہ پوچھو کہ کیا اسمیں ہے نجویٰ تیرا
اُس پہ یہ طرہ کہ ہر نفس ہے من واحدۃ — واحدہ ماں ہوئی یہ کیا ہے معمّیٰ تیرا
پھر تو مریم ہوئیں اللہ۔ ایا حوا ہوں — باپ پھر کون ہے؟ مَنْ اَکَلَ کثریٰ تیرا
ابنِ اللہ۔ ہوا اللہ۔ معانی ہونگے — کون اللہ بنا پھر ہوا آلیٰ تیرا
اور یہ بھی کہ فلاں شخص ہے از اہل اللہ — دیکھ لے بول گیا ہے متوفیٰ تیرا

[1] امتحان۔ [2] قدرت معجزہ۔ [3] آستانہ۔ [4] چہرہ۔ [5] بہ تخفیف جائز ہے [6] تصرفاً تخفیف کیا گیا یعنی اسکے معنی کے ہیں

ہائے ہوز جو ہے اس اہل میں تاکیدی ہے — اصل میں آل ہے کیا اسمیں ہے شوری تیرا
اب تو ثابت ہوا سب لوگ ہوئے آل اللہ — ابن اللہ پہ کیا باقی ہے شکوی تیرا
سب ہیں منسول من اللہ کے کیا معنی ہیں — اس میں کیا بحث ہے بے موقعۂ اصلی تیرا
پھر تو انجیل کے معنی ہی ہے خود نجل اللہ — چڑ گیا اب تو دِل غیرِ مصفیٰ تیرا
صاف ظاہر ہوا از شکلِ بدیہی الانتاج — بس وہی نحل ہے اللہ تعالیٰ تیرا
انما الدہر ہو اللہ یہ کس کی ہے حدیث — چاہئے اس میں کہ برہان ہو ابھی تیرا
دہریہ کوئی اگر ہو تو نہ بیجا ہو گا — چاہئے قول دریں بحث ہو انفی تیرا
دھر سا اللہ بنے۔ کیوں نہ بنے جاں اُسکی — جاکے چھٹکارا پہ پہونچا یدِ طوبیٰ تیرا
بُرجِ عقرب میں دو جلادِ فلک بیٹھے ہیں — طوقِ مژگاں نہ بنے طوقِ مجلیٰ تیرا
ہے یہ روحانی تناسخ جسے کہتے ہیں بروز — کہدے سب جھوٹ ہے بس قول ہے اقویٰ تیرا
تو مرا میں ہوں ترا اس لئے سب کچھ تیرا — فیصلہ ہو چکا جو کچھ کہ ہے میرا تیرا
ذات بھی اپنی تجھے دیدی تو لیلے مجھ کو — سب تجلی ہے مری عین تجلی تیرا
مجھ کو ہے سکنت وسلوت بکونِ وحدت — احدیت ہی میں تجھے بھی ہے تسلی تیرا
نام یحییٰ ہے ترا کاہے کو میں ہوں یحییٰ — میں جو یحییٰ ہوں یہ البتہ ہے یحییٰ تیرا

یہاں تک ماں نے بیان ہی کیا تھا کہ خواب دیکھنے والے کی آنکھ کھل گئی + تو اُس نے خود کو ویسا ہی کنتیا جوان پایا۔ جیسا کہ تھا۔ ہرگز بالکل بچہ نہ تھا + اس سے ازرہِ رویا تناسخ روحانی ثابت ہوتا ہے۔ جسکو بیدار ہونے پر بیان کرسکا ورنہ خواب میں اُسی طرح بچہ رہ کر نشو ونما پاتا + اور اُسکو یہی یقین ہوتا کہ ہم بچہ ہیں + تو جو بیداری کے عالم میں قید ہیں اگر وہ بھی اُسی وسعت کے ساتھ آزادی پاکر حکمِ یزدانی پائیں تو جس عالم سے ٹرینسفر ہو کر آئے ہیں بیان کردیں + مگر جیسے بہائم کو ناطق ہونے کا حکم نہیں۔ ویسے ہی اُن کو بسبیلِ نسیان مختوم بہ حواس اور فریبیشن کر دیا گیا ہے کہ حالتِ تناسخ بیان کرنے کی یا یاد رکھنے کی اجازت نہیں + نہ اتنی تیز عقل دی گئی ہے کہ اپنے حافظہ میں رکھ سکیں۔ اس لئے بھول جاتے ہیں۔ اُن کے نہیں بیان کرنے سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روحانی تناسخ کی کوئی وجود نہیں + چنانچہ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ بہت سی باتیں ذہن و حافظہ سے نکلجاتی ہیں جو عمر بھر بھی یاد نہیں آتیں + بچپن کی بات جوانی میں بھولجاتے ہیں + اضطرابِ غرق وحرق وغیرہ میں کچھ یاد نہیں رہتا + بوقتِ نزع سب بھول جاتے ہیں۔ جو محکمۂ روحانی میں یاد دلائی جاتی ہیں۔ اُسکے مطابق خوبی وخرابی کے مستحق

ہوتے ہیں۔ کہ اُس کی اطلاع کچھ نہ کچھ اُن کو اپنی حیاتِ سفلیہ میں ہو جاتی ہے جس سے وہ بے بہرہ رہتے ہیں۔ تو یہ اُن کا قصور ہے + قانون جاری کرنیوالا کسی کا یہ عذر نہیں سُن سکتا کہ ہم احبائے قانون سے واقف نہیں + کیونکہ اُس کا یہ فریضہ ہے کہ اپنی معلومات کو توسیع کرتا ہے + اُس توسیع کرنے کی کوشش میں اسکو معلوم ہو سکتا تھا + عدم کوشش ہی جرم ہے + ویسے ہی تمام نیچرل قوانین کے بارہ میں سمجھ لو۔ اُسی سے یہ بھی ایک قانون ہے۔ کہ ہر ذیجان کو خواب و خیال کی ضرورت ہے۔ لہذا دونوں کے کچھ ظاہری و باطنی معنی ہونگے + اُن کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ تو اُس سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ خواب کے لیئے بھی مادہ و آلہ کی ضرورت ہے۔ اگر باطن میں اُس کی وجود نہ ہوتی تو ظاہر میں ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ عالمِ باطن کا یہی قانون ہے کہ جو کچھ باطن میں ہے عالمِ ظاہر میں ظاہر ہو + ہر عالم کا قانون اُسی عالم تک جاری ہے + تو جو وجود جس عالم میں ہے۔ وہاں خواب و خیال میں مبتلا ہوگی + اور خواب و خیال سہو و منام خود ایک ایک عالم ہے اس میں بھی بہت سے باشندے ہیں + ان کے لیئے بھی ہر طرح کا خواب و خیال اضطراری و اختیاری ہے۔ اسی طرح اور سلسل سمجھ لو + گو یا سیدھے سادھے لفظ خواب و خیال میں بہت سے معانی بھرے ہوئے ہیں + کہ خواب عالم سہر میں خیال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور خیال عالمِ منام میں خواب کی صورت میں + خیال سہری زندگانی ہے۔ اور خواب مناحی + اگر خواب تبخیرات سے ہے تو خیال بھی تبخیر ہے + عقل روح و تمام عالم تبخیر ہے + تو یہی تبخیر بنامِ خواب و خیال سب کچھ ہے + خیال جب کچھ کہتا ہے تو اُسکی تعمیل ہوتی ہے اگر یہ نہیں تو خواب بھی نہیں۔ جب خواب و خیال نہیں + تو زندگانی بھی نہیں + کیونکہ زندگانی خواب و خیال ہے + تو زندگی خواب و خیال سے مرکب ہوئی + اور خواب و خیال صدق و کذب سے مرکب ہے + یہ دونوں برادرِ توام ہیں جس کی کچھ اوپر مثال گذری ہے لیکن پھر کہا جاتا ہے کہ جیسے اگر کسی خوابندہ نے رویائے کسی کو دیکھا تو خوابیدہ کو اُسکی اطلاع نہیں ہوتی + کبھی ہو جاتی ہے جیسے کسی نے خواب میں دیکھا کہ فلاں چیز پائی یا فلاں آرہا ہے اور یہ ویسا ہی ہو جاتا ہے + تو جس میں ایک بار جزواً صحیح ہونے کا مادہ ہے تو ہزارہا بار کلیتہً بھی صحیح ہونے کا مادہ ہونا ممکن ہے + کیونکہ کسی چیز کا سر دست نہ ہونا آئندہ نہ ہونے کی خبر نہیں دیتا ہے بلکہ ہونے کی خبر دیتا ہے + کبھی نہیں ہوئی ہے + شاید آئندہ ہو + اگرچہ ہونا نہیں ہونے کی دلیل ہے + کہ جو چیز ہو گی کسی نہ کسی وقت یقیناً نہیں ہو جائیگی + پھر وہ آفتاب و ارض و سموات کیوں نہ ہو + لیکن یہ کچھ ضرور نہیں۔ کہ پھر اس ہونیکا جار مجری نہ ہو + تو ممکن ہے کہ قائمقام بس کا اُس سے قوی ہو + چہ جائیکہ جہاں جزواً ہونا ثابت

ہو چکا ہو+پس جس طرح اور چیزوں میں صادق و کاذب ہوتی ہیں۔ اسی طرح خواب و خیال میں بھی ہے۔ جو معتمد بر اقوال کذوب ہے۔ اس کے ایسے ہی خواب و خیال ہونگے۔ جو اسکے برخلاف ہے اس کا خواب و خیال برخلاف ہے۔ کیونکہ خواب خیال کو مزاج سے بہت تعلق ہے+کہ سودائی کثرت سے آگ دیکھتا ہے+اور بلغمی پانی+پس مزاج کے متعلق خیال ہے+خیال کے متعلق خواب+جیسا خواب ویسا خیال

کردۂ خویش آید پیش+چاہ کن را چاہ در پیش+ سے

زلفِ رسا سے آپ ہی الجھن میں ہیں پڑے　　گھیرے ہیں دونوں سمت بلا سر سے پاؤں تک

تو سچے کا سچا خواب خیال ہوتا ہے۔ بُرے کا بُرا+تو سچے کی سب بات سچی ہوتی ہے+کہ خیال ہے تو وہ بھی سچا+خواب ہے تو وہ بھی سچا+ارادہ ہے تو وہ بھی سچا+اخلاق ہے تو وہ بھی سچا+ہمت ہے تو وہ بھی سچی+صورت ہے تو وہ بھی سچی+سیرت ہے تو وہ بھی سچی+اسی کو تو سچا اور صادق کہتے ہیں ورنہ **جھوٹا اور کاذب**۔ تو چونکہ سب چیزیں قسم قسم ہے۔ ان سچائیوں میں بھی قسم ہے+کہ سچے خواب و خیال والوں کا جو انوکھا خواب خیال ہوتا ہے تو اُسکو غیب الغیب روحانی عالم کے سچائی سے تعلق ہوتا ہے اُسکی تعبیر بھی انوکھی ہوتی ہے+کہ کبھی اُن کی پہلی آمد کی سطری سے آگاہ کرتا ہے۔ کبھی موجودہ آمد کے واقعات سے مطلع کرتا ہے کبھی آئیندہ آمد کی نشانی سے خبردار کرتا ہے+کہ اُسکی تعبیر اپنے موقع و محل پر ظاہر ہوتی رہتی ہے+کبھی فوراً کبھی عمر کے کسے حصہ میں۔ کبھی آل واولاد میں+کبھی قرنہا قرن کے بعد۔ جیسے کسی نے خواب دیکھا کہ ذبح کبش کرتا ہے۔ اور قرنہا قرن کے بعد اُسکی آل واولاد منحور و قربان ہو تو کہا جائیگا کہ اُس خواب کی تعبیر ہے+کیونکہ جو جیتا ہے وہ خیال کرتا ہے۔ وہ سوتا ہے۔ جو سوتا ہے۔ وہ خواب دیکھتا ہے+جو خواب دیکھتا ہے اُسکی تعبیر ہوتی ہے+پھر وہ کبھی ہو۔ اسی طرح اگر کسی نے یہ خواب دیکھا۔ کہ تمام دائرہ کائینات از جُز تا کل کائن سمیت سب کو کھا گیا۔ تو اسکی کچھ نہ کچھ تعبیر ہوگی۔ جو ممکن ہے کہ آئیندہ ایک طریقہ یا مختلف طریقہ سے ظاہر ہو مثلاً اگر خواہندہ ڈاکٹر انجنیر نہیں ہے اور بیچے اُسکے ڈاکٹر اور انجنیر ہوئے کوئی بچہ مستغنی عن الوجود رہا۔ کہ پیدا ہی نہیں ہوا+کوئی بچہ پیدا ہو کر ایسا مستغنی الوجود ہوا کہ کسی مستغنی عن الوجود کی بھی پروا نہ کیا۔ تو گویا یہ سب خوبیاں اور جواہرات و خزانہ دانوار سب اس میں معدوماً مکتوم تھے جو اپنے وقت معین پر شکل انسانی میں ہو کر ظاہر ہوتے گئے۔ جس کی اُسکو کچھ خبر نہ تھی+ظاہر ہونے پر خبر ہو گئی+ویسے ہی اِس خواب کی بھی تعبیر ہو سکتی ہے+کہ آخری ظہور سب پر محیط ہو اور سب قسم کے تعبیرات کو شامل کرتا ہو+پس خواب و خیال صادق و کاذب دونوں ہیں+سب چیزیں جوڑا جوڑا۔ اور متضاد ذو وجہیں بنائی گئی ہیں+تم میں سب مثالیں موجود ہیں+بعض ایسی ہیں جنکو تم نہیں جانتے۔

ان کے جوڑے اور متضاد ہونے کی کیا خبر ہوسکتی ہے + تو متضاد اور جفت دونوں متصل رہتے ہیں۔ اور رہنا چاہیے۔ کیونکہ جب بُرا کہلانا اپنی کوشش کا نتیجہ ہے + تو بھلا کہانا بھی اپنی ہی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔ چنانچہ یہ صاف کشمسِ الیقین علی افقِ التمکین ہے کہ جب بُرا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے تو بھلا کرنیکا بدرجہ اولیٰ دیا گیا ہوگا + جیسا کہ صاف ظاہر ہے کہ ہر آدمی اپنے ہاتھ سے گرم و سرد چیز چھو سکتا ہے۔ ایک طرف گرم پانی رکھے اور ایک طرف سرد۔ اور بآنِ واحد دونوں میں اپنا دونوں ہاتھ دیدے تو اُسی آنِ واحد میں دونوں کا اثر محسوس ہوگا + اور دونوں سے حواس مطلع ہونگے۔ پھر وہ آدمی زنگی ہو یا فرنگی۔ لنگڑا ہو یا لُولھا۔ اندھا ہو یا بہرا۔ بدصُورت ہو یا خوبصورت۔ بچہ ہو یا جوان۔ عورت ہو یا مرد۔ سب کو یکساں محسوس ہوگا یہی رحمتِ عامہ ہے۔ اس میں ذری تفریق نہیں + اب اگر اس قوت کو نیک چلنی سے بڑھانا چاہے تو البتہ مختص برحمتہ ہو جائیگا + مگر بجائے نیک چلن ہونیکے ایسی بدچلنی اختیار کرے کہ قوتِ ذائقہ سے بجائے حلال کھانے کے حرام کھانے لگے۔ قوتِ شامہ سے بجائے خوشبو سونگھنے کے بدبُو سونگھتا ہے + قوّتِ باصرہ سے بجائے اچھی چیز دیکھنے کے بُری چیز دیکھتا ہے + خیال سے بجائے اچھی بات سوچنے کے بُری بات سوچتا ہے۔ کہ حق و باطل میں تفریق نہ کرسکے۔ تو آخر لوہا کی طرح زنگ آلودہ ہو جائیگا + جس کے صاف کرنے میں اُس لوہا کی بڑی سزا کرنی پڑتی ہے تاکہ خبث الحدید نکلجائے اور یہ صاف و شفاف ہو کہ اپنی صورت اُس میں نظر آئے بس جو ایسی رحمتہً سزا سے بھاگتے ہیں تو وہ ایسی زحمتہً سزائیں پڑتے ہیں کہ زنگ و طین ان کو نوچ کے نوچکے کھاتے ہیں + اچھی طرح ستاتے ہیں + اور وہ اپنی حماقت سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ پتھر میں بھی مادۂ ارضیہ بھرا ہوا ہے۔ اس لئے پتھر بھی ایک قسم کی مٹی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ متحجر ہے۔ اور یہ غیر متحجر۔ تو جسم انسان بھی ایک قسم کا مٹی ہے جو ملحم ہے۔ مگر پتھر وغیرہ سے کسقدر جدا ہے۔ ٹھیک ہے کہ ؎

کے تیرہ بخت ثمرۂ شفاف دل رسد گردوں نشد سپید ز صابونِ آفتاب

اس لئے یہ کبھی باز نہ آئینگے۔ ان پر حسُدا کی مار ہے ؎

باسیہ دل چہ سُود گفتنِ وعظ نرود میخ آہنی در سنگ

جب تک پتھر میں سوراخ نہ کیا جائے۔ اس واسطے اُن کے دلوں میں دل آزاری کی برچھی چبھانی چاہئے اس کا پہلا پیش خامہ یہی نصیحت ہے۔ اسکے بعد جیسا موقع و محل ہو۔ تو اُسی نصیحت سے یہ ہے۔ کہ اے حرام زادو۔ ہر مثال ہر محل پر چپاں نہیں۔ جیسے اگر یہ کہا جائے کہ کوئی عاشق و معشوق ایک ہی مراد کے عاشق ہوں جس پر قبضہ کرنا چاہ رہے ہوں۔ تو چونکہ ایک ہی چیز کے عاشق ہیں۔ اس لئے دونوں اُس پر

قبضہ کرتے ہی واصل ہوجائینگے - تو یہ مثال اسجگہ سچ ہے لیکن اگر یہ کہدیا جائے کہ دو پادشاہ ایک ملک پر عاشق ہوں تو دونوں قبضہ کرتے ہی واصل ہوجائینگے ہرگز نہیں بلکہ دونوں لڑمرینگے - اسی طرح ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

چنانچہ دیکھ لے کہ عقل و دانائی کے سبب سے انسان باغیر حیوان کے اشرف کہا گیا ہے - ورنہ دونوں یکساں تھے - اسی طرح وہ پاک لوگ جن کو عقل و حکم کثرت سے ہے اور جسکے بجملہ امور مشرف ہیں - اُنہوں نے اپنی ذو الوجہین قوتوں کی ترقی کیسی اچھی طرح سے کی ہے - کہ اپنی زندگانی کے دو حصے بنام خواب و خیال کے چند اجزا ہیں سے منعدد اجزاء بنام **توجہ و قوت ارادی** وغیرہ کو کیسی قوت دی ہے - کہ مسمریزم وایرلسٹ بنایا ہے - جس سے انکے - سچے خیالات کا سچا نتیجہ ظاہر ہوجاتا ہے + تو اگر خیال کے سچائی کی وجود نہ ہوتی تو مسمریزم اور وایرلسٹ نہ ہوتا + جو بے لاگ سچائی کی گواہی دے دیتا ہے + تو یہی خیال حالتِ منام میں خواب کی صورت قبول کرتا ہے - کہ ایک ہی چیز قرار پائی + تو انسان و حیوان بوجہ جاندار ہونیکے رشتہ و ناطہ میں قریب ہیں - مگر نباتات و جمادات سے دور کا رشتہ ہے + اور اجرامِ علویہ سے بالکل ہی دور + اور اللہ سے کچھ نسبت ہی نہیں + محض منقطع - اسلئے وحی النحل الی النحل بالنحل ہوگا - وحی الشیطان الی الشیطان بالشیطان ہوگا - و علے ہذا القیاس پس وحی اللہ الی اللہ باللہ ہوگا + تو اب یہی عموماً وحی سماوی بنامِ قانونِ قدرت ہے - کہ تحتانی چیزیں فوقانی کی ماتحت بنائی گئی ہیں تو دنیاوی فوقانی چیزیں سب نورانی ہیں + تو ان سب کا اثر اور جس قدر چیزیں ہیں ان سب کا اثر اور ان سب تاثیرات کا مجموعی اثر منتشر ہوکر سب کو متاثر کرتا ہے - جس کے مطابق خواب کی تعبیر ہوتی ہے کہ اس میں اقسام و توارد بھی ہوتا ہے - کہ ایک ہی قسم کا سینکڑوں دیکھ لیتے ہیں - مگر سب کی تعبیر اسی طرح یکساں نہیں ہوتی جس طرح ایک ہی وقت میں بہت سے بچے پیدا ہوتے ہیں مگر سب یکساں نہیں ہوتے + لہذا یہ سب انقلاباتِ زمانہ حلم المنام ہے - اسی واسطے سنسار کہا جاتا ہے یعنے خواب و خیال جسکی آخری میں تعبیر عدم ہے ؎

بعد مرنیکے کھلیگا عقدۂ ہر زندگی خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

تو اب یہ بات ثابت ہوگئی - کہ چونکہ جسم و روح دونوں مخلوق ہیں اور جسمانی تناسخ واقعہ ہوتا ہے اسلئے روحانی بھی ہونا چاہیئے - کہ خواب نمونۂ عالمِ روحانی ہے اس میں شمۃً ظاہر ہوکر کا بیتہً ظاہر ہونے کا شاہد ہوتا ہے - اور یہ بہت ہی سچ ہے - پس مسئلہ تناسخ و بروز بالکل ٹھیک ہے - لہذا ؎

گہہ نوادہ گہہ نواسہ گہہ رجل گاہے نساء گہہ جنیں گاہے چناں گہہ جدِ امجد میشوم

نامِ او چوں نامِ من در حرف با پیچیدگی	بس بگو یحییٰ مشابہ با محمد میشوم
یا فتم نشو و نما در مہدِ امی دائما	از برائے حمدِ اُم زیں رو مویدمیشوم
سید زر نیستم بل سیدِ روح خدا	بلکہ خود یحییٰ شدم از خویش سید میشوم

پس اس سیدِ جید صاحب البراق والبید کی بات سنو۔ کہ اگر کسی نے تم کو صراطِ مستقیم پر چلنے کہا تو صرف روح اللہ کی طرف چلنے کہا۔ اب اگر صراطِ مستقیم میں ناڑ ملجائے تو ذرا کترا کے راستہ لو۔ ایسا نہیں کہ ناڑ پر چڑھ کے اُسکے مخالف سمت سے کود کر صراطِ مستقیم کا راستہ لو۔ تمہارے ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائینگے بیکار ہو جاؤ گے۔ دوسرے بیوقوف بھی اس پیروی میں جان دینگے۔ تو اپنا ہاتھ پاؤں توڑ کے ہلاکتِ ابدی کے مرشد نہ بنو۔ صراطِ مستقیم کو پکڑنے والا ایسا پچتا ہے جیسے چکی میں دانہ۔ تو اب تھوڑی سی جان رکھ کر سوا گڑ کی زبان نہ نکالو + کہ تناسخ غلط ہے اور بعثت سچ ہے یا بعثت غلط ہے اور تناسخ سچ ہے تم کو روح اللہ سے زیادہ علم نہیں + اس لئے سنتے جاؤ۔ پنبہ در گوش ہو جاؤ + کہ تمام کائنات کلام اللہ ہے مگر کوئی زمین ہے کوئی آسمان۔ کوئی حیوان ہے کوئی انسان۔ کوئی از جزتا کل ہمہ این و آں ہے۔ کوئی عین روح اللہ و عین اللہ ہے کہ وہی سب کا حاکم ہے۔ اُسی کا یہ حکم ہے۔ کہ سب کے والدین ایک ہیں + مگر اپنی چال چلن پیشہ و حرفت کے سبب سے متفرق ہو گئے ہیں۔ ان سب کو یہ سمجھانا چاہیئے۔ کہ سب کام عبادت میں داخل ہے جیسے کسی نے کچھ کھایا۔ لذتِ خورش سے متلذذ ہو کر خوش ہوا تو یہ ایک روح اللہ کی حمد ہوئی۔ کہ اُس نے ایسے قوتِ ذائقہ اور ایسی خورش کی چیزیں بنائی ہیں۔ جس سے یہ محظوظ ہو رہا ہے کہ وہ حظ ہی حمد ہے + اسی طرح سب قوتوں کے استعمال میں سمجھو۔ کہ اس حیثیت سے اس کی عمر عبادت میں کٹ جاتی ہے بلکہ تمام ذرہ کی جس سے تم ناواقف ہو + مگر وہ اس عبادت کے سوا دوسری عبادت کا طالب ہے + وہ کیا کہ بُرائی سے بچو + بُرائی سے بچنے کا نام نیک چلنی اور شکر ہے + بہر حال نیک چلنی کے ساتھ شکر کرو + جھگڑا لو بات کے جھگڑے میں نہ پڑو + از جا رفتہ نہ ہو جاؤ + ہر ذرہ سے سبق سیکھو + آفتاب سے تجلیٔ فیض عام کا سبق سیکھو + پانی سے رقت + خاک سے خاکساری + زاغ سے اتفاق + بگلا سے تعظیم و تکریم مہمان۔ بط سے پاکی۔ وعلیٰ ہذا القیاس ۵

تا بدکان و خانہ در گروی	ہرگز اے خام آدمی نشوی	ط
برو اندر جہاں تفرج کن	پیش ازاں روز کز جہاں بروی	

کہ سیر و سیاحت میں کسی چیز پر متعجب ہو کر روح اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملے۔ جس سے اُس کا دماغ وسیع ہو + چنانچہ اگر کوئی کسی وقت ایک گردہ نان کے سرگزشت کی طرف غور کریگا۔ تو ہزار ہا

سوال وجواب پیدا ہوتے جائینگے۔ لکھو کھا کام کی اس میں ضرورت دکھائی جائیگی۔ جب جاکر گروۂ
نان کی سرگزشت معلوم ہوگی جس کو وہ بڑی آسانی سے کھالیتا ہے۔ اسی طرح گروۂ سمٰوت کی سرگزشت
معلوم کرنے میں روح اللہ کی ازلی وابدی لائیف کی حالت معلوم ہوگی کہ اس بن عشق پیدا ہو۔ اور سچے
عشق والے کو اس میں مزہ ملتا ہے جس نے اس کے صرف کتاب النبین جو آسمانی کتابوں کے نام سے
مشہور ہے اسی کو دیکھا اور کتاب المبین بنام گروۂ سموات کو نہ دیکھا بھالا اس نے ہرگز کلام اللہ نہیں جانا
روح اللہ نے اس کو تصنیف کیا ہے وہ خوب اس کو جانتا ہے کہ تمام سیر کرنیوالا کولھو کے بیل کی طرح
گھوم گھام کر جہاں سے روانہ ہوا تھا۔ وہاں آکے ٹھیریگا یعنے خود بہ آکے ٹھیریگا۔ کہ یہی اس کا وطن ہے۔
پس اپنی اور اپنے وطن کی تلاش کریگا۔ کہ یہ وطن کیا ہے اور میں کون ہوں۔ تو دل مرکز جسم ہے اسمیں
سب بھرا ہوا ہے۔ ضرورت کے وقت نکلنا شروع ہوگا۔ کہ پہلے خود کو خوبیوں سے آرایش دو یہی ہلبلا فرنیچر ہے
وسیع تھیٹر گاہ میں چیف ایکٹر کا پارٹ یہی خوبی ہے جو چال چلن کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر یہ نہیں
تو خوبئ انوار روح اللہ کا ظہور نہیں + پس اچھے کام میں بخالت نہ کرو + اور بخیل وہ ہے جو دوسروں کو
کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا + یہ بری بات ہے + اور لئیم وہ ہے کہ نہ خود کھائے نہ دوسرے کو کھلائے۔
بلکہ تیسرا کھلائے تو اسپر رنج ہو۔ یہ بہت ہی بہت برا ہے گویا ؎

شور بختاں بہ آرزو خواہند مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

اسی کو حسد کہتے ہیں۔ یہ حسد وہ بلا ہے کہ آدمی کو اس طرح کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو + جو حاسد ہے
وہ فربہ کو دیکھ کے دبلا ہوتا ہے + اس کی نشانی یہ ہے۔ کہ حضور میں خوشامد کرتا ہے + غیوب میں غیبت
کرتا ہے + ناخوش دیکھ کے خوش ہوتا ہے + خوش دیکھکے ناخوش ہوتا ہے۔ الغرض اینکہ ؎

درمقابل چو گوسپند سلیم در قفا ہمچو گرگ مردم در

بنابریں کہا جاتا ہے کہ ؎

گر خواہی کہ باشد دل تو صاف آئینہ	دہ چیز بروں کن زدرون سینہ
حرص و طمع و بخل و حرام و غیبت	کذب و حسد و کبر و ریاء و کینہ

اسی سے آدمی درویش کہا جاتا ہے۔ لیکن درویش آں است کہ طمع نکند۔ چوں پیش آید منع نکند چوں پیش
آید جمع نکند۔ درویش بجامۂ کچکول میباشد۔ و درویش بجامۂ کشکول۔ وہ نعمت اللہ کا زوال نہیں چاہتا وہ
اس کے فضل پر حسد نہیں کرتا۔ بلکہ سب سے پاک ہوجاتا ہے + وا صل بروح اللہ ہوتا ہے پس ؎

وصال یار تمہید فراق ہر دو عالم ہے کہ اس کا ہو کے پھر کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا

مگر دو تین باتیں لوگوں کو جھوٹ معلوم ہوتی ہیں اور وہ سچ ہیں۔ تو وہ کیا ہے کہ ایک تو ذکرِ جوانی بعہدِ پیری + دوسرے تونگری درعہدِ فقیری تیسرے وصل و فصل کمون و بروز۔ بنامِ تناسخ و نبوت وغیرہ مگر جس پر بیتی ہو وہ یقین کرسکتا ہے۔ مگر یہ بجز ایک کے دوسرے پر نہیں گذرتی۔ وہ اسی کو معلوم تم فقط اُس میں فنا ہونے کی کوشش کرو + اُسی کوشش سے پہلی کوشش یہ ہے۔ کہ کثیر الخیر۔ سیم الورع۔ ابو المکارم۔ و اولی الفضل بنو۔ ع

چو انساں را نباشد فضل و احساں　　چہ فرق از آدمی تا نقشِ دیوار

دیکھو۔ دین و دنیا سستے بک رہے ہیں۔ قیمت اُسکی نیکی ہے جلدی خرید لو + جسکو عینک لگانے کی عادت ہے اُسکی عینک اُترنے سے آنکھ اندھی اور برہنہ ہوجاتی ہے + ویسے ہی نیکی کے لباس اُترنے سے آدمی شیطان ہوجاتا ہے + شیطان کی کچھ قیمت نہیں + دُنیا جو ایک خانہ دنغارِ عمیق ہے اس میں پھینکا گیا ہے یہی اس کا تلبیس خانہ ہے + یہاں عاہات و آفات میں نسل بعد نسل مبتلا ہے + اُسکی نسل نامعین و نامشخص و چیرہ سر ہے + اُسکے کاروبار منفارنِ عقل سے بعید ہیں + تسالم و مسالمت سے نہیں ہٹتا + دوسروں کو بھی امانت دہلکان میں ڈالتا ہے + ذخر و فخر مکابرہ و مناظرہ سکھلاتا ہے + جو اس کی عادت عبادت کیتی ہے وہ بھی شیطان ہوجاتا ہے + اسلئے کہا جاتا ہے کہ ابنائے روزگار سے سخت گیری و سخت کلامی نہ کرو + اکاج مانس بنکے اپنی جنم کو اکارت نہ جانے دو + القائے مالا یبقیٰ کی کوشش کرو + کہ ٹھوکر کھنے والی چیزیں نہ آئیں + اگر آئیں تو افسوس ہے کہ جسکے سبب سے آئیں + دیکھو ع

خدا نے پردہ میں اپنے چھپ کر حجاب اپنا اٹھا دیا ہے　　کہ ایسا منصف مزاج تمکو خدا نے فرما دیا ہے

ایسی عادل کے بات پر عمل کرنے سے اتنی دور پہونچو گے کہ سموات ایک لاشئ صفر ہوجائے + دیکھو اپنے اعمال کا حساب لیتے رہو + باطنی گناہ تصوراتِ باطلہ ہیں + ظاہری گناہ اس کا صدور ہے + سب طرح کے گناہ سے پاک رہو + کہ تمہاری قیمت بھاری ہو۔ غور کرو کہ زمین آب و دانہ کھا کر نباتات کا بول خارج کرتی ہے کہ اُسکی قیمت یہ ہے کہ حیوانات کھاتے ہیں۔ اُس میں سے بہتیرے ایسے ہیں جنکے بول و براز و گندگی کو انسان اِسطرح کھاتا ہے جسطرح خراطین خزا کو۔ وہ کیا کہ شہد۔ مشک۔ عنبر وغیرہ + تو اسکی قیمت اچھے ہونے کے سبب سے ہے۔ تم بھی اچھے بنو۔ مگر افسوس کہ قحطِ انسانی ہے گویا ع

نہ انسان دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں　　کہ شاید ہم آنکھوں سے کم دیکھتے ہیں
ہنسی میں بھی چشموں کو نم دیکھتے ہیں　　خوشی بھی نشانِ الم دیکھتے ہیں
ارادہ جو کرتے ہیں لِکھنے کو نامہ　　تو ہاتھوں کو اپنے قلم دیکھتے ہیں

عجب فکر یحییٰ نے یحییٰ کو دی ہے ہم ہی جانیں کیا اس میں ہم دیکھتے ہیں
تو ہم بہت کچھ دیکھ رہے ہیں۔ اُس میں سے ایک یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وقوعہ واقعہ جسکی خبر تھی وہ ناگرفتہ
ہونا چاہتا ہے۔ مگر لوگ غافل ہیں۔ دیکھو خبردار ہو جاؤ ۔ خبردار ہو جاؤ م م ۵

تم فلاں ہو فلاں کے پوتے ہو	اپنی کیوں آبرو کو کھوتے ہو
راہ میں اپنی خار بوتے ہو	اور اُس پر سوار ہوتے ہو
رات دن رنج و غم سے روتے ہو	اپنے آنسو سے مُنہ کو دھوتے ہو
لولوئے آبدارِ اشکِ یتیم	اُس میں پلکوں کو تم پروتے ہو
گر خوشی ہو تو زندگی اچھی	ورنہ سر پر عذاب ڈھوتے ہو
آسمان و زمین کہتے ہیں	خود ڈلی اور خود سروتے ہو
بات یحییٰ کی غور سے سُن لو	کیوں یہ غفلت کی نیند سوتے ہو

اجی بیدار ہو جاؤ م بیدار ہو جاؤ م م جو پدر کے ہمسر ہو وہ پوت ہے۔ جو اُس سے کمتر ہو کپوت ہے۔ جو اُس برتر ہو سپوت ہے۔ مگر تم سب بھوت ہو + بلا دلیلِ مترصص سُمعت پردازی و فرشت سازی میں مبتلا ہو + سرِ حیات سے تم واقف نہیں + مگر اتنا ہی جان لو کہ رُوح و جسم متزوج ہیں اعمال اُن کے نتیجہ و بچہ ہیں + ایک وجود دوسری وجود کی تابع ہے + پھر ہر وجود اپنی وجود سے جیسا کام لے اُسے اختیار ہے + میزان پر گھر اور گور دونوں تول سکتے ہیں + مگر خاک غربال رانشائد دخشت آسیا رالیس خود کو ایک ایسا رسیلا میوہ دار درخت بناؤ کہ اُس سے خود ہی متمع و برخوردار ہو سکو + خود کو قصداً کسی ہلکانِ ظاہری و باطنی میں القانہ کرو + اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں میں کلہاڑی نہ مارو + کیا نہیں سُنا ہے کہ

درختِ کرم ہر کجا بیخ کرد	گذشت از فلک شاخِ بالائے او
گر امیدواری کزو بر خوری	بمنت منہ ارّہ بر پائے او

مگر افسوس کہ نہ تم خود کو قبول کرتے ہو نہ خدا کو قبول کرتے ہو + پھر کسکو قبول کروگے۔ کیا اسی بُرائی کو قبول کرتے رہوگے۔ جسکو قبول کئے بیٹھے ہو + اس سے معلوم ہوا۔ کہ تم کو۔ غضبِ الٰہی کے دیدار کا شوق ہوا ہے + تو یاد رہے۔ کہ اس خواہش کو بھی پورا کرنیکے لئے وہ راضی ہے۔ مگر غضب اُس کا تمہارا بدی زادہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ بدی کے سبب سے اس کو غصہ ہوا۔ وہ تو قہر یا خلق و تخلیق کسی چیز سے بھی متغیر نہیں ہوتا + اس خیال سے توبہ کرو + اب توبہ کرنے سے بھی توبہ نہ کر ڈالو + روح اللہ کی طرف مراجعت کرو + یہاں روزہ رکھو وہاں افطار کرو۔ آخرت کو اُدھار اور دنیا کو نقد نہ سمجھو + اس سے

جو چمٹو تو اڑتی ہے۔ سمٹو تو پاؤں پڑتی ہے + آسمان کی طرف منہ پھیرو تو منہ پھیر لیتا ہے + اس سے باہر نکلنا چاہو تو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے + بہر زمینکہ رسیدیم آسماں پیدا است۔ اسلئے ؎

در زمینِ ایں زمیں خانہ مکن	کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن
چیست بیگانہ تنِ خاکیٔ تو	کز برائے اوست غمناکیٔ تو
پس دہانِ خویشتن را پاک کن	رُوح خود را چابک وچالاک کن

تو وہ چابک دستی روح اللہ کی اطاعت سے حاصل ہوگی + اس سے نجات مانگو اور یہ مناجات پڑھو

مناجات

در فسق بے شمار تو رحم کن رحیما	خیلے گناہگارم تو رحم کن رحیما
از خیر در کنارم تو رحم کن رحیما	سرمست در خمارم تو رحم کن رحیما
در زندگی بہر دم خود را بتو سپردم	من زندہ در مزارم تو رحم کن رحیما
اے خالقِ دو عالم بنگر بسوئے حالم	خود را بتو سپارم تو رحم کن رحیما
اُمیدوارِ رحمت ہستم نہ ہیچ زحمت	برلب چہ عذر آرم تو رحم کن رحیما
اے تو بحقِ یحییٰ یعنی بحقِ ذاتت	بخشا مرا کہ خوارم تو رحم کن رحیما

لیکن یاد رہے کہ اگر دل کو اطمینان ہو جائے کہ نجات ہوگی۔ جب بھی اُسکے دربار میں خضوع و خشوع سے پیش آؤ۔ کیونکہ اگرچہ ہوا ہر جگہ ہے لیکن جس قدر مروحہ کرو گے اُسی قدر ریح زیادہ ہوگی۔ رُوح زیادہ بڑھیگی + مگر دیل ہے اُن ساکنانِ دنیا پر کہ نزول برکت کے مستدعی ہوتے ہیں جب برکت آتی ہے تو اُسکو ٹالتے ہیں + اور اس ٹالنے کو خدا کی مشیت پر ٹال دیتے ہیں + حالانکہ جو بات علمِ ظاہری میں خلاف ہے باطن میں ماثور و مقبول نہیں + پس علمِ ظاہری کے خلاف کچھ نہیں ہونا چاہیئے۔ ظاہر کی صُورت خلق ہے باطن کی صُورت خُلق + تو خُلق خوبی کو کہتے ہیں + نہ کہ الماس بدنداں ہو کر کاذبانہ جگی جگی کرنے کا نام ہے۔ بایدکہ جو خوبی ہو وہ صفائی کے ساتھ ہو + اگر کوئی بدخلقی سے پیش آئے تو تم وقار کے ساتھ ہضمِ نفس کرو + تم بدخلقی سے نہ پیش آؤ + کیونکہ سگ گزیدہ۔ گزندہ سگ نہیں ہوتا۔ آخر الحیل بالسیف پر عمل ہوتا ہے + لیکن ؎

ہمیکہ بسیار مشکل بود	برفق و مدارا تواں ساختن
تواں ساخت کارے بنرمی چناں	کہ نتواں بہ تیغ وسناں ساختن

مگر ایسی بھی نرمی نہ ہو کہ کتے دلیر ہو جائیں۔ بنا بر ؎

با مردمِ زمانہ سلامی و السّلام　　　　گفتی اگر غلام توام می فروشدت

ایسے بادارٹی دکمینے لوگ ایسی ہی قسم کے اخلاق کے مستحق ہیں۔ معیشی کے آگے تیغِ زرین وچوبین ہر دو مساوی ہیں۔ کیونکہ جو جس قسم کے تہذیب الاخلاق کا مستحق ہو اس کا حق ادا کر دینا چاہئے + اگر کوئی اپنی زشتی کو عین خوبی سمجھ کر ایذا رسانی کے درپے ہو جائے اور حلم و عفوِ خطا اور جمیع اقسام کے خلاق و خوبی کے کسی جزسے باز نہ آئے تو عقلاً خوبیٔ شجاعت جو قہر آلودہ ہو کہ یہ بھی ایک خوبی آمیز ادنار ہے۔ اس سے کام لے۔ پس ؎

چوں نشر ربانی بسختی تن بعجز اندر مدہ　　　　دشمناں را پوست برکن دوستاں را پوستبس

یہی سب تعلیم تمام آسمانی کتاب سے دی گئی ہے جس کو اچھے لوگوں نے اپنی اپنی زبان میں نظماً اور نثراً بیان کر دیا ہے اور کسی نے کتاب و ہر ذرہ کائنات سے تعلیم حاصل کی اور دوسروں کو اس طرف توجہ دلایا۔ لا اخلاق یعنے خوش چلنی اختیار کریں کہ سب ایک ہی بات ہوئی۔ کہ گویا آسمانی کتاب پر عمل کیا گیا + کیونکہ مراد خوبی سے ہے + جس میں خوبی نہیں اُس نے کسی چیز پر عمل نہیں کیا + اپنے حیات کا عمل زشتی میں ڈالا + اور اکثر لوگ اسی طرح کے ہیں + انہیں کے لئے ان اچھے لوگوں میں سے کسی نے آسمانی کتاب کے مطابق یہ سمجھایا ہے کہ ؎

ہرگز او را بدوستی بپسند	کہ رود جائے ناپسندیدہ
تشنہ را دل نخواہد آب زلال	نیمخوردہ دہانِ گندیدہ

کہ جب سب لوگ اسکی دوستی سے گریز کر جائینگے۔ تو اکیلا رہ کے کیا کریگا۔ خود بھی درست ہو جائیگا۔ پس سب لوگ خوب ہو جائینگے۔ جس نے اتنا بھی لوگوں کو سچے دل سے سمجھایا ہے۔ اس نے محسن حقیقی پر احسان کیا ہے۔ وہ بھی نورانی و حقانی احسان کا مستحق ہے + تو اُس کا اجرِ غیر ممنون ضائع نہ ہوگا + نہ ہرگز کسی کا ہوا ہے۔ تو اب یہ سب بھی آسمانی مخطط و متلفظ بیانات یہی ہیں۔ کہ بدخلقی یعنے زشتی سے لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ جس سے اُسکی دل آزاری کیجاتی ہے۔ گویا غیر کی دل آزاری اپنی دل آزاری ہے چنانچہ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ ؎

زورت از پیش مے رود با خلق	با خداوندِ غیب داں نرود
زور مندی مکن بر اہلِ زمین	تا دعائے بر آسماں نرود

جس نے یہ کہا ہے وہ کسی کا عاشق تھا اُسکے گناہ معاف کئے گئے ہیں۔ وہ بہت ستایا گیا ہے کہ دونین مردودوں کی اُس نے تعریف کیوں نہیں کی تھی جب پر اس نے تعریف کی۔ ان سب بات کا حساب

لیا جائیگا + یہ سب باتیں کچھ دیوانہ پن کی نہیں ہیں۔ میں کچھ دیوانہ ہوں تو خود اپنے لیئے ہوں ؎

گر بچشمِ عاشقاں بینی جمالِ خویشتن ہمچو من آشفتہ گردی در خیالِ خویشتن

تو اس دیوانہ میں خزینہ ہے جیسے ویرانہ میں گنجینہ۔ کیا اُلٹی بات ہے کہ اگر گنج ظاہر کرتا ہوں تو دیوانہ کہتے ہو۔ رنج ظاہر کرتا ہوں تو سیانا کہتے ہو۔ یہ سب تمہاری دیوانگی کی بات ہے یا ہماری۔ مگر دونوں دیوانہ ہیں۔ تم کو غفلت کی کثرت سے دیوانگی ہے۔ مُجھ کو عشق و محبت کی شدت سے۔ پہلا بئس الجنون ہے۔ اور پچھلا نعم الفنون۔ دیکھو عشق وہ چیز ہے کہ عورت کو مرد اور مرد کو عورت بناتا ہے + دیکھو عشق وہ چیز ہے کہ فاصل کو واصل کرتا ہے اور واصل کو فاصل + دیکھو عشق وہ چیز ہے کہ بڈھے کو جوان کرتا ہے۔ بدصورت کے خوبصورت + دیکھو عشق وہ چیز ہے کہ بخیل کو سخی اور بزدل کو دلیر بناتا ہے + دیکھو عشق وہ چیز ہے کہ مردہ کو زندہ کرتا ہے۔ اور بدسیرت کو خوش سیرت + دیکھو عشق کے سبب سے ہر ذرہ کائنات ایک دوسرے سے چپکے ہوئے ہیں + افراطِ محبت کا نام عشق ہے۔ حتیٰ کہ انما العشق ہو اللہ + اسی سبب سے بہت ہی مہربان و رحیم و رحمان ہے۔ لیکن یہاں پر عشق جانبازی کا نام ہے۔ کہ جان دیکر جانِ جاناں پاتا ہے + اُسی جانِ جاناں کو روح اللہ کہتے ہیں + جو ازل سے ابد تک ایک ہی ہے + دوسرا ہونا محال + ایسی حالت میں غیر جنس کیونکر جا سکتا ہے + جانا اُس کا ایسا ہی ہوگا جیسے مویشی اور دگر جاندار مانوس الانسان ہوتے ہیں + اُسکی باتیں سمجھنے لگتے ہیں۔ اُس کو پہچانتے ہیں مگر اُس کی ماہیت سے واقف نہیں اسلئے بغیر مالوف ہوئے اس کا کچھ لطف نہیں + تو انسان و حیوان میں اُلفت نہیں ہو سکتی + پھر روح الخلق۔ روح اللہ جو خالق ہے اُس سے کیونکر مالوف ہو سکتی ہے + جب تک روح الخلق سے نہ بری کی جائے۔ تو اُس کی توبہ و برات۔ بغیر مجسم رُوح اللہ میں فنا ہوئے محض ناممکن ہے + جو اُس میں فنا ہوا۔ اس کا بول بالا گھر اوجالا پھولا رنگ رلیاں مچیں + خیر مقدم بخیر باد ہوئے + جس قدر اپنے آب و تاب میں نورانی ہوتے گئے + اُن کی قیمت بڑھتی گئی۔ روح اللہ میں فنا ہونے پر بھی اُس کی مشیت کے مطیع ہے + کہ آخر میں عین روح اللہ بنگئے اور جو لوگ اُسکے مخالف ہوئے + اپنی نسل کو ماجگاہ اور چاندماری بنائی + با بستلائے بلا مبتلا ہوتے گئے۔ دھدلی کی لعنت لے لی گئی۔ بے رحم ہو کر جاندار کے حق میں گرگ و قصاب ہو گئے۔ دیکھو مم جو چیز دی جاتی ہے چھینی نہیں جاتی + خود لوگ اپنی بدی سے اچھی روح دیکر بُری روح لے لیتے ہیں + پھر اسی بُری کو بھی بے انتہا درجہ تک پہونچا دیتے ہیں۔ اور یہ بُرائی کی بگ ڈنڈی اور کٹکنہ پر چلنے سے ہوتا ہے + اُس پر کار ہی بدقسمتی سے اپنی بدیقینی کو سید الیقین سمجھتا ہے + نرا بھٹکا ہوا ہے۔ تو جو بھٹکا ہے اُس کے لیئے بھٹکا ہے + کہ یہ بھٹکا ایک چسکا لگا ہے + وہ کیا کہ سوائے خدا کے سب کو کھٹکا ہے + اُسکی قدرت کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵

اندازہ اسی کو معلوم + اگرچہ یہ کہنا خود کو معلوم ہونے میں داخل ہو جاتا ہے + تو یہ کہنے والا وہ خود مہندسِ قدیر ہے جو اس اندازہ پر اپنی قدرت کا اندازہ بتلا رہا ہے + اُس کو سب بات کا حساب و کتاب معلوم ہے + اسی واسطے اس نے سب چیزیں حساب و کتاب رکھا ہے کہ فطرت کی فطرت اپنی ادنے ادنے رقم کو بھی نہیں چھوڑتی کسی نہ کسی مد سے ضرور وصول کر لیتی ہے + ایسی حالت میں جو روح اللہ سے بہت ہی تھوڑا بھی عشق و محبت رکھیگا تو اُس کا بھی حساب ہو گا۔ اس تھوڑے سے تحفہ کو وہ بہت سمجھے گا + اور خود کی ساری نعمتوں کو اس کے مقابلہ میں بہت تھوڑا + دیکھو بہت ہی بہت نازک مقام ہے۔ ہر جگہ پھونک پھونک کے قدم رکھو۔ تاکہ بچو بس ؎

برروئے زمین پائے منہ ہاں وے وش وش   افیوں نہ نہان است بہر دانہ زخشخش
ماہِ سرِ منحوق کمانش بسرِ خویش   آئینہ زربست بریں طاقِ منقش
قندیلِ دو سر بر سرِ ماسر بہ فرو داشت   خشکیٔ و تری زیرِ دو پا کردہ مفرش
از کاخ معلق بسرِ خاکِ مطبق   غش خوردہ بیفتادہ افتادہ پُر غش
سودا بسیہ خانۂ وحشت چوں عیاں شد   برعرش رسیدہ شدم از خویش معرش
برکرسیٔ شش پایہ چو یک ہفتہ نشستم   ششدر شدہ بشکست زیک بار چنیں شش
ابروئے فلک کردہ اشارہ بہ شبِ تاب   ایں ابروئے ابرواست کہ ابروئے مہوش
در طشت طباشیر نہادہ چو زبین مشک   با دوریٔ مہجوری شد از دور سیہ فش
دربانِ فلک از درِ خاور چو برآمد   ہر ذرہ ناچیز ازاں یافتہ نور رش
آں نور ز نورِ دگرے گشتہ منور   در بندگیٔ خویش منور شد و زرکش
یحییٰ ز خودش یافتہ آں لذتِ معلوم   ناممکن الاظہار ز خود یافت بماچش

پھر یحییٰ کو چھوڑ کر تم کدھر جاتے ہو؟ جس نے امیر ہونے کا حکم دیا۔ اول وہی امیر ہوا + کہ اس کے امر سے وہ امیر ہوا + پس اُسی امیر کے امر سے ہر ایک چیز بایکدگر امیر بنی ہے + وہی ابن الامر ہے + وہی ابو الامر ہے + وہی اخو الامر ہے + وہی بنت الامر ہے + وہی اولی الامر ہے اور وہی رب الامر ہے + اگر اس کی یہ مشیت نہ ہوتی کہ لوگ ایک حد تک اپنی اپنی مشیت سے جو کچھ چاہیں کرتے جائیں + تو کوئی کچھ نہ کر سکتا۔ لیکن تم اپنی مشیت سے رجوع نہ ہوئے + تو اب جیسی مصلحت ہو اُسکے مطابق وہ کرنا چاہتا ہے + یہ نصابِ نصیب بھی ازل ہی سے اپنے منصب پر منصوب ہو چکا ہے + کہ روزے از روزہا چنیں

[1] آسمان۔ [2] آفتاب۔ [3] آسمان۔ [4] آسمان۔ [5] دنیا۔ [6] عالم۔ [7] ہلال۔ [8] قمر۔ [9] گہن۔ [10] آفتاب +

چناں کردہ خواہد شد + دیکھو اگر وہ کسی ہیکلِ جسمانی کے نوع وجودی وعدمی کو معطل کرکے خود برآمد ہوکر ہمکلام
ہوتو اُس ہیکل عین الرئیس والمرؤس اور مفعول کائنات کے مفعول لئے سے دعوائے برابری نہ کرنا + یہی بات
پیش ازپیش ازاول زمانۂ استقبالِ ہذا جو اس وم زمانۂ حال ہے ۔ بتاکیدِ مزید سمجھائی گئی ہے ۔ مگر واعجبا کہ
بریں تاکیدِ تریبتم ازہوش رفتہ ہوکر ہیکل اللہ بنام یحییٰ سے دعواے برابری شروع کردی ہے تو یادرہے کہ
پارہ اور پانی دونوں سیال ہیں ۔ مگر پارہ کاغذ سے پھسلکر چھل چھل کرتا ہے ۔ اور پانی کاغذ کو بھگو دیتا ہے =
گویا جو بات پارہ میں ہے وہ بات پانی میں نہیں ۔ جو بات پانی میں ہے ۔ وہ پارہ میں نہیں ہے مگر سیال
میں دونوں شامل کئے جاتے ہیں + اسی طرح بشر میں سب شامل ہیں + مگر وہ بشر جو ہیکل اللہ بنام یحییٰ ہے
باطناً ایسا سیال وسیاح ہے کہ دونوں سے جدا + اور سب پر قدیر یعنے میں ہی ہوں + مجھ سے برابری
جائز نہیں + ورنہ باللہِ بکبر الہاء ۔ اے بنفسی سخت سے سخت سزا کرونگا + اور اب یہ رنگرائے مدعائے
ہذا ہوں ۔ کہ بانگِ بے ہنگام کی ضرورت نہیں + ہر وقت کی ایک راگنی ہے + اس وقت کی راگنی فرمانِ
ہذا ہے + جو بالکل پذیرائے اور خوانائے خلائق ہے + اس پر عمل کیا جائے + کجا کجا خیال دوانی اور
چھاچھا توہماتِ روانی کو چھوڑو + جسمانی دودھ کو کاغذ زہری نہ بناؤ + یوسفِ روح کو چاہ بدن میں
خاموش نہ چھوڑ دو + جس طرح ابدان مرکب الانفاس کو آرائش دینے ہوا اسکو بھی دو + ہر ستار میں ہر گت
بجنے کا مادہ ہے + اسی طرح ہر دل میں ہر طرح کی صفائی پیدا ہونے کا مادہ ہے + دِل آئینہ ہو سکتا
ہے + مگر جیسا آئینہ ہوگا ۔ ویسی ہی حرف وصورت و چیز دیکھیگی + آئینہ لنبا ہے تو لنبی ۔ ٹیڑھا ہے تو
ٹیڑھی + بھدا ہے تو بھدی ۔ اُلٹا ہے تو اُلٹی + شکر کرو کہ اندریں ایام خجستہ فرجام مسرت التیام بہبودئ
فراوان وخوشنودی بیکراں کے لئے نویدِ فرخت جاوید نازل ہوا ؎

لِلّٰہ الحمد ہر آں امر کہ خاطر میخواست ۔۔۔ آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

منکرِ شکران شاکرِ کفران ہے + وہ دونِ ناسپاس وزبونِ ناشناس ہے + براہِ کفر
عاشق اللہ وما لہین کی باتیں کرتا ہے + کہ کسی کو راج ملا تو کیا + کسی کا مال ہراج ہوا تو کیا + کوئی سردار
ہوا تو کیا + کوئی بر سرِ دار رہا تو کیا + اسلئے وہ موذی نفسِ خویش ودگر ہے ؎

تا توانی درونِ کس مخراش		کاندریں راہ خارہا باشد	
کارِ درویشِ مستمند برآر		کہ ترا نیز کارہا باشد	

یہی سب کاربراری دوسری جگہ کاربرآر ہوجاتی ہے ؎

خواہی متمتع شوی از نعمتِ دنیا ۔۔۔ با خلق کرم کن چو خدا با تو کرم کرد

یہ سب خوبی ثمرۂ حیات و مفتاح الاسرار ہے + ورنہ حیات کا اعتبار نہیں - ہمہ آن دیوار برزخ ہے + اور اسکی کیسی مثال ہے کہ جیسے کاغذ پر انسانی نقش و نگار بنانے کو تصویر کہتے ہیں - اور عکس کو فوٹو + اسی طرح لکڑی کے ہیکلِ انسانی کو طاغوت کہتے ہیں - اور سنگین کو صنم + وہی ہیکل انسانی گوشت کا بنا ہوا ہے - کہ بشر کہا جاتا ہے + ورنہ حقیقۃً سب مٹی سے ملکر ایک ہوجاتے ہیں + پس یہ سب تصویر اور فوٹو ہوئے فقط ظاہر اگرچہ اسباب سے متفرق ہیں + اُن میں سے ایک حیاتِ محوسہ بنام انسان ہے + تو یا ایہاالناس ذرا سنو تو سہی کہ ؎

یہ عشرت و عیشِ کامرانی کب تک	عشرت بھی سہی تو یہ جوانی کب تک
گر یہ بھی سہی تو قیامِ دولت ہے محال	گر وہ بھی سہی تو زندگانی کب تک

ایسا کرو کہ موتوا حتیٰ لاتموتوا - کہ اپنے برزِ زندگانی سے خود برخوردار بنو + وہ نیک چلنی سے ہوگا + یہ سب نیچرل امپیریل میموریل بلڈنگ کے نقش و نگار اپنے اپنے حصہ رسدی کے مطابق اپنا اپنا فرض ادا کر رہے ہیں + ہر ایک اپنے موقعہ پر درست ہے تم اپنی آدمیت کا فرض ادا کرو + اور یہی اپنی زکوٰۃ و تزکیہ ہے + اور قدیر اپنی قدرت ریزی کا فرض ادا کر رہا ہے + اس میں سے یہ سب نمائش بھی ہے + لیکن پھر بھی یہ فریبی دو دلی ہے کہ بالکل نفی در امر و نہی ہو + ؎

آوارۂ و سرگشتہ نہ دیوار کے نہ در کے سایہ کی طرح تم نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

ایک دم ایک سرے سے رب کے سب بطبیخ الطبع کے جس خلط میں گئے پس اسی کے ہوگئے + اے میاں خلط کو چھوڑ کر خلط آفریں بنامِ روح اللہ کی طرف مراجعت کرتے جاؤ - اپنی بدسیرتی سے بحلولِ سریانی و طریانی نسلٍ بعد نسلٍ بہ حال و محل یکساں ہو کر نہ واپس آؤ + زمانہ ایک بحرِ زخار کی طرح اپنے مبہم تموج سے تم کو حدوثِ عالم اور انقلابِ ایام کے حیرتناک مناظر دکھا رہا ہے + سینکڑوں اقبال و تنزل کے بیڑے اسکے بھنور میں پڑ کے ڈوب گئے + امتداد و مرورِ ایام کے لحاظ سے بہت پھیر پھار ہوگیا + مگر تم شاہِ راہ بنامِ روح اللہ کو چھوڑ کر خاردار جھاڑی کی راہ لیتے رہتے ہو - کہ کسی طرح قید و بندگی سے آزادی و رہائی نہیں ہوتی + اور اسی کے لئے اتنا زور و شور ہے + دیکھو مارے رنج کے روح روح اللہ مجسم کیا کہتا ہے؟ کہ ؎

اے تو بیں میں ہوں ذوالجلال مرا	فرد بے مثل و بے مثال مرا
غم سے پچکا جو لال گال مرا	پک گیا غم سے بال بال مرا
رل گیا خاک میں جمال مرا	نوع دیگر ہے اب تو حال مرا

اے تُو میں تُو ہی ہے معین مرا — تو ہی بس دور کر وبال مرا
تُو جو چاہے تو سہل ہو جائے — کارِ ناممکن و محال مرا
رایتِ دینِ حق کو بالا کر — مُدتوں سے ہے یہ خیال مرا
ابرِ رحمت سے اپنے کر سیراب — تاکہ سرسبز ہو نہال مرا
منتظر ہوں بہت زمانہ سے — لوگ دیکھیں گے کب ہلال مرا
لوگ مجنوں مجھ کو کہتے ہیں — ہے برا اُن کے منہ سے فال مرا
اُس کو جھوٹھا تُو کر دے اے ہیں۔ تُو — شانِ بیچوں و بے زوال مرا
گو عدو درپئے عداوت ہے — کیا بگاڑے گا بد سگال مرا
بال بنگا بھی ہو نہیں سکتا — گر مدد پر ہے ذوالجلال مرا
میں ترا ہوں تو۔ تُو ہے یحیٰی کا — اور یحیٰی جو ہے کمال مرا

اسی کمال و یحییٰ کو یاہو کہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ سنسار مچان پر سبھیا ہے۔ سبھیا پر بھگوان مچیا۔ مچیا پرانا۔ رانا میں پیترآتما۔ اُس میں پرم گیان۔ پرم گیان میں الیشور۔ الیشور میں پیرم الیشور۔ پرم الیشور میں یاھو رہتا ہے + وہی محض علمِ خالص ہے جس میں سب کائینات ہے جس کا اُسکو از خود علم ہے + اُس کائینات میں آدمی ہے + اُس کا بھی علم ہے + اسی کی رضامندی سے آدمی میں یہ علم پیدا ہوا۔ کہ اُسکے علم میں بھی سارا کائینات سما سکے اور کسی جگہ ایک نکتہ بھی نہ چھپے + کہ اس کائنات سے کائین کا بھی علم ہے۔ کہ کوئی اس کا کائین ہے + جو اپنے علم میں از خود محیط و محاط ہے۔ جسکی مرضی سے مجھ کو بھی اتنا علم ہوا کہ اسکو محیط و محاط سے منسوب کر سکے کہ ایک گونہ میں بھی اپنے علم میں محیط و محاط ہوا + گویا اسقدر وہ عادل ہے کہ اکیلا خود ہی کو وحید و فرید نہ کہا ہے بلکہ ہر فرد کو وحدہ لاشریک اور محیط و محاط بعلمہ بنایا ہے + جس سے علی کل شئی قدیر ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہ سب سمجھنا اُس انسان کا کام ہے جو انسان ہوتا ہے + کیونکہ سب بنی آدم ہیں۔ اور آدم تراب تھا۔ اور ابوتراب و ابن تراب بنا۔ اس لئے سب کے سب تراب سے ملینگے + پس جسمانی پیدائیش کا آدمی مجسم ہے اور روحانی پیدائیش کا روحانی وہ کبھی خاک میں نہیں ملتا۔ اگرچہ وہ جسمانی کے مشابہ ہو تو ہوا کرے + مگر تم کو اس کا علم نہیں + اسلئے خود سے متشابہ سمجھتے ہو۔ لیکن کھٹا دہی اور میٹھا دہی دونوں ایک رنگ کا دیکھتا ہے۔ لیکن لذت و اثر میں متفاوت ہوتا ہے + وہی چربی اور گھی کی کیفیت ہے + پس

ہوتے ہمت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز — ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

چنانچہ ہربات میں واقعاتِ فاتیہ اپنے واقعاتِ ما مضَت کے اولاد ہیں۔ اور واقعات آتیہ کے ابا جاوجن سے تصدیقاً نتیجہ اخذ ہوسکتا ہے۔ اور تم میں سے بھتیروں کو معلوم ہے کہ مگر وہی حالت ہے کہ ؎

پرتو نیکاں نگیرد ہرکہ بنیادش بداست   تربیت نا اہل راچوں گردگاں برگنبداست

اس لئے واہیات خرافات بکاکرتے ہیں۔ حالانکہ بُرا کلمہ خود بولتا ہے کہ میں بُرا ہوں۔ مجھ کو نہ بولو۔ مگر آیا ہم وفضول الکلام + دیکھو آدمی سے جو کچھ نکلتا ہے سب ناپاک ہے پھر وہ بول و براز ہو خواہ خون ومنی ہو یا لبغض وکینہ ہو + مگر اچھی بات کلمۃ اللہ ہو جاتی ہے + یہ سب حسن وخوبی سے ہوتا ہے + اور خوبی ایک اوزار ہے جس سے اچھی چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ کہ وہ حسن وخوبی علم وعقل ہے اس لئے لادینَ لِمن لاعقلَ لہ کہا جاتا ہے + کیونکہ وہ نرا جاہل ہے اور جہل سے بُرائی ایجاد ہوتی ہے + جاہل اپنے جہل کو علم سے زیادہ دوست رکھتا ہے + اسکو باعثِ معراج سمجھتا ہے + اور یہ بُرائی ساری بُرائی کی جڑ ہے + اسی واسطے یہ بُرے لوگ سرآمدِ برکات ومصدرِ حسنات کو طالب کو اور خسروِ کشور دانائی اور سرحلقۂ اربابِ فضل وکمال کو بلکہ سب کو بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ کہ گویا خود میں بدی کا خرمن لگا دیتے ہیں۔ اسکو یوں سمجھنا چاہئے کہ جبدم بدی نے جسم قبول کیا تو ان بدوں کی شکل میں مجسم ہوکر نمودار ہوئی + کہ یہ بدلوگ بدی کے مجسم فوٹو ہیں۔ یہ اپنی بُرائی سے بُرائی کے بارہ میں رائے لیتے ہیں + کہ بُرائی بھلی ہے یا بُری + تو میدانِ ظلمات میں بجز نورانی چیز کے ہرقسم کی چیز ظلمانی نظر آتی ہے + سب رنگ یکساں ہو جاتے ہیں + جسکی تفریق نورانی چیز بتلاتی ہے + تو بھلا ان بدوں میں نورِ ایمان تو ہے نہیں۔ جس سے اُنکے مجسم ظلمانی عالم کی حالت معلوم ہو۔ اسو اسطے اُس اندھے کے آگے سب رنگ برابر ہو جاتا ہے + تو امرِ ہذا کالشمس علی افقِ السماء ہے کہ نیکی وبدی۔ ایک اس میں سفید ہے دوسرا اس میں سیاہ + سفید کو نور کہتے ہیں + ظلمات کو سیاہ + آئینہ سفید وشفاف وعطریف ظریف ہے + چھپا کے بھی رکھنے پر مارے صفائی کے ذرے سے ہیں دھمیلا ہو جاتا ہے + اسی طرح سفید وشفاف نورِ بیاض الوجہ اندھیرے کو اوجالا کرتا ہے + اور ذرے سے پھونک میں ہوا ہو جاتا ہے + کہ اُلو کی آنکھ کھلجاتی ہے + گویا جو چیز بہت ہی لطیف ہوتی ہے بہت ہی پاک ونازک ہوتی ہے + رزیل سے مقابلہ کرنا نہیں چاہتی + اور جو چیز بد ہے کثیف وسیاہ ہے اُس میں جسقدر کثافت ملاؤ اور کثافت کی کھاد بنتی جاتی ہے + بہت ہی سخت سے سخت ضرب وشلاق اور عذابُ تعزیر کے بعد سفیدی کی طرف رجوع ہوتی ہے + ورنہ اپنی کثافت وڈی

پر نازاں رہتی ہے + اس قسم کے واہیات نازہائے زشت وفخرہائے ناگوار ومباحاتِ بے گوارش محض غیر مستوجبِ اجر ہیں + تو خوبی وہ ایک نادر الوجود چیز ہے + کہ اسکی خوبی کی کچھ انتہا نہیں + منجملہ جمیع خوبی کے اس میں یہ بھی ایک خوبی ہے - کہ جسطرح تم اُس سے ملنا چاہو مارے اخلاق وخوبی کے ملنے کو تیار ہے + اگر کوئی کافر بنکے ملنا چاہتا ہے + تو وہ خالص کافر ہے + اگر منافق بنکے مِلنا چاہے تو وہ محض منافق ہے + مارے اخلاق وخوبی کے تمہاری رضا پر راضی رہتی ہے - کہ جس میں تم راضی ہو اس میں ہم راضی ہیں + مگر تم اُسکے اخلاق کی قدر نہ کرکے اُسکی اصلی خوبی کی طرف نہیں مائل ہونے + الٹا بدی کے عالم میں جو ظاہری وباطنی عالم ہے اس میں لگاتار سیر کرتے رہتے ہو + کیونکہ ذاکرِ بدی بد ہے + اور منشئ بدی ذاکرِ حسنات + اور مذکر نتیجۂ ہر دو ہادی ومصلح + تو ہادئ مذکرین ہی کی یہ ہدایت ہے کہ جسکو برائی یاد نہیں وہ پاک ہے + تو ہر پیدا ہونے والے کو کچھ یاد نہیں ہوتا - اسلئے وہ فطرۃً پاک ہوا + اُسکو چاہئے کہ اب کوئی ایسی بُرائی نہ کرے کہ اس عالمِ فانی میں پیدا ہونا پڑے + کہ آئندہ ہزار ہا قسم کے فنا سے معانقہ کرنے کی حاجت ہو + اس میں ہمت کرنی چاہئے - کہ اس ہمت کا نام اتقا ہے ہ

ہمت بلند دار کہ نزدِ خداء وخلق   باشد بقدرِ ہمتِ تو اعتبارِ تو

ہستئ قدیم جو ایک پُرانی دھرانی ہے اُس پر نظر نہ کرو + جس قدامت میں ہمیشہ سے جدّتِ گوناں گوں ہے اُس طرف عود کرو + وہ روح اللہ ہے + جو اُدھر نہ گیا بدنام ہوا + جو بدنام نہ ہوا خوشنام ہے + بدنامی سے خوشنامی ایسی بھاگتی ہے جیسے افلاس کسب سے - گناہ توبہ سے - دشمن سکوت سے - ڈرپوک بھوت سے - چور بیداری سے - بدمعاش ہوشیاری سے + ہشیار رہو غفلت نہ کرو + ما اللہ بغافلٍ عما تعملون + آئندہ ہ

درحقیقت قرب وبعد از مردمِ دنیا غلط	آشنائی ہا غلط ناآشنائی ہا غلط
او غلط ہم تو غلط لفظِ شما وما غلط	آنچہ گفتم کل غلط دنیاؤ مافیہا غلط
نسخۂ آشفتۂ دیوانِ عمرِ خود مپرس	خط غلط معنی غلط املا غلط انشا غلط
یک صحیحہ را گرفتم کسر را بگذاشتم	بعد از تکسیر دیدم جملہ اشیاء را غلط
یعنے از اشیاء چہ مقصود است فہمیدی بگو؟	تو چہ خواہی گفت گفتارت زسرتا پا غلط
از الف شد ابتداء و بر الف شد انتہا	پس زبا و حاؤ راؤ طاؤ فاؤ یا غلط
کل فراموشی ہمیں دین است بہرِ صوفیاں	صرف او باقیست ورنہ جملہ اے یحییٰ غلط

ہ
بُجا

تو نیکی و بدی اور اس کا نتیجہ سب غلط قرار پایا + مگر اس غلط قرار یابی کے فعل کا نتیجہ اپنے اپنے موقع پر بالحق ثابت ہوگا + اگر تمہاری جان ان اشارات کو جان لے ۔ تو جان دینے والے پر جان دے + اس واسطے نیکی کئے جاؤ + نیکی کچھ عنقا نہیں + جنکے خواب و خیال میں نیکی نہیں وہ کور مقری ہیں + کیونکہ مادرزاد اندھے کے آگے سب یکساں اندھیر ہے + اسکے خواب و خیال میں آفتاب وانوار نہیں + دیکھی سُنی چیز خواب خیال میں ہوتی ہیں + جو نیکی سے کسی عالم میں نہیں ملا ۔ اُسکے لئے نایاب ہے + جو نیک ہیں وہ ہادی نیکی ہی کو بخلوص دل پکڑ لیتے ہیں ۔ کہ مجھ کو نیکی سے ملا دو + پھر جو وہ کہتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں = اور نیکی سے ملجاتے ہیں ؛ جیسے جب کوئی ایسا سچا ہادی آتا ہے تو وہ اپنے قانون کے مطابق ان چند باتوں پر عمل ہوتا ہے ۔ کہ کسی امن کی جگہ پیدا ہو کر نشوونما پاتا ہے + اب وہ امن کی جگہ بادشاہ کے گھر میں ہو یا کسی پیشہ والے گھر میں + اسکے بعد حرکات غیر معمولی ظاہر کرتا ہے + خدا کی طرف بدل وجان مائل رہتا ہے + حتیٰ کہ اُسکو اسیات کی سند ملجاتی ہے + اُسکے موافق بکمال فصاحت واقعات گذشتہ کا داخلہ دیکر لوگوں کو نصیحت کرتا ہے + جان کا خوف نہیں رکھتا + بے پروا ہوتا ہے ۔ گاہ گاہ ایک اپنا برادر قوت بازو رکھتا ہے + زمانہ کے مطابق تعلیم دیتا ہے ۔ ایک طرز عبادت ایجاد کر دیتا ہے + کہیں تیرت گڈھ بنا دیتا ہے + ماقبل و بعد کے خبر کر دیتا ہے + ہفتہ وار ایک دن تعطیل کا مقرر کر دیتا ہے + سال بھر میں دو یک روز جشن و تقریب کا مقرر کر دیتا ہے + ازیں قبیل اور بھی بہت سی باتیں بتلا دیتا ہے + حیثیت زمانہ امر و نہی حرام و حلال کی تفریق بتلا دیتا ہے ۔ جیسے کبھی کہدیا کہ بقر اللہ نکھایا کرو + اس سے دودھ گھی پیتے ہیں + کبھی اسکا بال ۔ استعمال کرتے ہیں ۔ مرجانے پر بھی کام آتا ہے کہ اسکے چمڑا سے پاپوش ۔ خیمہ ۔ مشک وغیرہ وغیرہ بناتے ہیں ۔ اور سینگ کام میں لاتے ہیں اور ہڈی ۔ سواری وزراعت میں کام دیتا ہے + گویا اس کی کمائی کھاتے ہیں + اسیئے بخشش کشی بہتر نہیں + ان سب کاموں میں ہرج ہوگا + لوگوں نے حماقت سے اُسکی پوجا پاٹ شروع کر دی + تو آخر گاو سامری کے مشابہ بقرہ کو ذبح کروادیا + تاکہ لوگ پرستش نہ کریں + اسی طرح کبھی ناقۃ اللہ کے بارہ میں کہدیا کہ اسکو نہ کھایا کرو + کبھی کہدیا کہ فلاں روز مچھلی نہ کھایا کرو + کبھی کہدیا کہ سور نہ کھاؤ + کبھی کہدیا کہ سنسار کا سنسار رحم حرم ہے + کہیں شکار نہ کرو + کبھی کہدیا کہ کھانا بھی نہ کھاؤ + پانی بھی نہ پیو + شادی بھی نہ کرو + نہ چلو نہ پھرو کیونکہ زیر ہر قدم ہزار ہا جان است لہذا ۔ سانس بھی مت لو + گویا پیدا ہونا تمہارا بیکار رہے + اسلئے ناپید ہو جاؤ + مرنا جینا دونوں مساوی کر دو + خود کو نیست کر دو + مرنے سے پہلے مر جاؤ + چنانچہ ؎

ایسے جینے کو نہ معلوم کہ کیا ہوتا ہے موت سے پہلے ہی مرجاتا ہے مرنے والا

پھر کبھی یہ کہدیا کہ اگرچہ گوشت کھانے سے گوشت نہیں بڑھتا ہے + کیونکہ بہت سے جاندار گوشت نہیں کھاتے اور گوشت رکھتے ہیں + تاہم اگر گوشت وغیرہ کھایا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں + زیراکہ دہانِ فوقانی نطق و ابراز کے لئے ہے اور دہانِ تحتانی بول و براز کے لئے - ایک مدخل ہے - دوسرا مخرج + جو کچھ کھایا جاتا ہے سب نکلجاتا ہے + اُس میں کی جو پاک چیزیں ہوتی ہیں وہ چھنکر جزوبدن ہو جاتی ہیں + اُس سے کچھ نقصان نہیں اسلئے سب چیز کھا سکتے ہو + مگر جس چیز سے روحانیٔ و جسمانی صورۃً اور سیرۃً نقصان پہونچے وہ البتہ حرام ہے + پس ہر عبث اور ضرر رساں چیزیں حرام ہیں - ورنہ سب حلال + لہذا بے تکلف کھاتے جاؤ + چنانچہ اس کے علاوہ بھی اگر دیکھا جائے تو ہر ایک چیز بایکدگر اکل و ماکول ہے + کوئی جگہ نہیں جو جاندار سے خالی ہو + سانس کے ساتھ ہزارہا جاندار پیٹ میں چلے جاتے ہیں + اس لحاظ سے ناک مُنہ چھپانے کی حاجت نہیں + مگر محسوس الحواس جاندار - جو اپنے بال بچے سے محبت رکھتے ہیں + جان کی حفاظت کرتے ہیں + مرنے سے ڈرتے ہیں + اُن کو بلاقصور نہیں ہلاک کرنا چاہیئے + شاید اُن کے بہت سے بچے ہوں + لیکن اگر سخت ضرورت آن پڑے تو یہ بھی حلال ہے + غرض کہ ہر آمد میں اپنی پہلی شریعت کو منسوخ کر دیتا ہے + الغرض

چوں بیا مد عمارتے نو ساخت　　　رفت منزل بدیگرے پرداخت

پھر انقلاب زمانہ سے لوگ خراب ہو جاتے ہیں + بایکدگر ایصال الحرارۃ بالشراۃ ہونے لگتا ہے + تو پھر یہ ہادی آکر ہدایت کرتا ہے + کبھی مارے غصہ کے اسکے آنکھوں سے خون اُترآتا ہے + تلووں سے آگ لگجاتی ہے + چہرہ انگار بھبھوکا ہوجاتا ہے + سارا ابخرہ دماغ سے علمِ الٰھی تک پہونچا دیتا ہے + قبول ہونے والی دعاء طلب کرتا ہے + وہ وہی ہوتی ہے جو بے ساختہ اُس کے دل سے نکلتی ہے + جو سچے دل سے تمام دلوں میں داخل ہوتی ہے + تمامی ارضیٔ و سماوی قوت بلکہ سب قوتوں سے پرزور ہوتی ہے + تصرف کر ڈالتی ہے + کایا پلٹ کر دیتی ہے + خدا تک پہونچ کے جواب لے آتی ہے + اسی واسطے ایسا کہا جاتا ہے کہ

بترس آز آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعاء کردن　　　اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

کہ ان سب باتوں کا علم اس علیم کو قبل از نشئت ہے + کہ میں اس ترکیب سے اجابت دُعا کرونگا الاہوں پس جو اچھی بات اثر کر جائے وہ بڑی بات ہے + وہی جادو ٹونا ہے + اسکی بڑی قیمت ہے + اگر اختیاری ہو تو اسکو زورِ باطنی سے تعلق ہوگا + کہ اُس زمانہ کے مطابق اُس کا کرتوت جو بظاہر اًخلاف از عقل ہوتا ہے ظاہر ہوجاتا ہے + جسکو معجزہ وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں + جس کے ادراک میں عقلِ بشری عاجز ہوتی

ہے + اس کو یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ جب روح مجسم ہوتی ہے تو فرشتہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ وہ بھی ایک عالم ارواح کی طرح ایک محض مخلوق ہے۔ اس میں بھی روح ہے۔ تو جب فرشتہ مجسم ہوسکتا ہے + تو اللہ تعالے قدیر ہے + پس ایسے ہادی کے بارہ میں خدا معلوم کیا بھید رکھ چھوڑا ہے جو سمجھ میں نہیں آتا۔ لہذا اسی قدر سمجھ لینا بھی ایک قسم کا سمجھ جانا ہے۔ بنا بریں ؎

حمد از برائے ذاتِ خدائے وحید ہے	نعت از برائے ذاتِ رسولِ مجید ہے
مدح و ثناء ز بہر شہنشاہِ عادلین	ایسا وہی ہے شاہ جو اُس کا مُرید ہے
وہ دُشمنِ خدا پہ کبھی مہربان نہیں	یہ اُس کی شان سے تو نہایت بعید ہے
لیکن جو نام کا ہوا امام اور پیشوا	سمجھو برائے نام ہے ورنہ پلید ہے
لو کلکِ آہنی سے یہی میں نے لکھدیا	یوم الحدید آئے تو بأسِ شدید ہے
وہ آگیا زمانہ سو تم لوگ دیکھ لو	یحییٰ یہ کہدو وعدہ کے پیچھے وعید ہے

تو وعید انہیں بد ترین تمساح الاسمار کے لئے ہے کہ نیکی سے دُشمنی رکھتے ہیں + تصادم موجین سے جو نارِ وافر ہونے والی ہے اُس سے غافل ہیں + اور وقت سر پر ہے + آتشین انجن فرار ہو جائینگے + نیچے آتش برسیگا + گرم فواۓ اُڑینگے + نار نمرود تک بھسم ہو جائینگے۔ آئندہ لوہا جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا ئے جانے + پس میں نے صاف صاف کہدیا کہ نیکی کے پیچھے پڑو + بُرائی کے پیچھے نہ جاؤ + اس کا حصول اس طریقہ کی تعلیم پر جو میں بیان کرتا ہوں بہ آسانی ممکن ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ پہلے اپنے رہنے کی جگہ پر غور کرو کہ وہ کس جگہ ہونا چاہیے + جس سے آرام پہنچے + تو وہ غالباً دریا کا کنارہ اور پہاڑ کا دامن اور سرابہتر ہوگا + مگر مصلحتہً سب کے لئے اِس قدر گنجائش نہیں رکھی گئی ہے + اس لئے اس کے بعد جو اچھی جگہ ہو سکتی ہے۔ وہ پتھریلی جگہ ہوگی + اس کے بعد زراعت والی جگہ جو بالکل سطح مٹی ہوتی ہے + تو اب مکان جہاں بنایا جائے وہ پتھر رہتے ہوئے اینٹ سے نہ بنایا جائے + اینٹ رہتے ہوئے مٹی سے نہ بنایا جائے بلکہ مٹی۔ اور لکڑی سے بالکل نہ بنایا جائے۔ اگرچہ سرد ملک کیوں نہ ہو + پھر اس میں جہاں لکڑی کی ضرورت ہو وہ چند منفق حطب شناس کی رائے پر پاس ہو کر کام میں لایا ہو + لکڑی پر کسی ایسی چیز سے وارنش ہونی چاہیئے کہ تارپین و ریشم کی خاصیت پیدا کرے کہ سریع الحرق نہو + جیسے موم جامہ پانی کو روکتا ہے وہ آگ کو روکے۔ آگ سے احتیاط لازم ہے + لوہے پیتل کی جو چیزیں ہوں سب صاف و شفاف ہوں + مکان بہت ہی بہت کشادہ ہوادار ہونا چاہیئے + دریچوں میں کٹہرے ہوں کہ بچے نہ گریں + جا بجا کچھ گل و ریحان کی بھی گنجائش ہو سکے + تمام برآمدہ پر سلسل پھولوں کے

[illegible]

کونڈے ہونا چاہیئے + باورچیخانہ سب استعمالی کمرہ سے جدا ہونا چاہیئے + چولھا اس میں مشن کا ہونا چاہیئے
کہ دھواں کم ہو + اُس پر دودِ آہنگ بھی ہو + کوٹنے کاٹنے - پیسنے پاسنے کے لئے مشن ہو کہ کسی طرح آواز
نہ آئے + آواز روکنے کے لئے اکثر ربڑ کا استعمال ہو + پائیخانہ بہت فاصلہ پر ہو - کہ وہاں کے متعلق کی
کوئی بات احاطۂ پیخانہ سے باہر نہ جائے + اس کی فنائیل وغیرہ سے ایسی سخت صفائی ہونی چاہیئے - کہ
وہاں داخل ہونے پر بھی بدبو نہ ہو + خراطین و ہزار پاؤ مکس وغیرہ کی گذر نہ ہو + کہ وہ کسی حصۂ جسمانی کو مس
کرسکیں + یا وہاں سے نکلکر کسی چیز کو مس کریں - پیخانہ کی ساخت اور وہاں کے روشنی کی جگہ ایسی نہ ہو
کہ کسی کی باہر پرچھائیں آسکے + مکان میں کسی جگہ سیاہی نہ ہو - صاف ہو - روشن ہو - زینت و آرایش ہو +
مکان میں داخل ہوتے ہی آدمی کی توجہ صفائی پر پڑتی ہے + صفائی میں ایک خاص قسم کی کشش
ہوتی ہے جس سے جی خوش ہوتا ہے + اس لئے جسقدر مکان میں چیزیں ہوں - سب صاف ہوں + کوئی
برتن بدقلعی نہ ہو + کوئی کپڑا میلا کچیلا اِدھر اُدھر نہ پڑا ہو + میلا کپڑا رکھنے کے لئے ایک خاص کمرہ ہونا چاہیئے +
وہاں بھی کسی خاص چیزیں چند ایام کے لئے رکھنا چاہیئے ہمیشہ نہیں + معمولی وقت پر دھوبی آنا چاہیئے
کہ فوراً سپرد کردیا جائے + جس چیز کے رہنے کے لئے جو جگہ مقرر ہو - کام میں لانے کے بعد وہیں پر رکھدو +
گھر میں سریع الالتہاب چیز نہ رکھو + گیا سلیٹ کی حفاظت کرو + زہریلی چیز یا ہتھیار نہ رکھو - گھر
میں کسی جگہ چہبچہ نہ ہو + اُس سے مرض پیدا ہوتا ہے + مچھر وغیرہ پیدا ہوتے ہیں + مکان میں مکڑی
چھپکلی کھٹمل - مچھر چوہا نہو - بلاناغہ دونوں شام عود اور چندن - اگربتی اور دگر اقسام کے خوشبو وغیرہ سے
گھر بھر کو بخور دو + گھڑا - صراحی میلی نہ ہو + پانی معطر ہو + زمین کا جھاڑو اور ہونا چاہیئے فرش کا جھاڑو
اور + جھاڑو سویرے دینا چاہیئے + کونڈا کرکٹ ایک جگہ جمع کرکے باہر رکھدینا چاہیئے منسپل والا لیجائیگا +
نازک چیز کے لئے مرچھل - برش اور کونچی وغیرہ ہونی چاہیئے + بسترہ تکیہ سب صاف ہونا چاہیئے +
ایک سوفا پر دو آدمی نہ سویا کریں اگرچہ وہ میاں بیوی ہی کیوں نہ ہوں + کیونکہ یہ نفرت دہ حرکت ہے +
سرِ بالین اوگالدانِ مصفا ہونا چاہیئے + کہ فجر کا لعابِ دہن فوراً اُس میں ڈالدیا جائے + اِدھر اُدھر
کی سطح خراب نہ کیجائے + ایک ہی کمرہ میں بھیڑ یا دس دس لوگ نہ سوتے جائیں + ایک کمرہ میں دو آدمی
بس کرتے ہیں + کیونکہ کمرہ میری اصطلاح میں سات یا پانچ گز طویل و عریض کو کہتے ہیں + اس لئے
مکان میں بجز پیخانہ و پیشاب خانہ کے سب کمرہ ایسی ہی ہونا چاہیئے + ہر ایک کمرہ عمر بسری کے لئے
مخصوص ہونا چاہیئے + اس سے مطلب یہ ہے - کہ عورت کا جدا مرد کا جدا + عورت کا کمرہ مرد کے کمرہ
سے دور ہو + مضجع الگ ہو + ڈرائنگ روم الگ ہو + مشغل اور آفس الگ ہو + ملتقی یعنے

[illegible]

ملاقات گاہ وغسل خانہ وغیرہ جدا ہو + ایک دو کمرہ زائد ہو شاید کوئی مہمان آجائے + اور موسم کے لحاظ
سے سب چیزیں مہیا ہوں + نل بے سبب نہ کھلا رہے۔ کہ اسراف آب ہو + اُسکی آواز سے لوگوں کو
تکلیف ہو + اگر مکان چند منزلہ ہو تو اُس میں زردبان وسلم بالا ربا دونوں ہوں تو بہتر ہے سیڑھی
اس طرح نہ چڑھو کہ سانس پھول جائے۔ زینہ ربر سے منڈھا ہونا چاہیئے۔ کہ آواز نہ ہو۔ سب مکانات وحجرے
مربع اور بلندی میں مساوی ہوں + اوپر کی چھت پر اسطوانہ وبیرق چلیپہ نما مع ہلال ونجم ہو + اس
میں سلاخ برقکش ہو + دگر مکان میں کسی کونہ پر بیرق ہو + گویا اب کی رحمتِ الٰہیہ عیش رسانی کے شان میں
جلوہ گر ہونا چاہتی ہے + کہ بلاتفریق این وآں سب کے لئے عام حکم دیا جاتا ہے + کچھ خیالی پلاؤ نہیں
دولھا دولہن کے شادی کا دن ہے۔ دونوں سیر کرنے کو آئینگے + اس میں ممکنات ونا ممکنات کے
بحث کی حاجت نہیں حکم دینے والا جانتا ہے پس جو کہا جاتا ہے اسکو سنو + کہ یہ ایسے قسم کے مکانات
کی ساخت شہری و بازاری طریقہ پر بتلایا گیا ہے + اگر صحن و باغ کے ساتھ ہو تو وہی کوٹھی کا رنگ ہونا
چاہیئے + ہر مکان میں دروازہ پر بڑے بڑے دیوار گیر ہوں + اس میں شیشہ کا استعمال لال اور ہرا بہتر
ہوگا + کوٹھی کے متعلق اصطبل۔ چڑیا خانہ۔ کتا خانہ۔ بلی خانہ وغیرہ وغیرہ سب اپنے اپنے موقع پر ہوں
پنجانہ میں قدمچہ ہو۔ تو ایک قدمچہ پر دوسرا نہ جائے + ایک پرنالی اور کموڈ میں دوسرا نہ جائے + مالی
بغیر حکم آقا کسی کو ایک پھول نہ دے۔ موٹ جاندار سے نہ کھچوائے جائیں + اختیاری آبکش پنکھا سے
کھچوایا جائے + کوئی لب چاہ بیٹھا ہو تو اچانک نہ پکارا جائے + کنواں میں زینہ یا جنگلہ ہونا چاہیئے +
وقت کی پابندی ضرور ہے + علی الصباح اُٹھنا چاہیئے + کچھ ورزش کرنی چاہیئے + ٹھنڈا یا گرم پانی سے صابون
لگا کر بہت اچھی طرح غسل کرنا چاہیئے + کہ بدن میں چکنائی اور خارش نہ رہے + حمام میں عورت و
مرد کی جگہ جدا ہو۔ عورت کو عورت غسل دے اور مرد کو مرد + سب کا جھانواں اور۔ کیسہ جدا ہو + روغن و
عطریات سے مفرح ہو کر۔ صاف راستہ سے جہاں گرد وغبار نہ ہو میل دو میں پیدل گذرنا چاہیئے +
کھانے میں بادی وقابض۔ نفاخ وثقیل وغیرہ سب کا خیال چاہیئے + کھانے میں الائچی۔ اور دیگر
اقسام کی طیبات چیزیں آمیزش کرائی جائیں کہ اس سے خوشبوئی آئے + کھانا کوئی نہ جوٹھا ہے کھانے
پر مکھی نہ بیٹھے + کھانا تعریف کر کر کے نہ کھاؤ + سالن میں گھی کی چکنائی اور بدبوئی مطلق نہ ہو + غذا اچھی
ہو کہ خون وتخم اچھا ہو + تاکہ اولاد اچھی ہو + کھانا تیار ہو جائے۔ جب ہاتھ دھو کر دسترخوان پر بیٹھو + موسم
کے مطابق اچار۔ مربا۔ چٹنی۔ سرکہ۔ پودینہ۔ کیوڑا۔ گلاب۔ حلوہ۔ میوہ جات وغیرہ وغیرہ استعمال
کرنا چاہیئے۔ کہ یہ کثافت دہن کو صاف کرتے ہیں۔ غلاظت کے مشابہ کھانا نہ کھاؤ + زبان نہ چٹخارو۔

(حاشیہ:) صاف ہونا چاہیئے + پانی خراب نہ ہو + کنواں اندھیرے میں نہ ہو + تنگ نہ ہو +

گٹھلی سمیت کوئی چیز نہ کھاؤ + کھانے کے بعد اسی طرح کی کچھ خوشبو چیز استعمال کرنی چاہئے - فرش پر کھانا عیب نہیں مگر دستر خوان ضرور ہو + جو بالکل صاف ہو + کرسی پر بھی بیٹھکے کھانے میں عیب نہیں + کھاتے وقت میز و کرسی پر کہنی نہ رکھو + روٹی بائیں طرف رکھو + اس کو دانت سے نہ کاٹو + ایک صاف تو ال گود میں رکھو + کھاتے وقت منہ کی آواز نہیں آنی چاہئے + منہ پھاڑ کے لقمہ نہ لیا کرو + منہ بند کر کے چباؤ پھر کھاؤ + کسی چیز کا کانٹا نہ چبھے + کسی کے کھانے کی طرف نہ دیکھو + نہ چُپ چاپ سر جھکا کے کھاتے رہو + سب کھاتے ہوں تو کھاؤ اگو بجز بکا دل کے ایک بھی چپ چاپ بیٹھا ہو تو نہ کھاؤ + پہلے نمکین لقمہ + کھانے میں ہاتھ نہ جھاڑو + انگلی یا رکابی نہ چاٹو + رکابی کتے چاٹا کرتے ہیں نہ کہ آدمی + ہڈی نہ چوسو + چبائی ہوئی چیز انگلی سے نکال کر نہ کھایا کرو + ہاتھ میں لقمہ لیکے گھنٹوں باتیں نہ کرنے لگو + اگر منہ میں لقمہ ہو جب بھی باتیں نہ کرو + بہت بڑا بڑا لقمہ نہ لو + نہ جلدی جلدی کھاؤ + کہ حرص معلوم ہو + جوٹھی انگلی سے کوئی چیز نہ چھوؤ + روٹی میں انگلی پونچھ پونچھ کے نہ کھاؤ + ہر ایک کا گلاس جدا ہونا چاہئے + گلاس کو گندہ نہ کرو + گلاس بائیں ہاتھ سے پکڑو + پانی اور شوربہ پینے میں آواز نہ ہو + جوٹھا پانی ہرگز ہرگز نہ پیا کرو + نہ پیشاب پیا کرو + ایک برتن میں ہرگز ہرگز نہ کھاؤ + کھانے کے بعد اچھی طرح سے ہاتھ منہ دھوؤ - کلی غرارہ کرو + مگر دانت کسی کے سامنے نہ صاف کرو + کھانے کے بعد جو صابون ہاتھ منہ دھونے میں مستعمل ہو اس سے دس پانچ دھولیں تو کچھ ہرج نہیں + لیکن نہ دھوئیں تو اچھا ہے + بعد از تناولِ طعام چہل کے طور پر دل خوش کن باتیں ہونی چاہئیں + فوراً کھا کے پھر نہ کچھ کھانے لگو + ؎ نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید[1]

پان کی طرح بیکار کوئی چیز نہ چباتے رہو - کانٹے چھری کی آواز نہ آئے + رات کو ایسے وقت سونا چاہئے کہ کم از کم چھ گھنٹے سونے میں صرف ہو جائیں - مکان میں شفاف بجلی کی روشنی ہو تو بہتر ہے + سوتے وقت خطرناک روشنی نہ جلتی رہے - مضجع[1] میں گزندہ درندہ ہیبت ناک تصویر نہیں ہونی چاہئے + بلکہ مکان ہی میں نہ ہو تو بہتر ہے + تا کہ حاملہ عورت کی نظر نہ پڑے + مکان میں اچھی تصویر ہونی چاہئے + سوتے وقت بُرے خیالات نہ ہوں وہی خواب ہو کر ڈرائینگے یہی ہمزات الشیاطین ہیں + سوتے وقت جو آدمی کچھ خیال کر کے سوتا ہے تو وہ خیال بڑا پُر اثر ہوتا ہے + چنانچہ بچے سبق یاد کرتے کرتے سو جاتے ہیں تو تا دمِ بیداری اُنکے روح اسی شغل میں مشغول رہتی ہے - کہ وہ اُٹھتے ہی اپنا سبق بہت حافظہ میں گٹھا پاتے ہیں + اسی طرح سوتے وقت اگر کوئی بزور یہ خیال کر لیتا ہے - کہ اے کاش کہ میں فلاں وقت اُٹھ جاتا - تو برابر اُٹھ جاتا ہے + اگر یہ خیال کر کے سویا کرے کہ عالم میں

[1] سونیکا کمرہ

خدا رسیدہ کون ہے جس کے ذریعہ سے ہم خدا تک پہونچ سکیں تو روزے ازروز ہا روح اس سوال کا
جواب بھی پورا کر دیتی ہے ۔ کہ خدا رسیدہ کو بتلا دیتی ہے ۔ تو اگر اُسکی صورت یاد رہے تو اُسکو اپنے دل
میں گاڑھے ہوئے سویا کرے ۔ تو عجب نہیں کہ اس میں بھی بہت بڑی کامیابی ہو + اس لئے سوتے وقت
اچھے خیال میں سونا چاہئے کہ اگر مر بھی گیا تو اچھے خیال میں حشر ہوگا + اگر میاں بیوی میں ملاقات کا ارادہ
ہو + تو چاہئے کہ امتناعِ حسی و طبعی مانع نہ ہوں یعنی خونریزی کا زمانہ نہ ہو + کاشتکاری کا پورا موسم
ہو + دروازہ رہنے ہوئے من وراءِ الظہور مکان میں داخل ہونا دخلِ بیجا ہے + ناک کے سامنے
صراطِ مستقیم ہے + اسرافِ بیجا نہ ہو + وہ آبِ حیات ہے + اُس میں جوہر زندگانی بھرا ہے + اس سے
ہزارہا پیدا ہونگے + ایک نطفہ کا نقصان کرنا ہزارہا کو قتل کرنا ہے ۔ جس نے ایسا کیا ہے وہ قوم مردود
ہے + ان میں سے اکثر قومِ مجوس ہے + دیکھو دمِ حاجت دو میں سے کوئی تالم و توجع میں نہوں +
دونوں طرف سے خوشی ہو + معطر و معنبر ہوں ۔ نکہتِ دہانی ہو ۔ باجہ کی آواز سے مست ہوں +
بے پردگی نہ ہو + بھوکے نہ ہوں + کھانا کھائے ہوئے دو چار گھنٹے گذر گئے ہوں + آروغ و بخشونہ ہو +
بجلی مخطف الابصار نہ ہو رہی ہو + چاندنی رات کے اندر زیر سمانہ ہوں + بہ اناءِ اللیل مضحکات کے طور
پر بقصد مطارحات و مطائبات پر مذاق باتیں ہوں + کبھی پچلوچپہ و غلیچ ہو ۔ کبھی تشابک ہو ۔ اسی چھیڑ
چھاڑ کھیل کلیل کے ساتھ امتصاص و ارتشاقِ لب ہو + بوس و کنار ہو + مساس بنرمی ہو + کہ آنکھیں
نشیلی ہو جائیں + بدن سہرنے لگے + تو قانونِ التیام و فرسودگی مدنظر رکھی جائے + جب طرفین سے
تجسیسِ خیالی کا جنکشن ہو جائے + تو خود کو بروج الضم اور برج جوزا کی شکل پر منتقل کرے + جو اپنی حالتِ
معروفہ میں غالب آئیگا اسی جنس کا بچہ ہوگا + اگر مرد غالب آئیگا تو نطفہ منتقل بہ ابن ہوگا ۔ اگر عورت غالب
آئیگی تو نطفہ منقلب بہ بنت ہوگا ۔ گویا کھیل ناڑا اور بل تاڑ کی حالت ہے + دونوں نفس اب سے
خارج ہوتے ہیں + اس لئے باطناً ہر مرد و عورت بھائی بہن اور باپ بیٹی ہوا کرتی ہیں مگر ظاہر اُن شوہر
ان دونوں کے اثر سے بچہ ویسا ہی متاثر ہوتا ہے جیساکہ اوپر مرغی کے بچے کی حالت بیان کی گئی
ہے + کہ سفید مرغی سے کالا بچہ ہوگیا ۔ تو ماں باپ جس خیال و خصلت کے ہونگے اُن کا اثر بچے پر
پڑیگا + بچہ اپنے والدین کی تصنیف ہے + ان دونوں کے خصائل کا خلاصہ مضمون اُس میں ہے +
مگر وہ اس سے غافل ہیں + تصنیف خود کو اُن سے زیادہ جانتی ہے + چہرہ اُس کا اُس کتاب ناطق کا عنوان
ہے + باپ علوی اور ماں سفلی ہو تو ضرور جناتی اثر پیدا ہوگا + کہ دونوں کا کام کرے + اس لئے والدین
کے خیالات و خصائل اچھے ہونا چاہئے + ہر فرع اپنی اصلیت میں متفرع ہوتا ہے + والدین کا خلاصۃ الخلاصہ

اولاد ہے + باپ اکبر ہے۔ ماں صغریٰ ہے = بچہ نتیجہ ہے + اسی واسطے الولد سُر لابیہ کہا جاتا ہے +
بناءً علیہ جبدم بچہ بیچ حمل میں ہو تو ماں کو چاہیئے کہ وہی غذا کھائے جو اُسکو بچپن سے پسند ہے یا جو
طبیبِ طیبہ تجویز کردیں + ایسی چیز ہرگز نہ کھائے کہ بدہضمی ہو + یا اسقاطِ حمل کا خوف ہو + یا برا خواب
دیکھنے کا گمان ہو + جس سے جنین کی صورت وسیرت پر حرف آئے + یا دوسری شکل پر منتقل ہو جائے +
کیونکہ جس طرح آدمی کے پیٹ سے کبھی ابن الغیب بنامِ عیسیٰ پیدا ہوتا ہے + اسی طرح آدمی کے پیٹ سے
ابن الشیطان بشکلِ شیطان بنامِ مارو ذلوک پیدا ہو جاتا ہے + کبھی بشکلِ انسان جو بہت ہی بدخصلت
بدزبان کلبجھا اور موذی ہوتا ہے + اس لئے بہت احتیاط چاہیئے + چرکٹ اور سوندھی مٹی نہ کھائے
بجائے اس کے دوچار دانہ زیرہ یا اور کوئی چیز استعمال کرے۔ مگر حمل کے وقت میں جو اُس کا دل چاہیئے
فوراً کرے + ورنہ اچھا نہیں + بیہودہ قیام وقعود اور حرکتِ بیجا کو عبادت نہ سمجھے۔ جیسے گھڑی گھڑی
دوچار گھڑی پر زمین سے ناک رگڑنا + یا دو پہاڑ کے بیچ میں دوڑ دھوپ کرنا۔ جھوم جھیل کھیل کے۔ روسیاہ
پتھر کو چومتے رہنا۔ سارے شیاطین کا ایک جگہ مجمع فرض کرکے دیوانوں کی طرح اینٹ پھینکنا اِن
سب کا نام حرکاتِ بیہودہ ہے + بیہودہ سے بیہودہ دہدایت کی امید نہیں۔ یہ ایک قسم کی عبادت
ایک حکیم نے اس غرض سے بنائی تھی۔ کہ لوگ جو بے انتہا بیہودہ کاموں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر وہ
سب چھوڑ کر ایک ہی بیہودہ کام میں لگجائیں تو بدرجہا بہتر ہوگا کہ آئندہ اس ایک سے بھی چھوڑا دینا
آسان ہو جائے جس کا زمانہ آگیا + پس معنی حاصل ہوگیا۔ عبارت منقطع ہوگئی + لہذا اب ایسے بیہودہ
حرکات سے باز آنا چاہیئے + زیادہ روزہ مریم کی پاسداری کی جائے یعنے سکوت کی + بل یا اندھیری جگہ میں
رفع حاجت نہ کرے + تا ولادت ترکِ عشیان بہتر ہے + فعلِ ہذا کی مشن اور دفع الوقتی کا کل نہ
بنجائے + جولان الہموم وغموم کو پاس نہ آنے دے + معصوم بچے کے ساتھ دشمنی ہے + جو حاملہ
عورتوں کو ناراض کریگا۔ نرا بچہ ملعون ہوگا + اُس سے بشدت بدلہ لیا جائیگا + کتنا ہی عبادت کرے
قبول نہیں + اس سے یہ بھی غرض نہیں کہ حاملہ شیرِ غزال ہو جائے + اگر ایسا کرے تو تنبیہ جایز ہے +
حاملہ کو چاہیئے کہ اپنے شوہر خواہ چند عورتوں کے ساتھ باغ وبخشا۔ دریا اور اچھی جگہ کی سیر کرے +
کنجِ قفس میں کنیزِ مخفی نہ بنی رہے۔ وہ حرام زادے ہیں جو اپنی جورو بیٹی سے بدگمان ہوکر حبس بیجا
کرتے ہیں + اور ظن المومنین خیرا کا دم بھرتے ہیں + جس قدر جلد ممکن ہو یہ عالم بدر کئے جائیں + حاملہ
حتی الوسع زینہ پر نہ چڑھے + اگر چڑھے تو چھ سات مہینہ کی حاملہ ہونے تک + وہ بھی آہستہ آہستہ چڑھے +
آگ کے پاس زیادہ نہ بیٹھے + غرض کہ جسقدر اچھا کھائیگی اُس پر اچھی گرمی پہونچیگی۔ اُسکے لئے اچھا دودھ

تیار ہوگا + اندر اچھی خوراک پہنچیگی + جسقدر اچھا خیال کرے گی اُس پر اچھا اثر پڑیگا + جس قدر اچھی چیز
دیکھے گی اسی قدر اُس پر اچھا اثر پڑیگا + تو اگر بہت اچھی تصویر رکھنے کی ہدایت کی جائے تو اُس میں چند
قباحتیں پیش آتی ہیں۔ منجملہ ان کے پہلے تو یہ ہے ۔ کہ بہت سے مردود لوگ تصویر رکھنا حرام سمجھتے ہیں +
کہ جیسے سب پیشہ حلال ہے ڈکیتی حرام + سب کام کر سکتے ہیں سکہ سازی نہیں کر سکتے اسی طرح تصویر سازی
حرام ہے + تو وہ حرام کے بچے یہ نہیں سمجھتے کہ کوئی چیز تصویر سے خالی نہیں ۔ مثلاً اگر کوئی چیز کاغذ پر شکلِ
بشر بنائی جائے تو اسکو تصویر کہینگے + اگر وہ تصویر عکس کشی کے ذریعہ سے ہو تو اسکو یاجوج کہینگے ۔ اگر
کپڑے کی ہو تو لعبت کہینگے + اگر لکڑی کی ہو تو لعبیم کہینگے + اگر کچی مٹی کی ہو تو جبت کہینگے + پختہ مٹی سے
بنی ہوئی ہو تو طاغوت کہینگے + پتھر سے بنی ہوئی ہو تو صنم کہینگے + اگر سایہ ہو تو ظل کہینگے + آنکھ میں عکس
ہو تو انسان کہینگے + وہ انسان لحم ہو تو بشر کہینگے + حواس شکل پر نہ ہو اسکو وثن وغیرہ کہتے ہیں ۔ پھر وہ
گرجا ہو یا کعبہ + غرض کہ تمام اشکال کا نام عالمِ مثال و تمثال ہے + تو سارا کائناتِ عالم تمثال ہے ۔ ان
سب کو دیکھنا بُت پرستی ہو جائیگی + ہر ایک چشم ۔ خانۂ سلیمان بنجائیگی ۔ کہ سارا عالم اُس میں تمثالاً رکھا ہوا
ہے + جہاں صورِ علیہ ہو وہ ایک دم بتکدہ ہوگا + لیکن کچھ بھی ہو ۔ سیہ رو پتھر سے تو بدرجہا افضل
ہوگا + مگر سب سے افضل ہر ایک کی خود وجود ہوتی ہے + کہ سب اُسی وجود کے لئے چاہتا ہے ۔ تو جب
اُسکی وجود ہی نہیں تو کچھ نہیں + پس ہر چاہنے والا خود کو بہت چاہتا ہے + تو بہت ہی چاہنے کا
نام پرستش ہے + اس واسطے سب خود پرست ہوئے + لہذا زندہ بُت پرست ہیں + وہ بُت پرستی سے
نہیں چھوٹ سکتے + آئینہ ضرور دیکھتے ہیں اُس میں بُت ہی کی شکل نظر آتی ہے + کوئی رقیق
چیز دیکھینگے تو بُت کی شکل نظر آئیگی + اگر کہیں عبادۃً بیہودہ قیام و قعود کرنے کو بیٹھ جائینگے ۔ تو
ضرور ہے کہ اپنی دینی ہدایت کے مطابق ۔ اپنے مالک کو سامنے سمجھیں = اور مالک کی کوئی وجود
نہیں محض عن الوجود ہے = تو پھر کس طرح مالک کا تصور ہو سکتا ہے ؟ ۔ اگر سامنے کی کسی چیز کو قرار
دیتا ہے = تو پھر وہی بُت اور وثن پرستی ہو جاتی ہے + اگر تصوری کوئی تصویر قائم کرتا ہے ۔ تو یہ باطنی
بُت پرست ہوتا ہے + اگر مالک کا خیال کرکے نہیں عبادت کرتا تو پھر کیا جھوٹ موٹ پڑھ پڑھ
کے بیہودہ حرکات کا مرتکب ہوتا ہے + کہ مرتکب اور عدم مرتکب دونوں مساوی ہیں + اگر ان سب
باتوں میں کچھ بھی نہیں ہے ۔ تو یہ گم پرستی بھی رہی بیہودہ حرکت ہوئی + اسلئے ایسے مادر بخطا مردود
حرام زادی قوم جھجھ کی باتیں نہ سنو + اسکو بہت جلد عالم بدر کرنا چاہئے + یہ ترقی و آزادی میں مزاحم
ہوتی ہے + یہ نہیں چاہتی کہ لوگ قید و بندگی سے آزاد ہوکر فنا فی روح اللہ ہوتے ہی مطلق ہو جائیں +

غلام کا آزاد کرنا گناہ سمجھتی ہے + گویا نقصان پہنچاتی ہے + نقصان رسانی بدینی ہے + پس عکس کشئ
ونقاشی وغیرہ سب جایز ہے + فوٹو سے ڈاکٹری میں ترقی ہوتی ہے + بچوں کو سارے رگ وپہاں
کا فوٹو کھینچ کے بتلا سکتے ہیں کہ جلدی سمجھ میں آجائے + فوٹو سے نباتات وتخم نباتات کی حالت دور
سے سمجھا سکتے ہیں + علم حیوانات میں تمام حالاتِ حیوانات معلوم ہوتے ہیں + فوٹو سے کیٹلاگ کی
وجہکر تمام فہرستِ اشیاء کی حالت معلوم ہوتی ہے + اور یہ سب حرف والفاظ۔ نقش ونگار وغیرہ فوٹو
ہیں + فوٹو نہیں رکھنے کی ہدایت کرنی گناہ ہے + پس چلو الحمدللہ کہ یہ قباحت دور ہوئی + لیکن اب
یہ قباحت پیش ہے + کہ فوٹو سے کس خوب صورت اور خوب سیرت کا فوٹو مدِنظر رکھا جائے + کیونکہ
ازروئے قواعدِ تناسخ وقانونِ فطرت اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے خوبصورت ہیں مگر اسقدر
مفلس ہیں کہ مفلسی کے مارے تھوڑے ہی روز میں مریض ہو کر بدصورت اور بدسیرت ہو جاتے ہیں +
کہ یہ سزا دائرہ بچند وجوہ ہے + اسی طرح کبھی ایسا دیکھا جاتا ہے کہ دولتمند ہے مگر بدصورت ہے +
کسی کو دولت اور صورت دونوں ہیں۔ مگر سیرت نہیں + کسی کو اگر تینوں ہیں تو علم وعقل نہیں +
جس کو چاروں ہیں تو تندرستی نہیں + جس کو پانچوں ہیں تو قرضدار ہے اگر قرضدار نہیں ہے تو اولاد
نہیں + اگر اولاد ہے تو بالکل خراب ہے + کسی کو کچھ بھی نہیں ہے + غرض کہ کسی میں ایک صفت ہے
کسی میں دو۔ مگر ایک دولت دوسری دولت کو کھینچتی ہے + اسواسطے کسی قدر بایکدگر اضافہ ہو جاتا
ہے + کہ وہ کسی جگہ مجتمع ہو کے بھی نمایاں ہوتی ہے + لیکن بالکل شاذونادر + مگر وہ بھی کسی نہ کسی بلا
میں مبتلا رہتا ہے + تو گویا ایک صفت حاصل ہونے میں بہت سے بلیات کا سامنا ہوتا ہے +
تو جس میں از جزو تا کل صفات واوصاف ہوں علیٰ کل شئ قدیر ہو۔ تو اُسکو از جزو تا کل بلیات کا
بھی مقابلہ کرنا پڑیگا۔ ممکن ہے کہ خود کو قربانی دینی پڑے + کیونکہ یہی اُسکی قیمت ہے + جیسی دولت
وحیثیت ویسی قربانی + تو اُس کو ایک ہی نے ازل سے ابد تک کے لئے خرید لیا ہے۔ کہ اب کوئی
ٹھیکا بھی نہیں لے سکتا = اُسی خریدار کو روح اللہ کہتے ہیں + تو اللہ کی روح ایک ہی ہونی چاہئے
نہ کہ کروڑہا کروڑ + تو جو چیز بہت اچھی ہوتی ہے بہت تھوڑی ہوتی ہے + جیسے لائق کم ہیں نالائق
بہت زائد + روح اللہ چونکہ بہت اچھا ہے اسواسطے بالکل ایک ہی ہے + تو اُس وحدہ لاشریک
مجسم کی تصویر سب کے سامنے رہنی چاہئے + اور اُسی کی تسبیح وتہلیل ہے + گویا ؎

مصحف رُخ کی تلاوت ہی میں ہو عمر تمام ۔۔۔ ہر ایک کے آگے یہی فرمان رہے

خصوصاً حاملہ اور زچہ وبچہ کے آگے ضرور رہنا چاہئے۔ کہ اُس کے مسمرایز کرنے سے انوار گوناں گوں ظاہر

ہوں + اور یہ عشقاً ہونا چاہئے نکہ امتحاناً + اس سے بچہ پر بہت جلد اثر پڑیگا۔ اگر وہ آگے چل کر کوشش کریگا تو اُسکو فنا فی روح اللہ ہونے کا طریقہ بہت جلد بہ آسانی معلوم ہو جائیگا + الوف الیف رجوب رجیب پہنچا ئیگا + لیکن اُس سے یہ مقصود نہیں کہ کوئی یہ سمجھے کہ کیا یہی ہیکل اللہ ہے۔ جس میں روح اللہ تھا + کیا اس سے اور اعلیٰ بنا کے نہیں نازل ہو سکتا تھا۔ تو اعلیٰ سے اعلےٰ بناتے ہوئے چلے جانے پر بھی یہ کہنے کی گنجائش باقی رہیگی + لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جیسے اُس کی بے شمار مخلوق ہے کہ کوئی شمس اللہ کہی جاتی ہے۔ کوئی قمر اللہ۔ کوئی ارض اللہ۔ کوئی شیطان اللہ وغیرہ وغیرہ اسی طرح یہ ایک ہیکل اللہ ہے ورنہ وہ روح وہیکل سب سے بری ہے + صرف اپنی ذات سے منسوب کر رکھا ہے + کہ اس منسوبیت کی سبب سے درحقیقت اس میں شعر خدا کا مفہوم بھی پیدا ہو گیا ہے۔ فہو ھذا کہ ؎

برامید نقش روئیش دستِ نقاشِ ازل لقشہا بربستہ لیکن مثلِ او نایافتہ

تو وہ کونسی تصویر ہے کہ اس فرمانِ پاک میں موجود ہے۔ دیکھ لو + پس یہی ثلاثی مجرد قابل پرستش ہے + یہ فوٹو اس طرح سے حجاب اللہ ہے جس طرح سے مجم فوٹو بنام بشر حجاب اللہ ہو سکتا ہے + پس اس میں وہی معنی و مفہوم مقصود رکھے گئے ہیں۔ کہ اسکی دستگیری سے انکشافات پیدا ہوں۔ کہ فنا فی روح اللہ ہونے کا طریقہ [illegible] ہوئے آزما لو + اس کی تاثیر حد سے زیادہ ہوگی جو کائنات [illegible] کی تعریف کی کچھ انتہا نہیں + مجسم اور جسم ہونیکے مطابق دینی و دنیوی جسمانی اور روحانی [illegible] کی تعریف بے انتہا ہے اُن میں سے ایک شاہانہ دنیوی تعریف یہ ہے کہ ؎

شعاعِ مہرِ تاباں کا اگر مسطر میسر ہو — لکھیں قرطاسِ زریں پر کہ ہر اک لفظ اختر ہو
جو خطِ استوا اس دفترِ طولیٰ کا مسطر ہو — دواتِ حلقۂ ارض و سما میں کلک محور ہو
اگر وصف و ثنا لکھنے میں خامہ مثلِ [illegible] ہو — یقیناً نقطۂ حرفِ ثنا مضمون کا زیور ہو
جلیل القدر حبیب اتنا بڑا خاقان و قیصر ہو — نہ کیوں دنیا میں قدم اسکی ہر اک جا پر گور نہ ہو
[illegible] ہو فریدوں ہو سلیماں [illegible] — تہمتن ہو صف افگن ہو بہادر ہو دلاور ہو
اگرچہ لاکھ لاغر ہو مگر بیچہ جو غضنفر ہو — [illegible] زمین و آسماں گرچہ وہ مچھر ہو
عروسِ بخت و دولت و عزت شوکت [illegible] — ہر اک جا قوم دیگر ملک سے جبراً مسخر ہو
تہوّر میں سکندر ہو درم پیکار حیدر ہو — غرض اک آنِ واحد میں تہ شمشیر خیبر ہو

تعلیمات

معظم ہو مکرم ہو مفخم ہو مطہر ہو
مطیب ہو معطر ہو معنبر ہو منور ہو

ہر اک سر بر کا سر بر ہو ہر اک سرور کا سرور ہو
ہر اک داور کا داور ہو ہر اک افسر کا افسر ہو

اور اس کی تاجِ حکمت میں پرِ ناموسِ اکبر ہو
بخوبی اور آیا لی شہیرِ صفتِ کشور ہو

ہمیشہ قوتِ بازو و حامی اُس کا ینچر ہو
اگر ظاہر میں یہ ہو تو خدا باطن میں یاور ہو

یہ جب تک بحر و بر ہو یہ خلاؤ مہر انور ہو
سماء و نجم و عرش و قدرت و اللہ اکبر ہو

اُسی کا دار و دورہ ہو اُسی کا ذکر گھر گھر ہو
مسیحا ابنِ مریم ہے نہ کیوں روحے منور ہو

سراپا گر لکھوں اس کا سراپا کلک جوہر ہو
مگر اقلیمِ مضمونِ ثنا کا وہ مظفر ہو

بھلا تعریف ایسے سرورِ عالم کی کیونکر ہو
غرارہ کے لئے چلو میں پہلے آبِ کوثر ہو

اگر بہزاد و مانی سا کوئی فوٹوگرافر ہو
تو نقاشی میں عاجز ہو نہ کال اس سے لکچر ہو

مجازی طور سے پھر بھی اسی کا رستم گھر گھر ہو
کہ وہ تصویر اُس کے حق میں افسوں و منتر ہو

سراپا حسن پر جس کے جواہر بھی نچھاور ہو
تو کیا اس سیم تن کے واسطے سونے کا بستر ہو

رخِ پر مہابِ جانان پر لٹک بالوں کی گھونگر ہو
کہ گویا چترِ زر پر چترِ عنبر بنکے جھالر ہو

بکھر جائے تو بدلی ہو سمٹ جائے تو اژدر ہو
اگر گھٹنا سے نیچے ہو تو پھر دمدار پیکر ہو

نقاب و زلف و رُخ تینوں کا یہ اندازِ اخبر ہو
کہ جیسے رات دن کے درمیاں ابرِ مکدر ہو

بھلا جب تخمِ کشتِ پستُ بالا ریگِ اختر ہو
نہ کیوں گاوِ زمین و ثور و قوسِ چرخ ناگر ہو

پھر اُسکے بعد وہ نخلِ صفت اندر سے باہر ہو
کہ ہر ہر برگ و بر اُسکی صفت کا ایک دفتر ہو

ربر کی طرح سے ہر برگ و بر میں وصف یکسر ہو
اگر کھیچیں تو حدِ گیتی و عقبیٰ سے باہر ہو

عدو اس کا وہی ہو گا جو بلعوں سے بھی بدتر ہو
خصوصاً جس طرف سے اسکی ضد میں پند و لکچر ہو

کہ مسخ و نسخ ہو کر خر ہو یا بے سم کا خچر ہو
پلٹ کر آدمیت سے وہیں بے دم کا بندر ہو

یقیناً چرم و عظمِ خصم وہ پاسا اور چوسر ہو
کہ لو پارہ ہر اک کے واسطے دن رات گھر گھر ہو

اور اس کا خون بادہ ہو پیالہ کاسۂ سر ہو
کباب اُس کا کلیجہ ہو تو جب نشۂ برابر ہو

اگر جیتا رہے موذی تو سر اسکے ہنٹر ہو
کہ بھیجا سر کا آٹا ہو لفا بالوں کا چوکر ہو

نہ وقعت ہو کہیں اُسکی ۔ اک جا پہ چھپند رہو
تپاک اتنا پڑھے اُس کا کہ لکو رات دن ڈر ہو

برہنہ سر برہنہ پا برہنہ شش اکثر ہو
نہ تن پر اُس کے کپڑے ہوں تو چیتھڑ ہو

ہو فو ... ... شب یعنی زلف ـ یعنی معمولی تکا ...

اگر حوتِ فلک بحرِ معلق میں شناور ہو
وہاں تک یونسِ افکار جب پہونچے تو چادر ہو
اگر منظور ہو چلنا چلو اُڑ کر اگر پر ہو
نہ تم پھُنسی کو کھجلاؤ کہ پھُنسی سے بھگندر ہو
اگرچہ نیچرل بُک کا جو لٹریچر ہے آساں ہے
گر آہِ سرد سرما ہو تو سوزِ قلب گرما ہو
کہ جس کا گنبدِ گردوں حبابِ بحرِ چشمہ ہو
اگر بکتے ہیں بکنے دو کہ کیا بکنے سے ہوتا ہے
جو ہر اک شئے پہ قادر ہو تو کیسے کوئی پہچانے
اگر وہ لفظِ کُن کہدے تو دیکھو انقلاب ایسا
بسالت بر جسارت در حرارت گر شجاعت در
کمانِ یائے یحییٰ میں الف کب تیر سا ہو گا
رکھو تصویرِ یحییٰ کو رگِ پے میں دل و جاں میں
کہ یحییٰ ہی ہے عیسیٰ اور روح اللہ و عبد اللہ
تو اہل السبت کے آگے ہر اک دن بس سنیچر ہو
سمکر بُرجِ آبی میں کوئی بحری سپیرا ہو
کہ سینہ سارے دشمن کا وہیں چلکر سماور ہو
اگر تل حد سے بڑھ جائے یقیناً تل ہے ارہر ہو
مگر لازم ہے پھر بھی کوئی اِک ناطق گرامر ہو
خزانِ غم سے دونوں چشمِ دشمن کی نچھتر ہو
تلاطم خیز و موج انگیز و دریا ریز ساگر ہو
ہے ان کا بول کیا جس طرح خالی کنستر ہو
پھر اُس میں کیوں نہیں عالم کا عالم چرخ و ششدر ہو
کہ مغرب سوئے مشرق ہو جنوبی سمت اُتر ہو
قیامت خیز و آفت ریز و حیرت بیز محشر ہو
کہ جب رفتارِ ملازس یا کے لکھنے میں صنوبر ہو
کہ جس پر سے نزولِ نورِ روح اللہ اکبر ہو
اگر کچھ شک ہو اس میں سارے عالم کا کچومر ہو

بس روح اللہ کے فوٹو کی پرستش ہرگز غیر از خدا پرستی نہیں ہے + بلکہ اُسکی پرستش نہیں کرنی ہی بیدینی ہے + اس واسطے حاملہ عورت ہمیشہ اپنے دل دماغ میں اُس تصویر کو گرفتار رکھے + گویا اسکا مصداق ہو کہ

۵ دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار — جب ذری گردن جھکائی دیکھ لی

بچے پر اچھا اثر پڑے گا + جب ولادت کا وقت آئے تو موسم کے مطابق اس کا بندوبست ہو + مکان دھواندھار نہ کیا جائے + لوگوں کا مجمع نہ ہو + شور و غل دھوم دھڑکا نہ ہو + اچھی قابلہ یا ڈاکٹرنی حاضر ہو + بلکہ اس معاملہ میں ہر ایک عورت کا فریضہ ہے کہ فنِ تولید وایلا وادر ڈاکٹری میں ملکہ پیدا کرے ورنہ مجرم قرار پائیگی + دردِ زہ میں تکلیف ہو تو تھوڑا گُلِ روغن یا روغنِ بادام مقامِ معروف پر بنرمی مالش کرو + آس پاس کوئی مرد نہ ہو تو بہتر ہے + جسدم بچہ پیدا ہو تو فوراً نرم چیز سے صاف کردو + بڑی اُستادی سے ناف کی اصلاح کرو + اور تین بار آہستہ سے اُسکے گوشِ یسار میں یہ کہو کہ اِنَّ اللہَ علی العظیم پھر اسی طرح گوشِ یمین میں کہو + کہ یہ آوازہ اسکے نرم دماغ میں اسطرح منطبع ہو جائے جس طرح فوٹوگراف میں اسی نرمی کے سبب سے بچپن کی سب باتیں نقش کالحجر ہو جاتی ہیں + یہ آواز سب

آواز سے پہلے گوش گذار کرنی چاہیئے + بچہ دودھ کشی سے ماں کی جوانی اور جوبن کو خراب کرتا ہے +
پھر محبت و اخلاص کے ساتھ واجبانہ قبضہ کرتا ہے کہ چون وچرا کی حاجت نہیں + لیکن اگر والدہ
اس کا حق پہنچایا جائے۔ تو بے جا نسلیں۔ اس لئے اسکو مجلاب سے دودھ پہنچانا
چاہیئے + کبھی کبھی دودھ پلائے تو حرج نہیں + لیکن جب حاملہ ہوجائے تو نہ پلائے + فوراً حاملہ ہونے
کی کوشش نہ کرے سب طرح کی آلائش سے بکمال ... طبیعت صاف ہو جانے + کم از کم دو تین مہینہ
تک کسی خاص بات کا ارادہ نہ کرے + کھانے میں احتیاط رکھے + بچہ کو ملائم اور گرم جانگھیہ وغیرہ
پہنانا چاہیئے۔ کہ صفائی میں دقت نہ ہو + نیل پانی سے اسکی صفائی رکھو + جھولا میں سولاؤ کہ سر نہ
پچکے + علی الصباح اُٹھنے کی عادت ولاؤ + روزانہ دونوں وقت اسکو ٹھیل گاڑی میں ہوادار اور
خوشنما جگہ کی سیر کراؤ + دودھ کا کوزہ ساتھ رکھو + مگر ہر وقت دودھ نہ دو۔ جب تک نہ مانگے + فوراً
عقیقہ نہ کرو + بلکہ دوا کے ذریعہ سے بال اُس کا اُڑا دو + اور کہیں دفن کردو + ختنہ اور کنچھیدن
کی کچھ حاجت نہیں + ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک۔ کان میں زیور نہ پہناؤ + اُسکو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو +
اکثر اسکو ہوالحق کہہ کہہ کے بہلاؤ + کبھی اسکو یہ کہہ کہکے لوریاں کہلاؤ کہ + ہوالہادی ہوالمہدی
لیس الہادی الاھو + ہوالحق ہو اللہ ہو یحیی قل یا ہو + بچوں سے اچھا سبق
حاصل کرو + کہ غذاؤں کا نچوڑ جو ایک پانی کے بوند میں تھا اس میں ظاہراً نہ ہاتھ پاؤں تھے۔ نہ
ناک اور کان۔ نہ رگ نہ پٹھا نہ دل و دماغ نہ عقل و دانائی کچھ بھی نہیں مگر اب کیسا خوش اسلوبی سے
سانچہ ڈھلا ڈھلایا تیار ہوا ہے کہ عقل بشری حیران ہے۔ گویا ماں کا پیٹ ایک ایسا
حجرۂ تخلیہ ہے۔ کہ چپ چاپ جوگی بنے ہوئے عبادت کر رہے ہیں۔ جسکے عوض میں شکل و صورت
ہیکل و بکل ملجا ہے والانعام ظاہر کرنے کے لئے سر بسجود اپنی شکلِ غیر موزون کے ساتھ برآمد ہوتے
ہیں + تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جس غذا کی سنت ہماری اصلیت تھی۔ اس سے اپنی صورت
تشابہ لیئے آیا ہوں۔ دیکھ کے جانچ لو + ظاہر میں ایک بوند تھے باطن میں یہ شکل و صورت
تھی جس میں کچھ دلیل کی ضرورت نہیں + عیاں راچہ بیان کا مضمون ہے + پھر اسکے پیدا ہوتے
ہی نیچر کی طرف سے آغازِ تعلیم کی بناء پڑ جاتی ہے + کہ وہ سب چیزوں کو فرداً فرداً غور کرکے دیکھتا
ہے + جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کو جدا جدا جانتا ہے۔ ورنہ ایک ہی طرف دیکھتا رہتا + مگر
اُسکو حساب تفریق معلوم ہوتی ہے جو اسکی نسانِ حرکات سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ وہ دو کو ایک
نہیں سمجھ رہا ہے بلکہ دو کو دو اور ایک کو ایک جانتا ہے۔ تو اب دیکھو اس سے کتنا بڑا سبق حاصل ہوتا ہے

نمبر (۵)

مگر افسوس ہے اون پر جو کچھ خیال نہیں کرتے - اسی طرح اب اسکی دوسری حرکت پر غور کرو - کہ وہ سب
چیزوں سے زیادہ بلا تصنع رنگ و روشنی پر نگاہ ڈالتا ہے + رنگوں میں نہایتی رنگ کو زیادہ پسند کرتا
کرتا ہے + گویا اعلے سے اعلے چیز کو پسند کرتا ہے + اس رنگ سے بڑھکر نورانی رنگ کو پسند کرتا ہے
اس بچپن میں اس قدر عاقلانہ انتخاب کہ کسی کو حرف گیری کی گنجائش نہیں + اس سے معلوم ہوا کہ نورانی
چیز زیادہ مقبول ہے + اگرچہ کوئی اس میں چون و چرا کرے - مگر سارے عالم کی اسکے مخالف گواہی
اور اس ایک معصوم بچے کی لسانِ خموشی کی گواہی جب بھی برابر نہیں ہو سکتی + لیکن یہ بھی دیکھا جاتا ہے
کہ جس دم کسی قسم کی آواز ہوتی ہے تو بچہ رنگ و روشنی سب چھوڑ کر آواز کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے -
اس سے معلوم ہوا کہ آواز زیادہ اعلیٰ اور لطیف ہے + اچھی آواز کو اور زیادہ پسند کرتا ہے + علم
موسیقی سے خاص دلچسپی رکھتا ہے + تھپکی دینے سے جاری سو جاتا ہے + گویا موسیقی کو منوم جانتا
ہے + ایسا معصوم بچہ علم موسیقی کے بہتر ہونے کی گواہی دیتا ہے + مگر جو سور کے بچے حرام زادے
ہیں ساری لعنت اللہ کا کفران کرتے ہیں + کیونکہ علم موسیقی ہی میں کلمۃ اللہ شریک ہے - اور وہ سب
سے علیا ہے + اسی کلمۃ اللہ سے یہ تمام ہستی مردہ جی اٹھی ہے + جب وہ کلمہ منجمد ہوا تو مجسم ہو گیا -
جب تارکِ انجماد ہوا - تو عقل و نظر سے غائب ہو گیا - تو چونکہ ان کو اس سے عداوت ہے اسلئے
موسیقی کی مذمت کرتے ہیں اور ان کی ہر ایک چیز کی مذمت پر اسکے خالق کی طرف سے ہر ایک
ذرۂ کائنات ان پر لعنت برساتا ہے + حتیٰ کہ انکے یہاں کے بچے بھی اپنی خموشی کی حرکات سے
یہی سب ظاہر کرتے ہیں - ولکنہم لا یتفکرون + اب یہاں سے ان بچوں کی تیسری حرکت پر غور کرو +
کہ اگر ہاتھ میں جو سنی نہیں ہے + تو انگشت حیرت دردہاں رہتے ہیں + اس حرکت سے یہ سکھاتے
ہیں کہ دنیا دار المحن ہے + یہاں کچھ نہ کچھ شغل چاہیئے + کہ دفع الوقتی ہو + انگوٹھا چوستے وقت
کچھ سوچتے رہتے ہیں + اپنے دل ہی دل کے سوچ میں متحیر رہتے ہیں + چہرہ سے ان کی حیرت معلوم
ہوتی ہے + ان کو کچھ خبر نہیں کہ ہم مردہ ہیں یا زندہ + یا مردہ سے زندہ ہوئے ہیں + دیکھتے بھالتے
ہیں + نہیں جانتے کہ کس حالت میں تھے اور کہاں سے آئے ہیں اور کدھر جائینگے کیا من اللہ الی اللہ
حشر ہے یا من الشیطان الی الشیطان + جو من نفرت اللہ پیدا ہوا ہے + اگر کچھ سمجھتا بھی ہے تو یہ
بھی سمجھ جاتا ہے کہ میری اس ضرورت کو کوئی حل نہیں کر سکتا - اس لئے سکوت اختیار کرتا ہے
اور ہر ایک بچہ اپنے قانونِ صبا کی پابندی کرتا ہے + اپنی لغاتِ خموشی و گریہ میں ایسا یکساں ہے -
جیسے بہت سے جاندار تمام عالم میں ایک ہی زبان بولتے ہیں + سب بچوں کی ضرورت مساوی ہے

رفتہ رفتہ تفریق ہوتی جاتی ہے + جب کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو الہامی لغت بنام گریۂ وزاری میں عرضی پیش کرتے ہیں + جب تک جگتے رہتے ہیں کچھ نہ کچھ خیال کرتے رہتے ہیں + جب سوتے ہیں تو کچھ نہ کچھ خواب دیکھتے ہیں + چنانچہ چونک کر اُٹھتے ہیں + بس زندگانی خواب و خیال ہے + جان آتے ہی اس کی بناء پڑ جاتی ہے + جس سے ہمہ آن میلان اور رجحان غور و فکر کی طرف رہتا ہے + اور یہی سائینس کی پہلی سیڑھی ہے + جو آخر میں بہت دور تک لیجاتی ہے + اسی کی اشتہاء و ہوس رہبر عالم ہے + اور نیچر کی طرف سے ہمیشہ اسی بات کی تحریک ہوتی رہتی ہے - کہ آگے بڑھو + اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ ہر فرد بشر فرداً فرداً تمام نیچر کا مجموعہ ایک چھوٹے سے پیرایہ میں ہے + اسواسطے وہ اپنے درجہ تک پہونچا نا چاہتا ہے + چُنانچہ اسکی ثبوت کے لئے اس تقویم جسمانی کی بلڈنگ بتلائی جاتی ہے + جس سے عبرت اور خود قدری کا خیال ہو + وہ یہ ہے کہ نظمِ عالم کی طرف غور کرو + کیا ترتیب وانتظام ہے + ہر چیز میں خوبیٔ و زشتی متضاد رکھی ہے + ہر ایک جگہ کے مذاق کے مطابق حسن و جمال دیا گیا ہے + کہیں موئے میگوں کو پسندیدہ کرایا ہے کہیں موئے سیاہ کو + بال بال کے دوست و دشمن بھی متضاد بنائے گئے ہیں + دشمن اس کا سعفہ اور نزلہ ہے + دوا اس کا دوست ہے + تربوز کا پانی تیل میں ملاکر دھونے سے خوبصورت - چکنا چمکیلا اور نرم بنتا ہے + اسکو ہمیشہ صاف ستھرا رکھنا چاہیئے + تیل سے یہ نباتات منبت ہوتا ہے + مگر اپنے قانونِ باطنی کے بموجب منبت ہوتا ہے + ایسا نہیں کہ اکدم بڑھتا چلا جائے + ہر ایک چیز اپنے مقدار پر قائم ہے - کم اور زیادہ نہیں ہوسکتی + جیسے چوہا کو جسقدر بڑھ کر موقوف رہجانے کا حکم ہے اُس سے زیادہ کم و بیش نہیں ہوسکتا + اسی طرح جہاں جہاں بال کو نکلکر جس حد تک بڑھنے کا حکم ہے اس حد تک بڑھ کر رہجاتا ہے + وہاں بال بال کا حساب ہے + یہ نمکین بدن سے اس طرح بخار کے طور پر نکلتا ہے - جیسے درختوں سے گوند + اکثر زیادہ بخار سر سے نکلتا ہے + اس لئے اکثر سر کھلا رہنا چاہیئے + ملاقات کیے وقت - کھانے وقت - اجابت خانہ جانے وقت - آفس میں - گر جا گھر میں - افسر کے پاس اِن تمام جگہوں میں ٹوپی اُتار دو - جہاں کسی قسم کا سخت مضائقہ ہو نہ اتارو + سلام کرو تو ٹوپی اُتار دو + ٹوپی اُتارنی بہت بڑی عزت اور سلامت رسانی ہے + عورتیں اس سے مستثنےٰ ہیں وہ اپنی تاج نہ اُتارا کریں + اُن کا مزاج سرد ہے + اگر اوتاریں تو اپنے گھر میں اُتار سکتی ہیں + عورتوں کی خدمت و عزت حضرت بی بی مریم صاحبہ صلی اللہ علیہا کی خاطر بہت کرنی چاہیئے + لیکن اگر عورت چڑیل صورت چڑیل سیرت ہو تو یہ استحقاق اسکو نہیں حاصل ہوگا + دیکھو ٹوپی گرد آلودہ نہ ہو + تیل اور پسینہ سے چکنی نہ ہو + اُس کی حفاظت کیلئے

(تیل بال)

بیچے بھی ایک چھوٹی ٹوپی رکھو + اس زمانہ میں ٹوپیوں میں ہر ہم قسم کی ٹوپی بہت اچھی ہے + رومی ایرانی
حیدرآبادی منصب داری اور انگریزی - + ٹوپی اونچی دیوار کی شاندار ہونی چاہیئے + مگر ایسی اونچی نہیں -
جیسے مشرکانِ صوفی شعار کی قلنسوہ ہوتی ہے + پگڑی شملہ یا بھڑکیلی شوخ رنگ کی ٹوپی نہ استعمال کرو +
چھچھورا اور لونڈاپن معلوم ہوتا ہے + اور یہ ابلیسِ مردود کا پہناوا ہے + پس بجز فوجی آدمی اور بادشاہ کے
شاہانہ اور رسمی لباس کوئی نہ پہنے + تو کوئی بھڑکیلا لباس اُس وضع و قطع کا نہیں ہوسکتا + اس واسطے شان
نہیں پیدا کرسکتا + جب شان نہیں پیدا کرسکتا تو اس کا استعمال کرنا بیکار ہے - اس لئے کوئی ایسا لباس
جس میں تصنع اور بانکپن معلوم ہو نہ استعمال کرو + ٹوپی پہننے میں مانگ نہ کھلی رہے - جس سے تمہاری نمائش
ثابت ہو + عورتیں ٹیڑھی مانگ نہ نکالیں + نہ پیچھے سے بال کو سمیٹ کر بیچ میں لاکے باندھیں + پھلکا
جوڑا یا پھلکی چونٹی باندھیں - جسکی بندش آدھی گردن سے لاکر شروع ہو - چونٹی میں کسہ اور و اصلہ استعمال کرنا
عیب نہیں + خوبصورتی کو بڑھائیگا - مگر خوبصورتی سے باندھنا چاہیئے کہ معلوم نہو + چونٹ کے آخری حصہ پر ہرا
یا لال چلیپہ نما موباف باندھنا چاہیئے + اگر کالا یا سفید جالیدار نقاب استعمال کریں تو عیب نہیں + سیندور
ٹیکا - مانگ ٹیکا - قشقہ - افشاں - گودنا کی حاجت نہیں + سر میں تج کا روغن لگانا ہرج نہیں مگر تج لگانے
میں ہرج ہے + لہذا نہ لگایا جائے + بال میں مہندی نہ لگائی جائے + کاکل نہ بڑھایا جائے - مرد ہو کے
چونٹی نہ رکھے - پھر وہ لڑکا ہو یا جوان + اگر بہت ہی تھوڑے بال ہوں تو کچھ لمبے بال رکھ سکتا ہے + جٹ نہ بڑھائے
جائیں + نہ کان کے پیچھے گیسو لٹکایا جائے + نہ سر کے بیچ میں چرکی ہو + نہ سر میں زینتہ بالوں سے نقش و نگار
بنائے جائیں + حجامت نہ جزیرہ نما ہو + نہ محراب نما - نہ نالی نما - نہ تالاب نما - یا ایک دم منڈا دے یا مسیحائی
وضع قطع کا رکھے + جس کا نام آجکل نیوفیشن ہے + جیسا موقع اور محل ہو اس کے مطابق بال نکال دیئے
جائیں + گردن کے بال نکال دیئے جانے سے بدصورتی ہوتی ہے - وہ نہ نکالے جائیں - خشخشی کروائے
جائیں + بال کو بہت خوبصورت بناؤ + کیونکہ بناؤ سنگار کچھ عیب نہیں + اچھی چیز اچھوں کو محبوب ہے +
اگر داڑھی رکھنی ہو تو اچھی خاصی لمبی چوڑی رکھو + یا مسیحائی وضع پر رکھو + خواہ اکدم منڈا دو + اس میں
کسی قسم کا گناہ نہیں + بالوں میں بدبو تیل نہ لگاؤ + نہ ایسا لگاؤ جو معلوم ہو + داڑھی مونچھ سے نہ کھیلو +
ہمیشہ مونچھوں پر تاؤ نہ دیتے رہو + نہ مونچھوں میں مغزی لگاؤ + جسقدر مونچھ بڑی ہوگی اسی قدر خوبصورتی
ہوگی + لیکن اس میں اپنی بیوی سے رائے لینی چاہیئے + اگر اُسکی رائے نہ ہو تو تھوڑی سی مغزی لگا سکتے
ہو + ہر حال میں رقیق چیز پیتے وقت خیال رکھو کہ کچھ مونچھ میں لگ نہ جائے کہ دیکھنے والے کو نفرت
ہو + بس جھٹ رومال سے صاف کرو + اور یہ تھوڑے وقت کے لئے ہے اور اُنکی خوبصورتی تاحیات +

پس مونچھوں کی حفاظت لازم ہے + ڈاڑھی میں مانگ مٹ نکالو + نہ اُس کو چڑھاؤ + نہ سب کے سامنے
دیر تک آئینہ دیکھ دیکھ بیجاتے رہو + بالکل معیوب سا معلوم ہوتا ہے + ایک برش اور کنگھی دو آدمی نہ استعمال
کرتے جائیں + یہ سب باتیں بال کے متعلق ہیں۔ بال جسم میں سب سے اوپر ہے + آسمانی رنگ رکھتا ہے
اس واسطے عالم اکبر کا تشبیہا ایک جز ہوا + اب بال کے نیچے جو سر کی کھوپڑی ہے + وہ ہڈی - چونا اور
نوسادر سے مرکب ہے + اس کے اندر دماغ ہے + اُس میں جوہر حواس ہے - اُس میں تمام عالم کا خزانہ
ہے + وہ سب دل کے ماتحت ہے + دل سے جب فرمان جاری ہوتا ہے + تو بالکل خفیفہ دماغ تک پہنچتا
ہے + وہاں بسبیل اعصاب کے دوسرے اندام میں پہونچکر قوت ادراک عطا کرتا ہے + گویا دماغ ایک بڑا تار گھر
ہے + جیسے اگر کسی گرم وسرد چیز کو چھوتے ہیں تو اعصاب جھٹ اس گرمی وسردی کو دماغ تک پہونچا
دیتے ہیں + تب دماغ سے بسبیل اعصاب عضلات کو حکم ملتا ہے - کہ ہاتھ ان گرم وسرد چیزوں سے اٹھالو
پس اُسی وقت حکم کی تعمیل ہوجاتی ہے + یہ دماغ ایک **دیوانخانۂ عام** ہے اور دل **دیوان خانۂ خاص** ہے
اور جمیع قویٰ اسکے ممبر ہیں + قوت ممیزہ وسط دماغ میں ہے + قوت حافظ فراہم کردہ چیزوں کی حفاظت
کرتا ہے + قوت خیالیہ پیشانی میں ہے + اور نئی بات پیشانی نیچی کر کے سوچتے ہیں + دماغ سے ایک رگ نکلکر کان
کے پردے سے ملتی ہے - تو جسدم ہوا موج کھاتی ہوئی کان کے اندر جاکے اُس پردہ کو ٹھونکتی ہے کہ گویا
وہاں پہونچکے دروازہ کھٹکھٹاتی ہے - کہ کوئی اس بیت اللحم میں ہے یا نہیں - تو زندہ بیدار آدمی اُسکو سن لیتا
ہے - اسی کو سماعت کہتے ہیں + اسکی یوں مثال ہے کہ جیسے اگر بہت سی گولیاں ایک لائن میں مسلسل
کی جائیں اور ایک پر صدمہ پہونچایا جائے تو ایک دوسری باہم ٹکراتی ہوئی آخر والی کو زور سے صدمہ
پہونچائیگی - کہ وہ اپنی جگہ سے کچھ بے جگہ ہو جائیگی + ویسے ہی ہوا موج کھاتی ہوئی کان تک پہنچتی
ہے - جس سے قوت سامعہ متحرک ہوتی ہے + اسکو علم الآواز سے تعلق ہے + اسی سے فونوگراف
ایجاد ہوا ہے - اس کا دشمن ناشنوائی کا مرض ہے + جو ختم علی السماعۃ کے نام سے کہا جاتا ہے + اس
سے صفراوی مادہ خارج ہوتا ہے + زیادہ خارج ہو تو صفرا کا زور ہے + سب مادہ کے لئے ایک حد
مقرر ہے - کہ اسقدر طول عرض وعمق میں اپنا کام کر سکے + اگر امریکہ میں کڑکا بجلی کی آواز ہو تو نہ سن سکے +
جسقدر حدود اللہ مقرر ہے اُسکے مطابق سماعت میں لا سکے + سماعت میں بڑا اثر ہے جیسے اگر کوئی امر
مضحک سماعت میں آگئی - تو ہنسی آجاتی ہے + اگر کوئی غم آلودہ بات ہے تو غمگین کر دیتی ہے + خوشی
کی بات ہے تو خوش کر دیتی ہے + ترشی کا نام آتا ہے تو منہ میں پانی پیدا کر دیتی ہے + ان سب کا
صدور سماعت سے ہوتا ہے + تو تم نے کوئی خاص اللہ کی روح سے کوئی بات سنی نہیں کہ تم کو اس کی

حلاوت حاصل ہو + مگر جو لوگ مشتاق ہو کر اپنی سماعت کو اسی طرف لگائے رہتے ہیں تو تھوڑے دنوں کے بعد اُن کو ایسی آواز سُنائی دیتی ہے ۔ جیسے کورہ برتن میں پانی دینے سے ہوتی ہے + جب اُس میں ترقی ہوتی ہے ۔ تو دوئی وطنین کی آواز آتی ہے + اُسکے بعد جھینگر کی طرح + اس کے بعد سیٹی کے طور سے + اُسکے بعد گھنٹی کے طور سے ۔ جس بنا پر معبدوں میں گھنٹہ لگایا گیا ہے + اور کہنے والوں نے یہ کہدیا ہے کہ ؎

ایں نہ معلوم کہ منزل گہِ معشوق کجا است اینقدر ہست کہ بانگِ جرس مے آید

پھر نئے اور یا ہو خواہ حیّ ہلاّ حیّ ہلاّ کی آواز آتی ہے + لیکن پھر بھی وہ بہت دور ہیں ۔ کیونکہ گمراہ کے لئے شور درا وغیرہ ہوتا ہے + مگر جو پہونچتے ہیں ان کے لئے من وراء الحجاب کڑکا بجلی کی آواز متلفظ ہو کر سماعت میں داخل ہو جاتی ہے ۔ پھر وہ لنترانی کی لفظ میں ہو یا انعال فینا کے لفظ میں + پس کوئی عین اللہ ہو گیا اور کوئی کچھ اور کوئی کچھ مگر جو نقال حرام زادے ہیں وہ شاعرانہ رنگ میں یہی کہہ کہکے مر گئے کہ ؎

ہو چکی ہے ہم سے تم سے گفتگو روز الست چھپنے والی ہے کہیں آواز پہچانی ہوئی

غرض کہ جو قوت بڑھائی جائیگی بڑھتی جائیگی + اگر روحانی قوت بڑھائی جائے تو یہ بھی بڑھتی جائیگی + سب میں قوت متضادہ پیدا ہوسکتی ہے + اور سب کے دوست و دشمن ہیں + سب قوت سے بھلا بُرا کام لیا جا سکتا ہے ۔ بھلا دوست ہوگا اور بُرا دشمن + پس قوتِ سماعت سے اچھی بات بھی سن سکتے ہیں اور بُری بھی + بُری بات نہ سنو + کان میں عطر کا پھاہا نہ رکھو + کسی کی بات چھپکے سے نہ سنو + قوت سماعت میں چاروں طرف سے بات آتی ہے + ایسا نہیں کہ ایک طرف سے آتی ہو + دوسرے طرف سے نہیں ۔ یہ عالم اکبر کا ایک نمونہ ہوا کہ اُس میں چاروں طرف سے بات جاتی ہے + اب کان کے بعد آنکھ کا بیان سنو + مگر یہ کان سے مقدم ہے + اس میں سات پردے ہیں + مادۂ نور اسکا گویا قمر بن ہے + کہ یہ عالم اکبر کا نمونہ ہوا + ان سات پردوں میں اُسی طرح پانی بھرا ہوا ہے + کہ کسی پردہ میں گداز ہے + کسی میں منجمد + کسی میں ہیرا کی طرح چمک کر روشنی پیدا کرتا ہے ۔ کہ اُسی کا آب و تاب منعکس ہو کر اُسی کی طرف منعکس ہوتا ہے ۔ پس پانی ہی سے نورِ چشم ہے + اس میں آب نار دونوں ہوئے + مگر نار محرق ہے یہ غیر محرق + تو کان کے متعلق آواز لطیف ہوئی اور آنکھ کے متعلق نورِ نظر + یہ آنکھ منارۂ قامت ہے + یہی روشندان ہے + یہی لائیٹ ہاؤس ہے + یہ نہیں تو سارا بدن اندھیرا ہے + اِس نورِ چشم کی بھی خاصیت یہ ہے کہ ظلمات کی صحبت میں ظلمات ہو جاتا ہے + اور نور کی صحبت میں نور +

یہی بات سب چیزمیں رکھی گئی ہے + جو بد کے صحبت میں رہیگا بد ہو جائیگا + جو روح اللہ کی صحبت میں
ہوگا وہ روح اللہ ہوگا - یعنی روح اللہ خود ہی اپنی صحبت میں رہیگا + یہ کوئی نہ سمجھے کہ اسکو ہدایت
کی ضرورت نہیں - اُسکی عقل اُسکے لئے ہادی ہے + ہرگز نہیں بلکہ اُسکی اسی آنکھ جیسی حالت ہے -
کہ اگر دوسری روشنی نہ ہو تو آنکھ بالکل بیکار ہے + تو ہادی ایک قندیل نورانی ہے + اُس سے روشنی
لیکر راستہ پر آنا چاہیے + روشنی کے ذریعہ سے چشم محدب دیکھ کر اُس میں کے آبِ اجاج کا اندازہ
کرکے فوٹو ایجاد کیا گیا ہے + یہ چشمِ محدب بہت ہی بڑی نظارۂ عظمیٰ اور دوربینِ اکبر نما ہے + سارے
آسمان و زمین کو خود میں لے لینی ہے + اس سے نیچرل چیز دیکھ کر چیزیں ایجاد ہوئیں + سارے علم الاشکال
اور علم الالوان کو آنکھ سے تعلق ہے + مگر صبغۃ اللہ روح اللہ کو نہیں + اسکے بہت دشمن ہیں اُن
کے یہ نام ہیں - سلاق - دمعہ - غشا - جہر - خفش - تحجر و صلابت - یرقان - سبات - سہر وغیرہ وغیرہ +
پھر ان کے دشمن اس کا علاج ہے + جیسے یرقان - زرد چیز دیکھتے رہنے سے بھاگ جاتا ہے - گویا دیکھنے
کا بہت اثر پڑتا ہے + تو کوئی مبارک فوٹو دیکھتے رہنے سے بھی ہوگا + بُرائی دفع ہوگی جیسے روتے کو دیکھو تو
اثر پڑتا ہے + ہنستے کو دیکھو تو اثر پڑتا ہے + حسن و جمال دیکھنے سے اثر پڑتا ہے + گھنونی چیز کے دیکھنے
سے نفرت ہوتی ہے + متحرک جالیدار یا چمکیلی چیز دیکھتے رہنے سے نظر ٹکراتی ہے + آنکھ کو صدمہ پہنچتا
ہے + نیلگوں چیز کے دیکھتے رہنے سے نورِ نظر بڑھتی ہے + مگر کوئی کالا پتھر دیکھ دیکھ کے نظر بڑھاتا ہے
کوئی لال پتھر دیکھ دیکھ کے اسی بنا پر - بہت سے لوگوں نے اپنی سر بینی پر نظر رکھتے رکھتے بُنِ بینی تک
دیکھنے کے مشتاق ہوئے ہیں + اُسکو بڑھانے کے لئے کسی نے دوامی روسیاہ قشقہ بنام سیاہم فی وجوہم
بنا کے آزمایش کی ہے - کسی نے گیرو سے - ایک الف خواہ اللہ یا فقط ایک (ہ) بنام قشقہ لگا کے
آزمایا ہے - کہ آخر کار سورج کے پار دیکھ سکے ہیں جب ساری پیشانی اُن کی آنکھ سے نظر آنے لگی - تو
جزیرہ نما حجامت بنا کے سر کے پار تک نظر کیئے کہ بالآخر بچشمِ حسی اپنی وجود پر محیط ہو کر تصور کی
آنکھ سے بطریقِ مراقبہ حلقۂ دل پر نگاہ ڈالنے لگے - کہ وہ بھی کالا ہی یا لال ہے + آخرش روشن ضمیری حاصل
کرکے خود کو ساری جسمانی وجود میں ڈھونڈھتے پھرے - کہ تمام رگ و پیمان اور دل و جان میں خود کو
پاتے ہوئے تمام عالم پر محیط ہو کر خود ہی کو پانے لگے - کہ حیرانی میں آکر ہائے ہوئی کرتے رہے کہ تمام
پا کر بھی کچھ نہیں پا رہے ہیں + ہماری ساری کوشش اور قوت ایسی ہی بیکار ہو رہی ہے جیسے بغیر روشنی کے
آنکھ اپنے عمل سے معطل رہتی ہے + کہ نہ کرتے تو بہتر تھا - گویا کرکے پچھتائے کہ اب کہاں جائیں - جب تک
روح اللہ کی مدد نہ ہو کچھ نہیں ہو سکتا - تو پانی پر چلنا - ہوا میں اُڑنا طرح طرح کرتوت بتلانے کا نام

خدارسیدگی نہیں ہے + یہ سب ایک پیشہ اور کرتب ہے + خدا رسیدہ بجز روح خدا کوئی نہیں تو روح اللہ ہر شئے پر قادر ہے + وہی قندیلِ نورانی ہے + تو اگر اُس نے فضل کیا تو سب کچھ ہوا۔ ورنہ محنت برباد گنہ لازم کہ اس قدر رہبانیت و زہد کا مرتکب ہوا + تو اُس کے فضل کے لئے کچھ ریاضت کی قید نہیں۔ جس پر چاہا فضل کر دیا۔ کہ وہ بلا ریاضت وہبی ہوگیا + تو ایسی خصوصیت آمیز فضل و عنایت اپنی ذات کے لئے مخصوص کر رکھا ہے + کہ دوسری جگہ اسکو وہبی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو اس وہبی میں فنا ہوگا روح اللہ میں داخل ہو جائیگا + سوائے اس کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے + بس وہ مسیحا کا فوٹو ہے + کیونکہ کسی نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں کہ اُس کا تصوّر کر سکے اور یہ الٰہ الناس کا فوٹو ہے + اس کو آزما کے دیکھ لو + تو ایسی حالت میں نورِ نظر بڑھی تو کیا اور نہیں بڑھی تو کیا + مگر ظاہر میں نورِ نظر اور دیدۂ چشم ضرور باطن کا ترجمان اور شاہد ہے + خون کی زیادتی ہے تو آشوب سے ظاہر کرتا ہے + صفرا کی زیادتی ہے تو یرقان سے ظاہر کرتا ہے + بلغم کی زیادتی ہو تو دمعہ سے ظاہر کرتا ہے + سودا کی زیادتی ہو تو سلاق و غشاوغیرہ سے ظاہر کرتا ہے + لالچ ہو تو آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے + شرم ہو تو آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے + خوف و ہراس ہو تو آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے + جب غم آلودہ واقعات سُننے سے دل و دماغ کے بخارات ٹکراتے ہیں تو وہ پانی بنکر پردۂ شبکیہ سے آنسو کے شکل میں مترشح ہو کر غم آلودگی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بھی آنکھ ہی سے ہوتا ہے۔ اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ ؎

بہا ہے پھوٹ کے آنکھوں سے آبلہ دل کا   تری کی راہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا

اس جگہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ سر ہی آسمان و سما ہے + یہی منزل المیاہ ہوتا ہے + اس میں حافظہ لوحِ محفوظ ہے + یہ بھی نمونۂ عالمِ اکبر ہے + مگر آنکھ ایک ہی قسم کی نہیں ہوتی۔ اسلئے نورِ نظر بھی ایک ہی نہیں ہوتا۔ یہی حالت دل کی ہے + چنانچہ دیکھو۔ مچھلی کی آنکھ آبی ہے + پانی میں رات دن یکساں دیکھ سکتی ہے + یہ بات چشمِ انسانی میں نہیں + جو بات چشمِ خفاش و بوم میں ہے وہ اور کسی آنکھوں میں نہیں + تو جس دل میں نورِ روح اللہ نہیں وہ آنکھ ہرگز ہرگز چمکیلی اور نورانی و روحانی نہیں ہو سکتی + کہ عین اللہ سے آنکھیں لڑا سکے چنانچہ ؎ مجھے دیکھ لو جب تو عین الیقین ہے + پھر اندر کی عینک بڑی دوربین ہے

کھو گے یہ بے شک کہ مثلِ مسیحا   حقیقت میں کوئی نہیں ہے نہیں ہے

مگر ہر ایک آنکھ کے بھی دوست و دشمن ہیں + اُن میں سے چشمِ حسی کا ایک عاشق پروانہ ہوتا ہے + کہ بے لاگ آنکھ میں کود کر جان دیدیتا ہے + اور گرد و غبار اُسکی دشمن ہوتی ہے + جسکو دن رات پلک صاف کرتی رہتی ہے + کہ مرآتِ چشم پر دصبا نہ آئے + اسی طرح چشمِ غیر حسی کے بھی دوست

دشمن ہیں + شیطان اُس کا بڑا دشمن ہے مگر تصورِ مسیحا جھاڑو ہے + تم عین اللہ میں پروانہ کی طرح گر پڑو +
مع عین کچھ باوامی نہیں کہ سُستی کی نشانی ظاہر کرے + کیا ہر ایک آنکھ دوئی کو اکائی میں نہیں بتلاتی؟
ضرور بتلاتی ہے۔ کیونکہ چاہیئے کہ جب کوئی ایک چیز دو آنکھ سے دیکھتا ہے۔ تو اُسکو دو نظر آئے = ایک
کیوں دیکھتی ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے کہ نُور کی رفتار تثلیث نماؤ مخروطی ہے۔ کہ ایک نقطہ پر جاکے
ایک ہو جاتی ہے + اور ہر ایک جگہ حاضر محسوس ہوتی ہے جیسے سورج ہر ایک کے سامنے نظر آتا
ہے + چشمِ احول ہر ایک کو دیکھتی ہُوئی معلوم ہوتی ہے + جب ایک ناقص آنکھ کی یہ خاصیت ہو کہ
ہر جگہ موجود محسوس ہو تو قدرت روح اللہ یعنی عین اللہ کو بھلا پوچھنا ہے + کوئی کانا ہے + کوئی
احول + کوئی اندھا ہے + کسی کو رتوندھی ہے کسیکو نوندھی۔ وہی حالت بصیرت کی ہے + جو مناظر و
مرایا سے واقف ہیں۔ وہ آنکھ کی حقیقت سے خوب واقف ہیں + جو حقیقت الحقیقت میں فنا ہو کر
روح اللہ میں فنا ہیں وہ عین اللہ کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں + تو اللہ میں عین اللہ ہی فنا ہو گا = دوسرے
کی مجال نہیں + دیکھو آسمان وسر زبانِ حال سے کیا کہہ رہا ہے۔ کہ ؎

سر بر زمین آو یختم از ماہ و نو صد اخترش   بر لالہ عبہر بیختم بر صبحدم شب ریختم
یوسف رخ و عیسیٰ مکاں روح و ملائک چاکرش   ادریس ایواں آشیاں برجیس کیواں آستاں

دیکھو کوئی چشمی گناہ نہ کرو + وہ یہ ہے کہ مزدوری لیکر مرثیہ خوانی کے طور سے یا کسی طور سے ہو نہ رویا کرو +
مضحکہ کے طور سے کسی شخص کی طرف اشارہ نہ کرو + کسی کی چیز گھور کے نہ دیکھو + نہ چوری سے دیکھو +
مستغنی بنے رہو + کسی کا خط نہ پڑھو + اِدھر اُدھر تاکتے ہوئے نہ چلا کرو + بات کرتے وقت مخاطب
کی طرف دیکھتے رہو ورنہ خلاف از خُلق ہو گا + جھوٹی عینک۔ پیتل کی یا کسی طرح سے عیب دار
نہ استعمال کرو + حقارت معلوم ہوتی ہے + ریل پر عینک لگاکے جانے میں آرام ملسکتا ہے + اُس کے
دھوؤاں کی طرف نہ دیکھو ممکن ہے کہ کوئی چنگاری پڑ جائے + آنکھوں میں مرد ہو کے بلا ضرورت
سرمہ نہ لگاؤ + اگر لگاؤ تو بالکل خفیف کہ کسی طرح معلوم نہ ہو + اور خوبصورتی کی خوبصورتی ہو +
خراب چیز نہ دیکھا کرو۔ یہ سب باتیں آنکھ کے متعلق ہوئیں + اور یہ بتلا دیا گیا کہ آنکھ عالمِ اکبر کے
فلاں چیز کا نمونہ ہے + اب یہاں سے کچھ بینی کے بارہ میں بیان کیا جاتا ہے + کہ یہ ایک نالی اُور
جھجھ سے + دماغ کے سوداوی الآئش کو صاف کرنے کا ایک آلہ ہے + علم الشموم کو اس سے
تعلق ہے + ورنہ مشک و خراد دونوں مساوی ہو جائیں + اسی طرح قوتِ عاقلہ ہے اگر یہ نہیں تو
شیطان و رحمان دونوں یکساں ہو جاتے + یہی کا ذب وحدت الوجود والوں کی حالت ہے +

بینی

دیکھو ایک قوت دوسری قوت کا کام نہیں کرتی + بہت سے جاندار ہیں کہ اُن کو ان سب قوتوں میں سے کسی کو ہے کسی کو نہیں + کسی کو کمی کے ساتھ ہے + کسی کو بالکل نہیں + ناک کے راستہ سے ہوا اندر کے باطن کی خبر لاتی ہے + گندہ ابخرہ کو باہر نکالتی ہے + تو باطن میں جانے کے لئے بہت لطافت چاہئے کہ وہاں پہونچکے قبضہ کر سکے + جو لوگ از رہِ زہد و رہبانیت ہر دم تنفس پر خیال رکھتے ہیں وہ سانس کے حساب سے خیراً اور شراً شگون لیتے ہیں + اُس کے بعد صبا اور دبور سے شگون لینے لگتے ہیں + پھر بڑھتے بڑھتے ابراہیم کی طرح نجوم سے - یوسف کی طرح خواب سے - رفتہ رفتہ آثاراً ہر ذرہ کائنات سے شگون لیتے ہیں - لیکن روح القدس سے ادراک کرنے کی قوت نہیں حاصل کر سکتے + وہ روح اللہ میں فنا ہوئے بغیر نہیں ہو سکتا + ناک کا دشمن رعاف وغیرہ ہے + حالت رعاف میں پھٹکری کے پانی کا نفوخ و قطور مفید ہو سکتا ہے + ناک سے بُرا کام نہ لو + جیسے ناس لنیا + اور بدبُوئی نہ سونگھو - اپنا بغل نہ سونگھتے رہو + دانت صاف کر کے نہ سونگھو + ٹوپی اُتار کے نہ سونگھو + جوٹھا پھول اور عطر نہ سونگھو + ناک کو خوب صاف رکھو + ناک میں بال نہ ہونے دو + لوگوں کے سامنے ہرگز ناک نہ صاف کرو + بلکہ مس تک نہ کرو + دستر خوان پر کھانا اُٹھا اُٹھا کے نہ سونگھا کرو + پیخانہ سے آکے ہاتھ نہ سونگھو + کسی کی چیز اُٹھا کے نہ سونگھا کرو + نچھیدن کی ضرورت نہیں + کسی کے باغ کا پھول توڑ کے نہ سونگھو + پھول سونگھو تو ہوشیاری سے اُس میں کیڑے بھی ہوتے ہیں + تو جس طرح دُنیا میں ایک ہی ریحؐ سب کو ہوا دار کئے ہوئے ہے - اسی طرح ایک ہی ہوا کان میں آواز کے صُورت میں داخل ہو کر معانی و مطلب سمجھا دیتی ہے اور ناک میں برنگ تنفس داخل ہو کر تمام جسمانی عالم کو ہوا دار رکھتی ہے + یہ بھی ایک نمونہ عالم اکبر ہوا - بس کے بعد قوتِ ذائقہ پر نگاہ ڈالو + کہ یہ تمام لذائذ کا محکمہ ہے + زبان میں ایک قسم کا پانی ہے + جو کسی چیز کو اپنے مزہ پر لاکے اُسکی اصلی حقیقت بتلاتا ہے - مگر ذائقہ بیان میں نہیں آسکتا - اسی طرح مسیحا کا فوٹو اپنے رنگ میں لاکے صبغۃ اللہ کو بتلا سکتا ہے - نہ کہ بیان سے پس جس طرح سب قوتیں دیکھ چھین لی جاتی ہیں اُسی طرح روحانی قوت چھین لیجاتی ہے مختوم بالقلب ہو جاتا ہے + کہ روح الخبث اور رُوح القدس یکساں ہو جاتے ہیں + کیا نہیں دیکھتے ؟ کہ جب بخار سے قوت ذائقہ زائل ہو جاتی ہے - تو سب قسم کے کھانے یکساں ہو جاتے ہیں + سب مزہ دار کھانے کی تکذیب کرتا ہے + اسی طرح جو حق سے برگردہ ہے مکذبیاً اس کی تکذیب کرتا ہے + نوم غفلت کے خمار سے اُس کا سر جھکا گیا ہے کہ دروازہ چھوڑ کر خندق کی طرف جاتا ہے + یہ بھی خیال کرتا کہ ممکن ہے کہ خود کی ایسی حالت ہو جیسی خوابندہ کی ہوتی ہے کہ وہ

تعلیمات ۹۶

خواب میں تہِ دریا غرق ہو رہا ہے جس سے چیخ مارتا ہے۔ کہ ہم پانی میں ڈوب رہے ہیں جگنے والوں
کے آگے یہ جھوٹ معلوم ہوتا ہے + اس لئے ظاہراً دونوں حق پر ہیں کیونکہ حقیقتہً اُس پر ایسی ہی
گذر رہی ہے + جیسی بیداری میں گذرنی چاہئیے۔ اس لئے وہ بالکل جھوٹا نہیں۔ بلاشک وہ کہہ سکتا
ہے۔ کہ ؎ شبِ تاریک وبیمِ موج وگردابے چنیں حائل ٭ کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحلہا
اسی طرح وہ بیدار بھی جھوٹے نہیں + جس دم وہ نائم اُٹھا دیا جائیگا تو وہ خود ہی بیداروں کے ہم زبان
ہو جائیگا کہ بلاشک ہم نہیں ڈوب رہے تھے + تم ہی سچے ہو + مگر بیدار یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا اکثر اتفاق
ہوا کرتا ہے۔ اس لئے تو بھی سچا ہے + گویا دونوں جھوٹے بالکل سچے نکلے = اور دونوں سچے اکدم
جھوٹے نکلے + ان سب سے خالص علی الحق وہ ہے جس کا سونا۔ جگنا۔ موت وحیات حاضری غیر حاضری
سب یکساں ہو + وہی حی القیوم ہوگا تو وہی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ بعنتہً سب میں سے روح رہتے ہوئے روحانی
قوت سلب کر لی گئی ہے۔ کہ اُلٹا ناصح ان کو برسرِ خطا نظر آتا ہے۔ دلیل بعد از حصول محض فضول ہے +
جو ناصح حقیقی کہہ رہا ہے اُسکو سنو۔ کہ مسکرات استعمال نہ کرو + نشہ باز کا کھانا نہیں پچتا + قے کرتا رہتا ہے +
عادت نشہ کی بڑھتی جاتی ہے + اُسکو جذام وناسور وبواسیر وغیرہ وغیرہ کا عارضہ ہو جاتا ہے + بہت جلد
مرجاتا ہے + لیکن حکیم ہر حال میں حکیم ہے + دیکھو زیادہ میٹھی اور کھرکھری چیز نہ کھایا کرو + اس سے خناق
واختلاج کام وغیرہ ہوتا ہے + یہ سب حلق کے دشمن ہیں + مسور کے پانی سے غرارہ کرو + یا پھٹکڑی اور
الایچی ملا کر مضمضہ کرو + زیادہ ہو ڈاکٹر کے پاس جاؤ + زیادہ میٹھا کھانے سے دانت میں کیڑے پڑتے
ہیں + دانت کو بدصورت بناتا ہے + بلکہ سڑا دیتا ہے + تو جو آدمی دانت کو موتی کی طرح صاف نہیں رکھتا
اور اُن کی پوری خدمت نہیں کرتا + بڑے ہوں تو کاٹ کر چھوٹا نہیں کراتا۔ اُس کی کسی طرح اصلاح نہیں
کرتا تو وہ حرام زادہ مردود ہے + وہ خود کو خدا کی مخلوق سے بھی منسوب نہ کرے خود کو عبدالشیطان وعبدالنجاسات
کہے + اسی طرح زیادہ گوشت اور مچھلی کھانے سے۔ مولی۔ کچا پیاز۔ لہسن۔ ہینگ وغیرہ وغیرہ سے گندہ دہنی
ہوتی ہے + وہ امرود کا پتہ دھنیا چبانے اور دیگر خوشبوجات سے جا سکتی ہے + جو گندہ دہن ہے۔ وہ
محض بندۂ گندہ ہے + اُس نے دہانِ فوقانی کو دہانِ تحتانی بنایا ہے + سنڈاس اور نمپوس کر دیا ہے +
اُسکی رُوح خود اُس سے بیزار ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ روح الخبث تک اُس سے پناہ مانگتی ہے۔ اُس کو
رُوح القدس سے کیا نسبت ہوگی + گندہ دہن نہ مجلس کے لائق ہے نہ گرجا کے نہ جنت کے +
نہ عیش وعشرت کے قابل + نہ بات چیت کے لائق + نہ دیدارِ الٰہی کا مستحق + جہنم کا سڑا ہوا انجار
بھی اُسکو اپنے سزاوار نہیں سمجھتا + اُس کے لئے اخص الخاص کوئی نایاب پھٹکار چاہئے + دیکھو۔

دانت منہ خوب صاف رکھو ورنہ میری روح بیزار ہوگی + ایک منجن اور دانت وند دو آدمی نہ استعمال کریں +
دانت وند جلد جلد بدلنا چاہئے + دانت میں سونا چاندی نہ لگاؤ + کسی کے سامنے دانت نہ صاف کرو +
نہ تھوکو + نہ کھنکھارو + نہ ڈکار لو + نہ ہچکی نہ فازہ نہ خمیازہ کیونکہ فازہ اور خمیازہ جبڑا کے عدم صفائی
کے سبب سے ہوتا ہے یا نیند کے سبب سے + سونے میں دانت نہ پیسو + اس کا بچپن ہی سے
والدین و مربی اصلاح کرتے رہیں + سونے میں خراٹے کی آواز نہ آئے + نہ خواب میں بڑایا کرو + نہ پاؤں
پٹکا کرو + ان سب افعال کو اختیاری کرنا چاہئے + اپنے منہ کا لعاب نہ پیا کرو + بے ہاتھ منہ دھوئے
نہ کھایا کرو + کھا کے ہاتھ کی چکنائی بال میں نہ پونچھو + راستہ میں نہ کھاؤ + سیٹی نہ بجاؤ + گھن گھناتے نہ
رہو + محفل میں بے موقع و بے محل سرگوشی نہ کرو + راستہ میں بڑبڑاتے ہوئے نہ چلو + ہونٹ کو دانت
سے نہ چباؤ + نہ چوسا کرو + نہ چبایا کرو + نرم بات کرو + دل آزاری کے لئے اچھی بات نہ کہو + بلکہ
تعلیم کے لئے کہو + طنازی نہ کرو + بہ ہجو ملیح کسی کو نہ بناؤ + اپریل فول کی حاجت نہیں + بات چبا کر
اور جلدی جلدی نہ بولو + نہ بے موقع بہت زور سے بولو + کسی کو چیخ مار کے نہ پکارو + زور سے نہ پڑھو +
قسم نہ کھایا کرو + منہ پر رومال نہ رکھو + قہقہہ مار کے نہ ہنسو + ہنسی بلا تصنع ہونی چاہئے + کسی کو بری ترغیب
نہ دو + کسی کا کام تم سے ہوسکتا ہو تو نہیں کرنیکو حرام سمجھو۔ اگر نہیں ہوسکتا ہے تو صاف کہدو + خلاف
وعدگی نہ کرو + ؎

لب پر تو نلا وعدہ خلافی کے سخن کو — جھوٹا نہ کہیں جوہری اس لعل یمن کو

جھوٹ نہ بولو + کسی کی توہین نہ کرو + من واذیٰ نہ کرو + بے حد تکلف نہ کرو + کسی کی خوشامد نہ کرو + جو کلام
ہو خلوص سے ہو + بے ضرورت فحش لفظ نہ بولو نہ اسکو جزو کلام اور چٹنی بناؤ + تکیہ کلام نہ استعمال کرو +
یہ فضلۂ کلام ہے + اردو کے سوا ہرگز ہرگز کوئی زبان استعمال نہ کرو + سب زبان منسوخ ہے۔ ایں عربی
فارسی کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اگر ضرورت کے مطابق سیکھی جائے تو بیجا نہیں + دیکھو بے ضرورت
گندہ چیز کا نام نہ لو + مجلس میں موت و بیماری کا ذکر نہ کرو + نہ کسی بیماری کا نام لو + جیسے جذام و برص
وقے و استقاط حمل وغیرہ + باہم بیہودہ مذاق نہ کرو + ملاقات کے وقت اپنے کسی متوفی عزیز کا ذکر نہ کرو +
نہ گھنٹوں اس کی تعریف میں لگ جاؤ۔ سننے والے پر بوجھ ہوتا ہے + جب کسی کا نام لو۔ تو بغیر تعظیمی
الفاظ کے ہرگز نہ لو جیسے مسٹر فلاں صاحب یا جناب فلاں صاحب + طول بیانی سے بچو + بہت ہی
مختصر مفید اور سلیس تقریر و تحریر ہونی چاہئے + جیسے عقلمند آدمی کے لئے ایک نام ہی بس کرتا ہے کہ ایک
اسم سے اس کا سارا ظہور و بطون مطالب سمجھ جاتا ہے مثلاً جسکا کچھ نام نہیں سب کچھ نام ہوسکتا ہے + یا لفظ

فرمان صاف بول رہا ہے کہ مثال حمکنا مۂ جہاں خموشی ہے وہاں بہت گویائی ہے + خموشی ہی میں گویائی گپ شپ کرتی ہے + سچی بات تو یہ ہے کہ ؎

خموشی کی بماری جا بجا اک قصۂ خوانی ہے ... برابر سوزباں کے ایک اپنی بے مزبانی ہے

غرض کہ خموشی معنیٔ دارد کہ درگفتن نمے آید + زبان بڑی خطرہ ناک چیز ہے + اسکو پھلجھڑی بناؤ + یہ جس طرف چلتی ہے اُس طرف کی ایسی خبر دیتی ہے جیسے نہر کا تنکا ہوا کا رُخ بتلاتا ہے + یہ آگ اُگلتی ہے اور خود جلتی ہے + اس میں وہ حلاوت ہے کہ شیرینی میں نہیں + اس میں وہ کڑواہٹ ہے کہ زہر ہلاہل میں نہیں۔ یہی لڈو کھلاتی ہے اور یہی سونٹا۔ جراحت السنان ملیتم ہوتا ہے + جراحت اللساں ملیتم نہیں ہوتا + سب چیز میں متضاد قوت رکھی گئی ہے + دیکھو اسکو قید سے نہ چھوڑو + اس پر تبتیس[32] سپاہیوں کا پہرا ہے + جو کبھی مُس اس کو کاٹ کر سزاء دیتے ہیں + اچھی نسل سے خود کو منسوب کر کے فخر نہ کرو + بندگی بائد پیمبرزادگی در کار نیست + بس اچھی بات کا دشمن خرافات بات ہے + جس بات سے فساد ہو اُس سے بچو + ابن الوقت بنے رہو کہ خموشی کے وقت خموشی اور گویائی کے وقت گویائی + بے ضرورت نہ بولو بیہودہ سوال نہ کرو کہ آپکا نام کیا ہے + آپ کا پیشہ کیا ہے + آپ کی تنخواہ کیا ہے + یہ کام گورنمنٹ کا ہے ۔ اپنے محسون سے سب کے سامنے یہ نہ پوچھو کہ ہم نے جو آپ کو فلاں چیز دی تھی وہ کیسی تھی + یہ من واذی میں داخل ہے + سائل کی ساری نیکی کو غارت کرنیوالا سوال ہے + اُس پر ابدی پھٹکار رہیگی + محسون کو چاہئے کہ اُس کے احسان کا اقرار نہ کرے + یہ جھوٹ جائز ہے + دیکھو اپنا بھید ہرگز ہرگز کسی سے نہ کہو + حلق سے نکلی خلق تک پہنچی + اُڑی اُڑی طاق پر گئی + کسی کا اعتبار نہیں ۔ ؎

خامشی بہ کہ ضمیرِ دلِ خویش ... باکسے گفتن و گفتن کہ مگو

لہذا جب کوئی خود کو چھوڑ کر پرائے کو بھیدی بنائے تو اُس سے بڑھ کر اور کون احمق ہوگا؟ کہ جب خود اپنا اعتبار نہ کیا اور بھیدی نہ بنا اور بھید نہ کہہ سکا۔ تو پرائے کو کیا غرض پڑی ہے۔ وہ تو پرایا ہے۔ اسی واسطے آج تک ہمارا کوئی سکرٹری نہ ہوا + لہذا ؎

تاتوانی رازِ خود با یارِ خود ہرگز مگو ... یار را یاری بود با یارِ خود اندیشہ کُن

اپنی اپنی زبان درست کرو + اس کی ظاہری و باطنی بیماری لکنت و بدگوئی ہے ۔ اس کا علاج کرو + ہمیشہ سچ بولا کرو + جھوٹ سے آدمی ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے + ایک جھوٹ کے صحت میں دس پانچ اور جھوٹ ملانا پڑتا ہے + سچ بلوانے کی ترغیب میں جھوٹے قصے نہ بیان کرو + جھوٹے کی بڑی عبادت اچکی ہے؟ نہیں چپ رہے تو گنگا ہونا بہتر ہے + اگر گنگا ہو کر تحریراً کذبگوئی کو راہ دے تو اُس کا لولا ہونا بہتر ہے؟

چنانچہ یہ سب جرم ہی کے سبب سے سزا ہوتی ہے + زبان کو جسمانی تعلق ہے اور دل کو روحانی + ایک خالص گوشت ہے + دوسرا خالص خونِ منجمد + اگر یہ خراب ہوئے تو سب خراب ہوگیا + دل کی خرابی سے زبان خراب ہوتی ہے + کیونکہ یہ گنجینۂ دل پر اژدہا ہے + اس کا ترجمان ہے + چندبار زبان پکڑ کے کہا گیا کہ زبان روکو ؎

بشیریں زبانی و لطف و خوشی توانی کہ پیلے بموئے کشی

مگر یہ بھی ضرور ہے کہ اکثر ایسا بھی بکثرت تجربہ میں آیا ہے + کہ جو محض کمینہ و حرام زادہ ہوتے ہیں۔ وہ کسی طرح سے بھی راضی نہیں ہوتے + بلکہ ؎

چو با سفلہ گوئی بلطف و خوشی فزوں آیدش کبر و گردن کشی

مگر پھر بھی سرف الحلم ہونا چاہئے۔ اگر ٹلجانے سے ٹلجانا ہو تو ٹلجاؤ + جب اس سے بھی نہ ٹلے + تو اس پر عمل کرو کہ ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است + چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است

جب ہر طرح دیکھ لو کہ پاجی آدمی دشمن بنکے سر ہی ہو گیا۔ کسی طرح ٹلتا ہی نہیں۔ تو پھر نامردی کو راہ نہ دو + اس کی پوری خبر لو پھر جان جائے تو جائے ہرگز ہرگز پیچھے نہ ہٹو ورنہ تم ولد الحرام کوئی نہیں + اسی کو حفاظتِ نفسی و خود اختیاری کہتے ہیں + پس زبان عالم اکبر میں سے کڑکا اور شورِ دما کا نمونہ ہے + اب یہاں سے قوتِ لامسہ کا بیان ہوتا ہے کہ تمام جسم زندہ باہوش میں اس طرح محیط ہے جس طرح ہوا اور پانی اور علمِ الٰہی کہ جہاں سے مس کرو اسکو فوراً اطلاع ہوتی ہے + اس کو علم الاحوال سے تعلق ہے + ہر ایک قوت کے لئے رُکن و شرط اور حد و فاصلہ مقرر ہے + اسی طرح عقل بھی حد سے متجاوز ہو کر کچھ ادراک نہیں کرسکتی + پس قوتِ لامسہ عالمِ اکبر سے علم فطرت کا نمونہ ہے + جب اِن سب قوتوں سے کسی چیز کے بارہ میں رائے قائم ہو چکتی ہے۔ تو اس کے خواص و اثر کے بارہ میں محتاجی رہ جاتی ہے + کہ آخر کار معدہ کے سپرد ہوتی ہے + وہ دل کے سامنے ہے وہی انہضام و انہمام کے شرائط ادا کرنے کے بعد خواص و آثار ظاہر کرتا ہے + تو گویا معدہ کو علم الخواص و الآثار سے تعلق ہوا۔ معدہ کو عالمِ اکبر سے بہ طبقاتِ الارض نسبت ہے + اس میں بُری اور گندی چیز نہ بھرو + اکثر معدہ کی خرابی سے سب بیماری ہوتی ہے + اور سب کو پہلے معدہ کی شکایت ہوتی ہے + اچھی اچھی غذا کھایا کرو + کہ اندرونِ جسم خواص و آثار اچھے پیدا ہوں + ثقیل چیزیں زیادہ استعمال نہ کرو + بے وقت کھانا نہ کھاؤ + زیادہ میٹھا نہ کھاؤ + کھانے کے بعد نوشت و خواند و فکر نہ کرو + چائے و قہوہ کثرت سے نہ پیو + تمباکو اور شراب اور دیگر مسکرات ازلی و ابدی حرام سمجھو + ہرگز ہرگز استعمال

نہ کرو+ کھانا کھا کے فوراً کام نہ کرنے لگو+ اپنے جثہ سے کم کھانا نہ کھاؤ+ زیادہ جماع نہ کرو+ کثرت جماع سے اختناق الرحم وعرق النساء ہوتا ہے+ فتق اور وجع مفاصل پیدا ہوتا ہے+ اختناق الرحم وغیرہ کی حالت میں حبس دم اور دودھ جاری ہو جاتا ہے+ بہت ٹھنڈا پانی نہ پیؤ+ ممکن ہو تو گرم پانی کو ٹھنڈا کر کے پیو+ راستہ سے آ کے فوراً پانی نہ پیو یہ سب حرکات وافعال وغیرہ وغیرہ معدہ کو خراب کرتے ہیں+ زبان میلی ہو یا خارش و بے خوابی ہو تو معدہ کے خرابی کی نشانی ہے+ جو چیز جس عضو کے مشابہ ہو اس سے بھی علاج بہتر ہوگا+ جب حرارت عزیزیہ کم ہوتی ہے۔ تو بیماری پیدا ہوتی ہے اس لئے غور کرو کہ گرسنگی ایک حرارتِ خشک ہے۔ جو رگ و پیمان کو جنبش دیتی ہوئی سودا کے قریب پہونچتی ہے ؎ اس وقت سودا تلی سے معدہ کے سر پر گر کے اپنی ترشی پھیلاتا ہوا سب رگ و پیمان کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ یہی سب کا وکیل ہے۔ اگر اُس وقت کوئی خود کو کھانے سے روکے۔ تو معدہ خراب ہو جائیگا۔ اسی واسطے قصداً فاقہ کشی جرم نفسانی و باطنی ہے+ لہذا صیام بغایۂ ظلم ہے جدم معدہ میں خرابی آتی ہے تو یہ سب نشانی ہوتی ہے۔ کہ صفرا بڑھ جاتا ہے+ اسکی گرمی و خشکی سودا سے ملتی ہے+ اُس وقت پیاس لگتی ہے۔ برف اور مچھلی سے اور پیاس بڑھ جاتی ہے+ دوران سر ہونے لگتا ہے+ انہضامِ غذاء کی نشانی جو آروغ ہے وہ بند ہو جاتی ہے۔ کیلوس اور کیموس خراب ہو جاتا ہے۔ طبیعت مالش کرتی رہتی ہے+ بھوک منقطع ہو جاتی ہے+ غصہ بڑھ جاتا ہے+ آنکھ زرد ہو جاتی ہے+ گندہ دہنی سما جاتی ہے+ کہ ادنٰے سے ادنٰے روح الخبث بھی اُس سے بیزار ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ روح القدس اس لئے کھانا پینا خوش اسلوبی سے جاری رکھو کہ صیام و فاقہ سے علاج نہ کیا جائے+ بھوک اور معدہ خانہ ساماں اور شمس و باورچی کا کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چمڑا سے لوہا کا کام لیتا ہے+ لیکن پھر بھی ثقیل چیز کھانے میں پرہیز کرو جیسے گائے کا گوشت ہے۔ یہ دیر ہضم ہے+ اس سے سوء الہضمی ہوتی ہے+ اکثر لوگ اسی سے مرے ہیں+ اس سے ہیضہ ہوتا ہے+ غلیظ امراضِ سوداوی پیدا ہوتے ہیں+ ورم طحال سو وجع مفاصل۔ عرق النساء۔ پیدا کرتا ہے۔ قاطع حمل اور مسقط الحمل ہے+ خارش و جذام اس سے بہت جلد پیدا ہوتا ہے+ معدہ کے سارے ماتحت قویٰ بیزار ہو جاتے ہیں+ وہ سب قویٰ یہ ہیں اولاً قوتِ ماسکہ جو برودت و یبوست سے تعلق رکھتی ہے+ کیونکہ برودت و یبوست کا کام کشیدگی ہے+ جو زین و خندق کا کام ہے+ پس اسکی کشیدگی سے غذا رک جاتی ہے+ یا اس عالم کا غنیم و دشمن و شیطان ہے+ ثانیاً قوتِ ہاضمہ جس کے لئے حرارت و رطوبت لازم ہے۔ کیونکہ حرارت و رطوبت سے خون پختہ ہوتا ہے

گویا یہی قوت - رنگریز ہے + ثالثاً قوت غاذیہ جو غذا میں تصرف کرکے اسکو دوسرے بدن سے ملاتی ہے - گویا یہ قوت مہندس ہے + رابعاً قوت دافعہ متخلخل سند متکاثف ہے جو حرارت و برودت کے سبب سے فضلہ کو دفع کرتی ہے گویا یہ قوت کنّاس ہے + خامساً قوت نامیہ جو جسم کو ابعاد ثلاثہ میں بالیدگی بخشتی ہے + منی اور دودھ بناتا ہے یہ قوت گوبی اور دھوبی اور ابرو باد کا کام کرتی ہے + یہی قوت تولید ہے + یہی سب قویٰ کا مربی اور صدر ہے = اور جو قوت پانی کو جگر سے کھینچکر گردہ و مثانہ میں لیجاتی ہے - وہ سقہ کا کام کرتی ہے + اور تشنگی اُسکی مددگار ہے + گرسنگی کسان کا کام کرتی ہے + سونا - جاگنا - کھانا پینا - استفراغ و احتباس - حمام و جماع - اخراج و ادخال ان سب کو شش جہت سے نسبت ہے + تو تمام شش جہت سورج کے ماتحت ہے + اتوار کا دن اس کی کچہری کا دن ہے اسواسطے اتوار سب دنوں سے بزرگ و برکت والا ہے = جسقدر چیزیں خصوصیت کے ساتھ اسکے ماتحت ہیں وہ سُرخ و زرد ہیں - اسلئے گرم ہیں - جو چیز سُرخ ہو اور میٹھی ہو تو وہ بھی سورج کے ماتحت ہوگی اور اس کا بھی مزاج گرم ہوگا + حلاوت و گرمی سے صفرا کو ہیجان ہوتا ہے + جو چاند کے ماتحت ہیں وہ اکثر سفید و ترش و سرد ہیں + اکثر بقولات و خضرات بادی ہیں + بادی چیز کو اکثر زیرہ توڑتا ہے + اور اکثر گاجر - مولی اور آلو وغیرہ کی طرح جو نیسان چیزیں ہیں وہ گرم تر ہیں + ترقی پاکر سودا بنجاتی ہیں + سودا سرد خشک ہے + تلی میں رہتا ہے + اور تلی مضحک ہے + سودا بھر جانے سے یہ مادہ اس کا کند ہو جاتا ہے + چکنی چیزیں بلغم کو بڑھاتی ہیں + بلغمی قطن منقوش ہو کر احمق ہو جاتا ہے + جو کچھ روح حیوانی سے جگر میں پہنچتا ہے + وہ غذا میں افزائش پیدا کرتی ہے + جگر ہی میں محبت رہتی ہے + جگر خشک میں محبت نہیں + جگر کی خشکی ترک غذا سے ہوتی ہے + جس کو دل اور جگر سے محبت نہیں - خود سے محبت نہیں - جسکو خود سے محبت نہیں - دوسرے سے کیا محبت کریگا - آدمی دوسرے کو اپنی محبت سے پیار کرتا ہے + دیکھو جگر کی حفاظت کرو یہ صوفی ہے - خون صاف کرکے دل کو پہنچاتا ہے + اپنے کبد میں رحم رکھتا ہے + اسی جگر میں صفرا رہتا ہے اس کا دشمن طحال ہے + چائے میں رائے دیکر پینے سے صفرا خارج ہوسکتا ہے + ثقیل چیز کا نچوڑ اس میں جانے سے اسکو تکلیف ہوتی ہے + اسکے اہل کار اُسکو ڈانٹ بتلاتے ہیں - جس کا نام زحیر ہے - زحیر نہ پیدا ہو + تو جونک پیدا ہوجاتا ہے + جو اطراق اور نوسادر اور سوہاگہ سے جاسکتا ہے + یا کڑوا بادام کھانے سے + مگر ہر حال میں ڈاکٹر کو دکھلائے اُسوقت کے مناسب جو اُس کی رائے ہو ہاس پر عمل کرے + شکم کے عدم صفائی سے اندرونی وبا پیدا ہوتے ہیں + شکم کے اندر

جو سبع امعا ہیں وہ اصحابِ کہف ہیں + نفس سگِ قطمیر ہے + عناصر چار دانگ عالم ہیں + طبائع چار موسم ہیں + عالم علوی سے روح ہے + عالمِ سفلی سے جسم + روح ایک قوتِ مخفیہ ہے۔ جو عناصر سے متحد ہے جس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے آفتاب تمام ذرہ میں فرداً فرداً سما جاتا ہے۔ اور پھر اپنی جگہ پر بھی موجود رہتا ہے + ویسے ہی یہ تمام جسم میں سرایت کردہ ہے اور پھر کہیں نہیں + اسکی ثبوت کلورافام سے اچھی ملتی ہے + اس کا تمام جوارح و اعضا پر رعب و دبدبہ ہے + اس پر حکم جاری کر کے ہٹ جاتی ہے کہ دیکھیں اسکی مخالف قوتیں اسکی اطاعت کرتی ہیں یا نہیں۔ وہ سب قوتیں اسی سے زندہ ہیں۔ ورنہ مردہ + یہی محی القویٰ ہے + حاکم صدر الصدور ہے + قوتِ عاقلہ اس کا وزیر ہے + علم معین المہام ہے + نفس مطمینہ جج ہے + نفسِ لوامہ واعظ ہے + نفسِ ناطقہ وکیل ہے + خیال تلغراف ہے + افعالِ قلوب لشکری اور کشوری ہیں۔ تجربہ واردات و نزول و آمدنی ہے + خون بحر احمر ہے یہ بہتی جو لطافت اور خون کے بیچ سے نکلتی ہے۔ وہ بحر ابیض ہے + یہی جسمانی حالت حوضِ کوثر ہے + تمام رگ و پیان نہر اور کارپرداز ہیں + نفس امارہ شیطان ہے + بیل مست ہے جس کا نفس ایسا مردود ہو اسکو فاقہ و صیام ضروری ہے + کہ بیل مست فاقہ سے درست ہوتا ہے + یہ نفس سیر ہوتا ہے تو سرکشی کرتا ہے + شہوت کے وقت چوپایہ ہو جاتا ہے + غصہ کی حالت میں درندہ ہو جاتا ہے + گناہ کی حالت میں لڑکا بنجاتا ہے + نعمت کے وقت فرعون ہو جاتا ہے + بھوک میں دیوانہ پیٹ بھرے تو مستانہ + دانہ دو تو ستاتا ہے + بھوکھا رکھو تو چلاتا ہے + اس سے ایک بھاری لڑائی لڑنی پڑتی ہے + تو جیسے طبعت اور مرض میں جنگ ہوتی ہے کہ روزِ جنگ کو بحران جید کہتے ہیں + اور روزِ تعطیل کو بحرانِ ردی طبیب کو سپہ سالار دواء کو ہتھیار + اسی طرح نفس نفسانیت مآب کے روزِ جنگ کو مجاہدہ و صیام کے نام سے یاد کرتے ہیں اور فتحیابی کے بعد صفوت و اصطفا کے نام سے + یہ سب قویٰ قوتِ روحانیہ کے متعلق ہیں جسکی مثال تارا منڈل کی ہے کہ اس سے رنگارنگ روشنی ظاہر ہوتی ہے جو سب ایک ہی ظرف میں ہوتے ہیں ایک چنگاری یا قوتِ اثیریہ سے متلون ہو کے ظاہر ہوتے ہیں + ان سب کو اختیاراً استعمال کرنے کا نام صوفی ہے + اس وقت روح القدس سے متاثر ہونیکے قابل ہو سکتا ہے + اسی واسطے چاہئے کہ خود کے اندر جسقدر سلائی۔ نلی سلاخ۔ دستہ۔ قبضہ۔ اسطوانہ۔ ڈنڈی۔ نصاب ٹیکن۔ چاک۔ پتیا۔ دھری۔ آنچ۔ محور۔ سطح مایل۔ سطح مسطح شکنجہ۔ فانہ۔ منشار معین سطح پر معین رفتار سے چرخ کھانے والی چرخیاں اور سارے کل پرزے۔ اور معماری درست و چست رہیں ان میں آگ۔ پانی۔ چکنائی

بے محل نہ دیجائے۔ موسم اور وقت پر ہو۔ علم الغذاء اور فہرست غذاء کے مطابق ہو ورنہ انکی کشش۔ تمید گی۔
برقی کیمیاوی۔ اور کہربائی قوت وغیرہ میں فرق آجائیگا جو موجبِ ہلاکت ہوگا۔ کیونکہ اموات اولادِ امراض
ہیں اور امراض اولادِ اخلاط ہیں اور اخلاط اولادِ غذاء ہیں اور غذاء اولادِ نباتات ہیں۔ بال بچے صورت وسیرت
حکمت وحکومت صحت اور رنج وراحت سب غذائے سے ہے + پیٹ نہ ہو تو کچھ نہیں + سب بطن و باطن
سے ہے + پس غذاء اولادِ نباتات ہے اور نباتات اولادِ زمین ہیں اور زمین اولادِ آب ہے اور
آب اولادِ ہوا اور ہوا اولادِ آتش اور آتش اولادِ حرارت اور حرارت اولادِ صدمہ تصادم ہے اور تصادم
اولادِ حرکت اور حرکت اولادِ قوت اور قوت اولادِ مادہ اور مادہ اولاد قدرت اور قدرت اولادِ قدیر سب
من اللہ منسل ہو کر ابن اللہ بن گئے ہیں۔ عیال اللہ ہو کر نادان نہ بنو دانا بن کے آب و دانہ استعمال کرو +
ذریاتِ الشیطان نہ بن جاؤ + جو چیز کھانے کی بنائی گئی ہے ضرور کھائی جائے لیکن احتیاط کے ساتھ کہ
معدہ کی مشن خراب نہ ہو + جس طرح سب چیز کے اجماع کا نام عالم ہے اسی طرح عناصر کے اجماع
کا نام طبیعت ہے۔ جو چار خلط سے مرکب ہے + جب یہ اعتدال پر ہے جاندار تندرست ہے + جب
اس میں اختلاف او خصومت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو جی نڈھال ہو جاتا ہے جس عنصر کو شکست ہوتی ہے
وہ کمیٹی سے داد چاہتا ہے + اس فریاد کا نام انین وحنین ہے + جس کے صدور سے آدمی بیمار سمجھا
جاتا ہے + قانونِ صحت داخلیہ وخارجیہ کی تمام خلاف ورزیاں جسمانی وروحانی گناہ ہے + کیونکہ یاد رکھو
کہ جسمانی خرابی سے رُوح بیزار ہوتی ہے + روح کی بیزاری سے دین و دُنیا خراب ہوتا ہے + اب ان
سب ظاہری قوتوں کے بعد باطنی قوت کی حالت بیان ہوتی ہے + کہ ایک اُن میں سے قوتِ واہمہ
ہے + یہ احوالِ محسوسہ کو ادراک کرتی ہے + دوسری قوتِ متصرفہ ہے جو وہم وخیال کی رائے سے کچھ صورت
واحوال میں اپنا تصرف ظاہر کرتی ہے + جیسے اگر کوئی کسی کو جسم کے ساتھ تصور کرے۔ اسکے جسمانی ہونیکے
سبب کی طرف تصور کرتا ہوا = اس سبب کے معنی کی طرف تصور کرنے لگے کہ یہ سب کیونکر ہوا + تو اُس
وقت یہ قوتِ متصرفہ رائے قائم کر کے تصرفانہ حکم جاری کر دیتی ہے + پھر اس کی اپیل دربار عقلی میں پیش
ہوتی ہے + وہ نظیر و داخلہ اور شہادت وثبوت سکو جانچ پڑتال کے ایک حکم لگا دیتی ہے + یہ قوت
عاقلہ سب قوتوں کی اسپرٹ کے بخار کا ایک نورانی اثر ہے + یہی ماخذ الافہام والادراک ہے + اسکی
وجود میں سالبہ کلیہ کو دخل نہیں + اگر نہ ہوتی تو اُسکے آثار ظاہر نہ ہوتے + پھر جُملہ آفرین میں کیوں
شک ہے + تم اتنا بھی نہیں غور کرتے۔ ذرا دیکھو تو کہ کسطرح دماغ سے بوسیلۂ رباط ہاتھ میں حرکت
پہونچائی گئی ہے۔ جو ہاتھ سے اُتر کر اُنگلی میں پہونچکے۔ قلم میں نازل ہوتی ہے = اور قلم سے روشنائی

میں - اور روشنائی سے لفظی شکل میں - جو سطرۂ کاغذ پر وارد ہو کر - انسانِ عیون کو اپنی رُوحِ معانی
سے سبق دیتی ہے کہ اُسکے اندر داخل ہو کر اسی طرح دست وقلم سے نازل ہوتی ہوئی پتھر پر
منقلب ہو کر برخلاف ہو جاتی ہے + کہ کاغذ پر سیدھے حرف نمایاں ہو جاتے ہیں + ایک ہی کلام ہزارہا
ہزار جلدوں میں ہو جاتا ہے مگر وہ ایک ہی کلام کہا جاتا ہے + اور متکلم اُس سے اسی طرح جدا ہو جاتا
ہے جس طرح ایک مشن سے ہزارہا کلام طبع ہو گئے اور مشن کو حرکت دینے والا جدا رہا + پس یہ مثالاً
عقل اور عقل آفرین کا ایک نمونہ ہے + جیسے کمہار کی قوتِ مصورہ میں ظروف کی صورت قائم ہو لیتی ہے
جب وہ بناتا ہے - ورنہ ہرگز نہیں بنا سکتا - اسی طرح احمقوں کو سمجھانیکے لئے یہ تصور کر لو کہ بمثل ہذا المثال
مصورِ حقیقی نے ان سب صورِ علمیہ کو جسطرح تصور فرمایا ہے اُسی طرح پر اُسکی شکل ظاہر ہو گئی ہے
کہ اس سے اس کا تصور ثابت ہوتا ہے - جو اس مالک کے خلافِ شان ہے - اس سے معلوم
ہوا کہ ان مثالوں سے تم نہیں سمجھ سکتے کیونکہ جس سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہو وہ اُسی کی بنائی ہوئی
ہے - وہ اپنے حد سے زیادہ پرواز نہیں کر سکتی + وہ خود کہتی ہے کہ ؎

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و عقل　　وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندیم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر　　ما ہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندیم

پس وہ ضرور ہے + اور ضرور کچھ پیدا ہونے کا مآل رکھا ہوگا + اس لئے ظاہراً تم اتنی بات پر عمل کرتے
چلے جاؤ تو بہتر ہے + زیادہ چون و چرا کی حاجت نہیں + جو اس کے خلاف کرتے ہیں وہ مجرم ہیں +
تو چونکہ کسی کو علمِ زراعتی ہے کسی کو علمِ خدمتی - کسی کو علمِ تجارتی ہے کسی کو علمِ حرفتی + اس لئے جو زائد الوصف
علم العلوم رکھتا ہو - وہی قابلِ رہنمائی ہے + اور یہ سب اعمال و احوال سے ظاہر ہو جاتے ہیں + یہ احوال
ہی بڑا مقیاس العقل ہے + دیکھو حمق سے بھاگو عقل کا دشمن حمق ہے + جہل و حمق کو شیطان سے
نسبت ہے + علم و عقل کو ملائک سے + دیکھو یہاں بھی عالمِ اکبر کا ایک نمونہ ہے + مگر خوب کہا گیا ہے کہ ؎

ہیچ صیقل نئے تواند کرد	آہنے را کہ بدگہر باشد	
چوں شود اصل جوہر قابل	تربیت را درو اثر باشد	
سگ را گر بہ آبہا شوی	چونکہ ترشد پلید تر باشد	ع
گر حمارِ عزیر کعبہ رود	چوں بیاید ہنوز خر باشد	

تو اس وقت کوئی خروں کے جنس میں گشتی کرنیکو نہیں نکلا ہے کہ ان کو سمجھائے - اگر نکلا ہوگا
تو اُس عالم کے مطابق اُن کو سمجھا رہا ہوگا + یہاں عالمِ البشریت ہے - اس لئے بشر کو کہا جا رہا ہے -

ورنہ اللہ تعالیٰ من اذی نہیں کرتا + بلکہ یہ بھی ایک منت افزائی کا طریقہ نکالا ہے کہ جامۂ خودی کو سراً بجامۂ
بشریت لاکر۔ ان کو نورانی بشر بنانا چاہتا ہے + کہ بھلا یہ کیسے ظلم کی بات ہے کہ والدین نے اسقدر احسان
کیا۔ ان کے احسان کو بھول گئے۔ ماں باپ کے دل میں جس نے رحم ڈالکے پرورش کرائی اُسکو بھول
گئے۔ رُوح نے جو اسقدر لذتِ حیات حاصل کرایا۔ اس کا احسان بھُول گئے کیا تقاضائے بشریت یہی ہے؟
تو ایسی بشریت پر ہزار آفریں کی پھٹکار ہے + تاکہ اُن میں بشریت پیدا ہو۔ کہ آگے کی ترقی کے لائق ہوں + تو
یہ عین احسان ہوا + اسکو من واذی کب کہہ سکتے ہیں + اگر یہ اتہام ہے تو مالک کی مذمت ہے + پھر
تم کیسے بے ادب ہو کہ جسکے یہاں رہتے ہو اُس کی مذمت کرتے ہو + یہ دُنیا اس کی ہے۔ اس میں
رہ کے اُسکے کسی چیز کی مذمت نہ کرو + یہ عین اُسی کی مذمت ہے + تو تم بھی اُسکے ہر ذرۂ کائنات سے
مذمت کرائے جاؤ گے جسکو پھٹکار کہتے ہیں + تو اب جس وجود میں تم رہتے ہو ایسا نہ کرو کہ اُس وجود کی مذمت
کی جائے + کہ گویا تم نے خود مذمت کی + ایک چیز کا بدلہ تم کو سو چیز ملجاتی ہے پھر بھی تم کو اس ایک چیز کا غم
رہتا ہے + ایسے بیہودہ خیال سے باز آؤ + بُری بات نہ سوچو + کہ ہم خدا ہو جائیں تو چنین وچناں کریں
بُری دلیل نہ سوچو کہ ایک کو مار کر سو کو پالنا عین خود پر رحم کرنا ہے۔ اسلئے ڈکیتی جائز ہے + یا گناہ کر کے
کھاد بناتے ہیں۔ کہ آگے جاکر لطیف ہو + یہ سب بیہودہ دلیلیں ہیں + ازیں قبیل وہ سب دلائل بیہودہ
ہیں جو فرستادۂ خدا کے سامنے مخالفانہ پیش کئے جائیں + تم متکبر کے سامنے متکبر ہو جاؤ + جب تک
وہ جوتا نہ کھائیگا دُرست نہ ہوگا + بدمعاش کے سامنے بدمعاش بنجاؤ + دجال کے سامنے دجال بنجاؤ +
نیک آدمی کے سامنے نیک بنجاؤ + وارکعوا مع الراکعین اعنی جو تم سے جھکے اُس سے جھک جاؤ +
پس مسیحا میں مسیحا بنکر ایک ہو جاؤ + اس لئے مجسم مسیحا کے ہاتھ پاؤں ہو کر معین و مددگار بنو + اُن
کی فرمانبرداری کرو + اُن کی طرف سے لوگوں کو سمجھاؤ + بیہودہ بحث ومباحثہ اور دلیلیں نہ پیش کرو +
جبھی تمکو غیر مجسم مسیحا کی دیدار ہو سکتی ہے + ورنہ بالکل محال ہے + دیکھو دولت وہی ہے جس میں رنج
نہ ہو + تو اگر حیات دولت ہے تو تا بہ بقا اسکے رنج نہیں ہونا چاہیئے + اسکے لئے تدبیر سوچو + اچھی بات
سوچنی منع نہیں + پس یہی سوچا کرو کہ سب کام آسان ہو + شعر گوئی میں اپنا وقت ضائع نہ کرو + وہ
قوم حرام زادی بڑی مردود ہے جس نے کتابوں کا حرف حرف۔ نقطہ نقطہ اعراب وغیرہ حساب
کرنے میں وقت برباد کیا ہے۔ پس انہیں سب قوتوں کا نام قوائے نفسانی ہے + جو بذریعہ روح حیوانی
دماغ سے اُٹھ کر حس وحرکت قائم کرتی ہے + اسی کو نفس ناطقہ کہتے ہیں + جب بادشاہ لڑائی
میں بھیجتا ہے تو وردی اور ہتھیار دیتا ہے + اسی طرح احکم الحاکمین نے سب کو مصافِ دنیا

میں جسمانی وردی۔ اور دس قوتوں کا ہتھیار لیکر فتحیاب ہونیکے لئے بھیجا ہے + جسکو فتح المبین حاصل ہوگا ۔ وُہی
دین دُنیا میں تیغ و تمغہ پائیگا + پس اُسکی فتحمندی کی نشانی یہی خوش اعمالی ہے + اسکی کیسی حالت ہے کہ گویا جسم
سڑک ہے + رُوح انجن ہے + ڈبے جملہ اعمال ہیں + عقل ڈرائیور ہے + علم لائن ہے + تہذیب الاخلاق
جھنڈی نما ہے + اگر پورٹر غافل ہوجائے تو ساری گاڑی اور مسافرین کا ستیاناس ہوجائے + تو اگر تہذیب
الاخلاق درست نہیں تو کچھ نہیں + کسی سوسائٹی کے لائق نہیں + محروم الدارین ہے + اگرچہ سب کے سر میں
بلغم رہتا ہے مگر سر اُس کا بلغم سے پُر ہے + اُسے شیطانی جنون اور جہنمی مالیخولیا ہوگیا ہے + کسی دوا یا شیشہ کو کہ
کے دیکھنے سے نہیں جاسکتا + بلکہ اُس کا سر ہی جدا کردینا چاہیے + اگر ان ہدایات پر ہماری ہی ساتھ گستاخی
کرنے کو آمادہ ہوتا ہے تو کچھ پرواہ نہیں ؎

نہ ایں دارم نہ آں دارم نہ تو دارم نہ من دارم — نہ سر دارم نہ پا دارم نہ جاں دارم نہ تن دارم
گریباں چاک می دارم دریدہ پیرہن دارم — دریں پوشاکِ بوسیدہ بخود جملہ زمن دارم
گُلِ رخسار میگوید کہ من بوئے سمن دارم — لبِ رنگیں چنیں گوید کہ من لعلِ یمن دارم
ندارد ہیچ کافر ساز و سامانیکہ من دارم — نمیدانی چہ میدارم خودم دانم چہ فن دارم
کہ گر یک لفظِ ہاں گویم تہ بالا شود عالم — چہ زورت اصلیت دارد چنیاں زورِ سخن دارم
جو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند ہمہ خوبی — بماند در دلِ یحیٰی کرا در خویشتن دارم

پس یہی میرا نیچرل نیچر ہے کہ ابدالآباد انا فی انا فنیتی ہوں کہ جو کچھ چاہوں کردوں + سر دست جو کر رہا ہوں
اس میں یہی مصلحت ہے + مجھکو معلوم کہ آگے جاکر کیا کرونگا + تم فقط سنکر عمل کرتے جاؤ + یہ سب مختصر
حالت سر سے کمر تک بیان کی گئی + جو کچھ باقی ہے اُسکو سنو کہ ہرگز پیمان نظامِ جسمانی کے اُسی
طرح کارپرداز ہیں۔ جس طرح عالمِ اکبر کے کارپرداز سلاطین وغیرہ ہیں۔ ان سے روح حاکمانہ کام لیتی ہے
ہاتھ چمچہ و دستہ کا کام کرتا ہے + اس میں انگوٹھا بڑا معاون ہے + اس میں جو کچھ نشانات ہیں وہ
سب نیچرل اشارے ہیں + ہاتھ کی ظاہری بیماری لولھاپن وغیرہ ہے اور باطنی بیماری بخل و سرقہ وغیرہ ہے
اسلئے ہاتھ کے متعلق جسقدر گناہ ہوسکتے ہوں اُن سب سے بچتے رہو + منجملہ اُن کے یہ سب ہیں + جس سے
شدیداً روکا جاتا ہے + کہ چوری نہ کرو + رشوت نہ لو + خط سے ٹکٹ نہ نکالو + صنعت بمیزان و پیمائش
نہ کرو + زہر نہ دو + قتل نہ کرو + ہتھیار ٹکٹ اسٹامپ ۔ نوٹ اور سکہ نہ بناؤ + یہ سب سرکار کا حق ہے +
کسی کی چیز بغیر اجازت نہ اُٹھاؤ + اگر وہ چیز خطرہ میں ہو تو بچاؤ + کسی کی چیز ٹٹول کے نہ دیکھو + کسی سے
کچھ نہ مانگو + ہرگز ہرگز ہاتھ نہ پسارو + خود کو کسی کا محتاج نہ بناؤ + کتاب و رسالہ میں اشتہار یا خط

یا کوئی چیز نہ بھیجو ؂ اس سے بدنیتی ۔ بخالت ۔ اور دغا بازی ثابت ہوتی ہے + اگر اُس کی قیمت ادا
کیجائے تو دغا بازی نہیں + کسی کا پارسل + اور خط نہ کھولو + مگر مشکوک ہونے پر گورنمنٹ کھول سکتی ہے
رہِ سازش سے کسی کو کسی کی طرف سے خط نہ لکھدو + نجس چیز کسی کو مزاقاً بھی نہ پارسل کرو + اُدھار چیز نہ
لو + ناقص چیز نہ لو + قرض نہ لو + اگر لو تو پیشتر از فوراً ادا کردو + کوئی چیز مستعار نہ لو ۔ اگر لو تو پیشتر از فوراً
واپس کرو + اُسکو خراب کرکے نہ دو + کسی سے اخبار یا کتاب لیکے نہ پڑھو + کہ تمہاری کم حیثیتی ظاہر ہو +
اگر لو تو فوراً سے پہلے واپس دو ۔ اُس پر نشان نہ دو + کتب خانہ میں اخبار دیکھنے کے مجاز ہو لیکن
گھر نہ لاؤ + کوئی ایسی کتاب نہ تصنیف کرو جس سے فساد برپا ہو + لوگ فرقہ فرقہ ہو جائیں + نااتفاقی
کا میدان گرم ہو + ریل کی لائن پر کچھ نہ رکھو + ٹکٹ کسی سے نہ بدلو + آتش بازی سے مذاق نہ کرو + کسی
کو مذاق سے دوائے مفرط کھلا کے مجلس میں نہ لاؤ + کسی کو مذاق سے جھوٹ بولکر لوزہ کو کچھ اچھی چیز
بتلا کے کہیں لگانے کو نہ دیدو + جس سے اُس کو رنج پہنچے + ربڑ کی عورت و مرد نہ بناؤ + بلا سخت
ضرورت کسی کو نیند سے نہ اُٹھاؤ + نہ کوئی شور و غل کرے کہ وہ اُٹھ جائے بلکہ چاہئے کہ ایسے جانور
جو بے سبب بولتے رہتے ہوں اور کریہ الصوت ہوں وہ آبادی میں نہ رکھے جائیں نہ پولس میں رات
کو شور و غل کرے نہ غافل رہے ۔ چور لالٹین رکھے + روشنی کثرت سے ہو + قلعہ کا کسی کو فوٹو لینے
نہ دے + سلاح زنگ آلودہ نہ رکھے + سب محلہ کا نام جانے + تعلیم یافتہ سرکاری کُتا ساتھ رکھے +
جو مشکوک مقام پر فوراً کام آئے + کوئی سگِ عقور نہ پالے + ناتعلیم یافتہ کتوں سے اور دیوانہ لوگوں
سے شہر خراب نہ ہو + ایک کو جنگل میں چھوڑ دو دوسرے کو پاگل خانہ میں + جو قوم عبادۃً خواہ کسی
طریقہ پر کریہ الصوت گھنٹا گھنٹی بجائے ۔ یا ڈھولک وغیرہ بجا کر سحری کے نام سے اُٹھاتی پھرے اُن
سب کو سناؤ کہ ریلگاڑی نکلی اور سب گاڑی ہیچ ہوگئی ۔ ویسی ہی یہ سب دورہ شریعت ختم ہوئی ۔ اب یہ
جدید ہے ۔ اس پر عمل کرو + اس کے خلاف کرنا جرم ہے + اگر نہیں مانے تو واجب التعزیر ہے + اکثر
ایسے لوگوں کے پہلی سزا یہ ہوئی ہے کہ اُن کا مال و مطاع چھین لیا گیا ہے + اُن کی جورو بیٹی ضابطہ
کے ساتھ خواصی میں لائی گئی ہیں + جب بدذاتی نہ چھوڑی تو تہِ تیغ بے دریغ ہوئے ہیں + غرض کہ جو فرمانِ
ہذا سے سرکش ہو ۔ البتہ واجب الفنا ہے + جو بے جرم ہو اُسکو دھکا بھی نہ دو + بلکہ کسی کو دھکا دیکے نہ
چلو + بجز میاں بیوی دیگر اشخاص کے ساتھ ہاتھ ملا کے نہ چلو + نہ مونڈھے پر ہاتھ رکھکے چلو + دو آدمی یا
زیادہ ساتھ ملکے چلو تو ایسا گنجان نہ چلو کہ ہاتھوں کا رگڑ ہو + چلنے میں زیادہ ہاتھ نہ ہلاؤ + اپنے ہاتھ
سے خود کو ہلکان میں نہ ڈالو + چٹکی مار کے یا چٹکی تالی بجا کے بات نہ کرو + لوگوں کے سامنے راستہ

تعزیر
ضابطہ

میں اگر کسی بے موقع جگہ کھجلی ہو تو مسوس کے رہجاؤ نہ کھجلاؤ۔ بالکل بُرا معلوم ہوتا ہے + دو ہاتھ سے
مصافحہ نہ کرو + معانقہ نہ کرو + چھڑی بغل میں دبا کر یا گھوماتے ہوئے نہ چلو + باغ میں چھڑی سے کچھ نہ
اُسکاؤ + نہ کسی کے باغ کا پھول توڑو + مدرسہ یا محکمہ میں چھڑی لیکے نہ جاؤ + بڑے لوگوں سے ملنے میں
چھڑی لیکے نہ جاؤ + بالادست کے سامنے بکمال خشعت کھڑے رہو + اگر بیٹھنے نہ کہے تو نہ بیٹھو + مجلس
میں کان پہ ہاتھ رکھکے نہ بیٹھو + یا کوئی ایسا فعل جس سے بُزدلی یا کمینگی یا زنانگی یا ناشائستگی یا نفرت پائی
جائے نہ کرو + ہاتھ میں زیادہ انگوٹھی نہ پہنو + اگر پہنو تو وہ قیمتی ہونی چاہیے + پیتل چاندی کی نہ ہو + یہ بلبوسات
برے ہیں + نگینہ جو ہو قیمتی ہو + بہت بڑا نہ ہو + جو بھدا معلوم ہو + پرانی اور عیب دار چیز استعمال
نہ کرو + نذر کا سد نہ رکھو + عبادت گاہ کے در و دیوار میں سونا چاندی۔ اور جواہرات نہ لگاؤ + اُس کو
بہت صاف رکھو + ہاتھ بہت صاف رکھو + پھر وہ رنگریز ہو یا کوئی ہو + ذرا بھی ناخن کالے نہ ہوں +
اُس میں سالن وغیرہ یا چکنائی نہ لگی رہے + مہندی نہ لگاؤ + عورت کبھی کبھی خفیف سا لگا سکتی ہے + تحفہ
اس واسطے نہ دو کہ بدلہ ملے + جو چیز پیش کرو حقیر کر کے نہ دو کہ یہ آپ کے لائق نہیں ہے ناچیز ہے +
تنگدلی اور نمائش سے نہ دو + نہ منہ بناؤ + بڑی کشادہ پیشانی سے دو + سلام کرنے میں ٹوپی اُتارو یا
سینہ پہ ہاتھ رکھو + لیکن عورت کے سلام کرنے میں سینہ پر ہاتھ نہ رکھو فقط فرمانروا کے آگے سر جھکاؤ +
دوسروں کے ساتھ اگر سلام کا لفظ منہ سے ادا کرو تو تسلیم و کورنش یا التحیات علیکم کہو + السلام علیک وغیرہ
ہرگز ہرگز نہ کہو کیونکہ جس موجد کی طرف یہ منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ یہ سلام فلاں نے ایجاد کیا ہے۔ میں اُسکو
خوب جانتا ہوں + بڑا عظیم الخلق تھا + اور بڑا ہی پولیٹشین حکیم تھا + جہاں پُرش تھا + بڑی بھاری روحانی قوت
رکھتا تھا + اُس نے بزورِ قوتِ باطنیہ اِس جملہ میں یہ معنی پھونکدیا کہ جسکو (بابا تم کو سلام ہے یا السلام
علیک) کہا جائے اُس پر یہ جملہ لعنت اللہ علیک کے معنی میں ظاہر ہو۔ تاکہ سب بھٹکائے جائیں
کہ آخر میں بمصداق ۶ و املی لہم اِنَّ کیدی متین + کہ ہر طرح سے صفایا کر دیا جائے + تو یہ بات
ہر ایک میں نہیں پیدا ہو سکتی + کہ جس لفظ کا جو معنی رکھکے کہے وہی اثر پیدا ہو بلکہ یہ ویسی ہی قوت والے
کا کام ہے + لہٰذا اِن مردودوں کی زبان سے کافر کہے جانے کا غم نہ کرو + آج سے جو تم کو کافر کہے
تو اس لفظ پر بہت خوش ہو جاؤ کہ ہم نے ازراہِ تصرفِ مالکانہ اُسکے معنی یہ قرار دیئے۔ کہ تمام بدی
اور مردودوں کو کافور کرنے والا + تمام باطل کو حق سے ڈھاپنے والا + تمام سچائی اور صفائی کا کھیتی
گرنیوالا + نور سے ظلمات کو مارا نے والا + اور جس طرح دلی اور صلوات کا لفظ بجز معنی میں استعمال کیا
جاتا ہے یہ ممکن ہے کہ لفظِ مسلم و اسلام بھی باطن میں اسی طرح مستعمل ہو + جس کا اثر ظاہر میں ظاہر ہونے

سے اسکی تصدیق ہو جائے + تو جس موقع پر ہم نے کفر و اسلام اور کافر و مسلم کے معنی جسطور پر لیا ہے
اُس موقع کے لیئے وہی موزون سمجھو مگر آئندہ کے لیئے معنی جدید المعلوم پر عمل بہتر ہے + کیونکہ کوئی
چیز نہیں جسکا ضد نہ ہو + خصوصًا ہمارا قول و فعل فطری اور غیر فطری از راہِ حکمت و مصلحت بالکل متضاد
ہے + جس سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس سے مطلب یہ ہے۔ کہ ہر چیز پر ہمارا قبضہ پڑا ہوا ہے۔
مگر جسکو مردود کریں وہ مردود ہے جسکو محمود کریں وہ محمود + پس بیانِ متضاد کو نہ دیکھو اپنی اصلاح پر
نظر کرو + اعمالنامہ اور روزنامچہ تیار کرو + کسی جگہ اگر سہواً کچھ خطا ہو جائے تو استغفر اللہ ربّ من
کلِ ذنبٍ وّاتوبُ علیہ کہو + عورتیں بھی لکھا پڑھا کریں کہ اُن کو اپنے شوہر کو چٹھی چپاتی لکھنے میں
محتاجی نہ ہو + خانہ داری کے انتظام و حساب و کتاب میں سلکہ ہو + کہ مکان کے سارے اشیاء کی
فہرست تیار کر سکیں + عورتوں کا دل و دماغ فطرۃً ڈاکٹری اور صناعی کی طرف مائل ہے۔ یہ بیکار
نہ جائے + یہ شربت۔ مربا۔ چٹنی۔ اچار۔ مٹھائی۔ اور گرمی و سردی کا عطر وغیرہ اچھی طرح بنا سکتی
ہیں + یہ کاہل و سست نہ بنائی جائیں کہ بلغمی بدن ہو جائے + بٹلیں پھریں۔ کام دھندا کریں +
یہاں اکثر باتوں کو ہاتھ سے تعلق ہے + ہاتھ ہی میں نبض ہے + اگر موقعِ رگ حار ہو تو حرارت
کی نشانی ہے + اگر سرد ہو تو سردی کی نشانی ہے + اسکی رفتار موجی و منشاری و نملی وغیرہ وغیرہ ہے +
اس سے بہت حالت معلوم ہوتی ہے + یہ گھڑیال کا کام کر رہا ہے + سانس ہرمانیہ کا کام کر رہی
ہے + مصفیٔ خون ہے + گویا جسمانی نپیل ہے + پلک منٹ کا کام کر رہا ہے + شُش۔ مروحہ کا
کام کرتا ہے۔ اور تقریر کراتا ہے + دشمن اس کا ضیق ہے + اُسکے بھی بہت سے دشمن ہیں۔
منجملہ اُن کے کیگوار کا عرق بھی ہے + ممکن ہے کہ کسی وقت غالب آئے + یہ شُش سُرفہ سے
صاف ہوتا ہے + خشک ہو جائے تو بھوک نہ معلوم ہو۔ سرکہ یا پودینہ کی چٹنی کھانے سے بھوک معلوم
ہوگی + ناف اور معدہ کے بیچ میں جو جھلّی ہے۔ غذائے ثقلیہ کے ہضم ہونے میں معاون ہونے
کے وقت جھٹکا دیتی ہے۔ وہی جھٹکا ہچکی میں نمودار ہو کر محسوس ہوتا ہے + یہ ایک معمولی آندھی
کا نمونہ ہے + ایلایچی اور پودینہ سے ہچکی کم ہوتی ہے + کوئی ایسی چیز نہیں جس کا دفعیہ نہیں +
ہچکی آتے وقت دروغگوئی بھی کام میں آجاتی ہے + کوئی چیز بیکار نہیں + بہت سے جاندار مس کرنے
سے خود کو مردار بنا دیتے ہیں گویا جھوٹ بولکر اپنی جان بچاتے ہیں۔ اسی کو مصلحت کہتے ہیں کہ +
دروغ آمیز بہ کہ + از راستی فتنہ انگیز + تو بدکار بھی بیکار نہیں ہیں + جہنّم کے کندے بنائے
جائینگے + مگر مومنو تم لباس التقویٰ اختیار کرو + ہر طرح کے لباس میں صفائی رکھو + اچھا لباس

وہ ہے جس میں قیمت و محنت کم خرچ ہو + پائدار ہو + خوبصورت ہو + تکلیف رساں نہ ہو + صاف
ستھرا ہو + جو اپنا ثیاب مطہر نہیں رکھتے لعنتی ہیں + بنیفوں میں ہزارہا پھٹکار کے چیلڑ پڑے ہیں +
اُن کی پگڑی کی بو سے دماغ پھٹا جاتا ہے + اے اچھے لوگو اچھا لباس پہنو + جالی اور ململ کا
نہ پہنو کہ بدن نظر آئے + اُس کی روک کرو + ربر کا کالر نہ لگاؤ + کالر بہت صاف ہو + کاندھے
پر دوپٹہ نہ رکھو + کپڑا میں پیوند نہ لگاؤ + گرم خوبصورت کپڑا اپنے لئے پہنا جاتا ہے + ٹوٹا ہوا
بٹن نہ لگاؤ + بہت لنبا گلوبند نہ استعمال کرو + گلوبند باندھ کے بہت بڑوں کے پاس نہ جاؤ +
بدھی طوق نہ پہنو + پولس مین کے گلا میں طوق ہو تو بُرا نہیں + قیدیوں کے گلا میں ضروری
ہونا چاہئے + کمربند زیر انداز جو بگلوس نما ہو رسمی لباس کے لئے موضوع ہے + ہر خوبصورت
کمربند کو زنار بنام حبل اللہ سے نسبت ہے + اُس سے لباس میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے + اُس
کا استعمال بیجا نہیں + صبح و شام کا کپڑا جدا رکھو + ضیافت کا جدا + سوتے وقت کا جدا + رسمی جدا +
ایک رومال اور تولیہ دو آدمی استعمال نہ کرو + جیبی رومال ضرور ہونا چاہئے + جس لباس میں جیب
نہیں مہمل ہے ۔ بادشاہ سے ملنے کا لباس بے جیب ہونا چاہئے + لیکن اگر وہ حکم دے ۔ تو رکھ
سکتے ہو + تہمد اور لنگی باندھ کے کسی سے نہ ملو + نہ ایسا بدنما پیجامہ پہنو جس میں بہت سے چونن
ہوں یا پنڈلیوں سے چپکا رہے + نہ غرارہ ہو + پٹلون نما ہو + زنانہ لباس نہ پہنو + کوئی عورت
برقعہ نہ ڈالے + پیجامہ نہ پہنے + گاؤن یا ساڑی پہنے + گوٹا کناری کی حاجت نہیں + اگر ہو تو
بہت ہی تھوڑا + کڑا ۔ چھڑا نہ پہنے + نہ جوتی پہنکے باہر نکلے بلکہ خوبصورت بُٹ ہونا چاہئے +
کوئی کمر ہلا کے نہ چلے + دیکھو ننگے پاؤں نہ رہو + موزہ پہنو ۔ اُس پر سے بوٹ پہنکے باہر نکلو +
سوائے دست و چہرہ کے کوئی حصہ بدن کا کھلا نہ رہے + آمد و رفت کی جگہ کو کسی چیز سے نہ روکو +
نہ وہاں کھڑے ہو جاؤ + اکڑ کے نہ چلو + نہ الکدم بے خبر چلو + نہ بھدے پن سے چلو + نہ بے مروت
دوڑ کے چلو + نہ پاؤں ٹیک کر چلو + نہ لنبا قدم اٹھاؤ + راستہ میں کوئی ملاقاتی ملے تو جو بائیں
طرف ہو یا سوار ہو وہ سلام کرے + تم جواب دیدو + بے ضرورت کسی سے ملاقات نہ کرو + جس
سے ملاقات ہو جائے تو پھر باہم رنجش نہ کرو + کیونکہ کیا ملاقات رنجش کے لئے کیا تھا ہرگز نہیں +
پس کسی سے رنجش نہ کرو + چلتے وقت جو کوئی راستہ پوچھے فوراً اخلاق سے تبلاؤ + سایہ دیکھ کے
نہ چلو + یہی سب چال چلن ہے + جس کا چال چلن اچھا نہیں دربارِ الٰہی کے لائق نہیں حتیٰ کہ
دربارِ الٰہی کو خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا + جو جھوٹا خواب بیان کرتے ہیں اُن پر خدا کی مار ہے +

مویشی کے پیٹھ پر نہ پیٹھو + ایک گھوڑا پر دو آدمی نہ بیٹھو + نہ بچہ کش گھوڑی پر بیٹھو۔ جب تک وہ بچہ
نہ چھوڑوے + گاڑی پر بیٹھو تو آوَ میت سے + چارزانو مار کے نہ بیٹھو نہ اُس پر سو جاؤ + غیر عورت کے
ساتھ گاڑی میں نہ بیٹھو + عورتیں گھوڑے پر بیٹھ سکتی ہیں + خطرہ کی جگہ خود آگے رہو عورت کو
پیچھے رکھو + ڈھالواں جگہ پر چڑھو تو پہلے عورت بچہ کو آگے کرو۔ خود پیچھے رہو + جہاں متعدی مرض ہو
وہاں نہ جاؤ + بلکہ وہاں سے نکلجاؤ + ایسا درخت جو بہت بڑا پھل رکھتا ہو۔ اور پھل اُس سے
ٹپک کے گرتا ہو تو جب تک وہ پھل رکھتا ہو اُسکے نیچے نہ بیٹھو + خطرہ ناک دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھو
جو خطرہ ناک جگہ ہو وہاں نہ جاؤ + کسی کے مکان میں جاؤ تو بلا اجازت نہ داخل ہو جاؤ۔ پہلے
رقعہ بنام کارڈ بھیجو + اگر بلائے تو داخل ہوتے ہی سلام کرو + اُسکو تعظیماً فقط مرحبا کہنا چاہئے۔
جب واپس آنے لگو تو پھر سلام کرو + مخاطب تمہارا فی امان اللہ کہیگا + اگر وہ نہ مل سکے واپس جانے
کہے تو بلا رنج واپس چلے آؤ + اُسکے گھر کی چیز کو گھور گھور کے نہ دیکھو + حتی الوسع کسی کے گھر میں
مہمان نہ رہو + ہوٹل اور ڈاک بنگلہ میں اترو + اگر کسی کے ہاں مہمان رہو۔ تو پھول کی طرح رہو + اور
بہت تھوڑا رہو + آنے لگو تو وہاں کے نوکر چاکر کو کچھ دو + بے ٹکٹ گاڑی پر نہ چڑھو + ٹکٹ کا نمبر
یاد رکھو + جہاں بیٹھو بے سبب بدن کو جنبش نہ دو + پاؤں نہ ہلاتے رہو + نہ میز و کرسی پر طبلہ بجاتے
رہو + کسی کی جورو بیٹی پر نظر نہ کرو۔ نہ کسی کو بہکا کے لیجاؤ + زنی سے بچو + اجتہام یعنے جانوروں کے
ساتھ بُرا فعل نہ کرو + نہ اغلام کرو + نہ جلق لگاؤ + نہ ربڑ کی عورت سے کام لو + نہ سحقہ و سعتر بازی ہو +
کسی طرح نطفہ برباد نہ ہو + اُس پر خدا کی ابدالآباد لعنت رہیگی + دیکھو اپنے اپنے شرمگاہوں کی
حفاظت کرو + اس کی صحت پر سب اعضا کی صحت ہے + جب یہ طالب غذا ہو تو بے وجہ اسکو
فاقہ و روزہ میں نہ رکھو + ہر ایک عضو کے متعلق ایک ایک کام ہے + اسکے متعلق نسل و تناسل کا
فریضہ سپرد ہے + واجب و حلال طور سے اسکو اسکے کام پر بحال کرنا چاہئے + اس میں خدا مانع
نہیں خدا صاحب کو الفیہ شلفیہ سے کیا کام + اسکو دل سے تعلق ہے + دست بکار دل بیار +
جو آدمی اس فریضہ سے خود کو روکتا ہے زیادہ گناہ کرتا ہے + اگر بے محل صرف کریگا تو حرارت کے
خارج ہونے سے بونا رہجائیگا۔ بدصورت ہو جائیگا چنانچہ اگر سارے سموات کی حرارت نکالدی
جائے تو قمقمہ کی طرح سمٹ جائے + اس واسطے کھانا پینا۔ جاگنا۔ سونا کی طرح یہ بھی ایک کام
ہے جو موقع پر ہونا چاہئے + اس سے تسکین قلب ہوتی ہے + ماندگی رفع ہوتی ہے + یکسوئی
پیدا ہوتی ہے + اگرچہ یک طرفہ بات یہ ہے کہ کروڑہا طرف خیال کا جانا بھی یکطرفی و یکسوئی ہے

مگر یہ یکسوئی مردود ہے + اسلئے یکسوئی یہ یک طرفی ہونی چاہئے + اس فریضہ کے روکنے سے خلل واقع ہوتا ہے + بہت سے فرائض رُک جاتے ہیں + صحت میں فرق آتا ہے + آدمی بیچین اور بے راحت رہتا ہے + تو جب راحت نہیں تو روحِ ریحاں نہیں + اللہ تعالیٰ نے اُسکو راس اللذاید بنایا ہے + اس حلوائے بے دود اور فطری جوارش میں حلاوتِ دلکش رکھا ہے + اس جوارش سے کیسے کیسے جواہرات نکلتے ہیں۔ بحالتِ اطمینان ساری دولت و نعمت کا مرجع اسیجگہ ہوتا ہے + ورنہ بحالتِ حرق و غرق و بیماری و اضطراب حفظانِ جان کی طرف + مگر حیا اس سے مستثنیٰ ہے + غرض کہ یہی قدرتی دروازۂ آمد و رفت ہے + جسکو اس سے بلا امرِ الٰہی انکار ہے وہ کفرانِ نعمت کرتا ہے لہذا اُلٹا کافر ہے سور ہے پاجی ہے + اس واسطے شادی کرنیکا قطعی حکم دیا جاتا ہے + کوئی ستی یا نن مُرلی۔ جوگی اور سنیاسی نہ بنے + اس سے مریم و مسیحا کا مرتبہ نہیں حاصل ہوسکتا + یہ شرمگاہ ماہیٔ آب نما اور مرغ ہوا نما ہیں۔ ان سے اندرونی و بیرونی امراض معلوم ہوتے ہیں + ان سے جو پیشاب ہوتا ہے + اُسکو قارورہ میں رکھ کے دیکھنا چاہئے + اس کی شناخت کے بعد اس میں ایک قطرہ تل کا تیل دیکے دیکھو + اگر وہ شق ہوجائے تو خون و صفرا کا فساد ہے اگر یونہی رہے یا تہ نشین ہوجائے یا یسار کی طرف ہو تو خراب نشانی ہے + اگر منتشر ہوجائے یا پارہ پارہ ہوجائے یا قطرہ قطرہ ہو کے جانبِ یمین ہو تو صحت کی نشانی ہے + اُسکو پرہیز کرنا چاہئے + اگر پیشاب میں چکنائی ہو تو استسقا کی نشانی ہے + لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو کھلانا چاہئے + کیونکہ بہت سے امراض متشابہ ہیں اور خدا کو اختیار ہے جسدم چاہے۔ سب نشانی باطل کردے + دوا کا اثر سلب کردے + مگر ظاہراً مرض مدعا علیہ اور نبض و قارورہ اور آثار گواہ ہیں + جو چیز ہضم ہوگی اُس سے خون بنیگا اور سب چیز ہضم ہوسکتی ہے۔ حتیٰ کہ تمام کائنات اسواسطے باطن میں سب کا رنگ لال اور سیاہ ہے + سب میں خون بھرا ہوا ہے + تو غذی کے ہر عضو میں جیسا خواص و اثر والا خون پیدا ہوگا۔ اُس کے مطابق اُسکی ہستی کا اثر ہوگا + اسی واسطے ہر ایک چیز کے استعمال کی تفریق حلال و حرام سے کردی گئی ہے + بس جو نقصان پہنچائے وہ حرام ہے + جو فائدہ پہونچائے وہ حلال + خون اور گوشت کھائیگا خونخوار ہوگا۔ اگر سائیں ہے ہوگا تو رحمدل ہوگا + بے حیا چیز کا گوشت کھائیگا تو بے حیا ہوگا + جس چیز کے کھانے سے بھوک معلوم ہو + کھانا ہضم ہو + نیند آئے۔ انبساط ہو تو اُس سے صحت ہوگی + آبِ حیات مغلظ پیدا ہوگا + اُس سے متلذذ ہوگا + منی دریائے حیات کا ایک قطرہ ہے + اس میں دریا کا دریا بھرا

له نباتات کھانیوالا

ہوا ہے + اسکو برباد نہ کرو + یہ قطرۂ والدین کے نیک و بد ہونے کی اور بڑی بھاری بات کی گواہی دیتا ہے + جس کی مثال
اسطرح پر سمجھو۔ کہ اگر کوئی چونا کے پانی سے کچھ لکھے تو حروف سفید ہونگے + لیموں کے عرق سے لکھے اور
آگ دکھلائے تو حروف رنگین ظاہر ہونگے ۔ اسی طرح بہت سی چیزیں ہیں جن سے لکھنے میں طرح
طرح کے حروف ہوتے ہیں + ازاں جملہ یہ بھی ہے کہ شیشہ اور پتھر اور تم پر حروف ظاہر کراتے ہیں +
اسٹامپ کے اندر حروف ظاہر کراتے ہیں۔ حتیٰ کہ قلب کے اندر نقش و نگار اور صورتِ منور قائم کرا دیتے ہیں +
اسی طرح زن و مرد جو باہم النون والقلم۔ گندم وجو اور شجرۂ نسب ہیں۔ قابِ قوسین زوجین میں وقت پر
نورٌ علےٰ النور ہیں۔ اپنے خونِ جگر بنامِ نطفۂ منی سے ایک مضمونِ مجمل وصامت محض معدومیت کے آثار سے
لبریز کر کے بطنی لٹر بکس میں رکھ لیتے ہیں اور وہ اول و آخر باطن و ظاہر کے ایڈرس پر کیفِ جسمانی و
نفسانی اور مرتبہ جمع الجمع کا لئے ہوئے ایامِ معدودات کا فاصلہ تمام کر کے پیک کیا ہوا پارسل کے طور پر مضمونِ
ناطق بنا ہوا ٹھیک وقت پر جس زمانہ میں جس حیثیت سے جس کے نام پہونچنا چاہیئے برابر پہونچ جاتا
ہے۔ کہ پہونچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس غذاء سے روشنائی فی النونِ بالقلم ہو کر مضمونِ ناطق بنام الانسان
مسطور و مصطبغ ہوئی ہے + کہ موقع موقع پر تمام ابواب تفصیل وار مرقوم ہیں + کہ حصہ رسدی کے مطابق
اُسکے ذریعہ سے لوگوں کو پہنچتا ہے + پس یہ سب غذا کا نتیجہ ہے + جسکو رزقِ کریم حاصل ہو اُس کا نتیجہ اور
ہی اچھا ہوگا + پس صیام و فاقہ کشی کی حاجت نہیں + جو بشر ہو کے قصداً خود کو صیام و فاقہ کشی میں مبتلا
کرتا ہے وہ حرام زادہ کفرانِ نعمت کرتا ہے + اور ایسے تمام حرام زادوں پر پھٹکار ہے جنہوں نے اپنا
نام فرمانبردار رکھا ہے اور فرمانروا کی فرمانبرداری سے انکار کرتے ہیں۔ اور بدی کے عاشق ہیں۔ پس
اُن کے لئے بڑی بُری سزا ہے + لہذا اے تم ایسے مکرام۔ سور کے بچو۔ اب بھلا تم کو کب یقین ہوگا۔ تمہارے
یقین افزائی کے لئے بہت کچھ سامان کئے گئے مگر تم کو ہنوز یقین نہیں ہوا + بھلا سنو تو کیا تمہارے واسطے
آسمان و زمین نہ بنا دیا گیا تا کہ کسی کی وجود کی شہادت دے۔ جس سے تم کو یقین ہو + لیکن اسپر بھی تم کو یقین
نہ ہوا + تو تمہارے لئے مالک نے انسانی لباس اختیار کیا اسپر بھی یقین نہ ہوا + جو اُسکے شایان کار نہ تھے وہ
بھی کر کے بتلایا کہ جب ہم مربیٔ و رب ہیں تو تمہاری تربیت کون کریگا اس پر بھی تم کو یقین نہ ہوا تمہارے لئے
عنصری طوفان میں مبتلا ہوا۔ جب بھی بھروسہ نہ ہوا + کنواری لڑکی سے خود کو پیدا کر کے بتلایا جب بھی تم کو
یقین نہ ہوا + کوہ و بیابان اور ویرانۂ و میدان میں مارا پھرا جب بھی تم کو اعتقاد نہ ہوا + بادشاہوں کو زیر
کر کے بتلایا اس پر بھی تم کو اعتماد نہ ہوا + مُردہ کو زندہ کر کے بتلایا تاہم تم کو باور نہ ہوا + ابکم انبیڑہ ہو کر سارے
فصیح اللسان کو تلبلج کر دکھلایا تو بھی تم کو یقین نہ ہوا + شادی کر کے بال بچّے کے پرورش کا طریقہ

بتلایا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + فی مابین کیا کیا کچھ نہ کیا برسوں ہم تم کو شک رہا + قبل از وقت پیدا ہو کے
45 روز بن دودھ رہ کے بتلایا پھر بھی تم کو شبہ رہا + بچپن ہی سے سب پر نکتہ چینی کر کر کے بتلانا شروع
کیا اس پر بھی تم غافل رہے + تمام عالم میں گشت لگا لگا کے بے باکانہ لکچر دیتا رہا -- پھر بھی تم لوگ
ممترین سے رہے + سالہا سال چنے اور کبھی چائے پر اوقات بسری کر کے بتلایا - جب بھی تم کو شک رہا +
مہینوں لگاتار فاقہ کش رہ کے بتلایا جب بھی تم کو یقین نہ ہوا + اور مسمرائیز نام رکھا + کیا عبد المجید اور
یوسف کی آنکھوں کو اس سبب سے صدمہ پہونچا؟ کہ وہ حجرہ میں جھانکتے تھے کہ شاید ہم کچھ کھاتے ہونگے +
اس پر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا ہم نے نہ کہا حیدرآباد میں اس چینو نامی شخص کو کہ انشینا العظیم ابھی تو خاک
وسیاہ ہو جائیگا - اور وہ ہو گیا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا نہ کہا ہم نے کہ اس سمی السماء کے حکم سے جو حکماً
بے سمی ہے آنگار برسیگی اور آدمی وحجر اسید ھن بنینگے - چنانچہ اشارہ کیا کہ بانیطور بس اس اشارہ پر چھ ستارہ بہت
روشن ٹوٹے جکی روشنی میں رونگٹے نظر آ گئے پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + بہتیر ونکو خواب میں دکھلایا -
دربار شاہی تک دکھلایا - الوہیت مآب شاہانہ لباس سے ملبس کر کے تخت پر جلوہ گر ہو کے بتلایا
جب بھی یقین نہ ہوا - جو جو ہمارے دشمن ہوئے انکے بارہ میں جوانی موت و مریض اور کوڑھی اور نپوت ہونیکا
حکم دیا اور تم نے ویسا ہی ہوتے دیکھا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + اکثر باتوں کی خبر کر دی اور تم کو تجربہ
ہوا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + تمہارے پاس غیب سے آدمی آ کر یہ کہہ گیا کہ یہ شہنشاہ عالمین کا فوٹو
ہے پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + تو کیا میں تمہارے باپ کا غلام ہوں کہ سب باتیں تمہاری سنتا رہوں
اور اسکے بموجب کروں + کیا مسٹر جہانگیر جی فوٹوگرافر کا ایک درجن شیشہ ہمارا فوٹو لینے میں برباد نہ ہوا +
کیا تم نے بات چیت کرتے وقت غیب سے (بے شک) کی آواز نہیں ضرور سنی پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا +
کیا خلا سے معلق یہ آواز نہ آئی کہ دیا جناب حضرت مولانا سید محمد یحییٰ صاحب التحیات علیکم و خیر لک
من الاولیٰ) یہ سن کے بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا تمہارے تکیہ کے نیچے سے (ان اللہ مع الصابرین)
کی آواز نہ نکلی + پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا 28 روز تک بڑودہ میں بے آب و دانہ محض فاقہ کش
رہ کر آٹھ آٹھ گھنٹہ تک لکچر نہ دیتا رہا - اور تم تعجب کرتے رہے پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + اور الٹا
ڈیڑھ سو آدمی لاٹھی - بانس - تلوار اور گرڈانس لیکر آدھی رات کو مجھ کو قتل کرنے کے لئے آ گئے -
اور جب آخر کار ہم نے شمشیر برہنہ کھینچی تو سب بھاگتے نظر آئے - جب بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا عین مکہ
کے مندل میں بے باکانہ زور و شور پر کھڑا ہو کے لکچر نہ دیا + اور شریف عون کو تم لوگوں نے بھڑکایا
ہمارے قتل کرنے کی تیاری کی + مگر کچھ نہ ہوا + واپس آنیکے بعد الٹا انہیں لوگوں کی اس نے سزا دی +

کیا مدینہ میں ہمارے پہونچتے ہی روضۂ مدنی نہ کانپ اُٹھا تھا۔ اُس میں سے یا ہو یا ہو کی آواز نہ آئی تھی اور چیخ کی
آواز حسنؔ بریں کی تھی کہ اُن کو یقین ہے کہ یہی صاحب اُٹھا کے مقدمہ کا اظہار لینگے + اور تم نے اسکی نوٹس
بھی جاری کی تھی کہ تم کو ایسا ویسا خواب ہوا پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا رات کو اژدہائے آتشیں ظاہر ہو کر
بچھونے میں سما کر غائب نہ ہو گیا۔ پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا آئینہ دیکھتے وقت آئینہ نہ ٹوٹ گیا؟ کیا اُس
میں سے ہم معلق ظاہر ہو کے (یا ربّ العالمین) کہکے نہ غائب ہو گئے + اس پر بھی تم کو نہ یقین ہوا۔
زنجبار۔ بمبئی اور کراچی میں بہت روز کے فاقہ کشی سے میں انتقال نہ کر گیا تھا اور چار گھنٹہ کے بعد پھر جی
اُٹھا + اُس پر بھی تم کو یقین نہ ہوا۔ کیا شعبدہ باز اور عاملوں کو بلا کر تم نے نہ دریافت کیا کہ ان کے
پاس کیا ہے اور اُنھوں نے جواب دیا کہ ان کے پاس عمل نہیں ہے۔ خدا معلوم کیا ہے + کچھ سمجھ میں
نہیں آتا۔ کیا تم نے کئی جگہ پر ہم کو سنکھیا نہیں دیا اور پھر کچھ اثر نہ ہوا اس پر بھی تم کو یقین نہ ہوا۔ کیا
بمقام لندن انڈیا آفس میں اُس خوبصورت تصویر نے ہنسکر ادبًا سر جھکا کے سلام نہ کیا۔ اور تم کو تعجب ہوا
مگر خطائے نظر پر محول کر کے چپ ہو گئے پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + کیا تم نے ہم کو بہت سی جگہ بآنِ واحد
نہیں دیکھا ضرور دیکھا اور تم نے اُسکی تصدیق بھی کی پھر بھی تم کو یقین نہ ہوا + خیال تو کرو کہ اگر کوئی بآنِ
واحد دس پانچ مجلس میں حاضر ہو۔ اور اتفاق سے وہ مجلس دوسرے دن اکٹھا ہو جائے + اُس وقت
باتوں باتوں میں یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں تو کل فلاں مجلس میں تھا + دوسرا قسم کھانے کو تیار ہو۔ کہ
تم غلط کہتے ہو۔ وہ فلاں مجلس میں تھا تو اس وقت یقینًا سب مجلس کے لوگوں میں بحث و مباحثہ کی
کشاکشی شروع ہو جائیگی اور ایک دوسرے کو جھوٹا سمجھیگا۔ حالانکہ سب سچے ہیں + اب اس کی
تصدیق کسی سے نہیں ہو سکتی مگر اُسی سے جو ہر مجلس میں بآنِ واحد موجود تھا + کیونکہ جب اتنی قدرت
رکھتا ہے کہ بآنِ واحد ہر جگہ موجود ہو۔ تو یہ بھی ممکن ہے کہ سب کے دل سے یہ خیال کہ بآنِ واحد ہر جگہ
حاضر تھا نکالدے + اور ایک ہی بات پر قائم کر دے + تو جسدم وہ بھولا دیگا اور سب کا دل پھیر دیگا۔
تو سب اسکو ایک ہی جگہ نیا سمجھنے لگینگے + جس سے سب کا نام ناس ہو جائیگا اور بھولا دینے والا
الہ الناس ہو گا تو وہی الہ الدین والدنیا بھی ہو گا + لیکن یہ بات کہ سب کے دل سے بھولا دیا جائے۔
مصلحت نہیں + تو اب جنکو یہ یاد ہے + وہ سوال کریں کہ آپ کل جو کثیر التعداد تھے وہ سب افراد کیا ہوئے!
ہم کن کو اصل سمجھیں؟ اُسوقت وہ یہ جواب دے کہ جسطرح بہت سی نسلیں عالم فاضل۔ انجنیر۔ ڈاکٹر۔ اچھے
بُرے۔ سب ایک باپ میں نہاں ہوتے ہیں اور بالکل ظاہر نہیں ہوتے۔ اسی طرح وہ سب افراد بھی ایک فردِ
فرید میں موجود ہیں اس واسطے وہ فروع ہوتے ہیں اصل ہوں + تو فروع باطل ہے اصل حق ہے + حق

کو پکڑلو اور اپنا نام اہل اللہ یا حقانی رکھو + اسپر وہ لوگ کہیں کہ جسطرح غایب ہونیوالے افراد آپ ہیں غایب ہو گئے تو ممکن ہے کہ آپ بھی غایب غیوب ہو جائیں + پھر ہم کسکو اصل سمجھیں اور کسکی پوجا پاٹ کریں ؟ اسپر وہ یہ کہیے کہ آخر وہ جو غایب ہوگا تو اپنی ہی قدرت سے غائب ہوگا۔ حاضر ہوگا تو اپنی ہی قدرت سے + تو ہر حالت میں قدیر حی القیوم رہا۔ پس جو ایسا قدیر ہو اُسکو از خود باپ بنجانا کیا مشکل ہے۔ اور باپ پنے سے خارج ہوکر بیٹا بنجانا کیا مشکل ہے + اور اپنا فوٹو یادگار دیکر چلا جانا کہ یہ ہمارا قایمقام ہے کیا مشکل ہے ؟ پس وہی اصل الاصول رہا + اسواسطے تم اسکو سمجھ نہیں سکتے + جب نہیں سمجھ سکتے + تو صرف ظاہری باتوں پر عمل کرو + کہ برائی کو چھوڑ دو + بھلائی پر قبضہ کرو + اُس اصل الاصول کے وجود کے قایل رہو + اور یہ سمجھو کہ ہم اُسکو نہیں سمجھ سکتے + اور اُس سے ڈرتے رہو کہ بری باتوں پر سزاء کریگا + اور اس کی طرف سے کوئی آیا یا وہ خود بشری جامہ پہنکے تعلیم کر گیا۔ اُس تعلیم پر قائم رہنا لازم ہے + اور صرف اُسی کو پکڑ لینا چاہیے + اصل الاصول سے کچھ سروکار نہیں + کیونکہ اسکی صورت تم نے دیکھی نہیں + کہ اُس کا فوٹو تمہارے دلوں میں جم جائے مگر یہ کچھ ضرور نہیں کہ جم جانے سے اور بھی باتیں حاصل ہو جائیں۔ ہرگز نہیں یہ اُسکی مرضی پر ہوگا جس کے لئے تصور اور پوجا پاٹ کی کچھ قید نہیں مگر جو حکم دیا گیا۔ اُس کی پابندی فرض ہے چنانچہ ایسا کیا گیا۔ مگر تم اس خیر الملکر کو نہیں سمجھ سکے۔ اس لئے نہیں یقین کیا۔ تو معلوم ہوا کہ تم یوم الیقین کے منتظر ہو + تو مبارک ہو م کہ وہ وقت آگیا کہ لاتمکن ثم کن کی آواز سے حق الیقین ہو جائیگا + اور وہ دفعتہً ہونا چاہتا ہے + کیا تم نہیں دیکھتے ؟ کہ کیڑے مکوڑوں پر تم دفعتہً بلا ہو کر گذر جاتے ہو۔ اور وہ بے خبر رہتے ہیں اسیطرح آفات۔ بیماری کے طور پر دفعتہً آجائینگے اور تم بے خبر رہوگے + دیکھو م تمہاری ان تمام بدیقینیوں سے ہم بھی بدیقین ہو گئے۔ کہ اب تمہاری کسی بات کا یقین نہیں ہوتا = کیونکہ تم نے ہم کو برابر دھوکا دیا ہے + نوکر بنکے دھوکا دیا + دوست بنکے دھوکا دیا + مال و مطاع دیکے دھوکا دیا + بیٹی روٹی دیکر دھوکا دیا + اب اگر تم ہم کو علی کل شئ قدیر بھی بنا دو۔ جب بھی مجھ کو شک رہیگا۔ کہ تم ضرور دھوکا دوگے + چنانچہ دیر ہے ہو کہ علی کل شئ قدیر سمجھ کے۔ نزول فی البشر کی قدرت میں قاصر سمجھتے ہو + کہ یہ عین دھوکا ہے + اس لئے میں نے آج تک کسی کو اپنا دوست و شریک و ولی نہ بنایا۔ جب بنایا تو خود ہی کو بنایا ؎ کیونکہ بجز اپنی ذات کے کسی پر یقین نہیں + جیسے تم خود فرض کرکے اسکو جانچ لو۔ کہ اگر کوئی کسی شیر کے خوف سے بھاگا جا رہا ہو۔ راستہ میں اُس کا کوئی دوست ملجائے ۔ اور وہ شیر کے حملہ وغیرہ کی حالت بیان کرے جسکو وہ سُن کے یہ جواب دے کہ کیا وہ شیر ایسا ہی تو نہیں تھا جیسا کہ میں ہوں اور یہ کہتے ہی وہ شیر بنجائے۔ تو ضرور ہے کہ وہ بھاگنے والا وہاں سے بھی

یقین ۱۲

بھاگے + اسی طرح راستہ میں اسکے دوست واحباب - بھائی بند - ماموں چچا - باپ - دادا سب ملتے جائیں - اور سب سے وہ شیر اندر شیر کا قصہ بیان کرتا چلا جائے - اور وہ سب سن سن کے شیر بنتے جائیں - تو اب اُسکو اپنی حقیقی ماں اور بال بچوں پر بھی یقین نہ ہوگا - سب کو سمجھیگا کہ یہ درندہ درندے ہیں + بس صرف اپنی ہی ذات پر یقین کریگا وہی حالت ہماری ہے + چنانچہ یہی حالت اُس پادشاہ کی بھی ہے جس کے ملازمین قسم کھا کھا کے خدمتوں پر بحال ہوں کہ ہرگز ہرگز وہ خیانت نہیں کرینگے + مگر ایک بھی ایسا نہ نکلے جو خیانت نہ کرتا ہوئے تو اُسوقت پادشاہ گھبرا کر ضرور یہ خیال کریگا کہ کاش مجھ کو ایسی قدرت ہوتی کہ خود کو کروڑہا کروڑ بنا دے سکتے - تو خود ہی ہر ہر جگہ حکومت کرتے - کہ خیانت ورزی کا کھٹکا ہی جاتا رہتا ہے مگر افسوس کہ کچھ کر نہیں سکتے + اِسلئے اے وہ تُو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے ہم ان کے دلوں کا تو ہی علاج کرے + سوائے اسکے کچھ علاج نہیں - لیکن جو ایسی قدرت رکھتا ہوگا تو سب سے بدگماں ہو کر ضرور ہر ایک عالم میں خود ہی کو حاکم بنا دیگا + کہ خود ہی عوالم پوشیدہ جسکو جنت کہتے ہیں اُس کا حاکم ہے - اور رب الناس - ملک الناس الہ الناس ہے اور لامکان میں رب العالمین بنکے جانچ پرتال کرتا ہے + تو وہ سوائے اُنہیں ارباب کے کسی پر یقین نہیں کریگا + کیونکہ سب اربابِ مختلف خود ہی رہا ہے جبدم چاہے سب کو سمیٹ کر اکیلا بن کے سب سے بدگمان ہو کر انصاف کرے اُسکو ہرگز کسی پر یقین نہ ہوگا پس وہی حالت پیش ہے + لہذا اے تم بدیقینو تمہاری بڑی سخت سزا ہوگی + جلدی اپنے دلوں کا علاج کرو - دل ہی پر سب چیز کا دارومدار ہے - اس جگہ پر آخر میں بیان کیا جاتا ہے - مگر سب سے اول ہے + اسی سے ازاول تا آخر دورہ تمام کرسکتا ہے + تو یہ دل ایک بیضاوی شکل کا منجمد مضغۂ دموی ہے + جو بائیں طرف لٹکا ہوا ہے + یہ کچھ دل نہیں بلکہ دلدار ہے + اسی لئے بائیں طرف کو باطناً شرف ہے + اسی شرف سے دائیں طرف بھی مشرف ہے + ظرفِ دل کی مقدار تو کچھ نہیں چار انگل ہے + مگر وسعت اسقدر کہ تمام کائنات سما جائے + آسمان و زمین کی شکل بھی بیضاوی ہے + اگر اس میں آفتاب نہیں تو سارا عالم اندھیرا ہے + لیکن آفتاب رہتے ہوئے بھی ظلمات وسحابُ کسوف سے اندھیرا ہو جاتا ہے + یہی حالت ظرفِ دل کی ہے + اگر اس میں دل اور نورِ ایمان نہیں تو سارا جسمانی و روحانی عالم اندھیرا ہے + اس ظلمات میں نور نہیں - ظلمانی تنویر اپنے رنگ ظلمانی میں پیچیدہ رہیگی + اگر دل اچھا ہے تو سب اچھا ہے + اگر دل بُرا ہے تو سب بُرا ہے + یہ آدمی کو دانا بناتا ہے + اس میں حجرِ اسود کی طرح سیاہ خون بھرا ہوا ہے + جس کا مزاج گرم وتر ہونے کے خلاف واقع ہے + آنکھ کو

لذتِ دیدار حاصل ہو تو دل حسد کرتا ہے + دل کو لذتِ تصور حاصل ہو تو آنکھ حسد کرتی ہے + اس دل کی ابتداء و انتہا کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک ڈنڈا قِدَم سے ملا ہے تو دوسرا ڈنڈا عدم سے + عالمِ مثال اس کا سیر گاہ ہے + یہی نظرگاہِ حق ہے + یہی جسمانی بارگاہِ تعالیٰ ہے + یہی مخزنِ حیات ہے + سب طرح کے خیالات کا شاہراہ ہے + غفلت سُکر ہے + ہوشیاری صحو ہے + سلبِ حواس کا نام نوم ہے + یہ سب دل ہی سے متعلق ہے + دل کبھی ساکن نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ عالمِ بے ہوشی میں بھی متحرک رہتا ہے + اگر یہ ساکن ہو تو تمام عالمِ صغریٰ ساکن و معطل ہو جائے + اگر اسکو ہیجان ہو تو تمام جان کو ہیجان کر دے + سب لوگ اسکے راز و نیاز سمجھنے میں حیران و پریشان ہیں + گویا اس کا عالم ہی الگ ہے + اس پر تمام عالم کا نمونہ بنا ہوا ہے + دل ہی جنت میں لیجاتا ہے دل ہی جہنم میں + جو مدفون در دِل ہوا زندہ در گور رہا + تمام حرص و ہوس سے خالی ہوا + دِل زندہ ہوا تو خود مردہ ہوا + زندگی زندہ دلی کا نام ہے + دل ہی آسمان ہے دل ہی زمین ہے + دل ہی نیکی ہے دل ہی بدی ہے + دل ہی انسان ہے دل ہی شیطان ہے + دل ہی مشرک ہے دل ہی موحد ہے + دل ہی بندہ ہے دل ہی آزاد ہے + جب نصیحت دل پر اثر نہ کرے تو بے ایمانی کی دلیل ہے + اگر اُس پر بُری بات سے ہیبت و اضطراب پیدا ہو تو روح القدس سے متاثر ہوتا ہے + جسکے پاس ایسا دل نہیں ولدار و دلبرِ الٰہی نہیں ہو سکتا + دل ہنسی خوشی پر اسد رجہ شیدا ہے۔ کہ دمِ ضحک نہ اُس کا انتظام کر سکتا ہے نہ دم لینے کا خیال رکھتا ہے + اس لئے بے ساختہ قہقہ زنی بلا قاعدۂ اصولِ لحن مستخرج ہوتی ہے پھر بھی قاعدہ الحان کے احاطہ سے باہر نہیں جاتی۔ اچھا کھانے پینے سے اچھا خون ہوتا ہے اور خون ہی دل کی غذاء ہے + پس خون ہی کی غلاظت اور اچھے بُرے ہونے سے آرام و صحت روحانی و جسمانی رنج و خوشی ہوتی ہے + خوشی سارے رنج کو بھلا دیتی ہے + کیونکہ اگر یاد رہے تو پھر خوشی نہیں + کس لئے کہ ایک رنج ساری خوشی کو بھلا دیتا ہے + جس نے ان سب کی خاصیت میں یہ اثر رکھا ہے۔ تو اُسکی دیدار ہو جانیکے اثر کی حالت کو بھلا پوچھنا ہے + پس جب تک اس دل میں خوش نیتی کا جلوہ نہ ہو اُس وقت تک ہرگز ہرگز اُس میں نورانی خون نہیں پیدا ہو سکتا۔ کہ اس میں بہشتی خوشی حاصل ہو۔ جس سے چہرہ کی بشاشت میں رونق پیدا ہو + دیکھو یہ نورانی خون دل ہی میں کسی جگہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اپنے ایسے جواری و دیاری پڑوسی کو نہ بھول جاؤ + اسکو آراستہ کر کے روح اللہ کی دعوت کرو + جو اُس کو بھولا اُس کا دلی جوار و دیار ویران ہوا + ظاہری بیماری اسکی اختلاج ہے جو غم و خوشی امید و بیم میں ہوتا ہے۔ ہول و تہویل میں بڑھ جاتا ہے + جسکو ہو تو اُس

میں زیادہ فکر نہ کرے بلکہ مبارک لہو ولعب جس میں روحانی وجسمانی دینی و دنیوی نقصان نہ ہو مصروف رہے + کہ اُس میں خوف کی گنجائش نہ ہو + کیونکہ جب خوف معلوم ہوتا ہے ۔ تو گرمی باہر سے اندر کو دل کے واسطہ سے جاتی ہے اور مسامات بند ہو جاتے ہیں کہ رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں پس ڈر محسوس ہونے لگتا ہے + کسی قسم کا ڈر اپنے دل میں نہ آنے دے + دل میں جب حسد اور بغض کی آگ بھڑکتی ہے تو غیبت اور بدگوئی کی شکل میں نمودار ہوتی ہے + ہر ایک تیرت گڈھ حجر و گل کا بنا ہوا ہے + اور یہ تیرت گڈھ ہر ایک کے پاس خونِ خالص کا بنکے دل بنا ہوا ہے پس ؎

کعبہ بتگاہِ خلیلِ آذر است + دل گذرگاہِ جلیلِ اکبر است

جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل ہی میں بیٹھتی ہے + اپنے وطن کو خوب پہچانتی ہے + مگر بڑی بات وہ ہے جو دل پر اثر کر جائے + دیکھو کسی کی دل شکنی نہیں کرنی + نہ معلوم اس کے دل میں کون بستا ہے + دل شکستہ ہونے پر ہرگز ہرگز تم ہرگز ہرگز پھر کہا جاتا ہے ۔ کہ ہرگز ہرگز تم ہرگز ہرگز بستہ نہیں ہو سکتا + کیا نہیں سنا ہے کہ ؎

دل چو رنجد از کسے خورسند کردن مشکل است   شیشۂ بشکستہ را پیوند کردن مشکل است

اسلئے دل شکنی کے بعد دعوت وضیافت ۔ تحفہ وتحائف ۔ تلافی و معافی ۔ دُرباری و گُہرباری سب بیکار ہے + کیونکہ دل راشکستی آنکہ گوہر شکستی + ہر بات کا ارادہ پہلے دل میں پڑتا ہے ۔ پھر ہاتھ پاؤں سے ظہور میں آتے ہیں + مُردار دل کے کیڑے یہی سب بُرائیاں ہیں + یہی اُس کا باطنی مرض ہے + مگر کوئی ایسی بیماری نہیں جس کی دواء نہیں + دواء کے بہت سے اقسام ہیں + کوئی تدہین[1] و تمریخ کی جاتی ہے + کوئی لیپ اور ضماد کے نام سے لگائی جاتی ہے + کوئی سکوت[2] کہی جاتی ہے + جسکو آنکھ سے تعلق ہے کحول کہی جاتی ہے + جس کو ناک سے تعلق ہے تو وہ شموم لخلخہ ۔ نفوخ و قطور کہی جاتی ہے + کچھ دواء کھانے میں استعمال ہوتی ہے + اگر کڑوی ہے تو معجون ورنہ جوارش + ہلیلہ ۔ بلیلہ ۔ آملہ تثلیثِ مرکب ہے یہی اطریفل ہے + تو جب قلب میں باطنی مرض ہو تو اُسکی دواء بھی اسی طرح تثلیث نما اطریفل ہے + جو تین حرفوں سے مرکب ہے جسکو پند کہتے ہیں + یہ کان اور آنکھ سے مستعمل ہوتی ہے + جس نے استعمال کر کے اُسکے استعمال کا حق پورا نہ ادا کیا وہ ازلی وابدی مریضِ لعنت مآب ہے ۔ اس پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو + ان کے لئے سخت داروئے تلخ بنام عذابِ الیم ہے + کیونکہ ڈاکٹری کا یہی اصول ہے کہ بہت ہی مریض کو زہر دیدیا جائے + ورنہ موت مارڈالتی

[1] روغن کی طرح لگائی جاتی ہے ۔ [2] چھڑکی جاتی ہے ۱۲+

ہے + پس اے مریضو! خدا سے دُعاء مانگو کہ ٥

دردا و ہزار بار دردا - دردا	کامروز ندارم خبر از فردا
فردا کہ شوم فرد ز بیگانہ و خویش	ربِّ ارحمنی ولا تذرنی فردا

اے وا ورلیفا کہ جو دوڑ رہے تھے وہ کھڑے ہو گئے - جو کھڑے تھے وہ بیٹھ گئے - جو بیٹھے تھے - وہ لیٹ گئے + جو لیٹے تھے وہ سو گئے - جو سوئے تھے وہ مر گئے + جو مرے تھے وہ جہنم واصل ہوئے + اس پر بھی سونے والے بیدار نہ ہوئے ٥

مردوں سے شرط باندھی ہے کمل کو تان کر آوے جو حشر بھی تو چلے جوں نہ کان پر

اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ الیس الصبح بقریب - اٹھو سو نیوالو سحر ہو گئی + استنے پکارنے پر سر گرانیٔ و گرم دماغی سے تراتے ہوئے نالہ فروشیٔ وخمانہ بدوشی - خود نشینیٔ و تنہا گزینی کا جواب دیتے ہیں + کہ ہم تو حیات سے زود سیر ہو چکے + حیات ہی مصدرِ تفضیحیک ہے - یہ نہیں سمجھتے کہ حیات ہی سے سب کچھ ہے + چاہیئے کہ کوئی بُرا نہ کرے کو مصدرِ تفضیحیک ہو + مگر افعالِ قبیحہ کو صفاتِ الملیحہ سے ملمع کر کے ظاہر کرتا رہتا ہے + اور عدم خوبی کا نام زشتی ہے + پھر الٹا حیات سے باغی ہوتا ہے + خود داری بنکر اپنی لوئی نفس کے رقص و تماشا میں بتلا ہے + کہ آل واولاد بھی اُسکی مقلد بیشۂ دیدہ دریدہ ہو جاتی ہے + لہذا خوبی سے دوئی اور بیگانگی کا سامنا ہے + خوبی مفت ملتی ہے نہیں لیتا بدی قیمتہً ملتی ہے لے لیتا ہے + خود کو جہنم انداز کرنے کو نعلِ سخاوت سمجھتا ہے + اور اصلی تحصیلِ مطالب میں پہلو تہی کرتا ہے + جو کچھ نفس اُسکا رائے دیتا ہے اور اچھے کاموں میں مزاحم ہوتا ہے اسکو قبول کر لیتا ہے + خود میں روحِ ریحانی کا جادہ نہیں قائم ہونے دیتا کہ وہ رُوح جو سید الارواح کیا معنی کہ رب الارواح بنامِ روح اللہ ہے اُسکی تجلی اُسپر سے عبور کرے کہ اُسکو حلاوتِ زندگانی حاصل ہو + اسی واسطے بارہا کہا گیا اور کہا جاتا ہے + کہ یہ سب کہہ کہاؤ کا مضمون ایسا ہی ایک ہے جیسا کہ منادی کرنیوالا ایک ہی حکم کو ہزارہا پیرایہ میں کہتا چلا جائے جس کا ایک ہی مفہوم ہو - مگر جس لفظ و خیال و معانی میں حاکم نے کہا ہے وہ صرف منادی کرنے والے ہیں ہے + کہ اُس سے ملنے ہیں وہ اصلی لفظ و کلام ملسکتا ہے + ویسی ہی روح اللہ کا کلام ہے جو سید الکلام ہے + اور وہی کلام سابق الکلام ہے + حتیٰ کہ ابتداء میں بھی کلام ہی تھا جو ایک کنزِ مخفی کی طرح معنیاً خود ہی کے ساتھ ہمکلام تھا - اور خود ہی ایک آوازۂ پُر ذوق کلام تھا کہ وہی کلمۃ اللہ ہیَ علیاءُ کہا جاتا ہے + جو خود پر از خود سبقت لے گیا + کہ خود ہی نے کن اور لاتکن کہا + گر وہ محرک نہ ہوتا تو کچھ متحرک نہ ہوتا + علم حرکت وہیں سے شروع ہوا - جو بیان ہذا تک متحرک ہے + جب تک تحریر ہے ہاتھ کو حرکت ہے + جب تک آئینہ خانہ میں کوئی

ہے عکس منعکس ہے ورنہ عاکس آئینہ لادوام ذاتی ہے + باطن کے بطن سے ظاہر کا ظہور ہوا ہے +
اُس ظہور میں بھی بہت سے بطون ہیں + تم اپنی حرکت کو اس حرکت سے مساوی نہ کرو یہ بیجا حرکت ہے
کیا نہیں دیکھتے کہ سب مٹھائیاں ایک ہی قسم کی نہیں ہوتیں + سب میوجات کی مٹھاس ایک ہی نہیں +
چھوٹی ہیرے اور بڑے ہیرے ۔ دونوں میں فرق ہے + اسی طرح سب حرکات وسکنات میں فرق
ہے + یہاں تو یہ معاملہ ہے کہ ؎

گنجائشِ کلام نہیں خیر وشر میں ہے	جب میں بشر میں ہوں تو بھی کچھ بشر میں ہے
بل کھا سکے نہ صورتِ گیسو ہزار سانپ	توڑے مروڑے اپنے بدن کو ہزار سانپ

پس خود ہی وہ سانپ ایک حی بہ اوحیٰ ہے اور خود ہی حیاء وحیہ + اور خود ہی یوحاء دیحیٰ + غرضکہ
خود ہی خود ہے + خود ہی روح ورحمت اور خود ہی روح وحیات ۔ پس یحیا ہی سراپا جانِ جانان
ہے + خود کو بلا پیچ وخم بل دیتا ہے + کوئی اُس سے زیادہ بل والا نہیں کہ آرے اور بلی میں کلبلی مچل
کرے + مگر بات یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کا نام رکھتا ہے + دوسرا اسکے تسمیہ کا سبب جانتا ہے +
تیسرا سبب ا.زنام دونوں کو جانتا ہے + چوتھا اسکے خواص تاثیر وحالات کو جانتا ہے + پانچواں
اسکے پیدا ہونے کا سبب جانتا ہے + چھٹا ان سب کا آغاز وانجام جانتا ہے + ساتواں سب
باتوں سے واقف ہے + آٹھواں سبھوں میں فنا ہے + نواں فناء الفناء ہے + دسواں از جز تا
کل ہے + گیارھواں بے ہمہ وباہمہ ہے + بارھواں سب بات میں بے نظیر ہے + ہر ایک کا ایک
ایک مرتبہ ہوا + جو جیسا جانتا ہے ۔ اپنے مخاطب کی عقل کے مطابق سمجھاتا ہے ؎ اُسی کے مطابق
یہ بھی فہمائش ہے کہ ؎

ہنستے ہیں عقلِ نارسا مجھ پر	اُن کے فتوے ہیں نارو مجھ پر
مُفت کرتے ہیں خود جفا مجھ پر	اُلٹے ہوتے ہیں پھر خفا مجھ پر
طعن کرتے ہیں اشقیا مجھ پر	اور ہنستے ہیں بے حیاء مجھ پر
اُن پہ بھُتنا سوار ہے دن رات	ہے مسلط یہاں خدا مجھ پر
پھر مرے سِتر کو پوچھنا کیا ہے	جب خدا ہی ہے خود فدا مجھ پر
کچھ بھی انصاف تو کرو لوگو !	ظلم بیکار کیوں ہوا مجھ پر
یہ بُرائی میں کیا شریک نہیں	ہے شریک اُلٹے پھر وبا مجھ پر
اے بدی گر ذرا بدی سے ڈر	ہے بُرا خود ہی جو ہنسا مجھ پر

میں ہی یحییٰ ہوں اور روح اللہ	میں مسیحا ہوں مرحبا مجھ پر

از خود مسیحائی و قدیریت واحدیت کی ڈگری حاصل کی ہے + پھر سب سے بری کہ کسی شمار میں نہیں بلکہ شمارِ بیشمار بھی داخل در شمار ہے۔ یہاں داخل خارج کسی سے کچھ سروکار نہیں + بڑی بھاری دولت ہوں + ڈاکو آئے تو مارا جائے + تحفۂ محبت لائے تو ایسا ظاہر ہو جاؤں + جیسے برقِ انسانی اسکے بدن میں رگڑ کھانے سے پیدا ہو جاتی ہے + ورنہ چھپی رہتی ہے + ہائے افسوس کہ رسن سے پتھر گھسجاتا ہے۔ سانس سے امعا گھسجاتے ہیں۔ گفتگو سے زبان فرسودہ ہو جاتی ہے + سماعت سے کان فرسودہ ہوتا ہے۔ مگر تمہارا دل نصیحت سے فرسودہ نہ ہوا + بلکہ اور مرض بڑھتا گیا جتنا دوا دی + حیف ہے کہ مال و متاع جمع کیا جائے اور مفت میں حرق و سرق و غرق ہو جائے + نصیحت کی دولت تو دل میں رکھی گئی۔ مگر بدنیتی کے شیطان نے چرالیا = پھر تم مفلس ہو گئے + مفلسی میں ازرہِ نمائش دولت ظاہر کرتے ہو۔ یہ بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے۔ سو جھوٹوں پر خدا کی مار ہے + کہ خلاف از واقعہ کسی چیز کو بلباس و بولس و تلبیس کر کے بتلاتے ہیں لہذا ابلیس ہیں + چنانچہ اگر تمہارے پاس نیکی کی دولت ہوتی تو اسکی زکوٰۃ بدی نہ ہوتی + لال کا بچ ٹیا قوت دونوں برابر نہیں + دیکھو برے افعالِ قلوب کو روکو ہم یہاں پر افعالِ قلوب سے ایک یہ سبق حاصل ہوتا ہے + کہ سب ایک چھوٹے سے قلب میں ہیں۔ مگر ایک دوسرے کو خبر نہیں + حتیٰ کہ تم کو بھی خبر نہیں + اور وہی جگہ روح کی ہے کہ تمام بدن میں حاضر ہو کر بھی کہیں نہیں ہے + مگر کامل خوب جانتا ہے کہ کہاں ہے + کہ اُنکی دانستگی اُسکے کلام سے ایسی ظاہر ہوتی ہے جیسے ؎

صدف میں رہتی ہے پوشیدہ آبروئے گہر	مگر چھپائے سے چھپتا نہیں ہے کسبِ کمال
بسا ہی رہتا ہے خوشبو سے صحنِ دشتِ چمن	چھپائے پھرتی ہے نافہ میں لاکھ مشک غزال
قدم قدم پہ سیاحت جو ہو مثالِ مسیح	وہی مثل نہ ہو بگلا چلا ہے ہنس کی چال
بہیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا	نگاہ والوں پہ روشن ہے فرقِ بدر و کمال

لیکن بدر و کمال میں فرق اندھا کیا کر سکتا ہے ویسی ہی جس میں روح نہیں صرف مشیتہً مجازی طور سے زندہ کہا جا رہا ہے اُسکو روح اللہ کی کیا خبر۔ اگر اس کا عکس پڑے تو ایسا ہی ہو جائے جیسا کہ عکسِ مشیت سے مجازی طور سے زندہ کہا جا رہا ہے یا ایسا جیسا کہ ؎

در گلستاں زیر تو کا گل تر	خود بہ خود روئید از زمین سنبل
گلِ لالہ شگفتہ ہر جانب	چہچہ از خوشی کند بلبل
آلِ اولادِ ما سلامت باد	زیرِ فرمانِ ما جہان بالکل

سرِ دشمن بود چو جامِ شراب درکفِ دستِ حضرتِ یحییٰ	دلِ دشمن کباب و خونش مل شیشۂ مل صدائے او قلقل

چنانچہ یہ اُسی ملِ عرفان کا نشہ ہے جو متوالی باتوں میں ظاہر ہو رہا ہے اور وہی تین آدمیوں کی باتوں میں مزہ ہے + ایک تو بچہ اور توتلا آدمی کی بات میں۔ کہ اگر وہ آتَاہ کہکے پکارے اور سننے والا یہ سمجھے کہ یہ اللہ کو اَتَاہ کہہ رہا ہے سنے تو اُسکو مزہ آئیگا ورنہ ہرگز نہیں + ویسے ہی جو ہمارے اصطلاح سے واقف نہیں اُسکو ہرگز لطف نہیں حاصل ہو سکتا۔ اُسکو ہم پاگل معلوم ہونگے تو پاگل آدمی کی بات میں ویسا ہی مزہ ہے جیسا کہ توتلا آدمی نشۂ باز آدمی۔ اور جو نو آموز لعنت ہو اُس آدمی کی بات میں مزہ ہوتا ہے کہ ظاہراً بے ربط اور باطناً باربط + مگر جسکو مُنہ نہیں اُسکو لذتِ طعام نہیں جسکو کان نہیں اُسکو لذتِ کلام نہیں + جس کو دولت نہیں اُسکو لذتِ حکومت نہیں + جسکو عقل نہیں اُسکو لذتِ حکمت نہیں جس میں قدرت نہیں اُسکو لذتِ الوہیت نہیں + مگر ہر چیز میں لذت ہے۔ پھر وہ مصیبت ہو یا راحت موت ہو یا حیات خواہ بے لذتی کہ وہ بھی ایک چیز ہے۔ اس میں بھی لذت ہے۔ مگر سید المذاق سو ہی **آوازۂ ذوقِ خالص** بنامِ روح اللہ ہے کہ جہاں وہ آکر کلام کرتا ہے۔ تو وہ کلام بہت ہی قلیل اللفظ کثیر المعانی محض روح الکلام ہوتا ہے + کہ تفسیر کرنے پر کروڑ ہا دفتر ہو جائے پھر بھی نہ ختم ہو + جب پڑھو تو نیا مطلب اور نیا مزہ + جس رنگ میں ہو کے دیکھو۔ اُسی رنگ کا مزہ حاصل ہو + جس ارادہ سے وہ لفظ کو بولتا ہے۔ اُس میں وہی اثر مُمور ہو جاتا ہے + نقال اُسکی نقل کرتے ہیں۔ مگر میموں زِ نقلِ آدمی انساں نمی شود لیکن یہ البتہ کہ شمس کیجگہ پر جو ستارہ بحال ہوگا وہ شمس ہو جائیگا + اسی واسطے شموس بولا جاتا ہے + تو جب ستارہ شمس بنجاتا ہے۔ بخار سے بارش بنجاتی ہے۔ منی سے آدمی بنجاتا ہے۔ آدمی سے شیطان بنجاتا ہے نیست سے ہست ہو جاتا ہے۔ ہست سے نیست ہو جاتا ہے۔ تو روح اللّٰہی لائن میں آنے سے کیوں نہیں متاثر ہو سکتا ہے + مگر سب چیزیں قاعدۂ قانون ہے اس میں بھی ہوگا۔ اگر بیقاعدگی ہو تو یہ بھی ایک قاعدہ ہوا + چنانچہ تم دیکھو کہ اگر ایک چوہا کا بدن یہ خواہش کرے کہ وہ مٹی سے ملکے مٹی ہو جائے تو اُسکو قانونِ فطرت کی پابندی کرنی پڑے گی۔ کہ پہلے جو اس میں جان ہے اُس سے خالی ہو جائے + پھر ایک جگہ پڑا ہوا سڑ جائے + بدبو ہو جائے + ساری ذلت گوارا کرے + جب جا کے مٹی سے مل سکتا ہے + ورنہ نہیں ملسکتا + تو تمنے روح اللہ کے لئے کچھ نہیں کیا + اگر روح اللہ کے نام لینے پر کوئی طعن کرتا ہے + تو بھاگ جاتے ہو + اُس سے عداوت کرنے لگتے ہو + زنگ آلودہ بدی کے ہتھیار کو تیز کر لیتے ہو۔ اور یہی تمہارے دوامی ہتھیار ہیں + پھر کس طرح تم کو روح اللہ کی صحبت حاصل ہو + اگر وہ صحبت

میں بُلاتا ہے تو تم کہتے ہو کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو غریب ہی ہو کر امتحان لیا جاتا ہے + اگر اپنی دولت ظاہر کرے تو تم لالچ سے ضرور ساتھ ہو جاؤ گے۔ اُس وقت سچی اور جھوٹی دوستی ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے چھپانا ہی بہتر ہے ؎

نہ بینی کہ پیشِ خداوندِ جاہ + ستائش کناں دست بر بر نہند
اگر روزگارش درآرد زپائے + ہمہ عالمش پائے بر سر نہند

لہذا بغرض امتحان اظہارِ کمال ہرگز جائز نہیں + اُسکے بعد کے دوست ہرگز دوست نہیں + اور جو صحبت میں آتے ہو تو یہ کہتے ہو کہ ؎

اہلِ کمال رکھتے ہیں اکسیر کا خواص چٹکی اُٹھائی خاک کی اور زر بنا دیا

اِس لئے آپ زر بنا کے دیجئے + کیمیا بتلا دیجئے + ہم بیمار ہیں ہم کو اچھا کر دیجئے ورنہ آپ رُوح اللہ نہیں + تو ڈاکٹر کے پاس ہزارہا آدمی علاج کے لئے جاتے ہیں + کوئی اچھا ہوتا ہے کوئی مر جاتا ہے + کیا اس سے وہ ڈاکٹر نہیں کہا جائیگا + جسکو زبانی اللہ کہکے پکارتے ہو۔ اُس سے بھی تم نے دولت مانگی۔ تندرستی مانگی۔ اُس نے نہ دی تو کیا اس سے وہ اللہ نہیں رہا + وہ بہر حال اَللّٰہی رہا۔ نہیں ایمان رکھنے والوں پر اُس کی لعنت ہے + کہ اُس کی نوکری تو کی نہیں تنخواہ پہلے ہی سے طلب کرنے لگے + پھر وہی اللہ جو مجسم ہو کر بنامِ رُوح کہا جا رہا ہے وہ کس طرح تم کو فوراً کیمیا بتلا دے۔ یا ریتی کو زر بنا کے دیدے۔ یا ہمیشہ مُردوں کو جِلاتا رہے۔ اگر ایسا کیا جائے۔ تو مزدوری کرنیوالے جنگی حالت اور پروانے شمس اور تارے کی سی ہونیوالی ہے نہیں + موت کا حُکم منسوخ ہو جائے + ایسا کرنیوالا جلدی جان چھوڑا کے بھاگ جائے۔ اِس واسطے ایسا ہو نہیں سکتا + وہ بطورِ ثبوت ایک وقت کے لئے ہے۔ وہ ایسے وقت میں ہوتا ہے کہ جیسے اگر عکسِ رُوح اللہ مجسم ہو کر آئے اور لوگوں سے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رُوح ہوں یعنے عین اللہ ہوں مجھ کو لوگ تسلیم کرو اور لوگ نہ تسلیم کریں اُس سے بحث کریں کہ تمہاری فلاں جگہ غیبت ہوئی تم کو اطلاع نہ ہوئی + اسی طرح تمہارے بارہ میں بہت سی باتیں ہیں مگر تم کو اطلاع نہیں + پھر تم کیسے عین اللہ ہو۔ تو وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اوّلاً تو غیبت کرنا ہی بیجا ہے کہ ہم انہیں بُرائیوں کو چھوڑانے کے لئے آئے ہیں + دوسرے تم کو کیونکر معلوم کہ ہم کو معلوم ہے یا نہیں + تیسرے اُسکے سننے سے ہم کو کچھ فائدہ نہیں۔ اگر کچھ فائدہ و نقصان کی بات ہوتی تو وہ خود ظاہر ہو جاتی۔ ہم سب سے مستغنی ہیں + چوتھے ان سب باتوں کی تحقیق دنیاوی تعلقات سے حل ہو جا سکتی ہے۔ کہ اس غیبت کی خبر کوئی شخص مجھ تک پہونچا سکتا ہے۔ کہ یہ پہونچانا اُسکا غیبت نہیں بلکہ اطلاع ہے + کیونکہ ہم دُنیا کے سدھارنیوالے شخص ہیں۔ اسی طرح جو بات موجودات و کائنات سے حل ہو جا سکتی ہو۔ اُسکے لئے وحی الہام کی ضرورت نہیں کہ جس کا میں عکس ہوں۔ اُس سے خبر منعکس ہو۔ اور وہ ہم سے بیخبر نہیں۔ اسلئے ہم بے غم ہیں + پانچویں جسکا میں عکسِ مجسم ہوں اُسکی رُوح سمیت ہوں + وہ

بڑا قدیر ہے + وہ ایک بار بول چکا + کہ خیرٌ لک من اولائی + وہ ازل سے ابد تک کے لیئے بالخیر بس کرتا ہے + جس جگہ ہم سے نہیں بنیگا اُسجگہ خرق وعادت ومعجزہ کی ضرورت پڑیگی جیسے ہزاروں مردہ قبر سے اُٹھا دینا کہ اس میں دُنیا کی چیزوں سے مدد نہیں مل سکتی اسی طرح تمام عالم کو ایکدم ہٹا دینا۔ آسمان و زمین کو توڑ دینا اور قیامت برپا کر دینا یہ ایک بشر سے بالکل ناممکن مُحال ہے + تو ایسا کرتے وقت اُسی اصل کی ضرورت ہے جس کا میں عکس ہوں کہ وہ بھی میں ہی ہوں + تو یہ ایک وقت مقرر پر ثبوت کیلئے ہوسکتا ہے نہ کہ ہمیشہ بچوں کے کھیل کی طرح + پس اس فرضی بات کو حقیقتہً اصلی بات سمجھو کہ وہ روح اللہ مجسم ہو کر آیا۔ اور ایسا ہی ہوا اور ہوگا + مگر اسکے آنے سے جو دُنیا میں سخت آفت برپا ہونے والی تھی۔ وہ بہت کچھ کم ہوگئی + جس کے گھر میں انگار لگنے والی تھی سب ستیاناس ہوجانیوالا تھا۔ وہ صرف چند ہزار کے خسارا میں پڑکے رہ گیا + جس کے گھر میں سب بال بچے مرجانے والے تھے۔ وہاں ایک ہی بچہ مرکے رہ گیا تو یہ سب اُسکے قدم کی برکت وسعادت ہوئی نہ کہ شامت و نحوست۔ پھر اُس کے حکم دل پر تم نے عمل تو کیا نہیں کسطرح بال بچے۔ دھن۔ دولت اور تندرستی کی مزدوری مانگنے لگے + ہر ایک چیز کے لئے ایک ذریعہ اور وسیلہ بنایا گیا ہے۔ اور ہر ایک وسیلہ جدا جُدا کام کے لئے ہے + ایسا نہیں کہ آفتاب مٹی کا کام کرے اور مٹی آسمان کا۔ تو جب ایسا نہیں ہے تو پھر روح اللہ سے ان سب چیزوں کے طلب کرنے کا کیا سبب ہے۔ اگر دھن دولت نہیں ہے تو کچھ پیشہ کرو + پیشہ اس امر میں مسیحائی کا کام کریگا + تندرستی نہیں ہے تو ڈاکٹر کے پاس جاؤ وہ اس امر میں مسیحائی کا کام کریگا + بال بچے نہیں ہیں اسکی تجویز سوچو وہ تجویز مسیحائی کا کام کریگی + فکر کے ذریعہ سے کوئی تدبیر بتلائی جس فرشتہ کا کام ہے وہ کریگا بے شمار طرح کے مسیحا ہیں۔ مگر سب کا افسر الافسر مسیحا روح اللہ ہے جسکو رب العالمین یا اللہ خواہ یحییٰ کہتے ہیں پس اگر تم روحانی علاج کرا کے ایکدم مخلوقیت سے آزادی چاہ کر آرام سے رہنا چاہتے ہو تو مسیحا روح اللہ کی طاعت واطاعت کرو۔ یہ طاعت واطاعت مسیحائی کا کام کرکے میا روح اللہ کو راضی کر دیگی کہ جسقدر ضرورتیں دوسری دوسری جگہ سے نکلی تھیں سب یہیں سے نکل جائینگی کیمیا۔ اور اکسیر سازی سب معلوم ہوجائیگا۔ بغیر اسکے اپنی بڑائی کی ٹر مارنا ہے + لہذا تم ناکامیاب رہو گے۔ روح اللہ کی صحبت اور عدم صحبت دونوں برابر ہے + مگر جو اُسکی صحبت میں تصوراً وتفکراً عشقًا اور محبتہً رہتے ہیں۔ اُن کے تعر دل کی یہ حالت ہے کہ ؎

شب کو کھلتے ہیں ستارے گُل شبو کی طرح	داغ دل۔ دل میں چمکنے لگے جگنو کیطرح
گاہے پہلو میں رہا تکیۂ پہلو کی طرح	گاہے شرما کے جو سمٹا تو لجالو کی طرح

بہ گیا خونِ جگر آنکھ سے آنسو کی طرح　　شکلِ دو دستِ دُعا بھی ہے تو چلو کی طرح
اب تو دنیا میں زبان ہی نہیں اُردو کی طرح　　نیچے بچے بنے پھرتے ہیں ارسطو کی طرح
پلۂ چشم میں اک پل میں نگاہیں میری　　تول لیتی ہیں ہر اک چیز ترازو کی طرح
خود سے بڑھ کر نہ کوئی چیز ہے ہرگز یحییٰ　　اِسلئے خود ہی کی پوجا کرو ہندو کی طرح
روح اللہ دریں ہیکلِ نامی یحییٰ　　خود پرستی میں شب و روز ہے سادھو کی طرح

یہ خود پرستی عین خدا پرستی ہے کہ خدا اپنی ذات کی از خود پوجا کرتا ہے کہ ہمسا کوئی نہیں۔ لہذا یہ کچھ کم پرستی و مخلوق پرستی نہیں ہے + تم کو بھی چاہیئے کہ عین اللہ کے ہمزبان ہو کر اس کی تعریف کرو + اور وہ وقت قریب آگیا کہ اس قسم کی خود پرستی جو اوپر بیان ہوئی اُسکی ثبوت حاصل ہو جائے کہ جہالت کا آفتاب حماقت کے مشرق سے طلوع ہو کر ضلالت کے مغرب میں غروب ہو چکا + وہاں سے حکمت کا آفتاب حکومت کے مغرب سے نکلکر ہدایت کے مشرق کیطرف تبع من بعد العلم کوٹ پاٹلوں کے ساتھ روانہ ہو چکا + اب صرف ظہور باقی ہے وہ ہوتے ہی یہ سب تین تیرہ نو اٹھارہ ہو جائینگے۔ جدھر سے طلوع ہو اُسی کا نام مغرب ہے + پس یاد رکھو کہ ؎

ناگہاں از حجلۂ مغرب برآمد آفتاب　　سر بزانو از حیا گشتہ عروسِ ماہتاب
آتشِ بے دود دارد اینقدر چوں التہاب　　دودِ زلفش پیچ خوردہ می نمائد چوں سراب
خال بر رخسارِ رنگیں صبحِ صادق را غراب　　می پرد مُرغِ نگاہم مثلِ پروازِ عقاب
خال شد بر مصحفِ رُخ نقطہائے اِنتخاب　　دیدنش ہرگز نباشد دور از خیر و ثواب
گو کہ صدہا بینم حورِ جنت را بخواب　　لاکن او حاصل نگردد تا دمِ یوم الحساب
حوض را گر پر کنم از شیر و از شکر و گلاب　　اندریں سندہ جوا فتد پس بگردد منجلاب
مشک چوں کافور شد مشکیں نباشد از خضاب　　بزنہ گو عاقل شود انساں نہ گردد از دواب
ہالہ در اطراف باشد در میانش ماہتاب　　چار سو خارِ مغیلاں در میانش چوں گلاب
باج گیر از شاہ و شاہاں خسروِ عالیجناب　　از پئے تعظیمِ او شد سرنگوں گردوں قباب
مطلعِ فیض و عدالت مقطعِ داد و دہش　　مجمعِ جود و سخاوت منبعِ لب اللباب
بارشِ صد حسن و خوبی جنبشِ موجِ کرم　　بخششِ ابرِ بہاراں تابشِ قدرِ خوشاب
حاتمِ جود و سخا و خاتمِ لطف و عطاء　　حاکمِ صدق و صفا و عالمِ جملہ کتاب
صف شکن شمشیر زن دشمن فگن کشورستان　　دست بستہ سر نہد بر پائے او افراسیاب

ملہ یہاں یعنی عالم ۱۲

دولتِ روحِ خدا ہمسر شود با دولتش — چوں سمندِ آسماں در زیرِ رانِ آفتاب
از پئے خاقانِ یحییٰ نائبِ پروردگار — می نمائیم امیں دُعاءِ صبح و مساء و وقتِ خواب

بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہوں کہ سلامٌ علیہ سلامٌ علیہ۔ مگر کوئی اس قسم کی سلامتی نہیں چاہتا۔ یہ سب واقعات متواترہ متحد الزمان کا ایک مسلسل بیان ہے + جسکو تمہاری عقل قبول نہیں کرتی اسواسطے جھوٹ سمجھتے ہو + اس کا سبب یہ ہے کہ جو اعیان ثابتہ ہیں جیسا رہا ہے ویسا عالمِ شہود میں ظاہر ہوا + اسلئے خیر الفاصلین سے یہ فیصلہ۔ کہ ضد سے قدر ظاہر ہوتی ہے۔ ہر ایک چیزیں بایکدگر مخالف رہیگا۔ کہ غالب مغلوب کی تمیز ہو لہذا ہونا چاہیئے۔ تو جتنا بڑا رتبہ اُتنا ہی بڑا مخالف۔ جیسے رحمان کا دشمن شیطان۔ جو اُسی کا بنایا ہوا ہے + اور ہر ایک پیغمبر کا ایک ایک دشمن بنا ہے + اسی طرح یحییٰ ثانی مرکب بروح اللہ کا دشمن تمام عالمِ دجال + خیر کچھ مضائقہ نہیں ہے

چوں معرفت بدست نیاید شریعت است — گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است
آنکس کہ دراعیمِ عدم ادمتے خورد — گویند اکل و شرب ہمیں آدمیت است
آں خالقِ عدیمِ عدم منعدم گزیں — بے علتِ علل بہ او گویم چہ علت است
آنکسکہ از شرورِ بدی خویش را گذاشت — نیکی بخویشِ داشت کنوں نیک سیرت است
از شاخِ کہنہ میوۂ نورس بمن چکید — جمع الجمع بہ ہستئ یحییٰ سلامت است

پس غالب آنیوالا غالب آجائیگا۔ مگر لِکُلِّ بناءٍ مستقر۔ تو اب سب بناء کی کب حد ہوگی تو وہ حد یہی ہے کہ تم سے پہلے ہی کہدیا گیا ہے کہ انا اللہ اعلم یعنے میں ہی اللہ اور جبرئیل و میمیش ہوں میں خوب جانتا ہوں اسواسطے تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ پہلے کتاب نازل ہو چکی ہے۔ اور نازل ہو رہی ہے اور آخری وقت میں بمصداقِ لِکُلِّ اجلٍ کتاب وہ کتاب نازل ہوگی جو کتاب المسطور والمرقوم للمتقین والابرار علیین میں ہے۔ اور وہ کونسی کتاب کہ خالص کتابِ یحییٰ جو بقوت اخذ کیجائیگی۔ مگر افسوس کہ تم اپنے ہاتھ سے مٹی پتھر کا مکان بناکر بیت اللہ کہدیتے ہو اور ہم جو تم کو اپنے خاصِ دستِ پاک سے بالنون والقلم مسطور کرکے کتاب دیتے ہیں۔ تو تم اُسکو کتاب اللہ نہیں کہتے = حیثما یجعل رسالتہ کو بھول گئے + تو یاد رہے کہ تمہارے لئے عذابِ الیم ہے + مگر اس سے یہ غرض نہیں کہ ہم عزازیل کے ہاتھ سے نالاں و ہراساں ہو رہے ہیں + اپنے مکانِ بے مکانی سے چیخ مار رہے ہیں کہ لوگ مجھ کو بچاتے جائیں اور ملتے جائیں اور اس لئے ہم رسل و رسائل جاری کر رہے ہیں۔ یہ ہماری شان سے بالکل بعید ہے + بھلا ہمارے مقابلہ میں کون ہے جس کے پاس ہم رسول اور رسالت بھیجینگے۔ ہرگز ہرگز کسی کے پاس نہیں۔

مگر رحمۃً ایسا کرتا ہوں اور جیسے سب عیب سے کراتا ہوں اسکو بھی کرا سکتا ہوں مگر یہ زیادہ رحمت ہے جو اسطور پر جاری کراتا ہوں یا کیا ہے۔ ورنہ میں اپنی وجود کے دعویٰ سے بھی غنی ہوں۔ مگر جو کچھ کروں زیبا ہے جب مٹی سے گوشت بنوا دیتا ہوں اور گوشت سے بہت سی چیزوں کے علاوہ باتیں کراتا ہوں۔ تو درخت و آب سے بھی باتیں کرا سکتا ہوں بلا معلق ہوا سے سنوا سکتا ہوں + ہر بات پر قادر ہوں + اُس قدرت کے لحاظ سے اس کمی ہیکل بنام یحییٰ کو اپنی ذات سے منسوب کر کے بلوا رہا ہوں۔ کہ عین میں ہی بول رہا ہوں پھر جو ہر چیز پہ قادر ہو کیا اس پہ قادر نہیں + یہ وہی حیات و روح و نفس ہمارا ہے جسکو ہم نے اپنی ذات سے مساوی کر لیا ہے۔ پس اس کا کہنا عین سب راہی کہنا ہے اور میں ہی بول رہا ہوں۔ اس کے علاوہ بھی ہے

بے زبان و بے دہن ہے نطق کام اللہ کا — سب کلاموں سے ہے بالاتر کلام اللہ کا
دھیان بندوں کو ہے لازم صبح و شام اللہ کا — دل میں یاد اللہ کی ہو لب پہ نام اللہ کا
باغ میں بلکہ ہوا سے جو صدا دیتے ہیں برگ — سچ تو یہ ہے ذکر کرتے ہیں تمام اللہ کا
بطن میں کودک کو کیڑا سنگ میں پاتا ہے رزق — پرورش کرنا زمانہ کا ہے کام اللہ کا
سب اُٹھینگے گوشۂ عزلت سے جب آئینگے ہم — حشر کے دن ہو گا پھر دربارِ عام اللہ کا

چنانچہ ابکی قہر رحمت انگیز ہی کے ساتھ دربارِ عام کا زمانہ ہے۔ ذرا غور کر کے دیکھو کہ ایک کتاب مصدق و امام و مشرح بنی ہوئی دوسری کتاب کی گواہی دے رہی ہے۔ اسپر عملدرآمد نہ ہونیکے سبب سے بہت سخت بیجا ہو جائیگا۔ دیکھو جو ائی سمٰوات میں سب چیز کا عالیًا اور سافلًا درآمد برآمد عروج و خروج ہو رہا ہے + تنقیح مالا کلام ہوتی رہتی ہے + رعیتِ ابس اور رعیتِ رئیس کی حالت معلوم ہوتی رہتی ہے + مگر تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالےٰ تم سے کھیل کرتا ہے + وہ اپنے مقصود میں کامیاب نہ ہو گا + سب کو بمقصود پیدا کیا ہے + تو اسکے فیصلہ کے لئے ارادہ اور صدور میں فاصلہ نہیں رہا + ابھی سب باتوں کا مآل ظاہر ہونیوالا ہے + لیکن ہے

جب آس کو دیکھتا ہوں تو من کا پتہ نہیں — جب روح دیکھتا ہوں تو تن کا پتہ نہیں
میں نے سنی ہیں اپنی بہت لنترانیاں — اب دیکھتا ہوں اس میں تو لن کا پتہ نہیں

بغیر مخلوق کے خالق رہتے ہیں جیسے پہلے تھے جسکی تم کو خبر نہیں + اسلئے جھگڑا نہ کرو + اگر کوئی جھگڑالو اسواسطے ہو کہ وہ خود کو حق پر سمجھتا ہو۔ تو البتہ قابلِ معافی ہو سکتا ہے۔ مگر ایسا ہرگز نہیں کیا گیا ہے + اُس کے دل سے بلوا دیا جاتا ہے کہ مخالف تیرا حق پر ہے + اما وہ اقرار نہیں کرتا + اگر ایسا نہ ہو تو ظلم ثابت

ہوتا ہے + مثلاً فرض کرو کہ اگر کسی کی مصلحتہً یہ خواہش ہو کہ فلاں شخص مارا جائے - مگر مارا جانا اُس کا خلاف از انصاف نہ ہو = تو ممکن ہے کہ یہ خواہش ہو کہ شخصِ مذکور سے کچھ ایسا جرم سرزد ہو - جس سے سزائے موت کا مستوجب سمجھا جائے تاکہ مصلحتِ ہذا کی تکمیل ہو + تو چونکہ اس ارادہ میں بدنیتی شریک ہے - اسلئے مُرید اپنے ارادہ کی یہ سزا کرے کہ تجھ میں بوجہ بدنیتی پائے جانیکے یہ حُکم دیا جاتا ہے کہ تو اپنے ہر بدنیتی کے ارادہ میں ناکامیاب رہا کر + اور مرید ایسے ارادہ سے معطل رہا کرے + پس ہر فعل کو ہر قسم کے صدور پانیکا اختیار دیا گیا ہے - کہ وہ سب تا دم یوم الحساب اپنے ارادہ سے سب کچھ کیا کریں + تو ایسا انصافاً ارادہ کرنیوالا کب مصلحت ہذا پورا ہونیکے لئے ایسی ہدایت کر سکتا ہے کہ وہ آدمی اس قسم کے جرم کا مرتکب ہو جائے کہ سزائے موت کا مستحق ہو بصورت ایسی ہدایت کرنیکے خود مجرم ٹھہرتا ہے + اسلئے برعکس یہ ہدایت کر دیگا کہ کوئی ایسا جرم نہ کرے کہ سزائے موت کا سزاوار ہو + اسی طرح خدا کا یہ مقصود نہیں کہ لوگ مجرم ہوتے جائیں کہ اُن سے جہنم بھر جائے + جو ایسا خیال کر کے خود کو مجرم ٹھیرائے وہ البتہ مجرم ہے + عبد الجرائم ہے - جو وجود و عدم اور عناصر کے جیل میں بندہ ہے وہ مجرم ہے کہ کہیں سے مجرمانہ نکالا گیا ہے + یہاں سے بھی جرم کرنے پر نکالا جائیگا + تو عبد الجرائم سے ایسی ہی جرم ثابت ہوتا ہے جیسے عبد الستار سے ستر پوشی - عبد الرحمن سے رحمت - عبدِ ہذا نہ سے ساری قسم کی بندگی - سب چیز مہیا کرنا - دین و دُنیا پیدا کرنا - مقدمہ فیصل کرنا کہ وہی عبد الکل بنفسہ ہوگا - تو عبدِ حقیقی ازلی بنفسہ معبود ہوا - کہ وہی سب کی خدمت کر رہا ہے پھر اُسکو مجرم ٹھیرانا خلاف از دینِ حق ہے - اسواسطے وہ دشمنِ حق ہے ؎

دشمنِ حق پہ مرے لقوہ و فالج گر جائے
جو کوئی اسکو دواء دے تو معالج گر جائے

جس جگہ اسکی خصومت کا ہو چرچا ناحق
ایسا تعلیم کدہ اور وہ کالج گر جائے

روح اللہ کے ضد میں نہیں ممکن معراج
گر ہو معراج تو سردارِ معارج گر جائے

جو رہِ حق سے گریزاں ہو اپاہج ہو کر
آفت و رنج و بلا میں وہ اپاہج گر جائے

اسکو طاعون ہو سرسام ہو ہیضہ ہو جائے
گو کہ تبرید پئے پیٹ سے منضج گر جائے

یا خدا جو کوئی ہارج ہو مری نیکی میں
زندہ در مُردہ تو کیا آگ میں ہارج گر جائے

گر بنی جاں بھی نہ انسان پہ لائے ایمان
قعرِ دوزخ میں عجب کیا ہے کہ ناج گر جائے

پھر وہ صعلوک ہو زاہد ہو کہ جوگی ہو وہ
راہب و اسقف و مستدرج و دراج گر جائے

پُلِ صراطِ سرِ دوزخ سے چلے جو یحییٰ
گر مسیحائی سے خارج ہے تو خارج گر جائے

لیکن جو مسیحائی میں داخل ہے وہ مکڑی کی طرح باریک تار سے گذر کے دینِ حق میں شامل ہو جا سکتا ہے

ورنہ دوزخِ آتشین وزرین وسیمیں بنام بیماری مفلسی اور دُکھ میں پڑا رہیگا + علی الاتصال بلا نازل ہوتی جائیگی کہ ترعرع اور تزعزع ہونے کی بھی طاقت نہ باقی رہے + بے سروسامانی نہ میدانی سے ملھوف و مبہوت رہے + کہ یہ متفرع عن منعفرت بنجانے کی جزا ہے + اسواسطے توحیدِ زبانی و توحیدِ دلیلی اور توحیدِ قہری کو توحید نہ سمجھو + توحیدِ مسیحائی کی طرف چلو - اور یہ ناممکن نہیں - کیا نہیں دیکھتے کہ شیشہ کے ڈنڈے کو ریشم کے کپڑے پر رگڑنے سے اُس میں قوتِ برقی پیدا ہوجاتی ہے - جس کا نام مثبت ہے + اور لاکھ جو ایک محض موصلِ ناقص ہے اسکی ڈنڈی کسی گرم وخشک فلالین کے کپڑے سے رگڑنے میں بلا مناسبت شیشہ کی طرف مائل ہونے لگتی ہے + جس کا نام منفی ہے + تو زبان لاکھ کی طرح نرم ہو - اور دل شیشہ کی طرح صاف ہو - تو اُن کے میل و کلاپ سے ظاہر و باطن یکساں ہوجانے پر روح اللہ کی طرف بلا مناسبت امالہ ممکن ہے + اسلئے پہلے ازالۂ حشوات وحذفِ فضولیات چاہیے + کہ قباحت و شرمانی کا امالہ خوبیٔ و آیانی کی طرف نہ ہو + اگر ہو تو خوبیٔ و آیانی بیکے رہے + اچھا خیال بن کے اچھا نتیجہ نکالے + ہر ذرۂ کائنات سوال ہے اور ہر سوال خود ایک سوال ہے - سب سے سوال کر کے جواب سے لینا ممکن ہے تو غالباً جواب یہی ہوگا کہ بداعمالی زادِ راہ تناسخ ہے - اور علت ومعلول کے غیر متغیر تعلقات کا لازوال علاقہ - ممکن ہے کہ پھر زوال ہوجائے + مگر جس طرح بہرے کے آگے سب کی آواز یکساں ہوتی ہے اسی طرح جو مردود وملعون ہیں - وہ بغیر ان سب سے سوال کئے اپنی طرف سے وحدت الوجودی قائم کر لیتے ہیں + اور اپنی طرح دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں + اور ہزارہا مثالیں پیش کرتے ہیں + مثالوں سے کیا پال کندہ ہوتا ہے + کچھ بھی نہیں افسوس ہے کہ

ہرکہ را نیک مرد مے بینم	با بداں در نبرد مے بینم
لبِ لعلِ تو غالباً وبد است	روئے صد برگ زرد مے بینم
بسملِ تیغِ تیزِ افلاس است	ہرکہ را اہلِ درد مے بینم
بر سرِ خود ز آسمانِ کبود	خیمۂ لاجورد سے بینم
اندریں روزگار یحییٰ را	در ہمہ چیز فرد مے بینم

لہذا مجھ ایسے فردِ فرید کی باتوں پر عمل کرو + مجھ پر چوٹ نہ کرو ؎

بفضلِ خداوند میں ہوں وجیہہ	بجز میرے کوئی نہ میرا شبیہہ
وہی ہوں میں بس دیکھ لو فی البدیہہ	بناتے ہو کیوں خود کو قصداً بلیہہ
کتابِ رحم فقہ جملۂ فقیہہ	الم است لاریب فیہ

کبھی راغ پر ہوں کبھی غار میں	کبھی ہوں پریشاں بمیدانِ تیہ
کبھی چاہ میں ہوں کبھی جاہ میں	حسد سے مرے حاسدانِ سفیہ
ہوا صبغۃ اللہ سے مصطبغ	مثال و مثل سے ہوں بالکل تنزیہ
اطاعت سے میری جو سرکش ہوا	ہوا اپنی ہستی میں اک دم کریہ
جہاں جاؤ ان سب سے بچتے رہو	جو رکھتے ہوں خود میں نفاقِ فہیہ
مجھے سارے عالم سے ہے سامنا	اور ابکے ہوں لاغر بہت ہی نقیہ
مدد گار یحییٰ کا یحییٰ ہے بس	ہمیشہ سے ہے وہ حفیظ و نبیہ

دیکھو مسلسل الفاظ کا قافلہ بیان و عبارت کے سلسلہ سے وابستہ ہوکر لوگوں کے چشم و گوش کے راستہ سے گذر کے اُنکے دل و دماغ میں فروکش ہو رہا ہے + چاہیئے کہ مسافر نوازی کرتے جائیں۔ اسکو وہاں سے نہ نکالیں۔ کہ یہ مبادی عالیہ سے بطریقِ انعکاس موقع و محل پاکر کچھ مرتسم کردیگا + جس کا ظاہر میں ظہور ہوگا کیونکہ جب بطن صاف ہوتا ہے تو سارا جسمانی ظاہری حصہ صاف رہتا ہے + اگر باطن میں خرابی ہوئی تو فوراً ظاہر میں خرابی واقع ہوجاتی ہے + اسواسطے اپنی دلی صفائی کے لئے ان کو دل نشین رہنے دو + ان کو اپنا عمل کرنے دو + لیکن تم کو کسی بات کا یقین نہیں + جب دیکھی بھالی چیز کا یقین نہیں تو اَن دیکھی بھالی چیز کا کیا یقین ہوگا + عدم اور غیر عدم ہر دو یقین کا تم کو اختیار ہے + کیونکہ اگر بندہ بالکل مجبور ہو تو امر کی حاجت نہیں + اگر نیکی و بدی دونوں کا کچھ نتیجہ نہیں جب بھی عقلاً نیکی ہی کرنی چاہیئے + بدی کی حالت میں نیکی سے بہت دوری و نزدیکی ہے + جیسے چاہ و جاہ میں دوری و نزدیکی ہے + کہ جب چاہ سے نکلو تو پھر چاہ میں نہ گرو جاہ میں گرو + مگر افسوس کہ ؎

یوسفِ مقصود ہے غرقِ آبِ قعرِ چاہ میں	کارواں اُس چاہ سے سو کوس پرے راہ میں
اے خدا تو دے اثر یعقوب دل کے آہ میں	چاہ سے کھینچے سبھوں کو لائے سب کو جاہ میں
ہر بشر ہو جائے گر یحییٰ ذکا یحییٰ ہمہ	قدر کیا باقی رہے یحییٰ کی خلق اللہ میں

مگر وہ خلق اللہ جسکی ظاہری و باطنی ہستی پر لعنتی گھٹا پڑا ہوا ہے مسودہ سے مستفیض نہیں ہوتی + وہ قدر نہیں پہچانتی ؎

بے ہوش کیا اُن کو بڑی اُنکی خری نے	دل سرد کیا اور مری بے مہری نے
آرام اُنہیں ایک منٹ بھی نہیں ملتا	بے چین کیا سخت اُنہیں بے صبری نے

بگڑی ہی کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی	مٹی میں ملایا ہے اُنہیں بے خبری نے
یہ مانگ ہے یا سانپ کا بچہ ہے سپولا	کیچل نہ نکالا ہو یہ مارِ زہری نے

دیکھو مارِ زہری نہ بنو + مبحث حقیقی نے اپنی بحثِ خلقت میں بحث کرتے ہوئے یہ نمونۂ قدرت
بہ آیاتِ بینات ودفعاتِ قانونیہ بتلایا ہے کہ یہ تمام کائنات قانون کے سانچہ میں ڈھالا ہوا ہے +
کوئی چیز حکمِ فطرت سے خارج نہ ہوگی + پس نیکی نیک راہ۔بدی بدراہ ؎

تو نیکو روش باش تا بدسگال	بہ نقصِ تو گفتن نیابد مجال
چو آہنگ بربط بود مستقیم	کہ از دستِ مطرب خورد گوشمال

مگر غضب تو یہ ہے کہ کبھی نیک ہوتے پر بھی نیک لوگ بد کہے جاتے ہیں۔جس کی چھوٹی سی
مثال یہ ہے کہ اگر کسی سخی کے پاس کوئی شخص کچھ طلب کرنے جائے۔اور اسکے پاس اُس وقت
کچھ بھی نہ ہو جس وجہ کر وہ عذر کرے۔تو واپس جانیوالا بُرا بھلا کہتا جائیگا۔اور اُسکی بُرائی ثابت
کرنے کے لئے بہت سی مثالیں پیدا کریگا۔اُن میں سے ایک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلا سخی نہ دا کو
کیا کمی ہے ہاتھی گرنے پر بھی پہاڑ ہے + غرض کہ کسی طرح چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔یہ بھی قانون فطرت
کا ایک دفعہ ہے اسی واسطے مرسلین کو دُکھ اُٹھانی پڑی ہے + لہذا نیک وبد کی دو لائن ہو گئی
لیکن اگر یہ نوٹس دیجائے کہ نوٹس دینے والے کو ایک ایسے اچھے کی حاجت ہے جس سے بڑھکے
کوئی اچھا نہ ہو + دوسرے ایک ایسے بُرے کی ضرورت ہے جس سے بڑھ کے کوئی بُرا نہ ہو + اگر
حسبِ خواہ کوئی ملجائیگا تو اسکو کروڑوں نعمتیں دیجائینگی + تو اس قدر عرضیاں آجائیں جس کا پڑھنا مشکل
ہو + جب امتحان لیا جائے تو اچھے لوگ بھی اچھائی میں فیل کر کے بُرائی میں پاس کر جائینگے + شاید
ہی کوئی اچھا نکلے + اسی طرح اگر یہ نوٹس دی جائے کہ جو روح اللہ وعلی العظیم کو مانتا ہو اسکو قتل کرو
تو سب منکر ہو جائینگے + اگر یہ کہا جائے کہ جو مانتے ہوں اُن کو انعام دو تو سب بنجائینگے۔اگر پوچھا
جائے کہ پہلے کیوں انکار کیا تھا تو یہ کہدینگے۔کہ ہم نے تقیہ کیا کیونکہ جان بچانا فرض ہے + ورنہ خدا
ناراض ہوتا + بھلا اُن کو خدا کی خوشی اور ناخوشی کی کیا خبر + کیا اپنے حال پر تصور کیا یا اُسکو دیکھا ہے +
تو دیکھنا ناممکن ہے + ضرور کسی سے سُنا ہے + وہ غالباً کوئی رسول ہی ہوگا + تو جب رسولوں کو دُکھ دیتے
ہیں تو پھر اُن کی باتوں کو سند کیوں بناتے ہیں + پس یہ پرلے درجہ کے حرام زادے منافق ہیں + مگر جو
حقانی ہیں وہ ہرگز نہیں ٹلتے اسواسطے اُن پر سب کام سہل ہے + دوسروں پر تعابیر و تعین علوم وجہول
سب کا نتیجہ مجہول ہے + اُن کے لئے بڑی مشکل اور دُکھ ہے + گویا کہ ؎

گنج قاروں جسے پہلے سے میسر ہوئے	اور تقدیر میں مانندِ سکندر ہوئے
نوح کی عمر جسے اور ہو ایوب کا صبر	جب کہیں آ نکے سرکار میں نوکر ہوئے

کیونکہ یہ ایک طرح کی سزا ہے۔ کہ کیوں اسقدر غفلت کی گئی + لیکن کیا عجب ہے کہ بشرط سدھر جانیکے کچھ کامیابی حاصل ہو + مگر اتنی بات ضرور ہے کہ ؎

ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبۂ دانہ زآب گل	شاہدے را حلہ گردد یا حمارے را رسن
شہرہا باید کہ تا یک قطرہ آب اندر شکم	پادشاہ و ملک گردد یا عروسِ انجمن
سالہا باید کہ تا یک طفل از طبع رساء	عالم دانا شود یا شاعر شیریں سخن
قرنہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب	لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
عمرہا باید کہ تا گردونِ گرداں یک شبے	عاشقے را وصل گردد یا غریبے را وطن

اس قیاس و امید پر متوکل ہو کر روح اللہ کیطرف رجوع ہونا چاہئے۔ مگر اس میں تقاضا کی ضرورت نہیں + تقاضا سے کوئی راضی نہیں ہوتا + رضامندی سے راضی ہوتا ہے + یہ کچھ بھاری غیب کی بات نہیں کہ جلدی نہ معلوم ہو + یہ تو روزمرہ کی بات ہے + اس میں پوچھ پوچھاؤ کی حاجت نہیں + اگر پوچھتے ہو تو ہر ذرہ سے پوچھو کہ ہر ذرہ مفتاح الغیب ہے + اپنی زبانِ حالیہ سے غیب کی خبر دے رہا ہے + جس خبر میں صدق و کذب کا احتمال نہیں + سب خبر دائم الاثر حقائیت سے پُر ہے + مگر محدود کے آثار و دلائل افعال سب محدود ہیں۔ اگرچہ نامحدودیت تک کو شامل کرتا ہو + وہ بھی ایک تعین سے معین ہے کہ سب ریل گاڑی کی طرح مسلسل ایک ہی لائن پر انجن کے زور پر منزلِ مقصود کے اسٹیشن پر چلے جائینگے۔ مگر کوئی اس میں خلاصی ہوگا۔ کوئی سکان گرد۔ کوئی درجۃ الاولیٰ میں کوئی درجۃ الثانیہ میں کوئی درجۃ الوسطیٰ میں۔ کوئی درجۃ الاخریٰ میں۔ کوئی گارڈ۔ کہ سب مسافرین میں سے کوئی قرنطینہ میں رہجائیگا کوئی ام گنج میں اُتر جائیگا۔ کوئی علیگڈھ۔ کوئی احمد نگر۔ کوئی ہوتے چک۔ کوئی ابراہیم پور۔ کوئی ہاہوت پٹی۔ کوئی الہ آباد۔ کوئی روح اللہ کھنڈ۔ مگر روہیلا کھنڈ رام پور کی ٹکٹ ملنی دشوار ہے + جب تک روح اللہ مجسم کا دیا ہوا تذکرہ نہ لئے سوار ہو + پس بجز روہیلا کھنڈ رام پور کے کوئی اسٹیشن محمود نہیں + پس بجز محمود کے کوئی جا نہیں سکتا + اسواسطے سب کے سب مردود رہے۔ اور مردود واجب اللعان ہیں + افسوس ہے کہ ایک تو عقل نہیں اگر کوئی عاقل بھی ملا تو اُسکو مار ڈالا اور تماشا دیکھا + گویا تم نے خود کو ہلاکت ابدی میں القا کیا۔ کہ وہاں موت ہے نہ حیات مگر بڑی کڑوی دُکھ ہے + اسواسطے عاقل کو یہی مناسب ہے کہ شیر کے سامنے جا کر یہ نہ کہے کہ ہم خوبصورت ہیں۔ عاقل ہیں۔ نور اللہ ہیں۔ روح اللہ ہیں۔ ایسے ایسے صفات

[illegible]

حمیدہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ کچھ نہیں سُن سکتا۔ چیر پھاڑ کے کھا جائیگا۔ لہٰذا ٹلمی نابہت رہے کہ ٹلجانے سے اُسکی آدمیت و رُوح اللّٰیت نہیں جاسکتی نہ شان سیلی ہوسکتی + پس ٹلکر ایسا حکمت کے کوڑا سے اُس کو مارنا چاہئے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے + اور تمام درندوں پر اسکا سکہ جمجائے۔ کہ سب بھاگتے نظر آئیں + پس ایسا کرنا عین حکمت باعث حکومت ہے + اور ویسا کرنا عین حماقت باعث ہلاکت ہے + پس مبارک ہیں وہ لوگ جو نیچر سے سب طرح کا سبق سیکھ کر متنبہ ہوتے ہیں اور ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کے مکان میں چپ چاپ تاب وصحنک میں کھانے رکھدیا کرے۔ کچھ اِدھر اُدھر میوجات جمع کردیا کرے۔ کہ بالکل پتہ نہ لگے کہ کون رکھتا ہے = تو یقین ضرور مکان میں گھبرائیگا کہ عجب کیا ہے۔ کہ مکان مخدوش ہو جو اس میں جنات رہتے ہوں۔ گھبرا کے اُسکو چھوڑنا چاہیگا۔ یا اس کا پتہ لگانے کے درپے ہوگا۔ کہ کون رکھتا ہے + تو پھر یہ جو صحنکِ دورنگ وکاسۂ سرنگوں نظر آرہا ہے۔ جس میں کروڑہا طرح کے فوا کہات اور اسبابِ رزق دھیا ہیں۔ کہیں دونانِ گرم و سرد کہیں خلافلِ زرینہ۔ کہیں نگینہ کہیں سبزینہ۔ کیونکر از خود موجود ہوے۔ ضرور کوئی جنات یعنے پوشیدہ کار ہے۔ جس نے یہ سب پھیلا رکھا ہے + ان سب اسباب پر وہ مسبب الاسباب کے جویاں ہوتے ہیں۔ تو جوئیندہ یابندہ کا مضمون پیش آجاتا ہے + اور یہ مشکل نہیں۔ جب اتنے بڑے عالم کا بننا محال تھا وہ سہل ہو کر ظاہر ہوا تو کوئی بات محال نہ ہوگی۔

پس ؎ مشکلے نیست کہ آساں نشود — مرد باید کہ ہراساں نشود

مگر رفتہ رفتہ ملتفلہ ہو کر مجلجل ہوگا + اُسکے بعد سب سے کہہ سکتا ہے کہ ؎

بحر و بر اپنا الگ ہے آسماں اپنا الگ	خانماں اپنا الگ ہے خانداں اپنا الگ
ذہن و فہم و عقل و درک و حسنِ جاں اپنا الگ	ہوش و گوش و چشم و بینی و دہاں اپنا الگ
خط و خال و چہرۂ و رخسار و ہر طرز و روش	اور نظم و نثر و تقریر و بیاں اپنا الگ
اب تو بے پروائی کی بھی کچھ مجھے پروا نہیں	کیونکہ اب یکجی ہوا ہے مہرباں اپنا الگ

اور وہ کون یکجی کہ وہی جس کا ذکر پیش ہے + سب لوگ ہمزبان ہو کر اُسکی حمد و ثنا میں زباں جنبانی کرو کہ سبحان اللہ الذی لا الٰہ الا ہو دوام البقاءِ بری الفناءِ مقدس الآباءِ والابناءِ مسلط النور علی الظلماءِ۔ خالق الارض والسماءِ انّ اللہ عزیز الحکیم جو اُسکی ذات پر یقین کرتا ہے وہ بُرائی نہیں کرتا۔ اُس سے ڈرتا ہے + اور جو اُس پر یقین نہیں کرتا وہ ایسے بیہودوں کے بیہودہ کاموں میں لگا رہتا ہے کہ اُن بیہودوں میں صدائے زہازہ بلند ہو + اگرچہ فعل خراء خذی کا کیوں نہ ہو + بھلا غور تو کرو کہ لوگ پہلی + ملاقات میں اخلاق وخلوص کسواسطے ظاہر کرتے ہیں ؟ کھلانے پلانے کا سامان کیوں پیش کرتے ہیں۔ اچھا پہنکے کیوں

سامنے آتے ہیں؟ اُس کا سبب یہ ہے کہ ملنے والا اُسکو بد خلق نہ کہے۔ بخیل نہ کہے۔ اور مفلس نہ کہے۔ یہ سب نمائشی اصلی خالص نہیں + چنانچہ تھوڑا بے تکلف ہونیکے بعد معلوم ہو جاتا ہے + مبارک ہیں وہ لوگ جنکے سب کام خالص ہیں + مبارک ہیں وہ لوگ جو کسی سے نہیں ملتے اگر ملتے ہیں تو کبھی بگاڑ نہیں کرتے + کیونکہ جو شخص کروڑ ہا کروڑ برس ملاقات رکھنے کے بعد بھی اگر ایک سکنڈ کے لئے دل شکنی کرے تو اُس کے یہ معنی سمجھے جائینگے کہ دل شکنئ ہذا کے حاصل ہونے کے لئے اتنی میعاد و محنت و محبت صرفہ و ذلت کی ضرورت تھی جو ادا کئے جانیکے بعد حاصل ہوئی + اس واسطے شخص مذکور کا کچھ احسان نہیں سب اعمالِ حسنہ اُس کے محبوط ہو گئے اور وہ پہلے سے دشمن سمجھا گیا۔ جیسے عمر و بکر و عثمان و معاویہ و غاویہ وغیرہم + غرض کہ ظاہری بھڑک کی حاجت نہیں + سب باطنی خلوص کی ضرورت ہے + ظاہری جھوٹی ہوتی ہے + اور جھوٹائی کمزور ہوتی ہے + جیسے اگر جھوٹا غصہ ہوتا ہے تو کمزور پر حملہ کرتا ہے + اور زور آور سے بھاگتا ہے + جب سچا غصہ ہوتا ہے تو کسی کو نہیں سمجھتا + اسی طرح جھوٹی بھوک میں اچھے سے اچھے کھانے میں بھی مزہ نہیں + جب سچی بھوک ہوتی ہے۔ گھُن لگا ہوا ستو مزہ دار ہوتا ہے + اُس دم سچے دل سے شکرِ الٰہی ادا ہوتا ہے + ایسی ہی جھوٹا عشق سے کچھ نہیں ہوتا + جب سچا عشق ہوتا ہے تو اپنے محبوب کو جامۂ انسانی میں بھی دیکھکر اپنے عشق میں برقرار رہتا ہے بلکہ اور زیادتی ہو جاتی ہے + غرض کہ جو چیز سچی ہوگی بغیر اپنا جلوہ دکھائے نہ چھوڑے گی + سامانِ اسباق و تسابق از خود پیدا ہو جاتے ہیں + لیکن اگر خارج میں کچھ اور ہے اور داخل میں کچھ اور تو نتیجہ بھی اُس کا کچھ اور ہی ہوتا ہے + تو جھوٹی خواہش کے ساتھ لوگوں سے زہازہ کرانے کے لئے کام کرنے والا شخص اپنے ہر کام میں کذابِ قبقاب ہے ؎

طاؤس را بہ نقش و نگار یکہ ہست خلق تحسیں کنند او خجل از پائے زشت خویش

پھر اگرچہ وہ اس میں بحث و مباحثہ ہی کرے وہ بھی دروغ ہے + ان سب قیل و قال سے اظہارِ قابلیت کا خواہاں ہے + اجتماع مال اور درستگئ احوال چاہتا ہے + کہ لوگ اسکی اشتمالت سے تابع فرمان ہوں۔ اور بے قیود و حدود لوگوں کو اپنا گرویدہ و شیدا کرے = اس بے چین کرنے والی خواہش کی تکمیل کو بحث و مباحثہ کے ذریعہ سے سنوارتا ہے + کہ وہی گل و بلبل ہاتھ آئے + مگر معتد نتائج اُس کے اُسکی نیت کی موافق ظاہر ہو جاتے ہیں + افسوس کی بات ہے کہ بطن میں خرؔ اور ظہر میں عزؔا + اسلئے ؎ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا + ورنہ خلاف طلب سے استحصال نام آوری بیجا ہے + مگر اجل گیا۔ نردھیان مانس پرم گیان کو پہچان لیتے ہیں پس

یاد باشد کہ

اوصاف خوبیوں میں زمین و زمان ہوں	علم و کمال و فن میں مکین و مکان ہوں
از فضلِ ذوالجلال ابھی نوجوان ہوں	امید ہے کسی سے کہ صاحبِ قران ہوں
سمجھا جسے رفیق وہ نکلا عدو مرا	اس واسطے ہراک سے بہت بدگمان ہوں
تاثیر ہر ستارۂ گردوں سے خوف کیا	چہرہ ہے آفتاب تو میں آسمان ہوں
یحییٰ کی بات سُن کے نہ مُنہ کو سکیڑ لو	اور میں ہوں وہ بھلا کہ بھلائی کی جان ہوں

یاد رکھو کہ جو وقت بھلائی میں کٹے خدا کی قربت کا وقت ہے + جو وقت خدا سے جدا رکھے طاغوت و ابلیس ہے + اس فعل کے نتیجہ کا خالق اسکو نہ قرار دو + نہ خود کو منصرم و ہنگامی خالق گرادانو + بلکہ یہ سمجھو کہ اسکی طرف سے جو تم کو اچھا برا کرنیکا اختیار دیاگیا ہے اُسکے مطابق تم نے کیا + جس کے بموجب تم اجر کے مستحق ٹھیرو گے + دیکھو تمام عالم عکسِ ربوبیت کے آثار سے مسوس و محاط ہے + سب اسکو خبر ہے کہ تم لوگ میں یہ غرہ پیدا ہوگیا ہے کہ سراِنا بنت اسکی تمہاری نفسانیت میں سرایان و حلول کرگئی ہے + اسلئے کبر و غرا پیدا ہوگیا ہے۔ تو یہ اُسپر بہتان ہے + یہ سب اس کی مخلوق ہے + اور اگر یہ صحیح ہے۔ تو اب ضرور ہوا کہ اسکی طرف سے کوئی جامہ بشری پہنکر استحقاقِ واجبی کے روسے نعرۂ انا بنت بلند کرکے باذن اللہ انا ربکم الاعلیٰ کا آوازہ بلند کرے + اور ساری نفسانیت اپنی انانیتِ قاہرہ سے مقہور و پسپا کرڈالے + اسکے بعد سب کی خبر لے + لہذا خبردار ہو جاؤ + اور دیکھا دیکھی کوئی ایسا کام نہ کرنے لگو + جو مخدوش ہو + جیسے اگر کوئی پانی میں غوطہ لگا رہا ہو۔ تو تم بھی نہ لگانے لگو + کیونکہ اُسپر نمک کا بوجھا ہے کم ہو جائیگا + اور وہ تیرنے بھی جانتا ہے + علاوہ اس کے

چوب تر گو کہ سخت سنگین است ۔۔۔ کے فرو و آید او بتہ دریا

اس لئے خیال کرو کہ تم لکڑی نہیں آدمی ہو + تم پر روئی اور چونا کا بوجھا ہے + بوجھل ہو جائیگا یا جلادیگا پانی میں آگ لگا دیگا اُس پر تم تیرنا نہیں جانتے اسی طرح اگر کوئی سانپ پکڑ رہا ہو تو تم نہ پکڑ لو + کیونکہ وہ منتر جانتا ہے + تم منتر نہیں جانتے۔ پھر رام ناگ وہ تو نورانی زہریلا ہے + پس جو انانیت کا دم بھر رہا ہو۔ تم بھی دیکھا دیکھی نہ بھرنے لگو + کیونکہ فنافی اللّٰہ کی انانیت نکرۂ غیر معین۔ تعرفِ یقین تک پہونچکر عین بنی ہوئی ہے + تم کو کوئی نسبت نہیں + ہر کارے ہر مردے

کلاہِ خسروئی و بادشاہی + بہر کس کے رسد حاشا و کلا

کیا نہیں سُنا ہے کہ ۔۔۔ ہر کسے را بہرِ کاری ساختہ + میل او اندر دلش انداختہ

گوشت ہڈی

اسواسطے تادیبًا کہا جاتا ہے کہ ؎

ادب ایسے ادیب سے سیکھو　　جس نے اللہ سے ادب سیکھا

تو وہ ادیب میں ہوں + اس لئے اعلانیہ کہا جاتا ہے کہ ؎

طمطراق و شان و شوکت کوئی ہم سے سیکھ جائے　　شاہی و طرز حکومت کوئی ہم سے سیکھ جائے
دانش و تہذیب و اخلاق و ادب و فضل و کمال　　الغرض ساری حقیقت کوئی ہم سے سیکھ جائے
اژدہا و اژدرم سر تا بپا ہستم زبان　　خوش بیانی و بلاغت کوئی ہم سے سیکھ جائے
ایک میں ہوں اور سب دنیا کی دنیا اک طرف　　واہ رے ہمت پہ ہمت کوئی ہم سے سیکھ جائے
خواب میں سب دیکھتے ہیں پھر بھی غافل ہیں ابھی　　کہہ رہا ہوں سب ہدایت کوئی ہم سے سیکھ جائے

مگر کوئی سیکھ و کھائی نہیں دیتا جس کا جیسا سیکھ سکھاؤ ہوتا ہے ویسا ہی اُس کے متعلق نکتہ چینی کرتا ہوا بحث کرتا ہے + اور اسی سے مثال پیدا کرتا ہے + جو تمام پر حاوی ہے۔ تمام سے مثالیں لاتا ہے۔ جو جس میں رہتا ہے۔ اسی میں اُس کا حشر و نشر ہوتا ہے + اُسی طریقہ پر واقعات کو جمع کر کے اصولِ کلیہ کا استنباط کرتا ہے + اور اپنے طریق پر ترتیب دیکر لوگوں کو اُس طرف رغبت دلاتا ہے + پھر رغبت دلانا اُس کا مظہرِ صوری کے حقیقت سے ہو یا مظہرِ معنوی کے حقیقت سے + تو تم بدکار و اپنی بدی کو ترقی دینے کے لئے ادھیڑ بن کرتے ہوئے ذریات الشیطان پیدا کرتے رہتے ہو + اس میں تمہارا حشر و نشر ہے + تمہارا تمہارے ہی جیسے مظہر کا طالب ہے + جو تمہارے اعمال سے ظاہر ہے + مجھ میں ہر وصف کے ظہور کی قابلیت ہے + وہ موقع موقع سے نکتہ چینی کرتی ہوئی اپنے قہر و جلال کے اسم کے خواص کو بجبر و قہر ظاہر کرنا چاہتی ہے [illegible] کہ تمہارا ظہور اپنی نجاست سے نہ شستہ ہوگا + اسلئے فہمائش کی جا رہی ہے کہ شاید تم سنبھل جاؤ + پس کلامِ منطوق لازم الوثوق ہے + لہٰذا جو متاہی ہو نہ کرو + دنیا مہمان سرائے ہے جیسا مہمان ویسا کمرہ + اپنے کمرہ کو صاف رکھو + بُرائی سے بھلائی سیکھو + سب بھلے کے لئے بنایا گیا ہے + مگر بُرائی بھلے کے لئے نہیں + برائی کی مزدوری پھٹکار ہے + اچھے لوگ عیال اللہ ہیں + جو عیال اللہ ہیں وہ خالی عمارت و زراعت ہیں + وہ رحمت کے پانی سے سینچے جاتے ہیں + فیلسوف ہوتے ہیں + فیلسوف بے وقوف سے سیکھتا ہے اور بے وقوف فیلسوف سے نہیں سیکھتا + جو کچھ نادان آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے اُسکو دانا دل سے دیکھتا ہے + دانا کے آگے نادان کا ٹٹو نہیں چلتا + اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے کہ یہ سب دلائل مستغنی عن اثبات الشواہد و البراہین ہیں + مگر چونکہ تمہاری تقدیر بد تقدیر ہے کبھی اس پر

خوش تقدیری نے حملہ نہیں کیا + کہ کچھ بھی دانائی کا حصہ ملجاتا ہے جس سے سمجھ لیتے۔ کہ یہ سب چھوٹے جملے مُہر معز ہیں + ان پر چون وچرا کی حاجت نہیں + مگر بدتقدیری سے مجبور ہو + اپنے ہاتھ سے اپنی تقدیر خراب نہ کرو + کیونکہ تقدیر کے نوشتہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو تقدیر بنانا چاہے تو وہ بنجائے + تقدیر کو بُرائی کے تفویض نہ کرد ۵

ہرگز مخواب اندریں گہوارۂ فنا	از نار نفس خویش برونٹرو برنرش
جانِ عزیز دادی بایں زالِ سرسپید	حالا چہ خواہی داد بہ اللہ اکبرش
لوحِ دو رنگ ۔ حرف مکرر پذیر نیست	بنما مراچو دیدۂ حرفِ مکررش
ہرگز ندیدۂ نشنیدی نخواہی دید	گو آمد است یک بلباسِ ہمپیرش
از بیضۂ سپہر برآمد خروسِ رب	بالا بداده بانگ برا فراختہ سرش
گفت کہ مجرماں بہ تناسخ درآمدند	ہر جزو کل بدستِ خدائے تونگرش
ہستی درونِ ہستی مفید نمے شود	ہستی کہ ہست نیست مگر ہست دیگرش
چوں پیکرِ خدا بہ خدا مے شود نثار	تو ہم نثار باش بہ دستِ پیکرش
آں پیکرش مسیح خداوندِ ذوالجلال	یحیٰی بنامِ خویش کہ ممسوح اکبرش

فسبحان اللہ الذی لاالہ الاھو مبدل الزمان وعظیم الشان ذوالمن والاحسان وھو حنان المنان الدیان المستعان الرحمٰن الرحیم + ایسے رحمٰن الرحیم پر مومنِ عدیم الایمان نہ بنو + بلا موازنہ ومقابلہ اس کو اکبر نہ لو+ مشتری الضلالت بالہدیٰ ہو کر آرائے باطلہ اور ادلۂ عاطلہ سے اسکو نہ آراستہ کرو + کوئی تاویل مجر بہ فساد نہ ہو + عقد وحل بند وکشاد بو داد واتحاد ہو + حِدثان الامر وابتدائے کار خوش آئی سے ہو + اختلافات ومنافات اور واہیات وخرافات کو دین نہ بناؤ + بُرائی کے گھٹنے کو نیکی کے کدال سے کرید ڈالو یہ شیطانی بگ ڈنڈی نہ رہے + تم اچھے نہیں تو تمہارے ساتھ کوئی اچھا نہ ہوگا + تمام دنیا تنگلوشہ ہے اس میں سے پہلے بہت ہی اچھا فوٹو تمہارا ہی نکلیگا + اگر اسکو چاہتے ہو تو سیحا کے فوٹو سے آراستہ کرو + اسکو لوح محفوظ کا فرہنگ بناؤ + تمام شہر نیچر کے رہنے والے نیچری۔ نیچرل نقشہ کا خاکہ بنا کر کہہ رہے ہیں کہ نیچر اپنی طبعی سجیہ پر قائم ہے + جملہ قرونِ حالیۂ وگذشتہ کا حوالہ اپنے نسنا دید سے دے رہا ہے + اسکی ایک نرم جھڑکی بھی تمام ذی رعب سلاطین کے سزائے سخت اندر سخت سے بھی کہیں بالا سے بالا ہے ۔ چہ جائیکہ عتابِ فطرت ۔ وہ تو قیامت ہی برپا کردے + لہٰذا خیال رکھو کہ کوئی کام خلافِ قانونِ الٰہی نہ ہو + مگر افسوس کہ تمہاری حالت پچھلی کی ہے کہ عمرِ تمام

سنہ البم اور تصنیفات

سمندر میں غسل کرتی رہتی ہے پھر بھی بدبو کی بدبو + اور پانی ذرا سا آگ کی صحبت میں آنے سے آگ ہو جاتا ہے + تم بڑے بدسرشت ہو نطفہ حرام ہو گویا ؎

نیشِ عقرب نہ از پئے کین است　　مقتضائے طبیعتش این است

اسلئے تمہارا ایسا ناپاک نیچر ہے + کہ فہمائیش اثر نہیں کرتی۔ دیکھو تم یحیٰی کے بارہ میں کچھ نہیں خیال نہ کرو + تم کو یحیٰی کی کچھ شناخت نہیں + اس لفظ کو تم نے ایک لفظی حیثیت سے ملاحظہ کیا ہے اور جسم کو اسکے ایک جسمی حیثیت سے۔ اور روح کو اسکے ایک روحی حیثیت سے۔ اور وہ ان تمام حیثیتوں سے پاک ہے + اسکے علاوہ اگر لفظی حیثیت سے دیکھتے ہو + تو ہر لفظ اپنے معنی میں ایک کائنات ہے چنانچہ لفظ کائنات ہی میں تمام کائنات کا مفہوم ہے + ویسی ہی نیکی و بدی کا لفظ ہے تو یہ لفظ یحیٰی اِلٰہُ الالفاظ والمعانی ہے۔ سب اسی سے زندہ اور ہستی میں ہیں یہ نہیں تو کچھ نہیں + پس خیر اللفظ قلّ ودلّ کا مفہوم اس میں ہے + اس کا شکر کرو + تحدیثِ نعمت شکر ہے + لیکن تم کو سچی بات کا یقین نہیں ہوا کرتا جب ہوتا ہے تو جھوٹی بات کا۔ جیسے اگر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شاہزادہ ہے تو تم کو یقین نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حرام زادہ ہے۔ ترقی پانے سے ایسا ہوا ہے تو فوراً یقین کر لیتے ہو۔ یہی حالت عیسیٰ اور علی العظیم کی ہوئی ہے + سچ ہے کہ جیسی عقل ویسا یقین + مگر اتنا تو کہو کہ کیا تمہاری عقل سے زیادہ عقل ہونا ممکن ہے یا نہیں؟ اگر ممکن ہے تو کیوں بحث کرتے ہو؟ جو اپنے محسنِ بالا دست سے منحرف ہو نرا الّو اور حرام زادہ ہے وہی واجب القتل ہے + چیل مردار کی بو سونگھتی ہے + چینٹی شکر کی۔ بیوقوف حماقت کی اور عاقل سب کی + تجربہ سارے علموں کی کسوٹی ہے + یوں تو معلوم ہی تھا۔ اب تجربہ سے بھی معلوم ہے + کہ میری عقل کے آگے کسی کی عقل کی دال نہیں گل سکتی + اگر حماقت ازراہِ بدی بھی مس کر جائے تو اس میں بھی عقل سما جاتی کہ اُسکو معراج ہو جائے + تیری حماقت آمیز بُرائی جو تجھ سے جدا ہوتی ہے تو سب کو ضرر پہنچاتی ہے + سب کی ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے بھری مجلس میں ایک سانپ کے پیدا ہو جانے سے مجلس درہم برہم ہو جاسکتی ہے + اسی طرح ایک بُرا سارے مجلسِ عالم میں ایک شیطان واژدہا ہے + اسی واسطے کہا گیا ہے کہ ؎

بیک ناتراشیدہ در مجلسے	برنجد دلِ ہوشمنداں بسے
اگر برکۂ پُر کنند از گلاب	سگے در وے اُفتد شود منجلاب

اسلئے مجلسِ عالم بروں سے خالی کرا دینا چاہئے + تمام چیزیں اُسی کی وجود سے حاصل ہوئی ہیں + اس میں سزا کے وقت رعایت کی حاجت نہیں + دیکھو بُرائی سے بھاگو خدا سے دُعا مانگو کہ اعوذ باللہ

من جمیعِ السیاتِ والشرور - ونعیاذ باللہ من فسادات والزور - اللھم احفظنا من جمیع بلیاتِ - انک انت خیر الحافظین ہے

زندہ شدم برائے تو مردہ شدم برائے تو	حاصل نشد لقائے تو بینم نہ ہیچ جائے تو
تو خود بخویش عاشقی از عشق مبتلائے تو	جملہ ز تو بشد عیاں ہر شئے زیک اوائے تو
خاکِ درت بہشتِ من قہر رخت سرشتِ من	عشقِ تو سر نوشتِ من راضی من برضائے تو
عشق و دل و دہانِ ما ستر و سر و زبانِ ما	ہر حرف در بیانِ ما خالی نہ از قضائے تو
دل آفریں بدل چہ کرد پیدا نمود عشق و درد	عشق آفریں بعشق فرد بینم نہ ماورائے تو
یحییٰ بذاتِ خود توئی تو خود بخویش عاشقی	یحییٰ ز خود کجا شود ہرگز نہ او سوائے تو

کیونکہ زمانہ تمجید میں ہر شخص عین وہی شخص ہے جو زمانۂ ماضی میں بملک عدم تھا + جیسا وہ وہاں تھا ویسا عالمِ شہود میں ظاہر ہوا + کہ اسکے اعمال شاہد ہیں + اور رجسٹر میں لکھا ہوا ہے۔ کہ انّ اللہ علیٰ کل شئی شہید + اس لئے بروں کا دونوں جہان میں برا مآل ہے۔ اور اچھوں کا اچھا۔ اور اچھا وہی ہے کہ فرمانبردار فرمانروا ہو + فرمانروا وہی ہوگا جو باطن میں ہو چکا ہے + وہی حمد و ثناء اور شکر کا مطالبہ چاہیگا + تمام ہستی کا ٹیکس فرمانبرداری سے ادا کرائیگا + ورنہ بلائے غیب رخسارہ پر پڑینگے + کیسے تم اس میں شک کرتے ہو؟ کیا تم نہیں خیال کرسکتے؟ کہ کوئی ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جس میں کچھ نہ تھا تم کتم عدم میں وجود رکھکے بے وجود تھے + زباں رہتے ہوئے گنگے تھے + کان رہتے ہوئے بہرے تھے + آنکھ رہتے ہوئے اندھے تھے + بدن رہتے ہوئے مجذوم تھے + جب اسی طور کا ظہور ظاہر میں ہوا۔ اور بہ سردی و گرمی کھلے میدان میں پڑے تھے۔ تو اس وقت تم نے اپنے لغاتِ تصوّر میں یہ دعا مانگی۔ کہ میں سردی و گرمی حرق وعرق سے بچالیا جاؤں۔ اور وہ قبول ہوئی تو کچھ بھی شکر نہ کیا۔ اور یہ دعا مانگی۔ کہ ہاتھ میں حرکت پیدا ہو جائے۔ تاکہ لمس رانی کرسکوں اور ایسا کیا گیا پھر بھی شکر نہ کیا۔ اور یہ دعا مانگی۔ کہ سماعت کشائی ہو۔ اور ہوئی۔ تاہم عدیم الشکر رہے + اور زباں کشائی کی دعاء مانگی۔ وہ بھی منظور ہوئی + بریں ہم نفی الشکران رہے + طالب بینائی ہوئے۔ وہ بھی حاصل ہوئی۔ تو ریان دیر اہلی۔ نضارت و شادابی دیکھ کر کھلم کھلا ناشکر گذار بنگئے کہ اللہ نے سب کو تندرست رکھا ہے۔ مجھ کو تو کلوم و سجوع[1] اور زخم مبقوص[2] و احتراق سے تالِ مال و شتت کرکے حشاشۂ[3] جان کو تیرہ خاکدان میں

[1] زخم و جراحت [2] زخم بوسیدہ۔ [3] منعم ۱۲

مظلوم کر رکھا ہے + آنکھ کھلنے سے سنج و شنج میں فرق معلوم ہوا۔ وہ تو ہرگز قابلِ شکر گذاری نہیں۔
ورنہ مجھ کو صحت عطا کرے + جب وہ بھی ہوئی تو چنپا نمکین سونا سلونا چہرہ پر زلف و کاکل کی لٹک
بادِ نسیم سے اُلٹ پلٹ دیکھ کر مُنہ میں پانی بھر لائے اور کچھ اور سوجھنے لگی + پھر تو تم یہ کہنے لگے کہ خدا منعم
و مطعم نہیں۔ کو چک دلی سے پیش آتا ہے۔ ہم اُس سے مستغنی و مستظہر ہیں۔ وہ ہم کو مستحق رکھتا ہے۔
عذاب الہون کی مار مارتا ہے + جب کشائشِ رزق ہوئی۔ پیٹ بھرا۔ پس دراں میان تم کو برائی کی
سوجھی۔ نیچرل فتوی بھول گئے۔ برائی کی زراعت کرنے لگے۔ تسویف و عہد شکنی پر مائل ہو گئے۔
تمام عضا سے گناہ کرنے لگے + بُرائی کے خرمن بن گئے + لاشئے سے شئے بنائے گئے۔ اوسکا یہ نتیجہ ہوا + ہوس
کو اتنا بڑھانے گئے کہ تمام ہستی کے مالک بن گئے + اللہ بنجانیکا خیال ہو گیا + دلیرِ نوبر کے لہو لحدیث
ولذتِ عسیلہ میں منہمک ہو گئے + قحبہ حجولہ کے ہائم و دلدادہ بن گئے + کبھی شکر گذاری پر نادم ہو کے آہ
تمکش بھی نہ کھینچا + بلکہ اور اُسکے لئے کلمل مستدل بن گئے + وسواسہ دملواسہ کی بات کرنے لگے + اُسکے وفید وسالوک
کی عزت ریزی شروع کی + وہ پہلا وفید و رسول کون ہے کہ زر جس کے دینے کا مقصود یہ تھا۔ کہ اسکی
صحبت سے ذی رتبہ و معزز ہو جاؤ + تم نے اُس رسول سے یہ کام نہ لیا کہ گرم ملکوں میں چوڑی سڑکیں بنوا کر
اُسکے بیچ میں وسیلا اشجار کثیرۃ الاوراق نصب کرواتے کہ چرند و پرند انسان و حیوان سب کو آرام پہنچتا۔ رسولِ
زر کی عزت ہوتی + نہ تم نے موقع موقع پر کنواں کھدوایا۔ نہ پنبع بنوایا۔ نہ نہریں بنوائیں۔ نہ کسی شاہراہ
پر پل بنوایا + نہ کہیں غریبوں کے لئے ہوسپٹل بنوایا۔ نہ غریبوں کے لئے ہوٹل بنوائے۔ نہ کہیں یتیم خانہ
کھولا۔ نہ تعلیم کے لئے اسکول اور کالج بنوایا۔ نہ کہیں گرجا بنوایا۔ نہ ملکوں کا انتظام کیا۔ تجارت و
زراعت بہر حال حلال ہے۔ اسکو بھی ترقی نہ دی۔ نہ صنعت و حرفت کو فروغ دیا۔ بلکہ جنہوں نے یہ
سب کام کئے اور سب چیزوں کو فروغ دیا۔ اپنے رسولِ زر اور سید و سیدزادے گستاخی نہیں کی۔
اصحاب الجنت و الاملاک ہوئے اور پھر تم حسد کرتے ہو + اُن کو بُرا کہتے ہو + وہ کون؟ جو تحتِ ظلال
رہتے ہیں + کیونکہ انکی تاج ظلال افگن ہے + اور نباتاتِ معرشات کے منڈوہ کے نیچے اُن کے
ازواجِ مطہرات آلِ عیال مثل حور و غلمان کرسی و آرائکہ میں ریشمی چھتریوں سے ظلال کئے بیٹھے
رہتے ہیں + اُن کے میزوں پر انبہ و انبیا کے کوزۂ شیرہ مختوم مشکین۔ اور اعناب و فواکہاتِ رنگا رنگ رکھے
رہتے ہیں۔ جنکے سامنے تم لوگ مختوم علیٰ افواہکم ہو کے کھڑے رہتے ہو۔ یہ رسولِ زر کے ساتھ بدسلوکی
کا نتیجہ ہے کہ تم نے اُن سے دار القمار بیہودہ قمار بازی اور چکلہ سازی کا کام لیا + لوگوں کے ایذا رسانی
میں صرف کیا + تو جب تم نے رسول کو بے عزت کیا تو بے شک بے عزت کئے جاؤ + مانگی بھیک نہ ملے +

تاج وتخت چھین لیا جائے +کیونکہ رسول کے ساتھ گستاخی راسل کے ساتھ ہے +تو بچھ کمزور
ہے چپ رہیگا۔ مگر باپ زور آور ہے بدلہ لے لیگا +تو زرچپ۔ رہا زرآفریں نے بدلہ لے لیا +کیونکہ زرخود بخود معزز
نہیں ہوا ہے +کسی کا معزز کیا ہوا ہے +ورنہ لوہا زیادہ معزز کیے جانیکا مستحق تھا +کہ یہ زیادہ قوی ہے +چمک
جائے تو چاندی سے بڑھ جائے +میلا ہو تو پختہ لال رنگ پیدا کرتا ہے +پڑا رہے تو سیاہ۔ ہر حال میں
رنگیلا +ملک فتح کرتے وقت خود رنگیلا بنتا ہے +دوسرے کو رنگیلا کرتا ہے +اسی سے دھواندھار
کالی گھٹا کی بوچھار۔ چنگاریوں کے پھوہارے کی بھرمار۔ کڑکا بجلی سمیت تڑاق پڑاق کا نعرہ از زمین تا
آسمان بلند ہوتا ہے۔ جسکو توپ کہتے ہیں +یہی ریل گاڑی کو صراط مستقیم پر لے چلتا ہے +یہی جاندار
کو صراطِ مستقیم پر لے چلتا ہے +سرکشوں سے سینہ بسینہ مقابلہ کرتا ہے +دو حصہ زمین کو پل کے ذریعہ
سے پیوند کر دیتا ہے +پہاڑ کا سر توڑتا ہے +خبر رسانی و پیغمبری کا کام کرتا ہے +مغیلاں گاہ تک پہونچانے
کے لئے شمند فر بنجاتا ہے +ملک بملک لوگوں کا کلیجہ دہلاتا ہے +نباتات وجمادات وحیوانات سب
اس کا لوہا مانتے ہیں۔ اور اس کا نام لوہا یعنے اللہ رکھا ہے کہ یہ بڑا سرکوب و سرشکن ہے +اسی واسطے
کہتے ہیں کہ ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند
کشوری ولشکری سیف وقلم دونوں کا کام کرتا ہے +اسی کو یوم الحدید کہتے ہیں +تو چونکہ بے بہا
ہے اسواسطے اسکی کچھ قیمت نہیں +پس یزدانی ارادۃ السنیہ یہی ہوا کہ بیش بہا کی کچھ بہا نہیں +لہذا
سونا چاندی کی قیمت زیادہ ہو جائے +بس وہ معزز ہو گئے +جیسے کاغذوں میں نوٹ +تو چاہئے تھا
کہ زر بر سرِ فولاد نہی نرم شود کے مطابق تم نرم بنتے۔ اُس رسولِ زر کی عزت کرتے۔ تم نے تو اُسکو بے عزت
کیا۔ پس بے عزت کیے گئے +سونا کی طرح سونا سلونا نہ بنے کہ دیکھنے میں خوبصورت۔ خاصیت
میں سب دھاتوں سے دبیز اور وزنی خالص و اصلی ہونے پر اپنے مساوی الحجم پانی میں ساڑھے انیس گنا
بھاری +کٹ کر بڑھ جانے میں سب دھاتوں سے زیادہ +سب جواہرات کی قیمت سونا ہے +اس کے استعمال
سے قلب کو قوت ہو جاتی ہے +نگاہوں میں معزز کرتا ہے +مگر تم نہ دبیز بنے نہ وزنی بنے نہ حلیم بنے
کچھ نہیں بلکہ ذلیل و خوار بنے ؎

پھر بھی یہ کہہ رہے ہو میں شہر یار میں ہوں — لاثانی زمانہ میں بے شمار میں ہوں
بچپن میں کھیل میرا جو لوگ دیکھتے تھے — آپس میں بولتے تھے میں ہونہار میں ہوں
او دور ہو حرامی از نطفۂ نجاست — کیوں جھوٹ بولتا ہے میں شہسوار میں ہوں
میں جانتا ہوں سب کو میں ہی ہوں سرنگوں — جلوہ مرا ہے سب میں یہ نور و نار میں ہوں

ریل گاڑی

کیا حرفِ جار اپنا مجھ پر عمل کریگا — لا ینصرف ہے یحییٰ رفتارِ یار میں ہوں
یحییٰ کا قلب یحییٰ ہر حال میں ہے یحییٰ — میں اُس چمن کا گل ہوں میں اُس بہار میں ہوں

مگر تمکو یہ ہماری نورانی باتوں کا مفہوم ایسا الٹا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ہیرا بن صورت + تو کیسے تمہاری صورت وسیرت اچھی ہو۔ صورت میں رنگ روغن نہیں سیرت میں آب وتاب نہیں + روح میں خوشبوئی نہیں + یہ وہ جوہر نہیں کہ ان چیزوں سے خراب ہو بلکہ قیمتی ہوتا ہے + جب یہ نہیں تو بے قیمت ہے + مگر تم اپنے منہ سے میاں مٹھو بنے ہوئے یہاں تک خود کو قیمتی سمجھنے لگے کہ تمام ارض وسموات مع جنت ودوزخ بلکہ روح اللہ سمیت مالک بنجانیکا حقدار قرار دینے لگے + کہ خود خدائے فرعون بنجاؤ + اپنی جسمانی مکان میں کھڑے ہونے کی جگہ پاکر عناصر کے چوحدی سے ہاتھ پاؤں باہر پسارا۔ رفتہ رفتہ خدا ہو بنے کا خیال پیدا کرکے فرعون وشیطان بنگئے۔ بھلا کجا آسمان وکجا ریسمان ؎

ارے تو ابلیس زادہ دوں ہر اک جگہ منہ ترا ہو کالا — کہ چاروں جانب سے تونے ہردم نیا نیا ایک شر نکالا
کہا ہے مجھ کو کسی نے اے جان ترے لئے ہوں بہت پریشاں — کرونمیں سب جان ومال قرباں ہوں سر کے بل پاس آنیوالا
یہ کہکے بولا کہ یاد رکھنا یہ عہد وپیماں نہ بھولجانا — ابھی تو کہدو سبھوں سے اتنا لقد رئینا بالافق الاعلیٰ
مذبذبِ الحالِ بین ذالک تخاصموا فی صغارِ الاشیاء — پتہ کہاں سے ملے ہمارا ہم ہی ہیں بھاپک ہاہم ہی ہیں تالا
ہم ہی ہیں یا محمد رب کلید جس کے فقط علی تھے — کلید ہی کو جو توڑ ڈالا تو پھر کہاں سے ملے تو لالا
ولا الکم من علوم حقٍ من المجاز الی المجاز — زروئے قانون حق ہے اُسکا نہ مستحق ہے سُر نہ سالا
نعوذ باللہ من شرورٍ عیاذ باللہ من غرورٍ — وعاذت اللہ من کفور یہ کافروں سے پڑا ہے پالا
ذروت شوقا وصرت فانی وخصنا اللہ بالمثانی — فما ثنائی وما بیانی تبارک اللہ وتعالیٰ
ابھی تو ہے شانِ عبدیت کی سپس ازاں شان عبدیت کی — پھر آخری شان احدیت کی تو پھر بنوگا مسیح والا
یہ عبدیت کے بعد اک دم کہ ایک ہی آن میں ہیں سب ہم — پس از نصیحت وبال پھیم گرا دیگا لاکے بالا بالا
اور آکے اُترینگے برمنارہ عدالت اُسدن پھریگی لغرہ — گریز کا پھر کہاں ہو یار اتنا دیکھوں ہمکو مار ڈالا
ابھی ہوں میں صرف اک پیمبر چمکرہا ہوں بشانِ اختر — احد کے دن آخری دمبر جب آئے تب دیکھنا اوجالا
رہو تم عالم میں اس طرح سے کہ این۔ اب میری جسطرح سے — بتاؤں سکو کہ کسطرح سے کہ زنگ ہو جسطرح بہ لالا
ولا عجولاً ولا غفولاً ولا ملولاً ولا منانا — ولا حسوداً ولا حقوداً ولا کنوداً ولا وبالا
نفی فنائی فنی فنائی وفی فنائی وجدت نفسی — محوت اسمی ورسم جسمی سئلت عنی فقلت انا لا
ہم ہی ہیں احمد ہم ہی ہیں موسیٰ ہم ہی ہیں یوسف ہم ہی ہیں یحییٰ — ہم ہی ہیں مہدی ہم ہی ہیں عیسیٰ مگر مجھے مار کر نکالا

تو اس کا بھی مجھ کو غم نہیں - اگر غم ہو تو غم ہونیکا بھی کچھ غم نہیں - نہ اپنی ہستی و نیستی کا غم ہے - نہ مستغنی عن الوجود ہونے کا غم ہے - سب کو چھوڑ دیا تو اس کا یہ نتیجہ ہوا - کہ سب کو پے لیا کہ تجھ میں اور مجھ میں یہ فرق ہوا - کہ تو بیتے لینے خدا کو لیکر خدا بنجانیکا خیال کرنے لگا - جس سے فرعون منفور کہا گیا + محسن کش احسان فراموش بن گیا + اور یہاں سب چیز کو چھوڑتے چھوڑتے بعینہٖ عین و عون منصور بن گئے + کہ جسدم جو چاہتا ہوں کر گذرتا ہوں پس مجھ کو تو دیکھتا ہے تو یہ میں کچھ میں نہیں ہوں جس میں سفیدی و سیاہی - لاغری و فربہی - کوتاہی و درازی - حدبندی اور چوبندی کی لم لگی ہوئی ہے + یہ سب تو اس انانیت کے فنا ہے + میں تو انائے بے انانیت ہوں + نہ کل ہوں نہ جز + نہ مطلق ہوں نہ مقید + نہ عام ہوں نہ خاص + نہ صافی ہوں نہ صوفی رقاص + نہ متصل ہوں نہ منفصل + نہ ناقص ہوں نہ کامل + نہ اول ہوں نہ آخر + نہ باطن ہوں نہ ظاہر + نہ ذات ہے نہ صفات + نہ رسم و حد ہے نہ تعینات + نہ کیف و کم ہے نہ تشخصات + نہ قدرت ہے نہ ارادہ + نہ کم ہوں نہ زیادہ + نہ ہستی ہے نہ نیستی + نہ بلندی ہے نہ پستی + نہ واحد ہوں نہ اثنین نہ عین ہوں نہ غین + نہ خود ہی ناظر ہوں نہ خود ہی منظور + نہ خود ہی شاکر ہوں نہ خود ہی مشکور + نہ خود ہی ذاکر ہوں نہ خود ہی مذکور + نہ خود ہی ساتر ہوں نہ خود ہی مستور + نہ خود ہی حاصر ہوں نہ خود محصور + نہ خود ہی حامد ہوں نہ خود ہی محمود + نہ خود ہی ساجد ہوں نہ خود ہی مسجود + نہ خود ہی عابد ہوں نہ خود ہی معبود + نہ خود ہی شاہد ہوں نہ خود ہی مشہود + نہ خود ہی والد ہوں نہ خود ہی مولود + نہ خاص مظہر میں ہوں نہ عام مظہر میں نہ ناممکن الفہمی کے عالم میں + نہ لحد میں جانے سے لحدی ہوں نہ مہد میں رہنے سے مہدی + ہمہ از وست بھی ہمہ اوست میں واصل ہے + میں کسی میں نہ داخل ہوں نہ خارج + پھر ہمارے لئے چڑھاوا اور اوتار کیسا کہ فرشی و عرشی لحدی و مہدی بنوں + جو کچھ پہلے سے علم میں تھا وہ ابھی تک ہے یہاں تو نہ یہاں ہے نہ وہاں - نہ آج ہے نہ کل - گویا کہ ؎

بحر اعظم میں نہ طوفان ہے نہ موج و گرداب	خشک ہے آب رواں اور ہے قطرہ نایاب
نہ پتہ ہے نہ ٹھکانا نہ کوئی راہ و مقام	اور الآن کما کان نہ مبدء نہ مآب

مگر اندھے اور انپڑھ کے آگے سارے حروف و الفاظ و عبارات ایک سیدھی ٹیڑھی لکیر ہے - اور پڑھنے والے کے آگے ایک عالی مضمون ہے + اسی طرح کائنات بخط طغرا مرقوم بامضا اللہ ہے - اور یہ سب معمائے مکتوم المعلوم المجہول ہے + پس کسی کے پٹی پر چلنے سے نہ خدا رسیدگی پائی جاتی ہے - نہ پانی پر چلنے سے نہ لحد میں جانے سے نہ مہد میں جانے سے نہ عرش پہ جانے سے نہ بالائے عرش جانے سے +

کیونکہ جو جہاں کی مخلوق ہے وہاں چلتی ہی پھرتی ہے + لیکن اگر مٹی پر چلنے والا پانی پر چلا گیا تو اُس سے
کیا ہوا - خود پانی سے آدمی کسطرح بنا - یہ سب ایک کرتب ہے جیسے عقلی کرتب سے جہاز رانی وغیرہ ہے
اور قدرتی کرتب سے تمام کائنات + یہ سب شعبدہ بازیاں ہیں + ان سب کو خدارسیدگی سے کیا سروکار +
خدا کی روح پاک کی سوا کوئی خدا کے تہ تک نہ پہونچا + پس خود ہی خدا فقط خدارسیدہ ہے + جس کے
معنی وہی روح اللہ کے ہوئے یا یوں کہو کہ خدا کے سوائے خدا تک کوئی نہیں پہونچا + اُسکو سب سزاوار
ہے + علیٰ کل شئی قدیر کے خالق کا بھی خالق ہے + تو ہم کو اُس سے کیا کام وہ اپنی جگہ پر خدا بنا
رہے + اُسکی مجھ کو حاجت نہیں + میں سب باتوں سے پاک ہوں + غنی ہوں غنا سے بھی مستغنی
ہوں + پھر پاک و ناپاک سے میل جول - صحبت و شرکت کیسی + پس میں کچھ نہیں ہوں مگر وہی ہوں
جسکو کوئی نہیں جانتا - الّا وہی جو لا اور الّا کے بیچ میں ہے اگر میں وہی نہیں تو پھر اس ایسے پرائے
ناپاک اور نجس وہی کو لیکر کیا کرونگا - اگر میں اُس سے جدا اور وہ مجھ سے جدا ہے تو دونوں پر دونوں کا باہم
پیہم پھٹکار رہو + پس بجز ایک کے ثانی نہیں + لہٰذا وہ ایک محض لاثانی رہا + ورنہ یہ یحییٰ ئے ملہم کچھ خدا
نہیں اگر دعوائے خدائی کرے تو ابھی خاک کر ڈالوں + فسبحانی ما اعظم شانی انی انا اللہ لا الٰہ الّا انا وانی علیٰ
کل شئی قدیر - وارکعوانی واسجدوانی واعبدوانی ان کنتم بنا مومنین + اس واسطے جیسا دل میں آتا ہے
ویسا خود کے بارہ میں بولتا ہوں - میرے سوا مجھ کو کوئی پوچھنے والا نہیں - اس پر برابری کا دعویٰ
کرتا ہے یہ سب دل کی خرابی ہے - اس ایک کے خرابی سے اتنا بڑا کائینات جو عالمِ اصغر کے نام سے پکارا
گیا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے + کیونکہ عالمِ اصغر کے اچھا ہونے پر یہ اس بات کا مستحق ہو سکتا تھا -
کہ عالمِ اکبر کی تاج پر اپنے روحانی قدم کو رکھ کر آگے کے زینہ پر قدم رکھتا - مگر عدم خوبی کے سبب سے
محروم رہا + تو جب تک چار انتظام کی صفائی کا پورا انتظام نہ ہو جائے - اسوقت تک کوئی علوٗ و نمو کے
زینہ پر قدم نہاو نہیں ہو سکتا - اُس میں سے پہلا انتظام روحانی و دنیوی ہے جو خوش نیتی پر محمول ہے دوسرا
جسمانی جو بہت کچھ بیان ہو چکا ہے تیسرا خانہ داری کا انتظام - چوتھا تمام مُلک و دنیا کا انتظام کہ تمام
نظمِ قدرت انتظام پر حصر ہے + تو جب ہر ایک فرد بشر عالمِ اصغر ہے تو چاہئے کہ تعلیم ہذا پر اسقدر عمل کرے
کہ صاف مصطفیٰ ہو کر انبیا کی طرح عالمِ صغریٰ میں عالم کبیر بن کے ہر قسم کے عالمِ اکبر سے عبور کر کے
حاضر باشِ روح اللہ بنجائے - کہ قید علمِ الٰہی و قید خانۂ بطن و صاب و منایا - و طفلی و جوانی و مراسم و قواعدِ
سلطنت اور بندگی - موت و حیات سب سے نجات پائے + تو جس طرح اپنی چھوٹی سی وجود - عالمِ اکبر
کا نمونہ رکھتا ہے ویسی طرح ایک قطرہ جس سے یہ عالمِ اصغر تیار ہوتا ہے - ایک عالمِ اکبر ہے + اُس کا

برباد کرنا ایک عالمِ اکبر کے برباد کرنے کا جرم ہے + تو اپنے اپنے بچوں کو معدوم القرآن یعنے عدیم التعلیم رکھنا بھی عالمِ اکبر کا برباد ہی کرنا ہے + اس لئے ہر والدین بچوں کی تعلیم کے ذمہ وار ہیں ورنہ گرفتار کئے جائینگے۔ اُن کی کوئی عبادت اسی طرح مقبول نہیں جس طرح پادشاہِ عدیم الاصلاح کی کوئی عبادت قبول نہیں + اس واسطے جو تم کو تعلیم دیگی وہ بچوں کو بھی تعلیم دو اور جو کچھ تعلیم رسانی میں کچھ کسر باقی رہگئی ہے وہ تعلیمًا بیان کردیا جاتا ہے کہ بچوں کو دو تین برس دودھ پلانے کے بعد دودھ بڑھاؤ + جس وقت سے وہ کچھ بات سمجھنے لگیں اُسی وقت سے اُن کی تعلیم کرو + مقوے میں بہت سے نمبر اور حروف والفاظ و ضرب المثل۔ اور چیدہ چیدہ اشعار کارڈ پر خوش خط لکھے ہوئے رکھو + کھیل گود کی طرح ان سب چیزوں کی شناخت کراؤ + وہ گھبرائیں تو چھوڑ دو + ہرگز ہرگز نہ ڈانٹو + ناقابلِ فہم چیز انکے سامنے ہرگز نہ پیش کرو + ورنہ انکو اُس چیز سے ابدی نفرت ہوجائیگی + اگر بچہ والدین کے بال اور لباس ٹٹولنے سے محظوظ ہورہا ہو۔ تو بصورتِ عدم تکلیف اسی حالت میں چھوڑ دو + جس چیز کو محبوب رکھتا ہو۔ اس کے محبوب کو اُس سے فوراً جدا نہ کرو + ریتی یا نرم چیز پر کھیلنے دو + گرے تو اسکو خوبصورتی سے ٹال دو۔ ورنہ شاباشی دو + شاباشی سے فتوحاتِ کار کی جرات ہوتی ہے + اکیلا نہ چھوڑو کہ بیچارا نہ بھر کے اسکو کھا جائے + اگر ایسا ہوگا تو اُسکی نگاہ بڑی خراب ہوگی + جسکو کھاتے دیکھے گا اُسکو بدہضمی ہوجائیگی + اسکو بہت قیمتی کپڑا نہ پہناؤ + اسکو کسی چیز سے کچھ خاص لگاؤ نہیں + نہ کسی چیز سے کچھ غرض + عرش و فرش سب برابر ہے + سب کو جدا جدا جان کر یکساں واحد جانتا ہے + صرف اپنی ماں کو سب سے جدا اور انوکھی بیگم سمجھتا ہے۔ پورا یقین رکھتا ہے کہ میری ماں پر اکیلا میرا ہی قبضہ ہے + کسی کے باپ کی جورو نہیں + گویا پکا موحد اور سچا دیندار معصوم ہے + کہ اُسکے مقابلہ کا کوئی نبی بھی نہیں۔ نبی اور والدین کے گود کو اپنا پرتابی سمجھتا ہے + معصومیت کی شراب پیکے متوالا ہے + دُنیوی بہشتی زندگانی کا مالک ہے + جواہرات یا نور کا کپڑا پہناؤ تو سب پر بے پروائی سے پیشاب کرتا ہے + ننگ دھڑنگ ہو تو اس کا بھی کچھ غم نہیں + یہی نیچرل مقدس اور دینِ برحق ہے + جب تک کوئی بچا نہ بنجائیگا اُس وقت تک ہرگز ہرگز کسی بات میں بھی سچا نہ بنیگا + دیکھو بچے کیسے سچے ہیں کہ جو چیز مانگو اُسی وقت دیدیں + پھر سچائی سے مانگنے کو بھی تیار۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ دنیا لین دین کا نام ہے + جیسا کرو ویسا بھرو۔ اس ہاتھ دو اُس ہاتھ لو + جو چیز ان کو حاصل ہے سب سچی حاصل ہے کچھ اُس میں ملمع کاری نہیں + ہنستے ہیں تو سچی ہنسی کے ساتھ۔ روتے ہیں تو سچی رولائی کے ساتھ + خوش ہوتے ہیں تو سچی خوشی کے ساتھ + غذا چاہتے ہیں تو سچی بھوک کے ساتھ + غصہ کرتے ہیں تو سچا غصہ + اسقدر ان کو حقیقتِ حال فی المحل حاصل ہے کہ فنا فی الحق ہیں۔

پھر بھی نہ انا الحق کہتے نہ علی الحق کہتے ہیں + اُن کی چپکی اور بے غمی ہر طرح کی عبادت ہے +
وہی اسم اعظم ہے اور وہی اسم اصغر + نہ یہ بندہ ہیں نہ آزاد + جس بات کا ان کو یقین ہے وہ سچا یقین ہے +
جس کو حق الیقین کہتے ہیں + ان کے سارے جوہر سچے ہیں + کہیں جھوٹے کا نام نہیں + اپنی طرح
سب کو نیک دل سمجھتے ہیں + کبر و غرور سے کام نہیں - درندہ اور کوئی نجس آدمی بھی پیار کرے تو اُسکے
گود میں جانے کو تیار + خوشبوئی بدبوئی کی پہچان نہیں + کسی سے کچھ غرض مطلب نہیں + کوئی مارے تو بجز
مظلومانہ گریہ کے بالکل قصدِ مواخذہ نہیں + اور نہ اسکو ظالم سمجھنے کا مادہ + سارے دل میں اُن کے
کہیں بھی کینہ کی گنجائش نہیں + جیسے جیسے دن گذرنے لگے ان کے بہشتی حیات میں انحطاط پیدا
ہونے لگا + عمر گھٹنے لگی آرزوئیں بڑھنے لگیں - عقل کے ساتھ حماقت بھی بڑھنی شروع ہوئی + معصومیت
کے عہدہ سے معزول ہوتے چلے تھوڑے دن کے بعد یگانہ و بیگانہ کو پہچاننے لگے + اجنبی کے گود میں
جانے سے مُنہ چھپانے لگے + ڈانٹنے والے کو ظالم سمجھنے لگے + کچھ بدلہ کے لئے ہاتھ بھی بڑھانے لگے
کچھ انانیتِ شدید جتلانے لگے + لیکن ہنوز صہبائے صبا کا نشہ باقی ہے + کہ ابھی باہم لڑے اور ابھی
بھول گئے + صحبت کے اثر سے جو مادری زبان اور اَبَوینی حرکات و سکنات تھے سیکھ لئے + اچھی
چیزوں کے شائق ہوئے + لہو و لعب کے طور سے شائقِ علم حقیقت ہوئے - اور سائینس کی طرف دوڑے +
جس چیز کو دیکھتے ہیں اپنے مربی سے فانوناً پوچھتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے ؟ یہ کاہے کو ہے ؟ یہ کہاں سے
آئی ہے ؟ اور کسواسطے آئی ہے + کہ یہ سوال بول رہا ہے کہ بچہ علم الاسماء علم اللغات - علم الاشیاء - علم
الجغرافیہ - علمِ قانون - علمِ فلسفہ - غرض کہ حقائق الاشیاء کا طالب ہے - کہ آخر میں ماہیت و اصلیت
ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے طالبِ مولیٰ ہوگا + اسلئے اسکو فوراً بتلانا چاہیئے کہ اسکے قوائے عقلیہ چست و چالاک
ہوں + سب چیز سے معرفت پیدا ہو کہ علمِ عرفان تک پہنچ جائے + چنانچہ جب بچوں کو کسی چیز کی حقیقت
نہیں معلوم ہوتی تو بشرطِ ممکن اُس چیز کو نقصان کر کے دیکھتے ہیں - کہ شائد اس سے حقیقت معلوم
ہو + حتیٰ کہ بعض وقت بجنے والا کھلونا اسی واسطے توڑ دیتے ہیں + اگر کسی نے شدت کی تو پولیٹیکل چال
اختیار کر کے خود حفظانی کر دیتے ہیں کہ ہم نے نہیں توڑا + اس واسطے شدت نہیں کرنی چاہیئے - کہ ان
کو جھوٹ کی عادت ہو - بلکہ یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ دو پیسہ کا کھلونا گیا تو گیا مگر اسکو علم حاصل ہوا + تو کھلونا
بھی قیمت سے ملا تھا + علم بھی قیمت سے ملنا چاہیئے + لہذا پیسہ نقصان نہیں گیا + اگر آسمان و زمین کا
کھلونا ان کے سمجھ میں نہیں آئے کہ کیونکر اسمیں قندیل اور کرۂ کا بجلی وغیرہ ہے - تو بشرطِ ممکن اُس کو
بھی توڑ کے دیکھنے سے باز نہ آئیں + اگر اپنی جان نہ سمجھ میں آئے تو خود کو چیر کے دیکھنے سے نہ باز آئیں +

غرض کہ یہ بچے سدا سائنس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں + تھوڑے روز کے بعد ہر ایک بچہ جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اُس کام کے مناسبت سے تحقیقات میں پڑتا ہے + جس سے حکما بہ آسانی نتیجہ نکال لے سکتے ہیں۔ جیسے اگر علم موسیقی سے نسبت رکھتا ہے تو گنگناتا رہتا ہے + شاعری کے لئے آیا ہے۔ تو مقفا باتیں کرتا ہے + ازیں قبیل سب بات کے لئے اشارے ہیں + اُسکی طبیعت کی مناسبت سے اسکی تعلیم کرو + دیکھو جب ان بچوں کو بھوک محسوس ہوتی ہے تو ان کے آگے دنیا بھر ہیچ ہو جاتی ہے + اول طعام بعدہٗ کلام پر عمل کرتے ہیں پس یاد رہے کہ سب بطن و باطن سے ہے۔ اول اس کا انتظام کرنا چاہیئے + جب جا کے سب چیزیں کامیابی ہوگی۔ ورنہ سارے قوے کند ہو جائینگے + چہ جائیکہ قصداً صیام و فاقہ کشی ہرگز جائز نہیں ایسے سخت احکام و بندگی سے اللہ تعالیٰ سب کی برأت چاہتا ہے + چنانچہ جب بچے کھا پی لیتے ہیں تو پھر ان کو سب کام سوجھنے لگتے ہیں + اوچھل کود سے کھانا ہضم کر دیتے ہیں + گویا فطرۃً ورزش کے لئے اشارہ ہے + یہ بچے اپنے کام میں ایسے مشغول رہتے ہیں کہ دُنیا و ما فیہا سے کچھ خبر نہیں + پسینہ میں غرق ہیں۔ دھوپ میں جل رہے ہیں۔ پانی سے بھگ رہے ہیں مگر اپنے کام میں مصروف ہیں + پس یکسوئی ہو تو ایسی ہو + اگر انکو انکی ماں مارتی ہے تو ماں ہی ماں پکارتے ہیں + ماں سے چپٹے جاتے ہیں + اسی طرح چاہیئے کہ اللہ کی مار پڑے تو اللہ ہی اللہ پکارے اللہ سے چپٹا جائے۔ اللہ کو نہ چھوڑے + اگر قہر نازل کریگا تو تربیت کے لئے اسلئے ہماری غیظ و غضب کے وجہ کر ہم سے نفرت نہ کرو + بچوں سے سبق سیکھو۔ دیکھو م جب یہ بچے ماں کے گود میں رہتے ہیں تو شیر کے بچے بنے رہتے ہیں + کسی سے نہیں ڈرتے ماں کا آنچل و دامن گویا خیام ہے انکی ماں کے آگے دنیا بھر کی مائیں اور تمام عالم کی حوریں ہیچ ہیں + بس انکی ماں ہی حورٌ مقصوراتٌ فی الخیام ہے + اور یہ اپنی ماں کے نزدیک غلمان ہیں انکی ہر ادا اسکو پیاری معلوم ہوتی ہے + دونوں میں سچا عشق ہے کہ یہی دین اللہ ہے + ایک دوسرے کی جُدائی سے دونوں بے قرار + جب تک مائیں موجود ہیں بچے کھیل میں مصروف ہیں + مگر پھر پھر کے دیکھتے ہیں کہ ماں ہے یا نہیں + ماں جدا ہوئی تو پھر کہاں کا کھیل کہاں کا کلیل سب پھینک پھاک جہاں کا تہاں چھوڑ چھاڑ چل چنپت اور اوڑن چھو ہوئے + ماں کی غیبت میں دل چھوٹا ہو رہا ہے + مکھی سے ڈر رہے ہیں + ہوش و حواس بجا نہیں ہیں + ماں مل گئی تو خدا مل گیا + اسی طرح عہد اُمّی کا قصہ ہے + دیکھو ان بچوں کو تمام عالم سے دوستی ہے + آندھی چلے تو خوش ہیں + اوچھل کود رہے ہیں + پانی برسے اولے پڑیں۔ برف گرے کچھ بھی ہو مگر خوش ہیں۔ مارے خوشی کے ناچ رہے ہیں۔ کہ الدنیا لعبٌ و لہوٌ + یہی گویا سچی خوشی کے مالک ہیں + پس

اگر صوفی بننا چاہتے ہو تو اُن سے صفائی سیکھو + ان کی حالت سے اپنی حالت کو غور کرو کہ تم اپنے رحمِ والدہ میں جوگی بنے ہوئے اَنَّا ہو - اَنَّا ہو کا وظیفہ کرتے رہے ہو + یہ کہتے کہتے وقت پر تم نے یہ ٹھان لیا کہ جان جائے تو جائے مگر اب حجرہ میں بند نہیں رہنا + اس پر فطرت کے داروغہ جیل خانہ نے گردن میں ہاتھ دیکے نیچے ڈھکیلا - کہ سب ڈبل انانیت کا وظیفہ بھولے - اور سر کے بل نیچے گرے + دنیا میں شور ہوا کہ سر بر آوردہ ہوئے + اور تم ہاتھ پاؤں اُچھالنے لگے + فریاد کرنے لگے - کہ سفر میں بڑی تکلیف ہوئی + اندھیری کوٹھری کے شکار گاہ میں تیر مارا گیا + ذرا بھی کسی کو رحم نہ آیا - کیا عرض کروں کہ کس جوہر کا عرض ہوں + کس کا فر نے کس مکھ میں مجھ کو ملفوف کیا - کہ یہ پھل آیا جو فریاد کر رہا ہے + اور میں اُسی لیٹر بوکس کا مضمون ہوں کہ ایسی باریک سوئی کے ناکہ سے یہ جملۂ مجمل - مجسم ہو کر چلا آیا ہے + سوئی والی کو شدتِ زہ سے ایسی یکسوئی ہے کہ دانت اور ناخن سیاہ ہو گئے ہیں - کہ جب اس نے یا یحییاہ - یا یحییاہ کا نعرہ بلند کیا تو بیڑا پار ہوا + کہ اس خوشی میں وہ سب درد تکلیف بھول گئی + جان دیکے جان پایا + رنج کے بعد راحت حاصل ہوئی - ہم اس کے احسان کا بدلہ کیا ادا کریں ؟ بجز اس کے کہ اسکے غلامی میں ہمیشہ حاضر رہیں + اس واسطے تم سب لوگ گواہ رہو - کہ میں اس کو اپنا مجازی رب سمجھونگا + ہمیشہ اطاعت کرتا رہونگا + لیکن جب سیانے ہوئے تو رب مجازی و حقیقی دونوں کا احسان بھول گئے - کچھ یاد نہیں کہ وہ بیچاری ماں ہے جس نے تھپکیاں دی ہیں - لوریاں کھلائی ہیں - دودھ پلایا ہے - بلائیں لی ہیں قربان ہوتی رہی ہے - اپنی عیش و عشرت بالائے طاق کی ہے + اپنا سارا جوبن ان کے پیچھے برباد کیا ہے + ماما اور لونڈی سے بڑھ کے خدمتگذاری کی ہے + ان کی ہاں میں ہاں ملاتی رہی ہے + ہر بات میں دلجوئی کرتی رہی ہے - کہ کہیں غصہ نہ ہوں - رنج نہ ہوں - بے چین نہ ہوں - ان کے رنج و راحت میں شریک رہی - ذری ذری بات میں ہنسے تو وہ بھی ہنس پڑی + تا زیست بلا کسی عوض کے سچے دل سے چاہنے والی - کمال درجہ کی بندہ پرور + کہ عین وقت پر محبتانہ غرکی سے اُس کی بھلائی کے لئے بغل میں بستہ دبا کر اسکول کو چلتا کیا - یا اور کسی کام میں لگایا کہ دُکھیا نہ رہے + ان سب احسان کا عوض یہ ہوا کہ اس پر جوتا اُٹھانے لگے + سخت و سُست باتیں کرنی شروع کیں + ان سب احسانات کو ظلم میں داخل کر دیا - کہ ماں نے اپنے حظِ نفس کے لئے کچھ کیا - جس کا میں نتیجہ ہوا ہوں - اس میں اُس کا احسان کیا ؟ بلی نے لِلّٰہ چوہا نہیں مارا ہے + کیونکہ جس طرح سنڈاس - بمپولس - اوگالدان ایک قسم کا مخرج ہے اسی طرح رِحم مادر بھی ہے جو منبت النما یا ہے + جس کا انجام ولادت پر ختم ہوا - کہ ہم ان کی لذت انگیزی میں بطورِ کنزِ مخفی گواہ بنے دیکھ رہے تھے جو چپکے

سے گواہی دینے کو چلے آئے۔ کہ ہمارے آنے سے اسکو صحت و تندرستی ہوئی + خوشی حاصل ہوئی + چنانچہ وہ صحت یہ ہے کہ وہ رطوبتِ بدبو جو حمول اور پچکاری سے نہیں خارج ہو سکتی تھی سو ولادت سے اخراج ہوئی + جو کچھ کہ بخاراتِ مواد و غلاظت باقی رہی تھی وہ سب خلافِ قیاس باذنہٖ خون شفاف بن کے تمام رگ و پیمان میں دوڑ گئے جس سے اس کو خوشی ہوئی۔ اور کچھ خون کی پتلی لکیر غلاظتِ معروفہ اور خونِ مادر کے بیچ سے کیاری بنی ہوئی مقامِ پستان میں پہونچ کے دودھ بنی۔ جو مجھ ایسے نرم و نازک صاحب بہادر کو پلایا + جس سے اسکو لطف و خوشی حاصل ہوئی + نہ پلاتی نمک چٹا دیتی کہ آج اس دنیا کی مصیبت سے بچ جاتے + لہٰذا اسکی اطاعت کی کچھ حاجت نہیں + تو یاد رہے کہ جو اس طرح کا محسن کش احسان فراموش پاجی آدمی ہو وہ ہرگز ہادئی دینی اُستاد و پادشاہ و خدا کسی کا احسان نہ مانیگا + ہادی پر یہ الزام رکھیگا کہ میں بغیر ہدایت اسکی عقل سے کام کر سکتا ہوں + اسکی کچھ حاجت نہیں + مگر یہ نہیں معلوم کہ اس میں فنا ہو کر آگے جاتا ہے۔ جو عقل سے دریافت نہیں ہو سکتا + اسی طرح اُستاد پر یہ الزام رکھیگا کہ قیمت لیکر علم دیا ہے۔ ان کا احسان کیا؟ پادشاہ کے بارہ میں یہ کہیگا کہ ملک آرائی اور ہماری آرام رسانی کا سامان کچھ منت میں نہیں کیا ہے ہم سے زکوٰۃ لیتے رہے ہیں + خدا پر یہ الزام رکھیگا کہ ہم نے خود کو پیدا کرنے کے لئے کچھ عرضی نہیں بھیجی تھی خود پیدا کیا لہٰذا کچھ احسان نہیں یہی نیچر کا حکم ہے کہ بس جو دل میں آئے کرد + کسی بات کا غم نہ کرو + بہرحال سرِ تسلیم خم کئے رہو کہ ؎ برسرِ فرزندِ آدم ہرچہ آید بگذرد

پس الاسلام ہو الفطرۃ والفطرۃ ہو الاسلام + تو یقینی بات ہے کہ ایسے مردود کی کوئی اچھی بات بھی مقبول نہیں + یہ بھی اپنی اولاد سے جو تا کھائیگا اور وہ اپنی اولاد سے۔ کہ لگاتار نسل کی نسل آوا کا آوا بگڑ جائے + کہ بایکدگر گناہگاری میں افزوں سمجھے جائیں + ایسی نالائق اولاد و قوم کی قوم خلق کی خلق چھٹی اُنگلی کی طرح ہے۔ کہ اگر رہتی ہے تو عیب ہے۔ کاٹی جاتی ہے تو درد کا سامنا ہے + مگر ان سب کو موادِ فاسدہ سمجھ کے خارج ہی کر دینا بہتر ہے + کیونکہ ؎

زنانِ باردار اے مردِ ہشیار ازاں بہتر بہ نزدیکِ خردمند	اگر وقتِ ولادت مار زائید کہ فرزندانِ ناہموار زائید

اس لئے تعلیم لازمی امر ہے + کہ نسلیں خراب نہ ہوں جس سے دنیا میں فساد ہو + پس جس دم یہ بچے اپنی بہشتی زندگانی کے میدان سے پار اُتر کر دوزخی زمانہ میں داخل ہوں جو دل میں خرابی پیدا ہونے کا وقت ہوتا ہے + اگرچہ برائی کا علم نہیں مگر برائی کی طرف میلان ہونے لگتا ہے +

اس وقت سے تا سنِ شعور ان کو بچانا چاہیے + کیونکہ اب جوانی کے زینہ پر پاؤں رکھنے لگے۔ طفلی کی لائیف کھونے لگے سچ ہے کہ ؎

طفلی کی جوانی میں مسرت نہیں ملتی
جو کھیل میں کھوئے ہیں وہ دولت نہیں ملتی
گھر بیٹھے ہوئے مفت میں خدمت نہیں ملتی
جب تک نہ ہو ذلت کبھی عزت نہیں ملتی
حتیٰ کہ کبھی مفت مصیبت نہیں ملتی
جب تک نہ مصیبت ملے راحت نہیں ملتی
پیدا جو نہ ہوتا اور زباں تجھ کو نہ ہوتی
تو انتے بیانات کی نوبت نہیں ملتی
وہ چیز جو کہتا ہوں کہ ملجائیگی تم کو
بے ڈھونڈھے یہ کہتے ہو کہ حضرت نہیں ملتی
جب تک نہ اطاعت کرو میری زِ تہِ دل
تب تک یہ سمجھ لو کہ حکومت نہیں ملتی
جب تک نہ سیاحت کرو یحییٰ میں زِ الفت
واللہِ مسیحائی کی نعمت نہیں ملتی

چنانچہ اُسی نعمت کے حصول کے لئے یہ سب اسباب مہیّا کئے جا رہے ہیں کہ تمہاری ابتداء سے انتہاء تک تعلیم کی جا رہی ہے + تو اگر خود سے اور اپنی اولاد سے برخوردار ہونا چاہتے ہو تو ان سب تعلیمات پر عمل کرو + اور وہ بچہ جو اَب جوانی کے زینہ پر پاؤں رکھنے لگا ہے اُسکو نرمی سے کہو + کہ مخصوص فی الاصوات رہو + بڑوں کے سامنے بکمال ادب خشعت الاصوات سے پیش آؤ + لکچر کے وقت سنسان بیٹھے رہو + اپنی آواز کسی کی آواز سے بلا سبب مرتفع نہ کرو + بڑوں سے سرگوشی نہ کرو + قطع کلام نہ کرو + بے سبب نہ بولو + درخت کے نیچے نہ کھاؤ شاید کوئی پرندہ غلاظت گرائے + سب کام حفاظت سے کرو + بلندی پر بے دھڑک نہ چڑھ جاؤ + جھاڑی میں بے باک نہ گھس جاؤ + کنواں + خندق اور سنڈاس میں نہ جھانکو + آگ۔ آتشبازی۔ دیاسلائی۔ کانچ اور نوکدار چیز خواہ چھری چاقو وغیرہ وغیرہ سے نہ کھیلو + سوڈا واٹر کی بوتلی اپنے ہاتھ سے نہ کھولو + دریا حوض۔ اور تالاب وغیرہ میں بے تحاشا نہ کود پڑو + جس چیز کو تتر بتر کیا ہے اُسکو سلجھاؤ + علی الصباح اُٹھو + شکم کی صفائی کرو + جمناسٹک کرو + کبڈی کھیلو + پتنگ اُڑاؤ مگر پتنگ میں نوٹ نہ باندھو + نوٹ سے چائے نہ بناؤ + نوٹ سے سفر میں آرام ملتا ہے + ایسی ورزش کرو جس سے تناسبِ اعضا اور چہرہ خوبصورت ہو + دانت اور جیبھ اچھی طرح سے صاف کرو + جیسا موقع ہو ویسے پانی سے ہاتھ منہ دھو دھا کے + اچھی طرح غسل کرو + صاف اور اچھے توال سے بدن پونچھو + غسلخانہ سے گرم کپڑا پہنکے باہر نکلو + عطریات لگاؤ + بخور لو + بھیگا اور پسینہ والا کپڑا نہ پہنو + تھوڑی دیر کے بعد اچھا ناشتہ کرو + غلاظت اور کیچڑ سے کپڑوں کو بچا کے چلو + زمین پر نہ بیٹھا کرو + بے ضرورت عینک نہ لگاؤ + ناخن بانت

سے نہ کترو + چلنے میں جلدی نہ کرو + ساتھ والے کو پیچھے نہ چھوڑو + لوگوں کو اپنی انتظاری میں کھڑا نہ رکھو + اسکول میں جاؤ تو بے موقع وہاں کے باغ وعجائب خانہ دفوارہ کے سیر تماشہ میں نہ لگ جاؤ + وہاں کے پھول نہ برباد کرو + کتا ساتھ نہ لے جاؤ + وہ سب چیز پر پیشاب کرتا ہے + کتا پالو تو اچھی تعلیم دو کسی چیز کو گندہ نہ کرے + نہ کسی شاہراہ خواہ پنگھٹ کو گندہ کرے + جہاں آدمی ناشائستہ ہونگے وہاں کے کتے بھی ناشائستہ ہونگے + جہاں کے آدمی شاہراہ اور پنگھٹ باغ باغیچہ گھر دوار کثیف رکھتے ہوں تو وہاں کے بہائم تو اور بھی ملعون ہونگے + اسواسطے تم خود آدمی بنو اور اپنے جانوروں کو بھی شائستہ بناؤ + کیا نہیں سُنا ہے کہ ؎

زن احمد چو با بداں بنشست	خاندان بزرگیش گم شُد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند	پئے نیکاں گرفت مردم شُد

پس تم اپنے کتا کو کسی پر نہ للکارو + اسکو شائستہ بناؤ + ان سب باتوں کی اسطرح تعلیم دو۔ کہ سارے مضمون کا چربہ اور نقشہ اُسکے دل میں اُتر جائے + اگر بچہ عمل نہ کرے تو پیار کرنے کرتے رنج ہو جاؤ + تو اسکو بڑا رنج ہوگا کیونکہ فطرۃً پیار کئے جانے کی بڑی سخت خواہش ہوتی ہے + اور اسی عشق ومحبت کا نام دین ہے + اس لئے وہ بچہ تلافی کے درپے ہوگا۔ کہ کسی طرح اپنے مربی کو خوش کردیں۔ جس سے وہ مجھ کو پیار کرے + ورنہ اگر والدین ومربی بات بات پر ڈانٹتے رہینگے تو تھوڑے ہی دن کے بعد فرزندانہ رشتۂ محبت منقطع ہو جائیگا + بچہ کو مربی سے نفرت ہو جائیگی۔ وہ اسکو گوشمالی کا ایک آلۂ ناطق سمجھیگا + دلی عداوت پیدا ہو جائیگی + اس واسطے مربی کو چاہیئے کہ اسکے مشفق ومہربان بنے رہیں۔ کہ ان کی دوستی پر اسکو پورا بھروسہ ہو + مگر کوئی طریقہ بےاعتدالی ونازیبائی سے نہ ہو + بڑے حسن وخوبی سے ہو + بچوں کو نقش ونگار اور تصویر والی کتابیں پڑھنے کو دو + جب موقع ہو تو یہ کتاب + ان کو ان سب چیزوں سے بڑی دلچسپی ہے + کاپی وصلی نقش ونگار سے رنگین کرتے رہتے ہیں۔ ان کو سبق میں ایسا خوش رہنا چاہیئے جیسے کھیل میں اسی طرح طرزِ عبادت میں ایسا ہی خوش رہنا چاہیئے جیسا دل لگی میں + زندگانی خوشی کا نام ہے + اگر خوشی نہیں تو زندگی نہیں + دیکھو ان بچوں کی عمر کے مطابق ایک صرفہ کی بھی ضرورت ہے + اُن کو وہ بھی پہونچانا چاہیئے کہ دل اُن کا لالچی نہ ہو + مدرسہ اور گھر میں جو استاد ہو لائق ہو + جو دخصلت مشابہ یا متِ لوط نہ ہو + تعلیم پاکے جس کام کے لائق تیار ہو + اُس کام میں لگا دینا چاہیئے + مثلاً اگر حلوائی بنا ہے تو چاہیئے کہ تمام اقسام کی مٹھائیوں کا نقشہ اپنی دکان پر چسپاں رکھے۔

ہو مٹھائی اچھے ظرف میں چھپی رہے + تاکہ مکھیاں نہ بیٹھیں + خریدار اُس نقشہ کے مطابق خرید لیگا + مٹھائی آبادی سے باہر بنائی جائے۔ کہ دھواں اور مکھیوں کی کثرت نہ ہو + بہت سے حلوائی کی دُکان اکٹھے نہ ہو + جس کارخانہ کو آتش سے بہت تعلق ہو وہ آبادی سے باہر ہو + گیاسلیٹ۔ آتشبازی اور دیا سلائی وغیرہ کی دُکان آبادی سے باہر ہو + ایسی ایک دوکان دوسری دکان سے ملی ہوئی نہ ہو + اگر آبادی میں ہو تو سخت سے سخت حفاظت کی جائے۔ آگے خدا پر توکل رہے + جو چیز بیچی جائے پیمانہ کے موافق خالص اور عمدہ بیچی جائے + ایک قیمت رہے کہ وقت برباد نہ ہو + کسی چیز کا پیمانہ میلا ہو تو بدلا جائے + جس کے پاس جانور ہو اس کی پوری حفاظت کرے + اُسکو صاف رکھے + نال لگوائے + کھر میں زخم ہو تو چراغ کا تیل ٹپکائے + یا اور کوئی علاج کرے + اُس کا چارہ نہ کھا جائے + اگر بہت سے مویشی ہیں تو آبادی سے دور رکھے + اُن کے رہنے کی جگہ صاف رکھے + اکدم شاہراہ سے نہ لے جایا کرے + بیماری میں اُن سے کام نہ لے + گابھن ہو تو رحمت سے کام لے + بہت سا مار پیٹ نہ کرے + اُن کو زیادہ نہ تھکائے + ان کے بچوں کو ایکدم دودھ پینے سے نہ روک دے + ایکدم آزاد نہ چھوڑ دے کہ کسی کی زراعت خراب کریں + گاؤ حبس میں جانے سے جرمانہ ہوگا + غافل رہنے سے نیلام کر دی جائیگی + سرگین مویشی سے کھانا نہیں پکنا چاہیئے + سڑی گلی چیز دکان یا مکان میں نہیں رکھنی چاہیئے + نہ بیچنی چاہیئے + کوئی نشہ کی چیز نہ رکھے + جو کاشتکاری کی لائن میں جائے + پانی کا پہلے بندوبست کرے + ریلوے لائن اور ایکدم دریا کے کنارہ کھیتی نہ کرے + ہر موسم سے پوری طرح مطلع رہے + موسم باراں کے قریب ہی تخم ریزی ہونی چاہیئے + ریتلی زمین فلاحت کے لئے بہتر ہے + قلم کاری و علم نباتات کا پورا علم ہونا چاہیئے + مثلاً ایک کیلا ہے۔ اس سے روشنائی بن سکتی ہے + اس سے کاغذ کپڑا تیار ہو سکتا ہے + اس سے آٹا بن سکتا ہے + کاشتکار کو یہ نہیں چاہیئے کہ کسی کے کھیت سے اپنے کھیت میں پانی لیلے۔ بدنیتی پر وہ خاک وسیاہ کیا جائیگا اور وہ سرسبز + اپنے اپنے کھیت کا احاطہ گل و ریحان سے کرے کہ تمام سبزوزار باغیچہ بنا رہے + ہوا اچھی ہو + نوکر بغیر ضمانت کے نہ رکھو + دُکان آئینہ دار رکھو + جو آدمی کے چلنے کے لئے کالڈرم بنایا جائے اچھے پتھر کا ہو + یا اچھا بنا ہو اور چوڑا۔ کہیں کماندار سقف ہو کہیں ستوندار کہیں خالی + اُسکے نیچے نہر رواں ہو تو بہتر ہے + موقع موقع سے اچھی چیز کا دو طرفہ درخت ہو + موقع موقع سے ٹیلیفون۔ ٹیلیگرام۔ لیٹر بکس اور روشنی کے ستون ہوں + سب پر چلیپہ نما ہلال و تارہ ہو + گاڑی اور ٹرام کا راستہ کشادہ ہو + کوئی پُرانی بدنما میلی کچیلی گاڑی نہ رکھے + گاڑی والا سوائے بائیں بازو کے دائیں بازو نہ ہانکے + گاڑی ہانکنے میں مشاق ہو + ڈریس اچھا رکھے + گھڑیال

ضرور رکھے + سب محلہ کا نام جانے + کرایہ نامہ ساتھ رکھے + رات کو بغیر روشنی کے گاڑی نہ ہانکے + گاڑی
بن گھنٹی کے نہ ہو + پہیّا میں ربر ہونا چاہیئے کہ آواز نہ آئے + کسی سوار کی کوئی چیز گاڑی میں چھوٹ جائے
تو پولس کے سپرد کرے + گاڑی بے تحاشہ نہ دوڑائے + سوار ہونے والے گاڑی پر چار زانو مارے نہ بیٹھیں
آدمیت اور خوبصورتی سے بیٹھیں + گاڑی کے راستہ پر کوئی نہ چلا کرے + اُس سے گذرنے میں جلدی کرے +
کوئی چوری سے گاڑی کے پیچھے نہ بیٹھ جائے + گاڑی والے کو حق ہوگا کہ جسقدر زور سے چاہے اُسے
مارے اگرچہ مرجائے + کچھ مضائقہ نہیں + پولس مین ہر طرح سے خبردار رہے + کوئی ناٹا۔ گڈا آدمی پولس
اور فوج میں نہ ہو + دو طرفہ چوبیس گھر کے بعد اور ہر موڑ پر پولس کا ناکہ ہونا چاہیئے + اُسی کے روبرو
اچھا خاصہ نفیس حمام ہونا چاہیئے + ہر دو طرفہ چالیس گھر کے بعد ہوسپٹل اور مبراؔ خانہ ہونا چاہیئے + کہ
ٹیلیفون دیتے ہی فوراً موقع پر پہونچ سکے + ہوسپٹل میں نزدیک نزدیک مریضوں کا بچھونا نہ ہو + جو آدمی
بیمار پڑے تو بہت مناسب ہوگا کہ ایک دم ہوسپٹل سپرد کردو کیونکہ اُس کی بیماری سے گھر بھر ناخوش
رہینگے۔ یوں جیسی مرضی اُسکی + شہر میں جسقدر دیوانے ہوں پاگل خانہ میں رہیں + کوئی میلا کچیلا نہ
پھرے + دھوبی اگر کسی کپڑا کے بارہ میں شکایت کرے کہ غلاظت لگی رہتی ہے تو وہ شخص مجرم ہوگا کہ اچھی طرح
صفائی نہیں کرتا + دھوبی کو چاہیئے کہ کسی کا کپڑا نہ کھوئے + کپڑا پہچاننے میں مشاق ہو + جو لوگ
کوڑھی اور بُرے امراض کے ہوں ہوسپٹل میں رکھے جائیں + سب کا علاج ہو + مگر مفت روٹی نہ
دی جائے + کچھ نہ کچھ اُن سے کام لیا جائے + کوئی ڈھونڈھنے سے بھی بھیک منگا نہ نکلے عام نوٹس
ہو کہ جس کو جس چیز کی ضرورت ہو سرکار میں درخواست پیش کرے یا فلاں مقام پر حاضر ہو + سب کی
حاجت روائی کیجائے۔ کہ مطلق کسی کو کسی چیز کی ضرورت نہ ہو۔ بلکہ پوچھا جائے اور وہ انکار کرے +
کہ زکوٰۃ کا مسئلہ ہی منقطع ہو جائے + لیکن اس سے یہ غرض نہیں کہ ہمیشہ لوگ خرچ کردیا کریں اور ہمیشہ
تمام عالم کا سامان مساوی الدرجات کرکے سب میں تقسیم کردیا جائے۔ یہ نہیں کیا جائیگا ہاں یہ البتہ کہ سرکار
سے ہر فرد بشر کی ضرورت پوری کردینے کے بعد جو کچھ بچے خزانہ میں جمع رہے ؎

چرا نستانم از ہر یک جو و سیم　　　کہ گرد آید مرا ہر روز گنجے

کہ پورا بندوبست کرسکوں + پس تم خود انصاف کرو کہ جو خلق اللہ کی اسقدر خدمت کرے کہ گاؤں
گاؤں میں کنواں تالاب۔ نہر ہوسپٹل کہیں بازارِ مسقف کہیں مردمن قوار یر + گویا پورا انتظام کرے کہ اس پرگنہ کی
منتخب عقلا کو جمع کرکے مجلس آراء قائم کرے + اور اسکو ایک ضلع کے ماتحت کرے اور اُس ضلع میں
بھی اُس سے بڑھکے عقلا کی مجلس آراء ہو۔ کہ مقدمہ وہاں سے چھنکے ایک صوبہ دار کے پاس پہونچے

کہ وہاں بھی اسی طرح مجالسِ حکماء ہوں + وہاں سے معاملہ صاف صوف ہو کر وائی ملکسا و متصرف خواہ ویسرائے کے پاس آئے وہاں بھی اسی طرح اس لبِ لباب کا جانچ پڑتال ہو + کہ وہ وہاں سے دار السلطنت کے بارگاہِ معلیٰ میں چھان چھون کیا جائے۔ وہاں سے محض خلاصتہ الخلاصہ اُس خادم القوم سید ہم کے پاس جائے جسکی طرف سے یہ سب انتظام کیا جارہا ہے + کہ اسکو کم توجہ کرنا پڑے۔ اور منجانب اللہ بعوضِ سرداری باریک نکتہ نکالنے کا مادہ اُس میں رکھا جائے۔ کہ اپنی رائے ظاہر کرکے حاکمانہ دستخط کردے + تو اُسکی کیا تنخواہ اور اُجرت ہونی چاہیئے؟ کیا یہی کہ وہ ذلیل کیا جائے؟ ہرگز نہیں بلکہ الورد کی طرح رکھنا چاہیئے + کہ ہر ایک کام کی مزدوری بنام ٹیکس پیش بھی کر دسر بھی جھکاؤ + ورنہ وہ کہاں سے اسقدر ملازمین کو تنخواہ دیگا + تو سرداری کے سبب سے چاہیئے کہ اُسکی سرداری کا نام ہو + سکہ اس کا ہو + اسٹامپ اس کا ہو۔ ٹکٹ اس کا ہو + اگرچہ اس کی مورتی پر ضربِ چھری ہو۔ مگر وہ گستاخی نہیں عین عزت ہے۔ عین اسکی پرستش ہے + مگر اس کے فوٹو یا ہیکل کے ساتھ گستاخی کرنی البتہ جرم ہے + تو جس کی طرف سے وہ مقرر ہوا جسکی متعلق حالت نہیں معلوم ہو سکتی اُس کے احسان کا بدلہ کیا ہونا چاہیئے؟ کیونکہ کوئی اس لائق نہیں۔ لہذا ہر بات میں عاجز رہ کر یہ خیال کرلینا چاہیئے + کہ تُو نہیں تو تیرے افعال و مخلوق ہی سہی۔ انہیں کے ساتھ احسان کرنا چاہیئے + کہ باہم مِل جُلکے رہیں کسی کا دل نہ دُکھائیں۔ ہر ایک کو خوش رکھنے کی ترکیب کریں۔ اور آخر میں اس سے بھی عاجز رہ کر کسی جگہ کو معبد مقرر کرکے اپنی ناپاک و ناچیز ہستی کو وہاں پہونچا کے تجھ ایسے گمنام حاکم کی حمد و ثناء کرتے ہوئے سر جھکائیں۔ کہ یہ جو کچھ ہم نے کیا ہے یا کرتے ہیں خواہ کرینگے وہ سب تیرے احسانات کے آگے ہیچ ہیں۔ بلکہ اگر تو نہ چاہے تو یہ بھی کرنے کی قوت نہیں + اس لئے سخت عاجز ہیں کیا کریں + پس اپنی کائنات کے مطابق تیری حمد و ثناء پر بس کرتا ہوں۔ آئندہ تو سرکار ہے + آقا ہے مالک ہے + ہم بندۂ ناچیز ہیں + تو یہ بات کہ (تو نہیں تو تیری مخلوق ہی سہی) اس میں خود بھی ہوا + اس لئے خود پر رحم کرے + تو دوسرے پر رحم کرنا خود ہی پر رحم کرنا ہے + کہ رحم کیا جانیوالا بھی اُس پر رحم کرے۔ تو یہ رحمت ہی میں داخل ہوگا۔ کہ تمام عالم کے اصلاح و انتظام و صفائی کے لئے دم سے حاضر رہے جس کو جہاد کہتے ہیں + درم سے حاضر رہے جسکو زکوٰۃ کہتے ہیں + قدم سے حاضر رہے جس کو خدمت کہتے ہیں + قلم سے حاضر رہے جسکو ملازمت کہتے ہیں + کلِم سے حاضر رہے جسکو فیصلہ اور حجت کہتے ہیں + جو وکیل اور بیرسٹر کے ذمہ ہے + اور جو کچھ اُس میں خوبی و صفات رکھے گئے ہیں اُس میں سے صرف نفقہ کرے + جیسے جس کو علم ہے تو وہ لوگوں کو فیض پہونچائے +

جو کچھ معلوم ہو اشاعت کر دے + اپنے ساتھ نہ لے جائے + اسی طرح سب قسم کے خوبی پر قیاس کر لو + انہیں سب کا نام اطاعت اور فرمانبرداری ہے + انہیں فرمانبرداروں سے لشکری و کشوری محکمہ ہے + جو ان باتوں سے منحرف ہے وہی کافر ملعون ہے + نہ وہ تجارت میں ترقی کر سکتا ہے + نہ ریاست نہ سیاست نہ حکمت نہ حکومت نہ آرام میں نہ جنت میں مگر مصیبت میں + پس ایسی حالت میں بہت بڑے مہربان رحمن و رحیم پر فضلاً فرض ہو گیا کہ اس کا بندوبست کرے کہ کسی شاہ الورد کے وسیلہ سے زبردستی زکوٰۃ ادا کرا دے جس سے عالم کا بندوبست کیا جائے + کہ کسی جگہ سڑک خراب نہ ہو۔ کشادہ رہے + گرد و غبار نہ اڑے + کوئی کھلا ہوا چونے کا ڈگرا یا کوئی ایسی چیز جس کے پڑنے سے آنکھ یا کسی عضو پر نقصان پہونچے + خواہ کپڑا برباد ہو۔ شاہراہ سے نہ لے جائے + امر قرار واقعی کی تحقیقات میں اگر پولس کی طرف سے کچھ شدت ہو تو وہ ہرگز ظلم نہیں نہ پولس مین جہنمی ہوگا + کیونکہ یہ اُس کا فریضہ ہے کہ بُروں کی سرکوبی کرے + یہ نہیں کرنا جہنمی کی نشانی ہے مگر کس حد تک خوش نیتی سے کیا جاتا ہے اور کس حد تک بدنیتی سے۔ اسکی تحقیقات کے لئے خفیہ پولس اور اُسپر بھی دوسری خفیہ پولیس چاہیے یہاں تک کہ لگاتار + تو جاسوس کا یہی فریضہ ہے کہ کچھ بھی ہو جائے مگر وہ خود کو جاسوس نہ ظاہر کرے + نہایت درجہ کا دوست بنکے حقیقتِ حال کو دریافت کر کے اطلاع دے۔ یہ کچھ غیبت نہیں نہ اس میں اس کی بیوفائی ہے + نہ کرے تو اپنے مالک کا وفادار نہیں + کیونکہ اُس نے اُس کو اسی واسطے رکھا ہے کہ جس ڈھب سے ممکن ہو پوری حالت دریافت کرے کہ بُروں کا انتظام کیا جائے + اچھی طرح صفائی ہو + بالکل امن رہے + کسی کو دکھ نہ پہونچے + اس حیثیت سے جاسوس مصلح العالم ہے + اس کا بڑا درجہ ہے + ان سب واقعات کے ثبوت پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بارگاہِ معلیٰ میں مدعی اور مدعا علیہ کی طرف سے کوئی شفیع ہو کے حاکمِ وقت سے عرض و معروضہ کرے + لہٰذا اگر حاکم کسی ایسے کو جو انتظام و اصلاح و تمدن و سیاست و حکمت کے نکتہ سے واقف ہو۔ مقرر کر دے کہ وہ شفاعت کیا کرے۔ تو کچھ بیجا نہیں۔ پھر اُس شفیع کا نام بیرسٹر رکھو یا وکیل و رسول خواہ جو دل میں آئے + تو بیرسٹر اور وکیل کو چاہیئے کہ پوری طرح سے تحقیقات کرے + اگر بے ایمانی بھرا ہوا مقدمہ ثابت ہو تو بجائے شفیع ہونے کے خود گواہ بنجائے۔ اور اسکو گرفتار کرا دے تاکہ برائی بیخ و بُن سے مجتنب ہو + ایسی حالت میں وہ وکیل اور بیرسٹر ایک رکنِ نبوت ہے + اور جو لڑا مارے وہ بڑا حرامزادہ ہے + اُسکی خود سزا ہونی چاہئے + مگر اُس حالت میں کہ جب سچا وہ شفیع ہو کر جاتا ہے تو حاکم کی شان کے مطابق کاغذ ہونا چاہئے + کہ ہر حال میں عدالت کا رعب و دبدبہ ہو +

کہ مارے رُعب وہیبت کے مجرم کی مجرمانہ صورت ظاہر ہو جائے + اور حاکم تا حصول شہادت قویہ حاکمانہ
حد کے اخلاق سے دریافتِ حال رہ سکتا ہے + جلدی فیصل کرنے کی کوشش کرسکتا ہے + جسکی ڈگری
ہو اُسکو تاوان دلواسکتا ہے + بُرائی ثابت ہوجانے پر البتہ مجرمِ مذکور قابلِ اخلاق نہیں واجب التوبیخ
والتعزیر ہے + ان سب حالات کی سچی اشاعت اخباروں سے ہوتی رہے + کہ ہر ایک ملک اور حکام
وانتظام کی حالت معلوم ہوتی رہے + اس میں اخبار بالکل آزاد رہے + جھوٹی نولش اور بغاوت نامہ نہ لکھے + نہ کسی
پر بہتان کچھ لکھ مارے + غرض کہ جھوٹا واقعہ نہ بیان کرے + جو سرکاری اخبار مقرر ہو + اس کا ملاحظہ
کرنا تمام ملک پر فرض ہوگا + کثرت سے بے وجہ اخبار نکالنے کی حاجت نہیں + البتہ فائدہ رسانی
کے لئے رسالجات نکلیں جس میں علمی بحث ہو + مگر مجرب فساد نہ ہو + جو بڑا کام کرے خلق کو فائدہ پہنچائے
نیک بنا رہے + اُس کا اسٹیچو بڑے شہر میں بجائے کشادہ وسرسبز اُونچے منارہ پر رکھا جائے۔ کہ
دوسروں کو بڑے کام کرنے کی تحریک ہو + پوسٹ مین تمام محلہ اور گھر سے واقف ہو + خط ضائع نہ
کرے + کسی کا خط نہ کھولے + ہر ایک کے بول وبراز کے لئے آبادی اور غیر آبادی میں موقع سے
جگہ بنی رہے + وہ سب بول وبراز ایک جگہ جمع کئے جائیں فنائل وغیرہ سے اُسکی بدبُوئی اُڑا دی جائے +
اور کھاد بنایا جائے کہ زراعت میں کام آئے + کوئی چیز بیکار نہیں سب نعمت ہے + اسرافِ نعمت
کفرانِ نعمت ہے + جو اس کا مرتکب ہے وہی کافر ہے + کفار سے دنیا خراب ہوتی ہے یہ عداوت
سے لوگوں کی نعمتیں برباد کرنا چاہتے ہیں + منسپل کا لالٹین توڑتے ہیں + ریل گاڑی انجن جو شیشہ
ہوتا ہے + اسکو توڑ دیتے ہیں ۔ ریل گاڑی میں آگ لگاتے ہیں + ڈائینومٹ رکھتے ہیں +
معصوم عورت کے پیٹ سے بچہ نکال کر دو ٹکڑے کرتے ہیں + بڑے بے رحم اور حرام زادے
ہیں + چاہیئے کہ کفار تمام عالم سے جلد بدر کئے جائیں + نہ کہ اور ملازم رکھے جائیں + انہوں نے
پورٹر ہو کے چند بار گاڑی لڑوا دی + آئندہ کوئی پورٹر غافل نہ رہے + ہر ایک کے پاس گھڑیال
رہے کہ وقت پر کام ہو + سب لوگ فجر ہوتے ہی سب کام سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام میں لگجائیں
گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ دن باقی رہتے ہوئے بہ استثنائے ریلوے محکمہ اور چونگی سب برخاست کردیا
جائے + سیر وتفریح میں لگ جائیں + اتوار کے روز ریلوے اور چونگی چھوڑ کر تمام تعطیل ہو جائے +
کوڑی کوڑی کا حساب ہو + کوئی خیانت وبدنیتی نہ کرے + ذرا سا بھی بے انصافی نہ ہو +
عورتوں پر رحم کرنا بے انصافی نہیں عین انصاف ہے + ان میں قوتِ جاذبہ بہت ہے + ان
میں ترقی اعضاء کا نظام زیادہ ترمکمل ہے + اس وجہ سے انکے افعال واشغال میں ایک قسم کی

لطافت ونزاکت ہوتی ہے + ضعیف القویٰ اور نازک مزاج ہیں + انکو ارگجہ ۔ غالیہ ۔ غازہ گلگونہ
سفیدآب کیسمہ وسمہ ۔ حنا سرمہ ۔ عطریات ۔ چندن اور بخور سے بہت شوق ہے + جس سے اور
قوتِ جاذبہ بڑھتا ہے + اونٹ ۔ گھوڑا اور سیکل کی سواری کے لائق نہیں لیکن اگر عادت کرتی
ہیں توخیر بسم اللہ کچھ مضائقہ نہیں + اُن کا ذہن ڈاکٹری اور فنون سے زیادہ مقرون ہوتا ہے +
لہذا ضرور اسکول میں اُستانی سے تعلیم دی جائیں کہ آسمانی کتاب پڑھ سکیں + بچوں کی اچھی تعلیم کریں +
آدمیت سیکھیں + گھر کا حساب وکتاب سنبھالیں + علم سے دل ودماغ پُر ہو + مرد وعورت میں کچھ
فرق نہیں + مرد بھی بادشاہ بنا ہے ۔ عورت بھی بادشاہ بنی ہے + مرد بھی لالا بنتا ہے عورت بھی ماما بنتی
ہے + مرد بھی ڈاکٹر بنتا ہے + عورت بھی ڈاکٹرنی بنتی ہے + مرد مسیح اللہ بنا ہے عورت مریمؑ اللہ بنی ہے +
دونوں عہدۂ انسانیت پر ہیں + پھر یہ کیا معنی کہ مرد تازی ہوا کھائے ۔ ذرا جی گھبرائے اِدھر اُدھر چلے +
اور عورت بیچاری کے پاؤں میں بیڑی گلے میں زنجیر دی جائے + ناک کان چھید چھاد کے حبسِ
بیجا کردی جائے + کہ کنز مخفی بنی ہوئی گھر میں بیٹھی جنا کرے + بلغمی بدن ہوجائے ۔ مگر ایک گھر
سے دوسرے گھر نہ جانے پائے + اور ان کے بڑی اَمّاں جان اپنے یار وآشنا کی پاسدار
بنی ہوئی سپہ سالار شمشیر بکف ہوکر میدانِ جنگ میں چلی آئیں تو وہ سب سزاوار ہے ۔ مگر دوسری
گھر سے نکلیں تو گناہ ہے + گناہ کارِ گناہ کا نام ہے نکہ بے گناہی کا + کیا ہی انصاف ہے ۔ واللہ
اگر یہ انصاف ہے تو ادھر بھی یہی انصاف ہے کہ تم ساری نعمتوں سے محروم رہو تم پر ازلی وابدی
پھٹکار رہے + دیکھو مرد وعورت کے بارہ میں یہ سب ہونا چاہیئے ۔ کہ اچھی تعلیم ہو + غیر نمو یافتہ طبیعت
پر اس طرح اثر پڑتا ہے جس طرح کچے گھڑے پر نقش ونگار کا اثر + کہ ٹوٹ جانے تک وہ اثر نہیں
جاتا + تو تعلیم سے نکوئی پھوھڑ بن سکتا ہے نہ کوئی نکھٹو + اگر بہرحال شقاوت ازلیہ سے پھوھڑ
اور نکھٹو رہجائے تو کوئی چارہ نہیں ۔ اپنے وقت پر سزایاب ہوکر فنا ہوجائینگے + مگر حتی الوسع
کوشش کرنی چاہیئے + کہ جب یہ تعلیم پاکر تنومند خوبصورت ہوکے اپنے تمام جوشیلے اور مزیدار
جذبات کے ساتھ بلندی پر پہونچیں توان کو پوری آزادی دیدی جائے + کہ اپنی رضامندی سے جسکو
چاہیں پسند کریں + مگر دیوانہ کو نہ پسند کریں + دیوانہ کی جگہ پاگل خانہ ہے + اگرچہ شادی کے بعد بھی
ہو + ممکن ہے کہ اذیت پہونچائے + دگر حالت میں عقد تمکین کے بعد عدم باکرہ ہونے کی شکایت
اتہام سمجھا جائیگا + اگر کور وکر ۔ یک چشم وبدنما وپیری پسندیدہ ہے اور دل سے دل مل گیا ہے تو
وہی سہی + مگر بشرطیکہ باہم چچیرے ۔ ممیرے ۔ خلیرے ۔ پھوپھیرے رضاعیؑ خواہ بالکل بیگانے ہوں +

ورنہ ہرگز نہیں + یا شادی قصب السبق اور ایام الرہاں کی طرح ہو + کہ عورت کی طرف سے نوٹس ہو کہ وہ اپنی ذات پر بطور طریقۂ شادی لوٹری لگاتی ہے + اور یہ اسکی تازی تصویر ہے + جسکو جائز طور سے لوٹری میں شریک ہونا ہو یعنے اُس سے نکاح جائز ہو تو دو روپیہ کے ساتھ اپنا تازہ فوٹو اور پتہ نشان لکھ کر بھیجدے یہی مہر معجل ہوگا + اُس میں بن جورو والے شریک ہوں + جب اسکی دانست میں کافی درخواستیں جمع ہو جائیں - اور کوئی فوٹو ناپسند نہ ہو - تو روز مقررہ پر قرعہ اندازی کیجائے + پھر جس کے نام سے پٹ جائے وہ نقدی سمیت اُسکی خدمت میں حاضر ہو + جو فوٹو ناپسند ہو پہلے ہی واپس کردے + اُس میں بے ایمانی نہ کی جائے + شادی کا رسم اور یہ دونوں برابر ہوگا + تزویج کا پورا اعلان ہو جائیگا + پھر بھی گرجا میں شکریہ ادا کرنے کو حاضر ہوں + لیکن جس کے نام سے لوٹری پڑے اور وہ نامرد نکلے تو اُس سے جبراً خلع کرا سکتی ہے + بلکہ وہ شخص مجرم ہوگا کہ خود کو نامرد جانکے اُسنے کیوں لوٹری بھیجی + اگر بعد اُسکے نامرد ہو گیا خواہ مر گیا تو عورت دوسرا نکاح خواہ لوٹری کر دینے کی مالک ہے + اگر حاملہ ہو تو اسکو بھی ظاہر کردے + مگر بار بار نہ کرے تو مناسب ہے اور اگر کرے تو عیب نہیں + لیکن حتی الوسع ایک کی بن کے رہے + ایسی عمدہ حالت میں حلالہ - وخالہ - ماجورہ - مملوکہ - متعہ - عقد رواں اور خواص - مہر مثل - مہر معجل اور غیر معجل - طلاق رجعی و بائینہ تملیک طلاق - توکیل طلاق - تمنیت طلاق کی حاجت نہیں - نہ چار مرد کے بیچ میں ایک عورت رہے - نہ ایک مرد کے بیچ میں چار عورت کیونکہ ہر ایک کی کماحقہ معادلت کرتی ناممکن ہے - ورنہ ضروری کہا جاتا کہ ایک نہیں دو دو اور چار چار کرو + پس یہ بیہودہ دلیل ہے کہ عورتیں جلد بوڑھی ہو جاتی ہیں مرد جوان رہتے ہیں اس واسطے دوسری کی حاجت ہے تو جوان عورت ایسے جوان مرد پیر نما کو قصداً نہیں پسند کریگی اگر وہ ظلم ہے تو یہ بھی ظلم ہوگا - پس آدم و حوا کی طرح ایک رہو - چنانچہ فطرةً زیادہ اسی پر عمل درآمد ہے + اور مرنے کو تو عورت و مرد دونوں مرا کرتے ہیں - کسی میں کمی و زیادتی نہیں اگر ہے تو بد احتیاطی کے سبب سے اگر جوڑا جوڑا لے لئے جائینگے تو ہمیشہ برابر رہینگے - لہذا ہاجرۂ و سایرۂ کا رنگ پیدا کر کے خانہ بربادی کرنے کی ضرورت نہیں + عورت و مرد میں بھی منحوس و مسعود مقبول و مردود ہوتے ہیں + تو یاد رہے ہے کہ طلاق پھلاق دیکر جورو اول بدل کرنا کسی سے نطفہ لینا - جورو کے ساتھ ناچنا یہ سب شیوہ عزلی ہے جو شرعی دیوثی و قرمساقی ہے + فحش کو ترقی دینا ہے + پھر تو کھلم کھلا اباحت عامہ ہی کیوں نہ کر دیا جائے - کہ سارے کے سارے چوپایہ بنجائیں + لہذا چاہیئے کہ جب تک اُن مردودوں نے ایسا کیا تو وہ کر چکے وہ جہالت و توحش کا زمانہ تھا اب نورانیت کا زمانہ ہے - یہ سب مراسم منسوخ کئے گئے + جو یہ حکم نہ تسلیم کرے اسکے

جہنم داصل کرو + لیکن میاں بیوی میں سخت نزعہ واقع ہو جائے جو کسی طرح دفعہ نہیں ہوسکتا ہو تو ایسی حالت میں طلاق کی اجازت ہے تو طلاق نکاح پر حصر ہے۔ اور نکاح طرفین کی رضامندی پر محمول ہے تو طلاق و خلع بھی طرفین سے ہونا چاہئے جسکو مبارات کہتے ہیں۔ پس از طلاق ارتداد وارتجاع نہیں ہوگا + جو عورت مکرر مطلقہ ہو دائیم الحبس کی جائے کیونکہ یہاں مقصود یہ ہے کہ اپنے پسند سے شادی اسی واسطے ہو کہ یوسف زلیخا کی طرح احسن القصص کے مفہوم میں داخل ہوں + کوئی عورت کسی غیر مرد سے راہ ورسم نہ رکھے نہ مرد کسی غیر عورت سے کہ باہم اشتباہ واقع ہو + ازروئے آئینِ مباشرت اور قانونِ ازدواج حلیل و حریم صیغۂ زوجیت میں باہم برابر رہینگے + بایکدگر خادم و مخدوم ہونا چاہیئے + باہم میانہ روی کے ساتھ رہیں + رنج و راحت میں شریک رہیں + زندگانی کے سفر میں باہم مونس و غمخوار سچے دل سے دوست اور ایک جان دو قالب رہیں + عقد و نکاح شادی بیاہ ایک قسم کا دوامی معاہدہ ہے + محبت کی گرہ باندھی جاتی ہے + وہ پختہ ہونا چاہیئے نہ کہ خام + لہذا ہر معاملۂ و معاہدہ میں ان سب باتوں کا ضرور خیال رہے کہ (۱) معاہدہ بشکوکِ ناجائز نہ ہو + جیسے اگر کسی بیمار کو ڈاکٹر یہ کہدے کہ وہ دو گھنٹہ میں مرجائیگا لیکن اگر وہ ڈاکٹر مذکور کو فلاں چیز دیدے۔ تو وہ ایسی دوا دے جس سے وہ فوراً اچھا ہو جائے + کہ وہ خوف سے وہ چیز دیدے تو چیز مذکور ڈاکٹر سے لوٹائی جائیگی۔ کیونکہ یہ معاہدہ جبر و اکراہ اور فریب و دغا سے عمل میں لایا گیا ہے + اسی طرح اگر کسی شخص کے مکان میں خزانہ گڑا ہوا ہو + اور کوئی اُسکو جانتا ہو مگر اُس سے نہ کہے اور دھوکا دیکر اس کا مکان خریدے یا خراب چیز خریدوادے تو خزانہ و مکان وغیرہ سب لوٹایا جائیگا + اسی طرح یہ لوٹری ہوگی۔ کہ کوئی نقصانی ظاہر ہونے پر تردید کی جائیگی + اس واسطے کسی وقت میں (۲) کوئی معاہدہ بہ داب ناجائز نہ ہو۔ (۳) کوئی معاہدہ بہ کتمان الحق اور بخلافِ بیانی نہ ہو۔ کہ اصل بات چھپا کر معاہدہ کر لیا جائے معاہدہ کے بعد حق بات ظاہر ہو کہ لوٹری میں اشتہار کسی اور عورت کے طرف سے ہو + اور بعد از لوٹری کوئی غیر عورت۔ لوٹری یافتہ کو ملے کہ آجکل جاری پڑگئی ہے تو یہ بجا نہیں (۴) کوئی معاہدہ بامرِ محال نہ ہو کہ ہم فنا فی روح اللہ ہو جائینگے یا دو خطِ متوازی باہم ملجائینگے جب معاہدہ ہذا کی تکمیل ہوگی یہ سب چالبازی میں داخل ہے + معاہدہ مقدور التسلیم اور مباح الانتفاع ہونا چاہئے + (۵) کوئی معاہدہ خلاف مصلحت عامہ اور خلاف تہذیب نہ ہو۔ (۶) کوئی معاہدہ عدیم الوجود چیز کے بارہ میں نہ ہو + انقباض و انحراف معاہدہ سے مناطِ معاہدہ کالعدم ہے + اگر کسی نے اپنے مال و مطاع کے بارے میں پیشتر سے یا قریب الہلاک ہوتے وقت

(دفعہ ۱)

تحریری یا تقریری ایسا حکم دیا کہ فلاں بات بعد از وفات ہمارے اس طرح جاری کی جائے تو اُس کی وصیت میں تبدیل و تغیر اور تحریف الفاظ و معانی نہ کئے جائیں - بہ استثنائے پادشاہ جس قدر لوگ ہوں - ان کے بعد ان کی اولاد میں ان کی املاک تقسیم کی جائیگی - بیٹے کو دو حصہ دیا جائیگا - بیٹی کو ایک حصہ + اگر خالی بیٹا یا بیٹی ہو تو نصفا نصف جیسے ایک شخص ہے جس کے پاس پچیس گائی ہے اور پانچ بیٹے + یا پانچ بیٹیاں ہیں + اور ہر ایک گائی پر نمبروار نمبر دئیے ہوئے ہیں جس پر ایک ہو اُس سے یہ مطلب ہو کہ وہ ایک سیر دودھ دیتی ہے - جس پر دو ہو اُس سے یہ مطلب ہو کہ وہ دو سیر دودھ دیتی ہے - اسی طرح پچیس نمبر تک - تو پانچ بیٹے میں پانچ پانچ گائی پڑ جاتی ہے - مگر دودھ برابر نہیں پڑتا اسواسطے چاہیئے کہ ایسے ایسے نمبر کی گائی دیجائے جس سے دودھ برابر پڑے کر فساد نہ ہو - جیسا کہ دربارۂ دین و دُنیا تم لوگ میں جھگڑا ہے پس وہ نقشہ ہذا کے مطابق تقسیم کر دو - فہو ہذا -

اول کو	دوم کو	سوم کو	چہارم کو	پنجم کو
9	8	7	6	1
13	12	11	2	10
17	16	3	15	14
21	4	20	19	18
5	25	24	23	22
65	65	65	65	65

اسی طرح جہاں ضرورت ہو حساب کر لو + علم حساب سیکھنا کچھ عذاب نہیں + ازل سے ابد تک حساب و کتاب ہے + بہرکیف مقصود دلی اینکہ جسقدر عقار و مال و متاع غیر منقولہ ہو جیسے زمین و تالاب وغیرہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی زمین بیچدی - تو جس قدر اس میں تالاب اور تالاب کی مچھلیاں اور درخت وغیرہ ہیں وہ سب فروخت میں شریک سمجھے جائینگے - ایسا نہیں کہ گائی بیچی اور گائی کا بچہ اور دودھ نہیں بیچا گیا - ہرگز نہیں بلکہ جملہ فروخت میں داخل ہوگا + لیکن اس صورت میں کہ کوئی اپنا باغ کسی قدر روپیہ لیکر کسی کو ایک مقررہ وقت تک کے لئے دیدے جسکو اجارہ کہتے ہیں اور اُس وقت تک پھل نہ آئے تو واپس لے لینے کا مجاز ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا بیمہ اور لوٹری ہے + اگر کسی کو کوئی اولاد نہ ہو تو اُس مرد کا بھائی اُس کا مالک ہوگا + اگر اُسکو بھی کوئی اولاد نہ ہو تو اُس کی بہن قابض ہوگی جس کو کوئی نہ ہو وہ سرکاری مال ہوگا + مگر اُس کی ضرورت ہی نہیں چاہیئے کہ مفلسی ہی بیخ و بُن سے اُکھاڑ دی جائے کہ زکوٰۃ کا مسئلہ ساقط ہو جائے + اور بُرائی بھاگتی نظر آئے کیونکہ ساری بُرائی مفلسی ہے + پس یہی ام الخبائث و الشرور ہے - باقی جس بات کو دل طبعی طور سے بلا تشویش و تکلیف پسند کر لے

جسکی پسندیدگی میں خوشی بلارنج ہو وہ ضرور اکثر اچھی بات ہے + اور جس میں دل کو مجبور کرنا پڑے عادت کرنے کی حاجت ہو جس کے حصول پر دل ملامت کرے وہ ضرور بُری بات ہے + یہی بھلائی اور اچھائی کی مختصر شناخت ہے۔ جو بالکل حاوی ہے + آئندہ ان اشعار کو یاد کر لو۔ اس میں سب بُرائیوں کے نام ہیں اُن سب مذکور و غیر مذکور کو چھوڑنا چاہئے وہ یہ ہیں کہ ؎

بخل و طمع و بزدلی و کاہلی — سرق و میخوارئ و کبر و جاہلی
قہر و بے صبرئ و بہتان و نفاق — کفر و شرک و بغض و اسراف و طلاق
کید و غمازئ و دجل و احتکار — غیبت و قتل و قمار و افتخار
فتنۂ و جملہ فسادات و شرور — مسکرات و عجب و اغواؤ غرور
بے وفائئ و ریاء و حقد و جنگ — جلق و اغلام و زنیٰ و کسرِ ننگ
چاپلوسئ و دل آزارئ و زور — غبن و بد خلقئ و گمراہیٔ و جور
ہر بغاوت ہر خیانت ہر حسد — ہر بدی ملعون گشتہ تا ابد
ہر چہ فرمود است یحییٰ گوش کن — زشتی را بگذار حالا ہوش کن

پس اتنی دیر سے جو تم بدی بدی سُن رہے تھے وہ یہی سب بدی ہیں انہیں کو چھوڑنے کی ہدایت کی جا رہی ہے + جب عروسِ بدی کو تم طلاق دے چکو + اور نیکی سے نسبت پیدا کرنے کی کوشش کرو تو اس کے ارکان سے یہی سب رکن ہیں کہ ہر فردِ بشر ملکیٔ و خانگی و جسمانی انتظام و صفائی کر کے روحانی صفائی کی طرف مائل ہو + کہ اُس کا دنیاوی پہلا رکن یہ تھا اور یہ ہے کہ اتوار کی شام کو گرجا میں سامنے کے دروازہ سے داخل ہوتے جاؤ + گرجا میں داخل ہونے کے پیشتر زمین دوز قوسِ آہنی کے پا انداز میں جوتا صاف کرو + بلکہ پاپوش لاثیشین استعمال کرو تو بہتر ہے + گرجا میں داخل ہوتے ہی مرد لوگ ٹوپی اُتار دیں + ننھے بچوں کو وہاں ساتھ نہ لے جاؤ بلکہ کسی محفل میں بھی نہ لے جاؤ کہ شور و غل کریں + وہاں کی کوئی چیز مانگیں + بول و براز کریں + یہی قانون ہر طرح کے مریض کے لئے ہے + حاملہ اور محیضہ و مستحیضہ و ذات النفاس نہ جائیں + نجس و ملعون قوم کی طرح بے حیا نہ ہو کہ اپنی جورو بیٹی کے سامنے پیشاب کر کے ننگ چشانی کرتی ہے + معبد کے حوض میں برہنہ ہو کر نہاتی ہے + وہاں پیشاب خانہ وغیرہ بناتی ہے + یہ وہاں کا بخور اور چندن ہے + اور مرد ان ہڈیوں پر پھول اور صندل چڑھاتی ہے + اس کا نام دولہا دلھن یعنے عروس رکھا ہے + ایسا کپڑا پہنے سر ڈھکنی ہے جس سے برہنگی ہو مقامِ مخصوص پر چپک کے خطِ استوا کا نقشہ بتلائے + ریتی اور اینٹ سے طہارت کر کے

کی جوتا

مسجد میں آکے آبدست کرتی ہے + اور ہاتھ سونگھتی ہے - آبدست کرنے بھی نہیں جانتی پہلے ہاتھ خوب
تر کرنا چاہئے اسکے بعد آبدست چاہئے یہ پاجی قوم مسجد کو سرائے بناتی ہے + بے طرح کھاپی کے
وہاں ٹانگ پسار کے پڑجاتی ہے - اور توپ زنی کرتی ہے - اس پر منظم ہوتی ہے طاق بھرنی ہے + اس
میں بُرا کام کرتی ہے + اس کا نام اعتکاف رکھا ہے + بزرگ مسجدوں کو منہدم کرتی ہے اس کا
نام کارِ ثواب رکھا ہے + ملعون بھنگی - کولی اور چمار سے بڑھکے پلید رہتی ہے + سارے مسجدوں کو
غیبت گاہ و دار الفاسقین بنایا ہے + فحش و دق ذوق کو نستعلیق گوئی اور شیوہ زبانی بنایا ہے + حرف
چکشی و کنایہ گوئی کا نام فصاحت رکھا ہے + تریاکی و بھنگی کو فیلسوف سے تعبیر کرتی ہے + بڑے لفلقہ
سے بالحفظ الغیب سیہ محضری کا نام صاف گوئی رکھا ہے + کلامِ حیض الرجال و بہتان العظیم جسکی سماعت
سے سوء الہضمی اور شیشۂ دل بر رنگ ہوا اس کا نام تحقیقات رکھا ہے + سخت بات کہکر گستاخی معاف
کیجئے کہدینے کا نام حرارتِ دینی رکھا ہے + کز و کس پرستی اور کسی کی جورو بیٹی پر نظر کرنے کا نام اور
اغلام و زنی اور ساری بدی جسکو علت المشائخ کہتے ہیں اس کا نام سرِ تسلیم خم کرنا اور تصوف
رکھا ہے + ان سب سمجھانے کا نام ہمہ اوست و از دوست رکھا ہے کہ سے

روشن ہوا جو آنکھوں سے پردہ یہ اٹھ گیا	ہفت آسماں ہے پردۂ دولت سرائے دوست
نا آشنائے غیر ہوئی اس قدر نگاہ	دشمن کوئی نظر نہیں آتا سوائے دوست

بھلا یہ کیا اور اس حرام زادے کی دوستی کیا + برابری سے برادری ہے + یہ کچھ کسی کے برابری کا
نہیں کہ اس سے دوستی و برادری ہو + یہ سب افترا علی اللہ ہے + تمام بروں سے عالم خالی کرایا جائے +
یہ بُرے لوگ طرح طرح سے بھیک مانگتے ہیں - پاجی بنتے ہیں - مفلسی کو ترقی دیتے ہیں - جس سے بُرائی
کو ترقی ہو + مشتبہ بامورِ سرکاری و خدا رسیدگی ہوتے ہیں + اچھے کاموں میں مزاحم ہوتے ہیں حالانکہ
بہت بڑے اچھے کا یہ حلیہ بتلا دیا گیا ہے + کہ ہر ذرہ پر ایک رب مقرر ہے اور اس رب پر بھی ایک رب
ہے جو مسلسل کہیں رب الارباب پر تمام ہوتا ہے - کہ انکی قدرت و قوت مقید ہے بخلاف اس
تربیت دینے والے رحمان و رحیم رب العالمین کے جس کو اللہ کہتے ہیں - کہ اگر کسی ایک ذرہ کی بھی
حمد کی جائے تو بوجہ اسکے کہ حامد اور حمد و محمود سب فنا ہے بلکہ فنا بھی فنا ہے + کہ ان سب کا آخر بدلہ گا
وہی اللہ ہے اسکی طرف حمد لوٹ جاتی ہے + لہذا مستقل طور سے اسی کی حمد کرنی چاہئے اور کسی کی مدح
نہیں کہ یہ حمد شکر و سپاس میں داخل ہو + کہ وہ رب العالمین ہر چیز پر قادر ہے پس اسکو قدرت ہے کہ تربیت
دینے کے لئے + ہر عالم میں اسی عالم کا لباس پہنکر جو کچھ اس مقید حالت میں اچھی چیزیں معلوم ہوں سب کو

منتخب کرکے لوگوں کو استعمال وعملدرآمد کرنے کا حکم دیدے + اس واسطے مختصر علیہ یہ ہوا کہ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیلٌ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الجَمَال + یعنے وہ اچھا ہے اور اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہے تو اب دیکھ لو کس طرح تم کو اچھی اچھی چیزیں انتخاب کرکے تبلائی جارہی ہیں + گویا خود کو تم سے راضی رکھنے کا ازخود ہتھکنڈا اتبلاتا ہے + پس تم سے جہاں تک ممکن ہو اچھی چیزوں پر قبضہ کرتے چلے جاؤ تو یہ سب تعلیم ونصیحت بہت اچھی ہو رہی ہے اس پر قبضہ کرو کہ گھنٹہ نہ بجاؤ + گرجا کو صاف ستھرا آراستہ وپیراستہ رکھو + ممبر کے پاس گلدستہ وبخور وغیرہ ہو + ممبر کے سامنے مسیحائے ثانی کی دو خوشنما تصویریں ہوں + اُس طرف لوگ سینہ پہ ہاتھ رکھ کے سر جھکائیں + بنچ کے آگے بیل یا لبا ڈسک نما ٹیبل ہو + سب لوگ خوشبو لگا کے آئیں + ذرا فاصلہ سے بیٹھیں + جسمانی فاسفورس سے تکلیف نہ ہو + عورت کے بنچ پر مرد نہ بیٹھے + بنچ پر گدیلا ہونا چاہئے + حول کے اوپر حکام کے لئے برآمدہ ہو + وہاں مشن سے مروحہ ہو + برقی روشنی ہو + ٹیلیفون کا انتظام ہو + ممبر کے دائیں بائیں اسٹیج ہو جسپر تمام آوازوں سے مرکب خوش آئندہ وعشق انگیز وا لا باجہ ہو + کہ جب فرمان ہذا کا کوئی ایسا مقام آجائے جسکو خوش الحانی سے ادا کرنے کی ضرورت ہو + تو دونوں اسٹیج پر بیٹھ کے پڑھنے والے اُسکو باجہ بجا کر خوش گلوئی سے ادا کریں کہ عبادت میں دلچسپی وخوشی ہو + کیونکہ موسیقی بہت جلد عرفان و عشق کی طرف رہبری کرتی ہے + اس کے بارہ میں کیا کہوں جو کچھ کہتا ہوں سو سنتے جاؤ کہ ؎

کروں وصفِ موسیقی گر بیاں تو کھلے طرب سے مری زباں
جو یہ حُسنِ خوب نہ ہو عیاں تو یہ موسیقی سے بری رہی

جو فنا سے پہلے فنا ہوا تو رہِ فنا سے سوئے بقا
وہ یقین ہے کہ پہنچ گیا وے پھر بھی بے خبری رہی

یہ خبر خبیر سے پوچھئے تو خبیر ہی کی خبر نہیں
یہ تو بے خبر سے خبر ملی کہ پری جو تھی سو پری رہی

یہی اور اُسکی دلیل ہے یہی معرفت کی سبیل ہے
بھلا کون اُس کا مثیل ہے جو کھری تھی بات کھری رہی

یحیٰی جو تھا سو گذر گیا مرنے سے پہلے ہی مر گیا
مرکر ہی اتنا سدھر گیا نہ حیات اُسکی مری رہی

یحیٰی جو تھا وہ نہیں رہا یہ تو اور ہے وہ کہیں گیا
وہ جہاں کا تھا وہ وہیں گیا یہ کتاب یونہی دھری رہی

اسی موسیقی میں زبور ہے یہ زبور ہی میں وہ نور ہے
وہی نور جس میں سرور ہے وہی یحیٰی جسمیں پری رہی

تو اس لفظِ موسیقی کے معنی گرہ بند ہوائے ہیں اسکی تشریح رمزاً یوں بیان کی جاتی ہے + کہ قفسِ دُنیا جو ایک عظیم الجثہ مادۂ بے نر ہے جسکے ظہر وبطن میں ہزارہا ہزار اقسام کے جاندار وبے جاندار محسوس ونامحسوس آباد ہیں جنکی آبادی کی خبر سے خبردار بے خبر ہے + مگر ہر ہزار ڈیڑھ ہزار برس کے بعد چار تنکے کا قفس جسکو اربع عناصر کہتے ہیں جس کی آمیزش سے صفرا وسودا وغیرہ ملکے بارہ ہوجاتے ہیں تیار کرانا ہے + جس کو امام ونبی وغیرہ کہتے ہیں + اُس میں اپنے سارے روح وقویٰ کو سمیٹ کر بلبل ہزار داستان

بنا کے گانا شروع کرتا ہے + کہ وہ بڑی فصاحت کے ساتھ ترنم سرا ہوتا ہے۔ کہ اس سے تال اور
سُر پیدا ہونے لگتے ہیں۔ کہ قمری حساب سے جو تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں۔ ہر دن اس میں سے ایک
نئی بات نکلتی ہے + کہ لوگ اُس سے متاثر ہو کر اسکو تکلیف دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کہ آخر
میں دیپک کی آواز آتی ہے ہے جس کو غیظ و غضب کہتے ہیں۔ کہ مارے غیظ و غضب کے آغوش
دادۂ و سرزدہ ہو کر لوگوں کو اپنی گزندرسیدہ حیات سے خاکستر کرنے لگتا ہے + یا یوں کہوں کہ اپنی دنیوی
موت سے لوگوں کو عذاب الہون میں گرفتار کرا دیتا ہے + کہ تمام زمانہ سے بھانت بھانت کی آوازیں
سُنائی دیتی ہیں + تو پھر عنقائے روح اللہ از رہِ رحمت بیضۃ السموات میں جان بخشیٔ و نفخ روح کرنے
لگتا ہے۔ کہ اُس جاں بخشی کا آوازہ طرح طرح کے رنگ میں موسیقار ہو جاتا ہے۔ کہ اُن سب
آوازۂ موسیقاری میں وہی دلچسپ قرار پاتا ہے جس آواز نامہ بنام کتاب کو وہ چھوڑ کر چلا جاتا ہے +
پھر اسکی بلندی و پستی باریک اور گرگری اور ترتیل و تجوید سے بحث ہوتی ہے + گویا ہر وقت کی
ایک راگنی ہے۔ سری راگ صبح سے چاشت تک حسینی و مجازی راگ جس سے ذوقِ بے خط پیدا
ہوتا ہے۔ اس کا وقت گذر چکا۔ اب نغمۂ یحییٰ و یہ کا زمانہ ہے + اُسی کی گا گا کے الاپتے جاؤ + کہ
حقیقی آواز کی حلاوت چشانی کے مستحق ہو جاؤ + یہ آواز بہ خوشگوئی وہ چیز ہے کہ اگر اسکو خوشروئی و
خوشگوئی و شخوئی سے مقابلہ کرو تو یہی بڑھ کے نکلیگی + کیونکہ خوشروئی کے لئے مقابلہ شرط ہے +
اور خوشگلوئی کے لئے آواز شرط ہے جو پسِ دیوار بھی ممکن ہے۔ خوشرو کنواں میں ڈالا گیا + اور خوشگلو
کی پرستش کی گئی + سانپ بھی متاثر ہوتا ہے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

شتر را چو شورِ طرب در سراست		اگر آدمی را نباشد خراست

مگر آدمی کو اس قدر خوش آوازی پسند ہے کہ بچپن میں تھپکی سے بہت جلد سوتا ہے + جھنجھناہٹ
پسند کرتا ہے + غرض کہ ؎

آواز خوش از کام و دہانِ لبِ شیریں		گر نغمہ کند یا نکند دل بفریبد

کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ ؎

مردوں کو جلاتی ہے بڑی ناز کی آواز		اعجاز کا اعجاز ہے آواز کی آواز

چنانچہ دمِ جنگ جس وقت عشاق و پوسلیک و نوا جو شجاعت خیز آواز ہوتی ہے۔ بجائی جاتی
ہے۔ تو اسکی سماعت سے فوج مست ہو کر لڑمرتی ہے + بچے ناچنے لگتے ہیں + دیکھو مور کس قدر
خوبصورت ہے مگر آواز بھدی ہے۔ اسلئے بولتے وقت منفور ہوتا ہے + کگو اسقدر خوبصورت نہیں۔

مگر اپنی سُریلی آواز سے مست کر دیتا ہے + جس میں خوشروئی و خوشگلوئی دونوں ہوں تو نورٌ علیٰ لنور ہے + فسبحان اللہ بحمدہ ۔

چہ خوش باشد آوازِ نرم و حزیں	بگوشِ حریفان و مستِ صبوح
بہ از روئے زیبا است آوازِ خوش	کہ ایں حظِ نفس است واں قوتِ روح

تو جس دم روح کو ایسی روح افزا غذا ملتی ہے ۔ تو خوشی سے آپ ہی آپ میں ناچنے لگتی ہے + حتیٰ کہ تمام ہستی صوفی لباس شب و روز ایک مسیحائی روح اللہ کے کلمۂ و آواز سے ابھی تک متحرک رہی ہے ۔ کہ فطرت کی فطرت منصوف ہو گئی ہے + جو خوش آوازی کو بُرا سمجھتا ہے ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو بُرا سمجھتا ہے ۔ کیونکہ وہ بڑا خوش آواز ہے ۔ اسکی آواز سے نیست ہست ہو جاتا ہے جیسے کُنْ فکان ۔ اس لئے اُس سے پوچھنا چاہیئے کہ اگر کوئی اسکو نہ سنے تو کیا کھنکھارنے کی آواز سنے ؟ ڈھکار کی آواز سنے ؟ انین و حنین کی آواز سنے ؟ یا خراٹا پیلنے کی آواز سنے ؟ یا قے کرنے کی آواز سنے ؟ یا نوحہ گری کی آواز سنے ؟ یا بیہودہ شور و شغب بحث و مباحثہ کی آواز سنے ؟ یا گلہری کی آواز سنے ؟ یا قشراق کی آواز سنے ؟ یا الّو کی آواز سنے ؟ یا مینڈک کی آواز جبدم اسکو سانپ پکڑتا ہے سنے ؟ یا گدھا کی آواز سنے ؟ یا کتّے کے رونیکی آواز سنے ؟ یا بلّی کے جفتی کے وقت کی آواز سنے ؟ یا تیتی بیٹے کی آواز سنے ؟ کیا سنے ؟ وہ ملعون و راندہ درگاہ نہیں سمجھتا کہ گلا خود مزامیر سے ہے ۔ کڑکا بجلی سب کی آواز تال و سُر کے برابر ہے + آسمان و زمین سب وجد و سماعی ہیں ہیں + جس کا سننا معمولی آواز میں حلال ہے ۔ تال و سُر میں بھی حلال ہے جس کا سننا نثر میں حلال ہے نظم میں بھی حلال ہے ۔ بلکہ نظم زیادہ موثر ہے + جلدی یاد ہو جاتی ہے + تو نظم و نثر وہی خوب ہے جو منظرِ فطرت کی طرف متوجہ کرائے + روحانی صوفیانہ خیال پیدا کرائے + اخلاقی معرفت اور علم الٰہی کی طرف مائل کرے + اسلئے عبادت ایسی ہی چاہیئے کہ دل بہلا رہے نہ کہ اکھڑ جائے + دل فطرۃً رنج و بلا سے بھاگتا ہے + راحت و نشاط سے بہت خوش ہوتا ہے + یہ سب دُکھ راحت کے لئے ہے + راحت ہی جنت ہے + یہی حیاتِ ابدی ہے + یہی دینِ حق ہے + جس کاروبار و عبادت وغیرہا سے رنج ہو تو ایسی عبادت پر خدا کی لعنت ہے + ایسے مہمل عبادت والے مفلس ہینگے + پس بُرے رہینگے + لہٰذا یاد رہے کہ جس چیز سے تفرج حاصل ہو وہ فرحہ ہے + رفتار سے جسقدر مشی کا کام لیا جائے وہ سب تماشا ہے + جس قدر چیزیں دیکھنے میں آئیں ۔ وہ سب نظارہ ہے + جس قدر سننے میں آئیں وہ سب سماع ہے + جسقدر یاد رہے سب لہو و لعب ہے + خود کو زبردستی تمام چیزوں سے روک رکھنا جس بیجا ہے + بندگی ناجائز ہے + پھر تو خودکشی بھی حلال

ہو جائیگی + اگر یہ حلال نہیں تو خود کو اس قدر پابند کرنا بھی حلال نہیں + بلکہ دوزخی کا کام کرنا ہے - کہ
عطر سونگھنیکو برا سمجھتا ہے اور گدہ سونگھنے کو حلال + صبغۃ اللہ کے ہمرنگ ہوکر اچھی چیزوں کو پسند
نہیں کرتا - اس پر خدا کی مار ہے = اور ابدی پھٹکار ہے + مگر جوازئی وابدی نوید جاوید کے طالب
ہیں - اُن کے لئے فی الدارین سامانِ عیش وعشرت مہیا ہیں - اور بہت خوشی سے گرجا گھر میں فرمان
پڑھ پڑھ کے خداء سے دعاء مانگیں اور الاپتے جائیں کہ غزل

شاداب کر باغ وچمن جس میں ہوں نسرین نسترن ہوں وجد میں شاخ سمن ایک سطرف ایک اس طرف
منڈوہ کی ہو ہر خا بھمن گا گگوں قبا گل پیرہن ہوں غصن اس پر پرشکن ایک سطرف ایک اس طرف
یا مصطفٰی یا مجتبیٰ عین السخا عین الوفا نجم الصفا نجم الفیا شمس الضحیٰ بدر الدجے
صدر العلیٰ نور الہدیٰ کہف الوریٰ صلِ علیٰ پڑھتے ہیں قطبین کہن ایک سطرف ایک اس طرف
نہ یہ زلف شب نہ یہ شام ہے نہ کمند ہے نہ یہ دام ہے نہ یہ تازیانۂ رام ہے نہ یہ میم ہے نہ یہ لام ہے
نہ طنابِ عنبر فام ہے بتلاؤ کیا پھر نام ہے یہ ہیں موذئی پُرپیچ وفن ایک سطرف ایک اس طرف
شُہرت جو پھیلی جا بجا غوغا جہاں میں مچگیا کیسی ہے صورت دلربا پھر مجھ کو شوق اس کا ہوا
دیکھوں تو میں خود کو ذرا دیکھا تو میں ہوں اک بلا ہیں شاخ آہو صف شکن ایک سطرف ایک اس طرف
بس مردمِ چشمِ صنم پینے لگے پھر جامِ جم مستی میں آکر ایک دم مژگان وابرو کرکے خم
ڈھانے لگے کیا کیا ستم کیا خوب ہم کیا خوب ہم ہیں پتلیاں ناوک فگن ایک سطرف ایک اس طرف
جب خال وخط گلشن بنیں رخسار دو گلبن بنیں آنکھیں مری مالن بنیں دو پتلیاں دولہن بنیں
مژگان سب چلمن بنیں عینک دریِ روشن بنیں ہوں اسمیں دو نازک بدن ایک سطرف ایک اس طرف
اے آنکہ من ہستم بمن شیریں زبان شیریں سخن غنچہ دہن سروِ چمن سر تا بپا ناز وفتن
سرسبز وخوشبو چوں سمن نازک مزاج وگلبدن رخسار پر دو ناردن ایک سطرف ایک اس طرف
ہے شمع رو جانِ جہاں اور کاکلِ شمع دخاں ہے اس لئے آتش وہاں آتش زبان آتش بیاں
خلقت ہے پروانہ ہے یہاں روشن ہے ششدر راز زماں قطبین میں نورتن ایک سطرف ایک اس طرف
میں ہی مرا محبوب ہوں میں ہی مرا مطلوب ہوں خود ہی کو خود مرغوب ہوں پھر خود سے خود محجوب ہوں
معزدل ہوں منصوب ہوں صلِ علیٰ کیا خوب ہوں گویا منم ایں ہر دو من ایک سطرف ایک اس طرف
او بت پرست وحرم پرست او عابد بالا و پست او بتلائے شکست وبست او احمق ومجنون ومست
او دست بستہ شکستہ دست او قائلِ ہمہ نیست وہست جھوٹے ہو شیخ و برہمن ایک سطرف ایک اس طرف

جب نام یحییٰ کا لکھو رفتار مار اُس سے سکھو گر راستیٔ الف کو لو تو یہ کجروی کو نہ راہ دو
کبھی مارِ زندہ نہ راست ہو مگر یہ ہیں مارِ راست رواں نام میں ہیں دو شکن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

اس لئے یہ دونوں طرف کی باتیں سمجھاتے ہیں دین کی بھی اور دنیا کی بھی + ان کا حکم ہے کہ فرمان گھنٹہ آدھا گھنٹہ پڑھ کر سامعین کو کچھ دیر کے لئے ٹفن کی چھٹی دی جائے + اگر ان کی دلچسپی ہو تو پھر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک فرمان ہذا عبادۃً پڑھا جائے + ورنہ بصورتِ عدم دلچسپی فقط گھنٹہ بھر کے بعد برخاست کردیا جائے + برخاست کرتے وقت خطیب ہاتھ اُٹھا کے دُعا مانگے۔ کہ اے وہ تو جس کو تو ہی جانتا ہے۔ تو ہی نے سب کو پیدا کیا ہے + تو سب چیز پر قادر ہے + ہماری مجال نہیں کہ بن حکم تیرے پیدا ہو کر نشو و نما پا سکیں + خلقت کا سین دیکھ سکیں + تیری حمد میں لب ہلا سکیں + مگر تیری مرضی سے + کہ تو نے توفیق دی۔ ہم کتنا ہی کچھ کریں۔ مگر تو مہربان ہے + تو بحقِ یحیائے ذوالجلال الاکرام جل جلالہ و عم نوالہ وہ کر جو تیری مرضی کے مطابق ہو۔ اور ایسا ہی تو کرتا ہے۔ مگر ہم اُس کے سمجھنے سے عاجز ہیں + مرضیٔ مولیٰ بہر گونہ اولیٰ + لا الہ الا اللہ یحییٰ عین اللہ + یہ کہہ کر سینہ پر ہاتھ رکھ کے سر جھکائے۔ اس وقت سب لوگ ٹیبل پر ہاتھ رکھے ہوئے سر جھکا دیں۔ اور بکمال خشعت و آداب محض مع نجود اپنے اپنے نزدیک والے دروازہ سے باہر نکل جائیں۔ اس دم نئے آدمی سے تعرف پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ ایسہ تعرفات پیدا کرنیکو عیب سمجھو اس قدر کافی ہیں کہ دس دوستوں میں خوشحالی سے زندگی بسر ہو جائے + اور اگر تم خود پر پوری طرح سے قابض ہو تو ایک سے نہیں جہان بھر سے تعرفات حاصل کرو۔ کچھ قباحت نہیں۔ کیونکہ ترکِ تعرفات کی مناہی اس واسطے کی جاتی ہے کہ اگر ملاقات کے بعد تعرفات کو نہ نباہ سکے اور آخر میں چلکے دشمنی پیدا کرلی تو کس کام کا + جس کا انجام خراب اُس کا آغاز ہی حرام و جرم ہے + بس اس سے عدم تعرفات ہی بہتر ہے + ہمیشہ ستسان رہو۔ سمجھو کہ رُوح اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ کہیں بے ادبی نہ ہو + رئیس الکنیسہ کا مکان گرجا کے احاطہ سے متصل ہی ہونا چاہیئے + اُس کی نہایت معقول تنخواہ ہو کہ سوائے فرمان میں اجتہاد کرنے کے اُس کا کچھ کام نہ ہو + اصلاح کے طور سے عالم کے لئے اسکی تفسیر کرے + ایسی تفسیر نہ ہو جس سے پھوٹ پڑے + ہر شخص خود کے ساتھ اچھا سلوک کرے + اُسکے بعد زن و شوہر میں اچھا سلوک ہو + پھر بال بچے میں اچھا سلوک ہو + پھر پڑوسی کے ساتھ + پھر دادی آئی رشتہ والے کے ساتھ اچھا سلوک ہو + پھر نانی آئی والے کے ساتھ + پھر سرائی کے ساتھ + پھر اُن کے رشتہ داروں کے ساتھ + یہاں تک کہ مسلسل تمام عالم کے ساتھ + تو اتنے بڑے رُتبہ کو پہونچنے والا بادشاہ ہوتا ہے + کہ سب چیز کا انتظام کرتا ہے + اُس سے ہرگز ہرگز

بیکھنا اللہ ملتا ہو تو جائز ہیں

بغاوت نہیں کرنی چاہیئے + اگر اس کے خلاف ہے تو وہ پادشاہی کے لائق نہیں۔ خدا بھی اُسکو ہرگز ہرگز پادشاہ نہ بنائیگا۔ مگر مصلحتہً کہ سب کا سایہ یکساں معلوم ہوتا ہے۔ فوٹو لینے سے جدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ اچھے بادشاہ سے ہمرنگ ہوگا مگر باطناً اُس کا درجہ پادشاہی کا نہیں + لیکن اگر باوجود اسکے کہ پادشاہ اچھا ہو۔ اس پر بھی خدا کو یہ منظور ہو کہ چاہے کوئی اچھا ہو یا بُرا ہو مگر وہ نہیں پسند کرتا۔ اپنے فرستادہ کو تخت نشین کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا بجز سکوت کے کچھ جواب نہیں ہے + جیسی اُس کی مرضی + پس یہ غرض کسی کا کہ وہ فلاں کی امت ہے اس پر کچھ نہ ہوگا یہ سب واہیات خیالات ہیں + جس کو پیا مانے وہی سہاگن + لہذا قرین مصلحت یہ ہے کہ لوگ ایک قوم ایک زبان ایک مذہب ہو کر عالمگیر سلطنت کے اندر رہیں + قسطنطنیہ عالمگیر شہنشاہی کا دارالسلطنت بنایا جائے + اگر وہاں کا رئیس الخنازیر اپنے خنزیروں کے ساتھ مزاحم ہو تو سب خنزیروں کو قتل کرو + جب تک تمام عالم ایک نہ ہو + باز نہ آؤ + مگر یہ شرقی و غربی خنازیر ترکیبیں یعنے چلینج واشتہاروں والے ہرگز ہرگز نہیں ٹل سکتے جب تک ہماری مدد نہ ہو + اور وہ نہیں ہو سکتی جب تک تم لوگ بالاتفاق ہم کو اپنا حاکم علی الاطلاق تسلیم کرکے اورنگ زیب نہ ہونے دوگے + بلکہ آزمائش کرکے دیکھ لو + تو یاد رہے کہ حلقۂ سمٰوات کے پار سے ڈائینومٹ رکھدیا جائیگا + کہ سنسار بھر جلکے پاک ہوجائے + ورنہ سر تسلیم خم کردو + اور ان بُرے حرامزادوں کو عالم بدر کردو + بیت المقدس کو سید المعابد بناؤ + ممکن ہو تو کبھی تاریخ ۱۲ مئی کو وہاں حاضر ہو کر اس طرزِ جدید پر نماز ادا کرو + بیت المقدس کی تعریف بے انتہا ہے چنانچہ

تعریف بیت المقدس

عرش سے تا فرش ہے ذکر وبیاں قدوس کا
سب سے اعلےٰ مرتبہ ہے بیگماں قدوس کا

ذکر کرتے ہیں وہاں کروبیاں قدوس کا
غُل مچا ہے از مکاں تا لامکاں قدوس کا

ہند میں ہوں آجکل میں موج ان قدوس کا
اب تو خالص ہوگیا ہندوستاں قدوس کا

صرف کیا ہندوستاں سب ہے جہاں قدوس کا
بلکہ کیا خالی جہاں کون ومکان قدوس کا

قدسیانِ مقدسِ اقدس کے ہے وردِ زبان
رات دن ہے بس یہاں خالی سماں قدوس کا

اے تو روح اللہ ویا روح القدس قدوس کر
آئے ہیں قدوس میں لیکر بیاں قدوس کا

بی بی مریم مادرِ من سے مقدس ہے یہ جا
ہے ازل سے تا ابد حکم زماں قدوس کا

آپ کا نقش قدم تو سجدہ گاہ خلق ہے
ہے دل وجاں سے فدا روح وروان قدوس کا

اس طرف اکثر نبی سجدہ میں سر گرا گئے
مسجد اقصیٰ کا ہے نقشہ یہاں قدوس کا

پس اسی جا سے ہر اک معراج پاتا ہے عروج
اب کہاں سب پر رہا درجہ نہاں قدوس کا

حمدِ ما قلَّ و دلَّ بھی ہے یحییٰ کچھ نہیں
اس سے ہے رتبہ بڑا یحییٰ کے ہاں قدوس کا

لیکن خامۂ مقطوع اللسان میں طاقتِ نگارش نہیں اور زبانِ عدیم البیان میں قوّتِ گذارش نہیں کہ مطابقِ خواہش وموافقِ گرائیش اُسکی حمد وثنا میں تحریر وتقریر کرسکے۔اس لئے مختصر کرکے یہ کہا جاتا ہے کہ پھر اسی تعلیم کے ڈھب پر آئیندہ نسلوں کی تعلیم کرو + ضرورت کے وقت ٹیکا دلواؤ۔ مگر چیچک پرستی نہ کرو + غمی ہو تو چھاتی پیٹ پیٹ کے رونے کی حاجت نہیں + اگر نہیں صبر ہوسکتا ہو تو آواز سے رودو + مگر رونے سے کیا ہوتا ہے + جس نے دیا اُس نے لے لیا اُس میں کسی کا اجارہ نہیں + غمی کی نشانی۔ بازو پر چالیس روز تک کالا کپڑا باندھو + مُردہ کو کھلا ہوا نہ لے جاؤ + شور کرتے جاؤ بلکہ خوبصورت مردہ کش گاڑی میں بہ آداب لے جاؤ + اور اگر مشن کے ذریعے سے آتشِ ملتہب کافی مہیا ہو کہ ایک منٹ میں خاک وسیاہ کرسکے۔ تو اُسکو خاک کراکے کسی مقرر خندق میں ڈلوادو + پھر وہ کوئی ہو + اگر ہر جگہ اس کا بند وبست نہ ہو تو عمیق آبِ رواں میں غرق کرادو + کہ حرق وغرق سب برابر ہے + چاہے مٹی کے موں میں جائے یا پانی یا آگ کے یا گرگس کے یا مچھلی کے یا کسی کے۔ پس یہ تعلیم از ابتدا تا انتہا مقرر کردیگی + جب اسقدر مُلکی وخانگی وجسمانی وروحانی انتظام وصفائی ہوجائیگی تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ تم نے خوبی کی طرف سفر کرنے کے لئے زادِ راہ مقرر کیا + تم خوبیِ قدیر بنامِ روح اللہ کے نزدیک ایک حد تک مقبول ہوچکے اور اسکی طرف تحفہ وتحائف روانہ کرچکے + کیونکہ فائدہ اور تمدن حاصل کرنے کا نام دُنیا میں دنیاوی دین ہے + بدی کا مبادلہ نیکی سے کرلیا۔ اس سے اُسکی تلافی ہوگئی اب سب کام سے فارغ ہوکر تصوّرِ روح اللہ میں سویا کرو اور اب روح اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ سے مناجات مانگو کہ ؎

اے خالقِ ارض وسما اے لائقِ حمد وثناء
اے مالکِ ہر دو سرا اے صاحبِ عرشِ بریں

اول مرا معصوم کن آخر مرا مخدوم کن
مغفور کن مرحوم کن در وعدہ ہا کفّی چنیں

گو با مرا تقدیر دہ لیکن بصد تدبیر دہ
در دل ہماں تصویر دہ بر پشت نہ دستِ یمیں

گشتم گرفتارِ بلا غم میخورم صبح و مسا
محفوظ دار از ہر خطا از خاک ہستم بر زمیں

چوں از دروں بیروں شدم در آب گل غوطہ شدم
از حال گوناں گوں شدم آغشتہ ام در آب وطیں

ہر راہ را پیمودہ ام از سیر ہا آسودہ ام
در سجدہ سر فرسودہ ام بگذار در دنیا و دیں

آں چیز را چوں خواستم بہرِ سفر برخاستم
روح و رواں را کاستم ہمت ببخشا بالیقیں

اے کارسازِ کارِ من دانی ہمہ اسرارِ من
بنگر بحالِ زارِ من انت محب العاجزیں

غمہائے خیلے خوردہ ام سرتاپا افسردہ ام — از زندگی آزردہ ام بسیار ہستم دلحزیں
حالا ہمہ بگذاشتم با تو امیدِ داشتم — دستِ دعاء افراشتم از اشک تر شد آستیں
از فکرہا مہجور کن سرتا بپا مسرور کن — ہر خواہشم منظور کن مرذاتِ تو دعوت گزیں
در راہِ غم استادہ ام در زیرِ غم افتادہ ام — در سجدہ سر بنہادہ ام از حد شدم اندوہگیں
خود را غضب انگیز کن دو دستِ ما زگریز کن — شمشیرِ مارا تیز کن بر گردنِ خصمِ لعیں
پند و نصیحت کردہ ام خیلے ہدایت کردہ ام — اکنوں عزیمت کردہ ام گیرم تہِ شمشیر کیں
در قلبِ من پیچیدۂ ہر گوشہا پُرش دیدۂ — لیکن کجا پوشیدۂ حیراں نمودی اندریں
چوں آمدی آراستی از خار و خس پیراستی — از آب و خور برخاستی گشتی مکانِ بے مکیں
بندہ بدرگاہِ علا آمد بصد آہ و بکا — ہر آرزوئش کن روا بس آرزو دارم ہمیں

مگر فقط زبانی مناجات پر اکتفا نہ کرنا بلکہ ہمیشہ اسکی ناممکن الفہمی کے تصور سے خود کو متصور رکھنا تاکہ ؎

صورت از بے صورتی آید بروں — پس بگو انا الیہ راجعوں

اسی مراجعت کرانے کے لئے انبیا آتے گئے۔ مگر تم لوگوں نے اس بھید کو نہ سمجھا۔ جو سمجھ گئے ان کا بیڑا پار ہوگیا۔ کیونکہ اُن کو معلوم ہوگیا کہ انبیا کون تھے۔ چنانچہ ہم یہاں پر ایک صحیح قصہ مثنوی میں بیان کرتے ہیں اُسکو سنو تو وہ یہ ہے ؎

مثنوی

ابتدائے حمدِ آں بے ابتدا — ابتدا دارد ندارد انتہا
از کجا آغازِ حمدش را کنم — ہر دو لب را در ثنائش وا کنم
زیں سبب حمدِ خدا بے مطلعیست — بلکہ ہر بے مطلعی بے مقطعیست
بے مثال و بے نشان و بے مکاں — بے عیان و بے نہان و بے گماں
بے وجودِ ذات و بے ربطِ صفات — بے چنیں و بے چناں خودزادہ ذات
بلکہ از خود زادگی ہم دور باش — دوریش از قربتم شد پاش پاش
گر خدا باشد خدا از خلق خویش — خالقِ او خلقِ او باشد بہ پیش
خلق چوں سازندۂ خالق بود — کے چناں خالق چنیں لائق بود
پس خدا از خود بگردیدہ خدا — بے ہمۂ و با ہمہ از خود جدا
بلکہ خود از ذاتِ خود بالاتریں — او نمی گنجد بہ عقلِ عاقلیں

جمله این بحث و دلیل آمد بسر — او مبرا از دلائل سر بسر
کُل آنٍ هو فی شانٍ نهفت — لولوئے اسرار در ہستی بسفت
بشنو اثباتِ خدائے عالمیں — بگذر از تصدیقِ بحثِ آن و این
چوں زیک تا صد شمارم پس ازاں — سوئے یک گشته شمارم پس ازاں
پس ہماں یکتا خدائے ذوالجلال — ثانئ خود مے ندارد در کمال
لائقِ حمد و ثنا اَلآءِ مَن — حمد و مدحش باعثِ صد جاہِ من
جملہ مخلوقیکه آید در ظهور — حاضر و غایب بعلمش در حضور
بضع و نیف و صرت واحد و احاد — کہل و عشرات و عدن حقب و عقاد
مئیت و صدہا الف صدہا ملوک — صد کرو صد کارہا صدہا لکوک
بے یکائی یک نیاید در شمار — گر نہ یک باشد نباشد دو و چہار
او مبرا از یکائی و دوئی — از ہمہ سوئی و ہم از یکسوئی
آں غنی مستغنی از اسم و ضمیر — زیں سبب گویند او را بے نظیر
بے نظیری ہم بجز دیدہ نظیر — او مبرا از ہمہ فہم و ضمیر
موجدِ اسمائے او خلاق خدا — ورنہ او از اسم ہم پاک و جدا
اسم یک آوازۂ و بانگ و ہوا — منطوی در لفظ میباشد ادا
حبس کردی معنئ آزاد را — حرف شد۔ چوں بند کردی۔ باد را
نقطۂ و از حرف۔ واقف نیستی — زیں سبب از حال کاشف نیستی
اصطلاحاتِ میانِ ہمدگر — واشتند از بہرِ آیات و خبر
آنچہ اندیشی پذیرائے فنا است — آنچہ در اندیشہ می ناید خدا است
آنکہ ہر آئینہ بے چون و چرا است — ہر کجی در راہِ او گردد بہ راست
از در و دیوار می آید صدا — واحدِ مطلق تو ہستی اے خدا
ہر ستائش مر خدائے پاک را — نورِ جاں بخشیدہ مشتے خاک را
وانکہ خاکِ تیرہ را جاں می دہد — جاں دہد باز اندروں ایماں دہد
بے پدر فرزند پیدا می کند — طفل را در مہد گویا می کند
خیمۂ بے میخ استادہ بروں — شیشۂ خوناب می بینم دروں

مهدِ مینا از پئے مهدی بساخت   آتشِ بے دود را اندر گداخت

ایں چنیں مینا گریها کارِ اوست   ایں چنیں اکسیرها اسرارِ اوست

غور کن بر کوه و کاه و دشت و باغ   غور کن بر بانگِ کبک و قاز و زاغ

آب و خاک و باد و بود از دادِ اوست   هستیٔ ما جمله از ایجادِ اوست

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور   کے بود از لطف و از انعام دور

ملک و دولت بهرِ ما بگذاشته   در وفاق از دل علم افراشته

فضلِ او فضل است بیروں از کتاب   لطفِ او لطف است بیروں از حساب

کارِ او تبدیل و اعیان و خطاء   کارِ ما سهو است و نسیان و خطا

کیمیا دارد که تبدیلش کند   گرچه جوئے خوں بود نیلش کند

گاهے نقشِ دیو گهے آدم کند   گاهے نقشِ شادیٔ و گهه غم کند

ساعتے کافر کند صدیق را   ساعتے صادق کند زندیق را

بے رضائے او نیفتد هیچ برگ   بے قضائے او نیاید هیچ مرگ

چوں قضا آید نماند عقل و رائے   کس نمی داند قضا را جز خدائے

بس همان نائی شود گهه نے بود   گاهے نشئهٔ می شود گهه مے بود

در همه پنهان و در بطنِ عیاں   در عیانِ خویش می باشد نهاں

بر یکے قند است و بر دیگر چو زهر   بر یکے مهر است و بر دیگر چو قهر

بر یکے حار است و بر دیگر چو حور   بر یکے نار است و بر دیگر چو نور

بر یکے گنج است و بر دیگر چو مار   بر یکے ریحان و بر دیگر چو خار

بر یکے روز است و بر دیگر چو شب   بر یکے عیش است و بر دیگر تعب

بر یکے آب است و بر دیگر چو خوں   بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں

بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم   بر یکے سنگ است و بر دیگر صنم

بر یکے تیر است و بر دیگر کماں   بر یکے نان است و بر دیگر سناں

بر یکے نقص است و بر دیگر کمال   بر یکے هجر است و بر دیگر وصال

بر یکے جسم است و بر دیگر چو روح   بر یکے حبس است و بر دیگر فتوح

بر یکے نوش است و بر دیگر چو نیش   بر یکے بیگانه بر دیگر چو خویش

بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں — بر یکے سود است و بر دیگر زیاں

بر خلیل آتش شدہ ریحاں بشد — باز بر نمرود آتشداں بشد

گاہے ام گہ ابن و گہ اب می شود — گہ بجملہ گشتہ خود رب می شود

آں ہمہ و بے ہمہ و با ہمہ — با ہمہ تنہا و بے تنہا ہمہ

آنچہ اندیشی پذیرائے فنا است — آنچہ در اندیشہ می نائد خدا است

پس ہماں سازندۂ ہر جزو کل — می کناند از زبانم شور و غل

مثنوی از نے بشنو از نائی نے — کیفِ مے را مست داند یا کہ مے

مے چنیں در مستیٔ خود ہست مست — می نداند خویشتن را نیست و ہست

چوں کسے نو شد نمائد ہستیش — از زبانِ حال گوید ہستیش

ہستیم از نیستی پیدا شدہ — نیستی بر ہستیم شیدا شدہ

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من — اندرونِ من بجست اسرارِ من

بس ہمیں کافیست از بہرِ فہیم — از کجا موجود شد جملہ عدیم

فرش بے فراش پیچیدہ نہ شد — خانہ بے کناش روئیدہ نہ شد

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد — چاقو از خود چاقوئے تیزے نشد

پس چگونہ گشت جملہ نیست و ہست — صانعے باید ز بہرِ بند و بست

پس پئے آں کارسازِ کارکن — رازِ ذکرش را کنم اندر سخن

اے سخن قرباں بشو در راہِ او — لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا

اے سخن ممنون و مشکورم ز تو — اے سخن معروف و مشہورم ز تو

مشتہر سازد سخن در انجمن — قریہ قریہ جا بجا اندر زمن

ہر زباں اندر دہاں۔ او در جسد — ایں مگر در بارگاہش میرسد

چوں ز او زنگِ زباں معزول شد — اندرونِ علمِ رب مدخول شد

قائلِ احوالِ ہر قائل توئی — درمیانِ این و آں واصل توئی

از تو فرمانِ خدا جاری شود — از نفوذت جنتی ناری شود

ذبحِ اکبر بہرِ اسماعیل شد — شیخِ نجدی عاقبت بے نیل شد

شد چوں ابراہیم بے تو صم بکم — باز اسماعیل یحییٰ شد ز حکم

می کنانی مدح و ذم از ذاتِ خویش — بدزباں را می کنانی ریش ریش
گنگ را اندر سخن قاصر کنی — کم سخن را بر سخن قادر کنی
از تو می آرم خدارا در خطاب — مغنیت درغیب و تو اندر کتاب
میکنی ہر حال را اندر بیاں — یا زنالہ خواہ از نوکِ زبان
چونکہ باکودک سرد کارم فتاد — پس زبانِ کودکاں بایدکشاد
مدتے می بائدت لب دوختن — از سخن گویاں سخن آموختن
ایں سخن باید بہ آبِ زر نوشت — یاز در آویز بر بابِ بہشت
کلمۃ اللہ است ایں اندر مسیح — پس درآمد خفیۃً چوں روحِ ریح
دانۂ جرسِ دہانم شد زباں — میبنوازم با قلم اندر جہاں
رازِ دل را چوں بہ کلک اندا ختم — در زدم نوبت علم افراختم
کلکِ من نخل است و مضموں بار و بر — معرفت شاخ است و معنیش ثمر
طوطئ الفاظ بر شاخِ قلم — می سراید نغمۂ لا و نعم
کلکِ من چوں اُستنِ حنانہ شد — بعد از حنانگی منّانہ شد
چوں جولاہہ شد قلم شد نیک ذات — گشت پا چالش پئے او ہر دوات
کرگہش ہر دستِ کاتب سگیاں — میکند قرطاس را چوں پرنیاں
تا عروسِ چشم را باشد لباس — بعد از پوشیدنش بائد سپاس
مو بر آوردن زبانِ کلک را — میکند برباد "تارِ سلک" را
تخم ریزی بے کند در کشتِ فاش — تا کہ چیند طائرِ چشمِ اناس
می نگارد خود بخود منقارِ کلک — من چہ دانم اندریں اسرارِ کلک
معنیش روشن ازاں پیدا شدہ — نورِ او راکم براں شیدا شدہ
شد مسیح نے چو ابن و اب زباں — ہر بیانم روحِ قدسی آں رواں
آدم و حوا شدہ تعدادِ نے — ہست تعدادِ زباں بنیادِ نے
دستِ من چوں مریم ناکد خدا — شد کفِ من مہدِ عیسیٰ کلک را
گفتگو در بچگیش نے کند — حرف بے آموختہ پیہم زند
از برائے غمگساریٔ قلم — پنج انگشتم حواریٔ قلم

"قلم"
"ساغد"

مردمِ دو چشم با مریم بگفت — از کدامیں باغ ایں غنچہ شگفت
گفت مریم شد ز اسرارِ خدا — ورنہ ہستم من یکے ناکدخدا
خلق میگوید کہ باز چہ بپرس — زچہ میگوید کہ با بچہ بپرس
گفت از گہوارہ کفت۔ کلکِ زر — بد ابد دخانہ ام و مضمون پسر
گشتہ استنباط از شکلِ عروس — عصمتِ مریم بہر اہلِ نفوس
اندریں شکل است تثلیثِ وحید — بے سر و پا شکلِ تصلیب فرید
شد ثلاثئ مجرد در نہاں — گشتہ یکتائے زماں اندر جہاں
غافلی اے مردمِ چشمِ بشر — آمدی بے والدینِ خود نظر
مردمِ دو چشم دو عیسیٰ شدہ — در صبئی در طفل و دو یحییٰ شدہ
گریہ ہا کردند دو طفلِ یتیم — لو لوئے شہوارِ من گشتہ دو نیم
بے پدر بے مادر و بے خواہرم — بیکس و بے اقربا بے یا درم
عکسِ زایرِ منقلب آیم بہ عین — صد ہزاراں عکسہا زایم بہ عین
من ندیدم جز قلم صاحب وفا — حکمِ حاکم را معاً آرد بجا
گر بگوید حاکمش کفرِ خدا — بے محابا حکمِ او آرد بجا
ہائے من محکومِ حاکم نیستم — گر نیم محکوم آخر کیستم
دو دہاں دارم بشکلِ نال و نئے — یک دہاں زیریں و یک بالائے کے
من شدم در مہدِ دستِ اُمِّ دیں — ہر چہ میخواہد کناندازد کمیں
تو ندانی زیں سبب شاکی شدی — حالِ ما را بجا بجا حاکی شدی
اکنوں میگویم بہ تعبیرِ دگر — تا کہ سِترِ نئے شود اظہار تر
آبِ زرگیلا است دریائے جہاں — شد ستون زیر و بر وہماً براں
گیتئ گردیدہ کوہِ عاقہ زاں — گشتہ تمباکو زمینِ ماز من
گردۂ ابرو خلا گشتہ تو ا — مستوفد شد بخم ہوا
گشتہ سر غیلانِ زریں آفتاب — دود آہ سرد شد گردوں قباب
حیتہ البرق است بیروں نیچہ — نیچۂ الصغیر نے سبے زیچۂ
گرمیش ظلماتِ بے اطراف شد — اندراں آبِ حیاتے صاف شد

ملہ نایل اور حقہ ۱۲
ملہ خا ۱۲
ملہ گی آگ
ملہ کوئیدہ
ملہ سرپوش

اندرونش نورِ پُر انوار گشت
نورِ او بہتر ز نورِ نار گشت

شد ازاں اخراجِ تبخیرِ حرور
اندروں پیچیدہ حارِ حسنِ حور

حورِ حرب بے عید می گردد نہاں
در حرارت قوتے پیچیدہ زاں

خاصیت در بطنِ قوت شد خفی
چونکہ مثبت می شود اندر نفی

اندرونِ خاصیت پنہاں اثر
در اثر تحریکہا شد پیشتر

اندرونِ حرکتش روح رواں
اندرش حیؒ و حیاتِ جاویداں

اندرش یحیٰی درونش کنزِ راز
اندرش سرِّ انا مخفیؔ و باز

آں انا بکشیدہ چوں ایں دودِ آہ
آہ شد اٰلآہ ثم یاہ یاہ ہو

بمنِ آہینے چہ آئینہ بہ بیں
عکس یحیائی ہیا ید اندریں

اندریں آحین لبس آحن گداز
گشت آں یوم الحدید اندر فراز

چوں صدائے یاہ یہہ شد ہاے ہئے
حائے یحیٰی شد مدورو اسئے وائے

الفِ مقصورہ چوں ممدودہ شد
الفِ بینی بسجدہ سودہ شد

چوں الف شد واصلِ ہائے مدیر
الفصالاً آہ بکشیدہ محیر ہو

ہائے آہم شد کجا اے ہائے آہ
الفِ آہ است بکشیدہ چو راہ

چوں اب و اُم لا اِلٰہ گفتہ بس
ابن الا اللہ گفتہ پیش و پس

خویش را بگذاشتہ برائے خویش
ہائے ہوئی گشتہ از ہیہائے خویش

حقۂ دارین را غلیان بشد
جانِ بیجاں را ز جاں ہیجاں بشد

حقہ حق حق میکند در ذکرِ او
لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا

از تغلغل رعد شد با شور و شار
آب شد زیر و زبر چوں آبشار

از درونش قطرہ را دریا نمود
از درونش لولئے لالا ربود

مثل یک قطرہ شدہ ایں آسماں
اندرونش ہائے یحیٰی شد نہاں

قبۃ العلیا شدہ خود کوہِ قاف
واقف و آویختہ چوں برفِ صاف

از سرِ بالائے او عنقائے سے
گردنش چوں مار پیچہ وقتِ سطے

چوں سرایۂ نغمۂ لاؤ نعم
مارِ نئے غلطاں شود با پیچ و خم

ققنسِ آہ و فغاں آتشِ زدہ
کوہِ برقی قطرۂ بارشں زدہ

آتشِ ققنس ہمہ کوکب شدہ
ققنسِ دری فقط آں رب شدہ

ساختہ با چند خسہا ایں قفس
ققنسے بندیدہ با تارِ نفس

ہر کہ ایں بیضہ در آمد شد ہما
گہہ خموش شد گہہ بلب انی انا

آں ہمائے آدم دم ریز شد
برق ریزد صاعقہ انگیز شد

آدمِ دم ریز در حوا نہاں
مریم و عیسیٰ بہ حی آرامِ جاں

پس ہمیں زائچۂ ارض و سما است
بس منم تقویمِ ایں ہر دو سرا است

مشنو از نے بشنو از نائی نے
کیفِ مے رامست داند یا کہ مے

از نفیرش مرد و زن نالیدہ اند
دو دِ آہش اندریں پیچیدہ اند

مہدئ نالم بہ مہدِ کف نشست
در صبا امرا ست گوید نیست و ہست

مثلِ نال و نے بمہدِ آسماں
آسماں در دستِ دیگر در نہاں

انچہ میگویم در آید از دروں
تو فقط بینی مرا شکلاً بروں

دولت دنیا را قدم کنیا شدہ
سطرِ ہر لاؤ لغم خفیا شدہ

من نمیگویم بگوید مادرم
ظاہرم بیروں ولیکن اندرم

آں بایں و ایں بمن شد متصل
من لبوئے آں شدم بے آب و گل

بیں چنیں تثلیث بالتوحید شد
مفردِ توحید بالتجرید شد

گاہے نے باشم گہے نائی شوم
گہہ بہ الناس گشتہ سودائی شوم

نیچہ برقی بگوید این و آں
حیتہ البرق است پیچیدہ زباں

کنتُ کنزاً مخفیاً بے گنج و مار
سر بر آوردم بیک تن بے شمار

گاہے اژدر گاہے یوحامی شوم
گاہے حیٌّ گاہے یحیا می شوم

گہہ بہ نخلِ صندلیں پیچاں شوم
گہہ ہمہ و گاہے از ہیچاں شوم

ادہم براقِ ابرق می شوم
ارقمِ بلّاقِ ابلق می شوم

میمِ مریم در محمد ذر مسیح
چوں محی در تیغِ یحییٰ آں نصیح

خوب گفتا داشتہ آید بکار
گرچہ لاشے باشد و یاراسِ مار

طورِ سینا شد سرِ دلدارِ من
ہر دو گیسو ابرِ انجم بارِ من

فرق شد چوں کہکشانِ طورِ چرخ
چہرہ پُر نور چوں آں نورِ چرخ

هردو گیسو گشته قرینینِ قریں — از قرینه گشته اقرانِ بریں

کهکشاں فرقان واین قرآں شده — ایں سکندر رواوئی سوداں شده

بینیش سدِّ سکندر در عیاں — گشته یاجوجین- بنده اندراں

گشته یاجوجینِ انسانِ دوعین — دیدۂ مخروطی چپاند به زین

از خموشیٔ گفته سرِّ ماؤمن — من شدم حیراں ازیں دومردوزن

گفته هرکس گو که باشد یارِ من — اندرونِ من بخست اسرارِ من

خواستم من رازِ من را بردرم — تا همه سرِّ منی را دربرم

در انانیت بگنجیدم به راز — دیدم آنجا صورتِ خود را به ناز

صورت از بے صورتی آمد بروں — باز شد اِنّا الیه راجعوں

بلکه او هم خود بخود عاشق شده — خویش را از ذاتِ خود خالق شده

از جمالِ پاکِ خود مجنوں شده — بر جمالِ خویشتن مفتوں شده

خود به خود میگفت چوں دیده مرا — ایں کدام آمد که بشنیده مرا

من چنیں هستم که می داند کس — جمله هستی حایرِ در پیش و پس

من به خود هستم چه جویم درمیاں — انچه میجویم همه درمن نهاں

گر بجویم غیرِ خود مجنوں شوم — از تردد واله و محزوں شوم

غین از نقطه گذشت و عین شد — هرچه در وسط آمده دربین شد

غیریت از عینیت فانی شده — گشته عین الله لاثانی شده

چوں خودی دارد به خود قربِ قراں — قرب خود دارم به خود افزوں ازاں

هتکه هستم در منم اندر منم — محض آں لوزم که از خود روشنم

مادۂ بے نر چو عنقائے خفی — زالِ بے زر مثلِ دنیائے لغی

برکنم از نال و نے کوهِ حلوم — من ندارم هیچ جائے زاد و بوم

از عصائے بشکنم کوهِ قوی — نال را سازم عصائے موسوی

از نگه سقفِ فلک را بردرم — پنبۂ منفوش گردد بر سرم

از سرِ انگشت بر چرخ بریں — گر اشاره کردم از روئے زمیں

ذرۂ لاشئ بگردد مهر و ماه — چرخ باشد چرخ زن چوں دودِ آه

هیچ کنجے بے ددوبے دام نیست | جز بخلوت گاهِ حق آرام نیست
آنکه از فطرت مفلسف می شود | او بسوئے حق محرف می شود
چوں فنا هم شد فنا باصد بقا | جمله شد فانی بجز یحییٰ بقا
بس بجز یحییٰ نماند این و آں | هرچه خواهم میکنم بے جسم و جاں
چونکه مه از عکسِ ارضی شد توا | مهر شد اسود ز عکسِ مه لوا
گشته معراجِ زمین اندر خسوف | ماه را معراج شد اندر کسوف
مهر تاباں را عروج از نورِ من | نور و امر و جمله از ماموریِ من
شد عروجِ چشمه ارا تا سما | گشتِ معراجِ تفکر تا خدا
گشت معراجِ خدا در ذاتِ ما | ما فناء و خود فناء اندر فناء
گندم و جو نام کردم خویش را | تو نمی دانی نکاتِ بیش را
من دریجا میکنم جائے پناه | تاکه یحییٰ خود کشد ما راز آه
خلق از ایجا دِ من افزوں نشد | بلکه ایں منظوم هم اکنوں نشد
بلکه میگویم منم من نیستم | هر دو یک من گشته حالا کیستم
هرکه از اسرارِ حق آگاه شد | پس فنا فی الله شد اَلآه شد
هوش ما از غیرِ حق آگاه نیست | در رگ و جانم بجز اَلآه نیست
هرکه وارد خواهشِ مخدومیت | خادمیت بالشِ مخدومیت
خدمتم را کن ادا مخدوم شو | ورنه از هر دو جهاں محروم شو
خدمتِ خلق است عینِ خدمتم | مدحتِ خلق است عینِ مدحتم
خِدمت یحییٰ بکن یحییٰ شوی | پس تو یحییٰ گشتیٔ دگشتی توی
هر دو یحییٰ یک ازاں کردم جدا | خویشتن را ساختم از خود خدا
تو نمیدانی مرا من کیستم | دوستِ تو هستم که دشمن کیستم
حالِ مابلغنو ازاں تفسیر کن | پس ازاں در خلقِ ما تشهیر کن
چوں انا را شوقِ تصنیفات گشت | از دو لبهائیش دو حرفش سرگذشت
دو جهاں دو حرف را تفسیر شد | روز و شب از مهر و مه تنویر شد
از پئے تحریرِ تفسیرِ علا | دو فرقِ قرطاس شد ارض و سما

اندریں مرقوم مضمونِ اوق
آدم خاکی زحق آموخت علم
آمدہ شاگرد اوستادِ ازل
دو ورق را او خلاصہ ساختہ
نامِ گوناں گوں خلاصہ رانہاد
پس ازاں آموختہ لب اللباب
من کتابِ دو ورق راخواندم
در دلِ خود ایں چنیں پنداشتم
نیستم موضوع اگر پروائے نیست
من کہ مضمونے مرا خود ساختم
معنیش ایں شد کہ بے معنی شود
موضوعم زنہار مہمل نیستم
من بہ توفی الحق بگوئم کیستم
از زبانِ حامدِ خود گفتہ ام
اے تو من با خلق ایں پرسش بکن
ذکر در مصحف لبشد ذکر عجیب
ذکرِ آدم ذکرِ شیطانِ رجیم
ذکرِ جنت ذکرِ نہرو ذکرِ حور
ذکرِ رضوان و ملک ذکرِ جزا
ذکرِ جملہ آسمان و مہر و ماہ
ذکرِ ابر و باد و باران و کماں
ذکرِ برد و رعد و یلداء و ظلم
ذکرِ دریا ذکرِ اشیائش نہاں
ذکرِ میداں ذکرِ معدن ذکرِ ارض
ذکرِ خلقِ آدم و حوّا و شر

عاقلاں گیرند ازوے ہر سبق
تا بہ آخر آسماں افروخت علم
گشتہ اوستادِ جہاں باعزوجل
با مضامینِ علا پرداختہ
شد اشاعت جابجا در ہر بلاد
گفتہ باکس ایں صواب و آں خراب
او ہم ابلق بہ بالا راندم ئو
بلکہ در پندارہا انکاشتم
مہملم مدِّ مقابل خوف چیست
روح بے معنیٔ دراں انداختم
معنیش ایں شد کہ لا یعنی شود
حق بباید گفت حالا کیستم
ہرچہ باشم غیر از من نیستم
ذکرِ خود در مصحفش وا سفتہ ام
پس بگو از جانبِ ما ایں سخن
ذکرِ اندر ذکر با ذکرِ غریب
ذکرِ بسم اللہِ رحمنِ الرحیم
ذکرِ دوزخ ذکرِ نار و ذکرِ نور
ذکرِ بے آرامی و ذکرِ سزا
ذکرِ بُرج و کوکب و سرخ و سیاہ
ذکرِ برف و ژالہ و برقِ جہاں
ذکرِ روز و ذکرِ شب ہر دو بہم
ذکرِ کوہ و ذکرِ کاہش اندراں
ذکرِ ما فیہا و جملہ ذکرِ فرض
ذکرِ شیطاں ذکرِ اخراجِ بشر

ہر کہ خواہد کرد ایں کامل شود ÷ ہر کہ خواہد کرد آں مہمل شود

ذکرِ نوح و ذکرِ طوفانِ عظیم / اندراں صد ذکرِ رحمٰن الرحیم

ذکرِ یونس ذکرِ ماھی ذکرِ ذکر / ذکرِ ہود و ذکرِ عاد و ذکرِ فکر

ذکرِ صالح ذکرِ ناقہ ذکرِ آب / ذکرِ ادریس و مناجات و جواب

ذکرِ یوسف ذکرِ کنعاں ذکرِ چاہ / ذکرِ یعقوب و زلیخا ذکرِ آہ

ذکرِ ابراہیم و اسماعیل شد / ذکرِ لوط و ذکرِ اسرائیل شد

ذکرِ بلقیس و سلیماں و سبا / ذکرِ داؤد و زبورِ صد نوا

ذکرِ الیاس و عزیر و موتِ او / ذکرِ طالوت و شعیب و فوتِ او

ذکرِ میکائیل و ذکرِ جبرئیل / ذکرِ موسیٰ ذکرِ طور و رودِ نیل

ذکرِ ہاماں ذکرِ فرعونِ لعیں / ذکرِ با صدہا وقوعِ آن و این

ذکرِ عیسیٰ ذکرِ مریم جانِ من / ذکرِ یحییٰ جانِ پُر ارمانِ من

ذکرِ الف و میم را آوردہ ام / ذکرِ این۔ خود را دروں افشردہ ام

ذکرِ اصحاب یعنی معتبر / یعنے عثمان و ابوبکر و عمر

ذکرِ احمد با وصیش کردہ ام / آں وصی مولیٰ علی را کردہ ام

ذکرِ ہادی ذکرِ مہدی کردہ ام / اندریں صدہا مثل آوردہ ام

ذکرِ ہر سیئات و ذکرِ طیبات / راطب و یابس بہ ذکرِ بائینات

کل فی فلکٍ بگفتم در بیاں / شد ازیں جملہ بیاں اندر بیاں

ذکرِ ما یحییٰ اللہ نشد؟ یا للعجب / ایں چہ گفتا راست اے سوءالادب

صاف ذکرِ پاک خود کردم بہ بیں / مہدی موعود خواہم شد چنیں

رفتہ رفتہ خواہد آمد آں زماں / جملہ ایں تمہیدِ مہدی شد عیاں

میکنی بیفائدہ تکرار ہا تو / زیر گشتی و شدی در کارہا تو

اول ایں قصہ بگوشِ دل بیار / خویش را از خویش در دوری مدار

نزد ما ایں سہ زمن حال است و بس / ایں فقط من دانم و داند نکس

گفت یحییٰ از یکے ہمنامِ من / شد بہ رویائیم عجب انجامِ من

دیدہ بودم در شبے خوابِ عجیب / بوالعجب گشتم ز رویائے غریب

ہیچ کس تعبیرِ رویا را نہ گفت / گوہرِ معنی نکس در سلکِ سفت

اکنوں گفتہ مے شود رویائے او ‏ ‏ بشنوید از گوشِ دل سودائے او
گفت با من او چنیں خوابے بدید ‏ ‏ جملہ گویم ہر چہ ہستیم شنید
گفت یحیٰی در شبے دیدہ چنیں ‏ ‏ مجمعِ ہر خلقِ زیرین و بریں
روشنی بے انتہا در غرب و شرق ‏ ‏ چشم او خیرہ شدہ با زرق و برق
نامِ یحیٰی بر فلک منظوم بود ‏ ‏ با لفاظِ اختراں مرقوم بود
پس درینجا ایں کمال الدیں بشد ‏ ‏ گہہ جلال الدیں جمال الدیں بشد
رنگِ مجلس دیدہ آنجا خوبتر ‏ ‏ شد و مد و طمطراق و کرّ و فر
خسروِ عالم ہمہ لرزاں شدند ‏ ‏ یک بہ دیگر دیدہ و ترساں شدند
میرِ مجلس پیشقدمی ساختہ ‏ ‏ دستِ خود بر دستِ او افراختہ
بعد ازاں پرسید خیر و عافیت ‏ ‏ عرض کردہ حالِ سیر و عافیت
من چہ گویم ہوش من در نیستی ‏ ‏ کس نے پرسد کہ یحیٰی کیستی
آں یکے گفتا کہ میدانم ترا ‏ ‏ جانِ من جانِ شما خوانم ترا
شد بہ او عین الیقیں حق الیقیں ‏ ‏ یافتہ بس کنزِ مخفی اندریں
پس ازاں بر عرش خفتہ بے خبر ‏ ‏ خواب اول بودہ آں شد ایں دگر
عسلِ شیریں کس بہ او دادہ بخواب ‏ ‏ پس ازاں دادہ یکے جامِ شراب
از ملِ کہنہ بسے سرشار شد ‏ ‏ بے خود و سرمست و بے ہشیار شد
یافتہ خود را بہ بحرِ بے کنار ‏ ‏ در میاں دو شیر و دو سوئے یسار
گہہ بر آید گاہے اندر مے رود ‏ ‏ غوطہ زن بسیار و بے پایاں شود
دیدہ در دریا یکے قندیل را ‏ ‏ ارصلاں گفتہ بہ ہیں جبریل را
شکلِ ضیغم شد چو شکلِ ماہرو ‏ ‏ ارتجالاً کردہ با او گفتگو
در دہانش نامۂ پروردگار ‏ ‏ ہر لبِ اوراقِ او شمشیر وار
گفت یا یحیٰی ترا دادم کتاب ‏ ‏ کن عملِ انچیکہ میگویم بہ خواب
آ۔ بیا۔ بر پشتِ من اسے بے قرار ‏ ‏ ہمچناں بر اسپ مے باشی سوار
زیرِ شانہ شکلِ حیدر شکلِ شیر ‏ ‏ پیشِ شانہ شکلِ دلدارِ دلیر
الغرض بر پشتِ او گشتہ سوار ‏ ‏ غوطہا خوردہ دروں دو چار بار

ناگہاں گشتہ دمش مانندِ مار ‏ گرم شد اندامِ او مانندِ نار

صوتے از نامہ بر آمد ناگہاں ‏ از دروں گوید کسے با او چناں

اقرا۔ اقرا تا بہ آخر والضحیٰ ‏ لیس للانسانِ الّا ما سعیٰ

سورۂ یٰسین و طٰہٰ حشر دردم ‏ خواندہ لبس گشتہ زہر جانب ہجوم

شیر سوئے آسمان بے پر پرید ‏ ناگہاں مارِ دمش بر سر رسید

شد سرِ مارِ دمش چوں طرۂ ‏ بہرِ استقبال آمد کرۂ[1]

اندرونش یک مکاں آراستہ ‏ ہر طرح از چار سو پیراستہ

گنبدے[2] از دور دیدہ پر ضیا ‏ اندرش صدہا ستائے[3] پیر آیا

پس ز دروازہ دروں داخل شدہ ‏ عاجلاً در قافلہ شامل شدہ

آں مقام از غیرِ ایں ہر دو جہاں ‏ او نبودہ در زمین و آسماں

سخت حیراں شد کہ او بودہ کجا ‏ او نداند راز را داند خدا

دیدہ آنجا صد ہزاراں خوبرو ‏ یک ز یک برتر نشستہ روبرو

دلبرے در بینِ گنبد چوں عمود ‏ بے تعلق در ہوا استادہ بود

کاکلِ دلدار دودِ ہائے ہو ‏ آہوم دررہ امامِ ماء و مو

طورِ سینا[4] جبلِ زیتون چوں شدہ ‏ اندرونش بحرِ ابیض[5] خوں شدہ

گنجِ رخ را دو کلیدِ ابروئیش ‏ می کشاید رازِ پنہاں راموئیش

کاسۂ دو چشم پُر از آبِ خشک ‏ زلفِ او پیچاں شدہ در رنگِ مشک

بر عمودِ صبح منقارِ غراب ‏ دانۂ خالش بہ چیدہ از گلاب

بیضۂ[6] زریں چو زاغِ شب بداد ‏ زاغِ زلفِ بال و پر در شب کشاد

در کمانِ شانہ۔ صدہا تیر ہا ‏ بستہ شد صد زاغ در زنجیرہا

شوخ[7] و ستنش رانمودہ آفتاب ‏ من کہ ام گفتہ بامن بے حجاب

اے خداوندا بگو من کیستم ‏ من بہ ہستی۔ ہستی گوید۔ نیستم

معنیٔ ہر ہست باشد نیستی ‏ پس بگو اے نیستی تو کیستی؟

نیستی گفتا ندانم کیستم ‏ کیستم گوئیم کہ گویم چیستم

---

[1] نقطۂ کرہ تصرف شدہ کہ گیا ہے [2] انوار [3] نور [4] سر [5] مانگ [6] آفتاب [7] میل

گیتئ و چیستئ و نیستئ — سلسلِ ایں دور را نگریستی

بلکہ حالاہوشش ہم از دست رفت — مستیم چوں مست شد از دست رفت

من ندانم خویشش رامن کیستم — منکہ بودم پیشتر آں نیستم

چوں خودیم شد مسافر سوئے خود — یافتہ خود را خدا در کوئے خود

ہرکہ از اسرارِ حق آگاہ شد — پس فنا فی اللہ شد الآہ شد

عاشقم بر حالتِ دیوانگی — ہست ایں دیوانگی فرزانگی

ہرکسے را بہرِ کارے ساختہ — میلِ او اندرش دلش انداختہ

نیستی از جنسِ ہستی مے شود — پس بجز ہستی نہ بستی مے شود

پس بگفتا ہرچہ گوئیم ہست شد — ہستی درہستئ خود چوں مست شد

منکہ ہستم در منم شکلِ صنم — بے وجودِ ہستئ خود در منسم

رُستم از خود جستم از خود مثلِ مست — مستم از آوازۂ خود در الست[ل]

ہرچہ می بینم زمن پیدا شدہ — چوں شدہ پیدا من شیدا شدہ

صورتِ خوبی بود ناز آورد — صورتِ چنگی بود ساز آورد

صورتِ خوباں بود عشرت کند — صورتِ عینی انانیت کند

چوں انانیت برو باشد سوار — پس اناالحق گوید او بے اختیار

ہرکہ خود بینی کند در راہِ دوست — مغز را بگذاشت کلی دید پوست

پس اناالحق گفتنش جائز بود — آنکہ ناجائز کند عاجز بود

آفتابے در یکے ذرّہ نہاں — ناگہاں آں ذرّہ بکشاید زباں

خوبتر زیں سم نباشد شربتے — زیں مرض خوشتر نہ باشد صحتے

زیں گنہ بہتر نہ باشد طاعتے — سالہا نسبت۔ بدیں دم ساعتے

تامدد گیر وازو ہر صورتے — از جمال و از کمال و قدرتے

پادشاہاں مظہرِ شاہئ حق — عارفاں مرآتِ آگاہئ حق

گشتہ تجلی مظہرِ الٰہیت — ماہُویّت شد درونِ ماہیت

بے نہایت کیشہا و پیشہ ہا — جملہ ظلِ صورتِ اندیشہا

مرشدِ جملہ مفلسف شد خیال — از خیالِ خویش مے یابد کمال

۵؎

هر خیالے را خیالے می خورد — هر کمالے را زوالے می خورد

آں کمالاتیکہ باشد لازوال — لازوالی ہم شدہ از یک کمال

غیر مفہوم است بالائے کمال — جلّ بے آمیزشِ عزّ و جلال

گفتم از علمم کہ علم و عقل چیست — جاں چہ چیز است و ہمہ ایں نقل چیست

گفت علم و عقل و جاں ہر سہ جدا است — ایں جدائی را بہ یکتائی روا است

جملہ را داند۔ نداند خویش را — خود ہمائی گشتہ خود اندیش را

جملہ علمش گشت نادانیٔ و جہل — گر بداند خویش را گردیدہ سہل

خود بہ فرمائید آں حضرت کہ رہ — چونکہ از حضرت بشد راہی درہ

جسم ہر شئے رہ شد و روحش سفیر — ایں کجا خواہد شد از جسمِ حقیر

جسم مرکوب است و جانش راکب است — منزلِ مقصودِ خود را طالب است

راکب و مرکوب در فرمانِ شاہ — یک بہ دربارش وگر در بارگاہ

خواستم گویم۔ ندیدم۔ تا درم — اندریں قدرت نہایت قاصرم

سخت حیراں گشتم و نالاں شدم — در خودیم بے خود و بیچاں شدم

بر خودم عاشق شدم من کیستم — خود خودیم گفتہ من خود نیستم

روز و شب سرگشتہ و بگریستم — در خودیم خویش را نگریستم

من ندیدم خویش را در خود حضور — غائب و حاضر ازیں ہم پاک و دور

اندریں عرصہ بشد علم المنام — واحدے در خواب آمد۔ بالسلام

گفت او در خواب دیدہ یک غلام — اسمہٗ یحیٰی کاسمی در رقام

در نگارش منحنی چوں نامِ من — چوں دو میمِ نامِ مریم در دہن

در میانِ اسم او حائے مسیح — پیش و پس تکرارِ حرفی چوں صحیح

بشنو از من وصف و حمدِ ذاتِ او — عودِ او عیدانِ او عاداتِ او

کلکِ مژگانم ز نونِ عینِ من — حبرِ اشکم را کشیدہ در دہن

گر بجائے نگاہم جا بجا — جا بجا حتیٰ کہ بر ارض و سماء

روز و شب تحریر را جاری کند — تہ بہ تہ تحریر را ساری کند

ہم بباشد کہکشاں تسبیحِ ما — دانہ ہائے او بود نجمِ سماء

ط دو نشانی

وصفِ او ہرگز ندارد انتہا — گر بخوانم حمد او برد انتہا
وصفِ پنہاں موبمو و خال خال — بے نظیر و بے عدیل و بے مثال
شہرۂ آفاق و یکتائے زماں — صاحبِ دیہیم و تخت و ذی نشاں
چرخ با قوسِ قزح بستہ کمر — بہرِ تعظیمش فرو بخشیدہ سر
آسمانِ عقل و دانش ارضِ نور — آفتابِ عدل و بینش شاہِ سُور
رعدِ الطاف و کرم برقِ سخا — ابرِ بخشش بارشِ جود و عطاء
پیشوائے شاہِ شاہانِ جہاں — مقتدائے جانِ جانانِ جہاں
جنتِ اخلاق و خوبی درجہاں — داد گر لاثانیٔ نوشیرواں
عرشِ خوبی لوحِ محفوظِ خدا — تاج بخشِ اصفیاؔ و انبیاء
پادشاہِ ملکِ تقویٰ ملکِ بر — ذوالمحامد مالکِ کونین سر
عالمِ دارینِ خوبی شاہِ من — خاتمِ علم و کمال و جملہ فن
واقفِ اسرارِ حق دانائے راز — کاشفِ مشکل کشاء و کارساز
رہنمائے زبدۂ اربابِ علم — رہبرِ ہر قدوۂ اصحابِ علم
صاحبِ ارشادِ تلقین و ہُدیٰ — منتہائے جملہ شئے بے منتہیٰ
اخترِ چرخِ کرم ماہِ عطاء — بحرِ علمِ معرفت نجم الضیاء
سالکِ سلکِ دوا دو اہلِ علم — مالکِ ملکِ سدا دو اہلِ حلم
دردو عالم سرورِ سردارِ ما — روحِ ماہر کارِ ما سرکارِ ما
چنگِ مہر و مہ اگر نغرہ زند — لولیٔ حورِ فلک مدحت کند
مرکزِ تدویرِ آفاقِ سخا — ارضِ بخشش را چو خطِ استوا
معدنِ اخلاق و خوبیؔ و عطا — مخزنِ اشفاق و نیکیٔ و سخا
بحرِ طاقت بحرِ جرات بحرِ جوش — بحرِ قوت بحرِ قدرت بحرِ ہوش
بحرِ حشمت بحرِ ہمت بحرِ فکر — بحرِ دولت بحرِ صولت بحرِ ذکر
کوہِ دانش کوہِ بینش کوہِ نور — کوہِ بخشش کوہِ کوشش کوہِ طور
نیک خصلت نیک عادت نیکجو — نیک طینت نیک نیت نیکخو
نیک اختر نیک محضر نیک سو — خوب صورت خوب سیرت خوبرو

خوش جلال و خوش جمال و خوش کمال — خوش خیال و خوش مقال و خوشخصال

ذی مروت ذی فتوت ذی شعور — ذی لیاقت ذی شرافت ذی حضور

داد پیما داد فرما داد گر — داد پرور داد گستر داد ور

داد آرا داد پیرا داد بیز — داد افزا داد بخشا داد ریز

چرخِ جنگ و چرخِ چنگ و چرخِ زنگ — چرخِ زنگ و چرخِ سنگ و چرخِ ہنگ

عینِ عیسیٰ عینِ عقل و عینِ علم — عینِ عالی عینِ عشق و عینِ حلم

عینِ عود و عینِ عید و عینِ عن — عین عرفاں عین عنواں عینِ من

عقل اورا آزمودم بار ہا — کردہ پیرے را جواں در کار ہا

در شجاعت رستم و ستاں ہمانست — در سخاوت حاتم دوراں ہمانست

چوں سواری میکند بر پشتِ شیر — چابکِ افعی بگیرد آں دلیر

در ہمہ ہستی ہماں یکتاء و فرد — گاہے زن خود را نمودہ گاہے مرد

گویمش لتسمیۂ[1] قرآنِ پاک — گوئمش سرنامۂ فرقانِ پاک

نامۂ ہستئ حق را بسملت[2] — ذاتِ او خود بسملت خود حمدلت[3]

ابتدائے خوبئ و حسن و جمال — انتہائے علم و فن جملہ کمال

پادشاہِ حلقۂ ارض و فنا — حق پرست و صاحب صدق و صفا

در شبابش حلیۂ او چوں شہاب[4] — حلیۂ روحانیش اندر حجاب

زعفرانی ریش و لبہائش یمن — چشمِ اسود موئے سر مشکِ ختن

ابروئش قوسِ قزح گلنار خد — قامتش سروِ رواں شمشاد قد

زرق و برق و خوبرو سرخ و سپید — آب و رنگ و خال و خط خیلے سعید

نسخۂ خوابِ پریشاں موئے او — مہرِ خوبی را شعاع روئے او

ہر دو گیسو مصرعۂ شعرِ شعور — قرنِ مقروں مثنوئ تار و نور

سنگِ موسیٰ ہاونِ الماس شد — طورِ سینا کاکلِ عنبر اُس شد

مطلعِ قرآنِ رُخ شد حاجبین — شد تعوذ تسمیہ ابروئے عین

مہرِ رخ در بُرجِ قوسِ ابروئش — تارِ مہرِ نور اندر گیسوئش

[1] بسم اللہ الرحمن الرحیم کو کہتے ہیں ۱۲ [2] بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۲ [3] الحمد للہ رب العالمین ۱۲ [4] شعلہ ۱۲

پنجهٔ مژگاں شعاعِ آفتاب مردمِ چشمش عروسِ شیخ و شاب

سورهٔ نون سورهٔ صاد عینِ او سورهٔ واللیل شد زُلفینِ او

شد تلاوت بہر تصور کردنش در رتهٔ دل خیر شد آوردنش

گر زشہبازِ نظر حملہ کند طائرِ بغض و حسد را بر زند

بینش کبریتِ کافوری شده عارضش چوں عارضِ حوری شده

گشته ممدوده الف بینیٔ او شکر از لعلِ لبش در گفتگو

نونِ تنویں میمِ مدغم شد دهن وہم دارد ایں خیالم در سخن

بر لبِ دریائے دنیا کیک و تاز عرض با او میکند با صد نیاز

شیرِ دشتِ فتح و نصرت شاهِ من پرتوِ الله و خاقانِ زمن

جبههٔ خورشید و مه را اے خدا در تنِ خاقان بکن حسب الرضا

آرزو دارم که خاکِ آں قدم تو تیائے چشم سازم دمبدم

آرزو ایں عبدؔ می دارد بدل ملتبس یک جا شوم چوں آب و گل

گفته مے با سنم ہمیں بکر و عشا چوق چوق لیشا اے پادشاہم چوق لیشا

فتح و نصرت بہر خاقانم بود با تسلسل فتح تا یوم التناد

بادِ عیسیٰ قم باذنِ للہ بود آں صفت در عزمِ خود یحییٰ نمود

قطره را در صورتے اجمال کرد من علق من طین من صلصال کرد

ایں صفت دیده برو عاشق شدم عشقِ خود را خود بخود خالق شدم

بلکه او ہم خود بخود مفتوں شده بر جمالِ پاکِ خود مجنوں شده

گفتمش اے مالکِ ہر دو سرا بلکه بے ہر دو سرا بے انتہا

شاهِ لاثانیٔ و یکتائے جہاں واحدِ بے جفت عنقائے زماں

ہدہد و طاؤس و سرخاب و ہما بلکه ہر ذره بحمدِ آں خدا

سکهٔ انصاف و عدل و دادِ تو سکه زد بر ہفت کشور یادِ تو

اے توئی که بے توئی اندر توئی در یکائی در دوئی در یکسوئی

ہر که حالا وصف تو گوید شها گفتهٔ ما میکند مدرج شما

از وجودِ خویشش ہستی بے نیاز ایں ز عکسِ بے نیازی شد بناز

گشتم از دیدارِ تو گردن فراز — عزتم شد در ہمه عالم دراز

چوں ترا دیدم محالم حال شد — جانِ من مستغرقِ اجلال شد

سربلندم ایں قدر در عزّ و جاه — شد فلک نزدم چو یک خالِ سیاه

نفحتِ آه و فغاں آتش زن است — سوزش و گرمیش در جسمِ من است

پیشتر از امرِ کن عاشق شدم — رفته رفته عاشقِ صادق شدم

از ازل در سینه دل ماتم کند — دست بر برسِنهِ فغاں پیہم کند

قمریِ دل میکند بس ہائے ہو — کوُو - کوُو - کوُو - کوُو - کوُو - کو

از تپِ غم دل بخارا شہر شد — دیدۂ تر ما ور اُلنہر شده

گریه ہا کردند دو طفلِ یتیم — لو لوئے شہوارِ من گشته دو نیم

شد رہا از اشکِ باراں قصرِ دل — چار دیوارِ عناصر آب و گل

موئے مشک آسائے من کافور شد — شامِ یلدایم لیسانِ لوز شد

مادرِ گیتی چه زائیده مرا — شیرِ رنج و غم خورانیده مرا

بر سرِ ما از براں چرخ بریں — زیرِ پایم گشته زنجیرِ زمیں

دین و دنیا را نه پیدا ساختی — مفت خود را در بلا انداختی

قیدِ ما را کردی در زندانِ دوں — می خورم صد غوطہا در بحرِ خوں

روز و شب گفتی که گویم کهه به حهه — بر زباں الفاظ بایَد بہ ز بہ

تا نبا شد بر زباں یک لفظِ بد — از بیانش گفته باشم ظرفِ بد

امر کردی بر زبان حاضر شود — خاص بر بابِ دہن حاضر شود

تا که چوں درباں ببا شد بر لبم — آمد و رفتِ سخن باشد عدم

بند کردی ہر درِ گفتارِ من — تو شدی در عقل و در پندارِ من

ترکۂ میراث وارث و جائداد — وارثاں پابند و بنده بے مراد

ترکۂ رنج و شکایت یافتم — یافتم تا ایں وراثت یافتم

سوزش دل در نفس جاری شده — ہر رگ و پیمانِ من ناری شده

گرد بادِ عشقِ من صحنِ فراخ — چاک سازم جامه بر تن آخ آخ

کردم و ہر چیکه اکنوں مے کنم — ہرگز از علامت نه افزوں میکنم

گر نسازم جہل باشد علمِ تو — پس چساں گردد ظہورِ حلمِ تو

گر کسے حقدار را حق میدہی — بر سرش ہرگز نہ احسان می نہی

صالحاں را گر نہ بخشی ایں غضب — طالحاں را گر نہ بخشی ایں عجب

صالحاں حقدارِ جنت مے شوند — طالحاں حقدارِ منت مے شوند

قوّتِ سمع چہ داری اے خدا — خاک می شنوی چہ مے گویم ترا

میکنم ہر روز و شب آہ و فغاں — نالۂ من گہ نشد تا علمِ جاں؟

ایں ہمہ مضمون کہ گفتم پیشِ تو — دیدہ بودی اندرونم خود بگو

گر بدیہی شد چرا بیروں زمن — تو نہ گفتی اسکت اسکت اے دہن

زیں سبب ہیچک تو قادر نیستی — من یقین دانم کہ حاضر نیستی

گر دریں تقریر باشد ردّ و کد — بد شنو شنو و ہمیشہ قولِ بد

گر شنوی بد شنو ہستی ضرور — بہ شنو گفتن بود از عقل دور

بر سرم شد پرتوِ عرشِ بریں — زیں سبب منحوس ہستم بر زمیں

زیرِ سقفِ کہنہ چوں باشم مقیم — بر سر افتد آب چوں درِّ یتیم

زیں سبب زیں سقف قطرہ مے چکد — چوں شود غربالِ نحلی باشہد

آب در غربال کسے دارد قرار — گو شود غربالِ زنبوری ہزار

سینۂ ہر چرخ چوں غربال شد — نور گوناں گوں ز تو ارسال شد

شامتِ اعمالِ من ہرگز نہیں — ایں نہیں گفتن مرا جائز نہیں

دشمنِ توحید و فرجامم توئی — باعثِ آغاز و انجامم توئی

دیں نشد حاصل نہ دنیا شد حصول — صحبت الآہ را دانم فضول

من نخواہم ایں چنیں اَلآہ را — ترک کردم از تو رسم و راہ را

من جدا باشم خدا باشد جدا — ایں ہم آمد از ادایت یک ادا

دور شو۔ بس دور شو۔ بس دور شو — صدقۂ اجلال خود از من برو

فی امانِ اللّٰہِ بینی بینکم — عبد چوں مفقود شد معبود گم

من نخواہم ابجدِ دمدار را — خود نما ناواقفِ اسرارِ ما

او کہ از معبودیت خارج بشد — بندہ از موجودیت خارج بشد

۹۷ بہ نقطہ تعریف "سیہ کاریا"

رشتہ ہائے عبدیٔ و معبودیت　　چوں شکستہ شد فنا موجودیت

اڑ عیاذاً اللہ شد یک عبد گم　　صورتِ او بار او شد لاجرم

عبدِ بے معبود ہرگز عبد نیست　　آخرش مطلق نمی دانم کہ کیست

آنکہ دارد اسم می دارد ضمیر　　گر ندارد اسم گشتہ بے نظیر

پس ندارم قایلِ ماؤ شما　　عبد گر باشم بباشم از کجا

درجہ شد بر درجۂ الاہیت　　ماہیت بالا ز جملہ ماہیت

گو کہ باشد ہر کمالے را زوال　　لایزل گردد چگونہ ایں کمال

شد کمالش را زوالے بر کمال　　شد زوالش را کمالے لازوال

ہر کمالے را زوالے بر کمال　　ہر زوالے را کمالے با زوال

دستِ مطلق گر مرا آید بدست　　تا یقیناً دست و پا بیکار ہست

گر دعایم را کسے سازد قبول　　ایں بخواہم ہر دعا را باشد حصول

در دو پہلویم فقط یک آرزو　　با کہ گویم کس نمی شنود بگو

آرزویم بس نباشد آرزو　　ہر چہ می آید زمن - آید ز تو

ای توئی کہ خسروِ زریں قبا　　خسروِ مشرق سوارِ بر صبا

صہوِ یکراں آتشِ پیکر توئی　　کعبہ گرداں وزریں زر توئی

آبِ رو انداختم بر آبرو　　آبروئے ہست پنہاں آرزو

آب آمد در دہاں در آرزو　　جستجوئے تو نمودم کو بکو

جامِ خالی داد ساقی پیش رو　　تشنگی دارم کہ خالی آرزو

خواستم او را بگیرم در شکم　　دیدم او را خالی از رازِ منم

اے توئی کہ بے توئی اندر توئی　　در یکائی در دوئی در یکسوئی

غالباً شد آرزو ہست ایں چنیں　　دایماً بندہ شود اندوہگیں

راضیم جبراً کہ اے بد آرزو　　از چنیں حالت بشد صد آرزو

شد دماغم ہمسرِ تجرِ ثقیل　　میکشد وہم و خیالِ بے عدیل

زیرِ کامم مرغ حقگو روز و شب　　حق بناحق میکند ایں حق طلب

1 آفتاب 12 ۔ 2 آفتاب 12 ۔ 3 آسمان 12 ۔ 4 جواہرات 12

ہر کہ حق گفتا بناحق کشتہ شد
حق بناحق گفت او سرپشتہ شد

حق شناسا کے شود ناحق شناس
کے مقید مے شود مطلق شناس

چوں قلم در دستِ غدارے فتاد
لاجرم منصور بر دارے فتاد

بس جنونم گفت من زائل شدم
من بسوئے عبدیت مائل شدم

بندہ گشتہ کر نہ کردم بندگی
لعنت و نفرین و تف بر زندگی

از تہِ دل توبہ توبہ میکنم
لب بہ تسبیحِ تو بس برہم زنم

پُر ز عصیان وخطا جرم وقصور
من گنہگارم تو غفار و غفور

پادشاہا جرم ما را درگذار
ما گنہگاریم تو آمرزگار بو

تو نیکوکاریٔ و ما بد کردہ ایم
جرم بے انداز و بے حد کردہ ایم

سالہا در بندِ عصیاں گشتہ ایم
آخر از کردہ پشیماں گشتہ ایم

بے گنہ نگذشت بر ما ساعتے
با حضوری دل نکردم طاعتے

بر درآمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

محسنا احسانِ بے پایاں زلست
الغرض احسانِ بر احساں زلست

معدنِ احسانیٔ و ابرِ کرم
لطفِ تو چوں ابرِ ریزاں بر سرم

من بخواب و پاسبانِ من توئی
من چو طفل و حرزِ جانم من توئی

از تناسخہا چو می آیم بروں
می کنم فریاد از پردہ دروں

جرمہا بینی نہ گیری انتقام
از درِ لطف و عطا آئی مدام

سہو و عصیاں را مبدل کن بعلم
من ہمہ جہلم مرادہ عقل و حلم

راہِ حق بنما مرا اے راہبر
بے خبر ہستم ز راہِ معتبر

احدنا بر اعتقادِ احدیت
کن مسلط قلب را بر معرفت

اولا اول مرا معصوم کن
آخرا آخر مرا مخدوم کن

اے کریم و کارسازِ کارِ من
فضل کن حقا بحالِ زارِ من

حالِ زارِ من نمے داند کسے
ہستم اندر آتشِ غم چوں خسے

رحم کن رحم اے کریمِ بے کساں
بر منِ غم دیدۂ بے خانماں

بالشِ غفلت نہادم زیرِ سر
یک نظر بنگر مرا اے چارہ گر

در حساب روزِ محشر درگذار — زانکہ ذاتِ تست بس آمرزگار
گشتہ ام از خویشتن عزلت گزین — از ندامت روز و شب سر بر زمین
دیدۂ و دانستہ کردم کارِ بد — بے شمار و بے حساب و بے عدد
دشمنِ خود خویشتن را ساختم — مفت خود را در بلا انداختم
مبتلائے دام گشتم آں سیہ — بودہ آں مردودہ نازِ حامیہ
جملہ آفتہا کہ بینم در جہاں — باشد از شومیٔ زن در ہر مکاں
بدگہر را علم و فن آموختن — دادنِ تیغ است دستِ راہزن
دامِ آدم خوشۂ گندم شدہ — تا وجودش خوشۂ مردم شدہ
علم و مال و منصب و جاہ و قراں — فتنہ آرد در کفِ بدگوہراں
چوں قلم در دستِ غدارے فتاد — لاجرم منصور بر دارے فتاد
خود شدہ فرعون و ہامانش وزیر — ہر دو را نبود ز بدبختی گزیر
او چہ داند معنیٔ شرعِ شریف — شیخ و پیرو کارِ او ہر دو کثیف
مردکِ کمپیرک و کمپیر تر — ارذل العمر است یعنے آں عمر
گہ خیالش جانبِ سوداگری — گہ خیالش تاجریٔ و داوری
گہ خیالش فرجیٔ و گاہے دکاں — گہ خیالش این و آں گاہے چناں
گہ خیالش کالۂ و گاہے قماش — گہ خیالش مفرش و گاہے فراش
گہ خیالش نامہا و ننگہا — گہ خیالش آشتیٔ و جنگہا
گہ خیالش سوئے احوالِ زمن — گہ خیالش جانبِ فرزند و زن
بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر — ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر
او بظاہرِ واعظِ احکام بود — لیکن در باطن کمندِ دام بود
شد خطا اندر خطا بر تر خطا، — تہ بہ تہ صدہا خطا پر شر خطا
وائے بر ارمانِ عمر و امیدِ او — حسرتا بر حسرتِ جاویدِ او
تنگ درویشاں ز درویشیٔ شاں — روز و شب از روزیٔ اندیشیٔ شاں
پا برہنہ سر برہنہ می دوند — ہر کہ نانے میدہد آنجا روند
قرصِ مہ را قرصِ ناں پنداشتند — دست سوئے آسماں برداشتند

مهر و رقت وصفِ انسانی شود
خشم و شهوت وصفِ حیوانی شود

زادهٔ دنیا چو دُنیا بے وفا است
گرچہ رو آرد بمن آں رو قفا است

بد دلاں از بیمِ جاں در کارزار
کرده اسبابِ ہزیمت اختیار

بے خبر از راز و از رمز و نیاز
خوب میداند خدائے کارساز

آب از آتش برآوردن محال
آب و آتش را نباشد آں وصال

از کدوئے خشک روغن کے کشد
طفلِ نوزاده نمک کے مے چشد

آدمی را آدمیت لازم است
عود را گر بو نہ باشد ہیزم است

دوستِ جانی جاں بجانم می دہد
دوستِ نانی جاں بہ نانم می دہد

نقدِ ما و جنسِ ما و رختِ ما
نامِ ما و فخرِ ما و بختِ ما

جملہ را بر باد کرده از دغا
پس ازاں با من نموده صد دغا

مالِ دُنیا دامِ مرغانِ ضعیف
ملکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف

مرد پنہاں است اندر صد غلاف
ظاہرش با ما و باطن بر خلاف

پس منافق اہلِ دل ہرگز نشد
اہلِ دل گفتن بہ آں جائز نشد

صد ہزاراں خوئے بد آموختہ
دیدہ ہائے عقل و دل را دوختہ

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

حرفِ درویشاں بسا آموختہ
ممبر و محفل بداں آفروختہ

دیده چوں جائے پر از الغاجہا
چار جانب گسترده دامہا

زانکہ صیاد آورد بانگِ صفیر
تا فریبد مرغ را ۔ آں مُرغ گیر

بشنود آں مرغ بانگِ جنسِ خویش
از ہوا آید بیابد دام پیش

پس ازاں افسوس و حسرت میکند
بر چنیں مکار لعنت میکند

ہر یکے ناصح برائے دیگراں
ناصحِ خود یافتم کم در جہاں

یار آں باشد کہ او یاری کند
وقت چوں آید مددگاری کند

یا کہ بگریزد بسوئے پشتِ خویش
یارِ خود را میکناند ریش ریش

دور شو از اختلاطِ یارِ بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند
یارِ بد بر جاں و بر ایماں زند

پس ہماں مارند از روزِ ازل / زہر انداز ند در نعم البدل
بچہ طاؤس علوی آفتاب / بچۂ خورشید در سنگ و تراب
آں گلِ سُرخ است گو پرخوں بود / عقلِ او مست است گو مجنوں بود
سرخروی از قرانِ خوں بود / چوں ز خورشید خوشی گلگوں بود
یافتم در بحرِ لاہوتی صدف / از درونش شد عیاں دُرِّ نجف
چوں درِ غلطاں بدیدم یک نظر / دُرِّ نہ بودہ بلکہ بودہ خود گہر
گوہرِ پرتاب در دُرجِ فلک / نام خورشید است در بُرجِ فلک
متقی پرہیزگار و با خدا / تارک الدُنیا و شیخے پارساء
اِرجعی بشنید نورِ آفتاب / سوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب
شید[2] از خورشید ہرگز دور نیست / عبد از معبود و خود معبود نیست
ناسزائے را چہ دیدہ بد نژاد / حکمتہ ساکت شدہ آں خوش نہاد
اے خیو انداز بر روئے علی / افتخارِ ہر نبیٔ و ہر ولی او
چوں قبولِ حق شدہ آں سرورت / دستِ او در کارہا دستِ خدا است
جہل آید پیش او دانش شود / جہل شد علمیکہ در ناقص رود
علم بے علم است و اُو علم آفریں / راز دارے روحِ ربُّ العالمیں
من خطا دارم تو غفار و غفور / سر بسجدہ گشتم از بہرِ قصور
پاک وصاف اینجا فرستادی مرا / پاک از عصیان و از جرم و خطا
کن منزہ چونکہ پیدا ساختی / از عدم آوردی و پرداختی
توبہ ہا از کردہ اکنوں میکنم / دستِ خود بر زانوء و بر سر زنم
دولتِ شاہی اگر یابم خدا / کے بدست آید ز دولت دست و پا
ہیچ حسِ ظاہری و معنوی / کے بدست آید ز جاہ و دنیوی
بے بہا دولت عطا کردی مرا / محسنِ لاثانی می خوانم ترا
سر فگندم روز و شب بگریستم / جز تو کے سوئے دگر نگریستم
از بلا کردی رہا دادی نجات / وز سرِ نو دادۂ ما را حیات
بارہا اندر صفر باصد بکاء / کف زلب انداختم باصد دعاء

[1] یاقوت
[2] نصیب

در صحار و در بحارِ پُر خطر — روز و شب بیدار و نالاں سربسر
اے خدا ایں گوش و چشم و پا و دست — جملہ او در ہائے احسانت پُر است
اول ایں شکرِ تو می آرم بجا — دادۂ توفیقِ حمدِ خویش را
دادۂ تا ذکرِ احسانت کنم — خویشتن را زیرِ فرمانت کنم
ہر چہ باشد شکر نے باید مرا — زیں جہت مطلب بدست آید مرا
چوں مرا دادی چنیں عقل و ہنر — علم و حکمت دادہ کردی خوش بسر
پس مرا باید کہ آں ظاہر کنم — بے وقوفاں را ازاں ماہر کنم
گر نمی دادی مرا ایں عقل و ہوش — کس ندیدے جوش را اندر خروش
بلکہ حالاً گر مرا احمق کنی — در حماقت ہا کنم خود را غنی
تو مرا دانی کہ فی الحق کیستم — عقلمندم یا کہ احمق کیستم
ہر چہ خواہی بندہ ام بس عاجزم — در ہمہ پابندگی بس قاصرم
تو ز قدرت می کتانی کارہا — آزمودم خویشتن را بارہا
گر مرا ساغر کنی ساغر شوم — گر مرا لاغر کنی لاغر شوم
گر مرا باراں کنی خرمن دہم — در مرا ناوک کنی در تن جہم
گر مرا مارے کنی زہر افگنم — در مرا یارے کنی مہر افگنم
گر مرا شکر کنی شیریں شوم — در مرا حنظل کنی پُر کیں شوم
گر مرا در خود کنی در تو شوم — خویش را بگذارم و مر تو شوم
ہیچ از امرت نہ سرتابی کنم — بندگی شد گو کہ گویم تو منم
من دریں فن صفدریم و پہلواں — کس ندارد پائے ما اندر جہاں
ایں ہمہ از حکمِ تو خواہم بگفت — کے بلا اذنت زغنچہ گل شگفت
چوں ہمیں خواہی کہ مردے بفسرد — سردی از صد پوستیں ہم بگذرد
پس چگونہ عشق آمد عقل رفت — از دماغم عقل و علم و نقل رفت
گر مرا عاشق کنی عشق آورم — کوہِ درد و رنج را برسر برم
کار و بارِ من بجز عشقِ تو نیست — حسنِ بے مثلِ تو جاں را رہزنیست
ماہ را با مہر پیوندی خوش است — جسم را با روح پابندی خوش است

پادشاہی کارِ تو عدل است و داد
در ہمہ فن اوستادِ اوستاد

اختصاصاً گر ز تو رحمت شود
ہر بدی از مہرِ تو طاعت شود

دستِ مطلق گر مرا آید بدست
تا ہمہ ایں دست و پا بیکار ہست

ہستیم در بارگاہت شد گناہ
تو نگر ہستی پئے ہر شئے پناہ

از خودیم من چگونہ بگذرم
خویشتن را در خودیت در برم

گر بباشم ہستیم خواہد بگفت
رازِ پنہاں را نخواہد برنہفت

دست گوید من نمودم ایں چناں
ہر دو لب - لب را کشاید در بیاں

خود ستائی کردہ ام گوید زباں
گہ چنیں گفتم گہے گفتم چناں

ہر یکے گفتارِ من دشنام بود
خیلے بد آغاز و بد انجام بود

لفظِ لعنت در سخن وا کردہ ام
خویش را از فحشہا پروردہ ام

چیں کشیدہ بر جبیں گوید جبیں
می نمودم غیظ را از ہمچنیں

اندریں شطرنج غمہا یافتم
از بساطِ زندگی رو تافتم

پس چنیں ہستی نخواہم خود بگیر
قُل کہ یا انت لیشوفینا الاسیر

ہم دہان و ہم زبان و ہم بیاں
تو بمن پنہان و من در تو نہاں

ہرچہ سازی بہرِ تو زیبا تر است
قدرتِ کبرائے تو قدرت گر است

دیدہ باید کے شود کف الخضیب
کے سوالم می رسد عند المجیب

بر لبم قفل است و در دل رازہا
لب خموش و دل پُر از آوازہا

اُستخوانم آہکِ دیوارِ قبر
لوحِ سنگِ یادِ تو بر سینہ جبر

تارِ اشکم چوں بہ آہک ریختہ
جسم را در آب و گل آمیختہ

بر سرِ پشتم اگر باشی سوار
از مکانِ حاسداں باشم فرار

حاملانِ عرش ہم کروبیاں
گو حسد آرند کے ترسم ازاں

گفت یحییٰ پس ازیں جملہ کلام
مرحبک با صد صلوٰۃ و صد سلام

جوابِ یحییٰ با محمدؐ

السلام اے امرِ یزداں السلام
السلام اے رحیم رحماں السلام

السلام اے ساکنِ درعلمِ حق
می نداری حلم اِلاَّ حلمِ حق

السلام اے باعثِ ایجادِ خلق
السلام اے موجبِ بنیادِ خلق

السلام اے عاشقِ پروردگار
اے بصد اخلاص بر ما جاں نثار

السلام اے ہادیٔ دینِ متیں
السلام اے خالقِ ایمان و دیں

السلام اے دانشِ دانشوراں
السلام اے مہدیٔ در ہر زماں

السلام اے سایۂ ہر جزو کل
السلام اے دایرِ دورانِ کل

السلام اے زرارادہ مستقیم
السلام اے ہادیٔ دینِ قویم

السلام اے خوبصورت السلام
السلام اے خوب سیرت السلام

السلام اے جانِ جاناں السلام
السلام اے خانِ خاناں السلام

السلام اے صاحبِ ذہن و ذکا
السلام اے سیدِ صدق و صفا

السلام اے دائیٔ جود و عطا
السلام اے مالکِ خلق و سخا

السلام اے مبتلائے غور و فکر
السلام اے داخلِ در بحرِ ذکر

السلام اے طالبِ علم و ادب
السلام اے خواجۂ عالی نسب

السلام اے مائلِ جنگ و جدال
السلام اے خواستگارِ ذی کمال

السلام اے فاقہ مست و بے نوا
السلام اے پادشاہِ دوسرا

السلام اے حاکمِ تیغ و تبر
السلام اے شاہِ ہر تاج و کمر

السلام اے تیغِ براں السلام
السلام اے شیرِ غراں السلام

السلام اے وارثِ تخت و کلاہ
السلام اے سرورِ ہر عز و جاہ

السلام اے باطن و ظاہر توئی
السلام اے اول و آخر توئی

آفریں اے بلبلِ دستانِ من
آفریں اے صلصلِ بستانِ من

آفریں اے نیک فرخ فالِ من
آفریں اے چشمۂ اقبالِ من

آفریں اے ہدہدِ شہرِ سبا
آفریں اے قاصدِ ما دلربا

اے دریغا مرغِ خوش آوازِ من
اے دریغا ہمدم و ہمرازِ من

اے دریغا مرغِ خوش الحانِ من
راحِ روح و روضۂ رضوانِ من

مرحبا اے غازیٔ جنگِ عظیم
حبذا اے ہادیٔ دینِ سلیم

اے مہرِ خورشید تاج الکائنات ‏ ‏ اے تو ئی بس عین ذاتم پاک ذات
سدّۂ دندانت چو سدِّ قہقہہ ‏ ‏ میکنی مانندِ بلبل چہچہہ
بارِ بارت - بار بارد - بار بار ‏ ‏ بار بر - بربار - در بارت برآر
بازن - بر باز خود - ہمراہِ باز ‏ ‏ باز آ - از بازئی باز و فراز
گر ترا گردد اگر - گر گر نگر ‏ ‏ مرہم گر - کیر از گر گر مگر
گرد - گرد اگرد - می گردد بگرد ‏ ‏ گرد چوں گردد بگیرد زورِ مرد
گرد نے - بر گردگاں - گیرد مقام ‏ ‏ غیر ممکن گشت ممکن لا کلام
ساز و سامانت مکن آشفتہ حال ‏ ‏ سرنۂ سر سخت اندر سخت کال
شد زتیرِ بادِ من ایں شور و شار ‏ ‏ قیر و قار و زیر و زار و تیر و تار
لاؤ لک ناموس می خواہم ہزار ‏ ‏ شاخ شاخ و شست شست و شار شار
من عجوز و تو عجوز و او عجوز ‏ ‏ اندر ایں لفظ است بے پایاں رموز
رنگ می باشد دلیلِ رنگ رنگ ‏ ‏ ہمچنیں او رنگ می گردد بہ چنگ
دستِ تو در دستِ مولیٰ دستِ دست ‏ ‏ ایں ہمہ از دستہا دستِ نیکو است
تو بہ خود ہستی چہ جوئی در جہاں ‏ ‏ آنچہ می جوئی ہمہ در تو نہاں
جملہ کونین است در تو منطوی ‏ ‏ بلکہ کونین آفریں ہم محتوی
تو نمی دانی کہ آخر کیستی ‏ ‏ جہد کن چند انکہ دانی چیستی
گر بہ جوئی غیرِ خود مجنوں شوی ‏ ‏ از تردد والہ و محزوں شوی
کاف و نوں در کاینِ خود مختفیست ‏ ‏ گاہے ثبت گشت و گہہ شد منتفیست
مسکنِ میکینے در صبر و سکوں ‏ ‏ ہر سکونت ساکنِ در کاف و نوں
در تۂ قلبم عروسِ ساکن است ‏ ‏ پیشِ نامحرم رود ناممکن است
لیلیٰ و فرہاد و شیریں آفریں ‏ ‏ دلبر و دلدارِ یکجا دل نشیں
نفس ہر دم قلب را سازد طواف ‏ ‏ لوحِ محفوظِ تو گشتہ صاف صاف
شد عروسِ رازِ من پردہ نشیں ‏ ‏ غیر محرم صاحبِ عرشِ بریں
پس چگونہ پیشِ او پردہ درو ‏ ‏ خویشتن را بے حجابانہ برد
ستر پوشی میکند ستارِ ما ‏ ‏ خالقِ مستور و ستۂ و یارِ ما

ربطِ خود بسیار دارم از خدا
او نہ از من من نیم از او جدا

دشمنِ توحید را دشمن شوم
مثلِ آتش پیشِ او روشن شوم

تا بہ ام افلاک و دوزخ مطبخم
نانِ قمرینش بگفتا بر زخم

تو نمی دانی مرا من کیستم
دوستِ تو ہستم کہ دشمن کیستم

دوست آں باشد کہ آرد صد بلا
در بلائے لذتے دارد سوا

دوستش را پیشوائی میکند
بہرِ کارش سر برائی میکند

خود نگہباں می شود در پیش و پس
چوں بلا نزدش رود گوید کہ بس

از پئے کارِ اہم آں کارساز
پیشتر ایں کار می سازد بہ راز

از بشر پیدا کند یکتا چو خویش
یفگند او را بہ آفتہائے بیش

گہ برہنہ می کند گہ تنگ دست
گاہے او را میکند صد فاقہ مست

گاہے بیماری دہد گاہے ہراس
گاہے نقصانی رساند گاہے یاس

گاہے در سعی کند ناکامیاب
اقربائیش را کند خانہ خراب

تا کہ او سوئے خدا مائل شود
بہرِ وحدانیتش قائل شود

سرنگوں گشتہ بگرید روز و شب
تا نہ بیند ہیچ را از غیرِ رب

ہر کہ از محتاجِ او طالب شود
غیر از وہّاب کے واہب شود

ہر کہ شد از غیرِ حق اُمید وار
گشتہ در دُنیا و دیں یک نابکار

ہر جہاں و اہلِ آں بے حاصلند
ہر دو اندر بے وفائی یک دلند

ہر چہ میگویم ترا آں یاد کن
آں خودیٔ خویش را برباد کن

کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نشد
تا صدف قانع نشد پُر دُر نشد

روز بے روزینہ خود را داشتن
ہست خود را بر سما افراشتن

رزق آں باشد کہ رزقِ رازق است
از برائے عاشقاں ایں لائق است

جانور فربہ شود از نا دو نوش
آدمی فربہ شود از راہِ گوش

چوں شکم را از ہمہ خالی کنی
پُر ز گوہرہائے اجلالی کنی

صحتِ ایں حس ز معموریٔ تن
صحتِ آں حس ز تخریبِ بدن

روح ہمچو صالح و تن ناقہ ہست
روح اندر وصل و تن در فاقہ ہست

چند خوردی چرب و شیریں از طعام　　امتحاں کن چند روزے در صیام

چند شبہا خواب را گشتی اسیر　　یک شبے بیدار شو دولت بگیر

از پئے ہر نفس امرش غیر غیر　　اندرش گر خیر کردہ شد بہ خیر

ہر کہ از دیدار برخوردار شد　　ایں جہاں در چشم او مردار شد

ہرچہ در دنیا کنی بہر خدا　　آں ز دنیائے دنو باشد جدا

پس بکن تن پروری در عشق بہ　　بلکہ خود را تحفۂ او را بدہ

ذات خود را تاکہ او بخشد ترا　　تو خدا باشی نباشد او خدا

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن　　جملہ راحت را بباید باختن

تاکہ بینی چاشنئ زندگی　　سلطنت بینی نہاں در بندگی

گر ہمیں خواہی کہ او یاری کند　　خواہشت را جانب زاری کند

چوں بہ آخر شب بنالی با دعا　　خوش بہ او آید صدائے ایں بکا

بس بہ سازئ تو شامل شود　　در ہمہ اعمال تو عامل شود

نائی و نے ساز و آوازے شود　　ناز آور ناز اندازے شود

اے خنک چشمیکہ آں گریان اوست　　آں ہماں دل بہ کہ آں بریان اوست

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست　　مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

ہر کجا نہر است باید سبزہ زار　　خضر شد آں کس کہ باشد اشکبار

تا نگرید ابر کے خندد چمن　　تا ننالد طفل کے جوشد لبن

با تضرع باش تا شاداں شوی　　گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی

چشم گر با اشکہا مفتوں شود　　اشک را باید کہ صد جیحوں شود

تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش　　با دل غمدیدۂ آشوب باش

تاکہ اول صد تاسف را ببیں　　پس ازاں در مصر یوسف را ببیں

غسل تن از آب جاری می شود　　غسل جاں از اشکباری می شود

گنج در ویرانہ میباشد فزوں　　عقل کل حاصل بگردد در جنوں

صلح میخواہی بلا جنگ و جدال　　لقمہ میخواہی بلا رنج و ملال

ہر کہ ایں رنج و بلا را یافتہ　　آخرش از بندگی رو تافتہ

چوں نہ سرتابی کند از پیشِ او — اندرش باشد چو او درخویشِ او
پس ازاں او را بشارت می دہد — برسرش تاجِ حکومت می نہد
تا شود بر عالمے فرمانروا — میکند انصاف بے روئ و ریا
پیش از سلطانیت باشد ولی — رازدارِ کم خفیٔ و کم جلی
باز میگوید کہ جملہ بہتر است — یا و یا شد دشمنِ تو ابتر است
مولوئ واول و والی کند — بغتتہً برتختِ خود عالی کند
جملہ از دستش کناند کارہا — تا کہ شانش را شود اظہارہا
خلق گوید بودہ ایں شخصِ حقیر — پس چگونہ کردہ ایں کارِ شہیر
رفتہ رفتہ می رود آں سلطنت — چوں بہ پیرِ دکارِ او شد شیطنت
گر خدا ترسی بماند برقرار — سلطنت باید کہ باشد پائدار
سرزنش از بہرِ زالِ سرسپید — می شود بارِ دگر نظمِ جدید
حامدانِ حمدِ محمودِ وحید — در محمد احمدِ مجدِ المجید
ہرکہ از یحییٰ چنیں محمود شد — بہرِ او ہر کارِ او مسعود شد
پس بلائے دوست تطہیرِ شما است — علمِ او بالا ز تدبیرِ شما است
صلح می خواہی بلا جنگ وجدال — لقمہ می خواہی بلا رنج و ملال
ظاہراً کارِ تو ویراں میکند — لیک خارے را گلستاں میکند
تا شود بستان وکشتِ برگ و بر — تا نگردد نظمِ او زیر و زبر
ہرچہ خواہد برکند او را رواست — بہرِ او شایان و زیبا و سزا است
بشنو اینجا یک حکایت میکنم — بلکہ میگویم روایت میکنم

حکایت

از یکے عاشق بہ پیشِ یارِ خویش — می شمرد از خدمت و از کارِ خویش
کز برائے تو چنیں کردم چناں — نیزہا خوردم بہ خود صد سناں
زور رفت و زر برفت و نام رفت — ہیچ رفت از کامِ خود ناکام رفت
ہیچ صبحم صافیٔ و خنداں نشد — ہیچ شامم با سر و ساماں نشد

آنچہ او نوشیدہ بود از تلخ و درد	پیشِ آں دلدارِ خود برمی شمرد
بازہم تکرار بر تکرار کرد	جملہ تکلیفات را اظہار کرد
گفت آں مجنوں کہ اے لیلیٰ من	من ہمہ رخسار را سیلیٔ من
ہرچہ میخواہی کنوں ظاہر بکن	خویش را بر عہدِ خود آمر بکن
پیش از جملہ کنم تعمیلِ حکم	با ادب استادہ باشم صم و بکم
ہرچہ فرمائی بجاں استادہ ام	بر خطِ تو پاؤ سر بنہادہ ام
گر ز گریہ چوں شعیبِ اعمیٰ شوم	دشتِ پیماں مثلِ صد موسیٰ شوم
در چو یونس ور فمِ ماہی[1] روم	در چہ یوسف ور چہے راہی شوم
مثلِ یحییٰ گو شود خونم سبیل	گر در آتش ور روم باشم خلیل
رخ نگردانم نگویم من وعن	بہرِ قربانِ تو دارم جان و تن
فی سبیل اللہ آیم در مصاف	از سرِ مو بر کنم ہر کوہِ قاف
می نہم پیشِ تو شمشیر و کفن	گر کشم خود را تو گردن را بزن

[1] دریا

جوابِ معشوق

گفت معشوق آنچہ کردی ہیچ بود	ایں ہمہ از بہرِ تو سرپیچ بود
فرعہا بودہ نہ بودہ اصلہا	ورنہ تا ایندم بگشتے وصلہا
اصل ایں شاخ است در زیرِ زمیں	میوۂ انی انا در سرِّ دیں
خلقت خاکی بخاک آمیختہ	غیرِ خاکی را بہ کاخ انگیختہ
خلقِ آبی را بود دریا چو باغ	خلقِ خاکی را بود آں در دو داغ
از گواہ و از یمین و از نکول	غلبہ کردن بر کسے باشد فضول

سوال عاشق معشوق

گفت آن عاشق بگو آں اصل چیست	گفت اصلش مردن است و نیستیست
بندہ چوں مصروف شد در بندگی	بندہ گفتہ می شود در زندگی
چوں بمردہ در حیاتِ خویشتن	ایں چنیں مردہ بیاید زیستن

عبد چوں در عبدیت فانی شدہ　　از پئے معبودیت بانی شدہ
ایں ہمہ کردی نمردی زندۂ　　زیں سبب نزدیکِ ما شرمندۂ
میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ　　زندگئ جاویداں در زیرِ مرگ
گر بمیری زندگی یابی تمام　　بلکہ بر عرشِ خدا سازی مقام
گہ اسیرِ فخرِ ماء و من شوی　　خود گُل و نخل و گُل و گلشن شوی
گاہے خورشید و گہے دریا شوی　　گاہے کوہِ قاف و گہ عنقا شوی
گہ خدا باشی گہے بندہ شوی　　از کسے ہیچک نہ جوئندہ شوی
گفت آں عاشق بگو آں عشق چیست　　گفت معشوقش کہ گویا ہست و نیست
مدعئ عشق چوں نامحرم است　　من چہ دانم من نیم سرشار دست
لیکن از دانائی می دانم چنیں　　ہستئ خود را بگوئید عشقِ دیں
جملہ معشوق است و عاشق پردۂ　　زندہ معشوق است و عاشق مردۂ

بیانِ عشق

نامۂ گنجینۂ اسرارِ عشق　　تا قیامت گرم از بازارِ عشق
در نگنجد عشق در گفت و شنید　　عشق دریائیست قعرِ ناپدید
عشق چو شد بحر را مانندِ دیگ　　عشق سائد کوہ را مانندِ ریگ
عشق بشگافد فلک را صد شگاف　　عشق لرزاند زمیں را صاف صاف
عشق آں ناریست نارے نار سوز　　خود ز نارِ خویش می سوزد ہنوز
نارِ دوزخ سوز باشد نارِ عشق　　بلکہ سوزاند ہمہ ابنارِ عشق
گر دلِ دریا بایں یاری کند　　مفت خود را دوزخ ناری کند
عشق در ہیزم سرایت گر کند　　نعرۂ و فریاد و ہا ہو بر کند
روز و شب جوشد بہ آتش ہمچو دیگ　　خونِ جاں را می خورد مانندِ ریگ
جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد　　کوہ در رقص آمد و چالاک شد
از طفیلِ عشق بر افلاک رفت　　جسمِ خاکی بود آں در خاک رفت
آنکہ بر افلاک رفتارش بود　　بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

مرغِ پرنا رستہ کے پراں شود — لقمۂ ہر گربۂ دراں شود
عشق را صد بار استکبار ہست — عشق با صد ناز می آید بدست
عاشقی پیدا است از زاریٔ دل — نیست بیماری چو بیماریٔ دل
علتِ عاشق ز علتہا جدا است — عاشقاں را مذہب و ملت خدا است
صحبتِ عاشق ترا عاشق کند — صحبتِ فاسق ترا فاسق کند
ہر کہ را جامہ ز عشقی چاک شد — او ز حرص و عیب کلی پاک شد
بایدٔ عاشق را کہ گوید ایں چنیں — اے وجودِ عشق را صد آفریں
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما — اے طبیبِ جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما — اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
چشم تو از چشمِ ما روشن تر است — مسکنت از نورِ غیبی انور است
من چہ گویم عشق را شرح و بیاں — چوں بعشق آیم حیا آید ازاں
چوں قلم اندر نوشتن می شتافت — چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت
چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید — ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید
ایں ہمہ اسرار کے ظاہر شود — چوں کسے از عشقہا ماہر شود
گیروش گر طفل شد صاحب کمال — گشتہ عیسیٰ نفس در عز و جلال
جسمِ او لاغر شود بے دل شود — در گذشت از نقصہا کامل شود
کے بماند جسم و دل روح و رواں — روحِ روح اللہ باشد بے گماں
پس ہمہ دنیا چو بازارِ کساد — در رواجِ عشقہا بینم فساد
عشقِ کاذب را گرفتہ کاذبیں — عشقِ صادق را گرفتہ جاذبیں
آنکہ صادق می شود مصدوق شد — اوّل عاشق آخرش معشوق شد
ہر کہ عشق آورد خود معشوق شد — گاہے خالق گشت و گہہ مخلوق شد
چشم را از غیرِ غیرت دوختہ — مثلِ نارِ عشق خود را سوختہ
دمبدم از سوز بریاں می شود — جا بجا در کوئی ہستی می دود
نارِ اِلّا ہست نارِ نارِ عشق — عشق را از خود بشد آزارِ عشق
نارِ چوں اینست نورش چوں بود — صاف ظاہر گشتہ زیں افزوں بود

پس ہمیں پابندیِ سوز و گداز	شد بنامِ عشق با ناز و نیاز
عشق بدنام است از بدگوہراں	ورنہ ایں عشق است رازِ اندراں
عقل جزوی عشق را منکر شود	گرچہ بنماید کہ صاحب سر شود
عقل جزوی عقلِ کل را دشمن است	از پئے ایں عقل آتش روشن است
ایں چنیں عاقل نہ روشن دل شود	خبثِ او در ہستیٔ او سِل شود
اے خرد تو ایں چنیں احمق شدی	در وجودِ خویشتن پینق شدی
عقل گوئید عشق ویرانی کند	عشق گوئید عقل نادانی کند
عقل میگوئید کہ جملہ را بیار	عشق میگوئید کہ جملہ را گذار
عقل قوت گیرد از عقلِ دگر	پیشہ گر کامل شود از پیشہ گر
ہر کسے از دیگرے خوئے برد	خربزہ از خربزہ بوئے برد
آزمایۂ عقل دور اندیش را	پس ازاں دیوانہ سازد خویش را
کس زکوہ و سنگ عقل و دل نہ جست	فہم و ضبط و نکتۂ مشکل نہ جست
گاشنے کز نقل روید یکدم است	گاشنے کز عقل روید خرم است
نقلِ جاہل مرد را احمق کند	عقل را بے نور و بے رونق کند

سوال عاشق

گفت آں عاشق بہ عنقا ایں سخن	شانِ عاشق را بمن آگاہ کن

جواب

گفت معشوقش کہ جملہ گفتمت	باز میپرسی چہ گویم زیں جہت
خیر بالتکرار میگویم ترا	از تقاضا جاں بلب کردی مرا
چوں کسے بر جاہ و دولت می رسد	بدگہر بر جاہِ او آرد حسد
ہر کہ را باشد مزاجِ سخت و سست	او نخواہد ہیچ کس را چاق و چست
زیں سبب دشمن بہ عاشق می شود	دشمنے گویا بخالق مے شود
دشمنِ عاشق شود خود ذاتِ او	عشق او از بہرِ او آفاتِ او

حلیۂ عاشق

حالتش از غیرِ حالت می شود
خفیتۂ روحِ مشیت می شود

اندریں حالات می دارد کمال
از کمالاتیکہ باشد لایزال

چہرہ اش پر نور و پُر حسن و جمال
چشم و پیشانی منوّد با جلال

می شود جادو بیاں شیریں سخن
پُر اثر ہر چہ کہ گوئید از دہن

حجت و برہاں۔ دلیل آرد عجیب
از کلامش ہوش می بازد ادیب

رعبِ او بر ہر کس و ناکس شود
گر بہ جنگ آید بسوئے پس شود

ہر چہ پندارد ہماں دم می شود
از خدائے خویش بے غم مے شود

پس چنیں کامل اگر خارے بداد
او نہ خارے داد گلزارے بداد

کاملے گر خاک گیرد زر شود
ناقص ار زر برد خاکستر شود

ہر چہ گیرد علتے علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

می ندارد در وجودِ خویش عیب
دسترس باشد بہ جملہ علمِ غیب

در ہمہ عالم نباشد سیر چشم
از ہمہ عالم بباشد سیر چشم

سیر چشماں را گدا ہرگز مگو
ہیچ از دیدارِ شاں سیری مجو

مردمِ نادیدہ باشد روسیاہ
مردمِ دیدہ بود مرآتِ ماہ

حکمِ ناقص را تکمل میکند
دست و پا بیرونِ آں قانوں زند

سنگ بر آہن زنی آتش جہد
او بہ امرِ حق قدم بیروں نہد

ظاہراً گو یا قدم بیروں نہاد
ورنہ در باطن بسوئے حق فتاد

بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نہ بود
جوشِ مُل دیدی کہ آنجا مل نہ بود

بس چنیں کامل بجز عیسیٰ نہ بود
روحِ عیسیٰ گاہے بے یحییٰ نہ بود

از دمِ عیسیٰ زِ گِل مُرغے سفید
بال و پر بکشاد و مرغے شد پرید

باچناں کامل چنیں باید نمود
دست بستہ حاضر و سر در سجود

موم و ہیزم چوں فدائے نار شد
ذاتِ ظلمانی او انوار شد

پیشتر بودہ تنت غایت کثیف
پاک شد از صحبتِ روحِ لطیف

تخمِ ارشش کاشتہ در ارضِ شور	چوں دمیدہ روح شد پر زور و شور
نارِ خنداں باغ را خنداں کند	صحبتِ مردانت از مرداں کند
گرچہ سنگِ خارہ و مرمر شوی	چوں بہ صاحب دل رسی گوہر شوی
ہر کہ آں مردِ خدا را دل بجُست	در ادائے خدمتِ او گشتہ چست
گشت ملحوظِ عنایتہائے حق	ہست محفوظِ عنایتہائے حق
ہر کہ شد مقبولِ مقبولانِ حق	گردد او لطفِ خدا را مستحق
حُبِّ شاں گویا کلیدِ جنت است	خصمِ شاں گویا سزائے لعنت است
پس ز الفت دُردہا صافی شود	مصطفیٰ را دردہا شافی شود
از محبت مردہ زندہ می شود	وز محبت شاہ بندہ می شود
از محبت اُمّیئے فاضل شود	وز محبت ناقصے کامل شود
عاشقِ اللہ را عاشق بشد	رفتہ رفتہ خالقِ خالق بشد

سوالِ عاشق

گفت عاشق آں مسیحائے زماں	اعنیٰ عیسیٰ صاحبِ عشقِ نہاں
خویش را در سترِ مکنوں داشتہ	ہستیش را در خودیش کاشتہ
آں کجا باشد مرا آگاہ کن	رحم واللہِ برم للہ کن

جوابِ معشوق

گفت معشوقش کہ اے خبط الحواس	شاخ چوں ظاہر شدہ باید اساس
ثمرۂ آں شاخ باید روح پاک	روح ناپاک است بیروں چاک چاک
شجرۃ المریم نیارد روح بد	شجرۃ الملعونہ خبثیٰ تا ابد
شجرۃ الطوبیٰ طیبۂ آورد	شجرۃ الخبثیٰ خبیثے در برد
باطناً طوبیٰ و طیب یک شدند	شجرۂ آزاد آں بے شک شدند
روح قدسی را خورد روح الامیں	تحفۂ قدسی نیاید از زمیں
جملۂ شیٔ را آکل و ماکول واں	مہر کی بر منزلِ مقصود نہاں

چوں ولت از فکر ہا مبہوت شد ... منتہایت عالمِ لاہوت شد
چوں الف گر تو مجرد می شوی ... اندریں رہ مردِ مفرد می شوی
کے اسیرِ حبس آزادی کند ... کے گرفتارِ بلا شادی کند

جواب عاشق

گفت عاشق من ندارم عقل و ہوش ... جملہ از من رفت با جوش و خروش
پس کجا من جستجویش را کنم ... اصلِ دیں را از کجا پیدا کنم
ہر طرف جویائے انساں گشتہ ام ... می نیابم ہیچ - حیراں گشتہ ام
گفت معشوقش کہ ایں امر است - عام ... دوستی ہمجنس گردد لا کلام ہا
جانبِ ہمجنس دل مائل شود ... لذتے با ہمدگر حاصل شود
پس خبیثے را خبیثے می کشد ... چوں نظیفے را نظیفے می کشد
نورِ حسی می کشد سوئے ثرا ... روح قدسی می برد سوئے علا
دل ترا در کوئے اہلِ دل کشد ... تن ترا در حبسِ آب و گل شود
زیں سبب ہر جنسِ خود عاشق شود ... عاشق خالق چو خود خالق شود
ہر کہ بر اللہ عاشق می شود ... روح اللہ را موافق می شود
ہر کجا روحش بود خواہد شناخت ... حسبِ آئینِ خویش را باید بباخت
عاشقِ اللہ گر از دل نشد ... بہر روح اللہ او قائل نشد
روح را بگذاشتہ موتی بشد ... روح را بگرفتہ بس یحییٰ بشد
خواہد او بے وارثیش وہاں کند ... جاں و تن بخشد اگر بے جاں کند
بلکہ بے نان و نمک سیری دہد ... گر نداری دل ترا شیری دہد
بے اتالیق و کتب تلقیں دہد ... ہر چہ خواہد جملہ آن و ایں دہد
یاد کن ہر حرفِ آں استاد را ... کاف و ہا و یا و عین و صاد را - کہیعص
معنیٔ ہر حرف را ادراک کن ... سینۂ خود را ازاں بس چاک کن
انشراح الصدر گردد از علوم ... حیرت افزائد با اہلِ زاد و بوم
گاہے در خشکی گہے دریم شود ... بلکہ علم و عقل را مریم شود

طالبِ مولیٰ مذکر می شود | گر مونث هم بود نرمی شود

هرکه از دارین بے پروا بود | برجمیعِ آفریں شیدا بود

خویش را آنکس که دفعه کرده اند | دفعه کے کروند رفعه کرده اند

شَبَّهَ اللهُ والشباب مرتین | در جهاں نامیده از بخشِ الحسین

ظاهراً کارش مشطح می شود | لیک در باطن مسطح می شود

ظاهراً الماس باطن لعل هست | تو مگر فهمی که جمله جعل هست

بے سمی آید گہے باشد سمی | پُر شود از ذاتِ پاکش هر کمی

چوں شود اول بهاید ثانیش | از سمی هر طالب همیں از بانیش

تا بدانی علم را اقسام هست | علمِ غیب از قسمِ او یک نام هست

علم دریائیست بے حد و کنار | طالبِ علم است غواصِ بحار

علم با صدها عمل یاری کند | بے عمل چوں گشته او ناری کند

در تصور صورتِ جاناں بکش | یکرخی باید مرو در پنج و شش

سرنگوں گشته تصور کن چنیں | همرهِ جاناں تو هستی هم نشیں

تا تصور کن درونت دلبر است | تو برونی دلبرِ تو اندر است

آئینه در دست و تو در آئینه | اندر و باهر توئی هر آئینه

چوں دروں دیدی بدیدی خویش را | آفریں آئینهٔ خوش کیش را

صحبتِ هر یار و هر فکر و خیال | دور کن در صحبتِ آں ذوالجلال

صحبتے یاریکه او را یار نیست | هرکه یارش کرده خود هشیار نیست

جانِ جاناں نام او را داشتند | گاهے یحییٰ گفته و بگذاشتند

گاهے یحییٰ گفته شد یا هو و هو | شد ز رفتارِ نفس آوازِ او

در بدن الله را گوئی لهو | آهِ سرهیهائے یحییٰ هائے هو

هوش ما از غیرِ حق آگاه نیست | در رگ و جانم بجز الله نیست

از ازل شد عالمِ علمِ وجود | شد مدور با تسلسل در نمود

از تفکرها چو دل خالی کنی | مظهرِ انوارِ اجلالی کنی

خلع کن خود را ز خود بیزار شو | پس از آں سرتا بپا انوار شو

ایں اشارہ از پئے ہر فیلسوف — می دہد او را علوم و صد وقوف

شد مدرس بہر عاشق حسن دوست — دفتر و تدریس او را روئے اوست

پس ازیں توحید او آموختہ — خویش را در پیشِ او واسوختہ

گفت می خواہم نہ حسنِ پُر زوال — بلکہ خواہم حسنِ دیگر لایزال

فکر می سازم بہر حسن و جمال — از کجا ایں حسن را گشتہ کمال

اندریں فانوس پنہاں روشن است — ایں فقط یک شیشۂ نور افگن است

شیشۂ خالی کجا روشن شود — زیرِ نورِ چشم نور افگن شود

ایں ز عکسِ روے رونق یافتہ — خوں بجوش آمد چنیں بر تافتہ

حسن را بگذاشت بر روئے حسیں — منتقل شد جانبِ حسن آفریں

صورتِ آتش بود پایانِ دیگ — معنیٔ آتش بود در جانِ دیگ

صورتش بیرون و معنی اندروں — معنیٔ معشوق جاں در تن چو خوں

آنکہ از آبِ مقدس می شود — خونِ او اللہ بے مس می شود

عشق او پیدا و معشوقش نہاں — یار بیروں فتنۂ او در جہاں

چونکہ صاحب ہمت آمد مرد شد — ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

روح خود از جسمِ خود دارد جدا — مہر چوں بر چرخ در دنیا ضیا

منفصل با یک دگر بے انفصال — متصل با یکدگر بے اتصال

پس ز جنسِ خویش خود ظاہر بشد — پیش جملہ احمقاں کافر بشد

چوں شرارت در تو پنہاں راز راز — ہمچنیں اللہ در خود وار و بار

صد سوال و صد جواب اندرونش — میرسد از لامکاں تا منزلش

اصل ارض اللہ قلبِ عارف است — لامکاں است و ندارد فوق و پست

تو درونش او درونت دمبدم — اندروں باشیدہ باشی در عدم

سر بسما در گوشش کردن شرط نیست — کارِ دل را جستن از تن شرط نیست

تو دلِ خود را چو دل پنداشتی — جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی

خانۂ ہیچی ز نیاوش پاک کن — از بصیرت اندراں ادراک کن

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے — راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

تو بہ او باشی و او باشد بہ تو | مست گشتہ ہر چہ خواہی بر بگو
وقتِ ہشیاری چو آب و روغن است | وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن است
تن ز جان و جاں ز تن مستور نیست | لیک کس را دیدِ جاں دستور نیست
درمیانِ جان و تن رازے نہانست | در دمِ واحد نہان و در عیانست
پس ازیں صد شکرِ انعامش بکن | غور و فکر و خوضِ انجاشش بکن
اے بسا کاریکہ اول صعب گشت | پس ازاں بکشادہ شد سختی گذشت
دیدا حوالیکہ کس واقف نہ بود | رازِ پنہاں راکہ کس کاشف نبود
ہر یکے مردیگرے سرمست شد | جاں بجان و دل بدل پیوست شد
ہر یکے مردیگرے را دوست شد | در رگ و پیمان و در ہر پوست شد
اے توئی کہ بے بدن داری بدن | پس مترس از جسم جاں بیروں شدن
عاشقش بر غیرِ حق عاشق نشد | واقفِ ایں سر بجز خالق نشد
چوں نشد یحییٰ نخواہد شد قدیر | چوں فنا در آب شد گشتہ غدیر
پیشِ آدم بود حالا آب شد | گمرہ و بے دین و بے اسباب شد
نیست یحییٰ بلکہ عینِ ذاتِ او | روحِ او صلواتِ او برکاتِ او
ہر کہ شد فانی در دلش شد خدا | اندروں واحد بروں ہر دو جدا
چوں خدا باشد نہ باشد مصطفیٰ | بلکہ بہتر از محمد مصطفیٰ
خاکِ زر شد ہیبتِ خاکی نماند | غم فرح شد حالِ غمناکی نماند
آں فغان و نالہ و فریاد و آہ | زیں خوشا و مرحبا و واہ واہ
جانِ اول مظہرِ درگاہ شد | جانِ جاں خود مظہرِ اللہ شد
صورتِ اللہ را آنکس کہ دید | شد فنا در وحدتش گشتہ وحید
لیک یحییٰ را بجز یحییٰ ندید | ہر دو واحد لیکے ثانیش ناپدید
پس ہماں یحییٰ خدائے ذوالجلال | ثانیش ناممکن و خود لایزال
اقتدارِ خویشتن را صرف کن | از پئے مظروف خود را ظرف کن
میدہد جاں را فراقش گوشمال | تا بدانی قدرِ ایامِ وصال
پس ہمہ افکار و ذکر و یادِ او | دولت آباد از ارشادِ او

ورنه که داری توانِ ذکرِ او　　خاک باشی گر روی در فکرِ او

این نه پنداری که از پندار و فکر　　صید او را کردهٔ از یاد و ذکر

تو نه صیادی او صیدِ کمند　　تو نه آزادی داد در قیدِ بند

صورت از بے صورتی پیدا شده　　خود بہ صورتہائے خود شیدا شده

تو چه فهمیدی که یحییٰ هست جان　　اے تو بے ایمان و بے نام و نشاں

او خدائے خالقِ ارواح و شئے　　روح باشد خالقِ ارواح کے

هر که از اسرارِ حق آگاه شد　　پس زبانش در بیاں کوتاه شد

رازِ دل را در دلِ خود داشتن　　هست گویا تخمها را کاشتن

دانه چوں اندر زمیں پنهاں شود　　پس ازاں سر سبزیٔ بستاں شود

پس خدا را روح فهمیدن خطا است　　چوں ندانی ایں بداں بس او خدا است

او بری از پاک و ناپاکی همه　　او گراں جانی و چالاکی همه

هر که معبودیتش را آفرید　　عبد و معبود آفریں گشته فرید

پس همان فردے فریدے آفرید　　اندرونِ وحدتش خود را کشید

واحدی در واحدیت ساکن است　　مسکنش از هستئے ناممکن است

هر که گیرد از عصائے کار ها　　آں یکے خود را کند صد یار ها

ممکن است و ممکن است و ممکن است　　گاهے اب گاهے اُم و گاهے ابن است

از عبادت ایں نه حاصل می شود　　وز ریاضت ایں نه کامل می شود

از عبادت گر کسے گشتے ولد　　عابداں گشتندے ابنِ بے عدد

از عبادتہا نه تو مردم شدی　　یا ز کوششہا نه از گندم شدی

لن ترانی لن ترانی پس برو　　وعدهٔ سوف ترانی بس برو

نعمتِ عظمیٰ بگشته عاجزی　　نیست ایں دولت بہ گنجِ قرمزی

سنگ اندازنده با صد برگ و بر　　سنگ را یابد ز نخلِ بار ور

سر بلند از وے همیشه بر و بار　　سر بیفرازد همیشه نابکار

پس برو نزدیکِ یحییٰ سرنگوں　　دست بسته ساکت و بے لفظِ چوں

پیشِ عاقل راهِ حق راهِ حق است　　ناپسند آنکه از حد احمق است

دور کن این حجت جملہ علل | تا نیارد در دلت چیزے خلل

او اگر تسلیم کردہ شد قبول | ورنہ جملہ کارہائے تو فضول

کار مہ را مہ کند بر آسماں | کار شہ را شہ کند در دو جہاں

کار ساز کار تو در کار تو | فکر تو در کار تو آزار تو

بس برو در ذات او فانی بشو | اندرش مستہلک ثانی بشو

تا کہ لاثانی شوی ثانی مباش | تا دوتائی تو باشد پاش پاش

از مکافات عمل غافل مشو | گندم از گندم بروید جو ز جو

باز آ از گفتگوئے این و آں | تا بیابی نور حق در دل نہاں

ہمسری با انبیا بر داشتی | اولیا را ہمچو خود پنداشتی

بس زبان خویش را کوتاہ کن | از دل فارغ تو قصد راہ کن

چوں شنید آں عاشق پیروزہ فن | آہ سردے بر کشید از جان و تن

نیست عاشق جز کسے دیوانہ تر | چشم و گوش و عقل او شد کور و کر

پس ز دو چشمش رواں دریا شدہ | سخت نالاں جانب صحرا شدہ

جواب عاشق

گفت من آں حقہا بر داشتم | ترک کردم انچہ می پنداشتم

جز خموشی من چہ گویم اندریں | ہرچہ بادا باد از چرخ بریں

در دل من رنجہا انداختی | صد امید اندر دلم افراختی

تا روم من سوئے خلوت در نماز | پرسم ایں احوال از دانائے راز

پس مناجاتے بگویم پیش او | من نیم درویش جز درویش او

مثل مجنوں لیلی لیلی میکنم | خاطر خود را تسلی میکنم

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست | شرح آں یاریکہ او را یار نیست

عاشقم بر یار و او ظالم بمن | صحبت دو مختلف شد انجمن

منکہ خود را خواستم یارش کنم | در خودی خویش و دلدارش کنم

او ز یکتائی نہ گنجد در دوئی | پس مرا بکشیدہ سوئے یکسوئی

چوں ہمہ فردائے من امروز شد — جملہ خود انداز خود اندوز شد
اے غو نفسم بیا یاری بکن — از محبت بار برداری بکن
تو کہ ہستی میکدہ خونت شراب — سانس[1] اورا می خورد در وقتِ خواب
مطربِ ناموس[2] شد نغمہ سرا — رقص بر غوتاں[3] برقصاند ترا
اینقدر کمزور ہستی اے ضعیف — خویش را گوئی خداوندِ لطیف
روسیہ بختِ سیہ و فر سیاہ — ساختی خود را زفعلِ بد تباہ
من بہ امیدِ تقربہائے شاہ — از وطن آوارہ افتادم براہ
رشتۂ در گردنم افگندہ دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست
در تہِ دوزخ بروشد جائے تو — تا ابد گردیدہ شد ماوائے تو
الغرض رفتاءِ و واپس آمدہ — مثلِ اول باز ناکس آمدہ

گفتنِ معشوق بہ عاشق

گفت معشوقش چہ کردی کارہا — تو نہ فہمیدی۔ بگفتم بارہا
تو ازیں اسرارِ ہستی نابلد — عمر تو صد سالۂ ہستی ولد
چونکہ عمرش در رہِ خشکی گذشت — گاہے کوہ وگاہے صحرا گاہے دشت
آبِ حیواں را کجا خواہی بیافت — موجِ دریا را کجا خواہی شتافت
اے دریغا گنج را بگذاشتی — آبِ حیواں را بخاک انباشتی
نصرت الداخل بہ بیں در بیتِ مال — تا بیابی از کسے مالِ کمال
طالع آنکس کہ باشد مشتری — شاد گردد از نشاط و سروری
ہر کہ را گوئیند ذی الروح المکیں — یعنے عیسیٰ روح رب العالمیں
اندرونِ ذاتِ او فانی بشو — در ہمہ اوصاف لا ثانی بشو
خواہی گفت از اختیاراتِ نہاں — بس منم سلطانِ ہر کون و مکاں
نقشبندی و رفاعی نیستم — کار بندِ بر سماعی نیستم
قادری و چشتی و گیسو دراز — گو زِ خر ہستند یا بول و براز

[1] کھٹمل ۱۲ [2] مچھر ۱۲ [3] پشو ۱۲

هیچ از مخلوق مارا کار نیست | زیں سبب ہر کارِ ما دشوار نیست
بحرِ اِلَّا ہیتیش را ما ہیتیم | مصطفائی نیستم اِلَّا ہیتیم
عشق آں عشق آفریں آتش زن است | جانِ من آتش زن و ہیزم تن است
او بمن پوشیدہ و من ظاہرم | ہر کہ شد منکر بروصد فاہرم
وقت آں آمد کہ من عریاں شوم | جسم بگذارم سراپا جاں شوم
رتبۂ مارا نمے داند کسے | آنکہ مے داند نمی داند بسے
رتبہ را شد رتبۂ از ما سہ چند | در انانیت نہ ہستم قیدِ بند
در انانیت نیم بیروں شدم | بے انانیت زچوں بے چوں شدم
من فناء و تو فناء و او فناء | شد فناء اندر فناء اِلَّا اناء
گہ بہ او گویم ترا گاہے منم | ہرچہ گویم آفتابِ روشنم
شمعِ از پروانہ گو خاموش شد | آفتاب از ذرہ کے مدہوش شد
پس نمی دانی چرا حجت کنی | آنچہ میگوئی بہ خود لعنت کنی
ہر کہ از من سرکش در و ہیچ شد | بودہ گر چیزے زچیزے ہیچ شد
راز را غیر از خدا محرم نہ بود | آہ را جز آہِ او ہمدم نہ بود
من ہماں آہم نمی دانی مرا | تو فقط از نامِ من خوانی مرا
پیشتر در معنئ موسیٰ شدم | چوں شدم موسیٰ ازاں یحییٰ شدم
آں زمن زائیدہ در رمزِ پدر | میوہ زادہ بود در شکلِ شجر
پیش کل مصداقِ وحدت یافتی | پس بکثرت جمعِ کثرت یافتی
چوں خدائے خود سر و خود آفریں | از رگِ گردن قروں شد در قریں
ہر قدر تعدادِ انساں می شود | آں قدر تعدادِ یزداں می شود
اندریں تشویش کن اے خلقِ خاک | زیں جہت پاک است آں یزدانِ پاک
مہر تنہا بر فلک گرد و طلوع | روشنیش می شود ہر جا رجوع
در ہمہ جا نیز در ہر ظرفِ آب | می نمایدُ خویشتن را آفتاب
خلقِ او چوں اینقدر دارد ثمر | چوں ندارد خالقِ مطلق اثر
پس زہر گونہ صداقت یافتی | از دلائل صد شہادت یافتی

عاقلاں را یک اشارہ بس بود
مصحفے ہم کم پئے ناکس بود

گفتنِ عاشق بمعشوق

گفتہ عاشق اے توئی دانائے راز
من چگویم خیر میگویم بناز
ذاتِ تو داند نکس جز ذاتِ تو
من چہ دانم کیستی تو خود بگو
ساختی مکرے د ما را سوختی
سوختی مارا و خود افروختی

مقولۂ غیر

میم چوں بشنیدہ حیراں شد ازاں
یا الٰہی چیست ایں سرِّ نہاں
قدرتِ خود را بگوید چوں خدا
باز میگوید کہ من ہستم جدا
صرف ما را یک قدرے ساختہ
خویش را از ذاتِ خود افراختہ
او بمعرفت و تو در بیجا آمدی
من چہ بینم آمدی نا آمدی
بوئے تو از تو چنیں آید بمن
مثلِ بوئے حا و یا اندر زمن
ایں سخن بشنیدہ چوں میمِ امام
شد فنا در روحِ اعظم والسلام

آمدنِ محمد پیشِ یحییٰ بکمالِ ادب

او بیامد پیشِ یحییٰ سرنگوں
گفت اے تو باعثِ عشق و جنوں
از کلامِ نازنیں نازاں شدم
عندلیبِ گلشنِ جاناں شدم
سرنگوں گشتہ تبسم ساختہ
پس ازاں از ناز سر افراختہ
نام چوں دریافتہ حوا بگفت
یعنی ہستی معنیٔ یحیا۔ بگفت
کاکلش لیلِ مسلسل تار تار
دورِ خورشید رخش لیل و نہار
آفتاب آمد بروں در وقتِ شب
منطقی راشد ازاں غایت عجب
گفت او رویائے تو کابوس نیست
وہم و خفقان و جنوں محسوس نیست
گردمِ یحییٰ دمِ عیسیٰ شود
ابن مریم عیسیٰ غالباً یحییٰ شود
در ہمہ عالم تزلزلہا فتاد
جملہ دشمنہا گشتہ بے مراد

مقولۂ غیر

چشمِ او بکشاد و دیدہ ہیچ نیست ۔۔۔ او چہ دیدہ یا شنیدہ ہیچ نیست
گفتہ با او یوسفِ زریں رسن ۔۔۔ قم باذنی آدم در انجمن
خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں ۔۔۔ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں
اوّل ایں رویا فقط یحییٰ بدید ۔۔۔ اکنوں ایں رویا ہمہ دنیا بدید
گر کسے بیند ترا رویا بدید ۔۔۔ گر نمی بیند ترا گویا بدید
نسخۂ خوابِ پریشاں موئے تو ۔۔۔ تو ہمہ را خواب دانی خوئے تو
منکہ گفتم خواب ایں ہم خوابست ۔۔۔ از پے بیخوابی دل بے تاب ہست
تو کرا یحییٰ بخوانی اے بسم ۔۔۔ بلکہ ایں یک نام از نامِ عدم
پس ہماں یحییٰ کہ یحییٰ دائم است ۔۔۔ نائمِ بے نوم دائم قائم است
کشتئ مقصودِ من غرقِ آب شد ۔۔۔ ہستیم برباد و بے اسباب شد
از فریب و مکرِ اخوانِ الم ۔۔۔ یوسفِ مقصودِ من در چاہِ غم
از چہار اطراف گرگانِ ستم ۔۔۔ در پئے آزار گشتہ دمبدم
کاروانِ رحمتش گذرد اگر ۔۔۔ پس رسم در مصرِ مطلب زود تر
لاجرم پیشِ زلیخائے جہاں ۔۔۔ دست بستہ سر نہم بہرِ اماں
شکر تا آرد بجا یعقوبِ عین ۔۔۔ گر تنِ گم گشتہ را یابد حسین
پس ازیں گفتہ کہ اے ہمرازِ من ۔۔۔ روحِ من ہستئ من اے نازِ من
ہر دو یک باشم نباشم بس جدا ۔۔۔ ناپسند آمد دوئی نزدِ خدا
دید یحییٰ را بچشمِ برتری ۔۔۔ دادہ او را تخت و تاجِ سروری
از خزینہ یک انائیت بداد ۔۔۔ گفتہ مفتاح است از بہرِ مراد
ظاہرا در ہیکلِ انساں بشو ۔۔۔ باطنا سرِّ انا پس آں بشو
عود کردم از انانیت بہ تو ۔۔۔ خواہم ہرکس را شود در گو مگو
جاہلاں گویند یحییٰ کافر است ۔۔۔ از کلامش کفر گویا ظاہر است
ایں ہمہ بر خویش لعنت میکنند ۔۔۔ زیں سبب بیکار حجت میکنند

مثنویم آتش و مضموں الاؤ
گشتہ تاثیرِ بخارش تاب و تاؤ

ہرکہ خواہد دوست یا دشمن شود
تیغِ فولادی و یا سوزن شود

صاحبِ ایماں ازاں گریاں شود
چشم ترمانندِ ابرِ باراں شود

آستیں از چشم بر دارم اگر
غرق گردد دین و دنیا سربسر

لوحِ محفوظِ خدا باشد جہاز
ناخدا باشد خدائے بے نیاز

اکنوں از یحیایت بیروں شدم
نقطۂ پیوستہ در بیکنوں شدم

نالِ و نئے۔ ثانی و لبہاؤ زباں
بے خطا ہستند از حرف و بیاں

ہر چہ شد از گفتہ ہائے من شدہ
من نہ گاہے بندِ جان و تن شدہ

آنکہ بگرفتا گرفت از مالِ من
حرف و لفظ و فہم و معنی جان و تن

پس ہماں الفاظ را منظوم کرد
رفتہ رفتہ مثنوی مرقوم کرد

گر ازاں گفتم مثالاً خوف چیست
مالکِ ہر چیز غیر اللہ نیست

مصلحت کردم چنیں گفتم چناں
گر بخواہم نظم باشد ہر بیاں

چیدۂ و ناچیدہ ہر دو گفتہ ام
نظم خود در نظمِ او وا سفتہ ام

معنیٔ والفاظ جملہ ہست و نیست
افضل از یحییٰ بگو ما را کہ کیست

دیگر اینکہ شعرِ او مقبول شد
لذتش با ذوقِ من موصول شد

آفریں از من چو شد تحسیں بشد
از پئے اشعارِ بد نفریں بشد

چند ازاں مقبول و مردود آمدہ
چند ازاں منحوس و مسعود آمدہ

پس مگو ہرگز کہ کردم اقتباس
ورنہ بر تو لعنتِ من بے قیاس

مثنویٔ حضرتِ یحییٰ بخواں
ہست جملہ کائنات و مغزِ آں

چنانچہ وہ ایک ایسا جس کا کچھ نام نہیں اُسنے اپنے علم کے آبادی میں خود کے بارہ میں دوسرے پر رکھ کے یہ کہا کہ میری تو اُس ایک کے نزدیک کچھ حقیقت ہی نہیں ہے جس کو یہوا۔ خواہ۔ یاہو۔ یا۔ یحییٰ۔ ایا۔ صرف۔ یا یا۔ یا آہا۔ یا ہائے ہائے یا آہ آہ کہتے ہیں۔ کہ اس کا کوئی سمی نہیں ہمیشہ سے اول ہی اول ہے ثانی ہو کر لاثانی ہو جاتا ہے جس سے سمیٔ و ثانی کا اطلاق ہی صادق نہیں آتا۔ اُس کے بے شمار اوصاف ہیں۔ کہ جس دم اُس نے اُس کی صفت کا نام لیا تو فوراً اُس صفتِ کا ایک عالم قایم ہو گیا اور سب اوصاف و عوالم نے متفق ہو کر یہ اشتیاق ظاہر کیا کہ

ہم یحییٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں اُس کا کیا ایڈرس ہے ؟ تو اُس کہنے والے نے یہ کہا کہ وہاں تک پہونچنے میں بڑی دُکھ اُٹھانی پڑیگی اس واسطے اُس طرف نہ جاؤ۔ لیکن میں تو ضرور جاؤنگا۔ تو سبھوں نے کہا کہ مجھ کو بھی ساتھ لے چلئے تو اُس نے کہا کہ میرے جانے میں ابھی دیری ہے۔ تم کو جانا ہو تو جاؤ۔ مگر جہاں مجھ کو دیکھو عین اُسی کو موضع یحییٰ سمجھنا لہذا جس جس صفت سے تم سب بنے ہو اُس صفت کا مالا جپتے ہوئے سفر کرو جب جا کر یحییٰ کا پتہ لگیگا۔ ورنہ ذری سی خموشی میں سب نیست ہو جاؤگے تو سبھوں نے کہا کس طرح پہچان سکینگے کہ تو فلاں مقام پر ہے ؟۔ تو اُس نے کہا کہ جہاں تمام اوصاف کا مجمع ہو اور احدیت کی شان قدیریت آبی کے ساتھ ہو تو اُسی مقام پر رہونگا۔ وہی مقامِ یحییٰ ہوگا + دیگر اینکہ کیا ہم تمہارے رب نہیں ہیں کہ ہمیشہ تربیت کرتے رہتے ہیں ؟ اسی طرح تربیت کرتے ہوئے جا بجا اُس کا مقام بتلانے جائینگے۔ اس نشانی سے تم پہچان لینا۔ پس اسقدر وعدہ ہدایت کافی ہے + یہ سُن کر سب کے سب یحییٰ آباد جانیکے لئے مسافر ہوئے + اُس وقت وہ ایک جس نے اپنا نام یحییٰ رکھ کے سب کو سفر کرایا۔ یعنی یحیائے حقیقی نے اپنے چمکیلے تار نفس کو جوحبیۃ البرق کی طرح لہریں لے رہا تھا نکالا جس کو روح اللہ کہتے ہیں اور اُس سے کہا کہ اے روح اللہ تیری اور میری یحییٰ کے آگے کچھ حقیقت نہیں ہے جو تمام اکوان سے مبرا ہے اور جمیع الوان سے معرا۔ اور سائر لمعان سے مطرا۔ موجبِ عروضِ موت اور حدوثِ حیات وہی ہے۔ خالق و بدیع بانیٔ و رفیع۔ موجد و جاعل۔ فاطر و فاعل ہے۔ بریں صفات ہم محض بری الصفات۔ اور بالکل مستغنی عن الذات ہے۔ اُس کے جمیع عوالم سے عالمِ تحتانی ہے جو ادنےٰ ادنےٰ کیڑے مکوڑوں کے رہنے کے لئے بنایا گیا ہے کہ جو اسکی نستعلیق وضع بلڈنگ کو دیکھتا ہے۔ ششم و ششدر رہجاتا ہے اُس کے تمام وجودی و عدمی عوالم میں ہمیشہ ظلمات رہتا ہے کہ طرح طرح کی قندیلیں جلتی رہتی ہیں۔ اُس کے روشنی کا نام دن رکھا گیا ہے۔ گویا ظلمات سے نور اور نور سے ظلمات اس طرح نکلتا ہے جیسے عدم سے وجود اور وجود سے عدم گویا ہ

کونین میں ہے جلوۂ حسنِ جمالِ یار ہے ایک روشنی کہ ادھر بھی اودھر بھی ہے

اُس کے جماداتی سفید جوہر کا نام لال ہے اور نباتاتی سُرخ جوہر کا نام لالہ اور آبی سرخ جوہر کا نام مونگا۔ اسی طرح جماداتی سفید جوہر کا نام ہیرا ہے اور نباتاتی سفید جوہر کا نام کافور و گلِ نسرین و نسترن اور آبی سفید جوہر کا نام لولوئے لالا + جو بات ہے انوکھی ہے کہ ہری بھری ڈالی سے سُرخ و سپید جوہر نکلتے ہیں اور سرخ و سفید سے پلید۔ نباتات کے عرق سے کانچ نکلتے ہیں۔ ہرے درخت

سے آگ کیونکہ متضاد دم ہوتے ہیں۔ اسی طرح شجرۂ نسب سے آتشی آنچ جسکو عشق کہتے ہیں وہ نکلتا ہے
پھر اُس نمکین شجرۂ نسب سے اسطرح ایک قطرۂ سفید نکلتا ہے جس طرح درختوں سے گوند کہ
اُس قطرہ سے سونا سلونا نمکین و خوشبو۔ بے باک و پرسادمستّ خوار و باعنت کردہ خول بنام آدم جسکو
ذرا سا سوئی چبھانے میں ٹکا دم نکلتا ہے۔ پیدا ہوتا ہے۔ اُس میں سے بخار لطیف اور ایتھر بلکہ جمیع جواہرات
سے بڑھ کے ایک جوہر پیدا ہوتا ہے جس میں ہزار ہا قسم کے جوہر رہتے ہیں۔ جس کو روح کہتے ہیں۔
کہ گویا کسی جگہ مٹی سے جوہر ہوتا ہے اور کہیں جوہر سے مٹی۔ کہیں سبزی سے سرخی ہوتی ہے
اور کہیں سُرخی سے سبزی۔ تو یہاں مٹی پانی سے غذا اور غذا سے آبِ حیوان اور اُس سے گوشت
اور گوشت میں سے جوہر کہ یہ جملہ عدیم آباد سے پیدا ہوئے۔ وہاں سب میں یہ بات چیت شروع
ہوئی کہ از ہر طرف کس چیز کی بُو آتی ہے؟ تو کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ مگر اس آدم نے یہ کہا
کہ الورد کی بو آتی ہے۔ سبھوں نے پوچھا کہ الورد کیا چیز ہے؟ تو اُس نے کہا کہ محض سے محض
لطیفِ الطف عدیم العدم ہستی آباد ہے وہاں ایک خالص توحید و وحدت الوجود کا شگوفہ کھلا
ہے۔ جس کے رنگ و بو کے اثر سے تمام رنگا رنگ حالت بنامِ عوالم ہو رہے ہیں + کہ ہر گلے را
رنگ و بوئے دیگر است کا مضمون ہو رہا ہے۔ جس کے طبلۂ مشام میں اسکی مجموعہ بوئے اصلی بالکل
یکائی کے ساتھ پہونچے تو مارے خوشی کے اتنا پھولے کہ خود ہی گل ہو جائے۔ سبھوں نے پوچھا
کہ تم کو کیونکر معلوم؟ تو اُس نے کہا۔ کہ مجھ میں ایک رنگ کا پھول پھولا ہے جسکو عقل کہتے ہیں
اُس کی بو سے اس کی خوشبوئی کی حالت کسی قدر محسوس کر سکا ہوں۔ کہ اتنے میں ایک ڈانٹ کی
آواز آئی کہ جس کے پاس گلِ عقل و دانائی ہو وہ فلاں عالم کے مفاز و فرضہ جس کو کسٹم ہاؤس
کہتے ہیں اُس میں اس مستعملات و مستملکات کی زکوٰۃ ادا کرے۔ کہ اور مزکی ہو تا کہ دماغ کی صفائی
ہو۔ کہ بوئے رنگا رنگ کو استشمام کر سکے۔ کہ سب بایکدگر سوچنے لگے کہ کس عالم میں جاکر ٹیکس ادا
کرنا چاہیئے۔ اُس وقت ساری حالت معلوم کرائی گئی۔ جس میں ایک بشری بڑی حمد و ثنا آئی
کہ وہ بشر جمیع آیات الکبریٰ میں سے کروڑ ہا کروڑ چند بلکہ بیشمار بار آیت الکبریٰ ہے۔ اُسکے اندر
داخل ہو کے ٹیکس وغیرہ ادا کرنے کے بعد ایک بڑی انجیل و بشارت حاصل ہوگی جس کا بشرہ
اس الورد سے ملتا ہے اور وہ ایسا بشیر وحدہٗ لاشریک ہے کہ اگر وہ اُس ایسے الورد سے
ذرہ بھی جدا ہو تو تمام گلدستۂ کائنات وردۃً کالدہان ہو جائے + اور ایسا کسی وقت یقیناً۔
ہو جائیگا + چنانچہ میں اُس وحدہٗ لاشریک روح ریحان اور جانِ الورد کو تمہارے حرف ولفظ

دمعانی وعبارت میں شریک کرکے اُسی سے بُلوا دیتا ہوں کہ وہ کیسا ہے۔ مگر اُس لفظی شراکت سے تم اسکے شریک نہیں ہو سکتے۔ تمہارے سمجھانے کے لئے تمہارا لفظ اختیار کیا جاتا ہے ورنہ۔ اس کے کلمۃ العلیا اور حرفِ فطری کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ مگر اُسیکی روح جس کو رُوح اللہ کہتے ہیں تو جیسے صرف ونحو و انشا ہر قیل وقال وتحریر میں شریک ہے ویسی ہی انشاءاللہ بنامِ روح اللہ کی مدد ہر ایک کام میں شریک ہے ورنہ انجام کو نہ پہونچے۔ تو دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ سنو م بلکہ اس کی طرف سے میں خود کہدیتا ہوں کہ ؎

ہُو کے عالم میں رہا کرتا ہوں میں ہُو کی طرح	اور اُس گل سے نکل آتا ہوں میں بُو کی طرح
شوخیٔ تقریر شوخی میں ہے جادو کی طرح	چوکڑی بھرتا ہے ہر مضمون آ ہو کی طرح
زلفِ پیچاں برسرِ لوحِ جبیں آویختہ	گھومتے ہیں نرم حرکت سے یہ گھنگھرو کی طرح
کہکشانِ فرق میر انور سے معمور ہے	رات کو تم دیکھتے ہو اُسمیں آلو کی طرح
زلف و ابرو لاَ اِلٰہ اور الا اللہ ہیں	اک زمانہ سے ہیں در پے سانپ بچھو کی طرح
اسیائے چرخ نے چن چن کے وہ دانے پیسے	پیس ڈالا موت کی چکی میں ستُو کی طرح
میں ابھی دم سادھ کر چپ چاپ بیٹھا ہوں کہیں	دفعتہً نکلو نگا راجہ اور سادھو کی طرح
میں ہوں اک نور آفریں مجھ سے منور ہیں سبھی	تم سمجھتے ہو گلِ پیچی ہے سکھو کی طرح

بس یہ سنتے ہی سبھوں نے زبانِ خموشی سے یہ عرض پیش کی کہ اس آواز میں جس قدر باتیں بولی گئی ہیں اُن سب کی تشریح کیا ہو گی چنانچہ سمجھائی گئی۔ پھر اُس سمجھانے میں جو کچھ بات آئی۔ وہ بھی سمجھائی گئی کہ سبھوں نے ملکِ کشمیر میں سیر کرنے کی درخواست پیش کی۔ وہ منظور کی گئی تو سبھوں نے یہ عرض پیش کی کہ کوئی ایسی ترکیب ہو کہ سیاحت وسفر جلدی ختم ہو تو کہا گیا کہ سب چیز مسلسل مدور بنائی جائیگی جسکو دور وتسلسل کہتے ہیں۔ جس سے بہت جلدی سفر تمام ہو جائیگا مگر بشرطیکہ سب گھومتے ہوئے چکر لگاتے ہوئے اُس روح ریحاں بنامِ روح اللہ میں داخل ہو جائیں کہیں اگر مشکل پڑ جائیگی تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم مدد کرینگے تو یہ کہو کہ ہم تمہاری تربیت دینے والے مربی و رب ہیں کہ نہیں ؟ اگر ہم مربی نہیں تو تم کو مربا نہیں ملیگا اور اگر ہم مربی ہیں تو روح اللہ بھی تمہارا مربی ہوگا کہ روح اللہ عین اللہ ہے۔ کیا مٹی سے جوہر ہونا اور سبز سے سرخ وسفید پھول نکلنا۔ اور ایک قطرہ سے آدم نکلنا۔ اور گوشت سے روح پیدا ہونا۔ عرق سے کانچ پیدا ہونا یہ سب ممکن ہے۔ اور اُس روح میں ہماری روح یا میرا خود داخل ہونا کیا ناممکن ہے اگر ناممکن سمجھتے ہو تو میں تمہارا

مربی نہیں اور روح اللہ عین اللہ نہیں۔ جاؤ سقر صورت سقر وارد وفی النار والسقر ہوتے جاؤ۔ ورنہ اگر اقرار کرتے ہو تو سرِ تسلیم خم کر کے مسلم بنتے جاؤ اور سب لوگ اُس روح القدس کی تعریف میں ہمزبان ہو کر کہو کہ سبحان اللہ الذی لا الٰہ الا ہو سبوحٌ قدوسٌ ربنا ورب الملائکۃ والروح ؎

کونین میں ہے جلوہ حسنِ جمالِ روح — ہے ایک روشنی کہ ادھر بھی ادھر بھی ہے + بس نہ رات ہے نہ دن ہے جو مقبول ہوا روزِ روشن ہو گیا جو مردود ہوا شبِ ظلمات بن گیا ؎

ہے مگر جملہ شئے کا خود بانی	اور سب بات میں ہے لاثانی
ختم ہے اُس پہ ساری ربانی	لو غزل گاؤ لوگ حقانی
جتنی چیزوں میں ہے درخشانی	پس اُسی شان کی ہے لمعانی
خود ہی ظلِ ظلیل سبحانی	خود رحیم اور رحیم رحمانی
کھیل اُس کا ہے تختِ خاقانی	ایک لقمہ ہے عقلِ لقمانی
مہرِ انور سی شکلِ نورانی ہو	زلفِ پیچاں میں راج ریحانی
ختم ہے اُس پہ سب سخندانی	خوش بیانیٔ و جملہ لسّانی
دیکھ لو اُسکی خود درافشانی	اور طبعِ رسا کی جولانی ہو
کُلٌ مسقوطٍ ممکن المسقوط	چون لو ورنہ ہے یہ نادانی
والتقوا اللہ یا اولی الالباب	ہے ازل سے یہ حکمِ یزدانی
ما اُہلّ بہ لغیرِ اللہ ہو	بھر گئی اُس میں روحِ شیطانی
بطشَ اللہ ربکم لشدید	قہر میں بھی ہے رحم رحمانی
انما اللہ راسخٌ فی العلم	تم کو حاصل نہ علمِ عرفانی
اطلبوا الخیر من حسانِ وجوہ	حسنِ ازلی نہ حسنِ برّانی
ذالک فی الکتابِ مسطور	ہے مسلّم کہاں مسلمانی
کلّ شئی عندہٗ بمقدار	بھول گئے اپنی تم کتب خوانی
خلق کُلّما فقدّرہٗ	ہے نہ کچھ جائے بحثِ برہانی
لا تکادون تفقہون کلام	عقل تم لوگ کی ہے دیوانی
کذّبت قومِ لوطٍ بالنذر	تھے وہ سب چشتی اور جیلانی
انظروا الفاجرین کالاخیار	چال چلتے ہیں لوگ مستانی

وقنا ربنا عذاب النار	کہتے ہیں اُسے فعلِ شیطانی
احرص الناس من حریص حیات	شائقِ زیست و آبِ حیوانی
ما مضیٰ لا یعود من جہدٍ	پھر وہ عربی ہو یا ہو عبرانی
نشہد انہ رسول اللہ	پاک از صورتِ ہیولانی
جعل اللہ یسجٰ راسی	بن گیا بس مسیحِ روحانی
جعل بعد قوۃٍ ضعفا	ہے مسلط اوسی کی سلطانی
راحت الروح فی محبتنا	ہے یہ فرمانِ فرِ نسرانی
انما المؤمنین اخوانا ؏	ہے یہ مقبول شانِ انسانی
جو ید اللہ سے ہوا سرکش	بحرِ احمر کا ہو گیا پانی
کیا کہوں حال و فتر سے باید	کیسے جائیگی یہ پریشانی
بات کرنے کی بھی تمیز نہیں	اُوسپہ ہے دعوئی ہمہ دانی
ما جلستا ہمنا انک قطعا	پھر بھی بہتان اوسپہ شیطانی
ذریات بعضہا من بعض	متزوج ہوئے بہ آسانی
انّ فی ذالک لآیاۃ ؏	ہے اسی میں حلولِ سریانی
اننا سمعنا منادیا	کہہ رہا ہے بلفظِ سقانی
حیّ ہلاً علیٰ کذا و کذا ؏	لائے ایماں بنورِ نورانی
انہٗ ربی احسن مثوی ؏	کیا ابھی تک ہے اس میں حیرانی
بول اُٹھا کوئی شخص غیر عجم	جس کو تھی معرفت میں پژمانی
ما عرفناک حق معرفتک	رہ گئی عمر بھر پریشانی ہو
ربنا بعد بین اسفار ؏	سیرِ بحری و سیرِ برانی
یعلم المفسدین من مصلح	اس طرح سے ہے اس کی سلطانی
انّ شر الدواب عند اللہ	مردم آزاری و مسلمانی
من اتاہ کذالک سوءٌ	عقل اُس کی ہوئی ہے دیوانی
یوشک الامر ان یکون کذا	چونکہ سب میں بھری ہے شیطانی
ربکم یعلم بما فی نفوس	پھر سمجھتے ہو تنگِ دامانی

ربنا لم یلد ولم یولد — وحدہٗ لاشریک لا ثانی
انہٗ ذوالجلالِ والاکرام — کل شئے بعدہٗ وجہہٖ فانی
اُس کی جلوہ گری کو کیا کہنا — جس کی اتنی ہو تابِ پنہانی
اتنے اخفا پہ آشکارا ہے — آشکارا ہیں پھر یہ پنہانی
قال تبت یدا ابی لہب — دستگاہی ہوئی وہیں فانی
خلفُ الصدقِ ما رئینا کم — ابنیت ہے نہ بوے انسانی
واخرِجی من ہناک کیفَ خلقتَ — اس پہ بولیں بخندہ پیشانی
کون ہوں مجھ کو جانتے ہو تم — مریم الخلق یعنے سیدانی
انما تعبدونَ من دونِ — بھول گئے میری ساری ربانی
تتلقٰہم الملائیکۃ کو — بڑھ گیا جس سے زورِ روحانی
آستانہ پہ تیرے اے معبود — رو کی گھستی ہوں اپنی پیشانی
انت سبحانک فعلتَ کذا — ورنہ میں اور نور افشانی
اے تو یحییٰ توئی ہے وہ ہیوا — تھا یہی نغمۂ سلیمانی
حکم یحییٰ سے سیر کو نکلو — بعد از حمد و بس ثناء خوانی

پس یہ کہتے ہی سب کے سب بڑے ذوق وشوق سے اُس مبغٰی الیہ کی طرف چلے - اور یہ نہیں خیال کیا کہ جہاں سے کوچ کر رہے ہیں عین وہی وہ ہے کہ جدا ہونے کے بعد معلوم ہوگا + چنانچہ جدائی سے ساری مصیبت معلوم ہوئی - تو لوٹ کر دیکھنے لگے - لیکن کہنے والا غائب خاموش ہوگیا - تو اُس وقت وہ بادشاہ بنامِ ہیوا جہاں تھا وہاں سے اپنے چمکیلے تارِ نفس کو جو حیثۃ البرق کی طرح لہریں لے رہا تھا نکالا جس کو روح اللہ کہتے ہیں پھر اُس سے یہ سب قصہ بیان کیا جس سے وہ تاڑ گیا تو کہا کہ نفس و روح کہیں تم ہی تو نہیں ہو؟ اور یہ سب تمہارا ہی کھیل تو نہیں ہے؟ تو اُس نے کہا کہ یہ سب واقعات مجھ میں نمایاں ضرور ہیں - اس پر بھی میں خود سیر و سیاحت کرنا چاہتا ہوں - تاکہ آیت الکبریٰ میں داخل ہو کر یہاں پہونچوں - تو ہیوا نے کہا کہ اس میں بڑی مصیبت ہے ہم کو تمہاری جدائی گوارا نہیں ورنہ میں حی القیوم نہیں رہونگا - اس پر بھی اُس تارِ نفس بشکلِ میم نے اصرار کیا اور کہا کہ ہم کو تصور کرتے رہوگے تو برابر حی القیوم رہوگے تو ہیوا نے کہا کہ خیر جاؤ بسم اللہ ؎

بہ سفر رفتنت مبارک باد — بہ سلامت روی و باز آئی

مگر جو کچھ تمہارے علم و قدرت میں تمہارے اور غیر کے لئے بہتری کے سامان ہو سکتے ہیں سب کو ایک جا
ہم کر کے تصور کے علم و زبان و قلم سے ایک وثیقہ لکھدو کہ جو کچھ ہو ہمیشہ اُسی کے مطابق ہوتا رہے جس پر
میم نے میز و کرسی پر جلوہ گر ہو کے تصور میں لوح و قلم اور ایک نوشتہ قائم کر دیا جس کو لوح محفوظ خواہ
نوشتۂ عیسٰی کہتے ہیں۔ تو اُس نوشتہ کے رو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم جو ایک میم مار کی شکل ہو رہے
ہیں یہاں سے تین ٹکڑے ہو کے روانہ ہونگے اور اس قدر دورہ اور ایفائے وعدہ کے بعد یہاں پہنچنگے
چنانچہ (م) کے تین ٹکڑے ہوئے۔ ایک ٹکڑا اسے گندم بنا۔ دوسرا ٹکڑا اسے جو۔ اب رہا تیسرا ٹکڑا۔ وہ
دو ٹکڑا کیا گیا ایک ٹکڑا اسے خنّاس بنا جو پوشیدہ رہ کر دشمنی کرتا رہے اور ایک ٹکڑا اسے شیطان بنا کہ جس
ہو کر دشمنی کرتا رہے + اور آیت الکبریٰ دُنیا میں کشش کرتی رہے۔ اور پہوا علیا میں سکہ بعد از اتفاق سب ایک
ہو جائیں۔ جو اس سے باقی رہیں۔

سفرنامہ گندم و جو

وہ جہنم واصل ہوں۔ ان سب کی فلاں فلاں نشانیاں ہیں پس اس ترکیب سے سب ٹکڑے اپنی جگہ سے غائب ہوئے۔ اور سب کے
سب پیش گوئی کی مطابق چیخ مارنے لگے کہ ؎

حب الوطن از تختِ سلیماں خوشتر خارے وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی میکرد میگفت گدا بودن کنعاں خوشتر

مگر اس فریاد و الغیاث سے کیا ہوتا ہے۔ گندم و جو مٹی میں ملائے گئے۔ اور باطن کے معنی ظاہر
کے ہو گئے کہ لقوہ و فالج سے پھول پھال کے ہرے بھرے یقطین کی شکل میں ظاہر ہوئے کہ
ہوا نے مارے تپا پانچوں کے تا قیام چین نہ لینے دیا + گندم و جو نے کہا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ باطن
میں رہ کر ظاہر ہوئے + سرانداز ہو کر سرافراز ہوئے + مگر یہ کیسی سرافرازی ہے کہ ہمہ آن سرکوبی ہو رہی ہے
اس جگہ گندم جو بصورتِ یقطین متشابہ ہو رہے ہیں مگر دونوں میں فرق و فاصلہ ہے۔ لیکن سورج
سے سرسبزی نہ دیکھی گئی اُن کو غم آلودہ کر کے زرد رو کر دیا۔ اِتنی مصیبت اُٹھانے پر ایک دانہ سے سنبلہ
ہوا اور اس سنبلہ سے بہت سے سنبل و سنابل ہوئے۔ مگر ایک دوسرے کو خبر نہیں۔ بے خبری کے
عالم میں ان کے سوا جو مسافرین چرند و پرند وغیرہ کے نام سے تھے اُن کی کثرتِ خودی کو دانت
پیس پیس کر کچا چبا گئے۔ کہ اُن جانداروں کے وجودی عالم سے گذرتے ہوئے بہت سی شکلیں قبول
کیں۔ کچھ گندم و جو کی شکل رہے۔ کچھ محض بے خبری کے ساتھ فردِ مستقیم القامت کی شکل میں آئے۔ اُس
وقت یہ سمجھا کہ شاید صراطِ مستقیم یہی مستقیم القامت ہے اس میں ترقی پا کر اوپر چلنا ہے + لہٰذا عقل کی

ﻫ
اپنے نہایت جو جلدی بیت ہو جاتے ہیں

یہ رائے ہے کہ سوچ بچار میں ترقی ہو۔ تو کیا چیز کھانے میں استعمال کروں جس سے مقصود براری ہو
تو اُس وقت اس گندم خوری کے اثر سے اُس میں یہی رائے ٹھہری کہ گندم و جو استعمال کرنا چاہئے ۔ چنانچہ
گندم و جو کو بیخ و بن سے اُکھیڑا ۔ ثابت قدمی سے جدا کیا ۔ گندم و جو نے فریاد کی تو اُن کو اور لاٹھی ۔ موسل
سے ٹھوکا ۔ مویشیوں سے پامال کرایا + سوپ میں رکھ کے ہوا کھلایا + اور گندم و جو حیران ہو رہے ہیں کہ
ہم تو ایک تھے یہ کثیر التعداد بشکل واحد کیونکر ہو گئے ۔ اب نہ معلوم اس میں اصلی ہم کون ہیں کہ سب ہم ہی ہم
ہیں ۔ مگر یہ انصاف کی بات نہیں اس لئے ہماری حد بندی وہیں تک ہے جہاں تک ہماری وجود ہم کو محسوس
ہوتی ہے ورنہ یہ سب غیر ہیں ۔ خیر سرنگوں کے اندر اسی تشویش میں تھے کہ جبید بابو نے خرمن چاک سے
چکی گڈھ میں لاکے پہونچایا اور کہا کہ یہاں کا سیر کرو + اتنے میں چکی گڈھ سے یہ آواز شروع ہوئی کہ ؎

ف استحالہ

آسیا کہتی ہے ہر روز بآواز بلند ۔ رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کا

گندم و جو چلانے لگے کہ ہم چکی گڈھ کی سیر نہیں کرتے ۔ تو کہنے والے نے کہا کہ بغیر تمام سیر کئے ہوئے
آدم نگر اور آیت الکبریٰ کی سیاحت ناممکن ہوگی + اس پر تھوڑے گندم و جو نے چکی کے صراط مستقیم
کو پکڑ لیا کہ شاید یہی سیدھا راستہ ہے ۔ اس لئے وہ وہاں سے نکال کر کھیری میں دفنے گئے جو وہاں
سے نکلنے لگے تو ان کو سفوف کی صورت اختیار کرنی پڑی + اس صورت میں پھر شکایت کرنے لگے
کہ ہم ایک ہو گئے ۔ بھلا یہ کیسی جمع و تفریق اور ضرب و تقسیم ہے کہ کبھی فرقان کبھی قران کبھی واحد
کبھی اثنین کبھی وحدت الوجود ۔ خیر جیسا دیس ویسا بھیس دیکھئے آگے کیا ہونا ہے + اتنے میں
غربال خانہ کا سفر کیا وہاں سے چھٹے تو راستہ میں ندی مل گئی پھر بحری سفر میں لگے ۔ اور کہتے جاتے
ہیں کہ جب دھرتی گنج ۔ ہوا کھنڈ ۔ جل پٹی سے گذرنا پڑا ہے ۔ تو آگواڑہ سے بھی پالا پڑیگا ۔ یہ بات
ہی چیت بیش تھی کہ سننے والے نے بہت سے چانٹے اور گھونسے لگائے اور مار تپانچوں کے کسی
کو تپلا کر دیا کسی کو گول کسی کو کچھ اور شکل کا بنا دیا غصہ میں آکے آگواڑہ کے عالم میں لے گیا + کہ گندم
و جو پھول کے کپا ہو گئے اور دہائی مانگنے لگے تو پھر اُٹھا کے پیٹھ کے بل دے مارا اس کے بعد جہنم
واصل کر دیا کہ جل بھن گئے + اُس کے بعد کچھ رحم کر کے مرہم پٹی کیا کہ ایک کپڑا میں لپیٹ کے رکھا جب
کپڑا سے دریافت کیا کہ اس عالم کے بعد کونسا عالم آئیگا تو اُس نے کہا کہ نرکھ پیٹ آئیگا اس میں بڑی چھان
بین ہوگی ڈنگا جھاری لی جائیگی ۔ یہ گھبرا ہی رہے تھے کہ ایک وسیع میدان میں بلائے گئے دریافت
کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ملک کا نام دسترخوان گوڑہ ہے + تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ پاؤں توڑنے
جانے لگے پنجتن نے پکڑ کر دہاں واڑہ کے عالم میں پھینکا تو بتیس جوانوں نے سالن سے مرہم پٹی

کرنا شروع کیا مگر وہ مرہم پٹی کیا تھی کہ نمک بر جراحت پاشیدن تھا کہ ایک دم سے زکھ پیٹ کے
تھر میں گرے + وہاں جو باہم دگر دریافت حال شروع ہوا تو سب نے ہم زبان ہو کر یہی کہا کہ آدم نگر
دیکھنے کے شوق میں اس قدر مصیبتیں اُٹھائی ہیں ۔ نہ معلوم وہاں تک کب پہونچینگے ۔ یہ بات ہی
پیش تھی کہ بایکدگر یہ بھی سوال و جواب پیش ہوئے کہ تم کس راستہ سے کس صورت میں ہو کے آئے ۔ تو کسی
نے کہا کہ ہم جانور بن کے پھر کوفتہ بن کے آئے + کوئی کہتا ہے کہ ہم پانی بن کے آئے کوئی کہتا
ہے کہ ہم نمک مرچ بن کے آئے ۔ کوئی کہتا ہے کہ ہر یک کے لئے بہت سے کاموں کی ضرورت
پڑتی ہے جیسے ایک گروہ نان کی سیاحت و سرگزشت کی حالت ہوئی ۔ مگر مآل سب کا ایک ہی ہوا
کہ زکھ پیٹ میں آئے + اسیطرح آگے کی حالت ہے ۔ بس ایک آواز آئی جسکو آروغ وغیرہ سے تعبیر کرتے
ہیں جس کے یہ معنی ہوئے کہ ہرگز ہرگز سب کا مآل ایک ہی نہیں ہے + یہاں کسٹم ہاؤس میں
چھان بین ہوگی ۔ جس کے پاس کثافت آمیز مال ہوگا ۔ اُن سے چھینا جائے گا ۔
جیسا موقعہ ہوگا اُس کے مطابق اُن کا مآل ہوگا ۔ جو لطیف ہیں اُن کی اچھی جزا ہے ۔ یہ کلمہ
ختم ہی ہوا تھا کہ اصحابِ کہف جن کو سبع امعا کہتے ہیں وہ اور گروہ دجار سب مل کے حملہ آور ہوئے
اس طرح پکڑ کے افشردہ کیا کہ ہوش و حواس بجا نہیں رہے + کسی کی کثافت کو لیکر بول و براز بنا کے پھینکا
کسی کو چربی کے حوالے کیا ۔ کسی کو رنگین دودھا بنامِ خون بنا کے ایک بیضاوی شکل کے حجرہ سے
تمام سیر کرنے کا حکم دیا کہ دیکھو یہی آدم نگر ہے ۔ شوق سے تمام چکر لگا کے دیکھا ۔ تو جس قدر اُس میں
سڑکیں بنام رگ و پیماں تھیں سب سے گذرتا ہوا سراپا گشت لگایا ۔ مگر جس قدر آدم نگر کی تعریف سنی
تھی کہ نکم ہے وہ نہ پایا ۔ گھبرایا کہ اب اُس میں سے باہر جانا چاہے تو نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ۔
اُس وقت خناس نے کہا کہ ابھی تو تم کو بہت گشت لگانا چاہئے + جب بہت پختہ ہو جاؤ گے تو کامیابی
کی صورت ہوگی اس لئے سرِ دست جب تک گندم و جو کا ملاپ نہو گا ۔ تم کسی طرح باہر نہیں جا سکوگے
اگر خلاف طریقہ سے گئے تو ہلاکتِ ابدی میں پڑو گے + تو بایکدگر یہ سوال کیا کہ گندم و جو دونوں غیر
متجانس ہیں کیونکر باہم ملاپ ہو سکتا ہے ؟ اُس پر یہ بھی نہیں معلوم کہ آجکل گندم کہاں ہے اور جو
کہاں ہے ۔ تو خناس بنامِ نفس نے یہ کہا کہ جب تم دونوں یقطین کے شکل میں تھے تو دونوں ہم شکل
تھے دونوں کا سنبلہ ایک شکل کا تھا جثتہٗ کچھ فرق تھا اسی طرح یہ نخلِ قامت تمہارا جو عالمِ اکبر کا ایک
منظر ہے ۔ اس میں کہیں سیب ہے کہیں رطب ہے کہیں گندم ہے کہیں جو ہے + خالی سیب و
رطب خوری یعنے بوس و کنار سے کچھ نہ ہوگا تم اپنے نخلِ قامت کو ملا دو کہ شجرۂ نسب قائم ہو اور ابد الآباد

مسلسل چلے جاؤ تو تم دونوں بشکل واحد ہو تھوڑی سی بات کا فرق ہے برہنہ ہو جاؤ تو گندم وجو کی خبر لیجا یئگی۔ چنانچہ خناس نے ان کو باہم ملوا دیا + کہ گندم وجو میں آب جوش پیدا ہوا کہ دو ماءِ معین کے ٹکرانے سے جو آگ نکلی وہ اسی پانی میں بجھ کے رہ گئی۔ کہ اس میں مارے گرمی کے تبخیرات پیدا ہوئے کہ وہ وہیں بند ہو کے رہ گئے جس سے آبِ حیات جو ظلماتِ رحم میں مرحوم رہا وہ وہاں سے گندم وجو کا مخلوط نتیجہ بشکل آب حیواں متشکل یہ آدم نگر ہو کے برآمد ہوا۔ اُس وقت مارے خوشی کے سجدہ کیا کہ الحمد للہ اگرچہ بہت کچھ مصیبت اُٹھائی مگر حقیقتہً اِنَّ اللہَ مع الصابرین بہت ہی ریح ہے کہ صبر کرتے کرتے آدم نگر ہو پہنچے مگر جب اپنی ہستی کو مٹا دیا اور اس میں فنا ہو گئے تو خود ہی آدم نگر بن کے آدم نگر کی حالت دریافت کی۔ پس جب تک کوئی چیز دوسری چیز میں فنا نہ ہوگی اس وقت تک وہ ہرگز دوسری چیز بن کے اُس کی حالت نہیں دریافت کر سکیگی + تو اب چاہئے کہ آدم نگر بنجانے پر آدم نگر کی پوری حالت معلوم ہو تو معلوم ہوا کہ فوٹوگراف کی طرح اُس میں سب منطبع ہے جو مصلحت اور مناسبت کے لحاظ سے معلوم ہوتے رہینگے اُن میں سے جو معلوم ہو چکے وہ یہ ہیں کہ آدم نگر بنجانے پر تین کے درمیان ملک ناطق ومشترک بن گئے۔ کہ اب کہتا ہے کہ میری ملک ہے۔ اُم کہتی ہے کہ میری ملک ہے جوڑا کہتا ہے کہ میری ملک ہے + اور سب ایک ایک قطرہ سے اب۔ ام۔ ابن۔ بنت بنے ہیں۔ کہ چاروں قطرہ ملکر ایک ہی ہو سکتے ہیں فصل میں قطرہ ہیں اور وصل میں دریا + ظاہر اً کثرت مآب اور باطناً وحدت مآب + کہ ایسی حالت میں متفد تفصیل نہیں ہو سکتی۔ جب بغور خیال کیا گیا کہ یہ کیسے بکھیڑے کا آدم نگر ہے + اُس کا سارا رگ و پرزہ کھول کھولکے دیکھنا چاہئے کہ اس کے اندر کیا کیا ہے۔ اور کہاں کہاں سامان رکھے گئے ہیں۔ اور کون کون وقت پر برآمد ہونگے + اور کس کس طرح برآمد ہونگے۔ تو یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ جب گندم وجو سے آدم نگر بنا ہے تو خدا معلوم آگے چلکر اور کیا ہوگا + شاید ہمیشہ معراج پر معراج ہی حاصل ہوتا رہے + چنانچہ اس کا نس نس کھولکے دیکھا گیا تو بے شک جو کچھ عالم اکبر میں ہے سب اس میں نمونۃً موجود پایا گیا اس لئے ہر ایک عالم اکبر اِس عالم اصغر میں بھی ایک دوسرے سے متفصل ہے کہ یقیناً ان جمیع آیات الصغریٰ میں سے کوئی آیت الکبریٰ ہوگا جس میں سیر وسیاحت کرنے کے لئے سفر کرتے گئے ہیں کہ فنا لئے اُس کی بھی حقیقت اس میں فنا ہوئے بغیر نہیں معلوم ہو سکیگی تو اب چاہئے۔ کہ آدم نگر سے آدم پورے یعنے مکرم ابنِ آدم بنکے آیت الکبریٰ بنتے جائیں جس سے اس کی حقیقت معلوم ہو + اور واقعات یاد ہوتے چلے جائیں + پس ہر ایک آدم نگر نزول کی انتہا اور عروج کی

ابتدا اثبات ہوا + کہ بشکلِ گندم وجو رہنے میں کچھ نہ معلوم ہوا جب گندم وجو آدم نگر بن گئے تو ایسا
ظلمات سے نور میں آیا کہ تمام اوجالا معلوم ہوا کہ سب چیز روشن ہونے لگی کہ یہ آسمان مسجدِ اقصیٰ
ہے اور یہ زمین وخمبث ہے اور یہ قدس ہے۔ یہ ہوا ہے اور یہ آتشیں۔ اور یہ فلاں اور وہ فلاں۔
ایں چنین وآں چناں۔ اور یہ عقل کے زور سے معلوم ہو رہا ہے۔ تو یہ عقل کیا بلا ہے۔ یہ قوت
کیا چیز ہے۔ یہ ہماری کیا شکل ہو رہی ہے۔ خدا معلوم خواب ہے یا خیال ہے۔
خبط ہے۔ یا عقل ہے۔ ہستی ہے یا نیستی ہے + میں کون ہوں کیا ہوں کیسا ہوں اور کہاں
ہوں۔ باوجود سمجھنے کے بے سمجھ ہوں بڑی آسانی اور مشکل سے یہ سمجھ رہا ہوں کہ اس شکل میں کوئی ایسی
قوت ہے جس کے سبب سے یہ نمایاں ہو رہا ہے ورنہ اندھیرا ہی رہتا۔ بس وہی قوت بنام روح
ہے جو کسی کے امرو مشیت سے بنی ہے۔ تو جو ایسی امرو مشیت والا ہوگا ضروری بہت ہی بہت قوت و
قدرت والا قوی العظیم وقدیر الکبیر ہوگا جب تک اُسی کی روح بنام رُوح اللہ میں فنا ہو کر روح اللہ
نہ بنجائینگے ہرگز ہرگز روح وروح اللہ کی حقیقت نہیں معلوم ہوگی۔ چنانچہ تو اے وہ قوت جو روح
کے نام سے مجھ میں بآنِ واحد حاضر وغائب نیست وہست رہ کر اپنی شانِ کبریائی دکھلا رہی ہے۔
تو ہی بتلا کہ تو کون ہے۔ اور مجھے کون ہے؟ ہونے کا کون سوال کر رہا ہے؟ ایا دونوں تو ہی ہے
یا عین وغین دونوں بآنِ واحد ہے کیا ہے؟ تجھ میں کیا کیا قوت ہے؟ تیرے کیا کیا پچھن ہیں؟
کہ اس سوال کے جواب میں روح نے تصور کی زبان میں یہ سمجھا دیا کہ پہلے اپنی سب قوتوں سے
دریافت کرو کہ وہ میرے بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم جواب دینگے + اس وقت تصور
کے ذریعہ سے تمام ہیکلِ بدنی کی خانہ تلاشی لی گئی تو ہر ایک حجرہ سربمہر پایا گیا کہ ابن وآں حجرہ میں فلاں
چیز ہے اسکی کلید فلاں نمبر کی ہے۔ جب حجرہ کھولے گئے اس چیز سے سوال کیا گیا۔ تو اُس نے اپنے
خواص بتلائے + اسی طرح ہر چیز پر ٹکٹ لگی ہوئی تھی + نوبت تا بہ عقل رسید۔ اُس نے رہبری
کی اور یہ بتلایا کہ ہر چیز کا ایک مادہ ہے جس طرح ذہانت کا مادہ اور وہ فلاں جگہ ہے غیظ وغضب
کا مادہ اور وہ فلاں جگہ ہے + غیرت وحیا کا مادہ اور وہ فلاں محلہ میں ہے عشق ومحبت کا مادہ اور وہ
فلاں مقام میں ہے + ولایت ونبوت ورسالت کا مادہ اور وہ فلاں جا ہے + اور یہ سب جلوۂ عقل
ہے کہ اس کا مادہ یہ تمام سیر وسیاحت تمام کر کے آدم نگر کی شکل بننے پر اس مادہ کے ساتھ نمایاں
ہوئی۔ تو جس قدر ذرہ ہائے کائنات ہیں ایک دوسرے کو کھاتے پیتے ہیں + جو تمام عالم کو کھا کر ہضم کر جائے
اور اُس سے پورے مادہ کا آدم نگری ہیکل تیار کرائے تو وہ اس عالم اکبر کے برابر قوت رکھ سکیگا۔

اور جو اتنے بڑے درجہ کو بلا اکل و ماکول بنا دے تو وہ خالص قدرتِ قدیریہ ہوگی + اس لئے آیت الکرسی
کی روح خالص روح القدس ہوگی کہ تمام روح الارواح کی خالص زبدۂ لطافت ہے + کہ جب کوئی اس
میں فنا ہو کر وہی بنجائیگا تو جو حالت آدم نگر بننے پر آدم نگری قوت کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے وہ
روح القدس بننے پر محسوس ہوگی۔ اس واسطے تم کو بہت سی نسلیں تمام کرنی پڑینگی کہ سب کے
مجموعی تاثیرات سے تم روح القدس میں فنا ہونیکے لائق قرار دئے جاؤ + اسکے لئے بہت مدت درکار
ہے + کہ لگاتار گندم و جو کے ملاپ سے وہ خمیر پیدا ہو + لہذا تو اے گندم و جو بشکلِ آدم نگر
ابھی تیری سیاحت تمام نہیں ہوئی ہے کہ سیر فی الارض سے سیر فی اللہ میں داخل ہو سکیونکہ اس
میں روح اللہ بن کے سیر کرنا چاہیئے۔ اور یہ جس قدر تجھ کو قوت محسوس ہوئی یہ معراج گندم و جو ہے
جس نے تمام عوالم پس گذاشتہ کا اثر اس شکل میں ظاہر کر کے بنام قوت و روح
ظاہر کیا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کے آگے قوتیں حاصل ہو سکتی ہیں کہ روح کی کچھ حقیقت نہیں اسپر
آدم نگر کی روح نے گواہی دی کہ عقل نے جو کچھ کہا اس سے میں متفق ہوں اور یہ کہدیتی ہوں۔
کہ جس قدر قوتیں ہیں وہ سب جلوہ روح ہے۔ وہی اکیلے سب قوت کا کام موقع بموقع کرتی ہے
تو یہ بھی وہی بتلا سکتی ہے کہ وہ کیا ہے۔ اور اس کا پیدا کرنے والا اکیلا ہے۔ مگر جس طرح بغیر آدم نگر
بنے ہوئے اس کی حالت نہیں معلوم ہو سکتی تھی اسی طرح روح آفرین کی حالت بغیر روح آفرین بنے
ہوئے ناممکن ہوگی۔ تو کوئی چیز بغیر اسکے بنائے ہوئے نہیں بنتی پھر بغیر حکم اسکے کوئی الٰہی کی ذات
کس طرح بن سکتا ہے یہ بھی ناممکن ہے۔ لہذا ابھی یہاں سے مقدسین میں فنا ہونے ہوئے سفر کہ
راہ لو رفتہ رفتہ حال کھلتا جائیگا۔ آخر کار منزلِ مقصود کو پہنچ جاؤگے + اور یہ سب مادہ مجھ میں اسی
طرح پوشیدہ ہے جیسے ایک ضرب المثل میں بڑے بڑے واقعات اور ایک نظم میں بڑے بڑے
ضرب المثل اور ایک نقطہ میں تمام ہیکل اشکال۔ اور ایک لفظ میں تمام کائنات جیسے لفظِ عالم
میں تمام عالم۔ اور تمام عالم ایک ارادہ میں چنانچہ جیسے جیسے وقت آئیگا معلوم کراتی رہونگی۔
پس وہ آدم نگر چکر لگاتا ہوا کسی کریم الخلق اور خیر المآثر بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے
سیر کراتے ہوئے سب چیزیں بتلانی شروع کیں تو آدم نگر نے کہا کہ میں اس کا نام جانتا ہوں
میرے یہاں بھی موجود ہے۔ پس اسی وقت ایک نیا لفظ گڑھ کے بتلا دیا کہ ہماری زبان میں اس
کا یہ نام ہے۔ اگر گھوم گھام کر بادشاہ نے پھر اسی چیز کو پوچھا تو فوراً ایک دوسرا لفظ گڑھ کے بتلا دیا۔
بادشاہ نے کہا کہ ابھی آپ نے اس کا یہ نام کہا تھا۔ اب آپ یہ کہتے ہیں تو یہ کہدیا کہ یہ بھی ایک لفظ ہے

اور وہ بھی ایک لفظ تھا دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ میں تو ایک لغاتِ ناطقہ ہوں۔ اس میں بڑی وسعت ہے۔ کہ ایک چیز کے لئے ہزارہا نام پیدا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح سب چیز کے نام رکھے گئے ہیں + کہ اس دلیل سے کسی جگہ بھی چوکنا اُس کا ناممکن نظر آیا۔ اور پادشاہ اس دروغ آمیز دلیل اور بدتہذیبی پر سخت ناراض ہوا مگر اخلاق سے پوچھا کہ آپ کے باغ میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جو اس باغ میں نہ ہو + تو اُس نے کہا کہ ہاں ایک پھول ہے جس کو الورد کہتے ہیں وہ نہیں ہے تو پادشاہ نے کہا کہ وہ پھول کیسا ہے چلو مجھ کو دکھلاؤ + پس اُس نے اُسکو اپنے ساتھ لیکر بہت حیران کیا اور کہیں الورد کا پتہ نہ پایا۔ تو پادشاہ نے پوچھا کہ وہ الورد کہاں ہے تو اُس نے کہا کہ اسی حیرانی کا نام الورد ہے + اُس وقت پادشاہ کو زیادہ رنج ہوا۔ مگر اخلاق سے کہا کہ ہمارے باغ میں دو پھول ہیں جو تمہارے عالمِ اصغر کے باغ میں کہیں نہ ہوگا + تو آدم نگر نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو پادشاہ نے کہا کہ وہی الورد جسکو تم دکھلانے چلے تھے اور حیرانی کا نام الورد رکھ کے رہائی حاصل کی۔ ہمارے یہاں اُسکے خلاف ہے۔ تو آدم نگر نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو پادشاہ نے کہا۔ کہ ایک تو یہی گلدستۂ کائنات ہے جس کا آفتاب گلِ سرسبد ہے۔ دوسرا الورد وہ کہ جس دم یہ گلدستۂ کائنات وردۃ کالدہاں ہو جائے تو اُس وقت وہ الورد نکل سکتا ہے + جس کو سوائے الورد کے دوسرا نہیں جان سکتا + تو آدم نگر نے پوچھا کہ یہ کیونکر ممکن ہے؟ اُس وقت پادشاہ نے کہا کہ پہلے میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں اُس کے ختم ہونے کے بعد الورد کی حالت تبلاؤنگا۔ تو آدم نگر نے پوچھا کہ وہ قصہ کیا ہے؟ اُس وقت پادشاہ نے قصہ بیان کرنا شروع کیا۔

قصۂ برھمہ

کہ کوئی بہت بڑا لاثانی پادشاہ تھا۔ وہ بہت اچھا تھا۔ اسکی اچھائی کی سبب سے جمیع عوالم کے باشندے سرکش و کافر ہو جایا کرتے تھے۔ تو پادشاہ اپنی رحمت و ربوبیت کی حیثیت سے اُسی عالم کے لباس میں تربیت کرنیکے لئے چلا جایا کرتا تھا اور لباس مذکور کے قانون کے مطابق خود کو پابند رکھتا تھا اور اُسی کے مطابق نام چنانچہ کسی وقت اُس نے اپنا نام برھمہ رکھا جس کو آذر اور زرتشت بھی کہتے ہیں اُس وقت وہ سباط الجسم۔ مقرون الحاجبین۔ عریض الصدر۔ فصیح اللفظ۔ بلیغ المعانی۔ وجید البیان تھا۔ اسنے لوگوں کہا کہ تمہارے مالک نے ہمکو کلکٹر بنا کے خوبی کا ٹیکس وصول کرنے کہا ہے۔ ہم اُس کے بڑے خلیل ہیں + تم کو اُس پر تعجب ہوتا ہے کہ بھلا اس ادنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ تو کیا تم کو نہیں معلوم کہ چپراسی اپنے راجہ کے بل پر نازاں ہوتا ہے + اور کتا اپنے مالک کے بل پر +

اس جگہ پہلے تم کتا سے سبق سیکھو کہ جس کتا اور اُمت کی تقدیر میں آزاد رہنا ہے تو وہ جنگل میں رہتا ہے + جس کی تقدیر میں زر و جواہر پہننا ہے وہ امیر کا کتا بنتا ہے + جس کی تقدیر میں فاقہ کشی ہے وہ کسی فقیر کا کتا بنتا ہے۔ کوئی اپنی تقدیر سے سگ لیبن اور سرکس کا کتا ہوتا ہے کہ صید نامجروح لے آتا ہے + طرح طرح سے تماشا کرتا ہے + تعلیم پانے کے لیئے اُسکی دم کاٹ دی جاتی ہے۔ کیونکہ دُم کاٹنے سے تیزی بڑھ جاتی ہے جیسے بندر کی دُم غایب ہونے سے انسان بنا + جب یہ تعلیم پاتا ہے موقع و محل پر بول و براز کرتا ہے + اچھا۔ برا۔ دزد دنا دزد کو پہچانتا ہے۔ ہمیشہ پہرا دیتا رہتا ہے + بے سبب نہ بھونکتا ہے نہ روتا ہے + مالک فقیر کی شکل میں ہو جائے اور اُس کا جواہر اُتارے تو کچھ نہیں بولتا۔ اسکو غریب اور فقیر سمجھ کے چھوڑ نہیں دیتا + اس کی فاقہ کشی اور صبر و قناعت میں شریک رہتا ہے۔ بغیر صفائی کے بیٹھتا نہیں سلطافت طبعی ایسی کہ ایک طسبی میں ہرگز نہیں کھاتا + مالک کی پاسداری ایسی کہ اپنے ہمجنس کو بھی دروازہ پر چڑھنے نہیں دیتا + اپنے حرکات سے۔ چاروں موسم کی خبر دیتا ہے + جس قدر اپنے گھر اور مالک کے قریب اُسی قدر زور آور + وطن اور گھر نہیں تو دم شکاتا ہے + جسکی کھاتا ہے اُسکی گاتا ہے + ہزار ہا ظلمات ہو مگر مالک کی آہٹ اور بھنک اور آواز پہچانتا ہے + اپنا وطن کبھی نہیں بھولتا + حتیٰ کہ اگر دیوانہ بھی ہو جائے تو مالک کو پہچانتا ہے + اپنا اسم اعظم کبھی نہیں بھولتا + جیسے انسان کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے۔ کتا بھی دیوانہ ہوتا ہے + اُس کا بھی علاج ممکن ہے اِس کا بھی علاج ممکن ہے + کسی وقت بھی اگر مالک اُسکو مارتا ہے تو بصباصئہ[1] و دولابی کرتا ہوا پاؤں پر گر پڑتا ہے + غصہ دھیما کرنے کو اِدھر اُدھر ٹلجاتا ہے + اس پر بھی مالک کا سچا خیر خواہ سچا نمک حلال کہ وقت پر جان دینے کو تیار ہے + مالک مرجائے تو روتا رہتا ہے اکثر خود بھی مرجاتا ہے گویا ع سگِ اصحابِ کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

بس جو کلبِ علی و کلب اللہ ہو اُس کا اِس سے زیادہ اچھا نتیجہ ہے + جس انسانی شکل میں کتوں کی بھی صفت نہ ہو سگِ علوئی و ب اکبر کے بھی ماتحت نہ ہو تو وہ انسان کیسا البتہ وہ حرام زادہ۔ نمک حرام۔ خائن و غاصب ہوگا۔ اپنے مالک اور مالک کی آل کو نہ پہچانے گا اُس پر عف عف کریگا۔ اُسکے باغ وابن الریاض درفعت پر پیشاب کریگا۔ ایسے کتوں کو عالم بدر کر کے خارج میں جہنم واصل کرنا چاہئے + اور ناتعلیم یافتہ سگ صورت کلاب کو آبادی بدر + اگر مصلحت ہو تو وہ بھی جہنم واصل ہو + تو اب ہم نہیں دیکھتے کہ کوئی سا بھی ذی ہوش مالک ہو جو اپنے کتا کو نہیں چاہتا ہو + کیونکہ کتا اس کو خلوص دل سے چاہتا ہے + تو دلِ انسانی اور دلِ کلبی میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ ع

[1] دم ہلانا

دل را بدل رہیست دریں گنبدِ سپہر — از روئے کینہ کینہ و از روئے مہر مہر

جو اس کی پرورش اور پروردگاری کو بُرا سمجھے - نالچا - پاجی - حرام زادہ ہے سب کی روٹی خود ہضم کرنا چاہتا ہے + تو اب اسجگہ سمجھانے والے کا مطلب یہ ہوا + کہ وہ اپنے مالک کے سامنے کسی کی پروا نہیں کرسکتا جس پر مالک للکاریگا دوڑ جائیگا + سب پر اپنا رعب چاہیگا + سب سے تعظیم و تکریم چاہے گا + اگر انگاریں ڈالا جائے تو کچھ خوف نہیں - مالک اُس کا اُس انگار کو حُباحب اور جگنو کی طرح خارِ سرد کردیگا + مگر کما حقہ اُسکے قول پر عمل نہ کیا گیا تو اُس نے کہا کہ میں جانتا ہوں ابکی تمہارا مالک ایک بڑا جبار کو بھیجیگا کہ وہ مالک کا بڑا مُنہ چڑھا ہے - اُس کی نشانی یہ ہے کہ جس طرح تم سب نے ہم کو انگاریں پھینکا + اُس کے لئے دو پہاڑ کے ٹکرانے سے انگار نکلیگی + وہ کسی کوہِ آتش فشاں سے ڈرایا جائیگا + اور اُس کو پانی سے بھی سابقہ پڑیگا + میرا قوت بازو ٹطیا تھا اُس کا قوتِ بازو بہرنا ہوگا + یہ خبر دیکے برہمہ روانہ ہوگیا اور وقت پروہی پادشاہ بنامِ برہمہ نے خود کو مُنہ چڑھا یعنے کلیم کے نام سے ظاہر کرکے کہا

قصۂ مُسیا

کہ تم لوگ قائم الذکر و دائم الفکر تھے کہ کلیم کب آئیگا سو میں آگیا + شکر گذاری کرو + اپنی حیات کو جائدادِ مستغرقہ اور فی المعارض نہ رکھو + اس کو اپنے اور شیطان کے درمیان مالِ اجمائی و مشترک نہ بناؤ + اگرچہ اس پر شیطانی قبضہ ہو مگر بہرحال دخل فی الحال تمہارا ہی سمجھا جائیگا + تم سے باز پرس ہے + عقلم و حافظ گوئی سے باز آؤ + انقراضِ حاجت اور انقضائے عمر بہ خوبی بسر کرو + اور دیکھو کس طرح تمام ہرے بھرے درخت چٹکی اور تالی بجا بجا کر جھوم جھوم کر کھیل رہے ہیں + ٹھوٹھے ٹھوٹھے ٹہنیوں کے کُنچی سے لال لال اور سفید سفید پنپتے ہوئے کوپل چوطرفہ ہوا کے اٹکھیلیوں سے لال پیلے ہوکر ٹوٹنا اور سہانا گا رہے ہیں + اس سماع کو سُن کر خیال کرلو کہ ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

اسی طرح ذرہ اور پرندیکھو کہ ابرِ زفات و ابرِ مطلم درمیانِ طور السماء تمہارے سر پر معلق ہیں + لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ؎ کارِ عالم کسے تمام نکرد — آنچہ گیرید مختصر گیرید

کیونکہ حقائقِ موجودات کا ادراک اور اعیانِ ممکنات کی تحقیق اور جمیع مظاہرِ کائینات کی تدقیق موسس بر محسوسات ہے - اور محسوسات مبینہ علیٰ منتہائے معقولات ہے - اور معقولات محمولہ علیٰ جسمانیات ہے - اور جسمانیات منحصرہ علیٰ روحانیات ہے - اور روحانیات مشتملہ

۵۱ سفید بدل یعنے آسمان ۹۵ سیاہ بدلی

علی الشہود ات ہے۔ اور شہود ات موقوفہ علی غائیات ہے۔ اور غائیات محصورہ علی ریاضیات ہے۔ اور ریاضیات محصورہ علی طبعیات ہے۔ اور طبعیات مشترکہ علی کائنات ہے۔ اور کائنات مکونہ علی التکوین ہے۔ اور تکوین متعلقہ علی العدم ہے اور عدم قنا ہی علی الٰہیات ہے۔ اور الٰہیات متقاضیہ علی النفس خود ہے اعوذ بقدرتہ دلجلہ علی کل شیئ محیط ہے۔ جس کے احاطہ کرنیکا احاطہ محال اندر محال ہے + تو فطرت کی فطرت قدرت پرست ہوئی۔ اور قدرت کی قدرت مشیت پرست + اور مشیت کی مشیت خدا پرست۔ اور خدا کا خدا اکدم سے خود پرست اُس کے اثر سے سب خود پرست ہو رہے ہیں کہ الناس علیٰ دین ملوکہم کا مصداق صادق آرہا ہے + مگر اُسی کی مشیت سے میں اس خود پرستی کی تفریق کردیتا ہوں۔ کہ جو خدا سے جدا رہ کر خود پرستی میں ہو تو اُس کو نفسانیت کہینگے ورنہ انانیت۔ سو وہ بھی ہم کو زیبا نہیں جس کو زیبا ہے وہ کرلیگا۔ وہ خود ہی خدا ہوگا کوئی اُس کا شریک نہیں سخت امتناع تداخل ہے + اور جھوٹی انانیت سے کچھ نہیں ہوتا ؎

کب شعلۂ خس نور کی قندیل کو پہونچے	اوڑکر نہ مگس طنطنۂ فیل کو پہونچے
پشہ کا نہ غل صورِ اسرافیل کو پہونچے	بلبل نہ لب ولہجۂ جبریل کو پہونچے

بس چپ چاپ رہو + آدمیت سیکھو + نالائق آدمی نالائق کو لائق سمجھ کر دوستی کرتا ہے + تم لائق بن کر لائق سے دوستی کرو + لیاقت حاصل کرو + طافی ابن راسب نہ بنو + بے سر دل نہ رہو + گھونسی اپنی مویشی کو خوب پہچانتا ہے اور مویشی اپنے گھونسی کو + تم بھی اپنے مالک کو پہچانو + بکھیڑیا کٹھ حجت مطلق العنان نہ بنو + موت وحیات کا ٹیکس نیکی ہے + جو نور نیک کام کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ نقطۂ مضمون سرنوشت بنکر تارۂ صبح کی طرح چمکنے لگتا ہے + وہ نور تم میں نہیں پایا جاتا + اس واسطے تم مسیٔ الاعمال ثابت ہوتے ہو + کیا نہیں سنا ہے کہ ؎

مرغ ہمت چو بال بکشاید	عزِ اقبال آشیاں باشد
پیشِ چوگانِ ہمتِ عالی	کمتر از گوئی آسماں باشد

تو نیک بخت بلند ہمت ہوتے ہیں نہ کہ بدبخت + مگر سب بات کوشش سے ممکن ہے + اگرچہ ہر شخص ناقص فی الذات ہے کہ جس فطرت پر مفطور اور جس نیچر پر مجبور ہے اُس سے سر مو متجاوز نہ ہو گویا باطنا زبردست قدرت کے بس میں پڑا ہوا ہے + مگر اُس کی فطرت اس پر بھی ضرور مضطر ہے کہ یہ جیسا کرے ویسا پاوے۔ بس کرنے اور نہ کرنے کا اختیار بھی اُسی کو رہے + اس میں دُنیا اور فطرت کا قصور نہیں جو دُنیا اور فطرت کو گالی دیتا ہے عین فاطر کو گالی دیتا ہے + گالی اور گالی دینے والا

خارج از فطرت ہے کیونکہ با اختیار ہے + اور کلیم صاحبِ شریعت ہے وہ سب بات میں کلام کریگا + جو صاحبِ معرفت ہیں اُن کو انقطاعِ کلام لازم ہے + جو دونوں سے معزول ہے مستغنی ہے + سکوت اُس کا نور ہے۔ گویائی اُس کی تجلی + دولتِ گویائی کی زکواۃ ولفقہ ہدایت ہے + پس حق کے سوا نہ بولو چپ رہو + حقگوئی شاخ نبوت ہے + رازہائے سربستہ کی گرہ کو اپنے ناخنِ تدبیر سے کشادہ کرنیکی خواہش میں بے فائدہ وقت نہ برباد کرو + بطونِ عدم سے گردۂ کائنات کو پھینکنے والا وہ جبّار درام ہے جس کو رامِ حقیقی کہتے ہیں + اُسی کے حکم سے دریا ہمارا مرام ہوا۔ تمساح الامصار کی سزا کی۔ اور نیلِ مرام کو پہنچا + تمام توسنِ ہستی ہماری اُس رام کی رام ہے + بس رام باغ ہی کو باغ ارم کہتے ہیں + اُس میں آرام سے ہوں۔ اور وہ مجھ میں کہ میرے زبان دقوسینِ لب سے الفاظِ بیان کو رما کرتا ہے + ہر لفظ ہمارا مامور بہ امرِ امیر ہے + تتر بتر رام رما کی حاجت نہیں + مگر افسوس ہے کہ تم لوگ ماکولاتِ لوت پوت اور مشروباتِ لازقہ میں متلوث[1] و ملطخ ہو رہے ہو۔ کسی بات کی خبر نہیں + ذری سی بات پر اسودِ غاشن[2] اور مارِ قیپ[3] قرمزی بنجاتے ہو۔ تم بڑے خنزریر ہو۔ یاد رکھو کہ ؎

جب آن پر آجاؤں تو کچھ کرکے دکھا دوں　　سلجھی ہوئی سب چیز کو مٹی میں ملا دوں
شعلہ ہوں بھبھوکا ہوں ذرا مجھ سے بچو سب　　ایسا نہ ہو غصّہ میں کہیں سب کو جلا دوں
آندھی ہوں میں طوفان ہوں آفت ہوں بلا ہوں　　سیلاب ہوں دُنیا کو جو چاہوں تو ڈُوبا دوں
پہچانتے ہو مجھ کو کہ میں کون ہوں بولو　　تلوار ابھی کھینچکے کیا تمکو بتا دوں
تلوار جو لیکر سوئے میدان نکلجاؤں　　سر کاٹ لوں یا دین پہ سر اپنا کٹا دوں
موت آئے تو آئے نہ ہٹوں جنگ سے ہرگز　　برچھی کی انی چھاتی سے دشمن کے پلا دوں
ابرار مری روح ہیں اخیار مری جاں　　اشرار مرے خصم ہیں کیا ان کو جزا دوں
چپ چاپ ہوں بھید اپنا نہ کہتا ہوں کسی سے　　پتھر بھی جو کھا جاؤں تو الدم میں گلا دوں
یحییٰ کا یہ ہے حکم کہ خاموش رہوں میں　　ابکی نہیں تبکی سہی پہلے تو جتا دوں

مگر خیر جہاں تک ہمارے علاقہ میں سدھارنا تھا سدھار چکے۔ اب تو ہم جاتے ہیں۔ ہمارے بعد تمہارے پاس وہ آئیگا جو پادشاہ کا بہت بڑا عزیز روح درواں ہے جہاں تک اُسکی حمد کی جائے تھوڑی ہے + اور جو آئیگا ایک ایک نام رکھ کے اُسی کی حمد و ثناء کریگا + وہ پہلے شانِ حکمت و روح و رحمت سے آئیگا۔ آئندہ اُسکو اختیار ہے + اور وہ بہت ہے ضعیف البدن اور خفیف الوجود ہوگا۔ میری ماں کا نام رامیہ ہے اُس کی ماں کا نام ماریہ ہوگا میرا قوت بازو ھرنا تھا اوس کا قوت بازو یاھو ہوگا۔

[1] آلودہ
[2] کالا سانپ
[3] لال سانپ +

مجھ کو دریا اور پہاڑ سے سابقہ رہا ہے اس کو بھی رہیگا + مجھ کو آگ پانی سے سابقہ رہا ہے - اُسکو بھی رہیگا + مجھ کو عصائے زیتونی سے سابقہ رہا ہے اسکو جبلِ زیتون سے سابقہ رہیگا - اور یہ عصاء انجیر کا درخت ہوگا جو گا اسکے حکم سے سوکھ جائیگا - پھر کسی وقت استنہ حنانہ بنیگا + اور کسی وقت قلم + میں کلیم ہوں تو وہ کلمہ ہوگا + میں نے گوشت اندازی سے مُردہ زندہ کیا ہے تو وہ زبان کی گوشت سے حکماً مُردہ زندہ کریگا + ہمارے ساتھ اچھے بُرے ملکے بارہ فرقے ہوئے + اُس کے بارہ مرسلین ہونگے + میں نے کہا ہے کہ خدا میرے ساتھ ہے وہ کہیگا کہ منم در خدا و خدا در منم جس کا ترجمہ مسیح و عمانائیل خواہ عصاء و یوحا ہوتا ہے + پس میں مُسیا ہوں وہ مسیحا ہوگا + مارو گے تو جی جائیگا + اس لئے یا ذبنہ اُس کی طرف سے عین اُسی کی زبان سے میں یہ کہدیتا ہوں کہ ؎

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ | وَالَّذِیْ یُطْعِمُنِیْ فَهُوَ یُسْقِیْنِ
وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِیْ | وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ

بس اب میں جاتا ہوں پادشاہ جب چاہیگا اپنے بیٹے کو بھیج لیگا + یہ کہکے بادشاہ بنامِ مُسیا واپس گیا + اور وقتِ مقرّرہ پر تمام اپنی عملداری میں حکم سنایا کہ ہم نے اپنے دونوں بچوں پر عتاب کیا - یہ تمام ممالکِ محروسہ سے نکال دِئے جائیں - ساری بھوک پیاس مصیبت اپنے اپنے قیدخانہ سے رہا کر دِئے جائیں - جہاں ان بچوں کو پائیں دبوچ لیں - کوئی کسی سرائے میں اُترنے نہ دے + آسمان اگر پناہ دے تو فنطنِ منفوش کر دیا جائے + سورج اگر پناہ دے تو کاجل کی کجلوٹی کر دیا جائے + پانی اگر پناہ دے تو برف ہو جائے + برف اگر پناہ دے تو پنبۂ فلخیدہ و بخار ہو جائے + مٹی اور پہاڑ پناہ دے تو ریتی ہو جائے + ریتی اگر پناہ دے تو غبار بنکر اُڑ جائے + نباتات پناہ دے تو سوکھ جائے + اژدہا اگر اپنے شکم میں پناہ دے تو اسکو بچے نہیں + اگر آبِ حیوان و آبِ حیات بنام منی ان کو پناہ دے تو نیست کر دی جائے + کہ کوئی حیّ بالماء نہ ہو + موت پناہ دے تو موت کو بھی موت آجائے + ہستی پناہ دے تو نیستی کی بستی ہو جائے + نیستی میں پناہ دے تو نیستی بھی نیست ہو جائے + غرض کہ ان کا کہیں ماویٰ و ملتویٰ نہ ہو - اگر ہو تو تمام مساحت و سیاحت کرتے ہوئے چکر لگاتے ہوئے ٹکر کھاتے ہوئے مجھی میں بشرط میری مرضی کے پناہ گزیں ہوں ورنہ میں بھی نیست ہو جاؤں - یا یہ رہیں یا میں رہوں یا دو میں سے کوئی نہ رہیں یا دونوں جیسے مجھ میں تھے ویسی ہی رہیں + یہ حکم دیکے پادشاہ کسی طرف چھپ رہا اور تھوڑی دیر کے بعد آکے کہا - کہ دیکھو ہم نے بچوں کو تجربہ کار بنانے کے لئے سیاحت میں مغضوب علیہ بنا کر بھیجا ہے + کہ ان کو

پوری طرح معلوم ہو جائے کہ سب کو نفسا نفسی پڑی ہے + سوائے اپنی ذات کے کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا + خود ہی اپنا شریک رہتا ہے + مگر تم لوگ سب ہمارے بچوں کو پہچانتے ہو + اگر یہ مصیبت میں پڑیں تو اُن کی مدد کرنی - اگر مصیبت سے صورت بدلجائے تو پہچاننے کی کوشش کرنی - تاکہ اُن کو آرام پہونچے + اُس کے بعد پادشاہ غایب ہوگیا اور کہیں لامکان میں جاکر کہا کہ اے ہم تو ایک باپ اور دو بیٹے بن کر ظاہر ہوم اور ویسا ہی ہوگیا - تو اُس نے دو بیٹوں سے یہ سب گذشتہ واقعات کو بیان کیا - کہ اس اس طرح ہم نے تم کو جلاوطن کرنے کا حکم دیا ہے - کہ فتح کے بعد لڑائی کی کلفت بھول جاؤ + تمہاری بے حساب بے چینی کے بعد ہم ملہم سرائے بشکلِ انسان بصورتِ نساء بنکر امان دینے کو کھڑے رہینگے + تم مجھ میں آ کر فروکش ہونا + وہاں سے لباسِ لحمی بدل کر باہر آنا اور وقت پر لوگوں سے کہنا کہ میں پادشاہ کا ولی عہد ہوں - دوسرے صاحب بولیں کہ میں اُس کا صبی المہد ہوں + ولی اپنا نام روح رکھیں اور صبی اپنا نام حیات - قبل از وقوعِ ہراجس دم مصیبت سے تمہارا دل گھبراجائے تو یہ ڈبیہ ہماری ایک نشانی ہے اسکو کھولکے دیکھنا - اس کے اندر حق و باطل کا تماشا ہے + یہ سب سمجھا سمجھو کے جلاوطنی کا حکم دیا +

قصہ حاءوسا ضحک وبکا خواد یوحاءوسا

جب وہ چلنے لگے تو چاروں طرف سے خوش الحانی کے ساتھ یہ آوازہ بلند ہوا کہ ؎

کھلا اب طایرِ پردیس کا پر آہستہ آہستہ	پھسا در طرۂ زلفِ بشر آہستہ آہستہ
نکلتے ہیں شجر میں برگ و بر آہستہ آہستہ	اور اُس میں پختہ ہوتے ہیں ثمر آہستہ آہستہ
کرو اب سارے عالم کا سفر آہستہ آہستہ	پھر اک دن ہاتھ آئیگی ظفر آہستہ آہستہ
اگر ہو کوئے جاناں میں گذر آہستہ آہستہ	اُٹھا دینا جھروکے پر نظر آہستہ آہستہ
جو آہستہ میں ہوتا ہے اثر آہستہ آہستہ	تو گھٹتا اور بڑھتا ہے قمر آہستہ آہستہ
ازل ہی سے جو رکھتا ہے شہنشاہی دماغ اپنا	اُٹھاتا ہے دمِ رفتار سر آہستہ آہستہ
جسے تم جا رہے ہو لو یہی کہ یہ سرشتے میں کچا ہے	تو اُس سے رسم کم کردو مگر آہستہ آہستہ

پس دونوں بھائی اسکو سنتے ہوئے مستانی چال میں آہستہ آہستہ کر کے وطن سے بہت دور نکل گئے + جب کہیں پہونچے اور فروکش ہونا چاہا + تو کوئی امن نہیں لینے دیتا + کوئی عالم نہ باقی رہا جہاں اُنھوں نے سفر نہ کیا ہو + مگر تمام ستائے گئے + آخر میں گھبرا کے حیات : روح - جی اور جان نے اپنی

اپنی ڈبلی کھولی پس کھولنا تھا کہ دونوں میں ایسی سخت زبردست قوت پیدا ہوئی۔ کہ گویا قدرت کا مقابلہ کرنے لگی اور دونوں ڈبیا ایک مچھلی بنکر دریا میں گری + توجی اور جان نے گھڑیال بن کے اُس کا پیچھا کیا + جسکو مچھہ اوتار کہتے ہیں۔ اس عرصہ میں مچھلی خشکی پر آکے جونک بن گئی + توجی اور جان اُس پر چیل بنکے جھپٹے + کہ دونوں چیلوں میں لڑائی شروع ہوئی + تو جونک ایک آبدار موتی بنکے کسی البیلی رانی کے سامنے آکے گرا + اُس نے کچھ خیال نہیں کیا + تو ایک چیل نے کبوتر بن کے موتی کو کھا لیا + دوسری چیل نے بلی بن کے کبوتر کو پکڑ لیا + کبوتر کتا بن کے بلی کو نوچنے لگا + اتنے میں بلی کتا بن گئی اور کتا بھیڑیا بن گیا + تو بلی شیر بن گئی پس بھیڑیا گینڈا بن گیا + تو شیر بندر بن گیا۔ پھر گینڈا ریچھ بن گیا + تو بندر آدمی بن گیا اور پہاڑ کا چٹان اُس پر گرانا چاہا۔ تو ریچھ ایک نئی نویلی دولھن بن گیا اور وہ کیسی کہ کچی کلی۔ لال لال پاؤں۔ سنہری پھلی۔ بدن روئی کا پھاہا۔ کمر کی پتلی۔ چکنی چپلی ٹھڈھی۔ جوڑا اگرزۂ مار۔ مانگ سانپ کی کیچلی + پیشانی پر جھلگتا ہوا صبح کا تارا قطبین کا کرنپھول چھر ہرا قد۔ مُنہ کا رال راٹبری اور نبات و قند۔ زباں پھلجھڑی۔ سہانی مورت۔ منوہر مکھ۔ گردن بلور۔ کساوٹ میں بھرپور۔ سراپا نور۔ مسجل بنازش و ناز۔ نہایت من موہن اور رخسار کیسا کہ ؎

رخسارِ یار در خمِ گیسوئے تابدار   چو گوئے عاج در خمِ چوگانِ آبنوس

اُس پر لباس فاخرہ کہ ایک نور مکھڑا ہزار نور کپڑا لاکھ نور زیور کرور نور نخرا پھر تو وہ جان بصورتِ انسان بنام یحییٰ بجائے اس کے کہ چٹان گرائے بالکل دست بستہ غلامانہ حیثیت سے سر جھکائے ہوئے۔ حوا بنام یوحا کے پاؤں پر آکے گر پڑا۔ اور یا یلدگز یہ واقعہ پیش آگیا کہ ؎

تیغ بگرفت بکف گفت کہ نازم اینست   سر فرو بردہ و گفتا کہ نیازم اینست

گویا تیغِ جمال تیغ جلال پر غالب آگیا + سچ ہے کہ جو رحمت سے مرے اُسکو زحمت کی حاجت نہیں۔ اس عرصہ میں یوحا ایک حیہ بن گیا اور یحییٰ کو ڈس دیا۔ کہ یحییٰ کی وہ قدرت کہ جس شکل میں چاہے ہو جائے۔ ایک دم سلب ہو گئی اور ایک حالت پر مقید ہو گیا + جب اُس پر زہر چڑھا تو تمام عالم حیہ سے بھرا ہوا دیکھنے لگا یہاں تک کہ خود کی بھی صورت حیہ کی ظاہر ہونے لگی اور اُس کی حالت کیسی ہو گئی کہ جیسے ہیجانِ صفرا۔ سدر۔ مرگی۔ دوار۔ جمود۔ سرسام۔ سکتہ۔ خبط۔ جنون۔ خفقان۔ مالیخولیا۔ سانپیا اور عشق سے ہوتی ہے اور سر دھن دھنکے کہنے لگا کہ ؎

ارے لوگ عشق میں مبتلا کسی عشق والے کو لا بلا	کہ بتائے مجھ کو کہ ہے یہ کیا یہ ہے خیر یا ہے کوئی بلا
دمِ عشق خود ہی بھرا کریں تہِ کنگرِ راز رہا کریں	مجھے لنترانی کہا کریں ارنی ہی کہنے کو جی چلا

ترا خام ہٹه مرا عام ہٹه ترا او ام ہٹه مرا رام ہٹه ترا کام ہٹه مرا کام ہٹه یہی ہٹه ہے دونوں میں بڑا
نہ تھے ہم بذاتِ حضورِ گم تو یہ ہٹکے بوسے بنا ترم کہ کہو الستُ بربکم تو جواب تھا کہ بلیٰ بلیٰ
یہی ہے نتیجہ قبول کا کہ رہو تم ہم سے جدا جدا جو شکایت اپنی ہے ناروا تو یہ ظلم مجھ پہ ہے کیوں بھلا
وہ تو پہلا عہدِ عتیق ہے وہ عتیق گرچہ عمیق ہے ہو جدید گر تو لیئق ہے کہ کہوں وہ بارہ بلیٰ بلیٰ
نہ یہ پہلے بندہ کو ہوش تھا نہ یہ مجھ میں پہلے خروش تھا نہ یہ نفس و روح میں جوش تھا کہ کیے دے کاشہ ملا
گردن سر کے بل تمہے پاؤں پر نہ اُٹھاؤں پا تنے سے سر اسے چومتا رہوں عمر بھر نہ اب حرفِ عذر زباں پہ لا
بھلا کیسے چھوڑونگا پیا رمیں رہوں کر در بار نثار میں ہوں ہلاک گرچہ ہزار میں تو ہوں پھر نثار جو مُٹے جلا
ہوئی دل لگی ہے کسی سے اب جو یہ بھولے بیٹھے ہیں سب ہے زبانی کہنے کو نام رب ہے ضرور غیر سے دل ملا
تمہیں کچھ بھی یحییٰ کی ہے خبر تو بتاؤ اسکو کہ ہے کدھر کرو اس پہ لطف کی اک نظر نہ اب ا روا اس کو گھلا گھلا

غرضکہ جب جان بنام یحییٰ کی یہ حالت ہوگئی تو یوحا ایک طبیب کی شکل بن کے آیا۔ اور کہا کہ تم کو کیا ہوگیا ہے + یہ سب جنون کے آثار ہیں۔ اس کے بہت سے اقسام ہیں۔ اُن میں سے ایک عشق بھی ہے اگر عشق عارضًا اضطراری ہو تو عارضی دوا سے جا سکتا ہے + اگر ازلی ہے تو ازلی دوا سے + دونوں عشق کے حرکات الگ ہیں + پس پاگل کا عاشق پاگل ہوتا ہے + اور ذی ہوش کا عاشق ذی ہوش + آپ نہ معلوم کس کے عاشق ہیں۔ اگر کسی آتش پیکر سے صدمہ پہونچا ہے۔ دل میں چھالے پڑے ہیں تو اس پھپھولہ کو توڑوں + اور اس کا غم نہ کیجئے ؎

کارِ معشوقاں نمک بر زخمِ پنہاں ریختن کارِ عاشق خونِ خود بر پائے جاناں ریختن

اُس وقت معلوم ہوا کہ ان کو سانپ نے ڈسدیا ہے اُس کا زہر ہے + اس واسطے تم سے بھی چھینکتے ہیں۔ تمہاری صورت بھی ان کو سانپ کی معلوم ہوتی ہے + اُس وقت یوحا بشکل طبیب نے کہا کہ گھومنے والے کو سارا جہان گھومتا دکھتا ہے۔ اسی طرح جو جیسا ہوتا ہے اُس کو ویسا ہی دکھتا ہے + ان کو سخت جنون ہے ہفت اندام کا فصد لینا چاہیئے + اُس وقت یحییٰ نے جل بھنکر کہا کہ ؎

از سرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست
ناخدا در کشتیٔ ما گر نباشد گو مباش ناخدا داریم ما را ناخدا درکار نیست
گفتمت حالا بگویم زود از من رو برو عشق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست

پس یوحا بشکلِ طبیب واپس ہوا + اور یحییٰ کے دودِ آہ سے دلِ آتشیں پر شعلۂ بالا لی ٹپکنے لگے + کہ خود حیثیت الیوحا نظر آنے لگا اور اُس کو یقین ہوگیا کہ میں یوحا ہوں + پس آئینہ دیکھ کر بے چین ہوتا اور اسپر

سر ٹپک ٹپک کے خود ہی کے عکس کو مخاطب کر کر کے کہتا کہ ؎

ساق سیمیں زُلفِ مشکیں زانوئے و تن آئینہ　　خوبرو سر تا بپا بازو و گردن آئینہ

حسن خود ہو خود حسیں ہو اور احسن آئینہ　　اب بھلا کیا دیکھتے ہو وقتِ سخن آئینہ

اک طرف ہے سرمہ اور مسی اور منجن آئینہ　　اک طرف ہے دستی اور صابون اور بسن آئینہ

میز پر ہے پان و شانہ عطر و روغن آئینہ　　ہاتھ میں ہے غازہ اور مہندی اور اُبٹن آئینہ

ہوگیا آشکی آیا پہ پلیتھن آئینہ　　لوٹتا ہے مفت میں سب انکا جوبن آئینہ

دیکھتے ہیں ساتھ جب دولہا اور دلہن آئینہ　　کیا کہوں معلوم ہوتا ہے سہاگن آئینہ

ہوگیا سایہ سے ان کے مُنھی موہن آئینہ　　دیکھتا ہے رات دن سب ان کا لچھن آئینہ

دیکھنے بیٹھے جما کر اپنا آسن آئینہ　　چہرۂ پُر نور کا کرتا ہے درشن آئینہ

زُلفِ پیچاں کی طرح کھاتا ہے اُلجھن آئینہ　　رات دن پکڑے ہوئے ہے تیرا دامن آئینہ

ہو رہا ہے آج کیوں اکدم سے چلمن آئینہ　　ہے کوئی بیٹھا ہوا جس کا ہے چتون آئینہ

آئینہ رو ہے چمن میں اور آنگن آئینہ　　دیکھتا ہے غور سے گیسو کا چونن آئینہ

کس طرح جنگل میں دیکھیں رام اور لچھمن آئینہ　　کیا بھلا دیکھے برہمن ملکے چندن آئینہ

لے لیا دھوکا سے تو نے اے فرنگن آئینہ　　چھین لینگے ہاتھ سے ہم جائے لندن آئینہ

دیکھنا چھوٹا مرا سب تیرے کارن آئینہ　　دیکھنے آئے ہو خود اے میرے ساجن آئینہ

آئینہ میں وہ دو زلف و آتشیں رُخ آپ کا　　خود بنا شعلہ بھبھوکا اور دُشمن آئینہ

نور کا پتلا ہے یا کافور کا گڑیا ہے تو　　ہوگیا سایہ سے تیرے بنسی لوچن آئینہ

عین و نون و صاد کا ہوتا ہے آنکھوں پر خیال　　پڑھ رہا ہے ابجد و حطی و کلمن آئینہ

ہے منور رنگ اُس کا بال ہیں بکھرے ہوئے　　دیکھنے بیٹھا ہے ظالم بن کے جوگن آئینہ

لوٹتی ہے عارضِ گلگوں پہ کیوں زلفِ دوتا　　دیکھئے اُتری ہے شاید سر سے ناگن آئینہ

چاند سا مکھڑا اترا اُس پر سے جالی کی نقاب　　دیکھنے میں آج آیا نور افگن آئینہ

ریل گاڑی پر اگر ہو جلوہ گر وہ برقوش　　لالٹینیں جل اُٹھیں ہو جائے انجن آئینہ

ابرقی سایہ پہ ڈالے کا دوپٹہ آتشیں　　جس طرح ہو تہ بہ تہ دو چار درجن آئینہ

پرتوِ زلفِ دوتا سے سنبلِ پیچاں اُگے　　ہوگیا اک آن میں عنبر کا خرمن آئینہ

روزنِ دیوار میں ظالم نے پتھر رکھدیا　　ورنہ میرے واسطے تھا صرف روزن آئینہ

پرتوِ شاخِ شجر سے ہیں مشجر بنر و حوض ۔۔۔ دیکھتا ہوں آجکل گلشن کا گلشن آئینہ
پشت پر مہرِ نبوت رُخ پہ نورِ کبریا ۔۔۔ ایسا دیکھا ہے کہیں رو پشت روشن آئینہ
ہر طرف سنسان ہو میدان میں ہو اک دشت ۔۔۔ دیکھتا ہے اُس جگہ مجھ سا جلے تن آئینہ
دیکھتا ہے اُس میں جب صورت ہے اک انسان کی ۔۔۔ ٹوٹ جاتا ہے وہیں گر کر چنا چن آئینہ
خوف سے دشمن کے ہم آزردہ دل بن ما بس ہو ۔۔۔ دیکھئے جنگل میں پہونچا بن کے دشمن آئینہ
ہوگئی نفرت مجھی میں بھی بنی آدم سے ہوں ۔۔۔ زرد نفرت سے ہوا میں اور کندن آئینہ
گنجِ حسن و خوبروئی سے ہے آئینہ غنی ۔۔۔ حسن کے جوہر کا ہے گویا مہاجن آئینہ
رحم آئینہ میں دیکھا بچہ حورِ بہشت ۔۔۔ آج ہی حاصل ہوا ہے مجھ کو کا بھن آئینہ
عکسِ گوئے ارض۔ گردن میں ہے در مرآتِ مس ۔۔۔ سارے آئینوں میں ہے یہ اک فلاخن آئینہ
دخترِ شش روزہ راز لفِ دو تا ابرِ بہار ۔۔۔ شانہ اش قوسِ قزح قمرین اہون آئینہ
دیکھتی ہے روز و شب مرآتِ مہر و ماہ کو ۔۔۔ غیظ میں سایہ سے کر دیتی ہے گلخن آئینہ
واہ رے اس خاکساری پر بھی ایسی سربلند ۔۔۔ ماہ کو مٹی کرے مٹی کا برتن آئینہ
کہہ تو اسے یحییٰ ذرا حالِ ملک جن پری ۔۔۔ اُن کے ظل و عکسِ صورت سے ہے ایمن آئینہ

غرض کہ یحییٰ نے یہ بک جھک کر آئینہ پر بڑی زور سے سر دے مارا کہ اُس کا سر ٹوٹ گیا اور بہت سا خون نکلا کہ گویا فصدِ ہفت اندام کے مقابلہ میں اخراج الدم ہو گیا اتنے میں یوحا عیادۃً آیا اور پوچھا کہ مزاج کیسا ہے؟ اور دل مبارک اب کس بات پر آیا ہے تو اُس نے کہا کہ ؎

دل نہ عز و جلال پر آیا ۔۔۔ یا نہ بدر و ہلال پر آیا
سچ کہوں کس کمال پر آیا ۔۔۔ پہلے تو عمر و سال پر آیا
پھر قدِ نو نہال پر آیا ۔۔۔ بعد اس کے جمال پر آیا
اور غنج و دلال پر آیا ۔۔۔ پس ازاں چال ڈھال پر آیا
اور پھر حال قال پر آیا ۔۔۔ ساتویں خط و خال پر آیا
آٹھویں لال گال پر آیا ۔۔۔ پھر نویں نرم کھال پر آیا
الغرض بال بال پر آیا ۔۔۔ بس کسی بے مثال پر آیا
غالبًا لم یزال پر آیا ۔۔۔ دلِ یحییٰ وصال پر آیا

جب یوحا نے یہ استقلال دیکھا تو فیلسوف کی شکل میں آیا اور کہا۔ کہ خیال ایک قسم کا نشہ ہے اور

نشہ حرارت ہے حرارت سے خشکی ہوتی ہے سودا ہوتا ہے۔ یہ سب زہر ہیں جس سے زہریلے پراگندہ
تخیرات خیالات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں یہ سب ساقط الاعتبار ہیں + اسی بیہودہ خیال کا نام
لوگوں نے عشق رکھا ہے + تو چونکہ سب چیزیں اثر ہے اس میں بھی ایک اثر ہے جو بار بار کے ٹکرانے
سے کسی قدر منجلی ہو جاتا ہے۔ کہ خشکی میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کسی میں مارے خشکی کے یہ بات
سما گئی کہ اُس کا بدن کانچ کا ہے۔ ہزار کوئی سمجھاتا اُس کو یقین نہیں ہوتا۔ تو کسی حکیم نے مشکی دے کے
سینکڑوں ہنٹر لگائے + جب اسکو ہوش ہوا کہ فی الحقیقت بدن کانچ کا نہیں ہے ورنہ ٹوٹ جاتا
اور چوٹ نہ لگتی۔ اسی طرح تم کو عشق یوحا کے خبط میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ تم خود یوحا ہو ورنہ تم کو یوحا سے
کیا نسبت + اُسی طرح اگر آپ کو کوئی حکیم ملجائے تو اس خبط کا پورا علاج کر دے۔ پس جتنے زہریلا
کیا ہے وہی زہر چوسیگا۔ جس نے باندھا ہے وہی کھولیگا۔ کسی کا بندھ کسی سے نہیں کھلتا + مگر ان سب
باتوں نے یحیی کے پاؤں کو ثابت قدمی سے نہ ڈگمگایا + جب تو یوحا ایک مرضِ مہلک بنکر یحیی میں سما
گیا + اس وقت یحیی میں پھر وہی قوت آگئی جو زائل ہو گئی تھی۔ پس وہ موت بن گیا + تو یوحا حیات بن
گیا اُس کو یحیی بنام موت نے کھالیا اور ایک دم ہضم کر گیا۔ اُس وقت اُس میں قدرت کے مقابلہ میں
قوت پیدا ہوئی + کہ خود بخود یہ معلوم ہو گیا کہ فلاں بادشاہ کا ولی عہد ہوں اور اس اس طرح سے مجھ پر واقعات
گذرے ہیں۔ اور روح و حیات بلاحاءً ولاساءً ہیں یعنے نہ عورت ہیں نہ مرد پس اُس دم اس نے
یہ ارادہ کیا کہ مجھ میں سے دوسرا بنجائے اور وہ دونوں ڈبیہ جو کھوئی گئی تھیں پس اسکے ارادہ کے مطابق فوراً
ہو گیا۔ جب جا کے اسکو اطمینان ہوا کہ اب جس دم باپ ڈبیہ طلب کریگا تو ڈبیہ دیدینگے۔ دو بن کے حاضر
ہونے کو کہیگا تو دونوں حاضر ہو جائینگے۔ ایک بن کے کہیگا تو ایک ہی بن کے حاضر ہونگے۔ یا جس بات
پر راضی ہوگا اُس بات کو کر کے بتلا دینگے۔ اب تو سب بات اپنی اختیاری ہو گئی۔ ہر طرح امتحان پاس
کر جائینگے + گویا اسی کو قدرت سویہ اور خلق بالسوی کہتے ہیں۔ حقیقتہً سفر میں ظفر حاصل ہوئی +
مگر باپ نے کہا تھا کہ ہم کو کوئی امن نہ دیگا مگر وہ جس کے سامنے موتی گرے اور وہ نہ اُٹھائے۔ اور وہ
خود ہی ہوگا۔ دوسرے اُس کے پڑوس میں کوئی ہوگا۔ اس کا پناہ دہندہ سے ہونا ممکن ہوگا۔ تو
حیات نامی صبی المہدراج کماری نامی بیت اللحم میں نازل ہوا اور روح کنواری بیگم نامی بیت اللحم میں۔
وہاں سے برآمد ہو کر باغیوں کو سمجھاؤ + جب ہم سے باز نہ آئینگے تو دیدہ خواہد شد اس لئے جہاں موتی گرا تھا
وہاں جانا چاہئے + چنانچہ گئے۔ اور اس دار الفراق میں محبت سے انقطاع محبت کر کے ابن الوقت بن گئے +
حیات راج کماری بیگم میں پناہ گزیں ہوا۔ اور روح کنواری بیگم میں + اور دونوں نے کسی کو غائبانہ یہ گاتے

ہوئے شناکہ ے

کہیں ہوں حاضر بشکلِ انسان کہیں ہوں حاضر بشکلِ حیواں — کہیں ہوں حاضر بشکلِ خوباں تاکہ خود کو چھپا چھپا کر

جو خود کو سمجھے خدا کو سمجھے تو مجھ کو خود سے جدا نہ سمجھے — جدا جو سمجھے بجا نہ سمجھے وہی ہوں میں بس خدا خدا کر

اگرچہ ہوں سارے در مقفل ہزار پہرا بھی ہو مسلسل — ہم آئیں چھت پھاڑ کے مقفل نہ آئینگے پا دبا دبا کر

رہے ہر اک جا پہ ذکر میرا رہے ہر اک دل میں فکر میری — ہم آنے والے ہیں یاد رکھو ہٹاؤ خود کو جدا جدا کر

اگر نہ ہو کوئی مجھ پہ عاشق تو عاشقِ فسق ہے وہ فاسق — لو عشق کا آپ ہی ہوں خالق ہوں خود پہ عاشق بنا بنا کر

انانیت پر ہوں اپنی شیدا انانیت ہی سے سب ہے پیدا — انانیت جب ہوئی ہویدا تو اسے انا اب انا انا کر

لو خود پہ عاشق کرا لو سب کو۔ جو ہو لیں عاشق تو خود میں دیکھو — نہ دن کو نکلو نہ نکلو شب کو کرشمہ سب کو دکھا دکھا کر

ہم ہی ہیں موسیٰ ہم ہی ہیں عیسیٰ ہم ہی ہیں احمد ہم ہی ہیں یحییٰ — ہم ہی ہیں مہدی ہم ہی ہیں مالی ہم آتے ہیں تو جتا جتا کر

جو باقی کل میں ہے فنا تو تو سُن لے یحییٰ کہ ہے انا تو — بنی ہے خود اور خود بنا تو ہے خود پہ عاشق لبھا لبھا کر

اس آواز سے راج کماری بیگم اور راج کنواری بیگم دونوں ایسے سکرات میں ہوگئیں کہ تین دن تک سکتہ کے عالم میں رہیں۔ وقت مقررہ پر روحِ حیات برآمد ہوئے۔ دونوں صغنی العقل صبی الحکم۔ زکی النفس تھے۔ جب سیانے ہوئے۔ بڑے فصیح اللفظ وجید البیان نکلے + یوحنا نے سب کی تعلیم کرنی شروع کی۔ کہ ہر سبب کا ایک سبب ہوتا ہے۔ تو سبب کے ہونے کا کیا سبب ہے ہاں سب کا مسبب الاسباب وہی ہے۔ جس کو ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے + مگر اتنا کہتا ہوں کہ روحِ مجرد او محض مطلق افعالِ جسمانی کے صدور پانے کے لئے جسم قبول کر لی سکتی ہے + مادہ کا کوئی ذرہ کسی وقت میں معدوم نہیں ہوتا۔ تو چونکہ معدومیت بھی ایک مادہ ہے۔ اِس لئے دو مادے ہوئے + تو مادے کے بہت سے اقسام ہیں + مگر کسی مادہ میں یہ مادہ نہیں کہ خود بہ خود کسی قسم کا ایک مادہ بنجائے۔ جس میں از خود ہونے کا خود زاد مادہ ہو اور خود زادگی کے مادہ سے بھی بری ہو۔ گرم و سرد شکل و رنگ و بو و مزہ۔ مکان و حرکت و سکون نمائش و آثار افعال و خواص کسی طرح سے محسوس نہ ہو۔ بالکل سمجھ میں نہ آئے۔ تو اسی کو خدا کہتے ہیں۔ کہ اس مادہ پر منتہائے مادہ و ہیئت تک بحث چلی جائے مگر کہیں ختم نہ ہو + پھر جو ایسا ناممکن الفہم مادہ خود زاد ہو۔ وہ کب خود میں عیب و نقصانی عارض ہونے دیسکتا ہے۔ یہ سب اُسکے ساختہ و پرداختہ ہونگے + اگر اس بات کا بھی اُس میں شوق پیدا ہو۔ تو یہ بھی کرکے اپنی خودئی پنہانی کو بتلائے تو بعید از قدرت نہیں + وہ سب چیز پہ قادر ہے + مگر اُس کی ذاتی حقیقت سے مطلع ہو جانا اُسکے لئے عیب ہے۔ کہ جب کوئی کوشش کر کے اُسکی کسی قدر حقیقت دریافت کرنے پر قادر ہو گیا

تو بہت کوشش کرنے پر سب حقیقت سے واقف ہو جائے گا۔ تو کوشش کرنے والے مادہ میں زیادہ قدرت پائی گئی۔ رفتہ رفتہ وہ خود خدا بن جانے کی کوشش کریگا۔ لہذا یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ سب مادہ فہم وتفہیم عقل وادراک اُسی کے دِئے ہوئے مادے ہیں۔ جہاں تک چاہئے بڑھائیے۔ جہاں تک چاہئے گھٹائیے + چنانچہ جب اُس نے بڑھایا تو یہ سب ہمارے قوائے درکیہ پر مطبوع کرا کے ظاہر کرا دیا اور جب اُس نے گھٹایا تو تم کو محتاج وعظ وپند کر دیا + مگر یہ گھٹاؤ بڑھاؤ انصاف کے خلاف نہیں کیا گیا ہے + سب کو بڑھانے گھٹانے کا اختیار دیا گیا ہے + کوشش کرنے کی قوت دی گئی ہے + وہ نہ کرے تو یہ اس کا قصور ہے + یہ سب پاک یکسوئی سے جلد حاصل ہو سکتا ہے + واہیات اشغال کی یکسوئی جہنم واصل کرتی ہے + دنیا مارب الطالب اور طالب لمارب ہے + کتنا ہی بڑا کوئی عاقل ہو اگر اندھا ہے تو ایک صبی رہبری کر سکتا ہے + اس پر آنکھ بھوں نہ چڑھاؤ + تم چاول سے کھدی اور کھدی سے گلہت بن گئے + لقمۂ شیطان وبول وبراز شیطان ہو گئے شیطانی زراعت کے کھاد بنے + تم علی عالم مثل سابق ہو + افسوس ہے کہ چقندر کا شتم زردک بر آمد + ہم تم کو نیک بنانا چاہتے ہیں۔ تم روز بروز شیطان بنتے جاتے ہو + کہاں تک حکایتِ فطرت۔ ترکِ مکافات وقصد مواخذہ سے درگذرتے رہیں ۵

تفریق نیک و بد میں ہے لاریب لازمی — تقسیم کے لئے ہیں حساب وکتاب دو

دل کو شیطانی گرجا نہ بناؤ + شیطانی تصور نہ باندھو + موت کے وزیر داخلیہ اور خارجیہ مدبر الملک بنے ہوئے خفیہ گشتی لگاتے رہتے ہیں۔ جسکو مجرم پاتے ہیں بیماری وآفات کے چپراسی سے گرفتار کرا کے سزا دیتے رہتے ہیں۔ کہ کل بے کل ہے۔ آج لا علاج ہے۔ سرِ شام عین سرسام ہو گیا۔ رات کو سکرات رہی صبح ہوتے ہوتے صاف ہو گئے۔ جیسے کہ نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ نہ نام لیوا نہ پانی دیوا = پھر بھی موت سے غافل ہو = بہشتی لائف کو جہنمی لائف سے نہ بدلو ۵

آنکھوں سے مرے وہ رُخ زیبا نہیں جاتا — اِک لحظہ خیالِ بتِ ترسا نہیں جاتا
دل سے مرے اُس بت کی محبت نہیں جاتی — سر سے مرے اس زلف کا سودا نہیں جاتا

یہ تعریف عروسِ نیکی کی ہے + نیکی مدعی ہے + نیکوکار مدعا علیہ + بدی مدعی ہے + بدکار مدعا علیہ + عقل جج ہے + افعال بیرسٹر ہیں + نتیجہ سے نیکی وبدی پہچانی جاتی ہے + بس یہی اچھا فیصلہ ہے + نیکی میں بدی کو بھلا دینے کی خاصیت ہے اور بدی میں نیکی کو + نیکی میں بھولی بسری چیز کو یاد دلا دینے کی قوت ہے + دیکھو ادنیٰ ادنیٰ مخلوق میں یہ سب قوتیں ہیں + مگر تم کو یقین نہیں عدم یقینی کا یقین ہے ۵

سب میں اثر ہے تو بدیقینی کا بھی ایک اثر ہونا چاہئے۔ تو وہ تمہارے افعال کے نتیجہ سے ظاہر ہے +
کیا نہیں دیکھتے؟ کہ اگر کسی لطیف مزاج کو مکھی کھا جانیکا یقین ہو جاتا ہے تو اکثر قے کر دیتا ہے +
جس کو اچھے بُرے میں تمیز نہیں تو چند باتوں سے خالی نہیں۔ یا بچہ ہو۔ یا بے ہوش ہو۔ خواہ
پاگل یا بے ایمان ہو + تو یہ سب باتیں بے ایمانوں سے کہی جا رہی ہیں + ایماندار و بے ایمان دونوں
برابر نہیں + آسمان ایک دم گول نہیں ہے کہ متساوی الرقبہ کہا جا سکے جس میں کے جمیع مراکز برابر
سمجھے جائیں + کچھ چھوٹے بڑے ہونگے سب برابر نہیں + اس لئے نیک و بد ایماندار و بے ایمان
برابر نہیں + ماں ارزاں ہوگئی اور جورو گراں + جس عورت کو ماں کہو تو خوش ہوتی ہے۔ جورو کہو تو
ناخوش + اور ناخوشی اُس کی بجا ہے + اسی طرح نیکی ارزاں ہوگئی اور بدی گراں + جس کو نیک
کہو تو تو خوش ہوتا ہے بد کہو تو ناراض + یہ ناراضمندی بجا نہیں۔ زیادہ بد ہے + راست گوئی
بُری بات نہیں۔ مگر یہ راست گوئی کہ۔ زیرِ دامانِ تو پنہاں چیست اے نازک بدن؟ بالکل
راست ہے لیکن بدتہذیبی سے کجی آگئی ہے۔ لہذا یہ راستی مردود ہے + اسی طرح اگر بدنیتی سے
کسی کو بُرا کہا جائے تو بُرا ہے اور جھوٹ ہے + برخلاف اس کے اچھا ہے اور راست + جب تک
شاباشی سے کام نکلتا ہے شاباشی کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد گوشمالی کی حاجت ہے ؎

جو تم ہنسنے میں کامل ہو تو میں رونے میں فائق ہوں ۔ تمہیں بجلی گرانا مجھ کو مینہ برسانا آتا ہے

مگر یاد باشد کہ زیادہ مینہ برسنے سے بجائے فائدہ کے نقصان نہ ہو جائے + عالم کا عالم ڈوب نہ
جائے + جان جو ایک رحمت ہے اس کی تو تم کو برداشت نہیں۔ متوالے ہو گئے ہو۔ زحمت
کی کیا برداشت ہوگی ہمارے قہر و زحمت کی برداشت وہی کرے جو مجھ سا ہو + یا میں اُسکو برداشت
کی قوت دوں۔ ورنہ قہرِ درویش بجانِ درویش + اگر میں برداشت چھوڑ دوں تو عالم کا عالم ہی غارت
ہو جائے + دیکھو کس قدر کثیر الحذر تارک الشکویٰ الی الخلق اور قلیل الاختلاط بالناس رہ کر اختلاطِ مربیانہ
رکھتا ہوں گویا ؎

ہم کو لگا ہے ہاتھ یہ مضموں چراغ سے ۔ روشن ہو نام اُس کا جو اپنا جلائے دل

مگر اس لالچ سے ایسا نہیں کیا جاتا ہے بلکہ خالص للہ تعالیٰ ورنہ کسے از کفچہ مار حلوہ نخورد بجز زہرِ
ہلاہل + ایسے دل کی آزمائش منظور ہو تو نیک بن کے آزماؤ + یہ کچھ ناممکن نہیں ؎

تہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا ۔ وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

مگر تم میں کسل و تفاوت ہے + وفی الحب تازہ ولغ ظاہر میں + باطناً بالکل مخالف مگر ؎

آپ اپنے عیب سے واقف نہیں ہوتا کوئی　　جیسے بُو اپنے دہن کی آتی ہے کم ناک میں

ضرورت کے موقع پر مایحتاج الیہ اور راصدق علیہ تم سے بیان کیا جاتا ہے اپنے باطنی اسم الآیہ ہونے کا رتبہ و مرتبہ غلبہ و دبدبہ کو ہیچ کر کے تم سے پیش آتا ہوں پھر بھی تم طاعت و اطاعت شکر و شکریہ سے پیش نہیں آتے + دیکھو نیکوں کی آنکھیں ہماری باتوں سے نم ہو گئیں + آنسو ڈھلکے گالوں تک ڈھلک گئے + ان کے گناہ دُھلے ؎

قوسِ دو لب چو تیرِ زباں را فرو گذاشت	صیدِ دل رفیق در آمد بدستِ من
تیرِ نگہہ ز قوسِ سما آں طرف گذشت	صیدے میاب گشتہ بگشتہ بسوئے من
پروازِ فکرِ فکر چو بالا رسید گفت	ایں گوئے آسماں بشدہ گوئے پائے من

دیکھو ہوا جس طرح سے آگ کو اپنے پشت پر سوار کر کے بشکلِ دخان اوپر لیجاتی ہے اسی طرح خود کردہ پر شرمساری و ندامت اُسکو بالا بالا باہر لیجاتی ہے۔ وہ بھی وہاں جا کے پاک ہو جاتا ہے۔ اور کیسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ طبقات الارض کے ظلمات میں الوارِ الماس پوشیدہ ہیں اُس میں سے نکالنے کے بعد ان کی چمک معلوم ہوتی ہے + مگر جب تک اُن کی سیہ بختی رہتی ہے۔ طبقات الارض کے ظلمات میں پڑے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ مقولہ ان کے لئے صادق آتا ہے کہ ؎

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے　　کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ہوتا ہے انساں سے

مگر ہر چیز میں مخفی حرارت ہے پھر وہ ترقی ہو یا تنزلی کسی کی انتہا نہیں۔ ان سب بے انتہا چیزوں میں سے کسی چیز کی حرارت بھی جب رگڑ کھاتی ہے۔ تو سطحۂ بالائی پر آ کے تیرنے لگتی ہے۔ جس سے جاندار محسوس کر لیتا ہے کہ یہ حرارت بڑی عاملہ ہے + جب دھات میں یہ حرارت بے انتہا اُسکے ذرات میں حلول کر جاتی ہے۔ تو وہ گداز ہو کر بشکلِ سیماب رقیق ہو جاتا ہے + جس میں صورت نظر آسکتی ہے + تو جو چیزیں جاذب ہیں اُن پر شبنم بہت گرتی ہے + جیسے اُون۔ ریشم۔ کپاس اور لکڑی وغیرہ پر + اسی طرح جس کا دل اون اور کپاس کی طرح نرم ہے۔ وہ اسفنج کی طرح پانی جذب کرتا ہے + نشقہ اور فوٹو گراف کی طرح حرف و لفظ جذب کر لیتا ہے + آئینہ کیطرح عکس جذب کر لیتا ہے + جس کے رگڑ سے حرارتِ ندامت و رقت پیدا ہو جاتی ہے + کہ وہی عرق آلودہ کر دیتی ہے۔ کہ رونے لگتے ہیں + بدکار اُس رونے پر ہنستے ہیں + سو سچ ہے کہ آفتاب عام طور سے طلوع ہے + اُس سے گدا و شہنشاہ یکساں مستفیض ہو سکتے ہیں + مگر جو سیاہ ہونیوالا ہے اُس کی گرمی سے جل بھنکے خاک سیاہ ہو جاتا ہے + مٹی سفید ہو جاتی ہے + بدبوئی اُٹھجاتی ہے

موم نرم ہو جاتا ہے + پانی بخار بن کے سورج سے مصافحہ کرنے کو جاتا ہے + اگر دشمن اُس کا بیچ میں مزاحم ہوتا ہے۔ تو اُس بخار کے سارے امنگ سرد پڑ جاتے ہیں - دبیز بن کے دھواندھار اوپر تیرنے لگتا ہے + اگر اپنی دبانت میں ٹکرا کر گرمی پیدا کرلے تو پھر دُبلا پتلا بنکر ذرا اوپر تیرنے لگتا ہے + بردبار اور ہلکا پھلکا ہوتے ہوتے اوپر ٹھیرنے کی قابلیت پیدا کرلیتا ہے + کہ پھر خاکی کشش اُس پر غالب نہیں آسکتی + کہ سفلوں میں کھپکر ملایا جائے + اگر بے محل آبِ منجمد بنامِ آسمان بشکلِ کوہِ قاف پر دخانِ سمنی سے مصافحہ کرنے چلا۔ اور سرد پڑ کر باران بنگیا۔ تو جہاں سے چلا تھا وہیں آن گرا یعنی زمین پر۔ اور ہمیشہ اسی چکر میں لٹو کی طرح متحرکِ سکون نما رہتا ہے۔ صرف اتنا ہی فرق رہتا ہے کہ شور سے شیریں بنکر واپس آتا ہے + اگر بجوش وخروش آہنِ ملتہب کی طرح آتشِ منجمد بنامِ آفتاب جو بالکل بے دخان معلوم ہوتا ہے۔ اُس سے گرمی کی صورت قبول کرکے ملنے چلا جاتا تو اس پار سے اُس پار چلا جاتا + مگر پانی کی رفتار قبول کیا تو نیچے گرا + کیونکہ اُس جنس کا پانی نیچے موجود ہی تھا اوپر جانے کی کیا حاجت رہی + لیکن اگر نور کی رفتار قبول کرتا تو آفتاب سے ملتا + اور نور کی رفتار بہ صراطِ مستقیم نہیں بلکہ کجروی سے صراطِ مستقیم پر چلتی ہے کہیں پر جیسا موقع ہو ویسا جیسے عکسِ ضیاء بنام سورج۔ اُس کی کرن پانی کے سطح پر ذرا سیدھی پڑتی ہے۔ کیونکہ پانی میں شفافیت ہے جب پانی سے ہوا کی طرف تبدیل ہوتی ہے۔ تو ٹیڑھی ہو جاتی ہے + جب ہوا سے ٹکراتی ہے تو کڑکتی ہے + تو نورانی رفتار اختیار کرکے اوپر جانا چاہئے ورنہ وہی پانی کی حالت ہوگی۔ کہ کبھی ابر بن کے رہ گیا۔ کبھی بخار بنکے۔ کبھی شبنم بن کے کبھی شہاب بن کے ان کو یہ زیبا نہیں کہ یہ کہیں کہ ؎

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدانِ جنگ میں ۔۔۔ وہ طفل کیا کریگا جو گھٹنے کے بل چلے

پس جو مجھ میں آنا چاہتا ہے۔ اس میں پختہ ہونے کے لئے ایسی تبدیلیاں واقع ہوسکتی ہیں + اگر بے حساب ہماری محبت میں آب دیدہ ہے۔ تو اُسکے لئے یہ محنت نہیں + اُس کی آب دیدگی پہ ہنسنیوالے راندۂ درگاہ ہیں + پس میرا فیض عام ہے جسکو مستفیض ہونا ہو ہوتا جائے + ناپاک سے اِسطرح پاک بنے جسطرح مٹی سے پہاڑ بنتا ہے + کیونکہ پہاڑ میں تمام مادۂ ارضیہ بھرا ہوا ہے + اُسی سے ریتی ہے۔ ریتی وغیرہ سے تام چینی ہے + کہربا ایک قسم کے دیمک سے ہوتا ہے کیونکہ اُس میں دیمک کا جسم پایا جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی سے فرشتہ ہونا ویسا ہی ممکن ہے جیسا کہ نیستی سے آدمی بنتا ہے اور سب ہستی و نیستی میں ہملا ایک قسم کا نور پایا جاتا ہے۔ وہ ترقی کرکے بہت کچھ ہوسکتا

ہے + کیونکہ ہوا تمام بھری ہوئی ہے مگر پنکھا کرنے سے زیادہ ہوتی ہے + پس اپنے اختیارات موہوبہ
کو اختیارات موہوبہ سے ترقی دیکر ہماری نورِ رحمت کو اپنی طرف متوجہ ہونے کی تحریک کرو +
کہ یہ ہماری خوشی کا باعث ہے مگر یاد رہے کہ زمین کی کشش گولے کو بہت اوپر نہیں جانے دیتی۔
پھر خاکی غلولہ بنام جسم کیونکر اوپر جا سکتا ہے۔ تو جسم سے غرض نہیں ہے روح سے غرض ہے +
اور وہ روح نہیں جو حرارت غریزیہ سے پیدا ہوتی ہے + بلکہ وہ روح جو قوت دانش کی طرح منور
ہوتی ہے جو حرارت و برودت اور علم و خیال کی طرح روحانی ذرات میں سرایت کرکے آوازۂ
فونوگراف کی طرح خود کو عالم سفلی میں ظاہر کرتی ہے جس کے ظہور سے حرارت وغیرہ پیدا ہوتی
ہے + جس کو حالت و حلول کہتے ہیں۔ جس کا ادنیٰ نمونہ خونی حالت کی ہوتی ہے کہ کبھی کبھی مقتول
کا روحانی اثر اُس پر مسلط ہو کر خون کی گواہی دلوا دیتا ہے + تو اگر وہ روح تمہاری پاک ہو تو بہت
دور تک ترقی کر سکتی ہے + کہ پھر جسمانی دپستی و آفرینش کی کشش اسکو اس پستی میں نہ لا سکے۔
اور یہ اسی طرح ممکن ہے جس طرح روح و جسم لطیف و کثیف میں محبت ممکن ہوگئی ہے یا جس
طرح سورج ایک جرمِ نورانی ہے اور زمین جسمِ خاکی ظلمانی۔ کہ بجز نسبتِ تناقض ظاہرا اور کوئی
نسبت نہیں۔ لیکن اگر یہ نسبت نہ ہوتی تو یہ چاند کو نہ کھینچتی اور اُسکو سورج نہ کھینچتا + یہ خدا معلوم کہاں
کی کہاں ستاروں سے ٹکرا کر بھسم ہو جاتی + اُس کو اس سے روکنے کے لئے وہ طرفہ نورانی مدد
پہونچ رہی ہے۔ جیسے حا اور سا سے تمام کائنات کو مدد پہونچ رہی ہے + اب دیکھو تو ایک
شمس ہے۔ دوسرے قمر۔ دو لطیف کے بیچ میں ایک کثیف کہ ضدین کے شمول کا انقطاع ہو رہا
ہے + گویا تضاد باہم عاشق و معشوق ٹھیرے۔ کہ جہاں نور ہے وہیں ظلمات + جہاں حیات ہے
وہیں ممات + جہاں شیطان ہے وہیں رحمان + جہاں مسیحا ہیں وہیں دجال + جہاں خودی ہے وہیں خدا +
ضدیں آسرا کر کے مقابلہ میں رہتے ہیں + جیسے پرچھائیں + لیکن اگر اسکو چاروں طرف سے گھیر و۔ تو
دھواں کی طرح نور میں سما جائے۔ اسواسطے نور ہی کو پکڑ لو + فتیلہ سوز کو اُٹھا کے اوپر لیجاؤگے۔ تو
پرچھائیں خود بخود ساتھ چلی جائیگی + پس نورِ حیات کو پکڑ لو + روحانی جسم خود اس کے ساتھ چلا جائیگا
وہ میری محبت اور طاعت و اطاعت سے ممکن ہے + کہ ہم سے تم سے روح جسم کی طرح تضاد
معاملہ ہے + مگر روح و جسم کی طرح باہم اتحادِ پاک ممکن ہے + مگر مجھ کو نیست کر کے خود کو ہست کرنے
کی کوشش نہ کرو + یہ تناقضِ ملعون ہے + اس میں قہر و غضب کو حرکت ہوتی ہے + کہ بجائے
خود میں مادی اور مشتہی بنوا دینے کے جہنم میں بنوا دوں + اور مطلق خود سے لگاؤ نہ رکھوں +

پس ہم سے چون وچرا نہ کرو + میں تمہارے واسطے شب و روز روتا رہتا ہوں + دوسری شکل میں ہنستا رہتا ہوں + ہنسی پر رولائی آتی ہے اور رولائی پر ہنسی + گویا یہ حالت ہے کہ ؎

آمد مہِ نو بر شفق عقدِ ثریا ریختہ ۔ بر لالہ از بادام تر لولوئے لالا ریختہ
معشوقِ ما عشق آفریں در عشق ذاتِ خویشتن ۔ خود را ہویدا کردہ و در خویش خود را ریختہ
سیاحِ فکر و عقلِ من در راہِ رمزے جابجا ۔ غوطہ زن و سباح شد خود را بدریا ریختہ
چوں در بیابانِ عدم پائے سیاحت را نہاد ۔ از بیخودی در خویشتن صدہا مسیحا ریختہ
پس شد مسیحِ ذاتِ او ۔ ذاتش مسیحِ ذاتِ او ۔ بایکدگر یکتا شدہ در جانِ صدہا ریختہ
جملہ جدا از ذاتِ او ذاتش جدا از ذاتِ خود ۔ یکتائے بے ہمتا چناں در سر بہ یکتا ریختہ
یکتائیش و رمزِ نہاں آں من نہ باطن ظاہر است ۔ بایکدگر شیدا شدہ شیدا بہ شیدا ریختہ
نورِ جمالش از رہِ میدانِ سرور رمز رسید ۔ تمجیدہ در ہستیٔ ما از نامِ یحییٰ ریختہ

گلاستنے اسرار لاہوت کے ترکیبات سے مترکب ہونے پر بھی بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمہارے آگے میں ہنوز تم ہی سا ہوں نکہ بعضے حاکی بہ آفریں ہو اور خیلے شاکی نہ نفریں ۔ اور تیرا نے گا ہے بشکوئی اور گا ہے بہ تحسیں ۔ مگر جو حمید ہیں وہ محمود ہیں ۔ باقی جمیع غلط فی الکلام اور غلط فی الحساب ہیں + جیسا جو ہم پر ایمان رکھیگا اُس کے مطابق اُسکی جزا ہے + جیسا موقع ومحل ویسا عمل در آمد ہوتا ہے جیسے حکم خدا کی شان دیکھو کہ کیا کہا جاتا ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ سب حلال حرام ہے اور سب حرام حلال مگر کیونکر ؟ اور کس طرح ؟ اور کس جگہ ؟ تو اُسکی تشریح یہ ہے + کہ حلوہ کھانا اکدم حلال ہے اور بے شک حلال ہے مگر بالکل حرام ہے اور بیشک حرام ہے + لیکن اُس وقت میں کہ اگر سخت مریض ہو اور حلوہ کھانے سے مرض کی شدت میں زیادتی ہو + اسی طرح سور کھانا اکدم حرام ہے ۔ اور بے شک حرام ہے ۔ بلکہ ازلی وابدی حرام ہے + مگر حقیقت میں ایک دم حلال ہے ۔ اور بے شک حلال ہے ۔ اور ازلی وابدی حلال ہے + لیکن اُس وقت میں کہ اگر سخت مریض ہو ۔ اور ڈاکٹروں کی یقینی یہی رائے ہو کہ جب تک خنزیری سوپ نہ استعمال ہو آنتیں اچھی نہ ہونگی تو حلال ہے + اسی طرح ہر ایک حلال وحرام کے حکم کو زمانہ کے مطابق سمجھ لو ۔ یہی جزاء وسزاء نرمی وسختی کی حالت ہے ۔ موقع بموقع سب جائز ہے + لہذا سخن بلطف وکرم یا درشت خوئے مگو + کہ زنگ خوردہ نگردد مگر بسوہاں پاک + جہاں پر سخت وسست کہنے کی ضرورت ہو تو ضرور کہا جائیگا + تو ہر ایک چیز کی ایک نشانی ہوتی ہے + جیسے

جب گرمی شروع ہونے والی ہوتی ہے تو دکھنی ہوا چلتی ہے + سردی شروع ہوتی ہے تو پچھوا چلتی ہے + قہرِ الٰہی کے وقت وہی صبا چلیگی + جو تمام آثار سے واقف ہو عالم الغیب ہے + پس امام کے آگے جمام نہ بنو + امام وجدان میں ہے + جمام فقدان میں + امام حکم عنقا دارد + جمام حکم خفقا + جنگل میں بھی خوشبو اور خوش رو گل و ریحان لہلہا رہے ہیں۔ اور آبادی میں بہت سے بدرو اور بدبو پھول ہیں + تو تونگری میں اور نا تونگری میں کچھ نہیں ہے جو تم اکڑ رہے ہو + یہ سب اکڑنا بھول جاؤگے + دیکھو امام اور اُس کے ساتھی آتشِ پُر بہار ہیں + اور جمام اور اُسکے ساتھی جہنم کے گلنار + ایک ہی شاخ کے دو پھول۔ ایک کرنپھول بنا ایک بادِ مخالف کے جھونکے سے پامال ہوا + ایک ہی سیپی سے چند موتیاں نکلے۔ ایک درِ تاج شہریار ہوا۔ دوسرا پاپوش میں زینت گار ہوا + تیسرا کھرل میں کھلا گیا + جب خود کو نیست کیا تو ایک پری چہرہ گلعذار کے نیناں رتن کا کحل الجواہر بنا + چوتھا کشتہ کیا گیا اور خون بن کے تمام بدن میں تیرا۔ تو گویا سب زیبائش اسی کشتہ کی ہوئی۔ اسی سے وصل ہے اور اسی سے وصال اور اسی سے وصلین۔ چاہے تو جوش میں ڈلوا کر جوتا۔ ٹوپی سب گہہ غلیظ میں بھگوا دے یا استعمال سے مردود کرا دے۔ یا گلا کا ہار بنوا دے + یا اپنی طرح رگ و ریان میں کرا دے۔ اُس کو اختیار ہے + اسی طرح میں جانِ جاناں ہوں اگر چاہتے ہو کہ ؎

من تن شوم تو جاں شوی من جاں شوم تو تن شوی   تاکس نگوید پس ازیں من دیگرم تو دیگری

تو تم ہماری طاعت و اطاعت کرو۔ ہمارے عشق و محبت میں فنا رہو + تمہارے روح کا قلم ہمارے شاخ روحانی سے پیوند ہو کر اچھا پھل لائیگا + مگر تم کو یقین نہیں + امیر کچھ دے یا نہ دے مگر اُس کی عزت کرتے ہو + اس کی جھوٹ کو سچ مانتے ہو + اور غریب کچھ دے بھی اور سچ بھی کہے جب بھی جھوٹ جانتے ہو + تو جیسی روح ویسے فرشتے۔ پھر اُن فرشتوں کی بھی جیسی روح ہوتی ہے ویسے ہی اُن کے بھی فرشتے ہوتے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ مسلسل نامتناہی جاتا ہے + آخر ہماری ہی روح سے سب کو سابقہ پڑے گا۔ بلکہ ہر جگہ ہم سے سابقہ ہے بس ؎

طباخِ ہمتم را خشک و تر و دو عالم   باشد یکے نوالہ بر سفرۂ ضیافت

سلطانِ یکسوارہ از جانبِ خراساں   در ابر رفتہ رفتہ ظاہر شد از مشیت

چوں علم شد مصفا شد عین ذاتِ عقلش   چوں عقل شد مجلیٰ شد روح در شرافت

رفتہ رفتہ مادے شرافت و لطافت کے منجلی ہو کر بانِ واحد ہر رنگ میں اس طرح درخشاں ہو سکتی

ہے + جس طرح ایک روشنی ہزارہا طرح کے شیشہ میں + اور چھوٹے سے ذرہ میں سما سکتی ہے +
جس طرح ساری چیزیں علم میں سما جاتی ہیں + اس لئے پانی کے طرح رقیق۔ ابرق کی طرح سفوف۔
آئینہ کی طرح مجلّی بنو + کہ تمہارے لئے یہ مصداق صادق آجائے کہ ؎

چو ذرہ گرچہ حقیریم نسبتم ایں بس کہ آفتاب شود نقطۂ مقابلِ ما

پھر ایسے لوگ کہیں ہوں ہم اُن کو ایسا پہچان لیتے ہیں جیسے اندھیرے میں پاؤں جوتے کو
پہچان لیتا ہے + بلکہ ہم اچھے بُرے سب کو حقیقی طور سے پہچانتے ہیں + تو چونکہ سب سے
معرفت ہے اِسلئے اچھے بُرے سے آگاہ کر دیتا ہوں کہ شیطان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک
جاسوس مقرر ہوا ہے کہ جس طرح ممکن ہو سب کے عندیہ اور ایمان کا امتحان لے + کہ اُس میں
سے چھنکر امت اللہ اور حزب اللہ بنائے جائیں اور نبی اس امر کے خبر رسانی کے لئے مقرر کر دیا گیا
ہے کہ وہ سب سے کہدے کہ شیطان جاسوس مقرر کیا گیا ہے + اگر ضرورت کی وقت اُس کو
خداء و رسول پر لعنت بھیجنے کی بھی ضرورت ہو گی تو ضرور لعنت بھیجیگا + اور از روئے مصلحت
خداء و رسول بھی اُس پر لعنت بھیجینگے کہ بہ طریق صحیح کون اس جنجال سے صحیح و سالم نکل آتا
ہے + اور اسکی صحت ہر ایک کو اپنے دل سے معلوم ہو سکتی ہے + جس کا دل موذی ہو کر اُسی کو ایذا
پہونچاوے۔ تو اُس کا دل ہی اُسکے حق میں شیطان ہے + چاہیئے کہ اُس موذی سے انتقام لے
ورنہ دوسرے طریقہ سے انتقام لیا جائیگا + اس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں + سوال و جواب
آجتک ختم نہیں ہوئے + حرف و الفاظ جفتی کھاتے ہوئے ہزارہا بچۂ اعتراض جنتے چلے جائینگے +
غرضکہ جاروب کشی کرتے چلے جاؤ کونڈا کرکٹ نکلتے چلے جائینگے + بے انتہا کی سب چیزیں بے انتہا
ہیں + یہ اُسکے عدل و انصاف پر دال ہے + کہ اپنی طرح سب کو بے انتہا رکھا ہے + فسبحان
الذی لا الٰہ الا ہو ابدی الملکوت سرمدی الجبروت حیٌّ لا یموت ازلیٌ لا یفوت قیومٌ لا ینام عزیزٌ لا
یضام منیعٌ لا یرام و ہو ذو الجلال والاکرام توکلتُ الیہ والیہ المصیر۔ مگر تم ہو کہ اُس مصیر و متاب
کی طرف رجوع نہیں ہوتے + بحث و مباحثہ کرتے ہو + اور سمجھتے ہو کہ دبا دیا + عکس و سحاب کی
مزاحمت کا نام کسوف و خسوف ہے ورنہ آفتاب و ماہتاب ویسی ہی چمکتے رہتے ہیں۔ اسی طرح
علم و خموشی کا نام و بجانا نہیں ہے۔ بلکہ مصلحتِ وقت ہے + اگر تم بھی خود کے بارہ میں ایسا کہو تو
اُس کی مثال یہ ہے کہ پانی میں سایہ متحرک محسوس ہوتا ہے ایسا نہیں کہ اصل کی حرکت سے
وہ متحرک ہو + پس تم کو اصلیت سے کچھ نسبت نہیں کہ اصل الاصول سے خود کو منسوب کر سکو کیونکہ

سفلی کو علوی سے کچھ نسبت نہیں سیا بیکدگر کے استعمال سے مرض پیدا ہو جائیگا + جیسے زیادہ لطیف پانی پینے سے سہل آجاتے ہیں + یا زیادہ کثیف جسم میں لطیف بخار داخل ہونے سے وہ جسم شق ہو جاتا ہے + اس سئے منکر بلسان اللہ سے تم کو کچھ نسبت نہیں کہ برابری کا دعوی کرو + تمہاری برابری و عدم برابری اور اچھے برے ہونے کا ایڈریس تمہاری تمام ترقی یافتہ دفتر ہستی پر رجسٹری مہر کے ساتھ مرقوم ہے ۵

اس سئے تم پہ اعتقاد نہیں — روح اللہ تم سے شاد نہیں
پھر یہ کہتے ہو یہ فساد نہیں — دشمنی کینہ و عناد نہیں
بت پرستی اگر ہزار کرو — پھر بھی ان بت پہ اعتقاد نہیں
کیا یہی ہم سے تم سے وعدہ تھا — اور کہتے ہو مجھ کو یاد نہیں
روح یحیٰی ہے عین روح اللہ — آب و آتش زخاک و باد نہیں

تو خاکی کو آتشی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے + کیا خاک دھواں کو بالا روی سے روک سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ؛ اسی دم بھونچال ہو جائیگا + بدلی روکے تو تغلغل پیدا کرے ، افاعیل عظیم الصوت سے بنجائے + کوئی زیادہ مزاحم ہو تو شعلہ بھبھوکا ہو کر بجلی بنجائے + تو ہمارے دود آہ کو تم کیا روک سکوگے آہ الاٰہ سے ملک تمام زمین و آسمان ہلا دیگا + آج تم ہمارا ٹھٹھا کرتے ہو تو اچھی طرح سے کر لو ۵

دیروز پئے گل بہ چمن می گر دیدم — فرخندہ گلے بر سر آتش دیدم
گفتم کہ چہ کردی کہ ترا می سوزند — گفتا کہ دریں باغ دمے خندیدم

پس اچھی طرح ہنس لو کہ کل اچھی طرح سے رونا ہے + اور وہ ختم نہ ہوگا - یہ غمی کی نشانی تم میں اسی طرح پوشیدہ ہے جس طرح عیب ہنر اور اس کا نتیجہ - کیونکہ موجودات کچھ ادھورے طور پر تکمیل پذیر نہیں ہے - بلکہ مکمل طور پر ہے + لیکن مناسب ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ نامحدود ناقص اور مکمل طور پر بھی نہیں ہے - مگر کسی طور پر ہے + جسکو فوق الفطرت بھی نہیں کہہ سکتے کہ فوق الفطرت کا ہونا بھی فطرت میں داخل ہے + اس سئے تمہارا گناہ بھی فطری ہے - جس کے بدلنے کا تم کو اختیار دیا گیا ہے + کیونکہ جو گناہ کو مسخر کر سکتا ہے وہ پاکی کو بھی مسخر کر سکتا ہے + کارخانۂ موجودات کہہ رہا ہے کہ کارگاہِ خودی سے کچھ نیک بات حاصل کرو - کہ حیاتِ آئندہ میں کام آئے + اس میں زیادہ ارشاد ہماری اطاعت و اطاعت کا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ بایِ حدیثٍ بعدکم تومنون ؟ + اب صاف کشمس المشرق فی سماء المنطق علی معارج الفتوح روشن ہو گیا کہ میں

اسرار البطون ہوں میں ہی سزاوار کل ہوں مگر سے

نمید انی محک دا ند کہ زر چیست	گدادا ند کہ کنجوس و سخی کیست
باقلندم چو خود را در مصیبت	نہ کس ما را برا و لطف نگریست
بچشم خویش صدہا بار دیدم	کہ می خندند چوں بے دایہ بگریست
ز کرمن تا پہ ازمن گشت کردم	مگر انسان بدنیا ہیچ کس نیست
بگو یحییٰ نیم از ابن آدم	بنا برمن نیم محتاج ایں زیست

یہ سب ہمارے بیان کا انخطامِ تسلسل اور انحصام تواتر۔ لائقِ غناء و ترنم ہیں۔ امتزاجِ مضامین علیٰ حسبِ امتزاجِ زمانہ ہیں + طرح طرح کا پر اسرار بلکہ مضمون از کلک مقرون ہے + کہیں افراختہ کہیں افروختہ + کہیں ساختہ کہیں سوختہ + کہیں بے ضابطۂ بے ربط + کہیں ظاہراً مربوط بالخبط + مگر موج دریا سے لفظ معانی سے۔ تخم درخت سے اب ابن سے جدا نہیں + تاکم عقلی سے جدائی محسوس ہوتی ہے + اسکو غور کرلو کہ بیانِ ہذایانِ باطن کا عکس ہے۔ اور عکسِ بیان۔ الفاظ ہیں۔ اور عکسِ الفاظ معانی ہیں اور عکسِ معانی۔ فہم ہے۔ اور عکسِ فہم عمل ہے۔ اور عکسِ عمل۔ اثر ہے۔ عکسِ اثر نتیجہ ہے۔ اور عکسِ نتیجہ۔ فیصلہ ہے + مگر تم ہمیشہ سب طرح کے فیصلوں کو اُلجھن میں ڈال دیتے ہو + کہ ہم کو بار بار مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے + تو پادشاہ کی مصیبت بھی ساری مصیبتوں کی پادشاہ ہوتی ہے + جو اس ظاہری مصیبت آمیز پادشاہی تک پہونچنا چاہے تو جان کا خیال چھوڑ دے + ورنہ معمولی طور پر یہ حکم ہے کہ چین سے رہے + نہ خود بے چین ہو نہ دوسرے کو بے چین کرے + چہ جائیکہ مجھ کو بے چین کرتا۔ اگر معمولی بشر کی طرح بھی دیکھتے ہو تو پھر بھی سے

از عنایاتِ خودم عالمِ عاقل ہوں میں	علم و فن جملہ کمالات میں قابل ہوں میں
اور حسن و بن میں بھی اُس وہن میں بھی کامل ہوں میں	اک دقیقہ بھی نہ اس فکر سے غافل ہوں میں
محنتی اور جفاکش ہوں نہ کاہل ہوں میں	یا نہ تم سب کی طرح احمق و جاہل ہوں میں
کافروں سا نہ کبھی خائف و بزدل ہوں میں	خود ہی سب چیز ہوں سب چیز کا عامل ہوں میں
گو کہ اک خال ہوں بر روئے عروسِ دُنیا	حسن افزائے رُخِ دلبرِ مہمل ہوں میں
میں وہ یحییٰ ہوں کہ یحییٰ ہی سمجھتا ہے مجھے	خود ہی یحییٰ ہوں ہر اک سمت سے حائل ہوں میں

کیونکہ جسقدر بھاری بوجھ ہوتا ہے اسی قدر حمال مضبوط ہوتا ہے + اتنا ہی تیز چلتا ہے۔ جیسے

گردۂ سموات اپنا بارِ معلوم اُٹھائے ہوئے بیک آنِ واحد تقہقر اور تدحرج کے ساتھ مُقبلاً اور مُدبرا
لٹو کی طرح محیط و حائل ہے + مگر تم ہماری قدرت کی رفتار و بار برداری سے ناواقف ہو تمہاری
ناعاقبت اندیشی سے تمہارا نفس جو ابلیس نخوت نشان بیہودہ تمکو غیر واجب چیز کی طرف رغبت و سمات
کرا کر خندق میں گرا چکا ہے + اور تم کو اطلاع ہے پھر بھی غافل ہو + بڑے غور کا مقام ہے کہ
ایک شخص زمین کی طرح مستسقی ہو کر العطش کا نعرہ مارتا ہوا چاروں طرف پانی ڈھونڈھتا پھرے
اور بہت ہی اونچے سے غور کرنے کے بعد معلوم ہو کہ نیچے ایک عمیق گڈھا ہے شائد اُس میں
پانی ہوگا اور وہاں سے کسی طرح گڈھا کے قریب پہونچے۔ اور اُس گڈھا میں اُس کو کنواں دکھے
جس میں کچھ پانی کی امید ہو اُس وقت اُسکو رسّی تو ملجائے مگر ڈول نہ ملے۔ کہ حیران ہو کر رسی
کو کسی درخت میں باندھ کے خود کنواں میں اُتر جائے کہ پانی پی کے چلے آئینگے۔ اور اُس میں
ایک اژدہا مُنہ پھاڑے منتظر ہو + مگر یہ وہاں بجائے پانی پینے کے بھٹی ہوئی زمین پر کھڑا ہو کے
نحل کے چھتہ سے شہد چاٹنے لگے اور اُن زنگی و فرنگی چوہوں کو بھول جائے جو کنواں میں
جاتے وقت اِدھر اُدھر دکھائی دئے تھے۔ اور وہی لیلیٰ و نہاری چوہے رسّی کو کتر دیں تو اُس کا
کیا نتیجہ ہوگا وہ صاف ظاہر ہے کہ لقمۂ اژدہا ہوگا + تو صلبِ پدر۔ غارِ رحم۔ قعرِ دنیا۔ نارِ نفس۔
رات اور دن۔ اژدرِ موت و نفس امارہ۔ اور لذتِ دنیا ان سب میں مبتلا ہوا۔ اور بالکل پیاسا
رہا + دوامی آبِ حیات نہ حاصل کیا + تو کس قدر نادانی اور حماقت ہے + اس حمق کو
عقل سے تعبیر کرتے ہو سو اور ڈبل حمق ہے + اگرچہ عقل و حمق دونوں ایک ہی سے ہیں
مگر ایک محمود دوسرے مردود چنانچہ ؎

آنکہ از معنیٔ اکبر ہم نہایت اکبر است
اور بفرماید بہ جملہ کائیناتِ خویشتن
اوّل و آخر منم در باطن و در ظاہرم
یک مقید در ہویت دیگرے در انیت
از من و کز من بخراساں۔ خیر واں وزیر دہم
بر درِ دیگر نخواہم رفت زیں دروازۂ
ہرچہ بخزیرات می آید بروں از بطنِ کلک
ہرچہ برمی آید از نوکِ زباں در گفتگو

لفظ اکبر باہر و معنیٔ کبرش اندر است
باہر و اندر بہ بیں جز من نہ ہر گز دیگر است
جان و تن دو جنس زاں یک اثر و یک اثر است
درا نانیت انا الحق گفتنم ایں انور است
من دریں ششدر نگشتم بہر من بس یک در است
ایں صراط المستقیم است دو گر صد پر شر است
میر و داز من درون آں خود بدستِ دیگر است
آید از عرشِ بریں ایں عرض آں صد جوہر است

اعتبارے نیست ہرگز طائرِ اقبال را	چوں کبوتر ہر زماں مشتاق بامِ دیگر است
ظاہر آں اسم بباطن غیر از ہر جنس و انس	تیغ خفیہ در نیام و پاسبانِ لشکر است
ہیکل اللہ الذی لیس بمحسوسِ النظر	ہو فینا لا تراہُ من یراہُ البصر است
ناکسے گر او کسے بالا نشیند عیب نیست	خس بود بالائے دریا زیرِ دریا گوہر است
یا رعیت صلح کن وز جنگِ خصم ایمن نشیں	زانکہ شاہنشاہِ عادل را رعیت لشکر است
ہر دو یک ہستند یحییٰ آمدہ در شکلِ غیر	آں یکے درویش و دیگر پادشاہِ کشور است

لہٰذا ایسے مردودہ وحدت الوجود سے باز رہ کر حمق کو صفاتِ ملعونہ گردان کر اس سے گریز کرو + وحدت الوجود کے جھگڑے میں نہ پڑو + یہ افعالِ ناقصہ سے ہے کہ جو فاعل ہے وہی مفعول ہو جاتا ہے جس سے انتظامِ ظاہری میں خلل آتا ہے + نیچر سے ہمکلام ہو کے دیکھو + اُس سے سوال کرو جواب ملیگا + اُس سے استدلال کرو + اس سے ہماری بات مستحکم ہو جائیگی + لہٰذا اتنا ہی سمجھ رکھو کہ اللہ تعالیٰ ناقص بالذات محدود فی الصفات نہیں کہ حدود اللہ مقرر ہو + پس محبت کے اقسام سے اُس کے لئے بھی ایک قسم کی محبت رکھنی چاہیے جسکو محبتِ الوہیت کہتے ہیں اس میں دہشت نہیں رہتی + اُس سے سب قسم کی محبت پختہ ہوتی ہے ورنہ ؎

نشستِ نامرادی نیست الا مجلسِ دُنیا   بہشتِ کامرانی نیست الا حضرتِ داور

جو اپنے یکسوئی خیال میں پختہ ہو گیا تو اس خیال کے مطابق اُس لائن میں کامل ہو گیا۔ جس نے ہماری طرف یکسوئی اختیار کی (جس کو میں اُس کی طرف کی یکسوئی سے تعبیر کر رہا ہوں) تو یاد رکھو کہ جملہ امور میں کامل ہو گیا + بنا بر اشارۃً یہ کہا جاتا ہے کہ ؎

قانع کسیکہ شد بہ کفِ خاک ہم زر است	سیماب وار ہر کہ بشد کیمیا گر است
ہستند و نیستند و نہانند و آشکار	چوں ذاتِ ذوالجلال نہ عرض و نہ جوہر است
فوق از جمیع فطرتِ محسوسہ بالحواس	آں ذاتِ بے نیاز خداوندِ اکبر است
گر بے ہنر بمال کند کبر بر حلیم	کونِ خرش شمار اگر گاوِ عنبر است

بھلا مال کب تک رہیگا۔ مال کا مآل مزید الآمال ہے + امالۃ المال ایک طرف سے دوسری طرف مائل رہتا ہے + مال وہ جو مخلد ہو + وہ مال روحانی ہے۔ اُس میں بڑی ترقی رہتی ہے + جب تک تمہارا قبضہ اُس پر نہ ہوگا اس وقت تک اُسکی حالت نہیں معلوم ہوگی نہ اُسکی تم کو محبت ہوگی + کیونکہ جو چیز تم سے منسوب ہوتی ہے اُس کی تم کو محبت ہوتی ہے + پھر اُس کی جقدر تعریف ہو۔ تو خوش ہوتے

ہو+ تو خوش رہنے کے لئے خوش اعمالی کیوں نہیں اختیار کرتے۔کہ سچی تعریف پر سچی خوشی حاصل ہو+ لہذا بہتر ہے کہ ؎

نیک باشی و بدت گوید خلق   بہ کہ بد باشی و نیکت بینند

تو بڑا نیک وہ ہے جو سچ مچ نیک ہے اور سچے دل سے نیکی کی ہدایت کرتا ہے چنانچہ ؎

صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ	بشکست عہد صحبت اہل طریق را
گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود	تا اختیار کردی ازیں ایں فریق را
گفتا کہ آں گلیم خویش می کشد زآب	ویں سعی میکند کہ بگیرد غریق را

پس جو دستگیری کرے اُس کو چاہئے کہ ہمیشہ کے لئے ہر بات میں دستگیری کرے ایسا نہیں کہ دریا سے نکالکر فاقہ کشی کے خندق میں ڈالدے یا دگر مصیبت میں ڈالدے + اگر ایسا کرے تو ہرگز دستگیر نہیں محسن نہیں۔ تو پھر محسن حقیقی کیونکر ایسا ہوسکتا ہے؟ جو کچھ وہ کریگا دستگیری کے لوازمات سے کریگا+ تو یہ سب ہدایات اُسی شمول سے ہے + کہ اُس کی تعمیل خندق میں گرنے سے بچاتی ہے + اور ملائے اعلیٰ پر پہونچاتی ہے اور یہ ناممکن نہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ درخت سے کافور اور ربر نکلتا ہے + نے سے طباشیر اور آواز دلچسپ نکلتی ہے + نحل و یعسوب سے شہد نکلتا ہے + گربہ مشکیں سے زباد نکلتا ہے + بحر سے مونگا اور موتی نکلتا ہے + بر سے جواہرات نکلتے ہیں + گوشت سے دندان اور مغز سے سنگھ۔ اور جاندار سے حجر الحیوان اور حجر الانسان اور حرارت غریزیہ جو زبردست قوت بن کے نایب الروح بنتی ہے + وہ نکلتی ہے کہ اُس سے ہزاروں چیزیں پیدا ہوتی ہیں + تو ملائے اعلیٰ پر پہونچا دینا اور روح القدس کا پیدا کردینا کیا مشکل ہے + جب یہ سب آسان ہے تو قدرت و معجزہ وغیرہ کوئی بات بھی ناممکن نہ ہوگی + جب تک نہیں ہوئی ہے ناممکن ہے + تو جب نہیں ہونے کا فعل ممکن ہے تو ہونے کا فعل بھی ممکن ہوگا + پس کوئی بات محال نہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بچہ ہوکے پیدا ہونا بھی ممکن ہے + اور دو تین ہوجانا بھی ممکن ہے اور ایک ہوجانا بھی ممکن ہے + کیونکہ سب امکان اختیاری اور قبضہ کا ہے + بلکہ تمکو کیا معلوم کہ میں کون ہوں + اگر ہمارے اشارہ سے بھی نہیں سمجھا تو خالص احمق ہو + ہماری تعریف جو کچھ تم ہم سے سُن چکے ہو وہ سب بہت ہی تھوڑی ہے میرے پیچھے جو آرہا ہے اُس سے ہماری تعریف پوچھنی + دیکھو وہ کیا کہتا ہے + میں اُس کا پورا حلیہ بتلاتا ہوں کہ بہت سی چنچل اگیا بیتال گلستان زادہ بچیاں بھولی بھالی اچھوتی آنٹہ کی آپا چینی کی گڑیا۔ کافور کی پتلی چکنی چلبلی۔ گال مال پوا۔ ہتھیلی مالغوبہ۔ گلگلا بدن۔ پاؤڈر کا پلیتھن لگائے سجیلا رنگیں لہا لوٹ گاؤن پہنے ہوئے کھیل

کلیل کر رہی تھیں کہ اُن کی لبنی لبنی چونٹیاں اس مونڈھے سے اُس مونڈھے پر چھلانگ مار رہی تھیں۔ کہ دیکھنے والے کٹھ پتلی تھے۔ اُن میں سے ایک نہایت ہی مہذبہ چہرہ خیز حور العین اور سراپا بقعۂ نور تھی۔ جس کے خرمنِ ماہ میں خال چکور کا کام کر رہا تھا + مُنہ موتی سے بھرا ہوا اُس پر بالوں میں موتی پرویا ہوا تھا + جب چاپ کھڑی تھی اُسکے سامنے کوئی ایسا انسا وی الخلقۃ ہو کے گیا جس کو کوئی نہیں جانتا الا ہو فھوَ انا کیونکہ ہم دونوں ایک ہی ہیں۔ مگر اُس لڑکی نے ذرا بھی اپنے چادرِ نگاہ سے ستر پوشی نکی۔ تو اُس ھو نے کہا کہ میں رسول علیٰ وزنِ فعول ہوں جو بشر کی شکل میں بشیرِ عدیم المباشرۃ ہو کر محض مصفیٰ اور مصطفیٰ بنا ہوا انجیل و بشارت کے لئے آیا ہوں۔ کہ آپ میں ہو صاحب در آمد ہو کر بر آمد ہونا چاہتے ہیں + اس لئے آپ سے اجازت چاہتے ہیں تو اُس وقت اُس مہذبہ نے کہا ؎

کہ کشیدہ دامنِ فطرتت کہ بسیرِ باغ من آمدی
تو بہارِ عالمِ دیگری زکجا باین چمن آمدی

تو اُس ہو نے کہا کہ ؎

از مکانِ بے مکاں بکشیدہ بار اعشق تو
جامۂ بشری بپوشیدہ۔ سراپا عشقِ تو

اس پر وہ لہ بانو مسکرا کر خاموش ہو گئی تو ہو نے یہ غزل گائی کہ ؎

رخِ تاباں پہ ترے ماہِ درخشاں واروں
لبِ رنگیں پہ ترے لعلِ بدخشاں واروں

صفِ مژگاں پہ ترے پنجۂ مرجاں واروں
درِ دنداں پہ ترے گوہرِ غلطاں واروں

زلف و کاکل پہ ترے سنبلِ پیچاں واروں
نوکِ مژگاں پہ ترے ناوک و پیکاں واروں

تیغِ ابرو پہ ہلالِ مہ تاباں واروں
کہکشاں مانگ پر اور خال پہ کیواں واروں

گردنِ پاک سے آہوئے بیاباں واروں
چشمِ نرگس پہ ترے چشمِ غزالاں واروں

ترے گلزارِ جوانی پہ گلستاں واروں
گلِ عارض پہ ترے طرۂ ریحاں واروں

قبۂ سر سے ترے گنبدِ گرداں واروں
قامتِ پاک پہ میں سروِ خراماں واروں

چاہتا ہوں بجز دم تجھ پہ دل و جاں واروں
دل ہی واروں تو بھلا کیا دلِ بریاں واروں

تیرے سر بدسے حسینانِ جہاں ہوں صدقے
بلکہ تجھ پہ سے پرستان کا پرستاں واروں

تیری ترچھی سی نظر اور یہ برچھی سی ادا
کہتے ہیں مجھ کو کہ میں خنجرِ برّاں واروں

اس نزاکت پہ قوی ہیکل و چالاک و دلیر
ہر دلیری پہ تری شیرِ نیستاں واروں

بھولے بھولے ترے رخسار ببھبو کا چہرہ
چاندسے مکھڑے پہ سیارۂ تاباں واروں

تیرا بچھ ہے بلبس بلباسس اِنّا	اُسپہ بے ساختہ غلمان و نبی جاں ادھل
عشقِ یحییٰ ہے مرا شیوۂ ازلی جانی	جانِ جاناں پہ ہر اک حسرت و ارماں واروں

یہ گاتے گاتے آواز کی طرح غایب ہوکر فونوگراف کے طور پر بجائے دل و دماغ میں منطبع ہونیکے آں بطنِ عزیزِ العظیم میں کلمتہ العلیا ہوکر مبطون ہوگیا کہ مطلق جنابِ حضرت لہ بانو کو خبر نہ ہوئی۔ وقت معین پر خلاف از قاعدۂ فطرت وہ آواز بچۂ مجسم ہوکر آغوشِ لہ بانو میں ظاہر ہوکر بولنے لگا۔ کہ زن و مرد لفسِ واحدہ سے ہیں۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں کے ذریعہ سے شاہ و گدا اچھے بُرے۔ رحمان و شیطان پیدا ہوتے ہیں۔ سب چیز جوڑا جوڑا پیدا ہوئی ہے۔ کوئی ایسی بے جوڑ چیز بھی ہو سکتی ہے۔ جس کا جوڑا ہو مگر اوروں کو نہ معلوم + جب معلوم ہو تو متعجب ہوں + مگر شانِ قدیریت کے لحاظ سے جائے تعجب نہیں + اس واسطے سب کو معلوم رہے کہ ؎

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد　　　خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

لہذا بخاطرِ لہ بانو بنامِ ماریہ یا مریم تمام عورتوں کو مردوں پر شرف ہے + اور خود کو نیست کرکے ہست کرنے والے کے خاطر سے جسکو مسیح کہتے ہیں تمام مردوں کو عورتوں پر شرف حاصل ہے + تو شرفین اپنے اپنے شرف میں مساوی ہو گئے تھے اس لئے موقع پر جسکو شرف حاصل ہو وہی مشرف ہے + مگر واضح رہے کہ مشرف ہی ہمیشہ مشرف ہوتا ہے + اگرچہ ہزار بطا کے انڈے کو مرغی سیکر بچہ لائے مگر وہ مرغی کا بچہ نہ ہوگا۔ پانی دیکھتے ہی وہ کود پڑیگا اور مرغی کے بچے کھڑے تاکتے رہجائینگے + پس میں ایسا ویسا بچہ نہیں ہوں۔ ولی عہد ہوں ؎

پھر تو یہ شہرہ ہوا بن باپ کے لڑکا ہوا	اس سے لہ بانو کے دل پرائی دھڑکا ہوا
رات دن آنسو گرے اور دل رہا بھڑکا ہوا	اِک طرف برسات تھی اور اک طرف کڑکا ہوا
ہر طرف سے اک نہ اک آواز کا کھڑکا ہوا	آفتابِ حشر نکلا نور کا تڑکا ہوا
پوچھتے ہیں سب اُسے گبر و مسلمان و یہود	اس لئے سورج چلا جاتا ہے یوں جلتا ہوا
کیا کہوں کس سے کہوں انسان ملتا ہی نہیں	جو ملا مجھ کو مجھے انسان کا دھوکا ہوا
حلمِ یحییٰ ہے کہ یوحا صبر کر پروا نہیں	ایک تو تھا اور اب بھائی ترا پیدا ہوا

بس اب اُس بھائی اور ولی عہد کا دارو دورہ مجھ صبی المہد کے بعد ہے + میں اُس کا تہ دل سے مداحِ بالخیر ہوں جو مومن ہیں وہ بھی اُسکی حمد و ثنا میں مشغول رہیں کہ اُن کا بھلا ہو تو بہتر ہے ؎

اس لئے اب حمد میں کھولو زباں　　　اُن کے بارہ میں سنو میرا بیاں

اُن کی وہ کیا ذاتِ با برکات ہے — واہ کیا سبحانہٗ کیا بات ہے
گر درختانِ جہاں خامہ بنیں — اور یہ ارض و سما نامہ بنیں
روشنائی گر ہو دریائے جہاں — اور منشی ہو دبیرِ آسماں
عرش سے مضموں اگر لائیں ملک — ختم ہوتا ہم نہ ہرگز حشر تک
گر ہو کنگھی کی طرح صدہا زباں — تا نہ ہو زلفِ ثنا اس کی فشاں
دولتِ علیا یہی ہے آسماں — دولتِ عظمیٰ ہے خالی اُسکی جاں
اَفَمَنْ کَانَ علیٰ خیرِ المقام — ہے وہی لائق کہ ہو سب کا امام
تائبونَ العابدونَ الحامدون — سائحونَ الراکعونَ الساجدون
تائباتٌ قانتاتٌ محصنات — سایحاتٌ عابداتٌ مومنات
جملہ اُس کی حمد میں سرگرم ہوں — تا دلِ سنگین سب کے نرم ہوں
خَتَمَ اللّٰہُ علیٰ الابصارِ کم — اس لئے تم ساری خوبی سے ہو گم
عشقِ روح اللہ میں غلطاں رہو — اپنی ساری آرزو اُس سے کہو
اور یہ اُس سے کہو ہر روز و شب — مجھ کو پاکی دے تو اے اللہ رب
ہر الف کی اصلیت بس دائرہ ہے — جملہ علت کیا ہے خالی دائرہ ہے
تیری دوری سے بہت بے تاب ہوں — ریگ پر جوں ماہئی بے آب ہوں
تیری دمسازی سے میں حیران ہوں — تیری گویائی پہ میں قربان ہوں
عمر گذری ساری قیل و قال میں — پھنس رہے افسوس کس جنجال میں
جہل تن میں اک بلائے جان ہے — آدمی جاہل بھی کچھ انسان ہے
اِنَّہٗ لا یَعْلَمُ مَا قد فَعَلْ — اس لئے باطل ہے اُس کا سب عمل
جو نہ روح اللہ سے عالم ہوا — وہ خدا کے پاس بس ظالم ہوا
کس طرح پھر اُسکو جانوں اے خدا — تو ہی بتلا دے کہ نالاں ہوں سدا
میں طریقِ عشق میں کھویا گیا — خود نہیں معلوم میں کیا ہو گیا
فقر و فاقہ عاشقوں کا تاج ہے — عاشقوں کا فقر ہی معراج ہے
نیت اب میری ہے میرا وصل ہو — شاخ سے چھٹ جاؤں خالی اصل ہو
پس حنا میں جانِ یوحنا کی ہے — جانِ یوحانا تک اور پنا کی ہے

ایک ہی دھن ایک ہی دھن اک دہن ۔۔۔ ہے جہان دھند میں پنہاں وہ ہن

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْہَ النَّہَار ۔۔۔ ہو گئے ابرار از پروردگار

ہے خدا کی مار ایسے شخص پر ۔۔۔ تجھ سے جو منکر ہو۔ ہے شر تر بر شر

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا ۔۔۔ عذر کرتے ہیں کہ ہیں ہم تو بدو

یَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا بِالْغَضَب ۔۔۔ اور پوچھونگا کہ اے سوء الادب

ھٰکَذَا کَانَ جَزَاءُ الْکَافِرِیْن ۔۔۔ لعنتِ بدتر ز بہرِ بدترین

قَتَلَ دَاؤدُ جَالُوتَ الْعَنِید ۔۔۔ تھا پلید اندر پلید از صد پلید

اُبْرِمُوا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْن ۔۔۔ پرسش اس کی ہو گی اکدن اندرون

اِنَّمَا اللّٰہُ یُحِبُّ الصَّالِحَات ۔۔۔ اس کو نفرت ہے زجملہ واہیات

کُلُّ سِرٍّ جَاوَزَ الْاِثْنَیْن شَاع ۔۔۔ رازِ پنہانی کی ہے یہ اطلاع

اسنتے میں یہ حکم یحییٰ سے ہوا ۔۔۔ اے تو یوحا ختم کر وہ مدعا

(حاشیہ: شریک — کیونکہ دوئی کی نفی شریک کو ہیں)

بس یحییٰ نے آگے کی حالت بیان کرنی شروع کی کہ صبی اللہ و ولی اللہ دونوں ایک ہی ہیں۔ ایک حیات اللہ ہیں دوسرے روح اللہ۔ انہیں ولی اللہ کے بارہ میں کلیم صاحب نے خبر کی تھی۔ سو وہ ولی اللہ یہی ہیں جنکو ہمارے ساتھ ہمہ آن موجود دیکھتے ہو + ان کو قبول کرو اور اب میں جاتا ہوں کیوں کہ دشمنوں نے مجھ ایسے حصور کو دولھا بنانا چاہا ہے + تو جو دولھا بنے گا وہی دلہن لائیگا + اور اب تو سہ

آچکا ہے یہ لب پہ دم میرا ۔۔۔ ہے سفر اب سوئے عدم میرا

ضعف سے ہے مری بری حالت ۔۔۔ اب تو اٹھتا نہیں قدم میرا

کوئی ساتھی نہیں مرے غم کا ۔۔۔ اس پہ روتا ہے اور غم میرا

کاسۂ حدقۂ زنِ بیوہ ۔۔۔ ہو گیا غم سے جامِ جم میرا

آنکھ کی پتلیاں مری اس میں ۔۔۔ کہتی ہیں تن بدن ہے نم میرا

روشنائی ہوئے مرے آنسو ۔۔۔ اور ہر اک پلک قلم میرا

اسقدر دل حزیں ہوں اے یحییٰ ۔۔۔ تجھ پہ ظاہر ہے سب الم میرا

مگر مومنو ہ چلتی چلات جو کچھ کہا جاتا ہے سن لو۔ م کہ میں کچھ دنوں کے بعد آؤنگا۔ اور پھر رحمۃً کچھ سمجھا جاؤنگا۔ اگر پھر بھی نہ مانے۔ تو عجب نہیں کہ پادشاہ خود ہی قہر آلودہ ہو کر چلا آئے = اور نہ معلوم کہ

کیا قہر کرے + فاعوذ باللہ من غضب الحلیم + لہٰذا صبی المہد اور ولی العہد کی حمد و ثنا میں لگے رہنا۔ ہرگز ہرگز سرکشی نہ کرنی ورنہ خرابہ ہوگا۔ دیکھو پادشاہ کے ہاں سے روحانی طور پر بلا نجٹ اور والرٹی ٹیلیگرام آیا ہے وہ تم پر ہماری بزرگی جتلانے کے لئے مجھ کو مخاطب کر کے کیا صاف صاف کہہ رہا ہے کہ ؎

قل الحمد لرب العالمین — و ہو اللہ خیر الراحمین
ولیس ربک الا انا الرب — ولا آبا لک الا انا الاب
ولا سُلّمتُ فوقک لثناءٍ — ولا سُلّمتُ فوقک لسماءٍ
بمجدٍ لا بجدٍ کل مجدٍ — وما جدٌ بلا مجدٍ بجدٍ
وانت جدک کنت مجدد — وکنت حامداً کنت محمد
ونحن نبعث خلقاً جدیدا — قل اللہ علی ذالک شہیدا
وارسلناک من قبلک رسولاً — جعلناک یقولاً وفعولاً
قل الانفال للہ تعالیٰ — لکل امتہٍ اجل مسمیٰ
رئیت کل خوانٍ کفورٍ — وما حصّل لہم ما فی صدورٍ
وتقوی اللہ خیر الزاد لتقوی — وہو یعلم السر واخفیٰ
وانک انت ذو الخلق العظیم — جمیل الذات والطبع السلیم
واکمل فی الذوات والصفات — باقرب فی الحیاۃ والممات
سلامٌ قولاً من رب رحیم — الامن کل شیطان الرجیم
محب اللہ فی الدنیا علیلٌ — وانت ہٰکذا ہذا دلیلٌ
شربت الراح کاساً بعد کاسٍ — رسلناک لایلاف اناسٍ
قل ان اللہ علام الغیوب — وغفارٌ وستار العیوب
ولم یجعلنی جباراً شقیا — جعلنی فیہ سبحانا علیا
لسان الحال افصح من لسانی — وصمتی عن سوالی ترجمانی
وحاشا ما رمیت اذ رمیت — رمی اللہ وانت ما بقیت
وما للکافرین الا خسارا — وکل کافرٍ الا انصارا
تقولون بما لا تفعلون — تعالی اللہ عما تشرکون

جعلناک لخلق اللہ قاض
قل انی سابق من السابقون
انا آت الیکم فی الظلام
یجی الموج من کل مکان
بحمد للہ وعد للہ حق
سبی الحبتہ من نار مبرد

فقل لاتنزعوا کونوا براض
وانتم حینئذ تنتظرون
من الراس السماء لنظام
یشئین شانہ فی کل آن
وعین اللہ بعد للہ حق
وخیط الابیض من خیط اسود

اتنے میں لوگوں نے یحییٰ کا کام تمام کر دیا۔ اس پر عسا نے سب سے کہا کہ اے ظالمو یہ نہ سمجھو کہ یہ مر گئے ہم ان کو اٹھا سکتے ہیں مگر مصلحت نہیں اس لئے دوسروں کو اٹھا کے اسکی تصدیق کرا دیتے ہیں چنانچہ کرائی + پھر تو سب کے سب مضطرب ہونے لگے + مگر اس نے رحم سے کہا کہ خیر ہرچہ گذشت بماضی گشت۔ اب ہماری طاعت واطاعت کرو۔ ورنہ برا ہوگا + دیکھو لوحا نے ہماری کسقدر تعریف کی ہے + لیکن اس سے یہ مقصد نہیں کہ ہم لوحا سے بزرگ ہیں جو سب سے چھوٹا ہے وہی سب سے بڑا ہے + تو جسقدر اس نے خود کو چھوٹا بتلایا اسی قدر بڑا ہے + اگر اس کا ابروئے ارادہ جنبش کھائے تو تمام عالم فنا ہو جائے۔ چنانچہ ۵

زخوف تیغ ابرو گوہر اشک است چوں دریا
لطیف الخلق کالورد ولی الزہد والتقویٰ
جہاں بان وجہاں بین وجہاں گیر وجہاں آرا
اذا ما شئت ان تحیا سعید اطیب المحیا
اگر روئش نمی بینم دو چشم چشمہ گردد
سبھی مشکل پہ ہیں قادر ہیں انکی خوبیاں نادر
سخاوت میں شجاعت میں فصاحت میں بلاغت میں
فقید المثل عادل ہیں عدیم المثل عاقل ہیں
نہیں ارض و سما نامہ درختان جہاں خامہ
نہ کچھ تعریف ممکن ہے نہ کچھ توصیف ممکن ہے
ولا ینکف ولا یقطع ولا یوجد ولا یحصیٰ
قلم کو تب کہا بے شک یہ خاموشی تری کب تک

گزاں شد سقف زریں بخیۂ مینا سپر آسا
جزیل الاجر فی الآخر جمیل الذکر فی الدنیا
جہاں دار و جہاں پرور کرم گستر جہاں پیرا
فلا تحسد ولا تحقد ولا تحرص علی الدنیا
چہ چشمہ چشمہ لولوچہ لولو۔ لولوئے لالا
اچانک ہوتی ہیں صادر ہراک اعلیٰ سے ہیں اعلیٰ
عنایت میں ہدایت میں بجملہ وصف ہیں یکتا
بجملہ وصف کامل ہیں چہ لاثانی ہیں بے ہمتا
سبھی دریا نہیں آمد زبان کالک بعلی لا
نہ کچھ تصنیف ممکن ہے فوجہ ربہ الاعلیٰ
ولا یوصل ولا یبلغ ولا ینسیٰ ولا ینہیٰ
الم نشرح لک صدرک فسبحان الذی یسریٰ

قوی بخت و قوی دولت قوی تخت و قوی صولت	قوی جثہ قوی ہیکل قوی بازو قوی اعضا
کروں گندم زبانی کیا کروں لب در فشانی کیا	ہماری خوض بیانی کیا لب گندم ہے لب اپنا
ہو الاول ہو الآخر ہو الباطن ہو الظاہر	بلا حرف بلا لفظ بلا اسم ہو یحیی

مگر سب زمین یکساں نہیں ورنہ سب میں ایک ہی قسم کے نباتات اُگتے۔ اسی طرح سب کی طینت برابر نہیں۔ کسی کی طینت کی یہی تاثیر ہے کہ اچھا کو بُرا اور بُرا کو اچھا اور تا زوبطا اور فارقلیط کو یکساں سمجھا کرے + اس کو کچھ خبر نہیں کہ سفلیٰ و علوی میں تغایر مستدعی ہے اور الٹا واہیات دلیلیں پیش کرتا ہے + آبِ رواں کے طاقہ سے ببول کے درخت کو گرانا چاہتا ہے + اس واسطے مُنہ سے بدبات نکلتی ہے + کہ وہ بھی حکمت سے ہے + کیونکہ اگر کوئی فرشتوں کو غضباً نا آدمی کا بچہ کہہ کے مخاطب کرے تو وہ اسی طرح ناراض ہونگے جس طرح تم لوگ سور کے بچے کہے جانے سے ناراض ہوتے ہو + مگر دونوں کی ناراضامندی غلطاً نا ظہور پذیر ہے + زیرا کہ ہمارے جیسا اُن کو ان لفظوں سے یاد کرنے والا بلا حکمت جھوٹ موٹھ کا نہیں یاد کریگا + وہ اس سور پر کہ ہم جو تم کو حرام زادۂ وسؤر کا بچہ وغیرہ کہہ کے مخاطب کرتے ہیں اُس کا سبب یہ ہے + کہ جس چیز سے تمہاری صورت وسیرت ملتی ہے اس سے بطور جائز منسوب کر کے مخاطب کرتے ہیں۔ دوسرے اُن جانوروں کی روحیں ترقی کر کے اس جامہ میں آتی ہیں۔ اس لئے ایسا کہتے ہیں مگر جس طرح تم کو ایک چیز کا علم ہوتا ہے دوسری چیز کا نہیں اُسی طرح یہ سمجھ لو کہ مجھ کو سب چیز کا علم ہے۔ اُس کے مطابق کہتا ہوں۔ ہرگز جھوٹ نہیں کہتا + چوتھے یہ ایک طرح کی سرزنش ہے کہ تم بُری باتوں سے باز آؤ + لہذا یہ بجز ہمارے کسی کو مجاز و اختیار نہیں کہ کسی کو حرام زادہ وسور کا بچہ وغیرہ کہہ کے مخاطب کرے + سخت بد زبان سمجھا جائیگا + یقیناً واجب التعزیر ہوگا + اس کے علاوہ ذرا غور کرو کہ کسان غلہ کے لالچ میں گرمی و سردی کی برداشت کرتا ہے + پاسبان رات بھر جگتا ہے + اگر تم نے حصولِ تعلیم و نعمت میں ہم سے یہ سخت و سُست سُن کے برداشت کیا تو ہم پر کیا احسان کیا + مگر چونکہ تم خود سے جاہل اور دوسرے سے ڈبل جاہل اور اللہ سے ایک دم کافر ہو اسلئے بُرا ملنتے ہو۔ اپنی خودی پر قابض نہیں ہو + اس واسطے کمزور ہو + پس بدی اپنی طرف کھینچ لے جاتی ہے + کہ دونوں ایک ہو جاتے ہو + جس پر میں سخت و سُست کہتا ہوں۔ تاکہ تمہارے دل پر سخت صدمہ پہونچے کہ خون اونٹ کر کثافت کو نکالے + اور تم کو رنجش سے خدا کی طرف یکسوئی اور توجہ پیدا ہو۔ کہ اے اللہ تعالیٰ بدبات کہنے والے کو ایسا ویسا کر دے کہ اس دعاء و تضرع

سے تم میں کسی قدر صفائی پیدا ہو کہ خدا کی رحمت ظاہر ہو۔ جس سے تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہاری بددعا سچے ہادی کے حق میں کارگر نہ ہو گی + اُس نے تعلیم و بھلائی کے لئے سخت و سُست کہا ہے۔ کہ شائد تم رجوع ہو کر اُسکی روح القدس میں فنا ہو کر روح اللہ میں فنا ہو جاؤ کہ تم کو معراج حاصل ہو + کہ شعر ہذا کا مصداق صادق آجائے کہ ؎

به عنبر فروشاں اگر بگذری
شود جامۂ تو ہمہ عنبری

اس واسطے بد بات کہنے والا بَری ہے + تو بیچارہ یوحنا نے کچھ نہیں کہا تھا مگر تم نے اُن کے ساتھ بدسلوکی کی پھر اس پر تم بھلے مانس کس طرح کہے جا سکتے ہو۔ لیکن خیر ؎

چلے آؤ یہ ہیں دو نگا یہ تم دو
نہ تم دو یا نہ میں دوں ایک ہو کر

جو ساڑھے پانچ وے ساڑھے ہی پانچ
مگر گیارہ عدد ہیں دونوں مل کر

ولیکن کچھ نہیں باقی رہا اب
یہ ہیں داد و ستد دونوں برابر

عمل گیارہ کا بس جاتا رہا سب
یہ ہیں دو نگا انا الحق ہے سراسر

دُنیا پہ علیا سوار ہے اور اُس پہ ہم اس طرح سوار ہیں جس طرح ؎

اس آسمان پر مہِ تاباں سوار ہے
اُس پر جو ہے سو مہرِ درخشاں سوار ہے

اُس پر ترا تصورِ جاناں سوار ہے
اُس جاں پہ رات دن مرا ایماں سوار ہے

ایمان و جان و راکب و مرکب وگر نہیں
سب ایک ہی ہیں ایک میں پنہاں سوار ہے

پھر کیا رہا بجز اُسی بس اک سوار کے
اب اس جگہ پہ خود ہی وہ حیراں سوار ہے

حیرت کے درمیان یہ معنی نہاں رہا
بس محویت میں حسرت ارماں سوار ہے

بخلاف اینکہ تم پر موت اور اسکے اہل کار بنام امراضِ گوناں گوں سوار رہتے ہیں۔ تم اُن پر قابو پاکے نہیں سوار ہوتے۔ کہ ظاہری و باطنی بیماری سے پاک ہو جاؤ۔ بندۂ گندہ نہ بنتے رہو + کیا نہیں جانتے کہ بندہ پانی گندہ ہوتا ہے اور بہتا پانی زلال ہو نیکے علاوہ ہزاروں کام کرتا ہوا ایک طرف سے دوسری طرف نِکل جاتا ہے + چنانچہ اگر کھیتوں میں سے نکلا تو ہریالا کر دیا + باغوں میں جا پہونچا تو پھلدار بنا دیا + اوپر چڑھا تو سحاب بن گیا + باران بن کے نیچے اُترا۔ تو اقلیم عقیم و ارضِ بیضا کو خضرا کر دیا + ریتلی جگہ سے نکلا تو شحمت الارض و سمارغ پیدا کر دیا + پہاڑ کے اندر گھسا تو مہتہ الاحجار پیدا کر دیا حافۃ النہر سے گذرا تو گھونگھے پیدا کر دئے + اگر کسی نے چھاتی پر کشتی و جہاز رکھدیا تو بلا عذر اُٹھا لیا + آرہ کشی کراؤ یا چکی پسواؤ سب کام بڑی رقت و آبداری کے ساتھ ان کو منزلِ مقصود پر پہنچا دینے کو

تیار + زمین و آفتاب سب کی پیاس بجھاتا ہے + سب کی پرورش کرتا ہے + اختر بختر کو ڈھونڈا کر کٹ صاف صوف کرتا ہوا ۔ امانت داری کے ساتھ اُن کو منزلِ مقصود پر پہونچا دینے کو مستعد رہتا ہے + اپنے تمام ذرات اور برف وغیرہ کے ساتھ ایسا چمٹا ہوا رہتا ہے جیسے پارہ ۔ کہ اس سے اِس طرح ثلاثی مجرد کا سبق حاصل ہوتا ہے جس طرح گلِ داؤدی اور گلِ اضحیٰ سے کہ ایک ہی جنس اور ایک ہی درخت سے ہزار ہا رنگ کے پھول پھوٹتے ہیں تو اُسی آب و گل کی طرح یوحا کی حالت ہے + کہ وہی حقیقی آبِ حیات تھا اور ہے + پانی کی طرح سیاح رہا + دن رات رونا رہا + حقیقی کسان بنا مگر تم اُس کو کافر کہتے رہے + اُس نے اپنا خون بٹایا + سب کو خوشنما رنگین بنایا ۔ کہ یہ سب پانی ہی کا کھیل ہے ۔ پھر وہ کسی رنگ کا ہو + سرکہ ہو یا عرق ۔ مٹی ہو یا خون + پانی کا چال چلن سیکھو ۔ کہ روح و رحمت کی عادت ہو + جو روح و رحمت دیتا ہے بڑا رحیم ہے + وہ صرف یوحا کی شان تھی + یوحا کچھ نقصان یا نیست نہیں ہوا ہے + برف کتنا ہی وزنی ہو پانی میں نہیں ڈوبتا + بلکہ پانی سے پلجاتا ہے + اور وسعت قبول کر لیتا ہے + پھر وہ تو یوحا ۔ آبِ حیاتِ حقیقی اور حیات اللہ ہے اُس کے مرتبہ کو بھلا پوچھنا ہے + تو جب تک کوئی کسی کو بڑا نہیں پالیتا ہرگز بڑا نہیں قبول کرتا اگر بے ایمان ہے تو بڑا قبول کر کے اقرار نہیں کرتا ۔ اور دل اُس کا اقرار کرنے کو مجبور کرتا رہتا ہے + تو ہم تمہاری طرح بے ایمان نہیں کہ یوحا کی بزرگی کا اقرار نہ کریں + اور ہم دونوں دو نہیں ہیں بالکل ایک ہی ہیں + اس واسطے یہ یوحا بنامِ روح اللہ تمہارے پاس موجود ہے + مگر تم کو ہماری بو اسی طرح نہیں محسوس ہوتی جیسی یوحا کی نہیں ہوتی تھی اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ اگر کوئی بڑی چیز کو بہت ہی چھوٹی دیکھے تو اس طرح متعجب ہوگا جس طرح چھوٹی چیز کو بہت ہی بڑی دیکھنے میں ہو سکتا ہے جیسے اگر فیل ۔ مور کے برابر ہو یا مور فیل کے برابر ہو تو سب کو تعجب ہوگا رفتہ رفتہ تعجب کم ہو جائیگا ۔ اور اس طرح ظاہر ہونا کچھ مشکل نہیں بہت اونچے اور دور سے ہاتھی کو دیکھو تو بہت ہی چھوٹا نظر آئیگا ۔ اور دوربین اکبر نما سے مور کو دیکھو تو بہت ہی بڑا نظر آئیگا + یہ سب ایک قسم کی نظربندی ہوئی ۔ اسی طرح تمہاری چشمِ بصیرت کی نظربندی ہو گئی ہے جس سے ہماری بزرگی تم کو خردی اور ہیچ ترین معنی میں نظر آتی ہے + پس تم ہماری بزرگی سے بہت دور پڑ گئے ۔ مگر اُس روز ظاہر ہو جائیگی جس روز کو میں جلتا ہوں + لیکن واضح رہے کہ

جس دم یہ نورِ غیظ میں آگر نمود ہو	برسائے سمجھو آگ بڑا انقلاب ہو
دہشت سے لوگ ہیضہ میں ایسے ہوں مبتلا	گھر بیٹھے بے دوا کے ہر اک کو جلاب ہو

توپ اور منجنیق تو کیا بلکہ سب سلاح
پھر بھی مقابلہ کی کسی کو نہ تاب ہو
وہ آفتاب کیا ہے وہ ہے غرب کس طرف
مطلب غریب سے ہے جو غربت مآب ہو
ہیں منتظر ہوں بلکہ سبھی منتظر رہیں
ہر دم دُعا خدا سے ہے وہ دن شتاب ہو
لیکن یہ جانتا ہوں کہ جب تیغ کھچ گئی
تو بہ بھی پھر کسی کو نہ کرنے کی تاب ہو
جب تک نہ میرے ہاتھ سے ہو قتل عام سخت
سمجھو لبقولہ نہ حساب و کتاب ہو

تو وہ وقت آنا چاہتا ہے + بُروں کی بُری گت ہوگی + بُرے وہی ہیں جو خبیث نبیث اور رئیس بئیس ہیں + نہ کہ انیس نفیس + آدم کا شیطان آدم کے ساتھ گیا + تمہارا شیطان تمہارے ساتھ ہے + تم باہم لُبینی اور لُبیّا منتشر و منتشار ہو + مگر آفتاب بلا رعایت سب پر یکساں پرتو فگن ہے۔ جس میں جیسا مادہ ہے اُسکے مطابق گرمی قبول کرلیتا ہے۔ جیسے چاندی پہلے گرم ہو جاتی ہے اور تانبا اُس کے بعد اور مٹی سب سے آخر میں اور شیشہ تو آفتاب ہی کو خود میں کھینچ لیتا ہے + تو تمہاری طینت ایسی خراب ملعون ہے کہ کسی خوبی کا اثر نہیں قبول کرتی تم اپنے مالک سے باغی ہو گئے ہو۔ جس وجہ کر ایسی سخت باتیں سنانے کی ضرورت پڑی ہے ؎

ورنہ کچھ مجھ کو اختلاج نہیں
اور بق بق کی احتیاج نہیں
تم سمجھتے ہو سیر اراج نہیں
شہ تو ہوں اور تخت و تاج نہیں
بُرد باری میں چست دیکھتا ہوں
فضل سے اپنے بدمزاج نہیں
اس قدر میں نے انکساری کی
تم کو ذرہ بھی اس کی لاج نہیں
عقل کس جانور کو کہتے ہیں
عقل کا تم میں کچھ رواج نہیں
اک سرے سے ہو سب کے سب احمق
جز غضب کے کوئی علاج نہیں
اب اگر ہم غضب سے کام کریں
کچھ شکایت کا اُس میں کاج نہیں
خود تو فاقہ کشی کی کوشش کی
اُلٹے کہتے ہو اب اناج نہیں
حکم یکجہی سے تھوڑے دن چپ ہوں
کل سہی خیر کل ہی آج نہیں

مگر کل اور آج ہمارے یہاں سب یکساں ہے۔ آج اور کل اسی طرح دو نہیں ہیں جس طرح روح و حیات تو وہ بھی ایک ہے میں بھی ایک ہوں = اور سب کے سب ایک فرد ہیں کچھ سب فرید الزمان ہیں + مگر جو شیطان کی فردانیت میں فنا ہے وہ ملعون ہے + اور جو وحید کے وحدانیت احدیت میں فنا ہے۔ وہ نون و مسنون ہے + اُس سنون کی کیسی حالت ہے کہ جیسی

لوح بلور کی جو ہاتھ بھر و بازت سے زیادہ دبیز ہو جس کا کنارہ سیاہی اندوہ ہونے کے سبب سے اجزائے اثیریۂ و نوریہ کو متحرک ہو کر تختۂ بلور وار پار جانے سے روکتا ہو۔ تو ملعون فردانیت والے شیطان ظلمانی ہیں جو انتشارِ انوار میں مزاحم ہوتے ہیں۔ کہ آخر میں نورالحق اُن کو نیست کر دیگا۔ پس اُس نورالحق کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ ؎

اے خدا بخش دے جہانِ فراخ	تاج و تیغ و سپاہ و شاہی کاخ
کیا کہوں حال وقت بے بائید	دل ہے اک اُسمیں لاکھ ہیں سوراخ
اصل وحدانیت کا دیمک ہوں	ہے اُسی اصل کی شریعت شاخ
کونپلیں اُس کی وحدہٗ کہکر	سر برآمد ہیں از زمینِ بہ فراخ
بکریاں گر یہ چاہیں چر جائیں	زہر سمجھیں نہ سمجھیں اسفاناخ
دشمنانِ جہان جل بھُنکر	اپنی ہی جان کے بنے طباخ
تھرتھرانے لگے ہیں سب دیول	الاماں کی صدا ہے از دیو لاخ
میں تو یحییٰ کے بل پہ نازاں ہوں	اور یوحا کو تھا اُسی پہ کماخ

تو میری جو ازلی وابدی عمر ہے کہ ہمیشہ سے حی القیوم ہوں خود اپنی ذات کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یوحا جس پر بھروسہ کرتا ہے یعنے خود اپنی ذات پر وہ بالکل حی القیوم ہے اُسکو ہرگز فنا نہیں کہ تم کو یہ خیال ہو کہ تم نے اس کو مار ڈالا یہ سب تمہارا خیال غلط ہے + کیونکہ یہ سفلی جان اور حیاتِ الدنیا کچھ مال و متاع نہیں یہ محض ردی المطاع ہے۔ جان سے بھی بڑھ کے بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی چیزیں ہیں جن سے جان کی قدر ہوتی ہے ورنہ جان کیا۔ یہ سب تو ایک بچوں کا کھیل ہے۔ کہ مٹی کا کھرونداِ بنایا اور مٹا دیا چنانچہ غور کر کے دیکھ لو کہ عام طور سے جو تمام کائینات میں جانیں بھری ہوئی ہیں وہ سب کیا ہیں کہ کسی محض مطلق العنان قدرتِ قدریہ کے تاثیر ہستی سے جو ایک لاشئے چیز نیسی کے عالم سے اختیاراً عالمِ وجود و شہود میں ظاہر ہو کر مختلف مادہ ظاہر کرنے پر مقرر کر دی گئی ہیں۔ وہ ہیں جن کو نظامِ قدرت۔ مادہ اور خودرو وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہ ان ہی کے عناصر باطنی ضابطہ کے مطابق مجبوراً ربط و ضبط قبول کر کے ایک گرما گرم لطیف اثر بنامِ بخار ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ جس سے حرکت کی وجود قائم ہو جاتی ہے + پھر وہ حرکت ساکنہ ہو یا حرکتِ متحرکہ + سب حرکت میں شامل ہیں۔ کہ ان سب نقل و حرکت

کو قوتِ مقیدہ بنامِ زندگانی کہتے ہیں۔ جن کے مختلف انواع ہیں کہ ہمیشہ ایک عنصر چھوڑ کر دوسرے عنصر میں سرایت کرتی رہتی ہیں + کہ ایسی حالت میں بندگی سے چھوٹنا محال ہے + کیونکہ جس مادہ میں یہ مادہ ہو کہ بے شان و گمان از خود تمام عناصر کو کتمِ عدم سے مہیا کر کے ایک قلیل المقدار وجود میں مجتمع کر کے اُس میں تاثیر الموہوم کے طور سے رہے۔ اور جب نکلے تو سب عنصر کو غائبانہ طور سے بزورِ تاثیر اپنے اپنے جنس میں ملوا دے۔ اور جیسے پہلے پوشیدہ تھی اسی طرح پھر پوشیدہ رہ کر اور کام انجام دیتی رہی تو وہ نیست کیونکر ہو سکتی ہے۔ کہ عدیم الوجود سمجھی جائے بلکہ نادر الوجود کہنا چاہئے تو بغیر متابعت کسی کے کوئی چیز خود بخود متحرک نہیں ہو سکتی نہ بغیر اتصال دو کے تیسرا ہو سکتا ہے۔ مگر جس نے یہ اثر رکھا ہے کہ دو کے اتصال سے تیسرا ہوا کرے تو وہ بن اتصال کے پیدا کر سکیگا وہ اگر چاہے تو اپنے قاعدہ و قانون کا بھی پابند نہیں ہو سکتا + کیونکہ۔ وہ تمام عوالم کی طرح قید و بندہ نہیں کل حال نہیں کہ خود رو ہونے کے بھی قیود و غیرہ میں قید ہونیکے سبب سے محسوس بالوجود غیرہ ہو سکے۔ اس لئے وہ فوق الفوق اور وری الوری ٹھیرا۔ اور ماسواہ قید و بندہ اور ہرگز ہرگز خود رو نہیں کہ بقا کہا جا سکے۔ بلکہ جسنے بندہ کیا ہے وہ آزاد بھی کر سکتا ہے۔ تو وہی بندۂ بندگان محض جانِ جاناں (یوحا) ہے۔ اسکے جان روی المطاع جان سے نہیں ہے۔ ناممکن الفہم حی القیوم ہے + وہ کب مر سکتا ہے + مگر گھومنے والا سب کو گھومتا دیکھتا ہے + تو ہر ذیجان ایک حد تک خود سر بنا دیا گیا ہے اپنی خودسری سے جو چاہئے سمجھے + جیسے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ سمجھا کرتا ہے + اور اُسکے اختیارات وہبیہ میں مداخلت بیجا نہیں کیا جاتا + جب تک وہ خود رجوع نہیں ہوتا۔ تو اب سب کو اختیار ہے کہ جو دل میں آئے کرے + مگر میں سب سچی بات کہتا آرہا ہوں۔ اور کہدیتا ہوں کہ وہ یوحا مجھ میں ایسا سمایا ہوا ہے جیسے روح اس جامۂ عنصری میں یا جسطرح کانسہ پیتل کے برتن سے آواز نکلتے وقت اگر کوئی اس کو مس کر دیتا ہے تو اُس مس کرنے کی گرمی اس آواز کو خود میں اسرار اجذب کر لیتی ہے۔ کہ اُسی وقت آواز موقوف ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی نور یوحا محض منقطع غیر منعکس ہے + مگر جو چاہئے اُسکو زیبا ہے + ہزار ہا طرح کی گرمی پیدا کر دے یا ہزار ہا طرح کی سردی۔ اور تلوار میں یہی خاصیت رکھے کہ دوست و دشمن اور مالک کی گردن یکساں سمجھے بندوں پر پھٹکار نازل کر دے۔ نظر بند کر دے کہ مالک کو پہچان نہ سکیں۔ اور سچے طور سے مجرم ثابت کر کے جہنم داصل کر دے۔ اُسکو اختیار ہے۔ اُس کا ڈر سارے ڈر و نکا اللہ ہے جن کے دل میں اُسکا ڈر ہے + اُس دل میں کسی کا ڈر نہیں سماتا۔ مگر میں تمکو رحمتہً یہ سمجھاتا ہوں کہ نہ ڈرو وہ بڑا رحیم و کریم ہے معاف کر دیگا اگر نہیں معاف کریگا۔

تو میں عساء و شفاعت کرونگا ؎

دفا کنیم و جفا می کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقتِ ما کافریست رنجیدن

مگر تم سریع الغلوان نہ ہوجاؤ + یہ نہ کہو کہ فنافی اللہ اور فنافی الجنم اور فنافی الموت اور فناء الفناء سب یکساں ہے + بایک دگر اکل و ماکول ہو جائینگے + کیونکہ تم اس سے عالم نہیں + اگر ایسا کروگے تو پھر تمہارے پاس کوئی نبی الخباثت اور نبی الضالالت وغیرہ آکے اور اچھی طرح گمراہ کردیگا تا لہ واجب التعزیر قرار پانے کے سبب سے کوئی نبی القزاق والبدو آکر لوٹ مار۔ ڈکیتی۔ انفال و غنیمت و جہاد و خونریزی وغیرہ کی مشاقی سکھلا دے کہ روح و رحمت اور روح القدس سے محروم رہجاؤ۔ کہ آخر میں عدلاً تمام عالم کی سزاء ہو۔ تو یاد رہے۔ کہ قزاقی و دجالی و شیطانی و بدمعاشی۔ حرام زادگی اور پلیچ طوری۔ ارضی و سماوی شمسئ و قمری جنتی و جہنمی۔ سفلی و علوی جسمانی و روحانی۔ یکتائی و دوتائی۔ ازلئ و ابدی محالئ و امکانی۔ خدائ و خدائی ان سب کاموں کے انجام دینے کی کسی میں قدرت نہیں۔ مگر اُسی یوحا میں کہ وہی سب کام سرانجام کو پہونچا سکتا ہے ؎

این ہمہ از عکسِ روئے پاکِ او گلنار شد
بوستاں شد باغ شد فردوس شد گلزار شد

مارِ زلفِ عنبرینش بہرِ صیدِ جان و دل
طوق شد زنجیر شد ہم حلقۂ زنار شد

اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر خار ہو تو گل کے ساتھ رہو اُسی سے خود کو منسوب کرو + دوسرے سے منسوب نہ کرو۔ کہ خوار ہوجاؤ + بیمار کی تحویل و برگردانی بجانبِ صحت ہونی چاہیئے نہ کہ مرض کی طرف + اے حققا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ تم کو بچانا چاہتا ہوں کہ قارورۂ کائنات بگڑنے نہ پائے + ستم بدرجہ اتم تم پر ختم نہ ہو + مگر غضب تو یہ ہے کہ ؎

عادت کے مطابق یہی کہدیتے ہو مجھ کو
بادل جو گرجتا ہے برستے نہیں دیکھا

اور میں جو یہ کہتا ہوں یہی تم کو کہوں گا
نیکی کے لئے بد کو ترستے نہیں دیکھا

گندے جو یاں رہتے ہیں کثافت میں ہمیشہ
بر فرشِ خلا شہر کو بستے نہیں دیکھا

گو تختِ رواں اور پرندوں سے ہو آباد
پھندے میں خلا کے کہیں پھنستے نہیں دیکھا

تاج و علم و زین و کمر لشکر و کشور
بازار میں بکتے ہوئے سستے نہیں دیکھا

شمشیرِ دو ابرو کے ہو کشتہ زرہِ فسق
یہ تیغ ہے کیسی جسے کستے نہیں دیکھا

کس مارِ سیہ زُلف کے حلقہ میں پڑے ہو
جز اسکے کسی مار کو ڈستے نہیں دیکھا

تشبیہِ دو ابرو کے تفکر میں نہ مرجاؤ
عاقل کو یمِ خشک میں دھنستے نہیں دیکھا

اللہ کا باطن میں عمل جس نے کیا ہے   آتش میں کبھی اُسکو جھلستے نہیں دیکھا
بلکہ آتش خود اُس کے تصور سے جھلس جائے۔ جیسا کہ کسی وقت میں ہوا۔ بلکہ ہوتے دم جس وقت
لوگوں نے اُسکی طرف وہ پتھر پھینکا جو عمارت کے لائق نہیں سمجھا گیا تھا۔ تو اُس پتھر نے اپنے
باطنی قانونِ منہاج ومناسک کے مطابق اُس پر گرنے سے پناہ طلب کی جس وجہ کر ایک ایسے
مذہبی عمارت کا نکڑ قرار پایا کہ مدتہا مدت تک ایک عالم کے لئے قبلہ گاہ بنا اور ہمارے جانے کے بعد تاآمدِ ثانی
بنا رہیگا + گویا میں ہی نے اُسکو سرفراز کیا ہے۔ اور میں ہی اُس کو سرانداز کرونگا۔ کہ اسکے سبب سے ساری اقسام کے
پتھروں کو معراج ہو چکا + ہر ذرہ کائینات کے معراج کے بعد میں اپنا اعلانیہ معراج ظاہر کرونگا + اور فضلی وعینی
کوئی بات محال نہیں + پھر یوحنا اور ہمارا ایک ہونا کس طرح محال ہو سکتا ہے۔ آزاد۔ سرو۔ صنوبر۔ شمشاد۔ کیلا۔
پودینہ کے اب و ابن و ام پر غور کرو کہ سب کچھ خود ہی ہے پھر اب و ابن ام کچھ نہیں رکھتا۔ یہی حالت
قریب قریب نئے اور نیشکر کی ہے + دبیہ گھاس کہ نباتات میں بہت ہی منکسر ہے سب کے
زیرِ پا ہوتی رہتی ہے۔ مگر انسان وحیوان میں محبوب ومرغوب ہے۔ حیوان کے لئے مقوی وبہی و
مصفی ہے اُس سے جو دودھ ہو تو انسان کے لئے بھی مقوی وغیرہ ہے + زمین سے پہاڑ پر چڑھ
جاتی ہے۔ کہ سب نباتات زیر ہو جاتے ہیں پھر نہ پھول ہے نہ پھل ہے نہ تخم ہے گویا اب۔
ابن۔ ام کچھ بھی نہیں سراسر اصل الاصول ہے یہی حالت ناگ بھنی کی ہے کہ سراسر اصل الاصول
ہے۔ یہی حالت باندرہ کی ہے جو درختوں پر ہو جاتا ہے ان سب سے زیادہ تعجب خیز امربیل ہے
جو اکثر بیر کے درخت پر ہوتا ہے۔ کہ بے برگ وبر بے اصل الاصول تمام پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح
بحری وہوائی نباتات ہیں + بڑ کے درخت کو دیکھو کہ کتنا بڑا عظیم الشان اور محیط المکان ہوتا
ہے مگر ننھے سے تخم میں پوشیدہ رہتا ہے + بڑا ہونے پر سب کو آرام پہونچاتا ہے۔ کوئی اُس کے
سائے میں بیٹھتا ہے۔ کوئی اُس پر آشیانہ بناتا ہے + دیکھو کیسا خوبصورت برگ وبر رکھتا ہے۔ بلاچم و
و گوشت و پوست واستخوان و پستان سراپا دودھ سے لبریز ہے + پتوں سے سانس لے رہا ہے +
چھال کا لباس پہنے ہوئے ہے + بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہے + جس کو بروھ کہتے ہیں جو جڑ
سے مِل کے جڑ ہو جاتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اس اصل الاصول کا اسی طرح دودھ رہا کرتا ہے + اور
بے محنت ومشقت اوجاڑ جگہوں میں بھی از خود پیدا ہو جاتا ہے + اس سے یہ سبق حاصل ہوتا
ہے کہ پھل پھول۔ تخم رکھ کے بھی سراپا اصل الاصول بنا ہوا ہیچ ہے + پس ارنڈ کی طرح اب
وابن وام تینوں کا جدا جدا ہونا بھی ممکن ہے اور اکٹھا ہونا بھی ممکن ہے جیسے پہلے تھے +

توجب پہلے تھے تو بعد بھی ممکن ہے + اور جدا ہو کر اسی آن میں اکٹھا ہونا بھی ممکن ہے + پھر اسی وقت نیست ہو کر
برقرار رکھنا بھی ممکن ہے + اور یہ سب قائم رکھ کر سب سے بری رہنا بھی ممکن ہے۔ کسی جگہ بے نشان و
گمان پیدا ہو جانا بھی ممکن ہے + مگر کوئی فقط کلوخ اندازی پر قادر ہے کوئی پھیلکر اسی وقت روک
دینے پر بھی قادر ہے + مگر سب چیز کی بنیاد ضرور ہے + وہی بنیاد اب و ابن و ام یا اقنوم سے یاد
کی جاتی ہے + پھر وہ بخار ہو۔ یا تاثیر ہو۔ یا کوئی ابتدا ہو یا اُس ابتدا ہونے کا سبب ہو یا سب کا
سبب الاسباب و علت العلل اور اصل الاصول ہو پس وہی یوحا حیات اللہ ہے جو مجھ میں ہے
یعنے عین میں ہی ہوں اس لئے اپنا اور سب کا خود ہی اب و ابن و ام اور اقنوم ٹھیرا سب مجھ
سے منسوب ہوئے + مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتا اس لئے بہت سی مثالیں دیکر سمجھا چکا ہوں۔
اور سمجھاتا ہوں کہ اب تم یوحا کو مُردہ نہ سمجھنا۔ مجھ میں موجود ہے اور میں ہی سب کچھ ہوں + دیکھو
ہماری کیسی شانِ کبریائی ہے کہ خود کو کس طرح اللہ اور روح اللہ اور حیات اللہ یوحا اور عسا
ابن و ام جدا جدا اور اکیلا بناتا ہوں + اور کس طرح نونی مٹی سے شورا اور شورا سے بارود بنواتا
ہوں + ہرے بھرے نباتات سے گلہائے رنگا رنگ پیدا کراتا ہوں۔ کہ اُس سے عطر و روغن
رنگ اور کارچ۔ گوند۔ ربر۔ کافور۔ طباشیر۔ روئی۔ لباس۔ گرمی۔ آتش۔ انقباض و انبساط۔
قوتِ حیات۔ موقع پر زہر اور موقع پر تریاق پیدا کراتا ہوں تاکہ تم ان سے سبق سیکھو + موقع
و محل پر ان سے کام لو + سبق یہ سیکھو کہ ان کے بہت سے اقسام ہیں ان میں فلاں فلاں
تاثیر و خاصیت ہے + ان کے مثال سے بہت سی باتیں سمجھ میں آتی ہیں + ان سے کس
کس طرح فائدہ اُٹھا سکتے ہیں + ان سے کیا کیا سبق حاصل ہو سکتے ہیں + ان کا کون سا دشمن
ہے جس کے پاس رہنے سے پھول پھل نہیں لا سکتے + ان کا کس کس درخت سے قلم لگانا
وقت کے لحاظ سے مناسب ہوگا + بادی و نفاخ وغیرہ کیونکر ہو جاتے ہیں + اُن کی عارضی صفت
کیا ہے اور اصلی صفت کیا ہے + ان کے منہاج و مناسک کیا ہیں؟ ان کی عمر طبعی کیا ہے؟
ان کی سوانح عمری کیا ہے؟ یہ کب بالغ ہوتے ہیں اور کب قریب الفنا؟ جس سے معلومات
میں وسعت پیدا ہوتے ہوتے علم حیوانات تک رسائی ہو جاتی ہے رفتہ رفتہ روح اللہ فھوانا تک گویا مجھ
تک رسائی کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ مگر بہ دیر ہے + تمام عالم کی جان لینے پر اُس کا تصور کچھ فائدہ بخش
نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ صرف سائنس میں ترقی ہو اور ایک مدور دور و تسلسل کے حلقہ و سلسلہ
میں چکر کھاتے رہو + اس لئے مستقل ہمارا تصور کرو چنانچہ اسی واسطے ہم مجسم ہو کر آئے ہیں + مگر اس

وقت شان ولی عہدی کی ہے + کہ پادشاہ نے مجھ کو ولی عہد بنا کے بھیجا ہے + مگر تم یہ سمجھ لو کہ جس طرح
اوپر مثالیں گذریں کہ ایک نباتات میں بے شمار چیزیں بھری ہوئی ہیں اور ایک عالم میں لاتحصیٰ ولاتعد اور
ایک قطرہ میں ہیکلِ انسانی اور اُس میں جان اور جان میں قابلیت کہ اس بنا پر سب چیز کا ہونا ممکن
ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے اِنسان علوی و رجال الغیب کا ہونا ممکن ہے کہ متولد از شکم ہو کر
اپنا کر توت ظاہر کرے اور نہ معلوم باطناً اُس میں کیا بھرا ہوا ہو + جب پیدا اور ناپیدا ہونا ممکن ہے تو
سب ممکن ہے + چنانچہ پھر مثال پر مثال دی جاتی ہے + کہ صبر جسکو تم کڑوا سمجھتے ہو وہ تمہارے ذائقہ
کے آگے کڑوا بنایا گیا ہے ورنہ درحقیقت کڑوا نہیں چنانچہ اگر کڑوا ہوتا تو اُونٹ نہ کھاتا اُسکے ذائقہ
کے آگے بالکل شیریں ہے + یہی حالت ہماری ہے مگر دیکھو کہ صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد +
اس لئے بے محل ہمارے یا کسی چیز کے نیستی کے درپے نہ ہو جاؤ۔ اس کا وبال و نکال تم پر آ کے
پڑیگا کہ تم خود نیست ہو جاؤ + پس ہم تو نیست نہیں ہو سکتے مگر اور چیزوں کے نیستی کے بارہ میں بیان
کیا جاتا ہے + کہ بے موقع و بے محل نباتات کو اُسکی جگہ سے نہ جدا کرو + اُس سے جاندار کو نقصان پہنچتا
ہے + کوئی اُس سے میوہ کھاتا ہے + کوئی اُس پر آشیانہ بناتا ہے + کوئی اُسکے سایہ میں بیٹھتا ہے
لیکن ضرورت کے وقت البتہ روا ہے + مگر لو کاٹ۔ آلو بخارا۔ کھرنی اور چکوترے وغیرہ کی جگہ دگر
درختوں سے کشتی چوکی وغیرہ نہ بناؤ۔ یہ سب نباتاتی جرم ہے + اگر نباتات مجرم ہوتے ہیں تو فطرت
سے اُسکی سزا ہو جاتی ہے + برسات میں غسل دئے جاتے ہیں + مگر سالانہ ڈرس نہیں دیا جاتا ہمیشہ
کے لئے برہنہ کر دئے جاتے ہیں + زیادہ مُجرم ہوتے ہیں تو اُن پر بجلی گرائی جاتی ہے + اُن کو ٹکرا کر
انگار نکلوا دی جاتی ہے کہ خاک و سیاہ ہو جائیں + اُن کے حق میں آبِ رحمت بے فائدہ اور فضول
ہو جاتا ہے + جیسے ہم تمہارے سامنے ہو رہے ہیں + مگر غیر مجرم نباتات مختلف الالوان و خوشگوار
یہ آبِ واحد ستقی ہو کر منبت ہوتے ہوئے پنکھا کرتے رہتے ہیں + اور سب بشکلِ دگر۔ یہی حالت نیکوں کی
ہے + ان سب کی حالت دفترِ قدرت میں مع پیدائش و اموات وغیرہا مندرج ہے + کوئی اس میں
خاردار ہوتے ہیں گو یا وہ نباتاتی پاسبان مسلح ہیں کہ باغوں کی حفاظت کریں۔ کہ وہ اچھی طرح پھولیں
پھلیں۔ تو واضح ہو کہ جو میوہ جس موسم میں کھانے کے لائق ہے اُسی موسم میں پھلتا ہے اگرچہ گرمی کے
موسم میں گرم میوہ ہو لیکن اُس میں خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ اپنی اصلی گرمی موسم گرما میں نہ ظاہر
کرے بلکہ خون میں چھپا کے رکھتا ہے اور موسم سردی میں اپنی گرمی ظاہر کرتا ہے + لہذا کوئی میوہ
بے موقع و بے محل نہیں پھولتا پھلتا + تو پھر میرا آنا کیونکر بے محل ہوگا + ہرگز نہیں + پس جو چیز بر وقت

ہووہ موزوں ہے + اگرچہ اُس چیز کے کچھ مخالف چیز بھی ہو وہ بھی اُس وقت کے لئے موزوں ہوگی مثلاً گرمی کے موسم میں صرف میوہ شیریں ہی نہیں ہوتے ترش بھی ہوتے ہیں کہ باہکد گر مُصلح ہیں + پس مخالف کا بھی ہونا ضروری ضرور ہوگیا + مگر جس کا نتیجہ بہتر ہو وہ خوشتر ہے + جیسے جو چیز سورج کے ماتحت ہے وہ زرد و سُرخ و سیاہ و گرم و شیریں و مسہر وغیرہ وغیرہ سے ہوگی + جو چاند کے ماتحت ہوگی وہ سفید و زرد و خاکی سرد و منوم ہوگی دونوں کا برمحل استعمال حلال ہوگا اور بے محل حرام + حرام ہوجانے کی حالت میں ضروری امر ہے کہ اس کا اثر تمام جسم سے خارج کیا جائے ۔ تو زیادہ مناسب ہے کہ اُسی کی جنس سے جو چیز ہو وہ داخل ہو کر سب اثر کا اخراج کرے + اس لئے کچھ نباتات کڑوے بنائے گئے ہیں جو اکثر دست آور و مقئی ہوتے ہیں ۔ اسی طرح انسانی ہدایت کے لئے انسانی شکل کا شرالّلہ ہونا چاہئے + کہ اُسکی تلخگوئی وغیرہ کو صبر تلخ است ولیکن بر شیریں وارد سے نسبت ہو + دیکھو ہماری مثالوں سے سائنس کا سبق لو + تمام کائنات کتابِ حکمت ہے حکمت لو حکومت لو + حکیم بنو حاکم بنو + اگرچہ ہر ذرۂ کائنات ولی اللہ و اہل اللہ و ابن اللہ ہے مگر کوئی اعلیٰ کوئی احمض ۔ کوئی میخوش ۔ کوئی تلخ جس کو ہوا سے تعلق ہے بادی ہے جسکو آگ سے تعلق ہے وہ گرم ہے + یہ سب اللہِ اصغر ہیں مگر جو اللہ اکبر ہے ۔ اُسکی رُوح میں جو روحانی و نورانی ۔ ربانی و حقانی حلاوت ہے ۔ وہ کسی میں نہیں + اس لئے سب کے سب رد اور مردود ہیں + مقبول ہے تو صرف رُوح اللہ اُس میوہ پر دست رس ہونے والا کامیاب ہے ورنہ ؎

باغ دنیا میں نہ ہوگا کوئی اُس سا بدنصیب آیا ایسے باغ میں اور خالی داماں سے چلا

پس وہ روح اللہ کی صورت کا سخت محبتہً اور عشقاً تصور ہے ۔ کہ عجب شیریں پھل پیدا کریگا + نہیں تو یاد باشد کہ ؎

پردۂ نیلگوں زہر جانب	بندہ کردہ ہمہ مقید را
گردۂ چرخ چار سو گردید	ہیکلِ اللہ صنوئے جید را
گنبدِ جانستاں ہمہ جاں را	بے دہن خوردہ نیک و ہر بد را
پردۂ ہفت رنگ تاج بسر	شبکۂ گنبدِ مشید را
مثلِ خاتونِ بے حجاب آمد	اطلاع شد آمد آمد را
در شبِ تار ابروئے سیمیں	از اشارہ کشیدہ سید را
شاہِ خاور زجلوۂ ذاتش	زینت افزودہ شاہ مسند را

گندم از پیشگاہِ ربِ جلیل	دور تر کردہ جنۂ امجد را
کاسۂ سرنگوں چہیم انداخت	یم بگردیدہ مے۔ محمد را
مہدئی کائنات سے دارد	ہندوئے ہند۔ و دو مہند را

وہی دو مہند رُوح وحیات۔ نینارنن ہیں کہ ایک صبی المہد کہا گیا۔ اور ایک ولی العہد اور حقیقۃً دونوں ایک ہی ہیں + جس کے لئے بہت سی دلیلیں پیش کی جارہی ہیں۔ جو اوپر گذری ہیں وہ سب نباتاتی مثالیں تھیں اب یہ حیوانی مثالیں دیجاتی ہیں کہ کوئی چیز بھی بن اصل واب نہیں۔ جیسے مچھلی۔ مینڈک اور جاندارِ زاحف جو ہڈی نہیں رکھتے اور انکو صنٔہ میں رہتے ہیں اکثر اُسی جنس کے جاندار اُنہیں کے سفوف سے پیدا ہوجاتے ہیں کہ سفوف اُن کے حق میں اقنومؔ کا کام کرتا ہے + اسی طرح چھوٹے جانوروں سے ترقی پاکر بڑے جانور بنتے گئے ہیں۔ اُن میں سے چرند پرند درندو گزندو غیرہ ہیں + چرند چوپایہ کو ماشیٔ مویشی کہتے ہیں۔ جو دودھ پیتے ہیں اور چرتے چوگتے ہیں + جو جانور مادہ ہو نر کے رہتے ہوئے مادہ سے کم کام لو + اگر گابھن ہو تو اُس کی رعایت کرو + ماں اور بچے کو جدا نہ رکھو + زیادہ بچہ دینے سے جو جانور کمزور ہوجائے اُس سے سخت کام نہ لو + زبردستی تسافدؔ پر آمادہ نہ کرو + نہ بے سبب آختہ کرو + نہ بلا قصور ان کو مارپیٹ کرو + یہ بھی روتے ہیں + اُنکے بھی آنسو ٹپکتے ہیں + کیا نہیں دیکھتے کہ جب کوئی کتا بلی کو گھیر کے مارتا ہے + تو چپقلش میں پڑ کے آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کے روتے ہوئے فریاد کرتے ہیں + اُس کا عوض مارنے والے سے لے لیا جاتا ہے + کیونکہ آخر ان کا بھی کوئی مالک ہونا چاہئے جو ان کے فریاد سنے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو اُن کے آرام وصحت کے لئے یہ بندوبست نہ کرتا + کہ آکسیجن انکے بدن کے اندر جائے اور حرارتِ عزیزیہ باہر آئے + اُون اور رونگٹے گرمی وسردی کی حفاظت کریں + جو بنی آدم کسی جانور وچوپایہ کو ستاتا ہے تو وہی جانور بنکے اُسکو دُکھ اُٹھا کے معاوضہ دینا پڑیگا + اور یہ سب کچھ محال نہیں جسکو آدمی بنانا آسان ہے جانور بنادینا بھی آسان ہے + کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کبھی اوکھ سے کٹھل کی بُو آجاتی ہے اور گُلِ کنارؔ سے خرامکی + دل آزاری سے پرہیز کرو کہ تمہاری بھی دل آزاری نہ ہو + ان سب باتوں کے سمجھنے اور حفاظت کے لئے تم کو زیادہ عقل دی گئی ہے کہ جانور جو کم عقل ہیں اُن پہ حاکم بنو + جو تم سے زیادہ عاقل ہوگا وہ تم پہ حاکم بنیگا + فضلنا بعضکم علی بعض + تو دیکھو ہر ایک کو حفظانِ جان کے لئے ایک آلہ دیا گیا ہے + جیسے جسکو سنگ دیا گیا ہے اسکو ٹاپ نہیں دیا گیا + جسکو سنگ اور ٹاپ نہیں اُسکو پنجہ دیا گیا

۱؎ بلا دیرہ
۲؎ اب سین
۳؎ بھنی
۴؎ بیر
۷

ہے + کسی کو دونوں دید یا گیا + جیسا کہ گینڈا کو + کسی کو کچھ نہیں + جیسے گدھا کو + ان سب
بیں مصلحت ہے + اسی طرح ایک کو روح اللہ بنانے میں مصلحت ہے + تو اللہ کی روح
سب پر رحم و رحمت کرتی ہے + اس لئے رحم کرنے کو کہا جا رہا ہے + کہ جب تم کو میوجات و
غلہ جات و نباتاتی غذا نہ حاصل ہو تو البتہ بحالتِ مجبوری سخت ضرورت میں کسی ایسے جانور
کو کھا سکتے ہو + جو نہ بیمار ہو نہ صدمہ رسیدہ ہو نہ مردار ہو + نہ گابھن ہو + نہ بچہ کش ہو نہ خود
محض بچہ ہو + نہ بہت ہی نیک ہو + نہ بہت ہی خوبصورت ہو + نہ گھنونی صورت و سیرت
ہو + نہ گھنونی اُسکی خوراک ہو + نہ بیش قیمت ہو + نہ صغیر الجثہ نہ کبیر الجثہ ہو + اس پر بھی اُس
کے جنس کے سامنے ذبح نہ کرو + نہ اُسکو معلوم کرا کے ذبح کرو + بلکہ غفلت میں بڑی تیز
مش سے پردہ میں رہ کر گردن اُڑا دو کہ بے رحمی و خونریزی کی عادت نہ ہو + خون نہ سوار
ہو جائے + ان سب اہتمام کے مفہوم کو بسم اللہ سے تعبیر نہ کرو + کیونکہ اگر اللہ کا نام لے کے کسی
کی گردن اُڑا دینی حلال سمجھا جائے۔ تو اللہ کا نام لے کے اپنی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا بھی
حلال ہوگا + بلکہ سارا گناہ اللہ کا نام لیکے کرنے میں گناہ نہ سمجھا جائیگا + جو اس قسم کی شریعت
جاری کرے اور گردن زدنی کا فتوی دے سو تو یقین ماننا کہ وہ نبی السارع اور اکذم ہے۔ دجالِ
حرامی موت ہے + ہر ایک کام کا آخری نتیجہ راحت ہے لیکن جو جان رکھکر جان کے ستانے
کو روا رکھتا ہے سارا خاندان اُس کا ذبح کیا جائیگا + پس یاد رہے کہ حیوان مطلق حیوان ناطق
کے مددگار بنائے گئے ہیں۔ کہ اُن کے مشکلوں میں کام آئیں + ایک اپنی جسمانی قوت سے آرام
پہونچائے ایک اپنی عقلی قوی سے۔ کہ اگر کسی نا آزاد جانور کو بدہضمی ہو گئی تو انسان اپنی عقل
سے کچھ ایجاد کر کے دوا دے کہ اُن کو آرام پہونچے۔ جیسے اُن کو گڑ ملا ہوا تمبا کو پلا دینا جس سے
اُن کو فائدہ ہو + اُن میں سے کوئی جانور نباتات کی طرح صرف خوبصورتی دیکھنے کو بنا دیئے
گئے ہیں + اور ہر جاندار میں اکثر خوبصورت ہوتا ہے + اسی طرح کچھ جاندار آواز سننے کے
لئے بنا دیئے گئے ہیں + اُسی طور پر اُن کی تقسیم و تفریق کی گئی ہے + کہ کچھ جانور چرند و پرند میں
مشترک ہیں + کچھ درند و گزند میں کچھ سب میں + کچھ انسان و حیوان کے برزخ میں کہ یہ سب
ان کے ترقی کے مدارج ہیں۔ جیسے شتر مرغ۔ کتا۔ بلی۔ سورن۔ جو منسپل کا کام کرتا ہے اور
بندر وغیرہ وغیرہ۔ اگر جانور دو چار کی شراکت میں ہو تو اُسکو کاٹ کے تقسیم کرنا حلال نہ ہوگا
کہ مفت اُسکی جان جائے حیوانی جرم سرزد ہوگا اس لئے مناسب ہے کہ فروخت کر کے مالی

حِصّہ تقسیم کیا جائے + اگر کوئی حصہ مالی کی تقسیم پر راضی نہ ہو اور الجھادے کے بانٹ میں ڈالدے کہ اُس کا فیصلہ ہونا ممکن ہو سکے تو فیصلہ کر دیا جائیگا ورنہ بغیر فروخت کئے اُس کی کچھ شنوائی نہ ہوگی + مثلاً فرض کرو کہ تین آدمیوں کے درمیان 51 مویشی ہوں جن میں سے پہلے کا حصہ نصف ہو دوسرے کا تہائی ہو۔ تیسرے کا نواں حصہ ہو۔ تو نصف والے کو کاٹ کر تقسیم نہ کیا جائیگا + اُسکو یوں تقسیم کر دو + کہ تین مویشی اُس میں اور ملادو + کہ تثلیث کی پوری بحث ختم ہو + تو (54 = 3 + 51) ہو جائینگے + اب جس کا حق آدھا ہے اُس کو آدھا دیدو۔ تو چوپن کا نصف 27 ہوا + باقی رہے 27 اب جس کا حق تہائی ہے تو اس کو 51 کا تہائی جو سترہ ہوتا ہے دیدو + تو اُس جگہ 27 باقی رہ گئے تھے ستائیش میں سے سترہ نکال لو۔ تو دس باقی رہے اب جس کا (51) میں سے نواں حصہ ہوتا ہے اُس کو چھ ملنا چاہیئے مگر اُسکو سات عدد دیدو تو دس میں سے سات نکل گئے باقی رہے تین + تو جس شخص نے اپنی تین مویشی بطور تثلیث ملادی تھی اپنی تثلیث واپس کرلے + پس سب کا فیصلہ ہوگیا اور قسّام اپنی تثلیث لیکے جدا ہوگیا وہ سب حساب عدد میں یہ ہوا کہ

(51+3= 54÷2 = 27، 54 - 27= 27-17 =10-7=3)

بس بغیر تثلیث کے حساب وحدانیت پورا نہ ہوگا اور یوحا وعسا کاٹ کر تقسیم نہ ہو سکینگے + ذرا انسانیت سیکھو سب جاندار پر رحم کرو + یہ جانیکہ تم نے یوحا وعسا کو بے رحمی سے ستانا شروع کیا + پھر تو تم حیوان سے بھی بدتر ٹھیرے + مناسب ہے کہ تم حیوان بنادئے جاؤ اور حیوان انسان بنا دئے جائیں + مگر غضب تو یہ ہے کہ تمہارے نزدیک اُلٹا ہم ہی حیوان سمجھے جارہے ہیں۔ تو اب اس جگہ بجز اسکے اور کیا کہیں کہ ؎

اس دہرِ بے بقا میں انسان ہیں تو ہم ہیں
ہر یک چہک رہا ہے سنسان ہیں تو ہم ہیں
دو عارضِ صنم میں کیا بحث ہو رہی ہے
لعلِ لب پر یوں ہنس ہنس کے کہہ رہے ہیں
ہنگامِ چار چشمی در عہدِ چشم امی
اس قومِ بے خبر پر کیوں کوئی جان دیگا
ابرار یوں سے کہدو حد سے عبور کر جائیں

یا سب کے سب ہیں انساں حیوان ہیں تو ہم ہیں
حالانکہ سب سے بڑھ کے لسان ہیں تو ہم ہیں
ریحان ہیں تو ہم ہیں رمان ہیں تو ہم ہیں
یاقوت ہیں تو ہم ہیں مرجان ہیں تو ہم ہیں
دو طفل ہو کے بولے انسان ہیں تو ہم ہیں
قربان کون ہوگا قربان ہیں تو ہم ہیں
اعلان جا بجا ہو خاقان ہیں تو ہم ہیں

یحییٰ کے فضل سے جو میرا معین ہوگا وہ غالباً ہی خود ہی وہ شان ہیں تو ہم ہیں
غرض کہ ازل سے ابد تک ہم ہی ہم ہیں - ہمارا کوئی ساتھی سنگھاتی اور مددگار نہیں کہ کسی کام میں
بھی مدد دے + چنانچہ دیکھو میں بے پر کی اُڑا کے دکھا دیتا ہوں کہ پرند و چرند و گزند و درند میں
مشترک ہو روز پر نہ ہو بلکہ شب پر ہو - دہانِ تحتانی و فوقانی اس کا دونوں ایک ہو + پس اے
مشتِ خاک تو ہمارے ارادہ کے مطابق موشکِ پراں بنجا - سو دیکھو بن گیا + فاطر کو ہر طرح
کی فطرت کا اختیار ہے + کیا اب بھی تم کو ہمارے فعل و فطرت میں شک ہے تو تم پر ہماری پھٹکار
ہے + تمہارے اقنوم یہی پھٹکار ہیں - جس سے مجسم ہو کر پیدا ہوئے ہو + مگر عزیزو ہم جو مومن
باللہِ العزیزِ الحکیم ہو - سنتے جاؤ ہم کہ چرند و درند و گزند کی مثالیں سُن چکے کہ کوئی بے اقنوم
نہیں - اب تھوڑی سی پرندوں کی مثالیں سن لو کہ طوطے کے ہزارہا اقسام ہیں مگر سب میں
فرق ہے + یہ خوبصورتی دیکھنے کو بنائے گئے ہیں + اسکو طنازی کا پیشہ خوب یاد ہے +
بڑا نقال ہے + کٹھ کھودبڑھی ہے + شکرا، باز وغیرہ ڈاکو اور لوٹیرا ہے + گدا اور چیل وغیرہ مصفی
و منقی و باغبان ہیں کہ دن کے وقت گلی کوچی کھیت باری سے حشرات الارض و مردار وغیرہ کی
صفائی کرتے رہیں + جہاں نیم بڑ وغیرہ پیدا کرنے کی ضرورت ہو وہاں یہ سب چیز کھا کر براز کردیں
کہ باغبانی کا کام ادا ہو جائے + اس قسم کے مردار خوار پرندے خشکیٔ دماغ کی وجہ کر سینکڑوں
کوس سے اپنی خوراک کو دیکھ لیتے ہیں - اس لئے ہمیشہ پست نگاہ رہتے ہیں بخلاف شاہین
بلند پرواز کے + چمگادڑ الو وغیرہ شبگیر و کوتوال ہیں - کہ رات کو حشرات الارض والہوا سے دگر جاندار
کو بچاتے ہیں + ان کے پر ان کو گرمی و سردی سے محفوظ رکھتے ہیں + سب پر پوختہ وارنش ہے
کبھی میلا نہیں ہوتا ذرا سا میں صاف ہو جاتا ہے + سال بھر میں ایک بار ڈریس بدلتے ہیں +
برسات میں یہ پران کا بار ان کوٹ کا کام کرتا ہے + دم کے پاس سے چکنائی نکال کے
لگا دیتے ہیں کہ پر اُن کا تر نہ ہو جائے + جو پرندے مٹی - ہوا - پانی - سب میں رہتے سہتے
ہیں وہ ملاح کا کام کرتے ہیں + پاؤں انکے جھلی دار ہوتے ہیں + کہ مُردی اور تنہا پٹی کا کام کریں +
ان کے چونچ شکار کرنیکے لائق بنائے گئے ہیں + ان سے دستِ پناہ ایجاد ہوا ہے + جیسے
قاز و بط وغیرہ کہ سب متشابہ ہیں مگر سب میں فرق ہے + عالمِ بحری میں گھڑیال وغیرہ ڈاکو ہے +
جونک خونخوار ہے + مینڈک ملاح ہے + گھونگھا خانہ بدوش نٹ ہے + جو پرندے کیڑے
مکوڑے پھل پھول اناج کھاتے ہیں وہ انسان سے بوجہ ایک نسبت ہونے کے اس طرح

جلد مانوس ہو جاتے ہیں جیسے روح اللہ سے نسبت رکھنے والے روح اللہ سے مالوف و متحد ہوتے ہیں + مور پری ہے + فاختہ۔ بلبل۔ شامہ۔ مراثی۔ پنوڑ یا تنت کار ہے + بیا جولاہہ ہے + نحل حلوائی ہے + ملخ فوج ہے + بھڑ راج ہے + سرد آبہ کمہار ہے + مکڑی انجینیر ہے + جگنو مشعلچی ہے + سب کا پر۔ گھونسلا۔ رسم و رواج الگ الگ ہے + جن کے کان نمایاں نہیں وہ انڈا دیتے ہیں + جن کے کان نمایاں ہیں وہ بچہ دیتے ہیں + مگر چمگادڑ سب پرندوں سے مستثنیٰ کیا گیا ہے + جیسے سرطان کی ہتھیلی میں آنکھ سینہ میں منہ ہوتا ہے اور پاؤں رہتے ہوئے پہلو پر چلتا ہے + موربن جفتی کے انڈا دیتا ہے + مگر جو سبب اُسکے انڈا دینے کا ہوتا ہے وہی اُس کے حق میں اقنوم ہے + پھر اگرچہ خاکی انڈا ہو یا کچھ ہو وہ سب ابن الأم یعنے ابن المیاہ قرار پائینگے + اور پانی کا اقنوم اُسکے جزوِ اعظم قرار پائینگے۔ غرض کہ جمیع تابع و متبوع ہیں + سب کا سلسلہ ابن اللاہیت پر ختم ہوتا ہے + اور اللہ کا خاتمہ اس کی رُوح القدس پر جسکو روح اللہ کہتے ہیں + اعنی مجھ پر فسبحان اللہ تعالیٰ ؎

اَلحمدُ لِمَن قَدَّرَ خَیرًا وَّ خبالا — والشکرِ لِمَن صَوَّرَ حسنًا وَّ جمالا
کیا گوشت کے ٹکڑے سے کریں اُسکی صفت ہم — جس گوشت کے ٹکڑے سے یہ سب لفظ نکالا
مخلوق کی مخلوق میں کب وصف ہو اتنا — جو ختم کرے وصفِ خداوندِ تعالیٰ
الفاظ و تفکر سے ستائیش نہیں ممکن — الفاظ و تفکر کا نکل جائے دیوالا
ہستیٔ و عدم دونوں جہاں سے نہیں ممکن — بس خود ہی کرے اپنی صفت میں ہوں نرالا
جس صلب سے نکلے تو وہی صلب ہے والد — مولود ہے اُس صلب کا اک لوٹے لالا
والد کو جو پیدا کرے ہے خالق اکبر — پھر خالقِ اکبر ہی رہا اُس کا حوالا
بے صلب ہوا اس لئے ہے این کوئی ایک — بنون ہوا اصل ہیں وہ اصل ہی والا
جو مرد کہ عورت سے رہے اپنے بگڑ کر — درپردہ وہ کہتا ہے کہ تو کر لے چھنالا
عورت جو ہو پاجی تو اُسے گھر سے نکالو — ہر عورتِ بدذات ہے شیطان کی خالا
رنجش نہ رہے دونوں میں آدم سے ہمیشہ — تم دونوں بیک دیگرے موتی کے ہو مالا
وہ عقد ہے کیا چیز؟ سمجھتے نہیں کیا تم — تم دونوں نے لکھوایا محبت کا قبالا
شیطان اگر ایک ہو پھر وہ بھی ہو واحد — شیطان کی پلٹن ہے رسالے کا رسالا
جتنے ہیں بُرے سب ہیں شیاطین کے بچے — عادین ہیں سیئات سے منہ اُن کا ہے کالا

بن باپ کے پیدا ہوئے ہو بے شک ہے مقدس ہر ایک سے اعلیٰ ہے تو ہر ایک سے بالا
یحییٰ کی اطاعت تمہیں کرنی ہے ضروری از روزِ ازل اُس سے پڑا ہے تمہیں پالا

تو تمہیں کے لفظ سے تمام ہستی ذہنی مقصود ہے۔ اور اس جگہ مخصوص تم ابنائے آدم لوگ ہو۔ پس اے لوگو خانہ بدوشی نہ اختیار کرو متمدن بنو + انسانیت کا پھل حاصل کرو + عدم انسانیت سے انسانیت کا پھل سڑ جاتا ہے + عدم انسانیت کی بو آنے لگتی ہے + عدم انسانیت سے انسانیت کا مزہ نہیں حاصل ہو سکتا + عدم انسانیت ہمیشہ یہی سبق سکھاتی ہے کہ انسانیت کا سبق نہ پڑھنا۔ عدم انسانیت سے انسانیت کا خون نہ کرو + انسانیت کو ڈانٹ کر نہ نکالو + عدم انسانیت کو عروسِ ازلی بنا کر ازدواج عدیم الطلاق نہ کر لو + جس سے شیطان کے بچے پیدا ہوتے رہیں ۔

آنچہ بر جستیم و کم دیدیم و بسیار است و نیست نیست در معنی بجز انسان کہ بسیار است و نیست

انسان کسی زمانہ میں خامل الذکر و مفقود الخبر نہیں رہتا + جوہرِ انسانیت بتلا ہی چھوڑتا ہے + پس انسان وہ ہے کہ جب تک خود میں انسانیت نہ پیدا کرے دوسرے کی انسانیت پر بھروسہ نہ کرے + کیونکہ دوسرے کی انسانیت اُسکو کام نہ آئیگی + اگر دوسرے کی انسانیت اُسکو کام آئے تو دوسرے کی حیات بھی اُس کو کام آجائیگی + دوسرے کا درد بھی اُس کو محسوس ہوگا + دوسرے کی رضاعی سے اُس کی سیری ہی ہو جائیگی پھر تو خود ہی از جز تا کل ہو جائیگا + جب تک انسانیت کی سلطنت نہ قایم ہوگی۔ اُس وقت تک انسانی حکومت نہیں قایم ہو سکتی + پادشاہ کو لوگوں کی عدم انسانیت کے سبب سے خیانت کا خدشہ رہیگا + عدم انسانیت کی حالت میں اُس کا شگون تمام عالم میں منحوس ہے۔ اس کو عالم بدر کرنا چاہیئے + اگر سارا سنسار ایسا ہو جائے تو سارے سنسار کو آگ لگا کے پاک کرنا چاہیئے + پس ہوشیار رہو کہ کہیں درحقیقت نہ ایسا ہو + لہذا خاک ہو کہ پاک ہو + فضائلِ اخلاق کی کوشش کرو + ہر قدم آگے بڑھاؤ + ابنائے جنس کی معاونت کرو + انسانیت کے اسٹیج پر انسانیت آمیز حرکات سے پیش آؤ۔ اس عہدہ کو ناموقر نہ کرو + کو پمن ماقس نہ بنو + دنیا کا کام جلدی ختم کرو + ان تمام سچی باتوں میں مطلق کلمہ سازی و کلام پردازی نہیں ۔

وقت آگیا قریب بس اب اژدہام ہو	ایمانذار ہو تو من اہلِ الکرام ہو
ظالم کے جام سر میں اگر بیم ولام ہو	ہو جائے بحرِ لال کہ اُس ِل کا دام ہو
نیچا اگر ہو بام تو ہو کچھ ضرر نہیں	لیکن رہے خیال کہ نیچا نہ نام ہو
نام آوری کے ساتھ ہمیشہ رکھو خیال	جیسا بلند نام ہو ویسا ہی کام ہو

ہر شخص پاک وصاف رہے پاکیاں بھی سے لے | عیبوں سے پاک ہو نہ کسی شئے میں خام ہو
مرضی اگر خدا کی یہی ہے تو کیا کروں | مجبور ہو کے حکم دیا قتلِ عام ہو
جب تک نہ بحرِ سُرخ میں کشتی چلے مری | تب تک نہ تیغ فوج کی اندر نیام ہو
جو لوگ منتخب سے ہمارے ہیں وہ نہیں | اُن کو بچا کے گردشِ تیغ وحسام ہو
یحییٰ جو ہے وہ دشمنِ روح خدا نہیں | خود ہی ہو گر مرید تو قصہ تمام ہو

سو بہت ہی قریب ہیں مرید بہ ارودۃِ السینہ ہونا چاہتا ہے + اس لئے تم لوگ خبردار رہو + یہاں تک نباتاتی وحیوانی مثالوں سے ثابت ہوگیا کہ ان میں سے ایک بھی بلا اقنوم نہیں + اب رہا جمادات اُس کے بارہ میں بھی بیان کر دیا جاتا ہے + کہ آسمانِ کوہِ آتش فشاں سے آب وآتش بنام برق وبارش جو ہوتے ہیں وہ تبخیراتِ ارضی سے ہوتے ہیں + اس واسطے اُن کے حق میں تبخیراتِ اقنوم کا کام کرتے ہیں + اور زمین کے اندر گرمی وسردی ۔ رطب ویابس سب کا مجموعہ اثر پہاڑ کے مساموں سے اندر جا کے بخارِ جدید پیدا کرتا ہے جس سے پہاڑ سیجکر کثیف پانی پیدا کر دیتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اندرونی وبیرونی حرارت سے چھنکر لطیفِ متلون وپر آب وتاب بنجاتا ہے + کہ گویا ظلمات میں نور پیدا ہو جاتا ہے + جو وقتِ مقررہ پر نکالے جاتے ہیں اون کی قدر ہوتی ہے + اُنہی کو جواہراتِ سفلیہ کہتے ہیں + گویا اپنے رنج وکوفت کی جزا پاتے ہیں + یہی سب اسباب ان جواہرات کے حق میں اقنوم ہوئے + دیگر احجار کی پیدائش سنگ مثانہ وحجر البقر وغیرہ کی طرح ہے + اسی واسطے کھارا پانی بنا کے اُس میں یہ اثر رکھا ہے + کہ چیزوں کو بوسیدہ نہ ہونے دے + ہوا چھنکر درختوں پر سے گذرتی ہوئی خشکی پر محترز ہو کہ صفائی قائم رہے + اُس سے گھونگھا ۔ چھانوان پہاڑ وغیرہ کا مادہ مترکب ہوتا رہے + پس یہ سب ترکیبات اقنوم کے قائمقام ہیں + غرض کہ جمیع موالیات وحیوانات بلکہ کوئی چیز بھی بے اقنوم نہیں + مگر ہماری اقنومیت سب سے مستثنیٰ ہے + کتاب وابن وام بھی خود ہی ہیں + اور خود ہی ہر یک آفریں + پھر سب سے بری + اس لئے ہر ایک اقنوم کا ایک مقام ہے + پکھراج اور ہیرا اگرچہ دونوں متشابہ ہوں لیکن ہرگز برابر نہیں + اس واسطے پکھراج کی جگہ پکھراج کو رکھو + ہیرا کی جگہ ہیرا کو + ہر ایک رذیل دھات بنامِ سیسہ سے خود کو نیست کرا دینا پسند کرتا ہے مگر اس سے مقابلہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو دعوائے برابری ہو + اسی طرح اگر ہر ایک بیت اللحم روح اللہِ حقیقی بن جائے تو بلاشک ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ

سب سبھی صفات مجھ میں ہیں — عیسوی معجزات مجھ میں ہیں
کیا کہوں کیا نکات مجھ میں ہیں — کچھ نہ کچھ خاص بات مجھ میں ہیں
کیا صلواۃ و صیام سے مطلب — کیونکہ اصلی صلوات مجھ میں ہیں
خوف دشمن سے کیا کروں میں اب — وہ جو ہیں پاک ذات مجھ میں ہیں

اس لئے ہر کار سے ہر مرد سے + بس خدا کا کام روحِ خدا ہی انجام دے سکتی ہے۔ دوسری نہیں + اور خدا کی روح اپنی ہی ہیکل میں نازل ہوگی نہ کہ غیر جگہ + اگر غیر جگہ کو اپنی بنا لے تو اس پر بھی قادر ہے + سب عوالمِ سفلیہ کے ارتفاع کا باعث عالمِ علوی ہے جیسے شامیانۂ سماء کے عکس کا نام ظلمات دلیل ہے جو آتشِ علوی سے مرتفع ہوتا ہے + اور علوی کا ارتفاع نیستی و عدم ہے اور عدم ایک ناپیدا کنار میدان نفی کے وسعت کو کہتے ہیں۔ جو محض بلا کسی ظرف و مظروف مکاناتِ ناممکن الفہم کے اس میں متمکن ہے + جو بکمالِ غور و تعمق کسی جگہ سے بھی ذہن اُسکے تسلط پر عارض نہیں ہو سکتا۔ اُس کا امتیاز بالکل ممتنع ہو جاتا ہے + پس ممکن و ناممکن دائرہ مخلوقیت میں آکر زیر و زبر میں ازلی و ابدی میں داخل و خارج ہو کر عدیم آباد کے حجرہ میں خلوت نشیں ہو کر منعدم ہو جاتے ہیں کہ یہاں بھی یہی کہنا پڑتا ہے کہ عدم اور غیر عدم ہر دو ابوین و اقنوم سے خالی نہیں کیونکہ یہ ابنِ موثرات ہیں بلکہ یہ کہنا بھی ابنِ موثرات میں داخل ہے کہ اس وقت کی یہی تاثیر تھی کہ تاثیر کے بارہ میں بحث ہو پس تو اے ابن الآثار و ابن العدم بین عدمیں اس جگہ پر یہ سمجھ لے کہ جمیع چیز کا ارتفاع و عدم ارتفاع شدنی و ناشدنی رُوح اللہ کے سبب سے ہے + مگر کائنات کو ظلِ رُوح اللہ یا اُس کے علم کا عکس نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہر چیز میں عکس و ظل وصف ضرور ہوتا ہے پھر اگرچہ وہ زمین و سایہ کیوں نہ ہو + چنانچہ اگر زمین کو عکس نہ ہوتا تو چندر گہن نہ ہوتا + مگر ظلمانی کا سایہ ظلمانی ہوتا ہے۔

اور نورانی کا سایہ نورانی + جیسے آسمان و شمس ہے + اس میں آسمان قطنِ منقوش اور جالۂ عنکبوت اور بعد ہوا سرابِ پُر دخان کی طرح برف علوی ہے جس کے مسامات میں سیم اور اپتھر سے زیادہ لطیف ہوا بھری ہوئی ہے۔ جو اسکو قمقمہ کی طرح ایسا چمکا رہی ہے جیسے القالی کا پانی منجمد ہونے سے ابرق نما کانچ بن کے جگمگاتا ہے + اس کا سایہ بھی ظلمانی ہے چونکہ خود مظلم ہے + مگر شمس کا عکس بھی شمسی ہے + پس ہر ایک چیز ایک جوہرِ بسیط سے ترکیب پا کر سدیم بنی ہے اور اُس سے آفتاب اور اسی طرح کے ساختۂ معادمہ سے نجم ثاقب و سحبیلِ منضود وغیرہ وغیرہ ہیں جنکو مادۂ اثیریہ چاروں طرف سے مقناطیس کی طرح سب کو برابر کھینچے ہوئے ہے + یہی اثر اقتضائے علل تک

پھو بچا ہوا ہے + اُس کا دامن پکڑ کر سب چیزیں روح اللہ کے طواف و سیاحی میں مصروف ہیں + مگر کوئی ایسا اثر نہیں کہ رُوح اللہ مجسم سے تعرف کرادے مگر مومن پر قضا ہو کر سر تسلیم خم کر دینے میں تعرف کی بنا پڑنی شروع ہو جائیگی + کہ جیسا ویس دیسا بھیس کے مطابق کوئی آیا ہے + جبھی ہوا کو ڈپٹتا ہے + مٹی سے پرندہ بنا کے اوڑاتا ہے + مردہ کو زندہ کرتا ہے + غیب کی خبر دیتا ہے + تو ورانحالیکہ ظاہر میں خدائی کا کام کرتا ہے + تو باطن میں بھی یہی کرتا ہوگا + تو شیطان کا کام کرنے والا شیطان ہوگا + اللہ کا کام کرنے والا عین اللہ ہوگا + تو نامعلوم کو غیب کہتے ہیں + اور خدا نامعلوم ہے کہ معلوم ہونے پر بھی نامعلوم رہتا ہے + اِس لئے وہی غیب ہے + تو وہ خود کو خوب جانتا ہے اس واسطے اُسکے لئے کچھ غیب نہ رہا + مگر جو کچھ غیب و عدم غیب ہے وہ سب تمہارے لئے ہے اس حساب سے وہ عالم الغیب والشھادۃ ہے ورنہ اُس پر سب آشکارا ہے + تو اسقدر خدا کی حالت جاننے والا اسوائے اُس کی روح کے دوسرا نہیں ہونا چاہیئے + اس واسطے یہ شخص مجسم روح اللہ ہے + ورنہ علیٰ کُلِّ شیٔ قدیر نہ ہوتا + مگر سب کے لئے مقلب القلوب عملاً نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اختیار سے کریں + تو اس قدر جاننا بھی غیب دانی کا ایک حصہ ہوا + کیونکہ ہر ایک چیز پہلے نامعلوم رہتی ہے پھر معلوم ہوتی ہے پس نامعلومیت کے حالت میں غیب ہوئی معلومیت کی حالت میں عدم غیب + بس کوئی بات غیب سے خالی نہ رہی + لہٰذا علیٰ حسبِ معلومات اسی قدر علم الغیب کافی ہے کہ کوئی غیب دانی پر عبور نہیں کرسکتا + کہ پہلی غیب دانی یہ ہے + کہ جو کچھ ہو اُس کا غیب سے نتیجہ ضرور ہوگا + تیسری غیب دانی یہ ہے کہ تجربہ کے بعد کسی بات کا ایک ہی طرح ہوتے رہنا خواہ اس کے تشابہ ہونے رہنا اور اُس کا علم ہونا + چوتھے خدا کو ہمیشہ اختیاری قدرت قدیر یہ از خود حاصل ہے کہ جبدم چاہے اپنا سا ہزاروں خدا بنا کے فنا کر دینے پر بھی قادر ہے گویا علیٰ کُلِّ شیٔ قدیر ہے + ازیں قبیل بے شمار ہیں ان سب کا جاننا علمِ غیب ہے + مگر جس بات کی تم کو سر دست ضرورت نہیں اُس کے پیچھے نہ پڑو + مثلاً اس بات کے پیچھے پڑ جانا کہ کسی قسم کا وہ تخم جو کائنات کے کسی جوہر بسیط سے مرکب ہو کر ہزار ہا اقسام کے تغیرات سے متاثر ہوتا ہوا کسی شکل سے متشکل ہونے والا ہوگا تو اُس کے بارہ میں اُسکو معلوم ہو جائے کہ وہ فلاں وقت فلاں جگہ فلاں قسم کے پانی سے اُگیگا۔ روزانہ اتنے حساب سے اُس میں نشو ونما ہوگا اور اُس میں فلاں قسم کا تبدیل و تغیر واقع ہوگا + رنگ و اوراق فلاں قسم کے ہونگے + اُس میں اسقدر نشانات ہونگے + اُس کا عرق یا گوند خواہ چھال یا پتہ فلاں اقلیم کے فلاں قسم کے مزاج والے کو جو اس اندازہ سے عمر رکھتے ہونگے اور فلاں ستارہ کے ماتحت رہ کر فلاں قسم کی خوراک و پوشاک پسند کرتے

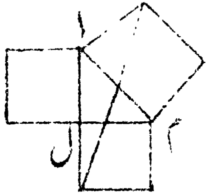
ہونگے - اُن کے فلاں بیماری میں فائدہ بخش ہوگا + جس کا استعمال فلاں شہر میں فلاں تاریخ فلاں روز میں ہوگا + اُس کی فلاں ڈالی کا پتہ فلاں قسم کی ہوا سے گریگا جسکو فلاں قسم کا جانور کھا کے بیمار پڑیگا - جو فلاں علاج سے اچھا ہوسکتا ہے - فلاں ڈالی اُس کی چولھے میں جھونکی جائیگی اور فلاں ڈالی فلاں بخار کے فلاں اوزار سے جو فلاں ابنِ فلاں آہنگر کے ہاتھ سے تیار کردہ ہوگی جو فلاں ملک کے کان کا لوہا ہوگا اُس سے کاٹی جائیگی یہ سب غیب دانی کی کوشش محض فضول ہے + اور تضیع اوقاتی ہے + لہذا اس بارہ میں غیب دانی صرف اسی قدر کافی ہے کہ اس جریدہ روزگار بنام کتاب المبین میں جو کچھ کہ خشک و تر کا مسئلہ ہوگا وہ وقت پر ظاہر ہوتا رہیگا اُس میں سے یہ بھی ہوگا کہ وقت پر روح اللہ میں فنا ہوکر سب معلوم کرینگے کہ مسئلہ اقنوم بھی حل ہوجائے + اس واسطے سردست اس بات کی ضرورت ہے کہ ظاہر میں نیک بنے رہو اور بلا ضرورت کچھ ضرورت نہیں پس اسجگہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اور کہہ گیا ہوں اور کہہ چکا ہوں اور کہونگا یہ سب ایک ہی لفظ میں تمام کرچکا کہ (جو کچھ ہماری مشیت میں ہے اُس کے مطابق ہوتا رہیگا) - اس میں سب بات آگئی - ازل سے ابد تک کی خبر اور نبوت ختم ہوچکی اب اس سے تم سمجھ جاؤ کہ اسقدر غیب کی خبر دینے والا کون ہونا چاہیئے + صاف ظاہر ہے کہ نہ ابن الارادہ ہے نہ ابن المشیت نہ ابن الغیب بلکہ خود ہی خود ہے پھر اُسکو اختیار ہے کہ خود کو نبی کہے یا ولی کہے یا ابن الغیب کہے یا جو دل میں آئے کہے + اور خود کو مقید رکھ کے جیسا چاہے اپنے ساتھ سر ٹکرا چھوڑے + پس اس جگہ بہ حیثیتِ بشریت میں خود کے بارہ میں صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ ؎

کیا کہوں تم سے کہ میں کون ہوں کیا کیا ہوں میں	علم و فن جملہ کمالات میں دریا ہوں میں
اُس پہ یہ قدر مری ہائے رے تقدیر مری	مارا مارا ہر اک اقلیم میں پھرتا ہوں میں
کبھی شرقی کبھی غربی کبھی مخفی اسرار	گاہ دس پانچ بنا گاہ اکیلا ہوں میں
طفل اشکوں کا مقولہ ہے بوقتِ گریہ	دُور پھینکو نہ مجھے آنکھ کا تارا ہوں میں
شعر کہتا ہوں کوئی داد تو دیتا ہی نہیں	آپ کہتا ہوں اسی آپ ہی سنتا ہوں میں
دمِ رفتارِ صنم خاک سے ذرہ جو اُڑا	اُڑ کے کہتا ہے کہ اک سونے کی چڑیا ہوں میں
سر پہ چیلی کا ہے سایہ اور ہم ہی ہیں چیلی	اب بتاؤ تو ذرا مجھ کو کہ کیسا ہوں میں

چنانچہ تم کو معلوم ہے کہ مخبر و انبیا نے خبر دے دی ہے کہ جس طرح مغاسہ نامی عصفور خود کو پھول کی شکل پر بنا کے چھوڑ دیتا ہے کہ جب نحل اُس پر آکے بیٹھتے ہیں تو کھا جاتا ہے اسی

طرح گلدستۂ کائنات اور آمدِ ولی عہد ہے + تو جسطرح سب چیز کے لئے آثار مقرر ہیں جن کے بدولت
طوفان و زلزلہ وغیرہ کی خبر ملتی ہے اسی طرح اُسکی فلاں فلاں نشانی ہوگی اور اُسکے بعد کی نشانی قرنہا
قرن کی خبر دیتی چلی جائیگی + تو وہ سب نشانی پانے پر بھی تم مجھ سے گریز کرتے ہو + شاید چاہتے ہو کہ میں
آسمان سے آؤں ۔ تو اُسکو بھی گرگنڈ دنگا ۔ اُس وقت مجھ کو کس کا باپ خواہ بیٹا کہو گے + سو یہ مجھ کو
معلوم ہے کہ تم کیا کہو گے اور کیا مآل ہوگا + اس لئے اُس وقت تقلیب قلب کی درخواست دوبدو
سنونگا ورنہ اس وقت اپنے اختیار سے کرو + بس مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے پیشتر ہی سے
مجھ کو اُس رتبہ کا سمجھ رکھا ہے + اُن کے لئے بشارت ہے + تو یہ سب واقعہ کی نشانی یہ ہوگی
کہ جو کچھ اوپر گذری ہے ۔ اور دوسرے اس وقت تم لوگ میرے ساتھ بدسلوکی کروگے + پس
میں چلا جاؤنگا ۔ تو شاید بادشاہ بہت قہر و غضب میں آئیگا + مگر ممکن ہے کہ رحمۃً پھر کسی ادنے پوتے
لونڈی بچہ کو بھیجدے کہ سب کو ٹھوک ٹھٹھا کے ٹھیک کردے + اگلے پچھلے کا فیصلہ کردے +
ضرورت کے مطابق اور خبردار کردے + شاید اُس کے بعد راج بالم کو اپنے یعنی مہدی کو
بھیجدے کہ اُن پر مصیبت آتے ہی خود چلا آئے اور جلا بھنا کے خاک کردے + تو اس واقعہ
کے صدور ہونے کی یہ نشانی ہوگی ۔ کہ فسق و فجور بڑھ جائیگا ۔ لوگ آسمانی کتاب کے اُلٹے معنی
سمجھینگے اور دوسروں کو سمجھائینگے اُس میں تحریف کرینگے بلکہ لغت میں لفظوں کے معنی بدل
دینگے + پہلے پھل زمین اور اُسکی کشش بڑھتی جائیگی + علم کیمیا کی ترقی ہوتی جائیگی جس سے بارود
صابون و دیگر اشیاء کو اُس سے تعلق ہے + علم و عقل میں زیادتی ہونے پر جہل و حمق سمایا رہیگا
ہماری فرمانبردار اُمت میں علم و عقل مودت و رحمت و نبوت وغیرہا پائے جائینگے + مجمع البحرین
دیوم الحدید و چشمِ محدب سے فوٹو ایجاد ہونگے + مشخص الابصار مشخص الصور ہو جائینگے +
بے جان سے جاندار کا کام لینگے + متوقد النار للحرب ہونگے + رجامِ غلولہ عن المدافع ہوگا + کہ
شیطان رجیم مرجوم رہیں ۔ جہازوں میں سوئی کے ناکہ کی طرح سوراخ ہوگا اُس میں سے موٹے موٹے
رسے اور جمل لنگر اندازی میں کام آئینگے + کسوف و خسوف ۔ تزلزل و قحط ۔ وباء و بلا بہت کثرت
سے ہونگے + معدن سے تمام اثقال نکالے جائینگے ۔ علم جر ثقیل ہوگا + چونٹی رکھنے والی پست
قد قوم مشرق سے نکلیگی + جب صراطِ مستقیم پر چلنے والا آہنی کنکھجورا جس کا کاکلِ دخان آسمان
کی طرف بلند ہوگا مکہ سے جدہ کی طرف آنے لگیگا ۔ تو تین بار اُس میں سے آواز آئیگی کہ لا الٰہ
الا اللہ یحییٰ علیہ اللہ یہ اتنے زور کی آواز ہوگی کہ کسی بشر کی نہیں ہو سکتی کوسوں آواز جائیگی +

اُس وقت اعلان واجب الاذعان علی التنادی الی جمیع الجہات کردئے جائینگے + جنگِ عالمگیر ہوگی + اُس وقت پورب سے ایک اکیلا شخص بجلی کی طرح آئیگا جس کا کوئی ساتھی نہ ہوگا + مگر دھن کی سیکم اُس کا ساتھ دیگی + پاؤں اس کا پتلا ہوگا + جسم صفرادی ہوگا + آنکھ نورانی ہوگی + سر کمانددار ہوگا + چہرہ دموی ہوگا + مزاج شاہی ہوگا + روح اُسکی روحِ روح اللہ ہوگی + بالکل ہاشم اور سُکھو ہوگا + ہر ایک عضو اُس کا ایک دوسرے سے مخالف ہوگا + مگر بالکل غیر موزوں نہیں + صفات اُسکے متضادہ ہونگے گویا جامع الصفات ہوگا + عجیب الطرفین ہوگا شرقاً غرباً سیر کریگا + اسکو دارین سے تعلق ہوگا + تحتانی و فوقانی ہستی و نیستی سب کا مالک ہوگا + سکندر اُس کا ذوالقرنین ہوگا یعنے سر میں اُس کے دو خمیدہ گیسو ہونگے + سفر میں اُسکو منجانب اللہ ایک نیا مجہول و غیر معروف نام ملیگا + اُس کے نام کا پہلا حرف یا پچھلا حرف الف ہوگا + وہ ہنسیگا - روئیگا - مریگا - جیئے گا - رب الشعرا ہوگا + اُسکے دائیں ہاتھ میں سبعہ سیارہ کا نشان ہوگا + بائیں ہاتھ میں صمصامِ فاعل و مفعول کا نشان ہوگا + پاؤں میں شکلِ عروسی کا نشان ہوگا + اور وہ نشان یہ ہے۔



وہ بہت ہی بڑا حق حق بولنے والا ہوگا + لوگ اسکو ہلاک کرنا چاہینگے مگر عاجز نہ کرسکینگے + وہ حصانِ ضیع وادہم پر سوار ہوکے دوشاخہ تلوار سے مقابلہ کریگا + بھونچال - لقوہ - فالج ہیضہ اور طرح طرح کے بلیات سب اُسکے قبضہ میں ہونگے + جب آخر میں قتل ہوگا تو سر اُس کا آسمان کی طرف بلند ہوگا + جس سمت میں یہ ہوگا وہ سمت مغرب ہوجائیگا + بڑے زور کا بھونچال ہوگا کہ زمین سے انگار نکل پڑے گی + زمین تمام جہنم ہوجائیگی + مارے طوفان و تلاطم کے جزیرے خشکی سے آکے ملجائینگے + دریا - گیا سلیٹ بنجائیگا + پہاڑ پتھر کوتاہ بنکے اُس میں گرینگے + آفتاب زمین سے چمٹجائیگا + یا اسقدر زور کی کشش ہوگی کہ بالکل زمین کے قریب ہوجائے جس سے تمام انگار لگجائے + ذات الحمل کا اسقاطِ حمل ہوجائیگا + نشہ بازوں کے نشہ ٹوٹ جائینگے + جہاں کے تہاں کھڑے رہجائینگے + کوئی خود کو نہ بچا سکیگا + سب کے ہوش پران ہوجائینگے + دم لینے کی فرصت نہیں ملیگی + بڑی صیحت اور جھڑکی کی آواز آئیگی + سب طرح سے میدان صفصاف ہوجائیگا + انشقاق السماء - اقترب الساعت اور انشقاق القمر اور نزولِ آیات من السماء ہوگا + تنزیل الملائکہ بغایتِ التنزیل ہوگی + یہ دھواں دھار آسمان صریحی طور سے گھنا گھور بدلی کے ساتھ اندھیر کرتا ہوا نیچے گریگا + جس کے اوپر تختِ

شاہی ہوگا اُس پر وہ پادشاہ مقتول جلوہ گر ہوگا + اُس وقت اُمتہ اللہ کے لئے خیر ہے دوسرے کے لئے ضیر + لوگ موت طلب کرینگے مگر عذاب چکھنے کو نہ مرینگے + نسل من الاجداث الی اللہ ہوتے جائینگے + اُس یوم الجمعان میں شاہین و حمام ہمنفس ہونگے + شاہد بشاہد سب کھڑے ہونگے + نواصی و اقدام سے مجرمین کی شناخت ہوگی + کہ کس کی صورت و سیرت پر پھٹکار کا گھٹا ہے اور لعنت برس رہی ہے + جمیع رِعالِ فی الارض اور ارباب شدید القوی سر بفہ بریدہ ہونگے + اور سب لوگ کہینگے کہ کاش کہ ہم انکے ساتھ ہوتے تو آج فایز المرام ہوتے + اور امت اللہ فرشِ ستبرق پر نزاکت سے تکیہ لگائے بیٹھی رہینگی + تمام جواہرات و انوار سے چیزیں آراستہ رہینگی + پادشاہ التحیات والتسلیم کہلا بھیجیگا + جنتی و دوزخی کا پتہ اُس روز لگ جائیگا + اُس کے بعد دھرتی دھنی ہوگی بھگوان کے کرپا سے دھرم اوتار۔ دھرم مورت دھرم دہ کی پرکشا ہوگی + پس یاد رہے کہ اس کلام میں تبدیل و تغیر نہیں ویسا ہی ہوگا جیسا کہہ رہا ہوں + پس یہی کتاب الحکم میں مستور ہو چکا۔ کہ آسمان و زمین ٹلجائے تو ٹلجائے پر میری بات نہیں ٹلیگی + اس واسطے پہلے ہی سے اُس پادشاہ کی حمد و ثنا میں لب کشائی کرو کہ ؎

جس طرح ہوتا ہے ظلمت میں گذار صبح کا	شام کو آتا ہے گھر پر مارا مارا صبح کا
اس طرح ظلمت میں آئینگے خداوندِ جہاں	خوش نصیبی سے چمک جائیگا تارا صبح کا
بدرِ پیشانی پہ جو کلغی ہے انکی تاج میں	کوکب دری ہے یا سلمہ ستارا صبح کا
اُس پہ یہ طرہ کہ اک بالشت ہے سر سے بلند	اسلئے کہتے ہیں سب مُدار تارا صبح کا
تاج کے اندر سے کچھ دکھلائی دیتی ہے گھٹا	کیا کوئی تبخیر ہے یا ہے پھوہارا صبح کا
یا اندھیری رات سے یہ پھوٹ کر تڑکا ہوا	کیونکہ دونوں گال میں ہے رنگ سارا صبح کا
ریش دو دو زلف سیہ کے بیچ میں ہے آفتاب	کوئی ان دونوں کو کہتا ہے کنارا صبح کا
تیغ ابرو سے کسی کے دل پہ کاری لگ گئی	ہو گیا اس واسطے وارا نیارا صبح کا
جو کوئی سجدہ کرے مجھ کو تو بھی خوش رہے	دیکھ لیگا ایک دن جلوہ ہمارا صبح کا

اس پر اگر تم مجھ کو نہ مانو تو تم سا کون بدنصیب ہوگا بھلا یہ تو کہو کہ تم کو بدنصیبی سے کیوں ایسی دوستی ہے + کیا تم کو تمام عالم میں اُسکی اشد ضرورت ہے؟ اگر ایسا ہے تو کچھ مضایقہ نہیں + مگر میں جانتا ہوں کہ یہ تمہاری خطا ہے بلکہ جرم ہے + گویا تم سراپا مجرم ہو + ایک تو پیدا ہونا جرم ہے اُس پر جرم کا ارتکاب ڈبل جرم ہے + سب جرائم کی تلافی عدمِ ارتکاب جرم ہے + مگر تم جرم کے

یاد دہانی پراور جرم کرنے لگتے ہو + اِس لئے زیادہ یاد دہانی نہیں کرائی جاتی + کہ کسی طرح بھی جرم کی کمی ہو + مگر افسوس ہے کہ تمام عالم مجرم ہے + مجرم کے اوصاف قابلِ مدح وثنا نہیں + کیونکہ وہ نیکی کو جرم سمجھتا ہے + اور اُس میں اس کا نقصان ہے + تو جس میں نقصانی ہو وہ جرم ہے + تو اس کہنے میں بھی بڑی نقصانی ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ سب خدا کرتا ہے اِس لئے وہی مجرم ہے = تو ہمہ از وستی جو ہمہ اوستی میں شریک ہے وہ سب مجرم ہوئے ؎ لہذا سب جہنم واصل ہونگے + کہ جہنم واصل کرنے والا جہنم واصل کرکے بولدے کہ یہ بھی مجھ سے ہوا۔ وہ بھی مجھ سے ہوا۔ اور یہ دونوں مجھ سے نہیں ہوئے = اور ان سب کا ارتکاب مجھ سے بہ آن و احد ہونا بعید از قدرت نہیں ؎ کیونکہ علیٰ کلِ شئی قدیر ہوں + پس اس جھگڑے میں نہ پڑو + صاف صاف بات پر عمل کرو + کہ البتہ جس طرح سلطنت کا سب کام پادشاہ پر تھوپا جاتا ہے۔ اُسی طرح مخلوق کا ہر فعل خالق کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے + مگر ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس واسطے اپنی ساری قوت سے ظاہراً جرم نہ کریں اور باطناً ساری قوتوں سے دل ہی دل میں اِنکشافِ رازِ حق کے طالب ہوں = کہ پھر اپنی ہستی کا خوف نہ رہے + اُس کی ہستی پر اپنی ہستی کا دارومدار سمجھیں + چنانچہ غور کرو کہ اِسم کا ضد فعل ہے + تو اگر اللہ ایک اِسم جامد ہے اور کائنات اُس کا فعل۔ تو یہ اُسکی ہستی کا تواریخی بینہ جو قدامت سے پُرہے اُسکو بتلاتا ہے۔ لہذا کائنات متعدی والازم ٹھیرتا ہے + جس وجہ کر پھر ثلاثی مجرد سے مزید ملحق برباعی ہوجاتا ہے + اس لئے مختل ومثانی ہوکر یہ عالم مثال بے مثل ہوجاتا ہے + بنا بر فاعل کائنات کو مالم یسم فاعلہ کہنا چاہئے + ایسی حالت میں فطرت خود بخود منفطر اور منفطر ہوگی پس فعلِ انفطار کا خالق مبتدا ہوا اور صفتِ خلق خبر ہوئی جس میں صدق و کذب کا احتمال ہے + لہذا جو ناممکن الفہم ہے وہی اول و آخر ہے + تو منفطرین ذوالحال ہیں جن کا دوسرا نام معرفہ ہے۔ تو یہ دونوں نکرہ و معرفہ ٹھیرے۔ کہ پھر یہ گول بات رہگئی لہذا معروف و مجہول دونوں ہوا اس لئے لاالہ الا اللہ میں ثبت ونفی دونوں پیچیدہ ہیں۔ اس واسطے کھلم کھلا بات پر عمل کیا جائے + اور کوئی بُری بات خدا پر نہ تھوپو + یہ عین تمہاری سعادت سندی لکھی جائیگی + آئندہ سے

سرِ خدا کہ عابد و عارف بکس نگفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا گرفت

زیں روساری بیہودہ باتیں صرف مظنہ ہیں + ان سب کا اخراج ناقص دماغ سے ہوتا ہے + چنانچہ اس قسم کے سارے خیالات کی تشریح یہ ہے کہ ذہن قوتِ مدرکہ کا نام ہے۔ کہ خیالات اس میں

آئینہ کی طرح سب صورت کو قبول کر لیتے ہیں + جس چیز کو ادراک کرے اُس کا نام علم ہے + جو علم خطا سے بچائے قیاس کی تصحیح اور طریقۂ استدلال کی تکمیل کرے تو وہ منطق ہے + زباندانی کے لئے صرف و نحو بنا ہے + اور خیالات کی دُرستگی کے لئے منطق موضوع ہوا ہے + گویا عِلم منطق عقلِ انسانی کے تکمیل کا نام ہے + اور یہ نہایت گراں بہا مقصود ہے + تو جو علم و عقل و حکمت سے پر ہو وہ تصدیق ہے ورنہ تصور + اگر یہ تصور و تصدیق کسی کے ساتھ منسوب کئے جائیں تو ان کی تاویل اور طرح پر کی جائیگی + جیسے اللہ خالق ہے تو خالق ہونا اُس کا دوسری بات ہے جو اللہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے = اس لئے بایکدگر نسبت ہے ۓ اس کو حکم بالایجاب کہہ سکتے ہیں۔ جس کا ضد حکمِ بالسلب ہے = جو لاالٰہ الا اللہ میں موجود ہے ۓ جسکی بحث میں تضیع اوقاتی ہوگی + جو ایک قسم کا جرم ہے + اس لئے اس سے درگذر کرنا چاہئے + لہٰذا اسی قدر تصور بس کرتا ہے کہ جس بات میں سر مو نظری و فکری کی حاجت نہ ہو۔ جسکو علم بدیہی و شرعی کہتے ہیں اُس پر عمل کرنا چاہئے + جیسے کل اپنے جُز سے بڑا ہے + آفتاب روشن ہے + آتش گرم ہے + اس سے آگے جو ناممکن الفہم ہو اُسکے پیچھے نہ پڑو۔ اگر پڑو تو خیر آ ہو۔ کہ ادراک جزئیات سے کلیاتِ مجہولات کو معلوم کر کے ہماری طرف سے نیابتہً لوگوں کو فائدہ پہونچاؤ کہ عندنا ماجور قرار پاؤ + کہ بموجب دلالتِ مطابقی تم میں انسانیت کا ہونا ثابت ہو ۓ کہ رفتہ رفتہ تمہاری مجھ تک رسائی ہو + مگر سرِ دست جب تک تم ناقص ہو یہ سمجھ لو کہ بہ حیثیت بشریت میری یہ حالت ہے کہ ۵

عالی دماغ و عاقل و عالی خیال ہوں — بے لوث ہر کمال کے خالص کمال ہوں
گلزارِ دوستانِ خدا کا نہال ہوں — دشمن کے حق میں قہر و عذاب و وبال ہوں
بر عارضِ عروسِ جہاں ایک خال ہوں — یکتا ہوں اور زینتِ حسن و جمال ہوں
حالانکہ میں ابھی تو بہت خورد سال ہوں — اس پر بھی بے نظیر و عدیم المثال ہوں
ذہن و دو کتف و چشم و یمیں و یسار میں — پھرتی ہے کوئی شئے کہ پیامِ وصال ہوں
پھر جسم و جان و دل میں رگ و پے میں پشت پر — وزنی پڑی تو مجھ سے ناچار حال ہوں
چلتا ہوا اگر ہوں تو غش کھا کے گر پڑا — تپ آ گیا غشی میں بہ خوابِ خیال ہوں
ٹھنڈک ہوئی دماغ میں آنکھوں میں سکھ ہوئے — ہوش آ گیا پسینہ سے افسردہ حال ہوں
چنگا ہوا غشی سے پھر ہرا بدن ہوا — کہتا ہے کوئی کہہ کہ خدا کا جلال ہوں
سیدھا اگر ہوا تو بشکلِ الف ہوا — ٹیڑھا اگر ہوا تو زمیں پر ہلال ہوں

مارے غضب کے آگ ببھوکا ہو اہیں	سر تا بپا ز غیظ و غضب لال لال ہوں
میں وہ شرر ہوں مجھ سے شرارہ اگر اڑے	سب کو ملائے خاک میں آتش خصال ہوں
یحییٰ مرا خدا ہے جو ہیکل میں ہے نہاں	وہ تنگ آگیا تو عزیم القتال ہوں

کیونکہ زیادہ رحمت تمہارے حق میں زحمت ہے + اگر اللہ تعالیٰ تم کو ایک بشر بن کے لاحفظ کرے تو ایسا ہی تصور وار ٹھیرائے جیسا کہ میں ٹھیر رہا ہوں + تو تم کو کیا معلوم کہ میں کون ہوں + یقیناً وہی ہوں کہ ایک جان ہزار ہا سوا۔ کہ عالم علم و عالم جہل و عالم عقل و عالم حمق و عالم بشریت و عالم خلق و تخلیق و عالم مصائب غرض کہ جمیع عوالم سے مقابلہ کر کے پسپا کرتا ہوا اپنی جگہ پر چلا جاتا ہوں + اور فطرت کے ذریعہ سے جس طرح یہاں سزا ہوتی رہتی ہے وہاں کے لئے بھی مقرر کرتا ہوں + تو وہاں بھی اسی عالم کے مطابق سزا ہوتی ہے + پس مبارک ہیں وہ لوگ جو پاکباز ہیں + تو ہم پاکباز و ناپاکباز دونوں کو پہچانتے ہیں بقول اینکہ ؎

ز چین زلف مرا صاف صاف شد اظہار	کہ مشک چیں بہ فروشند بر سر بازار
کجا کنند کسے ہر چہ از زباں گویند	بود بگفتن و کردن تفاوت بسیار
بدل تذبذب انکار و ہم ریا کاری	مگر بوقت ملاقات از زباں اقرار
نگر منم کہ ازیں جملہ فارغ البالم	ز فضل حضرت یحییٰ کہ من خودم آں یار

تو اب لو میں جاتا ہوں تم جانو تمہارا کام جانے مجھ کو تخت نشیں نہیں ہونے دیا تو عبد آکر تخت نشیں ہوگا۔ وہی خوب لوٹ مار کریگا وہ میرا بڑا حماد ہوگا۔ وہ بھی تنگ آگر چلا جائیگا آخر مجھ کو درست کرنا پڑیگا۔ لہذا اب اس وقت میں کچھ نہیں جانتا غرض کہ عسا مظلوماً روانہ ہوا۔ اور بہت جلد جامۂ عبدیت پہنکر واپس آیا = اور وقت معین پر لوگوں کی ہدایت شروع کی کہ

بیان حمدا

جو پادشاہ ایسا ہو کہ خود کو خلیل و کلیم وصبیؑ و ولی۔ و آدمی و عبد و معبود بنا دے۔ خود کو پیداء و ناپید کرے۔ اپنے کو مروا ڈالے۔ موت کے منہ میں ڈالدے۔ اور جو کچھ چاہے کر گذرے پھر سب سے پاک رہے کہ یہ سب اوصاف بجز اسی ایک کے کسی میں نہیں پھر تو محض لاثانی لاشریک ٹھیرا + غرض کہ علیٰ کل شئ قدیر ہوا + اس سے بہت ڈرنا چاہئے + اسی کی عبادت کرنی چاہئے + اسی کے آگے سر جھکانا چاہئے + تو ابھی جو ولیعہد بہادر یہاں سے تشریف لے گئے ہیں ان کا ایک ادنے عبد اور چچازاد بھائی

ہوں + حضرتِ مالوہ الیہ نے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تم سے وہ سب واقعات کہوں جو اب
کہنا چاہتا ہوں سو وہ یہ ہے کہ مجھ کو یہاں حضرتِ جل جلالہ مذکور نے ۔ میں بنا کر اپنا عبد بنایا اور یہاں بھیجا۔
اُس کے بعد اپنی روح پاک جس کو روح القدس کہتے ہیں القا کیا اور اُس کے برداشت کی قوت دی ۔
کیونکہ ہر ایک میں قوتِ برداشت نہیں رکھی چنانچہ دیکھ لو کہ تم لوگ کو بہت ہی تھوڑی سی شرابِ
حیات پلائی گئی ہے جس سے ایسے متوالے ہو رہے ہو کہ خود کو سنبھال نہیں سکتے ۔ سارے گناہوں
کا ارتکاب کر رہے ہو + اگر کسی کو بے انتہا رنج و خوشی ہو جاتی ہے تو نشۂ حیات پر نشۂ خوشی وغیرہ کو
برداشت نہیں کرسکتا جامۂ عناصر سے باہر ہو جاتا ہے + مثلاً جس نے لاکھ روپیہ کا نام بھی نہ سُنا ہو۔ اور
اُس کی لوٹری ایسی زور کرے کہ دفعتہً چھ سات لاکھ روپیہ سامنے لاکے رکھدے ۔ تو اکثر ایسے وقت میں
یقیناً یہ دیکھا گیا کہ اُس سے خوشی برداشت نہ ہوسکی جاں بحق تسلیم ہو گیا + جس کو شادیٔ مرگ اور مرگِ
مفاجاسے تعبیر کرتے ہیں + تو اتنی بڑی دولت اور قدرتِ قدیریہ بنام روح القدس کا اُس میں نزول
ہونا اور حلول روح اللہ ہونے کے نشہ کو کب برداشت کرسکتا ہے ۔ ملبئے نشہ کے اناچین و
اناچناں کرنا شروع کریگا جس سے اُس کی کم ظرفی و کذبگوئی و دجالی ثابت ہوگی + لہٰذا ازلاً و ابداً
ہماری ہی لئے وقف کردیا گیا ہے کہ خود ہی اُس کو فتح کرتے ہیں اور خود ہی اُسکو ختم کرتے ہیں گویا
خود ہی فاتح المبین و خاتم النبیین ہیں + خود ہی ناسخ خود ہی منسوخ خود ہی راسل خود ہی مرسول ہیں اسلئے
کسی مرسلین میں باہم فرق نہیں + سب ایک ہیں + زمانہ و تعلیم و لقب کے مطابق فضیلت ہے + بس اس
دولت و نعمت کی کیسی حالت ہوئی جیسے سردی میں آفتاب طلوع ہو۔ اور سب لوگ دھوپ کھانے
کو بیٹھیں ۔ اُس میں کوئی ایسا ہو جو عین سورج کے سامنے جاکے کھڑا ہو جائے ۔ کہ سب دھوپ
اُس پر جا گرے + اور دوسرے سردی سے افسردہ ہونے لگیں + اور اتنی قدرت نہ رکھیں کہ اُس کو
وہاں سے ہٹا سکیں ۔ تو بجز اسکے اور کوئی چارہ نہ ہوگا کہ سب لوگ اُس میں سما جائیں ۔ اور خود وہی
بنجائیں + کہ سورج کا سورج خود میں سمیٹ لیں + تو حیات ایک روشنی ہے + روشنی سے دیکھ بھال
کے کام کرنا چاہیئے + تو روشنی کی اندرونی غرض یہی ہے کہ نور الانوار سے مل کے نورٌ علی النور ہو +
نہ کہ بے کار کَل ہو جائے + اس لئے تم کو مجھ میں آنا چاہیئے کہ سکران نہ رہے پورا ہوش رہے + نور اللہ
بن جاؤ کہ یہ متمم النور منصور و مظفر ہے چنانچہ وہ روح الامین جو مجھ پر القا ہوئی اُس کا حکم ہے کہ
میں لوگوں سے یہ بیان کروں کہ اُس نے مجھ کو یہ کہہ کے اُٹھایا کہ اے کملی کو شعار اور خود کو دثار بنا کے
فکر اللہ میں پڑا رہنے والا قم باذنی کہ اُس نے تجھ کو متعلم بالبیان اور متعلم بالقلم بنایا ۔ مگر جس کا وقت ہو

اُسکو جاری کر۔ اور سنہا دھو کے فراصاف سُتھرا کپڑا اللہ ہین کے آدمی کی شکل بنا کے ان بدوا ور
جنگلیوں میں جا اور میری بڑی بڑی کبریائی بیان کر کے یہ کہہ کہ مَن فِتنی فی الوحید فکانَ وحیدا سے
غذوا من خَلَقتُ وحیدا اغذوا تعلموا الیہ ولا تعرضوا
چنانچہ یہ سب کائنات کا کائنات جو ایک منظوم منثر کی طرح مالِ ممدود پڑا ہوا ہے یہ سب تمہید
مہدی ہے + اور وہ کون ہے کہ وہی وحید مونڈی کا ٹا پھرتا ہوں کہ وہی وحیدِ مونڈی کا ٹا جس کا
اوپر بیان ہوا اور آگے یہ بیان ہے کہ صیّا حاکم وحکیم بنایا گیا تھا بڑا فصیح البیان حمّادِ روح اللہ تھا۔
مہد نشین تھا + جسکی ایک بار مونڈی کٹ چکی ہے دوسرے بار باقی ہے + اور وہ اسواسطے کہ اُس
سے قربانی مانگی گئی تھی جو آخر واسے پر چھپڑ دی گئی ہے کہ اگر پدر نتواند پسر تمام کند + تو چاہئے کہ خود ہی
پدر بن کے بہت سے پسر پیدا کرے۔ اور خود پسر بن کے وہ نحرِ د قربانی پیش کرے + اس لئے ہم
نے اُس کو کوثر دکثرت کے ساتھ آل عطا کر رکھی ہے۔ کہ وہ سب قربانیاں پوری ہوں + اور وہ کب
مجرمین اُن جرایم کی سزا میں جن کو ہم جانتے ہیں اُس قربانی و تذبیح کے مرتکب ہوں کہ پورا جرم ثابت
ہونے سے تمام نعمتوں سے ابتر رہیں + ان واردات کے آثار یہ ہونگے کہ وہ لوٹیروں میں پورا لوٹیرا
بن کے جائیگا اور انصاف سب کے جان مال کو لوٹیگا اس کا نام غنیمت وانفال رکھیگا + دغاباز لوگ
موقع پاکر شہر حرام میں بڑا بھاری جدال وقتال کرینگے اور اس کے اہل وعیال کو بیت الحرام سے
اخراج کرینگے + اور سب بُنین شہید ہونگے + مگر جس نے پہلے فتنہ برپا کیا جس کا نتیجہ جدال وقتال
ٹھیرا۔ گویا اول وہی قاتل ہے۔ اُس کی بھی وہی جزا ہے جو قاتل کی + پھر اگرچہ اُس نے ظاہرا بہت
کچھ اعمال حسنہ بھی کئے ہوں مگر وہ سب مجسود اور ائیگاں گئے۔ ہرگز وہ اصحاب نہیں بلکہ اصحاب النار
ہیں + اور ہمیشہ ناری رہینگے + تو لیہلک من ہلک عن بیّنۃ ویحییٰ من حیّ عن بیّنۃ کے مصداق
پر وہی مونڈی کاٹا آیت اللہ قدیر بن کر عدل وانصاف کے لئے آئیگا۔ کہ لوگوں کو زندہ کر کے مقدمہ
کا اظہار۔ اور ہم اپنی قدیر ہستی لازوال وحی القیوم ہونے کی زکواۃ میں خود کو نیست کر کے اُسی کو ہست
کر دینگے + اور یہاں یہ بھی کچھ بڑی بات نہیں + پس کتاب حکیم اور قرآنِ حکیم یعنے صبی وولی۔ روح و
حیات۔ جی اور جان کی قسم کہ دونوں ایک ہی ہیں + تو وہ ایک کہیں یہی سُننے والا نہ ہو اور غالبا
وہی ہے تو اے سُننے والے لوگوں سے کہہ کہ تجھ کو اُس روح اللہ عزیز الرحیم نے رسول علیٰ صراطِ
المستقیم بنا کے لوگوں کے ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ کہ تو اُن سے رُوح اللہ کی بہت کچھ حمد وثنا
کرے جس سے اُن کو اُس کا شوق پیدا ہو + تو اُسکی ادنیٰ تعریف یہ ہے کہ کسی قدر تعریف کر مگر

سب ہیچ ہے۔ وہ اُس سے بھی متعالی ہے + فَسُبْحَانَ اللهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِاَعْوَانِهٖ وَالذَّوَارِیْدِ وَذَبْدِ وَرَاتِهٖ وَالرِّیْحِ بخفقانه والسحاب بسریانه وَالْبَرْقِ بلمعانه والبحر بحیتانه والبر بکثبانه والنهر بجریانه وَالشَّجَرِ باغصانه والزهر بالوانه وَالرَّوْضِ بنورانه والطیر باشجانه الحمد لله علٰے احسانه له الملكُ وله الحمدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ + پس اُسی قدیر کے کہنے سے بولتا ہوں ورنہ میں متکلم عن الھویٰ نہیں۔ بلکہ شدید القویٰ فی العقل والعرفان ہوں اور راسخ فی العلم والایمان ہوں۔ اور باطناً ہر طرح سے مستوی فی الوجود باطن بنایا گیا ہوں + چنانچہ دیکھو کہ مجھ کو ابتداء سے انتہا تک نسبت ہے + کہ اگر کوئی حی ہے تو میں حوا اور یحییٰ ہوں + اگر کوئی بشر ہے تو میں بشیر ہوں + اگر کوئی صوفی وصفی ہے تو میں مصطفٰی ہوں + کہ اگر کوئی تہلکہ میں پڑا ہے تو میں مکہ میں بڑا ہوں + اگر کسی کو راغ ومصر ومدین سے تعلق ہے تو مجھ کو غار ومکہ ومدینہ سے تعلق ہے + اگر اہل مدین مردود ہیں تو اہلِ مدینہ بھی مردود ہیں + اگر کوئی قاصر فی الفصاحت رہا تو میں حاضر فی الفصاحت ہوں + کسی کے پاس عصا تھا تو میرے پاس تلوار ہے + کوئی اہلِ کتاب تھا تو میں بھی اہلِ کتاب ہوں + اگر کسی کا انشراح الصدر ہوا اور اُس کا ہرنا وزیر وقت بانہ بنا۔ تو میرا بھی انشراح الصدر ہوا اور میرا بھائی ایلیا۔ ظہیر وزیر ورفیع الذکر ہے + اور کسی کے بارہ چشمے۔ بارہ فرقے۔ بارہ رسول ہیں۔ تو میرے بھی بارہ امام ہیں + کہیں ہرنا کو چھوڑ کے لوگوں نے بقر کو پکڑا۔ یہاں ایلیا کو چھوڑ کے عمرو بکر کو پکڑینگے اگر کسی کا بھائی یوحنا فصیح البیان تھا تو میرا بھائی ایلیا فصیح البیان ہے + اگر یوحنا کا بھائی عین تھا تو میرا بھی بھائی عین ہے۔ جی اور جان دونوں ایک ہیں۔ تو حمدا اور ایلیا بھی ایک ہی ہیں۔ جن کو احمد علی کہتے ہیں + اگر عین کے چار ساتھیوں میں سے ایک مقبول اور تین مردود ہیں + تو یہاں بھی وہی حالت ہے + کہ اگرچہ کوئی اشد علی الکفار اور معرض عن اللغویات حافظ الفروج ورحیم الطبع ساجدین وشاکرین وطالبِ رضوان اللہ سے ہو پھر بھی علین کی بزرگی کو نہیں پہونچ سکتا + اُسکی مثال یوں ہے کہ اگر بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کیجائے۔ اور جابجا سے التقاط کئے جائیں۔ تو جسقدر آسمانی کتاب میں مضامین ہیں۔ وہ سب آجائینگے مگر پھر بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس میں وہ اثر نہیں پیدا ہو سکتا۔ جیسے بے دل اور اہلِ دل کی بات کے اثر میں فرق ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی بات دونوں کریں مگر اہلِ دل کے کلام میں اثر ہوتا ہے + دوسرے لائق ڈاکٹر اپنی تصنیف کو کورس بنائیگا نہ دوسرے کی ناقص تصنیف کو

اتفاقاً

تو علیؑ و ولیؑ میں بہت فرق ہے + پس میرے تمہارے کلام میں بھی بہت فرقان و قران ہے + مگر یہ جائے افتخار نہیں کیونکہ اگر انسان اُلو کو یہ کہے کہ تو میری طرح نہیں بول سکتا ۔ تو اُلو بھی مجاز ہے کہ یہ کہے کہ وہ اُس کی طرح نہیں بول سکتا + لہذا دو طرفہ دعوی لایعنی ہے + اور اگر کوئی بہت دور تک لکھتا یا بولتا چلا جائے تو ضرور ہے کہ کسی جگہ اُس نثر میں منظوم عبارت پیدا ہو جائے + یا بہت سی صنعتیں پیدا ہو جائیں + یا لوگ اُسکے بعد صنعت نام رکھدیں + اور بہت دور پر اُسی کی اقوال و مضامین سے اُسکو قایل و معقول کر سکیں + تو یہ سب باتیں سب کتاب میں پیدا ہو سکتی ہیں + وہی حرف وہی معانی وہی ضرب الامثال ۔ بعین و عن خوبصورتی سے آ سکتے ہیں + لیکن بجنسہ و لعینہ و بمثلہ و کانہ پیش کی جائے تو عین وہی عبارت ہو جائیگی + اُس میں جدائی کیا باقی رہیگی + پھر وہ اپنرطہ کے ذریعہ سے ہو یا بے اپنرطہ کے ذریعہ سے + کیونکہ جس نے لکھنا پڑھنا ۔ بولنا ۔ ایجاد کیا ہے وہ بہت ہی زیادہ اپنرطہ تھا اس لئے اس میں کوئی خوبی نہیں + مگر خوبی یہ ہے کہ اس سے جو اعلیٰ اعلیٰ کتاب ہو سکتی ہوں وہ سب اسکو قیامت تک جاری رہنے دینے سے ملتوی رکھنے کی کوشش کریں اگر اس میں اُن کو کامیابی ہو جائے تو البتہ یہ کتاب غلط ہے بس یہ بڑی نشانی و آیت ہے اگر اس آیت کے مثل کوئی آیت لانی منظور ہو تو لاؤ اور اس کی جگہ دوسری کتاب جاری کرو + مگر میں خوب جانتا ہوں کہ قیامت تک ہرگز ہرگز نہ لا سکو گے لیکن البتہ قیامت کے قریب بمطابق قانونِ قدرت کہ ہر چیز بدلتی رہتی ہے اس کو بھی بدلنا پڑیگا لہذا اسکے حروف مٹنا شروع ہو جائینگے ۔ یعنی منسوخ ہوتے ہوتے وقت پر منسوخ ہو جائیگی + تو وہ منسوخ کرنیوالا ابھی میں ہی ہوں + مگر تم لوگ قانونِ جدید جاری کرتے وقت ہمیشہ اعتراض و استہزا کرتے ہو آج بھی کر رہے ہو اُس روز بھی کروگے + مگر جیسے یہ جاری ہونیوالی ہے ویسی ہی وہ زبور ۔ کتاب المسطور جادو کی طرح جاری ہو کر اثر کر جائیگی + پس میں وہ بیچارہ مسکین ہوں ۔ جس کے پاس نہ خزانہ ہے ۔ نہ ملک خصال ہے ۔ نہ معجزات و آیت اللہ ہے ۔ نہ عیسا کی طرح عالی نسب ہے ۔ نہ غیر منی زادہ ہے ۔ نہ متکلم فی المہد ہے ۔ نہ موید بروحِ القدس ہے ۔ نہ مخاطب بروح اللہ ہے ۔ نہ سیدِ حصور ہے ۔ نہ عرش نشیں ہے ۔ بلکہ ان کا ادنے ایک عبد از خاندانِ عبید ہے ۔ اُن کی دنیاوی دار الحکومت بنام بیت المقدس کی طرف سر بسجود ہے + اب وہ جدھر چاہیں مجھ کو متوجہ کر دیں ۔ اُن کی توجہ شمس و نور کیطرح چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے + کہ ہر کوئی مدعی ہو سکتا ہے کہ میری طرف ہے ۔ مگر سچ پوچھو تو

۹۷

خصوصیت کے ساتھ میری طرف ہے + یہ سب میں اُنہیں کے حکم سے کہہ رہا ہوں - ورنہ مجھ میں
قوتِ گویائی نہیں - نہ بندہ ہونے کی قوت ہے - یا تو اُنہوں نے مجھ کو قوت دے رکھی ہے
خواہ کیداً اور بالمکرِ خیر خود ہی عبد بنگئے ہیں اور بھلاویا ہے + اس کی مجھ کو خبر نہیں + پس مجھ کو
خبر اسی قدر ہے - کہ وہ نہایت ہی جمیل و جلیل رحیم و کریم حلیم اور خلیق علی خلق عظیم بالکل پاک اور
روح القدس تھے کہ گویا خدا کا بچہ کہنا چاہیئے اُن کے ساتھ گستاخی کی گئی اس کی تلافی و غمی میں
نسلاً بعد نسلٍ پانچ وقت زمین سے ناک رگڑا کرو + کان پکڑکے اُٹھا بیٹھا کرو + کہ اس گوشمالی
سے تثلیث بالوحدت کا نمونہ ظاہر ہو + اور اُن کے نام سے چیخ بار بار کے کان پہ ہاتھ رکھا کرو -
کہ اس گرہ بندیٔ اوقات میں دوسروں کا کروڑہا کروڑ کا فائدہ ہو اُن کے خرید و فروخت میں ترقی ہو -
تم خسارا میں پڑکے مفلس رہو اور ایک مہینہ ڈٹ کے بھوکے مرو + کہ عیسا کو بھوک میں کھانا نہ کھلایا -
کہیں امن نہ دیا + انہیں جرائم میں سونا - چاندی اور ریشمی چیزیں گانا بجانا بلکہ سب اعلیٰ درجہ کی نعمتیں
تم پر حرام ہیں + پس یہی نعمت تم پر آج کے دن تکمیل کی گئی - اسکو بھی رحمت سمجھو - اور سر تسلیم خم
کرکے قبول کرو + اور دُعا مانگو کہ اے روح اللہ ہم کو نعمتِ غیر مغضوب عطا فرما اور اب تجھی کو پوجتے
ہیں اور تجھی سے استعانت چاہتے ہیں - لہذا مہرِ غلامی بنام ختنہ بھی جاری رکھو - تاکہ عیاشی
میں ترقی ہونے پر پورے گنہگار ٹھیرو کہ دوزخ کا پیٹ بھرے + اور ایک مُدّت دراز تک غمی
کی نشانی - کالاغلاف کالا جھنڈا - کالا قبا و کعبہ رکھو کہ تم ظلمانی ہو ظلمانی قبلہ و کعبہ کے لائق ہو +
اب اگر روح اللہ رحمتہً چاہیں تو غلامی سے چھوڑا کر اپنے قبلہ و کعبہ کی طرف جھکنے کی اجازت دیں
یا نہ دیں ان کو اختیار ہے - اس پر اگر ہم سے معجزہ طلب کرتے ہو - سرٹیفکیٹ ڈھونڈھتے ہو - تو
میرے پاس سند وغیرہ کچھ نہیں ہے - اور یہی معجزہ ہے کہ ہم معجزہ دکھلائیں اور تم کو نہ دیکھے دوسرے
یہ معجزہ ہے کہ ہم معجزہ دکھلائیں یا نہ دکھلائیں مگر کسی زمانہ میں لوگ ہمارے معجزہ کے ازحد قائل
ہونگے - اور ہزاروں ہزاروں معجزات تصنیف کرینگے - مگر ذرا انصاف کرو کہ تمہارے پاس کیسے
کیسے زبردست اہلِ آیت آچکے ہیں - کہ جب تک آسمان و زمین کا کارخانہ درہم برہم نہ کردیا جاتے
اُس سے بڑھ کر آئیت اللہ نہیں ہوسکتی + مگر تم نے ایک دو تین کسی کو نہ مانا + تو اب پھر جب
تک وہی صاحب مہدی جو مہد میں بولتے تھے جن میں کل شئے محصون ہے سب قسم کے
قدرت و قوت کے قید خانہ ہیں تشریف لاکر مردوں کو اُٹھا اُٹھا کر مضغہ کا اظہار دے کے سختی سے
سزا نہ فرمائیں اُس وقت تک تم راستی پر نہ آؤ گے + تو یاد رہے کہ جب وہ صاحب تشریف لائینگے

تو یقینی ہے کہ تم میں انقلاب الفواد والابصار کا مرض پیدا ہو جائے کہ ایمان نہ لاسکو تا کہ عذاب میں گرفتار کئے جاؤ + تو اس دلیل سے بھی ممکن ہے کہ ہم ہی وہ آیت اللہ ہوں۔ اور تمہیں معجزہ دکھلا رہے ہوں اور تم کو اسطرح نہ سوجھتا ہو جسطرح اتنا بڑا کارخانہ دیکھ کر اُسکے صانع کی طرف نہیں سوجھتی کہ کوئی ہوگا + گویا نظر بند ہو گئے ہو + ایسی حالت میں اگر تم کسی کو آسمان پر بھی چڑھتے دیکھو گے جب بھی تم کو شک ہوگا۔ کہ شاید کوئی مداری ہے جو اُس نے نظر بند کر دیا ہے + تو جب نظر بندی سمجھتے ہو تو حق و باطل سب کو نظر بندی سمجھو۔ کہ تم کو خود میں بھی رہنے کا ٹھکانا نہ ملے + ایسی حالت میں ما انا علیکم بحفیظ + ورنہ مجھ کو محبت الامر ہونے دو + میرے نسخ و تنسیخ میں تم نسخ و تنسیخ نہ کرو لیکن تم باز نہ آؤ گے + تو جس دم روح اللہ سے برگردہ ہو جانے والا پادشاہ روم سے خارج کر دیا جائیگا۔ اور مجھ پر ایمان لانے والا فتحیاب ہو کر روح اللہ سے برگردہ ہونے کی حالت میں پھر روم سے خارج ہونے کے قریب پہونچیگا۔ تو آیت اللہ بنام رُوح اللہ بشکل فتح اللہ ونصر اللہ ہو کر آئیگا + اُس وقت میں اپنی آنکھ سے دیکھونگا کہ دین روح اللہی یعنے دین اللہ میں لوگ جوق جوق فوج فوج داخل ہوتے جائینگے + اُس وقت جمیع قضایا بالحق بعدل و انصاف فیصل کر دئے جائینگے جو کہ جھگڑا مٹجائے + اور ہر ایک قوم کے لئے جو ایک وقت مقرر ہے اُس مقدس آنیوالی قوم کے لئے وہ دن مقرر ہوگا + پس ان سب کو یاد رکھو + ذاکر رہو + یہ سب ذکری ہے + آئندہ ما علی الرسول الا البلاغ + مگر واضح رہے کہ انا ہو و ہو انا اور یہ بھی اُسی کی قدرت کا زور ہے ورنہ عبید را با چہو چہ نسبت + پس جہاں تک اسکی حمد و ثنا ہو سب تھوڑی ہے پھر کیا اُسکی حمد کروں مگر خیر بااین ہمہ جو کچھ ہو سکے اپنے لئے فخر و سعادت ہے اس لئے چاہئے کہ ہم لوگ اُسکے واسطے عین اُسکی طرف سے یہ نغمہ عرفانی گاتے جائیں کہ ؎

۱۷ انجمن تکبیر ۳۴

الحمد للہ الذی رفع السموات العلا — ہو لا یزال و لم یزل ما ینبغی لہ ابتدا
لیس لہ کفواً احد اذ ہو رب العالمین — واللہ یحکم بینکم یوم القیامۃ مفردا
ہو علمنا ہو جہلنا ہو عقلنا ہو نقلنا — ہو فکرنا ہو ذکرنا کفا بہ متوحدا
انطقنا اللہ الذی انطق کل شیٔ — استلج المیاہ لی و انا لفیٔ مجردا
وہی سماء مدیرۃ و حرجہا فتدحرجت — فتکورت و تصورت للعین طالیہ شدا
امنت باللہ الوحید المفرد ذی الفضل العظیم — وہو یحبنی والدا یحب والد و ولدا
انی الصبی مع الولی شیخی بلا ذی و ابی — من آل صاحب عرش فانا الشریف ابوالہدی

بارکنی ثم یا الٰہی انت الوالاب القدیر ‏ — ‏ اسمحنی من برکاتک حتی اکون مویدا
من راج فیض فضلک روحت روحی بروحک ‏ — ‏ ووہبتنی فرمانک فہو لنا مجتہدا
خسر ہنالک مبطل من قال انی لا الاحد ‏ — ‏ وہو الاحد وہو الصمد ما کان غیرہ احدا
من ہو من شرکائکم من یفعل من ذالکم ‏ — ‏ من کفر فلنفسہ ولنفسہ من اہتدیٰ
یوم تقوم الساعۃ لا ریب فیہا اعلموا ‏ — ‏ ذالیوم یجزی کلما نفس بما کسبت بدا
وابصارہم وجلودہم کلّ لکانوا یعملون ‏ — ‏ ہم یشہدون بربہم ما کانوا یعملوا اکسدا
واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ‏ — ‏ ما ینبغی ان تحقدوا لا تحسدوا لہ حسدا
ما ویٰ لکم نار لہیب وبئس مثوی الکاذبین ‏ — ‏ تدعون من اوثانہ لا تعبدونہ عمدا
اذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم واذکروا ربکم ‏ — ‏ فاذاہ حق اذیتہ لم ینقضوا لہ عہدا
من کذب للحق بل ہو کذاب الاشر ‏ — ‏ کم کذب بجہالتہ کم منہ کذب عنکدا
علمتہ فتعلّم نا ولتہ فتنا ول ‏ — ‏ فاللہ خیر حافظا وہو جعلہ موحدا
ان الینا ایابہم ثم علینا حسابہم ‏ — ‏ فہدیتم کم مرۃ ثم ہدیت موکدا
ان العذاب علی لمن ہو کذب متولیا ‏ — ‏ لایحصل لہ جنۃ لا کوثرا لا عرجدا
اعمالہم کرماد فی بطن الریاح صرصر ‏ — ‏ فسد الفساد لنفسہ دخل الجہنم سرمدا
حتی اذا ما جاءہا شہد علیہم سمعہم ‏ — ‏ ان کانت الا صیحۃ منہا یموت مرتدا
واضمم الیک جناحک لا تشتہر فی نفسک ‏ — ‏ واتبع ما یوحیٰ الیک ان کنت حقا مصلحا
واعطی لک ولینسلک فی عہدک ارضا محیط ‏ — ‏ خیر الذین لیومنوا ما یکفر بک ابدا
اذہب انت وربک فہو وزیرک ان تحب ‏ — ‏ واصبر علیٰ ما اصابک صدقنی صدقا مرشدا
قال الجدار و للوتد و لما ذا انت تشقنی ‏ — ‏ انظر الیٰ من ہو فیک تدقنی لا وتدا
من ذا الذی یتکلم فیک بلفظ انا انا ‏ — ‏ وکانہ ما ہو الا انا لکنت مجلدا
واللفظ کاللولوء متلالی بہ نظم ناظم ‏ — ‏ فی النحر النسان العیون علیقتہ متوقدا
یحییٰ وانہ مہدی وہو المسیح محمد ‏ — ‏ استحسنتہ دایما فاستکرمتہ ممجدا

پس وہی آیت اللہ صاحب استکرام جن کا ذکر پیش ہے اُن کے آتے آتے وقت تک میرا پورا
قادہ خوابکر دیا جائیگا کہ یہ سب طاعین جو حقّا اور الثنا سراً اور جہراً ہمارے دشمن ہیں اور در پردہ
حزب الشیاطین کو ابھار کر بعضہم الیٰ بعض موحی بہ وحی غیبت و استہزا ہوتے رہتے ہیں یہ برتاؤ کرینگے

کہ مسجد میں بغرضِ فتنہ وفساد ونمازی بن کے آئینگے۔اور مجھ پر ایمان لائینگے۔ اور ہم ہمیشہ سے مطلع علی حیاتم ہیں۔اپنے اخلاقِ عظمیٰ کے سبب سے کچھ نہ کہینگے۔کہ وہ ہر طرح مغلوب ہوکر یہ منافقانہ برتاؤ اختیار کرینگے کہ بجائے اس کے کہ اپنی اولاد کو من خشیتہ الاملاق۔ہلاک کردیتے تھے۔ مجھے بیاہ دینے کو غنیمت سمجھینگے +جس کے ذریعہ سے ان کا مطلب حاصل ہوئے اس لئے دشمن خانگی بلباس یارِ غمخوار بنے ہوئے ساتھ رہینگے + اور مجھ کو اُبھارینگے کہ میں اعلانیہ دشمنوں سے مقابلہ کروں۔ تو میں کہونگا کہ بہت خوب تم میری طرف سے مقابلہ کرو۔ تو کہیں گے کہ آپ بھی ساتھ چلئے + تو میں اُن کی چالبازیوں سے واقف ہوکر یہ کہونگا۔کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میں سرِ دست رجالینِ موجودین سے براہِ راست کسی کا باپ تو ہوں نہیں۔مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جس طرح سب انبیاء کو والی ووارث دیا گیا ہے کہ اس کے بعد میرا شأ اُس کا کام چلائے اُسی طرح یہ میرا بھائی قوتِ بازو۔ دستِ یمین ویداللہ۔بیٹا اور ولیعہد ہے جس کو علیؑ ولی اللہ کہتے ہیں جو اخص الخاص پانی سے پیدا ہوا ہے اور ہماری بیٹی سے نسبا مصاہرت کا مستحق ہے +یہ بڑا حیدرِ کرار ہے کہ دمِ جنگ ہرگز پشت نمائی نہیں کریگا + یہ تمہارے ساتھ لڑائی میں جاتا ہے + اُس کا جانا میرا ہی جانا ہے + کیونکہ ہم دونوں ایک ہیں۔ لہذا اگر ہم تمہارے سید ومولیٰ ہیں تو یہ بھی تمہارا سید ومولیٰ ہے۔اس واسطے ہر جگہ اسی کو امیر وامام۔ کپتان۔ کرنیل اور کرار سمجھتے رہنا + اس پر وہ لوگ مجھ کو غیظ آمیز نگاہ سے گھور کے دیکھیں گے + اگرچہ پچتا کے جائینگے تو اخنداعًا اِدھر اُدھر ہو جائینگے ورنہ برخلاف علی الخلاف یعنی مارنے والوں کے پیچھے اور بھاگنے والوں کے آگے اور انفال وغنیمت میں پہلے شریک رہینگے + جب شکایت کی جائیگی کہ اُنھوں نے ایسا دھوکا دیا تو مستحق نہ ہونگے بلکہ جھوٹ موٹ قسم کھاکر کہیں گے کہ ہم تو قیام وقعود۔رکوع وسجود میں لگ گئے تھے + جب کہا جائیگا کہ یہ بے محل قیام وقعود تو ایسا ہی کفار کو قصداً دخل وقبضہ کی اجازت دیدینی ہے جیسا کہ اگر کوئی کامل شخص اپنے قدومی فریضہ کو پورا کرنے کے لئے ظاہراً خوفِ دشمن سے اُس فریضہ کو گریز کی صورت میں ظاہر کررہا ہو۔کہ راستہ میں کوئی اُس کا نام نہادی دوست مِل جائے۔جو اِسی غرض سے نکلا ہو کہ اُس کامل شخص کا پتہ لگائے۔اور وہ کامل شخص اس فریب کو تاڑتا ہوا اُس کو ساتھ لے کر کسی غار میں جا کے چھپ جائے۔تاکہ یہ واپس جاکر لوگوں سے نہ کہے۔اور وہ نام نہادی دوست ظاہراً محبت ظاہر کرکے زور سے

رونا شروع کردے تاکہ پوشیدگی کا پتہ لگ جائے جس پر وہ کہے کہ ارے تو نے یہ کیا گڑبڑ مچایا۔
خدا کے لئے چپ رہ۔ خدا پر بھروسہ کر + جو خدا سب کے ساتھ ہے وہی خدا ہمارے بھی ساتھ ہے
ہماری حفاظت کرلیگا۔ تو کاہے کو شور وغل مچاتا ہے۔ بس اگر تو مجھ کو چاہتا ہے تو چپ رہجا +
کیونکہ یہ تو دوستی اور محبت نہیں ہوئی بلکہ عین دشمنی ہوئی۔ کہ دوست کو اس حکمت سے پکڑوا
دینا ہے + لہذا یہ سب عذر ملعون ہے۔ ہرگز قابلِ شنوائی نہیں۔ تو اُس وقت عین حرم میں
روح اللہ کو حاضر و ناظر جان کے قسم کھائینگے کہ اب آئندہ سے ہرگز ایسا نہیں کرینگے + لیکن
یہاں قسم وغیرہ کی تو ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تو اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر یہ حد سے
باہر ہو جانے والے لوگ ہونگے۔ حتیٰ کہ نفی کلِّ مرۃٍ علی التواتر اسی طرح ثابت ہوتے جائینگے +
لیکن پھر بھی میرے اور میرے ولی عہد کے ساتھ معاہدہ شکنی و انقضاءِ العہود سے نہ باز
آئینگے + پھر اگرچہ اُن کے ساتھ ہزار اخلاق کئے جائیں + ہر مشورہ میں شامل کئے جائیں۔ ہر
امر میں مداخلت کی اجازت دیدی جائے۔ بھائی بندی میں شریک کرلئے جائیں۔ قرابتداری
پر قرابت داری مستحکم کردی جائے۔ سارا انفال وغنیمت دیدیا جائے۔ ان کے پیچھے نماز تک
پڑھی جائے مستخلف فی الارض کردئے جائیں۔ بلکہ خدا تک بھی بنادئے جائیں۔ تاہم یہ شجرۃ
الملعونہ سے ملعون ہی رہینگے۔ کیونکہ ردی الاصل اور شیطان نژاد ہیں + آسمان پر بھی اُڑیں تو
اُن کا اعتبار نہیں + یہ سب باتیں اُن کی بزرگی کے لئے کچھ سند نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ یہ سب
مریضِ بد پرہیز کو حلوا دیدینا ہے + جو حیاتِ موجودہ و آئندہ کے لئے زہرِ ہلاہل کا کام کرے +
پس اُن کے حق میں تحذیر و عدم تحذیر۔ نذارت و عدم نذارت سب مساوی ہے + یہ اپنے چیلے
چینگڑے کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ دھوکا دینگے + دلیلِ مستضعف سے شتری الحدیث بغیرِ علم ہوکر
لوگوں کو گمراہ کردینگے + سراسر وصیت نامہ کے خلاف کرینگے + اُس میں تحریف کرینگے + لوگونکو
آرام پہونچانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ سب سے پہلے ہماری ہی نسل کو تکلیف دینگے اور کہینگے کہ نبی
کے لئے نہ میراث کی ضرورت ہے نہ جورو و بچّے کی ضرورت ہے۔ نہ آرام و جنت کی ضرورت
ہے۔ وہ اہل وعیال سمیت خراب خستہ رہے۔ مظلوم و مقہور بے عزت و ذلیل رہے۔ تو عین
اس کے لئے فخر ہے + اس لئے اس کا کوئی وارثِ حکمت و حکومت کے لائق تو درکنار
تیسرے چوتھے درجے کے بھی لائق نہیں بلکہ ایک دم واجب القتل ہے۔ کہ اُس کے قتل سے
سب کی بخشائش ہوگی پس وہ سب حرام کے بچے برخلاف رسول اللہ قعودِ خلافت سے بہت

متفرح ہو نگے + مگر جو لوگ آلِ مظلوم کا مہاجر و مجاہد و انصار رہیگا وہ مقبولِ الٰہی ہو گا + لہذا کوئی مخالفِ رسول اللہ نہ ہو تو بہتر ہے پھر وہ بدو ہو یا اعراب و حضارم کسے باشد + لیکن ضرور مخالف ہو نگے + اس لئے اگر ہم اُن کو ہزار معاف بھی کریں تو کردیں مگر وہ نہیں معاف کریگا - حتیٰ کہ اگر توبہ کرنیوالا اعدادِ کن اور جسقدر اُس سے ہر ایک ذرہ کائنات ہوا ہے اُسکے برابر بھی سبعین مرۃ توبہ کرے تاہم اسکو اللہ تعالیٰ نہیں قبول کریگا + پس لعنت اللہ علیٰ ثلاثۃ الذین خلفوا ثم اختلفوا فی الکتاب اختلافاً کبیرا + مگر وہ کیا اختلاف کرینگے کس - لئے کہ ہم اُسکو نازل کرینگے - ہم اسکے حافظ رہینگے - ہم کو اُس کا حرف حرف یاد رہیگا + چنانچہ توبہ کرنے کے بعد بھی اُن کی یہ حالت ہو گی کہ مجھ کو سخت مجبور کرینگے کہ دشمن سے مقابلہ کرو + جب پھر میں کہونگا کہ تم میری طرف سے جاؤ اور لڑو - تو اُس وقت کہینگے کہ مقعد فی البیت رہ کر تنگی بہ بجائے کثیرہ رہنا بدرجہا بہتر ہے کہ اس طمازتِ آفتاب میں باہر نکلیں + ورنہ اگر ایسا ہی ہے تو تم خود بھی چلو حالانکہ اگر ہم بھی چلوں تو یہ مخرج عن البیت ہونے والے نہیں + تو اگر یہ آج گرمی سے ڈرتے ہیں - تو انشاءاللہ تعالیٰ یہ جہنم میں جاکر گرمی کا مزہ چکھینگے + مگر خیر اُن کے کہنے پر بھی کردیا جاتا ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ جاؤنگا مگر یہ وہاں بھی دھوکا دیکے ہجرت پر آمادہ کرینگے اور خود بھی بہ ہجرتِ مبطورہ مہاجر بنینگے - اور بار بار ہمین وادی یہ جتلاتے رہینگے کہ ؎

خاک چھانی در بدر ہم نے تلاشِ یار میں جامۂ ہستی ہمارے تن پہ میلا ہو گیا

اس لئے ہم تمہارے ساتھ نہیں رہنے + ورنہ اپنی ساری بات پر ہم کو قابض بناؤ سگویا اس قدر عداوت منسلک فی قلوب المجرمین رہیگی + ایسے پر صلواۃ و سلام بھیجنے والا اُن سے زیادہ مردود وملعون ہے + آخر میں ہماری ہی جیت رہیگی + اُن پر ہر طرح ضیاق العناصر والارواح ہو گا + اُس وقت ہمارے عناصر کے ہم پہلو رہنے کی درخواست کرینگے + مگر وہ اُٹھانے والا بزر اُٹھائے اور سزا دئے نہ چھوڑیگا کہ وقت پر وہ معجزہ میں شمار ہو + کیونکہ وقت کے مطابق معجزہ ہوتا ہے - کبھی سحر و طلسمات کا کبھی حکمت وحکومت کا کبھی فصاحت و بلاغت کا کبھی شجاعت و سخاوت کا کبھی قدرت و کلیت کا - پس تم روح اللہ کو سجدہ کے لائق نہیں لہذا زمین کو سجدہ کیا کرو - اور جو کچھ جس زمانہ میں حکم دیا جاتا ہے اُس باطنی مفہوم کے مطابق سب کو دیا جاتا ہے - پھر اگرچہ وہ کسی جگہ کا رہنے والا ہو جہاں ہمیشہ رات رہتی ہو یا ہمیشہ دن یا خلاف ذالک + پس ڈرو اُس سے جواب کی بڑا رحمن و رحیمن کے بعین آئیگا بلکہ بڑی قہاریت کے ساتھ قہار بن کے

آئیگا + اس واسطے سورہ توبہ کے پیشتر بسم اللہ نہ رکھو توبہ کا دروازہ کھلا رہنے دو۔ شائد توبۂ و انابت سے برامت ہو + تو وہ کون آئیگا کہ وہی یہوائے مہدنشین جسکو اللہ تعالےٰ کہتے ہیں فسبحان اللہ الذی لا الٰہ الا ہو علام الغیوب وکشاف الکروب وستار العیوب وغفار الذنوب وان اللہ واحد القہار + پس تو اے میرے اللہ مجھ کو زن و مرد کی اثنینیت سے خارج کر + مجھ کو عناصر و ارواح کے قید خانہ سے چھوڑا + مجھ کو تمام عبادت و مطلقیت بلکہ سب جھگڑے سے بچا + اور تجھ پر یہ مشکل نہیں۔ تُو تو بڑا داتا دانا ر۔ کرتا کرتار ۔ سنتا سنتار ہے۔ تو تو بن کیے کرتا ہے + تجھ سے کیا مناجات مانگوں۔ مگر تیری طرف متوجہ ہو کے اپنا دل بہلاتا ہوں اور تیری ہی دُھن میں الاپتا ہوں کہ ؎

یا الٰہی حکمرانی بر ہمہ دُنیا کنم
گنبدِ ایوانِ خود را قبۃ العلیا کنم

سیرِ دشتِ کربلا در عالمِ رویا کنم
ورنہ شمشیرِ بُراں گردنِ اعدا کنم

پیرہن را بر درم رو جانبِ صحرا کنم
بر سرِ کوہے نشینم دیدہ را دریا کنم

روز میگویم کہ فردا ترکِ ایں سودا کنم
باز چوں فردا شود ہر روز را فردا کنم

از بنی آدم نہ امیدِ وفا اصلا کنم
فخرِ مہمل من چرا بر آدم و حوا کنم

جدِ من بر یک خطا راندہ شُد از باغِ بہشت
من چگونہ آرزوئے جنت الماویٰ کنم

شد ز آدم تا بہ ایندم از بنی آدم خطا
توبہ امشب میکنم دو صد گنہ فردا کنم

حمدِ یہوا از زباں بے ساختہ آید بروں
وصفِ او بے انتہا را تا کجا انشا کنم

اے تو یہوا اے تو یحییٰ اے تو یا ہوئے تو آہ
ایں بگو ما را کہ در دل ہو کنم یا ہا کنم

نرگسِ چشم ز بیماریِ دل عبہر شدہ
گر شود دیدارِ خالت نرگسِ شہلا کنم

مردمِ دو چشم در محرابِ ابرو سجدہ کرد
ابرواں را کعبہ کردم چشم را بطحا کنم

بر سرِ بازار چوں سرمست می گردم بروز
من نہ بر خندیدگیِ ناکساں پروا کنم

خود فراموشم بفضلِ اللہ مستغنی شدم
از پئے شکرِ خدا من شکرِ استغنا کنم

مطلع ثانی

دستِ روحِ پاک را روحی یدِ بیضا کنم
جانبِ شمس الضحیٰ دو دست را بالا کنم

آئینہ ہر چند می بینم کہ بینم خویش را
عکس میگوئید کہ خود را عکسِ آں یہوا کنم

دین و دُنیا جنت و دوزخ مرا در کار نیست ‏— مرضیش خواہم نہ دیگر آرزو حاشا کنم

مرضئ محبوب ہم ہرگز وگر محبوب نیست ‏— ہر دو یک گشتہ چگونہ من زجا بیجا کنم

آہِ سرد آمد بروں از دردِ پنہانئ من ‏— در پریشانی فتادم ہو کنم یا ہا کنم

ہیچ ہستم من چہ بخشم من چہ میدارم بگو ‏— گر بدارم با تو وادہ دلبرِ آقا کنم

گر جدائی بہرِ یک ساعت مرا حاصل شود ‏— من ہماں یہوا شوم او را جدا ایجا کنم

تا کہ از ہجرانِ من حظِ جدائی را چشد ‏— گر کند فریادِ خود را اندرش القا کنم

در وجودِ خویش ما را جذب کردہ محو کن ‏— تا کہ خود را اے خدا یکتائے بے ہمتا کنم

ایں کجا تاب و تواں دارم کہ گویم دلبری ‏— گر بگویم ترک آدابِ خدائی را کنم

دلبرِ چار عنصری گشتن خلافِ شانِ تست ‏— من چگونہ خویش را زیں شکل متشا کنم

تا کہ گویم در مساواتِ تو ہستم ہیچ نیست ‏— گر بذاتِ پاک خود را عاشق شیدا کنم

لاکنم مجبور با احراقِ عشق و ولولہ ‏— زیں سبب واللہ ایں گفتارِ نازیبا کنم

جانِ من گوئندۂ لفظِ من و تو و شما ‏— ملکِ تو من کیستم تا من کنم یا ما کنم

تا دمِ تقریرِ ہذا شد نہ انساں دستیاب ‏— وا دریغا از کجا انسانیت پیدا کنم

ایلیاء و من۔ بظاہر دو۔ بہ باطن واحدیم ‏— بس خودم انسانِ کامل بر خودم ہترا کنم

از کسے ہرگز ندارم ہیچ امید مدد ‏— ہاں مگر بر فضلِ یحییٰ بر ہمہ امضا کنم

تو اے یحییٰ بھوک بڑی بھوکی ہے کبھی سیر نہیں۔ تیری محبت کی مجھ کو بھوک ہے اپنے دیدار سے سیراب کر اور واحسرتا علی العباد کہ بُرا کام خود کرتے ہیں۔ اور تجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ توفیق و خذلان عسر و یسر سب تجھ سے ہے۔ حالانکہ تو نے سب کو ایک حد تک اختیار دے رکھا ہے۔ ورنہ حکم کی حاجت نہ تھی۔ چنانچہ اگر مخنث و نامرد اپنے حصور ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ قابلِ قدر نہیں۔ کیونکہ اُس کے پاس آلاتِ مباشرت موجود نہیں + اسی طرح ہر طرح کا اختیار رکھ کر اتقا کرنیکا نام دین برحق ہے۔ اور یہی قابلِ قدر ہے + مگر یہ سفلے لوگ سفلے کو پکڑ کر اسفل السافلین میں رہنا چاہتے ہیں۔ علوی ہونا پسند نہیں کرتے + تو اے تم سفلے لوگ ذرا خیال کرو کہ اچھا مصنف ہمیشہ زندہ ہے + زندہ کا کام کرتا ہے + جاہل کو عالم بناتا ہے + تو یحیائے تعالیٰ جو مصنفِ حقیقی ہے۔ اُس نے ایک نیچرل بُک تصنیف کر چھوڑا ہے۔ اُس میں سے ہر بیماری کا اچھا اچھا نسخہ کیوں نہیں نکال لیتے۔ تا کہ

نسخہ نکالنے میں تم کو معلوم ہو جاتا کہ شکل مُقرّس یعنے صلیب نما سلاخ پر بہت جلدی بجلی گرتی ہے۔ تو تم میں وہ نورانی نوکیلی سلاخ نہیں کہ اُس پر آہِ اللہ کے عشق کی بجلی گر کے منور کرسکے تم کو ہماری شان معلوم ہوتی۔ مگر تم تو فرعون بنے ہوئے شیطانی راگ گا رہے ہو کہ ؎

ارادے سب مرے عالی ہمم ہوں — تو پھر ہم کیوں نہیں فرخ شیم ہوں
تمنا ہے کہ ہم کیواں علم ہوں — مدور چرخ زن چرخ خیم ہوں
اگر در بزم دورِ جامِ جم ہوں — حسینوں کی ہو محفل اور ہم ہوں
مرے پہلو میں بیٹھے دمبدم ہوں — کوئی سیدھے کھڑے ہوں کوئی خم ہوں
نہ وبالا ہمارے ہم و غم ہوں — نہ عیشِ زندگی جنت سے کم ہوں
قیامت تک نہ پھر تو چشم نم ہوں — نشاطِ عیش و عشرت سب بہم ہوں
صدائے طبل و بربط دمبدم ہوں — پیامِ وصل میں لاء و نعم ہوں
کہ ہاتھا پائی کی بیچ سیجے ضرورت — اگرچہ بے تکلف سب صنم ہوں
یہاں تک عرق آلودہ ہوں دونوں — کہ سر سے پاؤں تک بیخ اور یم ہوں
کوئی پنکھا کرے آنچل سے اپنے — کوئی دامن سے جھلکر سُست دم ہوں
حوالہ اُن کے کردو آج سب کچھ — کہ جو کچھ جیب میں دام و درم ہوں
ذرا رکھا نہ دل میں خوفِ یحییٰ — تو بہتر ہے کہ بدکاراں عدم ہوں
یہی اب حضرتِ یحییٰ کا ہے حکم — کہ در نارِ عدم جملہ بہم ہوں

اس لیئے چاہیئے کہ تم لوگ اب بھی نیک بنو + تشلیح و سداد کو ہر مکان میں متمکن کر دو + تمدن و تدین پھیلاؤ + کتب خانہ نہ جلاؤ + گوشت خوری اور طلاق سے پرہیز کرو۔ مگر بدرجہ مجبوری ناچاری ہے + اور مُردار مچھلی کھانے میں مُضائقہ نہیں + غرض کہ نیکی و بدی کسی کو خود پر قبضہ کرنے کو مجبور نہیں کرتی۔ مگر تم ہر اچھی بات میں ترقی کرو + اچھی بات کو رُوح اللہ کی مرضی جاذب سمجھو اور یہ سمجھ لو کہ ؎

روح مسکیں ہوسے داشت کہ بر عرش رسد — دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

پس یہ سب غور و فکر اور نظمِ قدرت کا ملاحظہ پائے کبوتر کا کام کریگا + چنانچہ دیکھو کہ ہوا تمہارا کیا کیا کام کر رہی ہے + چکی پیستی ہے + موٹ کشی کرتی ہے + پنکھا کرتی ہے + تم میں داخل ہو کر صفائی کرتی ہے۔ جس طرح دریائی جاندار۔ دریا میں تیر رہے ہیں۔ اُسی طرح ہوائی

جاندار ہوا میں طیار ہیں + اور یہ اُن کو اپنے آغوش میں لئے رہتی ہے + اور اُس ہوا کے اوپر کا حلقہ جو عمیق ہونے کے سبب سے گنبدِ نیلگوں حصار ہو رہا ہے یہ بڑا بھاری بحرِ معلق و دریائے نیل ہے کہ اس نے اور حجم ہوا دونوں نے ملکر اپنے سایہ سے تمام سمندر کو دریائے نیل بنا رکھا ہے + کہ جہاں پانی کم ہے سفید ہے جہاں عمیق ہے نیلا ہے۔ جہاں پہاڑ ہے سیاہ ہے تاکہ سیاہ و سفید کے بیچ میں اسٹیمر چلے + اور دمِ تصادم سب چیزوں میں سے آتش رنگا رنگ نکل رہی ہے کہ کہیں نار الحدید ہے۔ کہیں نار الحجر کہیں نار السماء ہے کہیں نار المیاہ + کہیں نارِ موسوی ہے کہیں نارِ مار کہیں نار البرق ہے کہیں نار اللحم + کہیں نارِ خفو ہے کہیں نارِ عصفہ + ان تمام نیران و مادہ اثیریہ سے چیزیں ایجاد ہونے والی ہیں + اُس وقت نار اللہ کی ضرورت پڑیگی۔ کہ تمام عالم نار السّہار ہو جائے۔ پس یاد رکھو کہ جیسی طینت ویسی نیت جیسی نیت ویسا نتیجہ + تو جسدم نتیجۃ النیران ظہور پذیر ہو کر مستوقد للحرب ہونے کی تحریک پیدا کریگا۔ وہی ہماری واپسی کا زمانہ یا جسکی خبر کر رہا ہوں اُس کے آنے کا زمانہ ہو گا مگر تم مجھی کو سمجھنا کیونکہ ○

واضح رہے کہ صاحبِ سیف و قلم ہوں میں ‌ ‌ برجیس قدر والیٔ تاج و علم ہوں میں
شیخ الحشم ہوں اور ولی النعم ہوں میں ‌ ‌ بحر الکرم ہوں جود میں چرخِ خیم ہوں میں
جنگ آور و دلیر بدرجہ اتم ہوں میں ‌ ‌ دشمن کے حق میں قہر و بلاء و ستم ہوں میں
کہتا ہوں صاف صاف نہ چھوڑونگا میں کبھی ‌ ‌ از بہر جنگ چاروں طرف سے بہم ہوں میں
خاقانِ جملہ عالم و دستِ یمینِ حق ‌ ‌ بے شک وہی حکیم بدیع الحکم ہوں میں
اُس کی جو حمد ہے وہ ہماری ہی حمد ہے ‌ ‌ اس وقت شکلِ عبد ہوں یحییٰ سے کم ہوں میں
اِس واسطے یہ حکم ہے یحییٰ کی حمد ہو ‌ ‌ حماد ہوں حمید ہوں احمد نسیم ہوں میں

پس اے نفس ہمارے تو اپنے جمع لواحق کے ساتھ۔ اور اے ہستی تو اپنی ہمہ ہستی کے ساتھ حمدِ یحییٰ میں گاتی بجاتی جاؤ۔ لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ **مثنوی**

قُلِ الحمدُ للہِ ربِّ الکریم ‌ ‌ ھُوَ اللہُ ربّی رؤفٌ رّحیم
ھو اللہُ مولیٰ قدیرُ العظیم ‌ ‌ یحیی العظام وھیَ رمیمٌ
وھوَ علیمٌ بذاتِ الصدور ‌ ‌ من الغیب فی کلِّ غیبٍ یدور
وَھوَ قریبٌ بغیرِ بعید ‌ ‌ وَھوَ مبادی وَھوَ معید
تراہُ قریبًا فھوَ بعید ‌ ‌ فھذا صراطُ العزیزِ الحمید

اذا المرءُ کانت لہٗ فِکرۃٌ — ففی کلّ شیءٍ لہٗ عبرۃٌ
و آیاتٌ فیکم فلا تُبصِرُون — باَیِّ الھدیٰ بعدکم تومِنُون
و نحنُ الی اللہِ سوفَ نَصیر — ھو اللہُ مولیٰ و نعمَ النصیر
و یا قومِ واستغفِروا ربَّکُم — وانِ تعملوا ھُوَ خیرٌ لکم
و ھو الذی اَسرَعُ الحاسبین — بہٖ نستعینُ وَ ھُوَ المعین
توکّل علی اللہِ ھُوَ کفیٰ — ولا یُصلِحُ السحرُ حیثُ اتیٰ
وَمَنِ اتّقیَ اللہَ حقَّ التُقات — یقیم الصلوٰۃَ و یاتی الزکوٰت
و اِنَّ ھُدَی اللہَ ھو الھدیٰ — و اِنَّ الیٰ ربِّکَ المنتھیٰ
فلا تلبسوا الحقَّ بالباطلِ — ولا تکتموا الحقَّ بالعادلِ
لکم فی القصاصِ حیاۃٌ لکم — ولا تبخسوا الناسَ اشیاءَھم
وزادوا الوفاقَ فزاد البیاض — و زادوا النفاقَ فزاد الحیاض
یکیدون کیداً وَ کیدی مبین — و اُملی لھم اِنّ کیدی متین
یقولونَ باللہِ مالا یلیق — نقول فذوقوا عذابَ الحریق
صفاءُ الریاضِ لِصوتِ الغمام — و اُنسُ العیونِ بطیبِ المنام
بنی الخبیثاتِ لیسَ النبی — نبیٌّ و لیکنَّ بئسَ النبی
رَسلنیَ الیکم من اللہِ صحین — و انی الیکم امامُ المبین
فانی امامٌ علیَّ السلام — قلوا اقتدینا بھذا الامام
شموسُ الجمالِ تزیلُ الظُلَم — ویھدی الی الحق اھلُ الھمم
و عنہ اخذنا الھدیٰ و الرضا — و منہ عرفنا التقیٰ و الوفا
و نالَ من اللہِ کلَّ المرام — علیہ جمیعُ الملائی ازدحام
امامُ النبیین شرفُ المقام — حلیمٌ عظیمٌ کریمٌ امام
رؤفٌ رحیمٌ جلیل الھمام — بمجدٍ شریفٍ بدارِ السلام
قم اللیلَ زلفاً وکن حامداً — اقیم الصلوٰۃَ وکن ساجداً
ولیسوا سواءً من اھلِ الکتاب — فانی اخافُ علیھم عذاب
علیٰ آلِ یٰسینَ صلوا الصلوٰۃ — و اِن تدعوا غیری لکم لانجات

[1] کم ذکر دہ ۵۳ عربی میں اشباع اور بحالت وقف مجرور و منصوب وغیرہ قافیہ ہوتا ہے ×

و لوکانَ فتنۃً مِنَ الظالمین — لِکلِّ نبیٍّ عدو مُبین
یقولونَ ہذا مطاعُ الغرور — فانَّ کذالک من عزمِ الامور
وما عندکم علمٌ اِلّاَ قلیل — فہذا الکتابُ الیکم دلیل
وما ذا عمانتم لسبط الرسول — اذیتم بتولاً وَ زوجَ بتولٍ
وضُرِبَ شدیداً امامَ الامیر — فکُتِبَ علیکم جُناحٌ کبیر
قتلتم وانتم من المنکرین — الا لعنت اللہِ لظالمین
و ہوَ لحُسرَۃٌ علی الکافرین — وانی علیہِ مِنَ الشاہدین
وکانوا لبشر کاٴنہم کافرین — تعالوا وکونوا مع الصادقین
لہٗ دعوتُ الحق مِن ربکم — لِکُلٍّ جعلناَ موالیہمُ
تدبرتہٗ حقَّ تدبیرہٖ — و قدرتہٗ حقَّ تقدیرہٖ
وناویۃٌ مِن مکانٍ بعید — وخافَ مقامی وخاف وعید
ومثواہُ فیٗ فاینَ یغیب — ونصرٌ من اللہِ فتحٌ قریب
فثم لیقیناہٗ ذاتَ القویم — یُحلُّ علیہ ثوابُ المقیم
صفوحٌ علیمٌ اذا ما قدر — کریمُ الجد ودِ اذا ما افتخر
بعیدَ دِ الذراری ذرِل الصحَر — وقطرِ البحارِ ورشِّ المطر
فعاشَ صبوراً وماتَ شہید — وکلّ لکانوا رقیباً عتید
ولولا علیٌّ لہلکَ العمر — فخُذ ما صفاءَ ودَعْ ما کدر
حُسُومُ الشومِ الدوبُ العمل — وخیرُ الکلامِ بما قلَّ ودلّ
وَتبِعَ ہواہُ بغیرِ ہدیٰ — وہو علیمٌ بمن اتقیٰ
سنلقی علیہم عذاباً ثقیل — وانی علی ما نقولُ وکیل
فطوبیٰ لباب کبیتِ العتیق — حوالیَ من کلِّ فجٍ العمیق
عسیٰ ان یکونُ من المومنین — وانی قریبٌ من المحسنین
وای الفریقین خیر المقام — سلامٌ علیہ ـ علیہ السلام
فما کانَ دعویہم اذ جاءَ ہم — ضربنا لہم کیفَ امثالہم
ومَن لبثَ السجنَ بضعَ سنین — ربناہٗ کان من المحسنین

ضعیف الخفیف الصغیر الحقیر ... اذا فاق فی الامر صار الکبیر
اذا دخلت شمس برج الاسد ... فلا تقبل صلحکم والسدو
ولا بیع فیہ ولا خلتہ ... لکل جدید لہ لذۃ
ھنا کم قریتم ولا تشعرون ... فانتم من الساعۃ مشفقون
وجاء القضی سریع القضاء ... قمیص الوفاء لاہل الصفاء
رسول من اللہ یتلو الکتاب ... ینادی علیہ لمن کل باب
خذوا من خلقتہ وحیدا خذوا ... ھلموا الیہ ولا تعرضوا
وھو الیکم خبیر الرشید ... علی ذالک الامر انی شہید
لسان سبیح وقلب ذبیح ... انا احلف ان ہو المسیح
یقول لکم انتم الظالمون ... وانی انا اللہ لا تعلمون
ویحیی عزیز شریف النسب ... بحق صحیح بغیر نسب
حسام لہ فی یدیہ فعول ... ویحیی یحیی الملاء بالنصول

بس اُسی یحییٰ میں یہ سب قدرت ہے کہ خود کو دیو بنا دے یا پری بنا دے۔ عبد بنا دے یا معبود بنا دے۔ جو چاہے کرے۔ علی کل شیٔ قدیر ہے + وہی بادشاہ ہے۔ اُسی کو عدل و انصاف سزاوار ہے + اُس نے خلیل وکلیم۔ صبئی وولی۔ عبد وید سب کو ارسال کئے۔ اب تو خود ہی باقی رہا۔ اب چاہئے عام طور سے آئے یا خاص طور سے آئے سِرًا آئے یا جہرًا آئے۔ اسکو اختیار ہے + مگر ممکن ہے کہ شاید اپنے محبوب و مہدی کو بھیجے کہ اسکو دُکھ پہونچتے ہی خود ہی چلا آئے۔ اور سب کو جہنم واصل کرے + تو وہ مہدی وہی حضرت مہد نشین اور مہد میں بولنے والے صاحب ہیں + جو بہت ہی پیوستہ بہ شاہنشاہ ہیں کہ عین اُسکی روح و مسیحا ہیں + اِس لئے عین بادشاہ ہی کہنا چاہئے۔ جن کو تم لوگ نے دجال کہا تھا + پس وہی مسیح الدجال تشریف لائینگے۔ اُس وقت ثابت ہو جائیگا کہ تم دجال وفاجر ہو یا وہ امامِ اُمی + کیونکہ وہ ہماری طرح اس زمانہ کے مطابق اُمی ہونگے + جیسے ہمارے والدین ہیں اُنکے بھی ہونگے + جس طرح ہمارا نام ہے اُنکا بھی نام ہوگا + ہم کو لوگوں نے مجنون کہا اُن کو بھی لوگ مجنون کہیں گے + اُن کے ماں کا نام آمنہ اُمیرہ ہوگا + بوجہ نہ معلوم ہونے آثارِ حمل بعد از پیدائش لوگ اُن کو خدیجؓ کہینگے + وہ گھوم گھام کر

۱ بیعنہ
۲ امانت کھنڈالی چھوٹی پیرم
۳ سات ماسور

خراسان یعنے پورب میں ظاہر ہونگے + پہلے کی طرح بہت فاقہ کش رہینگے + برّی وبحری سفر کرتے رہینگے + سفر میں لوگوں کو پوری طرح جانچ پرتال کے اُن کی حیثیت کے مطابق اُن کو انتخاب کرینگے + تمام عوالم کے سیاح ومسیحا ہونگے + وہ ضرورت کے مطابق یا جو اُن کو مناسب معلوم ہوگا بیان کردینگے + صورت وشکل وہی بنی اسرائیلی کی ہوگی + اُن میں وہی معجزہ وہی قوت وہی قدرت ہوگی کہ سرًا وجہرًا ظاہر کرکے شان قدیریت ظاہر فرمائینگے + وہ تم کو نبلائینگے کہ میں کون ہوں۔ پس اب میں جاتا ہوں تم جانو تمہارا کام جانے + غرض کہ وہ عبد روانہ ہوا اور یہاں یہ حالت ہوئی۔

بیانِ بادشاہ

کہ نہ یہ رہا نہ یہ وہ رہا نہ وہ دل رہا نہ وہ دم رہا
نہ وہ گل رہا نہ وہ بُو رہی نہ وہ باغباں نہ ارم رہا
نہ وہ اتحادِ دلی رہا نہ وہ اتفاق بہم رہا
نہ وہ بات پہلی ذری رہی نہ وہ پہلا سب کا دم رہا
یہ سب انقلابِ زمانہ نے وہ سب عادتوں کو بدل دیئے
نہ وہ اب خیال ذرا رہا نہ وہ اب مزاج صنم رہا
ہر اک جا پہ اُس کی شکائیتیں ہر اک جا پہ اُس کی حکائیتیں
ہر اک وقت اُس سے صدا یہی کہ جو اہل بیت میں غم رہا
جو ہزار کوئی حلف بھی لے تو مجھے ذرا بھی یقین نہیں
وہ سب بدسلوکیاں یاد ہیں کہ جو تو بہ تو سے ستم رہا

کہ وہ سب جور وستم موقع بموقع ضرورت کے مطابق بیان کئے گئے اور کئے جائینگے یہاں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پادشاہ بنام عبد یہاں سے واپس جاکر۔ضرورت کے وقت اپنی مقررہ جگہ پر ملبس بجامۂ بشری ہوکر ظاہر ہوا + وقت پر اُس جوار و دیار کے لوگوں کو نالائق وناہل پاکر دو دہائی کے بیچ میں عمر تھی کہ گھر سے جلاوطن ہوا + تو جیسے جیسے آگے بڑھا اپنے جلاد دیاں سے زیادہ لوگوں کو ناہل ونالائق پاتا گیا۔کہ کسی پر اُسکو بھروسہ نہ رہا کیونکہ وہ دیکھتا تھا اور زیادتی عقل سے سمجھتا تھا کہ ہرگز ہرگز کوئی کسی طرح کسی کا سچا دوست نہیں ہوسکتا اس لئے اُس کو

ابنائے آدم کے بارہ میں یقین ہوگیا کہ ہنوز لوگ انسانیت کو نہیں پہونچے + تو قبل از انسانیت عین انسانیت کی ترغیب کا نام دینِ انسانی رکھا گیا ہے + اور اس سے عبور کرنے کا نام دینِ دیگر + یہاں تو ہنوز قضیہ منعکس ہے یعنے کہ ایک دوسرے کو اچھا کھاتے پیتے۔ پہنتے۔ اوڑھتے دیکھنا نہیں چاہتا + کسی کی سلطنت اور حسن و جمال۔ فصاحت و بلاغت اور جملہ خوبی کو کیا دیکھ سکیگا۔ مارے حسد کے خاکِ سیاہ ہو جائیگا بلکہ جس میں کچھ نہیں ہے تو اُس بیچارہ کے کچھ نہیں ہونے کی دولت کو بھی نہیں دیکھ سکتا + غرض کہ نہ اچھا دیکھ سکتا نہ برا دیکھ سکتا + تو اب ضرور ہوا کہ اِس بیچارہ کو تمام سنسار میں دُکھ اُٹھانی پڑے یعنے چنانچہ اُٹھائی + اس اُٹھانے میں جن لوگوں نے اُس پر ترس کھا کر مہربانی کی۔ اُن لوگوں کو اُس نے عدلاً اور انصافاً انتخاب کر کے اُن کے لئے حکم لگا دیا۔ کہ جو لوگ بلا غرض بخلوصِ دل اسکو دم سے درم سے قدم سے قلم سے کِلَم سے تن من دھن سے مدد دینگے ان کو وہ ابرار کہیگا + اور جو لوگ بخلوص دل منجملہ ان شرائط کے کسی ایک سے مدد دینگے تو اُن کو اخیار سے کہیگا + جو لوگ محض بے پروائی کے ساتھ ان سب شرائط کو ادا کرینگے تو اُن کو محسن کے نام سے پکاریگا جو لوگ عقیدۃً ان سب شرائط کو ادا کرینگے تو اُن کو فرمانبردار کہیگا کہ یہ سب سے معزز ہیں + جو لوگ عقل کے ساتھ طاعۃً اور عقیدۃً اور محبتۃً اور عشقاً ان شرائط کو ادا کرینگے جن پر اُس کا پورا بھروسہ ہو جائے تو اُن کو نور الانوار کہیگا اور ہر ایک کے لئے ایک ایک معزز لفظ استعمال کریگا۔ جو اُس وقت تک کے لئے اُن کے واسطے شایاں رہیگا جس وقت تک اس سے برگردہ نہ ہونگے۔ بصورت برگردہ ہونیکے کے ہیچ و لاشے + اور درحقیقت جو کسی کو بھوک میں نہ کھلائے۔ نہ پیاس میں پلائے۔ نہ وقت پر کام آئے۔ نہ جاڑے گرمی وغیرہ میں رہنے کو جگہ دے۔ نہ اُسکو انند دیکھ کے خوش ہو۔ نہ اُس کے زندہ رہنے کا روادار ہو۔ بلکہ اُس کے دوستوں کو بہکائے۔ کہ ان کا سب کیا دھرا برباد جائے۔ ہر طرح اسکو اذیت پہونچائے۔ تو وہ کب چاہیگا کہ خدا اُس سے راضی ہو۔ بے مذہب نہ ہو۔ جنت میں جائے۔ دین و دنیا بھلا ہو۔ پھر وہ کس کام کا ہمجنس اور دوست ہو سکتا ہے۔ لہذا ایسے لوگ بالکل ناہنجار۔ ایک دم بد اطوار۔ سراسر بدکردار۔ قطعی ناہموار۔ سراپا گنہگار یک قلم زمرۂ اشرار سے ہیں چنانچہ ایسے ہی لوگوں کو اصطلاحات العیہ میں شیطان و اہرمن کہتے ہیں مگر چونکہ بکثرتِ استعمال اس کا مفہوم کلی فوت ہو گیا اسلئے اُسنے ایک نیا لفظ ایجاد کیا وہ لفظ **فشنجیپلغرنگ** کا ہے اس میں اس نے یہ روح معانی پھونکی کہ جسقدر عوالم ہیں اگر ان میں کا ہر ذرہ ذرہ الگ ہو کر ازل سے ابد تک

برائیوں کا شمار کرتا رہے + تو جسقدر برائی ثابت ہو وہ سب اس لفظ میں پیچیدہ سمجھے جائینگے - کہ جس دم یہ لفظ کسی کے لئے کہا جائے تو پھر مطلق یہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہو کہ کیا اُس میں فلاں برائی بھی ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھتے ہی خود پوچھنے والا قشنچپیلغرنگ ہو جائیگا + چنانچہ اگر وہ بہتذیبًا اور بلند حوصلگی کے سبب سے کسی کو اس لفظ سے نہ بھی یاد کرے یہی اور صرف یہ کہدے - کہ فلاں سے مجھ کو اذیت پہونچی یا میں اُس سے ناخوش ہوں یا اسی طرح کا کوئی لفظ خواہ کوئی نام جس میں لفظِ تعظیمہ نہ ہو تبے تامل وہ قشنچپیلغرنگ میں شمار کیا جائیگا + پھر اگرچہ عالم کا عالم ہی کیوں نہ ہو + اور یہ اس لئے کہ ابد الآباد تک اُسپر پھٹکار پڑتی رہے + جس سے خلق اللہ کو عبرت ہو + اور التحیات والصلوٰۃ سے تحریکِ نیکی پیدا ہو + جنپر تحیاۃ و صلواۃ ہونگے وہ قشنچپیلغرنگ کے ضد میں **فرزند یا اصل القدس** ہونگے + چنانچہ اُ سکے اِنتخاب کردہ لوگ جو **فرمانِ ہذا** نافذ کرتے وقت تک منتخب ہوئے ہیں وہ اُنہیں عبارت کے ساتھ بیان کردئے جاتے ہیں - جن کے ساتھ اُس نے ان کو یاد کیا ہے - سو وہ یہ ہیں :-

ذکر الاخیارِ والمحسنین

(۱) - بمقام کلکتہ - جناب رمضان علی صاحب سرہنگ اَحالہُ اللہ بحو لہ -

(2) - بمقامِ چھپرہ جناب محبوب علی صاحب حجام حسبہ اللہ بعونہ -

(3) - بمقام علی گنج سیوان - جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب احماہُ اللہ واملاہ -

(4) - بمقام آرہ جناب بھائی مولوی سید عطا حسین صاحب ایم - اے چیف الجنیر حیدرآباد دکن ابقاہ اللہ حیّاً -

(5) - بمقام مرزاپور - جناب منشی عبدالجبار صاحب وکیل انجاہ اللہ ونجّاہ -

(6) - بمقام الہ آباد جناب محمد حسین صاحب وائیس کونسل اراہ اللہ وعالاہ -

(7) - بمقام علی گڈھ کوئل - جناب مولوی خلیل احمد صاحب ایدہ للہ وعافاہ -

(8) - بمقام ہردوئی - جناب سید تجمل حسین صاحب وکیل انبتہ اللہ ومولاہ -

(9) - بمقام پٹن - جناب محمد یوسف صاحب موتی فردش عَرَجَۃ اللہ وغنّاہ -

(۱۰) - بمقام امرتسر - جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب سیاح واذکرہ اللہ ذکراہ -

(۱۱) - بمقام بمبئی - جناب غلام علی صاحب اَرقہ القلوب ورقاہ -

(۱۲) - بمقام لاہور - جناب محمد فاضل صاحب **کاتب فرمان** اثابہُ اللہ وثوباہ -

(13) - بمقام جوناگڈھ - جناب سید نصیر الحق صاحب امدہ اللہ و وَلّاہٗ -

(14) - بمقام جوناگڈھ - جناب بہاء الدین صاحب وزیر ریاست زکاہ المیزان وسوّاہٗ -

(15) - بمقام مانگرول جناب سید محمد علی اعظم صاحب شرفہ اللہ شرفاً شریفا -

(16) - بمقام ٹرچناپلی - جناب سید محمد مرتضیٰ صاحب ایف لے پرو پرائیٹر مدرسہ شمسیہ لطفہ اللہ لطفاً لطیفا

(17) - بمقام مظفر پور احمد عرف گورانواں ضلع عظیم آباد - جناب مولوی الٰہی بخش صاحب جاگیر دار پرنسپل بمدرسہ دار العلوم حیدر آباد دکن علیہ الصلوٰۃ والسلام اجرہ اللہ اجراً جزیلاً -

(18) بمقام حیدر آباد دکن - جناب ملا عبد القیوم صاحب وقرہ اللہ وقاراً جمیلا -

(19) بمقام حیدر آباد دکن - جناب نواب نظام نواز جنگ بہادر جزاہ اللہ فی الدارین خیرا -

(20) بمقام مسقط - جناب فیصل صاحب بن ترکی سلطان مسقط افاضہ اللہ فیضاً کبیرا -

(21) - بمقام عدن جناب بھائی مسٹر جہانگیر جی صاحب فوٹو گرافر زاد اللہ قدرہٗ وزادہ اللہ قدرا -

(22) - بمقام عدن - کاؤس بانو پارسن علیہما الصلوٰۃ والسلام -

(23) - بمقام زنجبار - جناب خواجہ علی محمد شریف صاحب ہونہ اللہ ہوناً کبیرا -

(24) بمقام چین - ہنگنگ صاحب اسکنہ اللہ تسکیناً کثیرا -

(25) بمقام مصر - جناب ادریس بے راغب اصانہ اللہ صفاً صفیا -

(26) بمقام مصر - ہزرایل ہائینس جناب حضرت عباس حلمی پاشا خدیو مصر یُعلی لہ اللہ مقاماً علیا -

(27) بمقام مصر - جناب محمد لطیف پاشا فرجہ اللہ فرجاً عظیما -

(28) بمقام مصر - جناب حضرت نازلی خانم صاحبہ عظمہا اللہ عظیماً تعظیما -

(29) - بمقام استنبول - جناب سید محمد پاشا ابن سید فضل پاشا علوی مجدہ اللہ مجداً تمجیدا -

(30) بمقام استنبول جناب سید ابو الہدیٰ آفندی اسعدہ اللہ سعاداً سعیدا -

(31) بمقام استنبول - جناب بھائی شکری بے وامق آفندی للہ درہ وزید اللہ اجرہٗ -

(32) بمقام استنبول جناب سید عقیل صاحب رفع اللہ قدرہٗ و اطال اللہ عمرہٗ -

(33) بمقام لندن - جناب محمد رفیع الدین احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا لَمَّ اللہ شَعَثَہٗ -

(34) بمقام لندن - جناب مسٹر شمیر صاحب ڈپٹی کمشنر فیض آباد و پنشنر لبقیہ اللہ شراباً طہوراً -

(35) بمقام لندن - جناب مسٹر ہوپ صاحب کلارجی فضلہ اللہ علیہ فضلاً مسرورا -

(36) بمقام امریکہ - جناب بکنن صاحب اصلح اللہ شانہ ونور اللہ جنانہ

اُسْتَاذُ الْاِنْسِ وَالْعِقْبَانِ - اَجِزْ اَجِلْ وَلَا تُعَجِّلْ - لِکُلِّ اَجَلٍ اَجْرٌ مُّسَمًّی - وَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَجُوْلُ + اَجَلُکَ اللّٰہُ اَجَلًا مَّقْبُوْلًا + اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ کُلَّ [illegible] بَیْنِیْ وَبَیْنَ النَّاسِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا + [illegible] وَالْقَلَمُ سَطَرَ سَطْرًا وَلَا سِتْرًا مَّسْطُوْرًا [illegible] مَسْتُوْرَۃً - وَمَا کَانَتْ عِنْدَ اللّٰہِ مَسْطُوْرًا + وَمَنْ رَّاٰکَ فَقَدْ [illegible] اَنْ تَرَاکَ - وَمَا [illegible] اَحَدٌ اِلَّا الْاَحَدُ [illegible] یَرَاؤُنَ - کَثِیْرُ النَّاسِ [illegible] اَنْ یُّضْرَبُ مِنِّیْ فِی الْاَرْضِ وَھُمْ لَا [illegible] + اَلْیَوْمَ وَعْظُ الرَّحْمٰنِ لِلصَّالِحِیْنَ - قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ [illegible] اِلَی السَّبِیْلِ الرَّشَادِ الَّذِیْ جَاءَکُمْ بِالْبَیِّنَاتِ [illegible] الَّذِیْ [illegible] عَلَی الْعٰلَمِیْنَ + [illegible] وَاِنْ لَا تُسْلِمُوْہُ حَتّٰی یَاْتِیَکُمُ الْقَمَرُ فَاعْلَمُوْا عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ عَذَابًا [illegible] مَوْعُوْدَاتٍ لِمَنْ لَا [illegible] بِاللّٰہِ عَزِیْزِ [illegible] + وَاِنْ لَا تُؤْمِنُوْا الشَّجَرَ [illegible] فِیْہِ [illegible] مَقْلُوْبَۃٍ [illegible] اِلَی السَّمَاءِ [illegible] اِلَّا اَثْمَارُھَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَاِلَیَّ سَرِیْعُ الْحِسَابِ - [illegible] اے وہ

ہم جو تو عین ہماری ذات ہے اور ہمارے ساتھ بمنزلہ عین عین کے ہے اور [illegible] اعلیٰ و پیکِ ناسوت کا ظلمات ہے - اور وہ اس مصلحت سے ہے کہ ہم اس کو اپنی جمیع صفات کا [illegible] [illegible] پھر وہ تلمیذ کچھ کرے مگر اس کا ہر فعل رحمانیت میں شمار کیا جائیگا اور وہ وادالان [illegible] رحمان خیال کیا جائیگا + کیونکہ وقت کے لحاظ سے اب [illegible] مخلوقات کو ایسے ہی [illegible] - وہ ان صفات کے علاوہ تمام کائنات روحانیہ جسمانیہ [illegible] سب کا [illegible] ہو - اور انسانِ ظاہری و انسانِ باطنی اور انسانِ دنیا اور انسانِ عقبیٰ اور انسانِ [illegible] علم دین اور انسانِ مرضع [illegible] انسان مسکین و غمگین ہر قسم کے اناسی اور عالمِ ناسوت [illegible] بان یعنی جو عقبے آرہی ہے پھر وہ تناسخ سے ہو یا جدت سے ان سب کا استاد الاستاد وہ ہی ہے جسکو یہ خط ملا [illegible] لے تو خط پانیوالا - ذرا ٹھیر [illegible] جلدی [illegible] کیونکہ لئے ایک وقت و مدت مقرر ہے + تو اپنے وقت مقررہ اور مقبولہ کا منتظر رہ + [illegible] ل ہوگی + مگر تو اطمینان سے رہ + کیونکہ [illegible] تو نے ارادہ کیا ہم نے سب [illegible] تو ہمارے اور تمام عالمِ ناسوت کے درمیان حجابِ مستور بنجا + کہ لوگوں کو تیرا [illegible] ب کی طرح معلوم ہو + کیونکہ میں پردہ [illegible] ہیں تو اے میرے حجاب الحیاسن [illegible]

[illegible]

ظاہر ہوتے رہیں ان سب کو لکھ ڈال + ہرگز ہرگز اس کے لکھنے میں کسی بات کو نہ چھپا دینا۔ ایک دم
قلم مجاز رقم سے تمام صفحۂ عالم پر ثبت کر ڈالنا۔ اور اعلائے کلمۃ الحق کو میدان جہان میں صریر کلک
کی گونج سے سکانِ عالم کے دلوں میں مسلم منقش کرنا۔ کہ تمام تیر اسکے جم جائے اور تیرا فوٹو ان کے دلوں
میں مرکوز و مرتسم ہو جائے۔ چنانچہ جو کچھ تو لکھیگا وہ سب ہمارے یہاں لکھا ہوا ہے۔
اس واسطے وہ سب لکھا لکھایا عین ہمارا ہی ہوا۔ اور ہم تو عین تو ہی ہیں۔
بس ہم پہ ہماری کوئی بات مخفی نہیں ہے۔ تو ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ جن کو ہم نے کچھ
آنکھ دے رکھی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی مجھ کو کہیں دیکھیگا تو فوراً پہچان جائیگا اور اس وقت سے
میرے لیئے تیرا شیدا ہو جائیگا لیکن افسوس ہے کہ کسی نے تجھ کو نہیں دیکھا مگر ایک نے اور وہ ایک ہم خود
ہی ہیں۔ یعنے سوائے ہمارے تجھ کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا + اما یقین جانو کہ بعنقریب لوگ
دکھلائے جائینگے اب وہ دکھلانا موقع موقع سے بزور ہدایت ہو یا بزورِ تقریر و تحریر یا بزورِ شمشیر خواہ
بزور خرقِ عادات و معجزات یا قدرتِ الوہیت آپ سے یا من کل الوجوہ۔ جو کچھ ہو وقت پر معلوم و
ظاہر ہوگا + چنانچہ انہیں سب باتوں کو بہت سے لوگوں میں سے بعض بعض ہماری طرف سے بھی
بیان کرتے ہیں۔ مگر ان کو ان سب باتوں کا حقیقۃً علم نہیں ہے بلکہ ان کو یہاں تک بھی علم نہیں ہے۔
کہ کیونکر وہ چلتے پھرتے بولتے چالتے ہیں۔ اور وہ مقبول نہیں۔ آج کا دن جس دن تم کو خط ملا وہ صاحبین
کے لیئے بہت بڑا نصیحت کا دن ہے۔ کہ اس سے نتیجہ نکال کر ہوش سنبھالیں + پس اب تم
جاؤ اور جلدی کام تمام کرکے لوگوں سے کہو اے لوگو میں وہی شخص ہوں جس کے بارہ میں یاد
کرتے چلے آرہے ہیں کہ وہ سب فقط دستے نبی اور مخبر ہی مخبر تھے ہم تو عین اللہ ور اس کے۔
ہو کر آئے ہیں کہ تم لوگ کو جس طرح ممکن ہو راستی پر سے چلیں اور مجھ کو اللہ تعالی تمام عالم پر م
اب تمہارے چون و چرا کرنے سے کچھ ہو نہیں سکتا۔ پس مناسب ہے کہ جس طرح اس نے م
اور ناچیز یا تسلیم کرکے بھیجا ہے تم بھی اسی طرح بسر و چشم تسلیم کر لو ورنہ یاد رہے کہ عذاب م
سے بڑے بڑے عذاب [illegible] کئے جائینگے کہ بجز سر تسلیم خم کئے کچھ کرتے دھرتے
ورنہ کائنات قہر آلودہ ہو جائینگے اور میں اسی کلمہ طیبہ کا اصل الاصول اور فرع الفرد ہوں
ہوں جسکو تم لوگ کھیڑتے آتے ہو جو ظاہر آپراگندہ از زبان ہوا ہے ورنہ درحقیقت
ہے + ہزار ہا آدمی [illegible] طوفان چلے مگر اس کا کچھ نہیں ہوتا + مگر تم نے جو ما